حَیدر علی

ترقی اردو بورڈ کی کتاب

حیدر علی

نریندر کرشن سنہا

مترجم

اقتدار حسین صدیقی

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

نئی دہلی

http://www.apnaorg.com

پیش لفظ

حکومت ہند نے اردو زبان میں کتابیں تیار اور شائع کرنے کے لیے ترقیِ اردو بورڈ قائم کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یونیورسٹیوں، علمی انجمنوں، مصنفوں، مترجموں، استادوں اور ناشروں کے اشتراک و تعاون سے اردو میں سائنس کی کتابیں، بچوں کی ضرورت اور دلچسپی کی کتابیں اور یونیورسٹی کی کتابیں لکھوائی اور شایع کی جائیں اور ان موضوعات پر دوسری زبانوں کی مستند کتابوں کے ترجمے شایع کیے جائیں۔ اس اسکیم کے تحت چھ سو سے زائد کتابیں تصنیف و تالیف کے مختلف مراحل میں ہیں۔

زیرِ نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو منسٹری آف ایجوکیشن اینڈ سوشل ویلفیر کے اہتمام میں نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی وساطت سے شایع ہو رہی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب طالب علموں، استادوں اور ان تمام حلقوں میں پسند کی جائے گی جنھیں ایک قومی زبان کی حیثیت سے اردو کے فروغ اور ترقی میں دلچسپی ہے۔

(نور الحسن)

وزیرِ تعلیم، حکومتِ ہند

http://www.apnaorg.com

فہرست مضامین

دیباچہ (پہلا اڈیشن)

دیباچہ (دوسرا اڈیشن)

پیش لفظ (تیسرا اڈیشن اور چوتھا اڈیشن)

	صفحہ
پیدائش و خاندان	۱۹
سیاسی عروج	۲۲
سیاسی عروج سے مسندِ اقتدار تک (۱۷۵۵ء تا ۱۷۶۰ء)	۳۶
شکستیں اور باریابی (۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۱ء)	۵۱
فتوحات (۱۷۶۱ء تا ۱۷۶۳ء)	۶۰
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۶۴ء تا ۱۷۶۵ء)	۷۰
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۶۶ء تا ۱۷۶۷ء)	۷۸
انگریزوں سے تعلقات (۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۷ء)	۸۵
پہلی میسور، انگریز جنگ (اگست ۱۷۶۷ء تا مارچ ۱۷۶۸ء)	۹۷
پہلی میسور، انگریز جنگ (مارچ ۱۷۶۸ء تا اپریل ۱۷۶۹ء)	۱۰۸
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۶۹ء تا ۱۷۷۰ء)	۱۲۳
مرہٹوں سے تعلقات۔ چنکرالی کی جنگ (۱۷۷۰ء تا ۱۷۷۱ء)	۱۳۰
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۷۱ء تا ۱۷۷۲ء)	۱۳۷
مرہٹوں سے تعلقات (کورگ کی جنگ) (۱۷۷۲ء تا ۱۷۷۶ء)	۱۴۲
مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۷۶ء تا ۱۷۷۸ء)	۱۵۳

http://www.apnaorg.com

دیباچہ (پہلا اڈیشن)

حیدر علی کے بارے میں کتاب لکھنے کا خیال مجھے ۱۹۳۶ء میں آیا۔ پہلے میں نے ولکس کی تمام جلدوں کا مطالعہ نہایت گہرائی سے کیا تاکہ مجھے اپنے مجوزہ کام کی افادیت کے بارے میں پورا یقین ہو سکے۔ مَیں نے محسوس کیا کہ ولکس نے ہم عصر مراٹھی۔ پرتگالی۔ ڈچ اور فرانسیسی ماخذ سے استفادہ نہیں کیا۔ اگرچہ حیدر علی کے بارے میں جو حصّہ ہے وہ بہت اچھا لکھا گیا ہے لیکن وہ دو ماخذ انگریزی اور فارسی پر منحصر ہے۔ مقامی روایت اور زندہ حضرات سے حاصل کردہ معلومات نے ولکس کے بیان میں وہ تاثیر اور ماحول پیدا کر دیا ہے جو بعد کے آنے والا کوئی بھی غیر جانب دار مورّخ پیدا نہیں کر سکتا۔ تاہم میں ان ماخذ سے استفادہ کرتے ہوئے حیدر علی پر کتاب لکھنے میں حق بجانب ہوں جو ماخذ ولکس کو دستیاب نہیں تھے۔

یہ کتاب ۱۷۲۱ء سے ۱۷۸۲ء تک میسور کی تاریخ نہیں ہے نہ خصوصیت سے حیدر علی کی سوانح ہی ہے۔ یہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی ایک عجیب و غریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی سرگرمیوں سے متعلق ہے۔

اس عظیم شخصیت کی زندگی کو تین غیر مساوی حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ۱۷۴۹ء سے ۱۷۶۱ء تک گمنامی سے اقتدار کی منزل تک پہنچنے کی تاریخ ہے۔ ۱۷۶۱ء سے ۱۷۶۶ء تک کا دَور اس جنگجو اور سیاسی مبصر کی زندگی کا مرا مخالفت کا دَور تھا ۱۷۶۹ء تک انگریز مخالف جذبات نے شدت اختیار کر لی تھی اور آخر دم یعنی ۱۷۸۲ء تک انگریز مخالف جذبہ اس پر حاوی رہا اور اس کے خاندان کی حکومت کے دوران بھی انگریز مخالف پہلو خارجہ پالیسی کا اہم جزو تھا۔ اِس پہلی جلد

http://www.apnaorg.com

میں جو عوام کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔ میں نے صرف پہلے دو ادوار سے بحث کی ہے۔ حیدر علی کی زندگی کا جہاں تک تعلق ہے میں تیسرے دَور کو دوسری جلد میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس دوسری جلد میں میں حیدر علی کے انتظامیہ۔ فوجی نظام۔ اس کے دربار میں فرانسیسی اثرات کی نوعیت اور کونسل میں اس کے مزاکرات کے بارے میں بھی لکھوں گا۔ اس کے سیاسی تدبر کے بارے میں صحیح اندازہ لگانے کے لیے اُس کی اُس برطانیہ مخالف خارجہ پالیسی کی تاریخ کا خاکہ پیش کرنا بھی ضروری ہے جس کا آغاز اس نے کیا تھا اور جو اس کے بیٹے کے دَور میں اختتام پذیر ہوا۔

اس موضوع پر اپنی تحقیقات کا آغاز کرتے وقت مجھے اس سلسلہ میں پیش آنے والی دشواریوں کا بخوبی علم تھا۔ کچھ مواد ایسی زبانوں میں ہے جن سے میں بالکل واقف نہیں۔ اس کے علاوہ اس کو جمع کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا بھی مسئلہ تھا۔ بہترین ہندوستانی علمی روایت پر عمل کرتے ہوئے جن اسکالرس نے میری اس تلاش و تحقیق میں مدد کی ان کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ سر جادو ناتھ سرکار نے اپنی چند نادر و نایاب کتابیں بغرض استفادہ عنایت کیں۔ کچھ مواد جمع کرنے میں مدد کی اور کتاب کے چند ابواب کا طباعت سے پہلے مطالعہ کیا۔ مدراس یونیورسٹی کے پروفیسر نیل کنٹھ شاستری ایم۔اے نے میکنزی مجموعہ سے تلگو۔ تامل اور کناری زبانوں کے مسودات میں حیدر علی سے متعلق مواد جمع کر کے مجھے اس شکل میں دیا کہ میں اس سے بخوبی استفادہ کر سکوں۔ شیو بلیئر پنڈوارنگا پسور لینکر نے متعلقہ پرتگالی دستاویزات کے جو انھوں نے لزبن اور نوا گوا سے جمع کیے تھے ان کے ریپرنٹ یا نقلیں مجھے روانہ کیں۔ مَیں نے کتابیات میں ان کی دی ہوئی مدد کی افادیت کا ذکر کیا ہے۔ ٹراونکور یونیورسٹی کے پرو وائس چانسلر، وی چند شیکھرن نے ٹراونکور کے ملیاتی ریکارڈ سے ایک اقتباس روانہ کیا۔ میسور کے پروفیسر وینکٹا سُبھا شاستری ایم۔اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن) —— نے میسور کے چند تاریخی مقامات دکھانے میں میری رہنمائی کر کے مجھے مقامیت کا وہ شعور عطا کیا جو کسی باہر والے کو گزیٹیرس کی مکمل معلومات سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ مَیں گورنمنٹ آف انڈیا کے ریکارڈ کیپر ڈاکٹر ایس این سین کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے ہمیشہ میرے کام میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور ایسے اسکالرس سے میرا تعارف کرایا جو میرے کام میں مددگار ثابت ہو سکتے تھے۔ انڈین ہسٹوریکل ریکارڈس کمیشن کے جلسوں سے بھی مجھے فائدہ پہنچا ہے۔

http://www.apnaorg.com

مدراس کے ریکارڈس کا مطالعہ کرنے کے سلسلہ میں مجھے جو مدد ملی میں اس کے لیے مدراس ریکارڈ آفس کے کیوریٹر ڈاکٹر بی۔ ایس۔ بالیگا اور ان کے اسٹاف کا بھی شکرگذار ہوں۔ آرٹس میں پوسٹ گریجویٹ ٹیچنگ کونسل کے صدر ڈاکٹر ایس پی مکرجی نے میرے کام میں ہمدردانہ دلچسپی دکھلائی اور کلکتہ یونیورسٹی لائبریری نے میرے لیے انگلینڈ اور ہندوستان کے دوسرے حصوں سے قیمتی دستاویزات کی نقلیں فراہم کیں۔ اس سلسلہ میں میں لائبریرین ڈاکٹر نہار رنجن رائے کا شکرگذار ہوں جن کی وجہ سے انگلینڈ سے مجھے ریکارڈس کی کاپیاں جلد فراہم ہوسکیں۔ میں ڈپٹی لائبریرین مسٹر بی این بنرجی کی فیاضانہ عنایت کا بھی شکرگذار ہوں۔ پریسیڈنسی کالج کے میرے دوست ڈاکٹر ایس۔ سی سین گپتا نے بڑی مہربانی سے میرے مسودات کا مطالعہ کیا اور ان میں کچھ اصلاحات کا مشورہ دیا۔ میرے ایک دوسرے دوست مسٹر انل چندر بنرجی نے کام کے آغاز یعنی ۱۹۳۶ء سے کتاب کے پریس جانے تک بہت سے طریقوں سے میری مدد کی۔

این۔ کے۔ سنہا
سینٹ ہاؤس کلکتہ
۲۵ اکتوبر ۱۹۴۱ء

http://www.apnaorg.com

دیباچہ (دُوسرا اڈیشن)

میں چند الفاظ وضاحت اور معذرت کے طور پر لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میں نے پہلے اڈیشن کے وقت وعدہ کیا تھا کہ دوسری جلد میں باقی ماندہ تاریخ کو پیش کرکے کام کو تکمیل تک پہنچادوں گا۔ لیکن اب پہلے اڈیشن میں ہی اضافے کردیے گئے ہیں۔ ۱۷۶۹ء سے ۱۷۸۲ء تک کے دَور کا بھی احاطہ کرلیا گیا ہے۔ حیدر علی کے انتظامیہ۔ فوجی نظام اور باقی ماندہ موضوعات بھی اس اڈیشن میں شامل کردیے گئے ہیں۔ ناگزیر حالات کی وجہ سے باقی ماندہ ابواب (باب ۱۹ و ۲۸ اور ضمیمے الف، ب، ج، د) کے لیے مواد جمع کرنے میں تاخیر ہوئی۔ اِن ابواب کے لکھے جانے سے پہلے ہی پہلا اڈیشن تقریباً فروخت ہوچکا تھا۔ ناشر نے اس طرف میری توجہ دلائی کہ دو الگ الگ جلدیں شائع کرنے میں کافی خرچ ہوگا۔ پہلے اڈیشن کی طباعت سے اب تک کتابوں کی طباعت کی لاگت تین گنا زیادہ ہوگئی ہے۔ اِس لیے میں نے اس کا مشورہ قبول کرتے ہوئے موجودہ کتاب میں ہی غیر مطبوعہ ابواب کو بھی شامل کردیا ہے۔ چھوٹے ٹائپ استعمال کرکے اور گھنی لکھائی سے ایک ہی جلد کو مناسب قیمت پر پیش کرنے کے قابل بنایا گیا۔

میں مسٹر گے زچریہ کا شکر گذار ہوں جنھوں نے اضافہ شدہ ابواب کے پہلے مسودے کو پڑھا اور مواد کی ترتیب میں اصلاحیں کرکے میری مدد کی۔ مگر ان کے پڑھے ہوئے صفحات میں درج خیالات و بیانات کے وہ ذمّہ دار نہیں ہیں۔ ڈاکٹر وی۔ جی ڈگی نے بمبئی گورنمنٹ ریکارڈ آفس سے ریکارڈس کی تفصیلی فہرست بھیج کر مجھے ان سے استفادہ کرنے کا موقع دیا۔ مسٹر این۔ سی۔ سنہا نیشنل آرکائیوز آف انڈیا نے چند دستاویزات کی نقلیں فراہم کیں اور نیشنل آرکائیوز کے ہی سپرنٹنڈنٹ نے میسور کے انتظامیہ سے متعلق ولکس کی رپورٹ برائے استفادہ عنایت کی۔

این۔ کے۔ سنہا

کلکتہ۔ یکم فروری ۱۹۴۹ء

http://www.apnaorg.com

پیش لفظ (تیسرا ایڈیشن)

اس ایڈیشن میں کچھ واقعات کی تصحیح کر دی گئی ہے لیکن کوئی چیز دوبارہ نہیں لکھی گئی۔

این۔ کے۔ سنہا

۱۰ر نومبر ۱۹۵۹ء

پیش لفظ (چوتھا ایڈیشن)

اس ترمیم شدہ چوتھے اڈیشن میں انگریزی۔ فرانسیسی۔ ڈچ۔ پرتگالی۔ مراٹھی۔ تامل۔ تلگو۔ کناری اور فارسی زبانوں میں تمام دستیاب ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۷۴۹ء سے ۱۷۸۲ء کے دوران جنوبی ہند میں ہوئی سیاسی اقتدار کی جنگ کا پورا نقشہ پیش کرتی ہے اور بڑی کامیابی کے ساتھ اینگلو مراٹھا۔ ارکاٹ و حیدر آباد اور میسور کے درمیان پیچیدہ گتھی کو سلجھاتی ہے۔ اس کتاب میں پہلی بار حیدر علی کے انتظامیہ۔ فوجی نظام اور فرانسیسیوں۔ ڈچ اور پرتگالیوں کے ساتھ اس کے تعلقات کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

این۔ کے۔ سنہا

کلکتہ، یکم فروری ۱۹۴۹ء

http://www.apnaorg.com

باب ۱

پیدائش وخاندان

۱۷۲۱ء یا ۱۷۲۲ء میں حیدر علی کی ولادت بدلی کوٹ[1] کے مقام پر ہوئی جو اس کے باپ کی جاگیر میں تھا۔ اس کے باپ فتح محمد کافی اہم آدمی تھے۔ حیدر کے جد اعلیٰ ولی محمد دہلی سے آکر گلبرگہ میں آباد ہو گئے تھے جو نظام کی سلطنت میں واقع تھا۔ خاندانی روایات کے مطابق اگرچہ ان کا شجرۂ نسب قبیلۂ قریش سے جا ملتا تھا۔ تاہم ہندوستان میں انھیں کوئی مرتبہ حاصل نہیں تھا۔ حیدر کے دادا محمد علی جو سرا میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، کھیتی باڑی کرتے تھے اور کھیت اور باغات پٹے پر لیتے تھے۔ ایک بار انھوں نے اپنے بیٹوں سے جو دنیاوی جاہ و عزت کے خواہشمند تھے کہا تھا کہ "ہمارے آبا و اجداد نیک اور متقی لوگ تھے۔ وہ اگر چاہتے تو دنیاوی حشمت و جاہ حاصل کر سکتے تھے مگر انھوں نے اپنے آپ کو دنیاوی علائق سے بچائے رکھا۔"[2] فتح محمد محمد علی کے چوتھے فرزند تھے۔ انھوں نے اور ان کے بھائیوں نے پیشۂ سپہگری اختیار کیا اور لومڑی کی طرح گوشۂ گمنامی میں پڑے رہنے پر قناعت نہیں کی۔[3] اس کے باوجود فتح محمد کو خاطر خواہ مقام حاصل کرنے میں کافی وقت لگا۔ وہ ایک حوصلہ مند سپاہی تھے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے مختلف امراء کے یہاں قسمت آزمائی کرتے رہے۔ اگرچہ مختلف سرداروں کے تحت

---

(۱) نشان حیدری مخطوطہ ورق ۷ الف کے مطابق حیدر علی کی ولادت دودہ بالاپور کے مقام پر ہوئی تھی۔

(۲) " " مترجمہ لس ص ۵، مخطوطہ ورق ۵ الف۔

(۳) ایضاً

http://www.apnaorg.com

ان کی ملازمت کے زمانے کے تعین میں اختلاف رائے ہے لیکن اتنا بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے کچھ دنوں ارکاٹ اور میسور میں ملازمت کی اور سرا کے حاکم نواب درگاہ قلی خاں کی ملازمت میں بحیثیت چار سو پیادہ اور سو سواروں کے افسر کے نمایاں مقام حاصل کیا۔ درگاہ قلی خاں کی موت کے بعد فتح محمد نے اس کے بیٹے عبدالرسول کے ساتھ خود کو وابستہ کر لیا اور ۱۷۲۰ء میں سرا کے صوبے دار طاہر خاں اور عبدالرسول خاں کے درمیان جنگ میں کام آئے۔

فتح محمد کا خاندان جو دود بالاپور میں سکونت پذیر تھا درگاہ قلی کے ایک اور بیٹے عباس قلی کے ظلم و ستم کا نشانہ بن گیا۔ اس نے حیدر اور اس کے بڑے بھائی شہباز کو ان کے خاندان سے مزید روپیہ حاصل کرنے کے لیے سخت اذیتیں دیں اور آخر کار ان کو قید کر دیا۔ فتح محمد کی بیوہ نے حیدر صاحب[(۱)] کو جو اس کے مرحوم خاوند کا بھتیجا تھا اور اس وقت ریاست میسور میں دو سو پیادہ اور سو سواروں کے افسر کے عہدہ پر فائز تھا کسی نہ کسی طرح اپنی بپتا کہلا بھیجی۔ اس نے میسور کے حاکم کی خدمت میں مدد کی درخواست کی۔ والیٔ میسور نے سرا کے حاکم کو خط لکھا اور اس نے عباس قلی کو ڈرا دھمکا کر حیدر علی کے خاندان کو آزاد کرا لیا۔ فتح محمد کا خاندان جو اس وقت تک تقریباً بالکل مفلس ہو گیا تھا حکومت میسور سے تحفظ کا طالب ہوا۔ حیدر صاحب نے اس مصیبت زدہ خاندان کو پناہ دی اور اس کی بھرپور اعانت کی۔ اپنے چچازاد بھائی شہباز کو اس کے سن بلوغ کو پہنچنے پر ریاست میسور کے "دلوائی" (دیوان) ننجاراج کے یہاں ملازمت دلوا دی۔ اس کا اپنا بیٹا علی صاحب اس وقت مڈاگیری میں تعینات تھا اور تین سو پیادہ اور ستر سواروں کا افسر تھا۔ حیدر صاحب کی وفات کے بعد اس کا دستہ ریاست میسور کے مستقبل کے حکمران کے بڑے بھائی شہباز کی ماتحتی میں دے دیا گیا۔

حیدر علی کی ناخواندگی کا سبب خاندان کے نامساعد حالات بتلائے جاتے ہیں۔ دس سال تک

---

(۱) حیدر کی ماں ایک نوآباد کار تاجر کی بیٹی تھی۔ یہ نوایت یا نوآباد کاران عربوں کی اولاد تھے جو آٹھویں اور سولہویں صدی کے درمیان جنوبی ہند میں آ کر بس گئے تھے۔ ولکس کے بیان کے مطابق فتح محمد کی بیوہ اپنے بھائی ابراہیم صاحب سے تحفظ کی طالب ہوئی۔ وہ اس وقت حکومت میسور کا ملازم تھا اور بنگلور میں مقیم تھا۔ بعد میں ابراہیم ہی کی بدولت شہباز کو میسور میں ملازمت ملی۔ بہرکیف ولکس ایک حیدر نائک کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اور اس کو حیدر علی کا ایک دور کا عزیز بھی بتاتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق حیدر نائک نے ۱۷۲۳ء میں دیوراج کی ریاست میسور پر غاصبانہ تسلط حاصل کرنے میں مدد کی تھی۔

http://www.apnaorg.com

وہ خاندان کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھٹکتا رہا۔ جہاں کہیں بھی اس کے عزیز و رشتہ دار جاتے وہ ان کے ساتھ پناہ لیتا۔ اگرچہ مسلمانوں میں عام طور سے بچوں کی تعلیم کا رواج تھا۔ اس کی ناخواندگی کا سبب یا تو اس کے خاندان کے ناسازگار حالات تھے یا اس کی اپنی کاہلی۔ لیکن غالباً دوسری وجہ ہی اس محرومی کی ذمہ دار تھی۔ حیدر علی کے علم سے بے بہرہ رہ جانے کی وضاحت اس کے انگریزی کے ابتدائی تذکروں میں اس طرح کی گئی ہے۔(۱)

جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی گئی اس کی دلچسپی شکار میں بڑھتی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ حیدر علی ابتدا میں فوجی زندگی کی پابندیوں سے بھاگتا تھا۔ اس نے ۱۷۴۹ء میں "دیوان ہالی" کے مقام پر اپنے بھائی کے دستہ میں بطور ایک رضاکار سوار کے پہلی بار فوجی خدمت انجام دی۔ حسین علی کرمانی کا بیان ہے کہ حکومت میسور کی ملازمت میں آنے سے پہلے کچھ دنوں شہباز نے عبدالوہاب خاں کی ماتحتی میں چتور میں فوجی خدمات انجام دیں اور وہیں حیدر علی نے اپنے بھائی کے تحت دو سو سواروں کے دستہ کے سالار کی حیثیت میں فوجی تربیت حاصل کی۔ اسی دوران "دیوان ہالی" میں نشانہ بازی کے ایک مقابلہ میں حیدر علی نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اس کی مہارت سے ریاست میسور کا "سرودھیکاری" ننجاراج اتنا متاثر ہوا کہ اس کو پچاس سوار اور دو سو پیادہ کا افسر مقرر کر دیا۔ اس تقرر کے بعد حیدر علی اور اس کی ترقی کی وہ تمام منزلیں روشن ہو جاتی ہیں جن سے گذر کر وہ دنیاوی عزت و جاہ کی آخری منزل سے ہم کنار ہوا۔*

اس میں کوئی شک نہیں کہ حیدر علی کے والدین اور اس کے خاندان کی حالت بہت سقیم تھی۔ اپنے کردار کی تعمیر میں نہ تو اس کو اپنی خاندانی وجاہت کی مدد ملی اور نہ دولت کی۔ بہرحال ہم جب اس کے ابتدائی حالات کی ناسازگاری اور نامساعد حالات اور بعد ازاں اس کی صلاحیت، لیاقت اور مستقبل کے واقعات و کوائف کا جنھوں نے اس کو عزت و عظمت کی شہرت دوام بخشی، موازنہ کرتے ہیں تو ہم کو اس فاطمی خلیفہ کی یاد آتی ہے جس نے اپنے حسب و نسب کے متعلق ایک نامناسب سوال کا جواب تلوار کھینچ کر اس طرح دیا تھا کہ "یہ میرا نسب ہے" اور پھر اپنے سپاہیوں کی جانب مٹھی بھر طلائی سکّے پھینک کر کہا تھا "یہ میرے عزیز اور بچے ہیں۔"

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۷، ص ص ۱۲۲ - ۱۲۱

* حیدر علی کی ابتدائی زندگی کے مذکورہ بالا حالات "نشان حیدری" کے فارسی مخطوطہ پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں تزک والاجاہی "کناری زبان میں تحریر شدہ "حیدر نامہ" اورمے مخطوطہ (جلد ۲۷) اور ولکس کی تصنیف سے بھی مدد لی گئی ہے۔

http://www.apnaorg.com

باب ۲

سیاسی عروج

(۱۷۴۹ء تا ۱۷۵۵ء)

دوسری عظیم شخصیات کی طرح حیدر علی کا عروج بھی مناسب مواقع کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی جرأت، دلیری اور بلند حوصلگی کا مرہونِ منت ہے۔ ۱۷۵۰ء اور ۱۷۶۰ء کی دہائی میں اس کے کردار کے تدریجی ارتقا کے گہرے مطالعے سے یہ لازمی اور منطقی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کے منصوبے انتہائی ترتیب و تنظیم کے ساتھ بنائے تھے اور وہ منصوبے مختلف ادوار میں بحسن و خوبی روبہ عمل آتے رہے۔ یہ کہنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کہاں تک حالات اس کی ترقی میں مددگار ثابت ہوئے اور کہاں تک اس کی اپنی دُور اندیشی۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اپنی بلند ہمتی اور مستعدی کے سبب ہمیشہ مواقع و حالات سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

ریاست میسور کے نظم و نسق کی باگ ڈور دو بھائیوں دیوراج اور ننجاراج کے ہاتھوں میں تھی۔ ریاستی امور پر ان کا تسلط تقریباً مکمل تھا اگرچہ انھوں نے تختِ شاہی کی ظاہری تزئین و زیبائش کے لیے مہاراجہ کو راج گدی پر برقرار رکھا تھا۔ حکمران راجہ چکا کرشنا راج کی حیثیت نہ صرف توہین آمیز تھی بلکہ ہر وقت اس کی زندگی تلوار کی نوک پر رکھی رہتی تھی۔ وہ محض ایک کٹھ پتلی حکمران تھا جس کی آڑ لے کر کوئی بھی سازشی سیاسی چالبازیوں کا کھیل کھیل سکتا تھا۔ دیوراج ریاست کا دلوائی یا سپہ سالار تھا اور ننجاراج سرواد ھیکاری کے اعلیٰ منصب پر فائز ریاستی مالیات اور محاصل کا نگران تھا لیکن ۱۷۳۹ء میں درازیِ سن اور ضعیفی کی وجہ سے دیوراج نے اپنے بھائی کو دُور دراز فوجی مہمات کی ذمہ داری سونپ دی اور خود اس کی غیر حاضری میں عارضی طور سے مالیاتی امور اور محاصل کی نگرانی اپنے کاندھوں

لے لی۔ اس اشتراک اقتدار کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظم و نسق میں پراگندگی اور انتشار برپا ہوا۔ یہ صورت دونوں کے مفاد کے خلاف تھی۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں دوسرے اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور یہی آگے چل کر ہوا بھی۔

میسور مشرقی اور مغربی ساحل کے سنگم پر ایک دُور دراز گوشے میں واقع ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ عام حالات میں اس کا اس عہد کے سیاسی حالات میں کوئی مقام نہ ہوتا۔ وہ مغلوں اور مرہٹوں کے کشمکش و کشاکش سے بھی بہت دُور تھی۔ لیکن ایک زمانے میں جنجی، کولار، ہوسکوٹ، بنگلور، سرا، بلاری، دھاروار کے قلعہ جات اور خاص میسور کا سطح مرتفع شیواجی کے قبضہ میں رہ چکے تھے۔ اس کے بیٹے اور جانشین ساہو کے کچھ درباری سیاستدانوں کی رائے تھی کہ مرہٹہ راج کی توسیع شمال کی بجائے جنوب میں کی جانی چاہیے چنانچہ سیاسی روایات کے مطابق ریاست میسور مرہٹہ راج کے حلقہ اثر میں سمجھی جانے لگی تھی۔ مرہٹے چاہتے تو کرشنا کے جنوب میں واقع تمام علاقے بہ آسانی فتح کر لیتے۔ کڈاپہ، کرنول، سرا، سوانور کے سردار اور ریاستہائے میسور، ارکاٹ، تنجور، ٹراونکور، کوچین اور کالی کٹ کے حکمران مرہٹہ طاقت کا ذرہ برابر بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر شمال اپنے تاریخی پس منظر اور مغلیہ جاہ و جلال کے باعث ان کے لیے زیادہ کشش رکھتا تھا اور جنوب نسبتاً ایک غیر معروف راہ کے مترادف تھا جس میں ان کو کوئی کشش نظر نہیں آتی تھی۔ بالاجی باجی راؤ اور ساہو کی طرح سردار باجی راؤ کے خیال میں بھی مرہٹہ شہنشاہیت کی شاہراہ شمال کی جانب جاتی تھی۔ مرہٹہ شہنشاہیت کی تاریخ کے ایک طالب علم کو جو چیز متاثر کرتی ہے وہ ان کی کرشنا سے اٹک تک کی طول طویل مگر غیر واضح فتوحات ہیں۔ زوال پذیر مغل سلطنت کو ختم کرنے کے جوش میں انھوں نے جو حکمت عملی اختیار کی وہ یقینی طور پر جنوب کی تاریخ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے جیسا کہ گرانٹ ڈف لکھتا ہے کہ باجی راؤ نے یہ سمجھا ہو کہ غارتگری اور لُوٹ مار کی قوت صرف وہیں ابھر سکتی ہے جہاں انتشار و پراگندگی برپا ہو۔ چنانچہ اسی کے مطابق باجی راؤ کی قیادت میں مرہٹہ شہنشاہیت نے شمال کا رُخ اختیار کیا اور میسور اس فتنے سے بچ گیا۔

سنہ۱۷۳۱ء میں معاہدۂ وارنا کے مطابق ساہو اور اس کے چچازاد بھائی سمبھوجی والئ کولہاپور کے درمیان یہ طے پایا کہ تنگ بھدرا اور رامیشورم کے درمیان واقع علاقہ کو ریاست کولہاپور کی توسیع کا میدان سمجھا جائے گا۔ یہ علاقہ شمال سے بالکل منقطع تھا اور ساہو نے مفتوحہ علاقے میں نصف کا حق اپنے لیے محفوظ کر لیا تھا۔ ریاست کولہاپور چونکہ طاقتور ریاست نہ تھی اس لیے ریاست میسور کو اس کی

http://www.apnaorg.com

طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا مگر بالاجی باجی راؤ کے زیر قیادت جنوب میں توسیع مملکت کی پالیسی کو نہ صرف پیشوا کی حمایت حاصل ہوئی بلکہ اس کے چچازاد بھائی سداسیو راؤ بھاؤ کی بھی پُرزور تائید ملی۔(۱)

مرہٹوں نے شمال میں اپنے توسیعی منصوبے کو ترک کیے بغیر بیک وقت جنوب میں بھی پیش قدمی شروع کر دی۔ ۱۷۵۳ء سے ریاست میسور کے لیے مرہٹوں کا خطرہ حقیقت بن گیا۔ بالاجی باجی راؤ کے "دورِ پیشوائی" میں مرہٹوں کے حملے جو مذکورہ بالا سال میں شروع ہوئے تھے۔ ۱۷۵۴ء، ۱۷۵۷ء اور ۱۷۵۹ء میں بھی جاری رہے۔ دوسری جانب نظام الملک نے بھی اورنگ زیب کی علاقائی میراث کے حقدار ہونے کا دعویٰ کیا اور ریاست میسور کو مغل سلطنت کا ایک حصہ تصور کیا۔ نظری طور پر اورنگ زیب کی سلطنت مغربی ساحل پر گوا کی شمالی حدود تک اور اندرون ملک بمبئی و کرناٹک کی حدود میں بلگاؤں اور دریائے تنگ بھدرا تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بعد مغرب سے مشرق کی جانب گذرنے والی سرحد میسور کے درمیان سے جنوب مشرقی سمت میں ہوتی ہوئی اس علاقہ سے گذرتی تھی جو ہمیشہ متنازعہ اور تغیر پذیر علاقہ تھا اور تنجور کے شمال میں دریائے کولیرون پر جا کر ختم ہوئی تھی۔(۲) نظام اس تمام علاقے پر اپنے اقتدار اعلیٰ کا دعویٰ کرتا تھا۔ دوسری طرف دریائے تنگ بھدرا کے جنوب تک واقع ان تمام ریاستوں اور علاقوں سے جو کبھی اورنگ زیب کے زیرِ اطاعت تھے، مرہٹے چوتھ وصول کرنے کے حق کا دعویٰ رکھتے تھے۔ اس طرح ریاست میسور پیشوا اور نظام کی رقابت کی شکارگاہ بن گئی۔ مرہٹے اِس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کر سکتے تھے کہ تنگ بھدرا کے شمال میں واقع کچھ اہم قلعے کسی وقت شیواجی کے قبضہ میں رہ چکے تھے۔

مرہٹوں سے خطرہ کے پیش نظر قدرتی طور پر یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ دیوراج اور ننجاراج نظام پر زیادہ سے زیادہ بھروسہ کریں گے۔ نظام الملک کے بیٹے ناصر جنگ نے ۱۷۴۶ء میں میسور سے خراج وصول کیا تھا۔ میسور کی حکومت نے نظام الملک کی موت کے بعد جانشینی کی جنگ میں ناصر جنگ کی حمایت کی تھی لیکن دسمبر ۱۷۵۰ء میں ناصر جنگ اور جنوری ۱۷۵۱ء میں اس کا جانشین مظفر جنگ قتل

---

(۱) S.P.D. جلد ۲۸ خطوط ۶۲ و ۶۵

مرار راؤ نے سداسیو راؤ بھاؤ کے نام اپنے خط میں اپنے بھائی یعنی پیشوا کی عقلمندی کی تحسین کی ہے کہ اس نے بڑی دانشمندی سے کرناٹک کے پورے علاقے کو بابوجی نائک سے خود فتح کرنے کے لیے حاصل کر لیا۔ ساتھ ہی اس نے پیشوا کو جنوب میں توسیعی منصوبہ میں اپنی مکمل حمایت کا یقین بھی دلایا ہے۔

(۲) سرکار، مختصر تاریخ اورنگ زیب ص ۴۶۷

http://www.apnaorg.com

کر دیے گئے۔ بعد میں نظام کا اقتدار جنرل بُسی اور اُس کے تربیت یافتہ دستوں کی اعانت ہی کی بدولت قائم ہو سکا۔ جنرل بُسی جولائی ۱۷۵۸ء تک واپس نہیں بلایا گیا اور وہیں مقیم رہا۔ بہرکیف حکومت میسور مرہٹوں کے مقابلے اور اپنے دفاع کے لیے نظام کی مدد حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ سرنگاپٹم کی دولت کی شہرت صلابت جنگ کے درباریوں نے بہت سُن رکھی تھی اور انھوں نے صلابت جنگ کو میسور کو تاراج کرنے کے منصوبے پر مجبور کر دیا اور بُسی نے اپنی حیثیت بچانے کے لیے اس سے چشم پوشی کی۔ چنانچہ انھوں نے ۱۷۵۵ء میں میسور پر حملہ کیا اور ۵۶ لاکھ کا خراج اس پر عائد کر دیا

ننجاراج کی ہوس اقتدار نے میسور کی سیاسیات میں ایک اور پیچیدگی پیدا کر دی۔ فرانسیسی اور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی اس وقت آپس میں برسرِ پیکار تھیں اور حیدرآباد کی صوبے داری اور ارکاٹ کی نوابی کے لیے حریف امیدواروں کی حمایت کر رہی تھیں۔ فرانسیسی اس کشاکش میں کامیاب رہے۔ اور انھوں نے حیدرآباد میں اپنے امیدوار مظفر جنگ اور اس کے قتل کے بعد صلابت جنگ بسند اقتدار پر بٹھا دیا۔ ارکاٹ میں بھی انھیں کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے نواب ارکاٹ انور الدین کو قتل کر دیا اور اس کے بڑے بیٹے محفوظ خاں کو قیدی بنا لیا۔ مقتول نواب کا دوسرا بیٹا محمد علی ترچناپلی بھاگ گیا مگر فرانسیسیوں اور اس کے امیدوار چندا صاحب نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا اور ترچناپلی میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ترچناپلی کی جنگ طول پکڑ گئی۔ محمد علی کے مشورے پر کلائیو نے ارکاٹ پر قبضہ کر لیا اور پچاس دن تک چندا صاحب کے بھیجے ہوئے دستوں کے حملے کے باوجود اس پر قابض رہا۔ اس طرح بقول مرارراؤ اس نے یہ ثابت کر دیا کہ انگریز بھی لڑ سکتے ہیں۔ اس سب کے باوجود مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے محمد علی کے لیے امکانات کچھ زیادہ روشن نہیں ہوئے۔ اس کی اپنی افواج کی تنخواہیں بقایا تھیں اور وہ ان کی بغاوت روکنے کی ذرا بھی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ کلائیو کے قبضۂ ارکاٹ سے قبل اس نے ننجاراج سے بھی امداد کی درخواست کی تھی۔ حیدر علی کا سوانح نگار محمد علی کی حالت کو "اس چراغ سے مشابہ قرار دیتا ہے جو صبح کی آمد پر بھڑک کر بجھ جاتا ہے۔"

ان حالات میں کوئی بھی دانش مند آدمی اس کی مدد کو نہیں آ سکتا تھا چہ جائیکہ ریاست میسور کا سرو اد ھیکاری جو بُری طرح سے مرہٹوں اور نظام کی جانب سے خطروں میں گھرا تھا۔ تاہم ترچناپلی اور اس کے ملحقہ علاقوں کا خاتمہ حریص ننجاراج کے لیے ایک ایسا لقمہ تھا جسے وہ حلق سے اتارے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اورمے نے پانچ سال بعد لکھا تھا کہ "محمد علی کی یہ خصوصیت تھی کہ مصیبت و آفت کے زمانے میں وہ کوئی بھی رعایت کر سکتا تھا جیسا کہ اس نے میسور کے ساتھ کی تھی۔ مگر ذرا سے بہتر حالات

http://www.apnaorg.com

اور خوش حالی سے ہی اس کے اکتساب وحصول کی خواہش زور پکڑ جاتی تھی"۔ دیوراج نے جو زیادہ تجربہ کار اور نسبتاً کم خود رائے تھا ننجاراج کو باز رکھنے کی کوشش بھی کی مگر ننجاراج باز نہ آیا۔ وہ بیس ہزار فوج کے ساتھ اس مہم میں شریک ہوا اور تین سال ضائع کرنے کے بعد کسی معاوضہ یا تلافی نقصان کے وعدہ کے بغیر واپس آنے پر مجبور ہوا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس بے سود مہم پر کتنا روپیہ صرف ہوا۔ مگر موٹے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ترچناپلی میں تین چار کروڑ روپیہ ضرور خرچ کیا ہوگا۔(۱) ریاست میسور جس کی کافی ساکھ تھی اب اس مہم کے نتیجہ میں بالکل دیوالیہ ہوگئی۔ محمد علی کی مالی امداد، مرہٹہ شریک کار مرارراؤ کو ادا کردہ رقم، تین سال تک بیس ہزار فوج کے اخراجات، محمد علی کے ساتھیوں جیسے تنجور کے سردار اور پڈاکوٹائی پالیگر وغیرہ کو توڑنے کے سلسلے میں خرچ کی گئی رقم یہ سب ملا کر کافی بڑی رقم ہوگی۔ ۱۷۵۴ء میں تنجور کے حکمران نے اس وقت جبکہ ننجاراج محمد علی کی سازش سے باخبر ہو کر فرانسیسیوں کا حلیف بن چکا تھا۔ لکھا تھا کہ "ننجاراج بہت مالدار ہے اور اس کے نزدیک دولت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ کثیر دولت خرچ کر کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے"۔ ہوسکتا ہے کہ ننجاراج اپنی پیشکش سے لوگوں کو مبہوت کر دیتا ہو مگر ترچناپلی میں اس کی خود رائی اس کے اپنے زوال اور حیدر علی کے عروج کا پیش خیمہ بنی تھی۔ ترچناپلی کی مہم کے مصارف اور مرہٹوں کے دربار اور صلابت جنگ کے ایک بار کے مطالبات نے ریاست میسور کو اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ وہ اپنے معاہدے کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتی۔ وہ نہ تو افواج کی تنخواہ کی ادائیگی کر سکتی تھی اور نہ اپنے اخراجات پورے کر سکتی تھی۔

---

(۱) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۹ ص ص ۳۶۹-۷۰

"ترچی پر قابض ہونے کی کوشش میں نندراج نے شاہی خزانہ سے تین کروڑ روپیہ خرچ کیا"۔

ص ۲۳۹ ـ "راجہ کی اجازت کے بغیر نندراج نے چار کروڑ روپیہ صرف کر دیا"۔

کرمانی کا تخمینہ کہ ۳۰ لاکھ پگوڈا اس مہم پر صرف ہوئے اس کے مترجم کے نزدیک مبالغہ آرائی ہے اور اس لیے قابل قبول نہیں۔ لیکن ولکس کا تخمینہ ہے کہ ترچناپلی کی اس مہم میں صرف انگریزوں کو ۳۰ لاکھ پگوڈا کا خسارہ اٹھانا پڑا۔ کرمانی کا تخمینہ تو پھر بھی بہت کم ہے۔

"کیفیات حیدر" (میکنزی مخطوطہ) کے مطابق تین کروڑ کنٹری ورہا صرف ہوئے۔ یہ تخمینہ مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔

ایک کنٹری پگوڈا = تین روپے

ایک بکری پگوڈا = چار روپے

http://www.apnaorg.com

نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف انتشار پھیل گیا اور اس طرح حیدر علی کو پہلا موقع فراہم ہو گیا۔

۱۷۴۹ء اور ۱۷۵۰ء کے دوران میسور کے پانچ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے برکی وینکٹ راؤ کے زیر قیادت ناصر جنگ کے دربار میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ شہباز اور حیدر بھی وینکٹ راؤ کے دستوں میں شامل تھے۔ اس وقت حیدر علی پانچ سو بندوقچیوں اور پانچ سواروں کا افسر تھا۔[1] اس کے علاوہ اس کے تحت کچھ بے قاعدہ فوجی دستے بھی تھے۔ اسی دوران نواب کڈاپہ نے ناصر جنگ کو قتل کر دیا اور میسور کی افواج وطن واپس آگئیں۔ لیکن حیدر علی کے بیدری بندوقچیوں نے اس افراتفری سے پورا فائدہ اٹھایا جو نواب کے قتل سے برپا ہوئی تھی۔ انھوں نے طلائی سکوں سے لدے بہت سے اونٹ پکڑ لیے اور دیوان ہالی میں حیدر کی رہائش گاہ پر لے آئے۔ "نشان حیدری" کا مصنف بیان کرتا ہے کہ:

> "وطن واپس جاتے ہوئے راستہ میں حیدر نے ان تین چار اونٹوں پر قبضہ کر لیا جو شاہی خزانے سے لدے ہوئے تھے اور جن کو باغی پکڑ کر لے جا رہے تھے۔ حیدر نے دولت پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے خزانے میں داخل کر لیا۔"

حیدر علی کی اچانک ثروت و امارت کا اصل سبب یہ دولت تھی۔ اس دور میں لوٹ مار جنگی مہمات کا ایک عام حصہ تھی اور صرف حیدر علی ہی تنہا ایسا شخص نہ تھا جس نے اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ "اس مالِ غنیمت میں فرانسیسیوں کو اس قدر دولت ملی تھی کہ مشیر کار مملکت سے لے کر کلرک تک، فوجی افسروں سے لے کر عام آدمی تک کو حصہ ملا تھا اور وہ افسر جنھوں نے بعد میں فوجی ملازمت اختیار کی تھی ان خوشگوار دنوں کو یاد کر کے کفِ افسوس ملا کرتے تھے جبکہ صرف ایک علمبردار کو ساٹھ ہزار روپیہ بطور مال غنیمت ملا تھا۔ سونے کی اتنی بڑی مقدار پانڈیچری میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ یہ دولت پلاسی کی جنگ میں حاصل شدہ مال غنیمت سے کسی طرح کم نہیں تھی۔"[2]

مالِ غنیمت کی اہمیت کے پیش نظر حیدر علی نے ایک منظم منصوبہ بنایا جس کے تحت اس نے لوٹ مار کرنے والے سپاہیوں سے اپنے مفادات کے لیے کام لیا۔ ولکس کا بیان ہے کہ اس افراتفری میں جس کا اختتام ناصر جنگ کے قتل پر ہوا حیدر علی کے سپاہی پانچ سو بندوقیں اور تین سو گھوڑے جو

---

(۱) پارکنسن، اورمے مخطوطہ جلد ۲،

(۲) آنندرنگا پلائی کی یادداشت جلد ۷، مقدمہ ص ا

http://www.apnaorg.com

بسا اوقات میدان جنگ میں ہاتھ لگے یا رات کی تاریکی میں ادھر اُدھر سے حاصل کیے گئے۔ دیوان ہالی میں حیدر علی کی رہائش گاہ پر لے جانے میں کامیاب ہو گئے[1] اس دولت سے اس کی حوصلہ مندی کی ابتدا ضرور ہوئی ہو گی لیکن اس سے بھی زیادہ اہم سبب فرانسیسیوں کی جنگی صلاحیتوں کے بارے میں اس کی بلند رائے تھی جو ان کے ساتھ پہلی بار دوچار ہونے میں اس نے قائم کی ہو گی[2] اب تک انگریزوں نے کوئی ایسا کارنامہ نہیں انجام دیا تھا جو اسے متاثر کر سکتا۔ جیسے کہ آنند رنگا پلائی کا بیان ہے کہ "ان کی مثال اس گیدڑ کی سی تھی جس نے شیر کی نقل کرنے کی کوشش میں اپنی دھاری دار کھال جلائی ہو اور کرب کے عالم میں فنا ہو گیا ہو"[3] میسور واپس آنے پر حیدر علی نے بھاگے ہوئے فرانسیسی سپاہیوں کی مدد سے اپنے سپاہیوں کی تربیت شروع کی۔ اس نے پانچ سو سپاہیوں اور دو سو سواروں کی ایک چھوٹی سی فوج تیار کر لی۔ اس کے سپاہی ان یوروپی بندوقوں سے لیس تھے جو وقتاً فوقتاً اس کے ہاتھ لگ گئی تھیں[4] ان نئے اسلحہ جات کی نمائش سے ننجاراج بہت متاثر ہوا۔ حیدر علی اپنے ان اسلحہ جات جنھیں وہ ناقابل تسخیر سمجھتا تھا، ننجاراج کے ہمراہ ترچناپلی کی احمقانہ مہم میں شریک ہو گیا۔

ترچناپلی حیدر علی کے لیے بہت اہم تربیت گاہ ثابت ہوئی۔ وہاں مسلسل کشاکش و کشمکش کے دوران اس کی شخصیت میں پختگی آئی۔ اس کا مشاہدہ تیز ہوا، اُس کی سوجھ بوجھ بڑھی اور اُس کے کردار میں نکھار آیا۔ جنگ جوئی کے فن کا تجربہ اس نے وہیں حاصل کیا۔ اپنے پختہ شعور، واضح بصیرت اور مستقل مزاجی کی بدولت اس نے مغربی نظام یورش و طریقۂ دفاع کو بخوبی سمجھ لیا۔ اپنا پارٹ ادا کرنے کے لیے اس کو ایسی تربیت گاہ کی شدید ضرورت تھی۔ افواج میسور کی قیادت اتنی ناکارہ تھی کہ ننجاراج کی فوج نے دشمن سے بچاؤ کی خاطر اپنے رات کے سفر میں دس ہزار مشعلیں جلا رکھی تھیں گویا کہ وہ کسی برات کے جلوس میں جا رہے ہوں۔

---

(۱) ولکس جلد ۱ ص ۲۷۰

(۲) باورنگ اپنی کتاب "حیدر علی اور ٹیپو سلطان" میں بیان کرتا ہے کہ حیدر علی میسور جاتے ہوئے پانڈیچری بھی گیا۔ (ص ۲۵) جہاں وہ فرانسیسی افواج کی حسن تربیت اور فرانسیسی انجنیروں کی مہارت سے مزید متاثر ہوا۔ مگر باورنگ کے اس بیان کی تائید دوسرے ہم عصر مورخین کے بیانات سے نہیں ہوتی ہے۔

(۳) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ،

(۴) پارکنسن، اورمے مخطوطہ جلد ۲،

http://www.apnaorg.com

فروری ۱۷۵۴ء سے دسمبر ۱۷۵۴ء تک میسور اور انگریز ایک دوسرے کے حلیف تھے مگر چندا صاحب کے ہتھیار ڈال دینے اور اس کے قتل کے بعد محمد علی نے میسور کو صرف سرنگم کا جزیرہ دیا تھا اور ترچنا پلی حوالے کرنے کے بجائے صرف بہانے سازی کرتا رہا۔ اس طرح سے "ترچنا پلی کے فریب" کا پردہ پوری طرح چاک ہو گیا۔ انگریزوں نے بھی اپنے کو اس فریب سے وابستہ کر لیا تھا اور اپنی عذر خواہی یوں کرتے رہے کہ وہ محض امدادی فوج کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس طرح ننجاراج فرانسیسیوں کا حلیف بننے پر مجبور ہو گیا جو انگریزوں اور محمد علی دونوں کے دشمن تھے۔ میسور اور انگریزوں کی دوستی کے اس مختصر سے عرصہ میں حیدر علی نے کلائیو کی ذکاوت اور جرأت اور لارنس کی صلاحیت و مستعدی کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا وہ ان کے کئی جارحانہ اور دفاعی حملوں کا عینی گواہ تھا جو اس شخص کے لیے انمول سبق کی حیثیت رکھتے تھے جو اپنے فوجی سالاروں کی بزدلی اور غلطیوں کے دیکھنے کا عادی رہ چکا ہو۔

اس وقت تک حیدر علی ایک غیر معروف شخص تھا جس کے کارنامے ہندوستانی اور انگریز وقائع نویسوں کے نزدیک اتنی اہمیت نہ رکھتے تھے کہ وہ ان کو ضبط تحریر میں لاتے۔ کرمانی کے یہاں مبالغہ بہت ہے پھر بھی ہم اس کے بیانات سے اتفاق کر سکتے ہیں کہ وہ فرانسیسیوں اور چندا صاحب پر شب خون مارنے کی کئی مہموں میں شریک ہوا اور لوٹ مار کرنے والے سپاہی جو اس کے دستوں کے ساتھ متعلق تھے فرانسیسی کمپنیوں سے ہتھیار، خیمے اور مویشی پکڑ لائے تھے اور شب خون کی ایک مہم میں تو وہ دو توپیں بھی چھین لائے تھے۔

اس عہد کی سیاست جو دوستی اور ملک گیری کی ہوس کا ایک عجیب امتزاج تھی اُن روابط کا سبب بنی جو حیدر علی، محمد علی اور مرار راؤ گھورپڑے کے درمیان قائم ہوئے۔ اگرچہ بعد میں یہی دونوں حیدر علی کے سب سے بڑے حریف اور دشمن ثابت ہوئے ہمیں ایک ہم عصر فارسی مخطوطہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر علی کبھی کبھی ننجاراج کے ساتھ محمد علی کے دربار میں حاضری دیتا تھا اور تسلیمات بجالانے کے بعد ایک گوشہ میں جا کھڑا ہوتا تھا۔ لیکن نواب ارکاٹ نے اس کی صلاحیتوں کو پہچان لیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے حلیف سے حیدر کو مزید ترقی دینے کی سفارش بھی کی تھی[1]۔ حیدر علی ایک بہترین مردم شناس شخص تھا اور اس نے لازمی طور پر خان کے بارے میں اپنی کوئی رائے ضرور قائم کی ہوگی مگر اس نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ جب وہ ترقی کر کے اس منزل پر پہنچا جہاں وہ محمد علی کا حریف ہونے

---

(۱) برٹش میوزیم ۔Or ۱۸۶۵ ورق ۷

http://www.apnaorg.com

کا دعویٰ کر سکتا تھا تب اس کے قریبی روابط سے حاصل کی ہوئی معلومات حالات کا صحیح اندازہ لگانے میں ضرور کارآمد ثابت ہوئی ہوں گی۔

گوئی کا مرہٹہ سردار مرار راؤ چھ ہزار سپاہیوں کے دستے کے ساتھ ترچناپلی آیا تھا۔ اس کی فوج میسور اور ارکاٹ کی افواج کے بالکل برعکس تھی۔ پوری فوج ایک خاندان معلوم ہوتی تھی۔ وہ مالِ غنیمت کی جائز اور منصفانہ تقسیم کے ذریعے اپنے سپاہیوں میں لوٹ مار اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کا جوش و ولولہ قائم رکھتا تھا۔ اسی لیے وہ اپنی مہمات کی تکالیف سے بھی پیار کرتے تھے اور حرفِ شکایت صرف اس وقت زبان پر لاتے تھے جب کرنے کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا۔ افسروں کے انتخاب میں اس کی صلاحیت و لیاقت کے جوہر اور بھی نمایاں نظر آتے تھے۔ اس کی فوج میں سو سواروں کا ہر افسر پوری فوج کی قیادت کی صلاحیت رکھتا تھا مگر اس کے باوجود وہ اپنے اپنے عہدوں پر مکمل قانع تھے اور پوری ہم آہنگی کے ساتھ وہ سب کے سب ایک دوسرے سے تعاون کرتے اور اپنے سالارِ اعلیٰ کی مکمل اطاعت کرتے تھے۔ مستعدی، چالبازی اور گھوڑوں اور شہسواروں کے انتظام و انصرام کی مہارت مرہٹوں کی عام خصوصیات تھیں ہی، ان کے علاوہ ان کی یہ بھی خوبی تھی کہ وہ یورپینوں کے خلاف نبرد آزمائی میں بڑی حد تک آتشی اسلحہ کے خوف پر قابو پا چکے تھے۔ مگر اس سے زیادہ ایک اور چیز غیر معمولی تھی۔ وہ میدانِ جنگ میں انتہائی خطرناک گولہ باری کا مقابلہ بڑی پامردی سے کر سکتے تھے جبکہ دوسرے تمام ہندوستانی اس دہشتناک منظر سے اسی طرح خوف کا شکار ہو جاتے تھے جیسے کبھی ان کے اجداد اپنے خلاف پہلی بار بندوقوں کے باقاعدہ استعمال سے خوف زدہ ہوئے ہوں گے" (۱) یہ کرائے کا ممتاز سردار جس کو میسور سے روپیہ ملتا تھا پہلے انگریزوں اور محمد علی کی طرف سے لڑا اور بعد میں فرانسیسیوں کی طرف سے۔ بہت سی شب خون اور سامانِ رسد لانے والے قافلوں کا راستہ کاٹنے کی مہموں میں حیدر علی اس کا ساتھی اور شریک کار تھا۔ لیکن بعد کے حالات سے بہت کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر علی نے مرہٹہ یورش کی کامیابی کا راز ترچناپلی کے دورانِ قیام سمجھا ہو۔ شاید وہ اپنی افواج کی بدنظمی اور سستی کے مقابلے میں مغربی افواج کی چستی، جنگی مہارت، منظم تربیت اور حالات کے مطابق طریقۂ کار اختیار کرنے کی صلاحیت سے اس قدر مبہوت ہو گیا تھا کہ وہ اور کسی طریقۂ جنگ کا مطالعہ کر ہی نہ سکتا تھا۔ ترچناپلی میں اس نے ایک یورپی طاقت کے

---

(۱) اورمے جلد اوّل ص ص ۳۶۴ - ۳۶۳

http://www.apnaorg.com

خلاف جنگ کے خطرات اور مشکلات کو تو بخوبی سمجھ لیا تھا۔ لیکن بد قسمتی سے وہ اس دوسرے طریقۂ جنگ کو سمجھنے میں ناکام رہا جس نے بعد میں اس کے لیے بڑی مشکلات پیدا کیں۔ ہم مرار راؤ سے اس کے روابط کی صحیح حقیقت کا کسی طرح پتہ نہیں لگا سکتے تاہم اگر کناری تاریخی دستاویز "حیدر نامہ" پر اعتماد کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے تعلقات کسی طرح دوستانہ نہیں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بہت عمدہ توپ جس کا نام وشنو چکر تھا حیدر کے ہاتھ لگی تھی جسے اُس کو مرار راؤ کے احتجاج پر واپس کرنا پڑا تھا۔ حیدر نے مرار راؤ سے اس نقصان کا بدلہ لینے کی قسم کھا رکھی تھی (۱)

۱۷۵۳ء کے دوران ننجاراج نے محمد علی اور انگریزوں سے ترچناپلی چھیننے کی کوششیں برابر جاری رکھیں۔ ان کوششوں میں فرانسیسیوں کا تعاون اکتوبر ۱۷۵۴ء تک حاصل رہا جب تک کہ انھوں نے ہتھیار نہیں ڈال دیے۔ مرار راؤ کا تعاون صرف جولائی ۱۷۵۴ء تک ہی رہا جب وہ گوٹی واپس لوٹ گیا۔ ترچناپلی کے گرد و نواح کے ان حملوں میں میسور فوج کے دو افسر بہت پیش پیش رہے۔ ان میں سے ایک ہری سنگھ تھا اور دوسرا حیدر علی۔ جلد ہی یہ دونوں حریف ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے۔

پہلی بار دسمبر ۱۷۵۲ء میں جب انگریزوں اور ننجاراج کے درمیان عداوت پیدا ہوئی تو کپتان ڈالٹن نے ترچناپلی کے قریب ایک چوکی قائم کرنی چاہی تاکہ سرنگم میں ننجاراج کو پریشان کر سکے لیکن ڈالٹن اپنی فوج کے ایک حصہ کے اچانک خوف زدہ اور پریشان ہو جانے کے سبب اپنے منصوبہ میں کامیاب نہیں ہو سکا اور میسور کی شہسوار فوج کے راجپوت جمعدار ہری سنگھ نے اس افراتفری کا خوب فائدہ اٹھایا اور شیر کی طرح "بھگوڑوں پر حملہ آور ہوا اور نواب کے پندرہ سپاہیوں کے سوا تمام کو کاٹ کر پھینک دیا"۔ (۲)

"ترچناپلی کے فریب" کا پردہ چاک ہونے کے بعد اور ننجاراج اور انگریزوں کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑکنے سے قبل حیدر علی نے ننجاراج کی ایک شاندار خدمت انجام دی۔ کپتان ڈالٹن کو میجر لارنس نے مشورہ دیا تھا کہ ننجاراج اور مرار راؤ کے ساتھ اپنی ملاقاتوں میں وہ ان دونوں کو گرفتار کر لے۔ ہل کا بیان ہے کہ "دشمن کے ان لوگوں کو پکڑ کر ایک بڑے خطرے کا پہلے ہی سے دفعیہ کیا جا

---

(۱) حیدر نامہ نقل کردہ در میسور آرکیالوجکل رپورٹ

(۲) اورمے جلد ا ص ۲۷۱

http://www.apnaorg.com

سکتا تھا۔(۱) جب خود انگریز ایسا منصوبہ بنا سکتے تھے تو محمد علی جو خود اپنے اخلاقی اصولوں کا پکا نہ تھا ان کے منصوبے کی پُرزور اور فوری تائید ضرور کرتا۔ کہا جاتا ہے کہ محمد علی نے ننجا راج کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے بڑے بڑے سرداروں کے ہمراہ جا کر بذات خود قلعہ کا قبضہ لے لے۔ وہ قلعہ کے پہلے دروازے میں داخل ہو چکا تھا تب حیدر علی نے ننجا راج سے اپنے ان خدشات کا اظہار کیا کہ قلعے میں یوں داخل ہونا مناسب نہ ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ یہ محض ان کو پھانس لینے کا ایک جال ہو۔(۲) اس بات پر ننجا راج نے قلعے میں صرف سات سو آدمیوں کا ایک دستہ بھیجنے پر اکتفا کیا۔ یہ فرض کرنا قطعی غیر فطری نہ ہوگا کہ ننجا راج کے دماغ میں انگریزوں کی ایمانداری اور ان کی یقین دہانیوں کی سچائی کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا ذمہ دار حیدر علی تھا۔ ننجا راج کے لیے جو ترچناپلی کے دوبارہ حصول کے لیے بے حد کوشاں تھا حیدر علی کی بروقت تنبیہہ انتہائی ضروری تھی۔ اور جب اس کا ابتدائی جوش و خروش کچھ ٹھنڈا پڑا تو اس نے خود بھی حیدر علی کی تنبیہہ و احتیاط کی صداقت جان لی ہوگی۔

۱۰ مئی ۱۷۵۳ء کو میجر لارنس نے ترچناپلی سے جزیرہ سرنگم پہنچ جانے اور جنگ کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ ان کے جنگی اقدامات میں ہری سنگھ اپنی شجاعت و بہادری کے لیے مشہور تھا اُس نے اپنی شہسوار فوج کے ساتھ خود ہاتھ میں تلوار لے کر برطانوی فوج کے بائیں بازو پر باز کی طرح حملہ کیا اور اس کو درہم برہم کر دیا۔(۳)

۱۲ فروری ۱۷۵۴ء کو بارہ ہزار مرہٹہ اور میسور سوار، چھ ہزار پیادہ اور چار سو فرانسیسی سپاہیوں نے سات توپوں کے ساتھ ایک برطانوی دستہ پر حملہ کر دیا جو بالیگر لونڈیمن (موجودہ پڈکوٹی علاقہ) کے جنگلات میں ہو کر ترچناپلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہری سنگھ نے حملے کی قیادت کی اور بڑھنے والے دستوں کا صفایا کر دیا۔ جب لڑائی کا ہنگامہ ختم ہوا تو دیکھا گیا کہ حیدر جس کے ساتھ اُس کے بیدری بندوقچی ہمیشہ رہتے تھے تمام بندوقوں اور گولہ بارود کی تمام گاڑیوں پر قبضہ کر چکا ہے۔ مگر ہری سنگھ نے دعوی کیا کہ یہ اس کی اپنی گاڑیاں اور بندوقیں ہیں جن کو وہ خود ساتھ لایا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی۔ غالباً اُس حملے کی کامیابی کا سہرا ہری سنگھ کے سر تھا مگر توپیں اس کے

---

(۱) حیدر نامہ

(۲) اورمے جلد ۱ ص ۳۴۴

http://www.apnaorg.com

حریف کے قبضہ میں تھیں اور طول طویل بحث کے بعد آخر کار اس کو ایک توپ دے دی گئی اور حیدر علی کے قبضہ میں بقیہ تین توپیں فتح کے شاندار انعام کے طور پر رہنے دی گئیں۔ اگرچہ یہ فتح اُس کی نہیں تھی۔(۱)

۱۴ اگست ۱۷۵۳ء کو ایک کافی بڑا برطانوی اور تجوری فوجی دستہ ترچناپلی کے محافظ فوج کی مدد کے لیے جا رہا تھا۔ فرانسیسی اور میسوری افواج نے اس پر حملہ کیا۔ ان کا حملہ کچھ ایسا کارگر ثابت نہ ہوا لیکن برطانوی موخرالجیش نے جنگ کی افراتفری میں غلطی سے سامان رسد کے دستہ کا تحفظ نظر انداز کر دیا۔ حیدر نے اس کا اندازہ کر لیا اور اپنے ایک دستہ کے ساتھ قافلہ کے عقب پر باز کی طرح گرا اور ۳۵ گاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ ان میں کچھ گاڑیاں اسلحہ جات اور بارود سے لدی تھیں اور کچھ پر برطانوی افسروں کا سامان لدا تھا۔(۲)

ہری سنگھ اپنی بہادری اور بے خوف شجاعت کے لیے مشہور تھا۔ لیکن حیدر علی اپنی شخصی شجاعت و جرأت کے علاوہ ٹھنڈے مزاج اور دُور اندیشی کے لیے بھی شہرت رکھتا تھا۔ مزید برآں ہر حملہ حیدر علی کے اپنے وسائل میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرتا جاتا تھا جبکہ ہری سنگھ کے حصّہ میں صرف اپنے آقا کی خدمتگذاری کے جوش و خروش کی نیک نامی آتی تھی۔ ہمیں اورمے کا بیان بھی اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے جو کہتا ہے کہ ترچناپلی میں حیدر علی میسور فوج کا بہترین افسر تھا۔ ڈوپلے نے حیدر علی کی ترچناپلی کی مہم میں دانائی، دُور اندیشی اور جوش و ولولہ کے اعتراف کے طور پر اس کو ایک تحفہ بھی بھیجا تھا۔(۳) ہری سنگھ اپنی ترقی پر شرمساری و خجالت محسوس کر سکتا تھا کیونکہ اس کا تمام تر عروج چاپلوسی اور خوشامد کا مرہون منت تھا جبکہ حیدر علی اپنے قیام ترچناپلی کو اطمینان اور سکون کی نگاہ سے دیکھ سکتا تھا۔ جہاں اس نے نہ صرف ننجاراج کے دل میں اپنے لیے ایک خاص جگہ بنالی تھی بلکہ فرانسیسیوں کی نگاہ میں بھی خاصی وقعت پیدا کر لی تھی جن کی مدد کے بغیر وہ اپنے حوصلہ مندانہ منصوبوں میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

میسور پر صلابت جنگ نے جنرل بسی کی قیادت میں حملہ کر دیا اور دیوراج ننجاراج کو واپس

---

(۱) ولکس جلد ۱ ص ۳۲۲

(۲) اورمے جلد ۱ ص ۳۶۹

(۳) پرتگیزی دستاویز ۳

http://www.apnaorg.com

بلانے پر مجبور ہو گیا۔ ننجاراج نے ۱۰ اپریل ۱۷۵۵ء کو سرنگم کو فرانسیسیوں کے حوالے کیا اور وطن کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کی اپنی افواج کی تنخواہ نو ماہ سے باقی تھی چنانچہ وہ مالی مشکلات کی بنا پر اپنی ایک تہائی فوج کو برطرف کر دینے پر مجبور ہو گیا۔ ننجاراج کی مالی پریشانیاں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ اس کے نمائندوں نے فرانسیسیوں کے مالی مطالبات کی ادائیگی کے سلسلہ میں جولائی ۱۷۵۳ء میں قیمتی پتھروں سے مرصّع ایک گٹھری جس کی قیمت پانچ لاکھ روپیہ تھی، خود ننجاراج کا قیمتی جواہرات سے مرصّع طرّہ، اس کا سرپیچ، گوشوارہ اور سونے چاندی کی زنجیریں جن کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہوتی تھی فرانسیسیوں کو پیش کیں۔"(۱)

ترچناپلی کے قیام کے آخر میں حیدر علی سرکاری طور پر ۱۵۰۰ سواروں، تین ہزار باقاعدہ پیادہ سپاہی، دو ہزار توپچیوں اور چار توپوں کا افسر تھا۔ اس مہم کے بعد وہ ڈنڈی گل کا فوجدار مقرر کیا گیا اور اس نے ننجاراج کے برطرف شدہ بہترین سپاہیوں کو اپنے دستوں میں شامل کر لیا۔ جب وہ ڈنڈی گل پہنچا تو اس کی ماتحتی میں پانچ ہزار باقاعدہ پیادہ سپاہی، ڈھائی ہزار سوار، دو ہزار ہرکارے اور چھ توپیں تھیں۔(۲)

ڈنڈی گل کو میسور کے اتم پلائم کے پالیگار برکی وینکٹ راؤ نے ۱۷۴۵ء میں فتح کیا تھا۔ ڈنڈی گل کا قلعہ ترچناپلی سے جنوب مغرب میں ۶۰ میل کی دوری پر اور مدورا سے ۴۵ میل کی دوری پر شمال مغرب میں ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ اس وقت مدورا، ٹنّے ویلی علاقے میں ایک انگریزی فوج محمد علی کا تسلط قائم کرنے کے لیے کوشاں تھی۔ محمد علی کے بھڑکانے پر کنی وڈی، پلنی اور ویروپکشی کے پالیگاروں نے جو میسور ریاست کے ماتحت تھے اپنا خراج روک رکھا تھا۔(۳) چنانچہ ریاست میسور نے یہ مناسب سمجھا کہ اس علاقہ میں ایک ایسے شخص کو مقرر کرے جو ان باغی پالیگاروں کو قابو میں رکھ سکے

---

(۱) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۹ مقدمہ

جب ننجاراج، محمد علی اور انگریزوں سے مایوس و پریشان ہو کر فرانسیسیوں کا حلیف بن گیا تو ڈوپلے نے اپنی سیاسی ذہانت سے کام لیتے ہوئے اس سے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ ترچناپلی پر اس کا قبضہ اسی شرط پر ہو گا کہ وہ ان فرانسیسی دستوں کے اخراجات ادا کرنے کا ذمہ دار ہو گا جو اس کی امداد کر رہے ہیں اور اس کے علاوہ سالانہ تین لاکھ روپیہ بھی ادا کرے گا۔

(۲) ولکس جلد ۱ ص ۳۵۲

(۳) کیفیات حیدر مخطوطہ ص ۳۲

http://www.apnaorg.com

اور مدورا میں انگریزوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھ سکے۔ ساتھ ہی اگر ممکن ہو تو مدورا کے جمعداروں اور ٹنے ویلی کے پالیگاروں کے ساتھ ان کے اشتراک و تعاون کے منصوبوں کو ناکام بنا سکے۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ ڈنڈی گل کا فوجدار اپنے وسائل کے لحاظ سے ایک طاقتور اور مضبوط شخص ہو۔ اس عہدہ کے لیے حیدر علی کا انتخاب ہوا اور اس طرح ایک حوصلہ مند اور بلند عزائم رکھنے والے شخص کو پہلی بار آزادی کمان کا موقعہ نصیب ہوا۔

http://www.apnaorg.com

باب ۳

سیاسی عروج سے مسندِ اقتدار تک

۱۷۵۵ء تا ۱۷۶۰ء

ڈنڈی گل کے نئے فوجدار کے سامنے پہلا مسئلہ باغی اور سرکش پالیگاروں کی سرکوبی کرنے کا تھا جن کی قیادت پلنی اور ویرپکشی کے پالیگار راتی نائک اور اپّی نائک کر رہے تھے۔[۱] ڈنڈی گل جاتے ہوئے جب حیدر علی ان کے علاقے میں پہنچا تو ان کے خراج میں کمی کرانے کے سلسلہ میں اپنی مدد کی پیشکش کی۔ اس طرح ان کے تئیں اپنی دوستی کا اظہار کر کے وہ ان کے علاقے سے بحفاظت تمام گذر گیا اور ڈنڈی گل پہنچ کر اُس نے ان پر یورش کے منصوبے مرتب کیے۔ اس کے دائرۂ اختیار میں چھبیس پلایام یا جاگیریں تھیں۔[۲] اگر تمام پالیگار متحد ہو جاتے تو میدان میں مجموعی طور سے تیس ہزار فوجیں اتار سکتے تھے اور بہ آسانی حیدر کو مغلوب کر سکتے تھے۔ مگر یہ سرکش پالیگار متحد نہ ہو سکے۔ اور غیر معمولی سرعت کے ساتھ انھوں نے حیدر کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔

ڈنڈی گل سے مغرب میں دس میل کی دوری پر کنّی وڈی واقع ہے۔ یہ مقام پلنی کے پہاڑی سلسلوں کے بالکل قریب واقع ہے۔ اگر کنّی وڈی کے پالیگار میدانی علاقوں میں شکست کھا جاتے تو وہ ان پہاڑیوں میں پناہ لے سکتے تھے۔ حیدر نے دو ماہ کی مدت میں کنّی وڈی کے قلعے کے اردگرد واقع جنگلوں اور دوسری تمام رکاوٹوں کو صاف کر دیا۔ وہاں کے پالیگار کی حالت اتنی شکستہ ہو گئی کہ اُس نے مجبور ہو کر تین لاکھ چکرن ادا کرنے کا وعدہ کیا اور ستّر ہزار فوراً ادا بھی کر دیے۔[۳] مگر چونکہ وہ معاہدہ کی

---

(۱) حیدر نامہ

(۲) ڈبلو فرانسس، گزیٹیر آف مدورا ڈسٹرکٹ جلد ۱ ص ۱۸۳

(۳) مدورا گزیٹیر جلد ۱ ص ۲۳۹ — ایک چکرن ۱½ روپیے کے برابر ہوتا تھا

http://www.apnaorg.com

بقایا رقم کا انتظام نہ کرسکا اس لیے حیدر نے اس کی جاگیر ضبط کرلی اور اس کو گرفتار کرکے بنگلور بھیج دیا۔

پلنی میں حیدر نے ہر قیمتی شے پر قبضہ کرلیا اور پالیگار کو جو بھاگ گیا تھا ایک لاکھ پچھتر ہزار چکرن کا جرمانہ ادا کرنے پر مجبور کردیا۔ ویرو پکشی جو پلنی سے مشرق میں ۱۲ میل کے فاصلے پر واقع ایک دشوار گذار علاقہ تھا۔ مگر اس کا پالیگار مدافعت کی ہمت ہی نہیں رکھتا تھا۔ جب حیدر علی اس علاقہ میں پہنچا صرف دو پالیگار جاگیریں ضبط کی گئی تھیں۔ اس نے سوائے پانچ پالیگار جاگیروں کے بقیہ تمام جاگیریں ضبط کرلیں (۱)

ڈنڈی گل میں حیدر اپنی فوج اور دولت بڑھانے میں مصروف تھا۔ ولکس ایک عینی شاہد کی گواہی کی بنیاد پر کہتا ہے کہ حیدر فوجیوں کی جھوٹی تعداد دکھانے میں مہارت رکھتا تھا۔ ایک موقعہ پر صرف سرسٹھ سپاہی زخمی ہوئے تھے مگر اس نے اپنی ہوشیاری سے سات سو سپاہیوں کے لیے معاوضہ حاصل کرلیا اور اس طرح اس نے سرنگاپٹم سے آئے ہوئے ایک نگراں افسر کو بہت آسانی سے بیوقوف بنادیا۔ اس نے انتشار اور بدنظمی کی مبالغہ آمیز رپورٹیں بھیجیں اور اس کے نتیجہ میں اس کو اپنی فوج بڑھانے کی اجازت مل گئی اور ایک سرسری جائزے میں اس کی اٹھارہ ہزار فوج کو صرف دس ہزار فوج مان لیا گیا (۲) بیان کیا جاتا ہے (اگرچہ اس میں کسی حد تک مبالغہ ہے) کہ اس نے پالیگاروں کے خلاف اپنے اقدامات کے نتیجہ کے طور پر بیس لاکھ روپیہ جمع کرلیا تھا (۳) وہ سیاست کے ڈرامہ میں محض ایک تماشائی کی طرح رہنے پر قانع نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے توپ خانے، اسلحہ خانے اور تجربہ گاہ کی تنظیم کے لیے ماہر فرانسیسی انجینیروں کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں۔ ۱۷۵۵ء سے ۱۷۶۰ء کے دوران وہ اپنے انھیں منصوبوں میں مشغول رہا۔

برکت اللہ کی سرکردگی میں مدورا کے جمعداروں نے اور ٹنے ویلی کے پالیگاروں نے حیدر علی سے انگریزوں اور محمد علی کے خلاف مدد کی درخواست کی جو مدورا کو فتح کرنے کی کوششیں کررہے تھے۔ انھوں نے اس کے عوض شولاونڈم کے ضلع سے دستبردار ہونے کی بھی پیشکش کی۔ اس ضلع میں ایک انتہائی مستحکم درہ تھا اور ٹنے ویلی اور مدورا کے درمیان واحد شاہراہ اس سے ہوکر گذرتی تھی۔ مگر حیدر علی اس پیشکش

---

(۱) مدورا گزیٹیر جلد ا ص ۶۹

(۲) ولکس ص ص ۵۴ - ۲۵۳

(۳) حیدر نامہ

http://www.apnaorg.com

کو قبول نہیں کرسکا کیونکہ ۱۷۵۸ء میں وہ عارضی طور پر واپس بُلا لیا گیا تھا۔ ۱۷۵۹ء میں مدورا نے انگریزوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ ماہ نومبر میں حیدر علی واپس ڈنڈی گل پہنچا اور بغیر کسی مزاحمت کے شولاونڈم کے قلعے پر قبضہ کرلیا اور مدورا کے ضلعے میں داخل ہوگیا۔ وہ شہر پناہ تک جا پہنچا مگر اس کو اُمید سے زیادہ مضبوط و مستحکم پایا۔ اس نے قرب وجوار کے علاقوں کو خوب تاراج کیا اور وہاں سے حاصل کردہ مویشی اور دوسرے مال غنیمت ڈنڈی گل بھیج دیے۔ مہر علی کے جنرل یوسف خاں جس نے کرناٹک کی جنگوں میں سب سے زیادہ بہادر ہندوستانی سپاہی کی حیثیت سے شہرت حاصل کی تھی حیدر علی کے خلاف پیش قدمی کی۔ حیدر نے درّہ ناتم کے دہانے پر اپنے ایک فوجی دستے کے ساتھ دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے اپنی کیمپ گاہ بنائی۔ الگر ملائس اور سرو ملائس کی پہاڑیوں کے سلسلہ کے درمیان یہ درّہ اورمے کے بیان کے مطابق دکن کے سارے سطح مرتفع کے درّوں میں دشوار گذار ترین تھا۔ یوسف خاں نے انتہائی شدید حملہ کیا اور اس کی عمدہ تربیت یافتہ افواج اور طاقتور توپوں نے حیدر کے دستوں میں کھلبلی مچادی۔ حیدر شکست کھاکر پیچھے ہٹ آیا اور اپنے دستوں کو اکٹھا کرکے ڈنڈی گل لوٹ گیا۔

جب حیدر ڈنڈی گل میں اپنے پاؤں جما رہا تھا میسور میں حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ اس کی ترقی کے کچھ اور مواقع فراہم ہوگئے۔ پیشوا بالاجی باجی راؤ نے پہلی بار ۱۷۵۳ء میں میسور پر حملہ کیا تھا۔ سرنگاپٹم پر حملے سے اس کو باز رکھنے کے لیے اُس کو تیس لاکھ نقد ادا کیے گئے اور مستقبل میں باقاعدہ پابندی سے ادائیگی کا وعدہ کیا گیا۔ اس مہم میں پیشوا کے ساتھ ساتھ اس کا بھائی سداشیو راؤ بھاؤ بھی شریک ہوا تھا۔

۱۷۵۵ء کی ابتدا میں صلابت جنگ اور بُسی میسور آئے۔ نظام کی فوجوں کی سُست رفتاری کہاوت بن چکی تھی۔ دیوراج کا خیال تھا کہ اگر اس کا بھائی ترچناپلی سے وقت کے اندر آگیا تو وہ دشمن پر کاری ضرب لگاسکے گا مگر صلابت اور بُسی نے بہت سرعت سے پیش قدمی کی اور حقیقت میں بُسی کی تیز رفتاری نے تہلکہ مچادیا۔ کنی گل کا قلعہ جس نے یکہ و تنہا مزاحمت کی تھی بہت تیزی سے فتح کرلیا گیا۔ دیوراج کو ۲۶ لاکھ روپیہ ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ہندو مندروں کے طلائی و نقرئی ظروف و جواہرات اور راجہ اور اس کے خاندان کے نجی زیورات بیچ دیے گئے تاہم ایک تہائی رقم ہی جمع ہوسکی۔ بقیہ رقم کے لیے دیوراج نے ساہوکاروں اور مہاجنوں کی ضمانت دی لیکن چونکہ ادائیگی نہیں ہوسکی تھی اس لیے ساہوکاروں میں غاصب حکومت کی ساکھ جاتی رہی۔ بُسی نے پیشوا کو جس کی افواج

http://www.apnaorg.com

اس وقت دھارواڑ، ہبلی اور کندگل کے علاقے میں مصروف کار تھیں، اس بات پر آمادہ کر لیا کہ میسور سے اس وقت مطالبات نہ کیے جائیں چنانچہ وہ بدنور، باسوا پٹینہ اور چتل درگ پر مرہٹوں کے دعوؤں کو طے کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے ریاست میسور کے شمال مغرب کے کئی اور علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔(۱)

ترچناپلی میں ننجاراج کی شرمناک شکست، نظام اور پیشوا کی غاصبانہ دست اندازی کو رو کنے میں غاصبوں کی ناکامی اور ان کی ساکھ کی کمی نے شاید بادشاہ کو جو ان کے جوئے کے نیچے تلملا رہا تھا ان کے خلاف سازش کرنے کی جرأت دی۔ راجہ، اس کی ماں اور "پردھانی پنڈت" وینکٹ اپٹی ایتن جو خود بھی کبھی "سرواد ھیکاری" رہ چکا تھا، تینوں نے ارادہ کیا کہ ننجاراج کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جائے اور وینکٹ اپٹی ایتن کو پھر سے اس کے پرانے عہدے پر فائز کر دیا جائے۔ سازش کی خبر ہوگئی اور ننجاراج نے چار ہزار فوج جمع کر کے محل پر حملہ کرنا چاہا مگر دیوراج نے اس کو ٹھنڈا کیا اور ننجاراج نے محل پر پہرہ لگانے پر ہی اکتفا کر لی تاہم وینکٹ اپٹی ایتن کا گھر لوٹ لیا گیا اور اس کو اس کی بیوی کو مانولی ورگ میں قید کر دیا گیا۔ اس کے بیٹے اور داماد کو گرفتار کر کے کبل درگ بھیج دیا گیا اس طرح سے سازش کا بروقت خاتمہ ہوگیا(۲)۔ یہ واقعہ ۱۷۵۵ء کے ماہ اکتوبر و نومبر میں پیش آیا مگر راجہ بہر صورت غاصبوں سے نجات پانا چاہتا تھا۔ اس واقعہ کے کئی مہینے بعد انھوں نے سنا کہ راجہ حیدر کے بڑے بھائی شہباز اور حیدر کے متصدی کھانڈے راؤ(۳) سے ساز باز کر رہا ہے۔ اس خبر کے ملتے ہی دیوراج اور ننجاراج نے قلعہ کے دروازے بند کرنے کے احکام جاری کر دیے۔ انھوں نے دوسری صبح راجہ کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا مگر راجہ اپنے براہ راست ماتحت فوجیوں کے ساتھ جن کی مجموعی تعداد صرف ایک ہزار تھی، ننگی تلواریں لے کر نکل پڑا۔ ننجاراج کے بہت سے فوجیوں کو جان سے مار ڈالا اور بقیہ کو تتر بتر کر دیا۔ راجہ کے محل واپس جانے کے بعد ننجاراج نے محل کی دیواروں پر نصب تمام توپوں سے گولہ باری شروع کر دی اور بہت سے مرد عورتوں اور بادشاہ کے ذاتی خدمتگاروں کو جن کی تعداد سو تک پہنچتی تھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد ننجاراج ا

(۱) ایس پی ڈی جلد ۲ خطوط نمبر ۱۱ تا ۱۳۔ ۱۷۵۳ء و ۱۷۵۶ء کے درمیان سرکاری رپورٹیں نہیں آرہی تھیں کیونکہ پیشوا خود موجود تھا۔

(۲) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد نہم ص ص ۳۹۸، ۳۷۰، ۳۶۹

(۳) ″ ″ ″ دہم ص ۱۸۱

http://www.apnaorg.com

دیوراج محل میں داخل ہوئے اور راجہ کے باقی ماندہ تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ انھوں نے راجہ کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کر لیا مگر کرشنا راجہ وادیار کی بیوی جس نے راجہ کی پرورش کی تھی سامنے آ گئی اور قسم دلائی کہ وہ پہلے اُسے قتل کریں۔ بہت بات چیت کے بعد انھوں نے راجہ اور اس کے خاندان کو قید کر دینے کا فیصلہ کیا۔ بالاجی باجی راؤ کے وکیل نے راجہ کے ساتھ کیے گئے اس سلوک کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اونٹ سوار ہرکاروں کے ذریعے پیشوا کو ایک خط بھی لکھا تھا۔(۱) یہ واقعہ اگست ۱۷۵۶ء کا ہے لیکن بالاجی اپریل ۱۷۵۷ء سے پہلے میسور نہ آ سکا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دیوراج اور ننجاراج دونوں ہی راجہ کو تشدد و جبر سے ہٹا دینے کے حامی تھے۔ ولکس کے اس بیان کی تصدیق کہ دیوراج نے ننجاراج کی تشدد پسند کارروائیوں کی مخالفت کی تھی آنند رنگا پلائی کی یادداشت کے اس اندراج سے نہیں ہوتی جو میسور کے وکیل کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ دونوں بھائیوں میں اختلافات موجود تھے۔ یہ دونوں خود رائے شخصیتیں جلد یا بدیر الگ الگ ہونے والی تھیں۔ دیوراج بوڑھا ہو گیا تھا اور وہ ننجاراج کے عجلت پسندی کے داؤں پیچ ناپسند کرتا تھا۔(۲) وہ اختلافات جو ترچناپلی کی مہم میں دونوں کے درمیان ابھرے ۱۷۵۸ء تک بہت شدید ہو گئے۔ دیوراج مکمل طور پر پیچھے ہٹ آنے کے حق میں تھا چنانچہ فروری ۱۷۵۸ء کو وہ اپنے خاندان، اپنے ذاتی سپاہیوں سمیت جو ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں پر مشتمل تھے ستیامنگلم لوٹ آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ستیامنگلم سے اس نے متعدد اضلاع کے عاملوں کو جو حیدر علی کی ماتحتی میں تھے یہ احکام جاری کیے کہ آئندہ سے مالگزاری کی رقم اسے ادا کی جائے۔ اس واقعہ کی وجہ سے حیدر علی ۱۷۵۸ء میں ڈنڈی گل سے واپس لوٹ آیا۔

فروری ۱۷۵۸ء میں ننجاراج ریاست میسور کا بلا شرکت غیرے مالک تھا۔ اس کو یقین تھا کہ راجہ اب کسی طرح قید سے آزاد نہیں ہو سکتا اور بڑا غاصب یعنی دیوراج راہ سے ہٹ چکا ہے ننجاراج اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے صرف بیرونی حملوں سے تھوڑی سی مہلت چاہتا تھا لیکن یہ مہلت اُسے نہ مل سکی۔ مارچ ۱۷۵۹ء میں مرہٹہ ریاست میسور میں گھس آئے اور انھوں نے سرنگاپٹم میں ننجاراج کا محاصرہ کر لیا۔ سداسیوراؤ بھاؤ نے اپنے تیس توپوں پر مشتمل توپ خانے

---

(۱) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد دہم ص ۱۸۱

(۲) حیدر نامہ کے بیان کے مطابق خزانے کے سلسلہ میں ان کی دونوں کی غلط فہمی آپس کے اختلاف اور باہمی جھگڑے کی وجہ بنی تھی۔

http://www.apnaorg.com

کا دہانہ کھول دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک گولے نے رنگا سوامی کے مندر کے اوپری حصے کو نقصان پہنچایا اور توپ خانے میں ایک توپ کے پھٹ جانے سے خود محاصرین کے کئی آدمی مارے گئے۔ دونوں ہی فریق قہر رسانی سے ڈرے اور صلح کرنے پر تیار ہو گئے۔ ننجاراج نے ۳۲ لاکھ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ سداشیو راؤ نے محاصرہ اٹھا لیا تاہم میسور کا غاصب حکمران صرف ۶ لاکھ نقد ادا کر سکا۔ بقیہ رقم کی ادائیگی کی ضمانت کے طور پر ۱۳ تعلقے حملہ آور کے حوالے کرنے پڑے۔(۱)

مرہٹوں کی واپسی کے بعد حیدر ڈنڈی گل سے سرنگا پٹم پہنچا۔ اس نے اپنے حاکم کو مشورہ دیا کہ موسم برسات کے آتے ہی مرہٹہ کارندوں اور مرہٹہ فوجوں کو جنھوں نے ان اضلاع پر قبضہ کر رکھا ہے نکال باہر کرے۔ اس زمانے میں دریا باڑھ پر ہوں گے اور مرہٹے اس وقت تک کرشنا اور تنگ بھدرا نہ پار کر سکیں گے جب تک کہ پانی کی سطح کم نہ ہو جائے اور اسے اتنا وقت مل جائے گا کہ وہ ڈنڈی گل سے امدادی کمک لا سکے۔(۲)

حیدر علی کے ڈنڈی گل سے سرنگا پٹم کو روانہ ہونے سے پہلے مالابار کی مشرقی سرحد پر واقع ریاست پالگھاٹ کے حاکم نے جو اس وقت کالی کٹ کے زمورن سے نبرد آزما تھا حیدر کے پاس مدد کی درخواست بھیجی۔ حیدر نے اپنے برادر نسبتی مخدوم علی کو پانچ ہزار پیادہ، دو ہزار سوار اور پانچ توپوں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ مخدوم نے ساحل سمندر تک پیش قدمی کی۔ کالی کٹ کے زمورن نے قسطوں پر ۱۲ لاکھ تاوانِ جنگ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ مخدوم نے فوجی قبضہ قائم رکھنے کے لیے ایک فوج وہاں چھوڑ دی۔ مالابار کے سرداروں نے اس سے نجات پانے کے لیے اپنے نمائندوں کے ذریعے دیوراج کو واجب الادا بقایا ادا کرنے کی پیشکش کی۔ دوسری طرف حیدر نے دیوراج کی خدمت میں حاضری دی اور اس کو اپنے ان اضلاع کو واپس کرنے پر راضی کر لیا جن پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ علاوہ ازیں دیوراج نے مالابار کی مہم کے اخراجات کے طور پر تین لاکھ روپے ادا کرنے کا بھی اقرار کر لیا۔ اس کے عوض حیدر مالابار سے وصول ہونے والے تاوانِ جنگ کی رقم پر اپنے حق سے دستبردار ہو گیا اور دیوراج نے ہری سنگھ کو رقم وصول کرنے کے لیے بھیج دیا۔(۳) مالابار کی اس مہم سے حیدر کو یہ اندازہ ہو گیا کہ منتشر و پراگندہ

---

(۱) حیدر نامہ کے مطابق یہ تعلقے حسب ذیل تھے: (۱) تال منگلا (۲) کڈابا (۳) بن ورا (۴) چن راپٹنہ (۵) کیکری (۶) بہرن ہلی (۷) کدر (۸) ترکیر (۹) بلور (۱۰) چک نائکن ہلی (۱۱) ہونادلی (۱۲) ہالی برورگ (۱۳) رمد کیر۔

(۲) وِلکس جلد اوّل ص ص ۶۰ — ۲۵۹

(۳) حیدر نامہ اور ولکس

http://www.apnaorg.com

مالابار کو فتح کرنا کتنا آسان تھا۔ مخدوم علی کی اس قراولی مہم سے حاصل کردہ معلومات سے حیدر نے بعد میں بڑا فائدہ اٹھایا۔

میسور کی حکومت دیوالیہ ہو چکی تھی۔ کئی ماہ سے فوجوں کی تنخواہ نہیں ادا ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں ایک فوجی بغاوت بھی ہوئی جو خالص ہندوستانی طرز کی تھی۔ سپاہی دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔ اور ننجاراج کے محلات میں کھانا پانی جانے سے روک دیا۔ جب یہ خبر حیدر کو ڈنڈی گل پہنچی تو وہ بذاتِ خود دیوراج کے پاس سیتا منگلم گیا۔ اس کو ہر ممکن دلیل سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے بھائی سے ملاپ کرلے ورنہ دوسری صورت میں حکومت مکمل طور پر ختم ہو جائے گی۔ اس وقت دیوراج سخت بیمار تھا اور اس کو استسقا کا عارضہ تھا۔ اگرچہ دونوں بھائیوں میں اعلانیہ صلح صفائی ہو گئی مگر جلد ہی دیوراج مرگیا۔ حیدر کے اصرار پر ننجاراج نے راجہ کی بالادستی پھر سے تسلیم کرلی اور اپنے سابقہ توہین آمیز سلوک کے لیے معذرت چاہی۔ سپاہی اپنی تنخواہوں کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ننجاراج نے حیدر اور اس کے نائب کھانڈے راؤ سے درخواست کی کہ وہ سپاہیوں کے ساتھ صلح و صفائی کرادیں۔ حیدر نے "راجہ کے احکام کے پاس و ادب کا مسلسل مظاہرہ کرتے ہوئے رقم کی بجائے وہ تمام سرکاری جائداد تقسیم کردی جو کہ قابلِ تقسیم تھی اور جس میں راجہ کے ہاتھی اور گھوڑے تک شامل تھے"۔ اس نے محاسبوں کو مجبور کیا کہ وہ صحیح حسابات پیش کریں اور اس طرح اس نے بہت سے سپاہیوں کو برطرف کردیا۔ اس کے بعد اس نے ان کے سرغنوں کو گرفتار کرلیا اور اُن کی تمام جائداد ضبط کرلی[1]۔ اِن تمام معاملات میں حیدر ہی سب کے لیے سب کچھ تھا۔ ننجاراج اپنے بھائی کی موت سے پہلے اس سے میل ملاپ ہو جانے کے لیے حیدر کا ممنون تھا۔ راجہ کے نزدیک حیدر ننجاراج کے خلاف اس کا یکہ و تنہا محافظ تھا جس کی زیادتیوں کو وہ کبھی نہیں بھول سکتا تھا ــــ سپاہیوں کا خیال تھا کہ ان کی تنخواہوں کی ادائیگی اسی کی سعی و کوشش کی بدولت ہو سکی تھی۔ حیدر کو اپنی مستحکم و مضبوط حیثیت کا احساس تھا مگر اس وقت اپنے آپ کو وہ اتنا طاقتور نہیں سمجھتا تھا کہ اس مرحلے پر ننجاراج کو اقتدار سے بے دخل کر سکے۔ اس کو اس معاملے میں جلد بازی نہیں کرنی تھی۔

---

(۱) کرمانی نے یہ واقعہ بہت ہی گنجلک انداز میں بیان کیا ہے۔ حیدر نامہ میں اس کے متعلق کوئی تسلی بخش اور تفصیلی بیان نہیں ملتا۔ سرمدکا اور می مخطوطہ ایک روایت بیان کرتا ہے جو صریحاً جھوٹ ہے۔ پرکنس نے بھی اس مقام پر زبردست ٹھوکر کھائی ہے چنانچہ مجھے اس سلسلے میں صرف ولکس کے بیان پر ہی بھروسہ کرنا پڑا ہے۔

http://www.apnaorg.com

پورے میسور میں تنہا ہری سنگھ حیدر کے مقابلے میں بہتر سپاہی سمجھا جاتا تھا۔ حیدر انتقام کی نہ بجھنے والی پیاس رکھتا تھا اور اپنی توہین، ذاتی گزند اور رقابت کو کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔۔۔ ہری سنگھ نے اعلانیہ اس کی سپاہیانہ صلاحیتوں کا مذاق اڑایا تھا۔ اس کا سرپرست و مربّی دیوراج مرچکا تھا۔ ان حالات میں وہ میسور کی فوجی ملازمت پر قائم رہنے کے بارے میں انہیں سوچ سکتا تھا۔ حیدر نے مخدوم صاحب کو ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج کے ساتھ بظاہر ڈنڈی گل کی جانب بھیجا مگر اصل مقصد ہری سنگھ پر اچانک حملہ کر کے ختم کر دینا تھا۔ اس وقت ہری سنگھ مالابار سے تاوان جنگ وصول کرنے کی مہم میں ناکام رہنے کے بعد کوئمبٹور لوٹ آیا تھا اور اس کی فوج تازہ دم ہونے کے لیے سستا رہی تھی۔ اچانک اس پر حملہ ہوا اور وہ اپنے بیشتر ساتھیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں کام آیا۔ ولکس کا بیان ہے کہ "مالِ غنیمت کے طور پر تین سو گھوڑے، ایک ہزار توڑے دار بندوقیں اور تین توپیں راجہ خانی لائی گئیں۔ تین توپیں اور پندرہ خوبصورت گھوڑے سجے سجائے راجہ کو پیش کیے گئے اور بقیہ پر حیدر نے قبضہ کر لیا۔"(۱)

دیوراج نے مالابار میں حیدر کے اخراجات کے سلسلے میں تین لاکھ ادا کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ ننجاراج نے اس دعوے کو تسلیم کر لیا چنانچہ اس کو کوئمبٹور کے محاصل میں سے ایک حصّہ دے دیا گیا۔ حالیہ انتشار میں اس کی خدمات کے عوض اور اس کی وفاداری اور جوشِ عمل کے اعتراف کے طور پر اس کو بنگلور کا قلعہ اور ضلع جاگیر میں عطا کیا گیا۔(۲)

لیکن حیدر کے لیے اب مرہٹوں سے نپٹنا ضروری تھا۔ اس کے مشورے پر ہی مرہٹہ ایجنٹوں کو ان کے حوالے کیے ہوئے اضلاع سے نکال دیا گیا تھا۔ گوٹی کا سردار مرار راؤ اپنے اس حصے سے صرف غیر مطمئن ہی نہیں تھا جو اس کو جنوب میں مرہٹہ توسیع پسند پالیسی کے نتیجے میں ملا تھا بلکہ اپنے آقا کی طرف اس کا رویّہ سرد مہری کا ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی ہمدردیاں پیشوا کے خلاف

---

(۱) جلد اوّل ص ۳۶۹۔ کرمانی کا بیان بہت الجھا ہوا ہے تاہم وہ اتنا تسلیم کرتا ہے کہ خوابیدہ فوج پر اچانک حملہ کیا گیا اور ان کو تلوار کی نوک پر رکھ لیا گیا۔ حیدر نے حاصل شدہ اسلحہ، سامان رسد، نقد رقم و ظروف گھوڑے اور دوسری اشیاء میں سے بیشتر حصہ اپنے پاس رکھ لیا۔

(۲) ولکس جلد اوّل ص ۳۶۹، ہالی کرنیس کا بشپ بیان کرتا ہے کہ حیدر علی کو بنگلور میسور کے محاصرہ سے کچھ پہلے ہی دیا گیا تھا تاکہ ننجاراج کے خلاف اس کی سرگرمی کو اور تیز کیا جا سکے۔

http://www.apnaorg.com

بننے والے متحدہ محاذ کے ساتھ تھیں جو کڈپہ، سوانور اور دوسرے علاقوں کے سرداروں پر مشتمل تھا۔ بلونت راؤ مہنڈیل جو پونا کی حکومت کی جانب سے ریاست میسور سے بقایا وصول کرنے کے لیے متعین ہوا تھا اس مخالف محاذ کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ وہ کڈپہ کے نواب عبدالحمید خاں کو ۲۵ دسمبر ۱۷۵۷ء کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا[1] مگر اس کے چچازاد بھائی اور جانشین عبدالنبی نے جنگ جاری رکھی اور طویل مدت تک مرہٹوں کو مصروف پیکار رکھا۔ اسی دوران ایک دفاعی اور جارحانہ اتحاد مرار راؤ گھور پڑے کے ساتھ ۱۱ مئی ۱۷۵۸ء کو عمل میں آیا۔[2] ظاہر ہے کہ ان تمام شورشوں کے ختم ہونے کے بعد بلونت راؤ مہنڈیل کو میسور کے معاملات کی جانب متوجہ ہونا پڑا تھا۔ پیشوا نے بلونت راؤ کو مطلع کیا تھا کہ گوپال راؤ پٹوردھن اور ملہار راؤ راستی کو ہدایات بھیجی جا چکی ہیں کہ وہ بھی میسور کے خلاف پیش قدمی کریں اور اس کو اس مہم میں پوری مدد دیں[3] لیکن بلونت راؤ کو کڈپہ کے ضلعے میں فروری ۱۷۵۹ء تک رکنا پڑا۔ گوپال راؤ کی ماتحت فوج گوداوری کے نزدیک پیشوا کے فرزند وشواس راؤ کی نگرانی میں بھرتی کی گئی تھی۔ بلونت راؤ کے نام پیشوا کے ایک اصلی خط کی بنیاد پر پیشوا کے اصل منصوبے کے بارے میں گرانٹ ڈف لکھتا ہے کہ اس خط میں بلونت راؤ کو ہدایت کی گئی تھی کہ "جتنی تیزی سے ممکن ہو سکے وہ اس جگہ یعنی بندور تک کوچ کرتا ہوا پہنچ جائے۔ یہ سارا علاقہ گوپال راؤ کے آنے سے پہلے اس کے ہاتھوں میں آ جائے گا اور تب دونوں مل کر چیتل ورگ پر حملہ کریں گے"[4] گرانٹ ڈف اپنے تبصرہ میں لکھتا ہے کہ اگر یہ منصوبہ قابلِ عمل ہوتا تو غالباً حیدر علی کو ابھرنے کا موقعہ نہ ملا ہوتا لیکن بلونت راؤ فروری تک پالیگاروں کے خلاف لڑائی میں مشغول رہا جس کے بعد اس کو شمال کی جانب روانہ ہونا پڑا کیونکہ حیدر آباد میں کچھ پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں چنانچہ میسور والوں کو ایک اچھا وقفہ مل گیا اور حیدر علی نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس نے اپنے اقتدار کو مستحکم کیا۔ ہری سنگھ کو ختم کیا اور میسور کے تمام معاملات میں اس کو بالادستی حاصل ہو گئی۔

اپریل ۱۷۵۹ء کے لگ بھگ مرہٹے گوپال راؤ پٹوردھن اور آنند راؤ راستی کی قیادت میں میسور

---

(۱) S.P.D جلد ۲۸ خط نمبر ۱۴۶

(۲) " " " " ۱۸۵

(۳) " " " " ۲۰۵ (۴) گرانٹ ڈف، تاریخ مرہٹہ جلد ۲

http://www.apnaorg.com

پر حملہ آور ہوئے۔ میسور کے راجہ سے انھوں نے اپنی بقایا رقم کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ اس وقت کے مرہٹہ خبر ناموں میں حیدر علی کا تذکرہ اکثر ملتا ہے۔ بہ ہر حال مرہٹوں نے سخت رویّہ اختیار کیا۔ انھوں نے راجہ میسور کو الٹی میٹم دیا کہ اگر ان کی بقایا رقم کی ادائیگی نہ کی گئی تو وہ چھتیس گھنٹوں کے اندر اندر میسور کے علاقوں پر حملہ کر دیں گے۔ (۱) اِس بات کا سب کو علم تھا کہ حیدر علی نے مطالبہ کی نامنظوری کا مشورہ دیا تھا۔ مرہٹہ سرداروں نے لکھا کہ "ہم حیدر کو بنگلور میں داخل ہونے دیں گے اور تب اپنی توپیں نصب کریں گے اور پھر دیکھیں گے کہ وہ کیسے ان کا مقابلہ کر سکتا ہے"(۲) انھوں نے بنگلور کی جانب ستمبر ۱۷۵۹ء میں اپنا کوچ شروع کیا اور بنگلور، ——— کولار، دیوان ہلی اور ہوسکوٹے پر قبضہ کر لیا ——— حتیٰ کہ چنا پٹنہ جو سرنگا پٹم سے لگ بھگ ۳۰ میل دُور تھا ان کے قبضہ میں آ گیا۔ بنگلور میں سری نواس راؤ برکی کا انھوں نے محاصرہ کر لیا اور جلد ہی محصور فوجیوں نے محسوس کر لیا کہ ان کو فاقوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سری نواس راؤ نے سرنگا پٹم میں اپنے باپ برکی وینکٹ راؤ سے مدد کی درخواست کی۔ چنا پٹنہ پر قبضہ کر کے حیدر علی نے بنگلور کو کمک پہنچائی۔

فوج کی تنخواہ کی کچھ رقم ابھی تک واجب الادا تھی میسور کے بڑے بڑے سپہ سالاروں میں سے بیشتر اس وقت مرہٹوں کے خلاف پیش قدمی کرنے کے لیے تیار نہیں تھے جب تک کہ بقیہ تنخواہ کی ادائیگی نہ ہو جائے۔ حیدر نے پیشکش کی کہ وہ اپنی نجی ذمّہ داری پر اُس رقم کی ادائیگی کرا دے گا جو بہت زیادہ نہیں تھی اور اس کو میدانِ جنگ کی افواج کا سالار نامزد کر دیا گیا جس سے پرانے سالاروں کو صدمہ ہوا اور انھوں نے اپنے عہدوں سے استعفا دے دیا۔ اُس نے مدور اور ملاولی میں معقول دستے مقرر کیے جنھوں نے پایہ تخت کی طرف آنے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی۔ مدور کا فوجی سالار لطیف علی بیگ چنا پٹنہ کی دیواروں پر سیڑھی لگا کر اس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا(۳) حیدر نے اپنی فوج کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور گوپال راؤ بنگلور کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہو گیا(۴) اُس نے

---

(۱) S.P.D جلد ۲۸ خط نمبر ۲۲۶

(۲) " " " " ۲۲۹

(۳) " " " " ۲۴۲

(۴) " " " " ۲۵۶

http://www.apnaorg.com

حیدر کے مقابلے کے لیے کوچ کیا جس نے اپنے پڑاؤ کو بہت مضبوط کر لیا تھا۔ حیدر نے ایک ایسے پہاڑی خطے میں اپنا پڑاؤ کیا تھا جو سواروں کے لیے ناقابل گذر تھا۔ اس نے دن کے اوقات میں کبھی باہر آنے کا خطرہ نہیں مول لیا اور صرف شب خون پر اکتفا کیا۔ اس کے رات کے حملے برابر جاری رہے (۱) یہ سلسلہ دو ماہ سے زیادہ جاری رہا۔ حیدر مرہٹوں کو کھلے میدان میں شکست دینے کی امید بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن اس نے سوچا کہ اگر وہ دفاع پر جما رہے تو ان کو تھکا سکتا ہے اور اس طرح شاید انھیں واپسی پر مجبور ہونا پڑے۔ اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ وہ کھلے میدان میں فتحیاب ہوا۔ مورخہ ۱۹ اگست ۱۷۶۰ء کے ایک خط میں (۲) ہم کو پتہ چلتا ہے کہ گوپال راؤ اور ملہار راؤ نے سرنگاپٹم میں اپنے وکیل کو لکھا کہ ان کو پیشوا کی جانب سے ایک مراسلہ موصول ہوا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حوالہ شدہ علاقوں کے بدلے نقد رقم قبول کرنے کے لیے راضی نہیں ہے جو میسور کا راجہ ادا کرنا چاہتا ہے لیکن انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر راجہ ان کی تجویز قبول کرے تو انھوں نے جو وعدہ کر لیا ہے وہ اس کی پابندی کریں گے لیکن درحقیقت حیدر نے یہ کیا کہ مہینوں کی لڑائی بھڑائی کے بعد ان شرائط کو مان لیا۔ یہ بات اس کی فتحیابی کی طرف اشارہ نہیں کرتی بلکہ اس کی اس خواہش کی دلالت کرتی ہے کہ وہ ریاستی معاملات میں اتنی پیچیدگی اور گڑبڑ پیدا کر دینا چاہتا تھا کہ وہ سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے سکے جو آہستہ آہستہ ننجاراج کے ہاتھوں سے پھسلتی جا رہی تھی۔ مرہٹے حاصل کردہ اضلاع پر اپنے حق سے دستبردار ہو گئے اور ماضی وحال کے تمام دعووں اور حقوق کے عوض انھوں نے بتیس ۳۲ لاکھ روپیہ وصول کر لیا۔ ریاست کے تمام افراد سے جبری طور پر چندہ لیا گیا۔ اور اس طرح سولہ لاکھ روپیہ ان کو نقد ادا کیا گیا۔ بقیہ کے لیے حیدر نے اپنی ذاتی ضمانت دی اور اس کی اتنی ساکھ تھی کہ مرہٹہ ساہوکار اس کی یقین دہانی پر پیشگی دینے پر راضی ہو گئے (۳) حیدر نے تیرہ ۱۳ حوالہ شدہ اضلاع کو اپنے براہ راست انتظام میں لے لیا تاکہ ان کے محاصل سے وہ ساہوکاروں کا قرض ادا کر سکے۔ "حیدر نائک نے تمھیں اپنی عزت آبرو کھونے پر مجبور کر دیا"۔ پیشوا نے گوپال راؤ سے کہا تھا (۴)۔ گوپال راؤ کو اس بات سے اتفاق نہیں تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ حیدر علی شدید مشکلات کا

(۱) S. P. D. جلد ۲۸ خط نمبر ۲۵۴

(۲) 〃 〃 〃 ۲۲۵

(۳) کیفیات حیدر۔ میکنزی مخطوط ص ۲۳ کا بیان ہے کہ کھانڈے راؤ اس کا متصدی اور ویرناچٹی ایک بڑا ساہوکار اس کے ضامن تھے۔

(۴) ٹیکہ سنگرہیہ خط نمبر ۲۳

http://www.apnaorg.com

سامنا کیے بغیر اتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن بنگلور کو کمک اور چناپٹنہ کی فتحیابی سے حیدر علی نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اس کا ایک فاتح کی حیثیت سے خیر مقدم کیا گیا جس نے عزت کے ساتھ امن قائم کر دیا تھا۔

حیدر کو بڑی بڑی جاگیریں اور مرہٹوں کو بڑی رقوم کی ادائیگی نے ریاست کو اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ وہ روزمرہ کے عام اخراجات کی متحمل ہو سکے۔ افواج کی تنخواہ پھر باقی رہنے لگی۔ حیدر اس دوران عملی طور سے سپہ سالارِ اعظم بن چکا تھا۔ راجہ اس توہین اور ہتک کو نہیں بھول سکتا تھا جو اسے ننجاراج کے ہاتھوں اٹھانا پڑی تھی اور مرحوم ڈوڈیو راجہ کے جانشین و صاحب ریاست نے کھانڈے راؤ کے ذریعے حیدر کے ساتھ مل کر سازش کی۔ ایک بار پھر دھرنے کا پرانا ہتھیار استعمال کیا گیا۔

جیسا کہ ولکس نے بیان کیا ہے کہ منصوبہ بہت سادہ سا تھا۔ کھانڈے راؤ نے چند فوجی افسروں سے جو اپنی تنخواہوں کی ادائیگی چاہتے تھے یہ کہا کہ وہ اس سلسلے میں حیدر علی سے رجوع کریں۔ اس نے کہا کہ وہ صرف اپنے ماتحت افواج کی تنخواہوں کا ذمہ دار ہے اور ان کی باقاعدہ ادائیگی کی جا رہی ہے۔ تب فوج نے اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے ذاتی اثر و رسوخ کو کام میں لاتے ہوئے ننجاراج سے درخواست کرے کہ وہ فوجوں کی تنخواہ ادا کر دے۔ انھوں نے بار بار اپنی درخواست دہرائی اور آخر میں اصرار کیا کہ وہ ان کے سربراہ کی حیثیت سے جائے اور ننجاراج کی قیامگاہ پر دھرنا دے۔ حیدر نے ظاہری طور پر بہت ہچکچاہٹ کے بعد ان کی درخواست مان لی۔ ننجاراج اس واقعہ کی حقیقت کو بخوبی سمجھ گیا اور منصوبے کی گہرائی سے اسی وقت واقف ہو گیا۔ جیسے ہی اس نے حیدر کو اپنے دروازے پر دیکھا اس نے حیدر سے ایک نجی ملاقات کی اور غالباً اس میں اس کی سبکدوشی اور اس کے بعد کی زندگی کی تفصیلات طے کی گئیں۔ اس کے بعد اس نے فوجوں سے یہ بتایا کہ اس نے انتظام و انصرام کی خرابی کے تحت یہ فیصلہ کیا ہے کہ ننجاراج سبکدوش ہو جائے اور اپنے عہدے سے استعفا دے دے۔ ان کو بادشاہ کے پاس جانا چاہیے۔ تب حیدر ان کو محل کی طرف لے گیا۔

راجہ جو کہ تمام حالات سے پوری طرح باخبر تھا اپنی افواج کے تمام مطالبات ماننے پر راضی ہو گیا۔ بشرطیکہ حیدر ننجاراج سے اپنے تمام تعلقات توڑ لے۔ حیدر پھر بظاہر ہچکچاتے ہوئے راضی ہو گیا۔ بقایا کی ادائیگی اور آئندہ فوجوں کو باقاعدہ تنخواہوں کی ادائیگی کے سلسلے میں حیدر علی کو مزید علاقے دیے گئے اور اس طرح نصف سلطنت سے زیادہ علاقہ اس کے براہِ راست قبضہ میں آ گیا۔ ننجاراج کو ایک جاگیر دی گئی جس کی آمدنی تین لاکھ پگوڈا تھی اور اس کو ایک ہزار سوار اور

http://www.apnaorg.com

تین ہزار پیادے رکھنے کی اجازت بھی دی گئی لیکن اپنی جاگیر کو جاتے ہوئے وہ میسور میں ٹھہرا اور پھر وہاں سے واپس لوٹا۔ راجدھانی سے آنا قریب اس کا قیام غیر مناسب معلوم ہوا۔ لہذا راجہ کی کونسل نے ——— (حیدر اور کھانڈے راؤ کے مشورے سے) یہ فیصلہ کیا کہ اس کو کوئی بھی فوج رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی جاگیر ایک لاکھ پگوڈا کی کر دی جائے اور حکم دیا گیا کہ وہ فوراً میسور چھوڑ دے۔ ننجاراج نے اس کی تعمیل سے انکار کر دیا چنانچہ حیدر کو حکم دیا گیا کہ وہ میسور کا محاصرہ کرلے۔ ولکس ایک خفیہ دستاویز کا حوالہ دیتا ہے جس کے تحت یہ طے کیا گیا تھا کہ محاصرہ کو خوب طول دیا جائے تاکہ اس کو آئندہ مداخلت کی راہ ہموار کرنے کا ذریعہ بنایا جا سکے کیونکہ بقول ولکس ایسا نہیں لگتا کہ حیدر اپنے ترچناپلی کے طویل قیام میں کوئی اور فائدہ اٹھا سکا ہو۔ ممکن ہے اس بیان میں کچھ صداقت ہو لیکن ولکس اس حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے کہ ناامیدی کی قوت انسان سے حیرت انگیز کام کرا سکتی ہے۔ ترچناپلی کا اناڑی حملہ آور ننجاراج ایک ایسے احسان فراموش شخص کے خلاف آخری لڑائی لڑ رہا تھا جو اپنے عروج کے لیے قدم قدم پر اس کی ذاتی مہر و عنایت کا مرہون منت تھا۔

ایک پرتگیزی مصنف ننجاراج کی ناقابلِ یقین بہادری اور اس کی سفید فام افواج کی بے پناہ شجاعت کا حوالہ دیتا ہے۔ حیدر کامیاب نہیں ہو سکتا تھا اگر ننجاراج کے سفید فام دستے کے سالارِ اعلیٰ بے نٹو ڈی کمپوس (BENTO-DE-COMPOS) نے اپنے اس عہد سے غداری نہ کی ہوتی جو اس نے مریم کے مجسمہ کے سامنے کیا تھا۔(۱) وہ حیدر کے ساتھ مل گیا اور ننجاراج کو دشمن کے سامنے جھکنا پڑا لیکن یہ توقع کے مطابق ہی ہوا تھا۔ یہ یوروپی قسمت آزما جنھوں نے اٹھارویں صدی میں ہندوستانی تاریخ میں ایک اہم رول ادا کیا تھا انھوں نے غداری کو اپنے پیشے کا جزو بنائے رکھا تھا۔ جس کسی نے بھی اپنے دفاع کا منصوبہ ان شریف ذاتوں کے تعاون کے بھروسہ

---

(۱) ایس این سین: حیدر علی کا ایک پرتگالی تذکرہ۔ کلکتہ ریویو دسمبر ۱۹۴۳، پسورلکر دستاویز ۱۱:

PEIXOTO کہتا ہے "دوسرے راجہ کے ساتھ دو یوروپی افسر تھے۔ ایک MANUEL ALVEES جس کے پاس چھ سو (۶۰۰) دستار بند سپاہی تھے جن میں سے ایک سو پچاس یوروپی تھے جو سب کے سب پرتگالی تھے اور دوسرے افسر کا نام BENTO DOS COMPOS تھا جو اسی طرح کے چار سو سپاہ رکھتا تھا۔"

حیدر نے PEIXOTO سے چاہا کہ وہ دونوں یوروپی افسروں کو اس کی حمایت پر آمادہ کرے لیکن مینوئل الوس بنٹو ڈی کمپوس کی طرح راضی نہیں ہوا اور اس وقت تک دوسرے راجہ کے ساتھ رہا جب تک کہ قلعہ کو ناگزیر طور پر چھوڑ نہیں دیا گیا کیونکہ قلعے کے نیچے بارود کی سرنگیں بچھا دی گئی تھیں۔

http://www.apnaorg.com

پر بنایا اُس نے گویا ریت پر اپنا محل کھڑا کیا۔ ہتھیار ڈال دینے کے بعد ننجاراج کو کونور جانے کی اجازت دے دی گئی۔ ننجاراج کی جاگیر حیدر کے حوالے پہلے ہی کر دی گئی تھی لیکن اس نے اس پر قناعت نہ کی اور میسور کا محاصرہ اور اپنے دفاعی اخراجات کے طور پر مزید علاقوں کا مطالبہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی کھانڈے راؤ نے مخالفت کی مگر وہاں حیدر کو روکنے والا کوئی نہ تھا چنانچہ اس کے علاقہ میں چار اضلاع کا اور اضافہ کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ سے حیدر اور اس کے اب تک کے حامی کھانڈے راؤ کے تعلقات میں سرد مہری پیدا ہو گئی۔

کھانڈے راؤ نے حیدر کے محاسب کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ بیدر کے سپاہیوں کی تنظیم کے سلسلے میں حیدر اس کا شرمندۂ احسان تھا کہ جس کی بدولت وہ اپنی فوجی مہمات میں اس کے لیے اس قدر نفع بخش ثابت ہوا تھا۔ جب حیدر ڈنڈی گل میں تھا تو کھانڈے راؤ نے ہی سرنگاپٹم میں اس کی نمائندگی کی تھی اور آقا کی خدمت کے جوش میں کوئی اس کا ہمسر نہ تھا۔ وہ حیدر اور شاہی خاندان کے درمیان ایک کڑی بن گیا تھا اور اسی کی چستی و چالاکی اور بصیرت و دُور اندیشی نے اس منصوبہ کو جنم دیا جس کے نتیجے میں ننجاراج کی سبکدوشی اور اس کی جگہ حیدر کی تقرری عمل میں آئی۔ اپنی خدمات کے صلے کے طور پر اس کو ریاست کے اس حصّے کا پردھان یا دیوان مقرر کر دیا گیا جو اس وقت تک حیدر کے حوالے نہیں کیا گیا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ حیدر کو دیے گئے علاقے کا بھی دیوان بنا رہا۔ اپنی اس دوہری حیثیت میں وہ ساری مملکت کے مالی انتظامیہ پر اپنا تسلط قائم کر سکتا تھا۔ حیدر کے روز بروز بڑھتے ہوئے مطالبات نے کھانڈے راؤ کے ذہن میں تنفر کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ صاحب ریاست ملکہ اور کٹھ پتلی راجہ بھی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ وہ آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئے ہیں۔ حیدر فوج کا سپہ سالار اور نصف سے زائد سلطنت کا مالک تھا اور اس نے راجہ کو اسی طرح تاج و تخت کی زینت بنائے رکھا جیسے اس سے پہلے ننجاراج نے بنا رکھا تھا۔

جب ہم حیدر کے عروج کی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ حیدر ایک ہیرو کی فیاضانہ اور بہادرانہ روح سے محروم تھا جو خطرات کو دعوت دیتا ہے، شہرت کو رجھاتا، حیلہ و فریب کو کسرِ شان سمجھتا ہے اور دوسروں کی اطاعت و فرمانبرداری کو للکارتا ہے۔ وہ اپنے مقاصد کے مسلسل و مستحکم حصول کے لیے زیادہ ممتاز نظر آتا ہے، اس کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ وہ ذرائع کی لچک کا قائل تھا اور اپنے حوصلہ و امنگ کی خاطر اپنے جذبات کو دبانا جانتا تھا۔ اس کے کردار کی ایک نمایاں خصوصیت یہ نظر آتی ہے کہ وہ بے رحم انتقام اور سنگدل کینہ پروری کے جذبات رکھتا

http://www.apnaorg.com

تھا اور سمجھتا تھا کہ کمل احسان ناشناسی مفید ثابت ہوتی ہے اور احسان شناسی مہنگی پڑتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی بہت سی تدبیروں اور چالوں میں فخر، گھمنڈ اور وصف و خوبی کی کشاکش ملتی ہو لیکن کوئی بھی اس کی اس صلاحیت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس نے مقاصد کو ہمیشہ صحیح اولیت و فوقیت دی جو اس کی مصلحت بینی کے ساتھ مل کر اس کو ہمیشہ ایک کامیابی سے دوسری کامیابی کی طرف لے گئی۔ اُس نے بڑی مستعدی اور چالاکی سے حیلہ، فریب اور طاقت کو پہلے اپنے اقتدار کو قائم کرنے اور پھر اس کو مستحکم کرنے میں استعمال کیا۔

http://www.apnaorg.com

باب ۴

شکستیں اور بازیابی

۱۷۶۰ء سے ۱۷۶۱ء

حیدر کا غاصبانہ تسلط مکمل ہو چکا تھا۔ اِس لیے قدرتی بات تھی کہ راجہ کی وفادار جماعت کا حیدر کے اقتدار کو ختم کرنے کی کوشش کرنا ایک فطری امر تھا۔ حیدر کے دیوان ہونے کی حیثیت سے کھانڈے راؤ سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ ایسی سازشوں کی طرف سے چوکنا رہے گا اور اس کا ساتھ دے گا چنانچہ سب سے پہلے انھوں نے کھانڈے راؤ کو اپنا ہم نوا بنا لیا۔ شاہی جماعت کے سربرآوردہ افراد میں پردھان وینکٹ پنیا، خزانہ کے افسر اول وینکٹ پنیا ثانی، ویرنا چٹی اور رانیہ شاستری شامل تھے۔[1] بے دست و پا راجہ اور راج ماتا کے مشورے سے انھوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ حیدر کو سلطنت سے نکال باہر کیا جائے اور اس کے خطرے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ کھانڈے راؤ کو توڑ لیا گیا اور وہ اپنے سرپرست سے منہ موڑ کر اُس کے نکالنے میں عملاً شریک ہو گیا۔ کھانڈے راؤ کی بے وفائی پر دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے کرمانی لکھتا ہے کہ "ایک چھوٹے تالاب کا پانی بہت جلد بدبودار ہو جاتا ہے۔" سازشیوں نے مرہٹہ سردار وساجی پنڈت[2] کے ساتھ بھی مفاہمت کر لی

(۱) حیدر نامہ

(۲) S.P.D جلد ۸ خط نمبر ۲۶۶ وساجی کرشنا نے بالکو باتانیا کو لکھا تھا "میسور کے حکمران گوپال راؤ کے ساتھ کیے گئے معاہدے کے مطابق وہ دو سال کا خراج دینا منظور کر لیا ہے اور اس کے علاوہ وہ تین لاکھ چارہ کے اخراجات کے لیے بھی دے گا اس نے وہ علاقے بھی واپس کر دیے ہیں جن پر اُس نے قبضہ کر لیا تھا اور مزید برآں وہ سرکار یعنی پونا حکومت کا حامی ہو گیا ہے۔"

http://www.apnaorg.com

اور یہ طے پایا کہ حیدر پر ایک ساتھ حملہ کیا جائے۔ حیدر علی کی بیشتر افواج فرانسیسیوں کی امداد کے لیے مخدوم علی کے ساتھ گئی ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ اسماعیل صاحب اور پیکسوٹو بھی دوسرے لشکر کے ساتھ انیکل کی طرف روانہ ہو چکے تھے جہاں سے ان کا ارادہ ارکاٹ کی جانب کوچ کرنے کا تھا۔ اس کے پاس صرف دو یا تین رسالے پیادہ فوج کے رہ گئے تھے جو تقریباً پندرہ سو افراد پر مشتمل تھے۔ چار سو گھوڑے اس کے اپنے خاص اصطبل کے تھے اور ایک ہزار غیر مسلح پیادے باقی بچے تھے۔ حیدر پر حملہ کرنے کی تاریخ ۱۲ اگست ۱۷۶۰ء مقرر کی گئی تھی۔ مقررہ دن صبح کے وقت فصیلوں سے حیدر پر گولہ باری شروع ہو گئی۔ وہ جدید "دریا دولت باغ" میں خیمہ زن تھا۔ حیدر کے لیے یہ سب کچھ اچانک اور غیر متوقع تھا۔ دریا کے شمالی کنارے پر کھانڈے راؤ کے بھیجے ہوئے دستوں نے حیدر کے پیادہ اور سوار دستوں کا صفایا کر دیا۔ مرہٹے وقت پر نہیں آسکے۔ کھانڈے راؤ نے اپنے آخری حملے سے پہلے ان کی آمد کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔ وساجی دس ہزار افواج اور دس توپوں کے ساتھ آرہا تھا۔ حیدر اور کھانڈے راؤ کے درمیان پیغامات کا تبادلہ ہوا، شاید ایک دوسرے کو بہلانے کے لیے۔ حیدر نے کسی نہ کسی طرح دن گذارا اور رات ہوتے ہی بھاگ نکلا۔ اس نے دریا کے کنارے سارے ملاحوں کو ان کے نوکروں سمیت پکڑ لیا تھا۔ وہ اپنے خاندان والوں کو چھوڑ کر اور اپنے ساتھ صرف دو تین سو بہترین شہ سواروں اور چاندی سونے کے تھیلوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ خوش قسمتی سے دریا کے شمالی ساحل پر اس کو اترنے کی ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں پہرے دار نہیں تھے۔ اس کی ایک امکانی توجیہہ یہی کی جاسکتی ہے کہ کھانڈے راؤ اس کو جان سے نہیں مارنا چاہتا تھا بلکہ اس کو فرار ہونے کے تمام مواقع دینا چاہتا تھا۔ ولکس کہتا ہے کہ نیکی کا یہ برتاؤ سیاسی لحاظ سے ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھا۔(۱) مینوئل الوس جو کہ حیدر کی ملازمت میں تھا مارا گیا اور دوسرے یوروپیوں نے برہمن سے اپنی وفاداریاں وابستہ کر لیں۔(۲) حیدر علی کھانڈے راؤ کو اچھی طرح جانتا تھا اور اس کو یقین تھا کہ وہ اس کے خاندان کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا۔

حیدر پہلے انیکل گیا جہاں اسماعیل ایک سوار دستے پر مقرر تھا۔ اسماعیل کو فوراً بنگلور بھیجا گیا تاکہ وہاں کے کمان دار اور ایک پرانے ساتھی کبیر بیگ کی وفاداری کا پتہ لگایا جاسکے۔ اسماعیل

---

(۱) ولکس جلد اوّل ص ۱۰۸، ۴

(۲) پیکسوٹو کتاب اوّل

http://www.apnaorg.com

کی یقین دہانیوں کی بنیاد پر حیدر علی انیکل کے دستے کے ساتھ تیزی سے روانہ ہوا اور ۱۲ تاریخ کی شام کو وہاں پہنچا۔ اس کے ناقابل تسخیر حوصلے اور پھرتی نے حیدر کو بچالیا لیکن بنگلور، انیکل، ڈنڈی گل اور بارہ محل کے سوا اس کے پاس اور کچھ نہیں بچا تھا۔ اس کو از سر نو اپنی زندگی شروع کرنا تھی۔ وساجی پنڈت اپنی فوجوں کے ساتھ اس دوران کھانڈے راؤ سے آملا تھا۔ حیدر زیادہ سے زیادہ یہ امید کر سکتا تھا کہ وہ بنگلور میں اس وقت تک اپنا دفاع کر سکے جب تک کہ مخدوم علی اپنے دستوں کے ساتھ اس سے آملنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ بنگلور کے تاجروں کو سمجھا بجھا کر اور ڈرا دھمکا کر حیدر ان سے چار لاکھ روپیہ بطور قرض حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہاں پر یہ بات کہہ دینی چاہیے کہ بعد میں حیدر نے یہ رقم ادا کر دی۔[1] وہ ہمیشہ ساہوکاروں اور مہاجنوں سے اچھے تعلقات قائم رکھنے کا قائل تھا۔ یہی ایک ایسی تجارتی جماعت تھی جس کے نزدیک ہر حوصلہ مند سیاستدان کو ہر وقت یہاں تک کہ ناسازگار حالات میں بھی اپنی ساکھ قائم رکھنی پڑتی تھی ورنہ بحرانی حالات میں اس کو مشکلات پر قابو پانا بہت مشکل ہو جاتا۔

حیدر نے فرانسیسیوں کے ساتھ ایک معاہدہ ۴ جون ۱۷۶۰ء کو اس نیت سے کیا کہ انگریزوں کو ملک سے باہر نکالا جائے۔[2] راستہ صاف کرنے کی خاطر اس نے ضلع بارہ محل پر قبضہ کر لیا جو کہ کڈاپہ کے نواب کی ملکیت میں تھا۔ اس نے انیکل کو بھی اس کے پالیگار سے چھین لیا۔ تیاگر کا قلعہ فرانسیسیوں نے اس کے حوالے کر دیا تاکہ وہاں فوج رکھی جا سکے اور دونوں کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رہے۔ حیدر کی ہدایات کے مطابق جب مخدوم تیزی سے واپس ہوا تو اس نے تیاگر، کرشناگری، رپاکوٹائے اور انیکل کا راستہ اختیار کیا۔[3] لیکن موخر الذکر مقام پر وہ مرہٹوں اور راجہ کی فوجوں کے بیچ محصور ہو کر رہ گیا۔ کرمانی کہتا ہے کہ اگرچہ مرہٹے بھیڑ کا دل رکھتے تھے (یعنی بزدل و ڈرپوک تھے) مگر وہ ٹڈیوں کی طرح بے شمار تھے اور مخدوم کے گرد مکھیوں کی طرح پھیل گئے۔[4] بنگلور کی جانب پیش قدمی کرنے کے بجائے اسے انچٹی کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ حیدر نے

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳ جان اسٹریچی کا ایک خط

(۲) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۱۲ اورمے جلد دوم ص ۶۴۲ معاہدہ پر دستخط ۲۷ تاریخ کو ہوئے۔

(۳) مخدوم تیاگر سے ۱۶ ستمبر ۱۷۶۰ء کو روانہ ہوا تھا۔ اورمے جلد دوم ص ۶۸۶

(۴) نشان حیدری، مائلس ص ۸۲

بنگلور سے اس قدر فوج جتنی وہ بنگلور کی دفاعی طاقت کو نقصان پہنچائے بغیر بھیج سکتا تھا فوراً مخالف افواج کا گھیرا توڑنے کے لیے بھیج دی۔ حیدر کی امدادی فوج کی تعداد چودہ سو پیادہ، تین سو سوار اور ڈھائی سو توڑے دار بندوقچیوں پر مشتمل تھی جن کے پاس بارود و گولے تھے۔ اس کے علاوہ نقدی سے لدے بارہ اُونٹ، چار سو افراد سامان رسد کے ساتھ اور پانچ سو مزدور سڑکوں کو ہموار کرنے کے لیے بھی تھے۔[1] اس فوج کی قیادت میر فیض اللہ کے سپرد تھی جو مرحوم نواب سرا کا داماد تھا اور جو ناساز گار حالات میں بنگلور میں آکر حیدر سے مل گیا تھا۔ فیض اللہ کی امدادی فوج مرہٹہ افواج کی سخت گولہ باری میں سے ہو کر گذری۔ یہ کمک کلا منگلم پہنچی مگر مخدوم جو ایک دن پہلے مرہٹوں کے ہاتھوں سخت شکست سے بال بال بچا تھا اس وقت انچیٹی پہنچ چکا تھا۔ مرہٹوں نے فیض اللہ کو ایک کھلے میدان میں لڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ فیض اللہ کے لشکر نے اپنے نو سو پیادے اور ایک سو تیس سوار کھو دیے تھے جو یا تو جنگ میں مارے گئے یا زخمی ہو گئے تھے یا قیدی بنائے گئے تھے۔ مگر مراٹھے مال غنیمت کی تقسیم پر آپس میں لڑ پڑے۔ کچھ قیدی افراتفری کی اس حالت میں قید سے نکل بھاگنے اور اپنی فوج سے جا ملنے میں کامیاب ہو گئے۔ مخدوم کا یہ کہنا غالباً حق بجانب تھا کہ "مرہٹے سپاہی سے زیادہ چور ہیں"[2]

تاہم حیدر اس وقت بالکل بے یار و مددگار تھا۔ امدادی کمک بری طرح شکست کھا چکی تھی اور مخدوم محصور تھا۔ حیدر کا مستقبل تاریک ہوتا نظر آ رہا تھا۔ مرہٹوں سے صلح کی گفت و شنید بہت دنوں سے چل رہی تھی۔ اچانک مرہٹے بہت ہی زیادہ صلح جو نظر آنے لگے اور وہ اس وقت اس شرط پر اپنی فوجوں کی واپسی پر راضی ہو گئے کہ حیدر ان کو صلح کے معاوضے میں پانچ لاکھ روپیہ دے اور بارہ محل سے دستبردار ہو جائے۔ قسمت نے جس طرح پلٹا کھایا تھا وہ اس وقت حیدر کے لیے ناقابل فہم تھا مگر اس نے مستعدی سے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ ارکاٹ کے نواب نے بھی مرہٹوں کو ایک گراں قدر رقم ادا کی۔ اگرچہ ایسا لگتا ہے کہ وساجی نے اپنے آپ کو حیدر علی اور محمد علی کے ہاتھ بیچ دیا تھا مگر اس کی واپسی درحقیقت شمالی ہند میں مرہٹوں کے نازک حالات کی بنا پر ہوئی تھی جن کے سبب بعد میں ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو انھیں پانی پت میں شکست کھانی پڑی۔ اس وقت کے حالات میں وساجی کو بہتر سے بہتر ممکن شرائط پر صلح کرنی پڑی۔ ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو پانڈیچری کو کوٹے کے

---

(۱) پیکسوٹو کتاب اوّل

(۲) " " "

http://www.apnaorg.com

حوالے کرنا پڑا۔ ایلین اور ہیوگل کے زیر قیادت تین سو فرانسیسی سپاہیوں نے حیدر علی کی ملازمت اختیار کرلی۔(۱) پانی پت میں مرہٹوں کی شکست کی اطلاع جب حیدر کو ملی تو اس نے بارہ محل کے اضلاع حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ کرشناگری کے فوجدار سے جب قلعہ کو حوالے کرنے کے لیے کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ محض ایک حکم کی بنیاد پر علاقوں اور قلعوں کی دستبرداری کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ جب مرہٹوں نے معتبر تصدیق کے لیے اصرار کیا تو حیدر نے دوبارہ حکم دینے یا دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔(۲)

مخدوم علی کے دستوں کے آملنے سے حیدر کو بہ لحاظ تعداد کھانڈے راؤ پر برتری حاصل ہوگئی لیکن فوج کا ایک کافی بڑا حصہ سیلم اور کوئمبٹور بھیج دیا تاکہ کھانڈے راؤ کے نمائندوں سے ان علاقوں کو واپس لیا جاسکے۔ مقابلے کی صورت میں جو کہ ناگزیر معلوم ہوتا تھا اس کو محض ان علاقوں کے وسائل پر ہی بھروسہ کرنا تھا چنانچہ یہ ضروری تھا کہ اس لشکر کی پیش قدمیوں کی پوری طرح حفاظت کی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے اس نے سوسیل کے مقام پر دریائے کاویری کو عبور کیا۔ وہاں کھانڈے راؤ اپنی افواج کے ساتھ موجود تھا لیکن حیدر جسے اپنی صلاحیتوں پر بہت زیادہ بھروسہ تھا پھر سپاہیوں کی تعداد کے اعتبار سے کم تر ہوگیا تھا۔ کھانڈے راؤ نے "حیدر کے پیادہ سواروں کو اپنا رُخ بدلنے پر مجبور کر دیا اور ابھی وہ اس مرحلے ہی میں تھے کہ اُس نے ان پر گولہ باری شروع کر دی۔ اس موقعہ پر اس کو کافی کامیابی ہوئی اور حیدر کو شدید نقصانات اٹھا کر پسپا ہونا پڑا لیکن اس پسپائی کے باوجود اُس کی فوج خاصی منظم تھی۔(۳) حیدر تب اچانک بہت انکسار کے ساتھ کونور میں نجاراج کے سامنے

---

(۱) فوجی مشورے جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۱۵

(۲) نشان حیدری مائلس ص ۸۹

(۳) ولکس جلد اوّل ص ۴۲۶ ناگنجین گرمہ میں کھانڈے راؤ کی اس فتح کے بارے میں مجھے نہ تو کسی مرہٹہ وقائع میں کچھ مل سکا اور نہ ہی پیکسوٹو یا نورنہ کے ہمعصر پرتگالی بیانات میں۔ یہاں تک ہمعصر انگریزی دستاویزات بھی اس سلسلے میں خاموش ہیں۔ فارسی روزنامچے حیدر کی ہلکی سے ہلکی شکست کا بھی ذکر کرنے کے عادی نہیں ہیں بلکہ وہ تو بعض اوقات شکستوں کو بھی فتح کے روپ میں پیش کرتے ہیں لیکن کھلے میدان میں ہزیمت۔ جیسا کہ ولکس بیان کرتا ہے۔ غالباً ممکن تھی ورنہ کونور میں نجاراج کے سامنے ہم حیدر کی اچانک حاضری کی کوئی تعبیر نہیں کرسکتے۔

http://www.apnaorg.com

حاضر ہوا۔ اس کی رائے یقیناً ننجاراج کی فہم و فراست کے بارے میں اچھی نہیں تھی ورنہ اس کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ ایسی تصنع آمیز اداکاری کارگر نہیں ہوگی لیکن ہوا کچھ ایسا ہی۔ حیدر نے اپنے گذشتہ برے کاموں پر اپنے شدید پچھتاوے کا مظاہرہ کیا اور اپنے مصائب کے لیے اپنی احسان ناشناسی کو اس طرح ذمہ دار ٹھہرایا کہ ننجاراج جس کو ہمیشہ یہ فخر رہا تھا کہ حیدر کا عروج اسی کی دین ہے پوری طرح سے دھوکہ کھا گیا۔ اس وقت یہ فیصلہ ہوا کہ ننجاراج سرواد ھیکاری کے فرائض انجام دے گا اور حیدر دلوائی کا منصب سنبھالے گا۔ اس نے اپنی نجی فوج جو پندرہ سو سپاہیوں اور تین توپوں پر مشتمل تھی حیدر کو مستعار دے دی [۱] لیکن اس سے زیادہ جو چیز اہم تھی وہ یہ کہ حیدر کو اس کے نام اور اس کی ساکھ سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ مل گیا۔ ننجاراج کے نام نے تو کرامت ہی دکھادی۔ برطانوی دستاویزات اس عجیب و غریب اتحاد کو یوں بیان کرتی ہیں: ——"حالات کی یکسانی نے میسور کی سلطنت میں ایک غیر معمولی اتحاد پیدا کر دیا۔ پہلے کبھی حیدر نانک کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ننجاراج کو سرنگاپٹم سے بھاگنا پڑا تھا۔ موجودہ وزیر اعظم نے بہت تاخیر سے حیدر نانک کو ہٹا کر خود اس کی جگہ لی تھی۔ اب ننجاراج اور حیدر نانک دونوں نے اپنے مفادات کے تحت اتحاد کیا تھا تاکہ وہ راجہ کو مجبور کر سکیں کہ وہ کھانڈے راؤ کو ان کے غیظ و غضب کی بھینٹ چڑھا دے"[۲] کبھلالا وادی میں حیدر کی فوجوں اور ننجاراج کی نجی سپاہیوں کا اجتماع ہوا۔ شاہی فوج نے کھانڈے راؤ کی قیادت میں پیش قدمی کی۔ وہ یوروپی بندوقوں سے مسلح چار ہزار سپاہیوں اور تین ہزار سواروں پر اور پچاس یوروپی سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ چھ میدانی توپ خانے، ضروری سامان رسد اور دو سو سوار بھی ساتھ تھے۔ اگر اس اصول کو مان لیا جائے کہ جنگ میں بہ لحاظ تعداد بڑی فوج چھوٹی فوج کو شکست دیتی ہے تو اس بار حیدر کی ہار یقینی تھی لیکن حیدر نے وہ چال چلی کہ کھانڈے راؤ جیسا چالاک بھی اتنی آسانی سے دھوکہ کھا گیا کہ اس کی تفصیل بیان کرنا ضروری ہے۔ فن جنگ کے ایک ماہر نے کہا ہے کہ جنگ میں اخلاقی اور مادی اسباب میں تین اور ایک کی نسبت ہوتی ہے — کھانڈے راؤ جس فوج کو اتحاد کے ایک دھاگے میں پروئے ہوئے تھا اس کا ایک بڑا حصہ بھگوڑوں پر مشتمل تھا چنانچہ وہ ان کی وفاداری اور اس کی پائیداری پر بہت زیادہ بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

---

(۱) پرتگالی دستاویز حصہ III نورونہ کا بیان

(۲) فوجی مشورے جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ ص ۱۷

http://www.apnaorg.com

صرف اتنی معمولی سی اخلاقی بات تدبیر جنگ کی وضاحت بخوبی کر دیتی ہے لیکن حیدر اپنے سپاہیوں پر بے جھجک بھروسہ کر سکتا تھا کیونکہ وہ نامساعد حالات میں اس کے جھنڈے تلے آئے تھے۔ اس نے کھانڈے راؤ کے بعض افسروں میں عدم اعتماد کی فضا سے بھرپور فائدہ اُٹھایا چنانچہ اُس نے کچھ جوابی نوعیت کے خطوط لکھے جن میں بڑے انعام واکرام دینے کے وعدے کیے گئے بشرطیکہ وہ اس رات اپنے کمان دار اور قائد کھانڈے راؤ کو قتل کر دیں۔ پیغام رساں جان بوجھ کر چھاؤنی کے نگرانوں کے ہاتھ لگ گیا اور کھانڈے راؤ کے پاس لایا گیا۔ کھانڈے راؤ نے اپنے افسروں اور حیدر علی کے درمیان سازشی خطوط کے تبادلہ کا شک کیا اور اپنی فوج کو چھوڑ کر وہ چپ چاپ سرنگاپٹم روانہ ہو گیا (۱)۔ تمام فوج اور افسروں کو اپنے سردار و قائد کے یوں اچانک فرار کی خبر سن کر بڑا تعجب ہوا۔ ایک افراتفری مچ گئی اور جس کا جدھر سر سمایا بھاگ کھڑا ہوا۔ حیدر کو پل پل کی خبر مل رہی تھی چنانچہ اس نے لشکر پر آگے پیچھے سے ایک شدید حملہ کیا اور وہ اتنا کامیاب رہا کہ صبح کے سات بجے تک تمام فوج، اس کی توپوں، سامان رسد اور اسباب پر اس کا قبضہ تھا۔ صرف چند تیز شتر سوار ہی اپنی جان بچا کر بھاگ سکے۔ شکست خوردہ سپاہیوں میں سے بیشتر کو اپنی فوج میں شامل کر کے اُس نے خود کو اور بھی مستحکم کر لیا۔ ایک ہمعصر پرتگالی دستاویز میں اس واقعہ کو تھوڑی سی رد و بدل کے ساتھ یوں بیان کیا گیا ہے: "چونکہ فوج میں کالوس (چھوٹے افسروں) کی اکثریت مسلمان تھی ہوشیار باغی نے اپنے تحائف اور دعووں سے ان کو بہ آسانی توڑ لیا چنانچہ وہ اپنے ہتھیار، توپ خانہ اور تمام دوسرا ساز و سامان چھوڑ کر اندھا دُھند بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح چالباز باغی مسلمان کو فتح نصیب ہو گئی۔" (۲)

حیدر وہاں چار پانچ دن تک مقیم رہا۔ کھانڈے راؤ اپنے باقی ماندہ سپاہیوں کے ساتھ سرنگاپٹم جا رہا تھا جہاں میسور دروازے کے پاس بہت سے بھگوڑے سپاہی جمع ہو گئے تھے ان غیر منظم ٹکڑیوں پر حیدر نے اچانک ایک شب خون مارا اور جتنا ان کو نقصان پہنچا سکتا تھا پہنچا کر واپس آ گیا۔ حیدر ایک طویل محاصرہ کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اس نے وقتی طور پر سرنگاپٹم کو تنہا چھوڑ دینا مناسب سمجھا اور یہ بہتر جانا کہ پہلے ان علاقوں کو دوبارہ حاصل کرے جو ابھی تک کھانڈے راؤ

---

(۱) پرتگالی دستاویز حصہ III نورونہ کا بیان

(۲) " " " II

کے لوگوں کے قبضے میں تھے۔ یہ علاقے ست گوڈ، ایرود، سنکری درگ، پلنی اور دھر لوپرم تھے۔ اس کے بعد اس نے سرنگا پٹم پر چڑھائی کی۔ راستے میں وہ میسور میں داخل ہوا اور نجا راج کو وہاں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اس نے سرنگا پٹم کے محاصرے کا انتظام کیا لیکن اس کی کوئی بھی ترکیب کارگر ہونی ناممکن تھی کیونکہ ایسی جگہ کے محاصرے کے لیے نہ تو فوج کافی تھی اور نہ آلات حرب ہی۔[1] محاصرے کی تیاریاں ہونے کے چند دن بعد ہی راجہ نے سمجھوتے کے لیے شرائط پیش کیں۔ بد قسمتی اور ناکامیوں کی وجہ سے کھانڈے راؤ کی ساکھ جاتی رہی تھی۔ سرنگا پٹم میں اقامت پذیر غیر ملکی افسر اور دوسرے کارندے جو کہ حیدر اور نجا راج کے ہمنوا تھے برابر کوشاں تھے کہ راجہ اور حیدر کے درمیان پھر سے مصالحت ہو جائے اس کے لیے وہ کھانڈے راؤ کو بھی بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار تھے۔[2] حیدر کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ حیدر نے محل کی بیگمات کو خوفزدہ کرنے کے لیے محل پر چند گولے پھینک دیے۔ جیسے ہی یہ گولے زنانے حصے پر لگے ایک زبردست شور و غل ہوا اور تمام عورتیں روتی چیختی اور دہائی دیتی ہوئی راجہ کے پاس گئیں۔ عورتوں کی آہ و زاری نے اس کے ہوش و حواس گم کر دیے اور اس نے حیدر کے پاس خوفزدہ ہو کر پیغام بھیجا۔[3] حیدر کی شرائط کا مطلب تھا مکمل دستبرداری۔ راجہ نے کھانڈے راؤ کو بھی حیدر کے حوالے کرنا تھا۔ تین لاکھ سالانہ آمدنی کا علاقہ راجہ کو اور ایک لاکھ کا نجا راج کو دیا گیا۔ بقیہ علاقے کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری حیدر کی تھی۔ راجہ کی دستکشی کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ حیدر نجا راج کو کبھی بھی دلوائی کے اختیارات نہیں سونپے گا چنانچہ حیدر نے، جو اس وقت تک ہمیشہ وعدے کی پابندی کرتا تھا جب تک اس کے مفاد میں ہو، نجا راج کو میسور میں ہی رکھا اور اس طرح پرانا غاصب گمنامی کے گڑھے میں جا گرا۔ حیدر سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ کھانڈے راؤ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے[4] اور اس نے ازراہ شفقت کہا تھا کہ وہ اُسے حرم کی پالتو چڑیا کی طرح رکھے گا۔ حیدر مبہم بیانات کا بڑا ماہر تھا۔ پیکسوٹو کہتا ہے کہ "تب ایک بڑی آزمائش شروع ہوئی

---

(۱) پیکسوٹو کتاب اوّل

(۲) یہ بات کچھ کم اہم نہیں ہے کہ راجہ کی دستبرداری کی شرائط کی گفت و شنید کرنے کے عوض پردھان وینکٹ پتیا کو انعام میں کوئی گل تعلقہ دیا گیا تھا (حیدر نامہ)

(۳) نشان حیدری مخطوطہ ورق ۲۳، ۲۲ الف

(۴) ، ، ، ورق ۲۴

جس میں ایک بھی شخص سزا سے نہ بچ سکا جس نے اس کے خلاف ذرا سا بھی کچھ کیا تھا ان تمام تحقیقات کے دوران ایک محافظ کے زیر نگرانی کھانڈے راؤ برابر اس کی مدد اور مقصد براری کرتا رہا۔ کیونکہ وہ خواہشات ایسے شخص کی تھیں جس پر اس کی زندگی کا انحصار تھا۔ جب یہ سب ہو گیا تو اس کو ایک پنجرہ میں بند کر کے بنگلور بھیج دیا گیا جہاں وہ ایک سال سے زیادہ اپنی موت کے وقت تک رہا۔(۱)

حیدر سنگدل، بیدرد اور بے رحم تھا۔ کھانڈے راؤ اس کو تباہی کے بالکل قریب لے جا چکا تھا۔ اس تصادم میں فتح اصل میں اس کی قسمت، اس کی بے جھجک بہادری اور جرأت کی بدولت ہوئی لیکن یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ اس کا سوانح نگار غصے بھرے لہجے میں بار بار اس برہمن کے پاجی پن اور ناشکری کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق وہ ایک بجا طور سے ایک کتے کی موت مر گیا جبکہ سوانح نگار حیدر کو ناسپاسی و احسان فراموشی کا بدلہ لینے والا بتاتا ہے۔ اس سلسلے میں حیدر کے عیش و طرب کے لمحات کے ہم نشین لیلین خاں کا ایک فقرہ دہرانا مناسب ہوگا۔ ایک بار حیدر نمک حرامی کے خلاف ایک ہجو یہ گفتگو کر رہا تھا۔ اسی وقت اس نے لیلین خاں کو دیکھا اس نے کہا "میری طرف آپ کیوں دیکھ رہے ہیں اس موضوع پر آپ کو ننجاراج سے مشورہ کرنا چاہیئے"(۲) کھانڈے راؤ اور حیدر دونوں ایک ہی جیسے احسان ناشناس تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ کھانڈے راؤ ناکام رہا جبکہ حیدر کامیاب۔ آخر کار کھانڈے راؤ کی شکست کے بعد حیدر سلطنت خداداد میں اپنے کو محفوظ سمجھ سکتا تھا (وہ میسور کی ریاست کو سلطنتِ خداداد کہتا تھا)۔

کھانڈے راؤ کے انجام سے ہمیں ہمدردی ہوتی ہے۔ وہ یقیناً ایک باصلاحیت شخص تھا وہ ایک لائق منتظم اور قابل ماہرِ مالیات تھا اور کسی فوجی تربیت کے بغیر اس نے فوجی معاملات کی خاصی سوجھ بوجھ حاصل کر لی تھی لیکن وہ غیر متزلزل قوت و مضبوطی اور عزم آہنی کی اُن صلاحیتوں سے محروم تھا جن سے اس کا حریف مالا مال تھا۔

---

(۱) پیکسوٹو کتاب اوّل

(۲) ولکس جلد اوّل، ص ۴۲۲

http://www.apnaorg.com

باب ۵

فتوحات

۱۷۶۱ء سے ۱۷۶۳ء

نظام صلابت جنگ ایک احمق انسان تھا ۔ اس کا بھائی بصالت جنگ کچھ دنوں اس کا دیوان رہا لیکن اس کے دوسرے بھائی نظام علی نے جو ایک کامیاب سازشی تھا اس کو نکال باہر کیا اور بصالت حیدر آباد سے اپنے مرکز حکومت ادونی چلا گیا ۔ صلابت جنگ نظام علی کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا ۔ جولائی ۱۷۶۱ء میں اس کو قید کر دیا گیا اور پندرہ ماہ بعد اس کو قتل کر کے خود نظام علی تخت شاہی کا مالک بن بیٹھا ۔ فطری طور پر بصالت جنگ بھی جنوب میں اپنے اقتدار اعلیٰ اور خود مختاری کے خواب دیکھ رہا تھا مگر جنوب اور جنوب مشرق میں مرہٹہ علاقوں کی ایک پٹی ہونے کے سبب اس کے توسیع پسندی کے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتے تھے ۔ ۱۷۶۰-۱۷۶۱ء میں اس کو ایک کھلا میدان مل گیا ۔ ادگیر اور پانی پت کی مہموں کی وجہ سے مرہٹوں کی توجہ دوسرے علاقوں کی جانب مبذول ہو گئی تھی اور وہ مرہٹہ افواج جن کو جنوب میں ہونا چاہیئے تھا یا تو شمال کی جانب بھیج دی گئی تھیں یا اپنے اپنے مرکز پر مقیم تھیں تاکہ جنوب کی طرف افغانوں کی اچانک یورش کی مدافعت میں ان کو استعمال کیا جا سکے ۔ بصالت نے اپنے اِرد گرد واقع بکھری ہوئی ریاستوں کے آسان اور قابل الحاق علاقوں کو اپنے دائرۂ اختیار میں لانا شروع کر دیا ۔"(۱)

اس نے سرا اور اس کے ماتحت علاقوں، ہوسکوٹ اور دوسرے قلعوں کو جو کبھی مرہٹوں کے قبضے میں رہے تھے اپنے دائرۂ اقتدار میں لانے کا فیصلہ کیا لیکن بصالت جنگ کی صلاحیتیں اور

---

(۱) ولکس جلد اوّل ص ۴۳۷

اس کے وسائل اس کے حوصلے اور امنگوں کا ساتھ نہیں دے رہے تھے چنانچہ جب اس نے سرا کو بہت مستحکم پایا اور اس پر قبضہ کرنا مشکل سمجھا تو اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور ہوسکوٹ کا محاصرہ کر لیا جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ اس کو فتح کر سکے گا۔ اس وقت ہوسکوٹ مکندری پت کے ماتحت سات سو سپاہیوں کی حفاظت میں تھا۔[1] اس نے دو ماہ تک محاصرہ کی سختیاں جھیلیں لیکن تب بھی اس کے جلد فتح ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ دوسری جانب بصالت کے وسائل ختم ہونے کے قریب تھے۔ ہوسکوٹ بنگلور سے صرف ۱۸ میل دُور تھا۔ حیدر اس تمام صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا اور اچھی طرح جان گیا تھا کہ بصالت کی حالت کتنی شکستہ ہو گئی تھی۔ اس نے فیض اللہ کو بصالت کی چھاؤنی بھیجا اور بصالت کو اس شرط پر تین لاکھ روپے دینے کی پیشکش کی کہ اسے سرا کے نواب کا خطاب دیا جائے گا۔ یہ خطاب وہ مرہٹوں سے بھی حاصل کرنے کی امید رکھتا تھا۔[2] حیدر نے اس بات کی قطعی فکر نہ کی کہ بصالت جنگ سرا اور اس کے ماتحت علاقوں کو کاغذی طور پر بھی دینے کا حق رکھتا ہے یا نہیں۔ سندیں تیار کی گئیں اور حیدر علی خاں بہادر سرا کا نواب بن گیا۔ دی لاتور کا بیان ہے کہ بصالت جنگ نے سرا کے محاصرے سے پہلے ہی یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ تمام توپ خانہ، گولہ بارود اور جو چیز بھی قلعے سے لے جائی جاسکے وہ سب بصالت جنگ کا حصّہ ہوں گی اور حیدر کو صرف علاقے پر قبضہ ملے گا۔[3]

اکتوبر ۱۷۶۱ء میں حیدر اپنی افواج کے ساتھ ہوسکوٹ آیا اور بصالت جنگ کی خدمت میں کورنش بجا لایا۔ قلعے پر جلد ہی قبضہ ہو گیا۔ پھر حیدر نے ڈوڈ بالا پور کی طرف کوچ کیا جو سرا کا ایک ماتحت علاقہ تھا اور جہاں عباس قلی خاں مقیم تھا۔ یہ وہی عباس قلی خاں تھا جس نے بتیس ۳۲ سال پہلے حیدر کے خاندان کو اس کے نامساعد حالات میں ستایا تھا۔[4] حیدر کے انتقام کی آگ اس قدر شدید تھی گویا اُسے کوئی تازہ صدمہ پہنچا ہو۔ مگر عباس قلی خاں کو اس کا پہلے ہی سے خدشہ تھا لہٰذا وہ اپنے حرم کی خواتین اور ضروری اسباب کے ساتھ ارکاٹ بھاگ گیا۔

---

(۱) نشان حیدری اور مخطوطہ جلد ۲۔

(۲) نورونہ کا بیان ہے کہ حیدر نے میر فیض اللہ خاں کے باپ اور شہزادہ مذکور کے مقرب خاص میر محمدی خاں کی معرفت یہ معاملہ کر لیا تھا کہ وہ سرا کی حکومت و انتظام کے عوض ۵ لاکھ روپے فوراً اور پھر سالانہ ۲ لاکھ خراج کے طور پر ادا کرتا رہے گا۔

(۳) دی لاتور ص ۵۱ (۴) پہلا باب دیکھو

بصالت و حیدر کی متحدہ افواج تب سرا کے محاصرے کے لیے روانہ ہوئیں۔ یوروپی توپچیوں اور بہترین توپ خانے کی بدولت حیدر کو سرا پر قبضہ کرنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے کامیاب سرنگیں بچھا کر دو برج اڑا دیے اور اس طرح محصورین کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا[1]
سرا مرہٹوں کی رسد کی ذخیرہ گاہ اور کرناٹک کی مہمات کے لیے فوجی رسد گاہ تھی۔ اس نے ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا اور اپنے استعمال میں لایا۔ بنا کسی تاخیر اور کسی کے علم میں لائے بغیر اس نے توپ خانے، تمام بھاری سامان اور دوسرے ضروری اسباب کو جن کو وہ اپنے لیے مخصوص کرنا چاہتا تھا زمین میں دفن کر دیا اور چار پانچ ٹوٹی پھوٹی توپیں جن کے دہانے ناکارہ تھے کچھ بیکار اور پرانے ذخیرۂ بارود کے ساتھ اوپر چھوڑ دیں اور بصالت جنگ کو قلعے پر قبضے کی خبر کے ساتھ مبارکباد کا خط بھیجا۔[2] بصالت اس طرح بیوقوف بن گیا اور ۱۷۶۲ء کی ابتدا میں وہ ادونی کی طرف لوٹ گیا۔

اب حیدر سرا کا حاکم مطلق تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے اس کے ماتحت علاقوں کو فتح کرنا شروع کر دیا لیکن یہ کام آسان نہ تھا۔ ڈوڈ بالاپور سے چودہ میل مشرق میں واقع چک بالاپور کے پالیگار نے شدید مزاحمت کی۔ تین ماہ کے عرصے میں حیدر کے ایک ہزار آدمی مارے گئے۔[3] گوٹی کے مرار راؤ نے جس کا علاقہ حیدر کے نئے مقبوضات کے شمال مشرق میں واقع تھا محصور پالیگار کے حق میں حیدر کی توجہ ہٹانے کی کوشش کی۔ حیدر کے پاس کافی افواج تھیں وہ بیک وقت چک بالاپور کا محاصرہ بھی جاری رکھ سکتا تھا اور مرار راؤ کو میدانِ جنگ میں شکست بھی دے سکتا تھا۔ مرار راؤ نے سوار راؤ گھورپڑے اور کھانڈے راؤ گھورپڑے کو ڈھائی ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجا۔ چک بالاپور سے چار میل کے فاصلے پر ان کا مقابلہ میسور کے ایک دستے سے ہوا جو تین ہزار پیادہ اور بارہ سو سواروں پر مشتمل تھا اور شکست کھا کر ان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔[4] توجہ ہٹانے کی ایک اور کوشش کی گئی مگر وہ بھی ناکام رہی۔ مرار راؤ کی فوجوں کو ایک بار پھر شکست ہوئی لیکن حیدر کو یہ اندازہ

---

(۱) محاصرہ ایک ماہ جاری رہا (نشانِ حیدری)

(۲) نشانِ حیدری مخطوطہ ورق ۲۷ - ۲۶

(۳) اورمے مخطوطہ جلد ۲،

(۴) اورمے مخطوطہ جلد ۲، ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر،

http://www.apnaorg.com

ہو گیا کہ محاصرہ جاری رکھنے کی صورت میں فتح اس کو بہت مہنگی پڑے گی۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کر لیا کہ پالیگار سے سات لاکھ روپیہ پر صلح کر لے جو کہ تین قسطوں میں ادا کیا جائے گا۔(۱) پہلی قسط ادا کر دی گئی چنانچہ حیدر دیوان ہالی لوٹ آیا۔ پالیگار نے مرار راؤ کے پانچ سو مرہٹوں کو قلعے میں تعینات کیا اور خود نندی ورگ کے قلعے میں چلا گیا جو تین میل کے فاصلے پر واقع ایک ناقابل تسخیر قلعہ تھا۔ اس طرح حیدر کو فریب دیا گیا جس پر وہ بہت غضبناک ہوا۔ وہ دیوان ہالی سے تیزی سے روانہ ہوا اور دس دن کی جان توڑ کوشش کے بعد چک بالا پور پر قابض ہو گیا۔ اس نے نندی ورگ پر براہ راست تو حملہ نہیں کیا لیکن یہ انتظام کیا کہ چک بالا پور، دیوان ہالی اور بنگلور کی محافظ فوجیں اس کے ملحقہ علاقوں کو تاخت و تاراج کریں اور اس تک رسد نہ پہنچنے دیں۔ مرار راؤ کو سامان رسد بہم پہنچانے سے روکنے کے لیے حیدر نے اُس پر جارحانہ حملہ کر دیا۔ کرمانی بیان کرتا ہے "مرار راؤ کی فوجیں اس طرح بکھر گئی تھیں جیسے کسی پھٹے ہوئے بورے سے اناج کے دانے گر کر بکھر جائیں۔ وہ پانی تک نہ پی سکیں یہاں تک کہ وہ گوٹی کی حدود میں داخل ہو گئیں۔" حیدر نے مرہٹوں کو پینو کونڈا میں جا لیا اور ان کو شکست دی۔ مرار راؤ کے کئی اہم افسر گرفتار کر لیے گئے۔ اُن میں کھانڈے راؤ گھورپڑے بھی تھا۔ حیدر نے پینو گونڈا کے ساتھ ساتھ مدک سرا پر بھی قبضہ کر لیا۔(۲) "حیدر نے مرار راؤ کے علاقے کے اس حصّے کو فتح کر لیا جو اس کے نئے مقبوضہ سرا کے لیے بہت مفید تھا اور جس کی سالانہ آمدنی تین لاکھ پگوڈا تھی"۔(۳) چک بالا پور کا پالیگار جب نندی ورگ میں بھوکوں مرنے لگا تو اُس نے اطاعت قبول کر لی۔ پالیگار کے ساتھ حیدر کا رویّہ اتنا سخت تھا جس کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ پالیگار نے نہ صرف اس کی شدید مزاحمت کی تھی بلکہ ایک بار تو اس نے حیدر کو اپنی چال کا شکار بنا لیا تھا چنانچہ حیدر نے اس کو ایک طرح سے اپنے ذاتی انتقام کے لیے چن لیا اور اس کو ایک قابلِ عبرت سزا دی۔ اُس نے اس کو قیدی بنا کر بنگلور بھیج دیا اور اُس کے دو بیٹوں کو جبراً مسلمان بنا لیا۔(۵)

---

(۱) نشان حیدری اودے مخطوط جلد ۲،

(۲) نشان حیدری مخطوطہ F ص ۲۷، و ۲۷ الف

(۳) ایس پی ڈی جلد ۲۷، خط نمبر ۲۰، اودے مخطوط جلد ۲،

(۴) اودے مخطوط، جلد ۲،

(۵) نشان حیدری

http://www.apnaorg.com

رائے ورگ کے پالیگار نے برضا و رغبت اس کی اطاعت قبول کرلی چنانچہ اس کے عوض وہ ہمیشہ حیدر کا منظور نظر رہا۔ اپنی خوشی اور رضامندی سے اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنے والوں کے ساتھ حیدر کے فیاضانہ سلوک کا اثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ مالابار کی مہم کے وقت رائے ورگ کے پالیگار کے ساتھ حیدر کے حسن سلوک نے زمورن کو حیدر کی اطاعت کی ترغیب دی تھی۔ ہرپن ہالی کے مطالبہ کرنے پر سردار نے بھی بخوشی اطاعت قبول کرلی۔ چتل ورگ کے پالیگار نے اتنی مستعدی نہیں دکھائی اور تھوڑی سی حیل حجت کی چنانچہ حیدر کی سوار فوج نے اس کے علاقے کو تاراج کردیا۔ مجبوراً اس کو مقرّرہ خراج کے سوا تین لاکھ روپے کا جرمانہ ادا کرنے کا اقرار کرنا پڑا۔ کرمانی کا بیان ہے کہ "چتل ورگ کے پالیگار نے بغاوت کی نقاب اُتار کر سرِتسلیم خم کردیا اور اطاعت گزاروں کے زمرے میں داخل ہوگیا۔ اس نے بطور پیشکش دو لاکھ اور بطور نذر ایک لاکھ روپے ادا کیے۔"

اس کے بعد حیدر کو اپنی ترقی کا سنہری موقع نصیب ہوا۔ چتل ورگ کے پالیگار نے اس سے ایک ایسے نوجوان کو متعارف کرایا جس نے بتایا کہ وہ بدنور کے سردار باسویا نائک جس کا انتقال ۱۷۵۵ء میں ہوگیا تھا، کا متبنّیٰ چین بسویا ہے وہ اس وقت محض نو سال کا تھا۔ چنانچہ مرحوم حکمران کی بیوہ کی اتالیقی میں دے دیا گیا تھا لیکن اس کے بہی خواہوں کو رانی کے قبضے سے اس لیے نکالنا پڑا کہ وہ اس کی جان کی دُشمن ہوگئی تھی اور اس کی جگہ اپنے بھائی کو حکمراں بنانا چاہتی تھی[1] حفاظت کی خاطر اس کو چتل ورگ بھیج دیا گیا تھا۔ حیدر سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ اس کے معاملے

---

(۱) اورمے مخطوطہ، جلد ۲، پیکسوٹو کہتا ہے کہ "چین بسویا کو قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ قاتلوں کو کم عمر شہزادے پر رحم آگیا اور انھوں نے اس کو جنگل میں چھوڑدیا اور وہ چتل ورگ چلا آیا۔"

ولکس کا بیان یہ ہے کہ "رانی کے نمبیا نامی ایک شخص سے شرمناک تعلقات قائم ہوگئے تھے اور اس کی بنا پر وہ خاصی بدنام ہوگئی تھی۔ نوجوان شہزادے نے اس پر رانی سے اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ عاشق و معشوق نے ایک جاٹ کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ مالش کرتے وقت شہزادے کی گردن توڑدے اور اس کو ختم کردے اور اس کی جگہ پر انھوں نے ایک شیرخوار متبنّیٰ کو منتخب کرلیا۔ چین بسویا نے بعد میں بتایا کہ اس کے نجات دہندہ نے پانچ سال تک اس کو اپنے گھر میں چھپائے رکھا تھا"

میرے بیان کی بنیاد اورمے مخطوطہ جلد ۲، ہے۔ ولکس کی کہانی میں بازاری گپ کی رنگ آمیزی ملتی ہے۔ اگرچہ ایک میکنزی مخطوطہ (مقامی دستاویزات جلد ۴۳) سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

http://www.apnaorg.com

کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور وہ فوراً تیار ہوگیا۔ یہ شرط قرار پائی گئی کہ حیدر اپنی خدمات کے عوض میں ۴۰ لاکھ روپے پائے گا۔ اس وقت حیدر نے اپنے ارادوں کو بڑی دانشمندی سے پردہ راز میں رکھا تھا۔ ہر مرحلے پر حیدر نے چین بسویا کے نام سے ہی فرامین جاری کیے۔ لوگ انتہائی مسرت سے اس کے استقبال کو آئے۔ یہ کم وبیش ایک فاتحانہ جلوس بن گیا تھا۔ ستنا پڑنور، شموگہ، کمسی اور اننت پور کی راہ سے فوج نے کوچ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کمسی میں حیدر نے آنجہانی راجہ کے وزیر اعظم لنگانا کو مقید پایا اور اس کو آزاد کر دیا۔ اس نے حیدر کو ایک ایسے راستے سے لے جانے کی پیشکش کی جس میں قلعے کی بیرونی دفاعی فصیل سے بچا جا سکتا تھا۔ ہر پڑاؤ پر حیدر کو توڑنے کے لیے رانی کی پیشکش بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ ان نے اٹھارہ لاکھ پگوڈا دینے کا وعدہ کیا۔ جیسے ہی فوجیں بڈنور پہنچیں رانی اپنے بھائی کے ساتھ بلال رائے ورگ کی طرف فرار ہوگئی جو جنوب میں ستر میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ دفاعی اقدامات بہرکیف خاصے مستحکم تھے۔ غالباً لنگانا کی ہدایت کے مطابق کچھ دستوں کو ان کی مدافعت کے لیے چھوڑا اور بیشتر فوجوں کو قلعے کے عقب میں اس دریا کے گھاٹ پر بھیج دیا جو شہر سے ہوکر گذرتا تھا۔ اس جانب بڈنور کی کافی فوجیں نہیں تھیں جو ان کی کارگر مدافعت کر سکتیں چنانچہ ہر شخص بھاگ نکلا۔ کہا جاتا ہے کہ رانی کے حکم کے مطابق محل میں آگ لگا دی گئی مگر حیدر اسے بجھانے میں کامیاب ہوگیا۔ حیدر کی آمد پر بڈنور کے بہت سے سپاہی گھاٹ کے نشیبی علاقوں کی طرف بھاگ نکلے۔ کہا جاتا ہے کہ حیدر نے بڈنور میں بے پناہ مالِ غنیمت پایا۔ حیدر نے بڈنور میں حفاظتی دستے متعین کیے مگر تمام اہم اور مضبوط مقامات پر میسور کے فوجیوں کو تعینات کیا۔ اب تک چین بسویا کے ساتھ تمام شاہی لوازمات اور تکلفات برتے گئے تھے اور بلاشبہ اس کی موجودگی نے رانی کے حامیوں کی مدافعت کو کمزور کر دیا تھا۔ چتل ورگ کا پالیگار جو حیدر کے ساتھ آیا تھا چین بسویا کا بڑا سرگرم حامی تھا۔ پیکسوٹو لکھتا ہے کہ "قرب وجوار کے لوگ اور تاجر اس کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوتے تھے جیسے کہ وہ اپنے بادشاہ کے پاس آئے ہوں لیکن نواب کا ان چیزوں سے دستکش ہونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا جو وہ اپنے لیے چاہتا تھا کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ اگر اتفاق سے قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا تو اس کے لیے یہی جگہ سب سے زیادہ محفوظ پناہ گاہ ہوگی۔"(۱) حیدر نے یکے بعد دیگرے باسورج ورگ، ہناور اور منگلور پر قبضہ کر لیا۔ اُس

---

(۱) پیکسوٹو کتاب دوم

http://www.apnaorg.com

نے بلال رائے ورگ پر بھی قبضہ کرلیا جہاں رانی نے پناہ لی تھی۔ بلال رائے ورگ کی فتح حیدر کی جنگی مہارت کا بہترین مظاہرہ تھا۔ حیدر نے قلعے کی محافظ فوج کو پیغامات بھیجے کہ ان کا آقا وہاں پہنچ گیا ہے سو وہ اس کے خلاف آخر کیوں بغاوت پر آمادہ ہیں؟ چنانچہ محافظ فوج نے اس بنا پر رانی اور اس کے بھائی کو چھوڑ دیا۔(۱) پیکسولٹو کو اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ اتنی آسانی سے حیدر نے بڈنور کیسے فتح کرلیا۔ وہ کہتا ہے کہ "اگر قلعہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا جو اس کی حفاظت کرنا جانتے ہوتے تو ایسی ایسی چار فوجیں بھی اس کو نہیں لے سکتی تھیں۔" (۲)

جب بڈنور کی فتح مکمل ہو گئی تب حیدر نے سوچا کہ اب وہ بڑی آسانی سے چین بسویا کے وعدوں کو رد کر کے اس کو فریبی ثابت کر سکتا ہے اور اپنا اقتدار منوا سکتا ہے۔ تمام اہم مقامات اس کے اپنے آدمیوں کے ہاتھوں میں تھے۔ چین بسویا کے حق میں عوامی جذبات کچھ بھی ہوتے وہ بہ آسانی کچلے جا سکتے تھے۔ اس سلسلے میں میچاند (MICHAND) ایک ایسی کہانی بیان کرتا ہے جو مختصر طور پر پارکنسن نے بھی بیان کی ہے: یہ نوجوان جس کی عمر صرف سولہ سال کی تھی اور جو اپنی جوانی میں حسن و عشق کے فریب کا مارا تھا۔ اس کو بچپن میں جس وادی میں چھپا دیا گیا تھا وہیں وہ ایک عورت کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا۔ یہ جذبۂ عشق اس کی تنہائی سے لے کر دربار کے جاہ و جلال اور شور و شغب تک اس کے ساتھ رہا تھا اور وہ عورت جو اس کے اس جذبۂ بے اختیار کا مرکز تھی اُس کے ساتھ بڈنور آ گئی تھی۔ حیدر نے جب اس عورت کو دیکھا تو وہ اُس شہزادے کا رقیب بن گیا جس کو اس نے اس کی سلطنت دلوائی تھی۔ وہ اس عورت کو اپنی فتوحات کی قیمت کے طور پر لینا چاہتا تھا۔ نوجوان راجہ نے جو اس وقت عمر کی اس منزل میں تھا جہاں عورت کے دل کو تاج پر ترجیح دی جاتی ہے انکار کر دینے کی جسارت کر کے پھر اپنے تاج کو کھو دینے کا خطرہ مول لے لیا۔ حیدر برافروختہ ہو گیا اور اس نے زبردستی راجہ کی نوجوان محبوبہ کو چھین لیا۔ اِس پہلی بے انصافی کے بعد دوسری بے انصافی ہوئی۔ حیدر اپنی سلطنت کا بلا شرکت غیرے مالک بنے رہنا چاہتا تھا۔ راجہ کو زبردستی اس کے محل سے مڈاگیری بھیج دیا گیا۔(۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ حیدر بے حد جذباتی تھا۔ غالباً چین بسویا

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲، (۲) پیکسولٹو کتاب دوم

(۳) میخاد، باب دوم ص ۴۱ — ۴۲ ——— پارکنسن کا بیان یہ ہے کہ "وہ ایک خوبصورت عورت سے بے پناہ پیار کرتا تھا۔ حیدر نے اس کو لانے کے لیے چند آدمی بھیجے اور یہ بات راجہ تک پہنچ گئی تو ان کو بہت ذلت سے نکال دیا گیا۔ حیدر نے ایک مہم پہ جانے کا بہانہ کر کے راجہ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔"

http://www.apnaorg.com

کے ساتھ رقابت کا واقعہ صحیح ہے لیکن یہ یقین کرنا بھی مشکل ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو حیدر بدنور کے بے دست و پا شہزادے کے حوالے کرکے خود مال غنیمت لے کر قانع ہو رہتا۔ کنارا کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ "سونے کی زمین" تھی جیسا کہ پرتگالیوں نے ایک بار اپنی اس غلے کی کوٹھی کو کہا تھا۔ ایک بار اسے دیکھنے کے بعد حیدر اس کو چھوڑنے والا نہ تھا۔ دوسرے تمام سیاستدانوں کی طرح حیدر سخاوت جیسی صفت سے محروم تھا۔ چین بسویا' ریاست کی مالک بیوہ رانی اور اس کے بھائی اور دوسرے حریف کم عمر بادشاہ کو مداگیری بھیج دیا گیا اور مال غنیمت کے نشے میں سرشار حیدر نے اس طرح سے اپنے اقتدار کا اعلان کیا جیسے اس نے اپنی سلطنت کے کسی حصے میں نہیں کیا تھا۔ دوسری تمام جگہوں پر اس نے میسور کے بادشاہ کے نام سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی مگر بدنور کو اس نے اپنی سلطنت گردانا تھا۔ بدنور کا نام حیدر نگر رکھا گیا اور وہ اس کی راجدھانی قرار پایا۔ یہاں اس نے پہلی بار سکّے کے اجراء کے اپنے حق کو استعمال کیا اور اپنا سب سے پہلا سکّہ "بہادری پگوڈا" کے نام سے جاری کیا۔ اس نے انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنے دستخط کے ابتدائی حروف ہی ظاہر کیے تھے۔ اس نے اپنے سکّوں پر ہندو دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بھی نقش کرائی تھیں۔ جو ایک مسلمان کی جانب سے یقیناً رواداری کا ایک بہترین مظاہرہ تھا۔(۱) لیکن چین بسویا کا اخراج اور جن حالات میں وہ عمل میں آیا لوگوں کو یقیناً ناگوار ہوا ہوگا اور انھوں نے محسوس کیا ہوگا کہ ان کے ساتھ فریب کیا گیا ہے۔ کئی سازشیں کی گئیں جن کی پاداش میں حیدر نے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔(۲) چنانچہ اس کے بعد بدنور سب سے زیادہ پُر امن مقبوضہ ثابت ہوا لیکن چونکہ اس پر مرہٹہ حملوں کا خطرہ بڑھ گیا تھا اور ۱۷۶۴ء میں مادھوراؤ کے پہلے حملے سے اس کی کمزوری ظاہر ہو چکی تھی اس لیے حیدر نے حیدر نگر کو اپنا صدر مقام نہیں بنایا اور بدنور کی ریاست اُس کی وسیع سلطنت کا ایک دُور دراز سرحدی مگر اہم حصّہ بن کر رہا۔ اس صوبے کا گورنر دینکٹ اپیّہ کو بنایا گیا تھا اور حیدر نگر ٹکسال کی حیثیت سے برقرار رہا۔ یہ صوبہ مشرق میں چتل درگ کی حدود میں بیس میل

---

(۱) سکّے کا پہلا سید صارُخ : دانے دار حصّے میں حیدر کے دستخط کے ابتدائی حروف

سکّے کی پُشت : پاروتی کے بائیں زانو پر بیٹھی ہوئی سیتا' دیوتا کے دائیں ہاتھوں میں سے ایک میں ایک ترشول اور بائیں ہاتھوں میں سے ایک میں ایک ہرن دکھایا گیا ہے۔

(۲) اورمے مخطوط جلد ۲ ۔

http://www.apnaorg.com

کی مسافت تک ہولال کرے تک اور ساحل سمندر پر سیاہ دری کے نشیب میں میر جان سے منگلور تک پھیلا ہوا تھا۔ اگلے سال سندا کی فتح کے بعد اس صوبے کی حدود گوا کے جنوب میں واقع ایک چھوٹی سی فصیل دار راس تک وسیع ہو گئی تھیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حیدر بدنور کی نعمت غیر مترقبہ کو اپنے مستقبل کی عظمت و توقیر کا سنگِ بنیاد گردانتا تھا۔ ولکس کے اندازے کے مطابق صرف بدنور کے مال غنیمت کی شکل میں حیدر کو ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ ہاتھ لگے تھے۔ اپنی ۱۷۶۶ء کی ہدایات میں اورنا کے مارکوئیس نے بدنور میں جمع شدہ بے پناہ دولت کا حوالہ دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے: "چاول کی تجارت جس پر تمام مالابار اور مسقط کے کچھ حصوں کا دارومدار ہے اس علاقے کی دولت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بادشاہ اس کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتا ہے اور اپنے ہمعصروں میں وہ سب سے زیادہ دولتمند ہے۔ یہ دولت سوائے ذخیرہ اندوزی کے اور کسی کام نہیں آتی ہے۔"(۱) ڈی لاتور (DE LA TOAR) کی پرواز فکر بڑی اونچی ہے لیکن اس کے مبالغہ آرائی کے رجحان کی رعایت کرنے کے بعد بھی اس کے بیان سے ہم بہ آسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بدنور کی لوٹ مار سے ہمعصروں کے ذہنوں پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہوں گے۔ حیدر کے ساتھ مہم میں شریک ہونے والے فرانسیسیوں کا بیان ہے کہ حیدر نے اپنے سامنے موتی جواہرات اور قیمتی پتھروں کو غلے کے باٹوں سے تولنے کا حکم دیا تھا۔ جب سونے کے زیورات اور ڈھلے ہوئے ڈلوں کے ڈھیر لگائے گئے تو وہ گھوڑے پر سوار شخص کی اونچائی سے بھی اوپر نکل گئے تھے۔(۲)

دسمبر ۱۷۶۳ء میں فیض اللہ کو سندا بھیجا گیا۔ وہاں کا بادشاہ سوائے امادی سداسیو ایک کمزور اور امن پسند حکمران تھا۔ روایت ہے کہ اس نے اپنے باپ سے سلطنت کے ساتھ ساتھ بزدلی اور بہت سے عیب بھی ورثہ میں پائے تھے۔ وہ اتنا کاہل اور سست تھا کہ کوئی کار گرم احمت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سندا کے زیریں علاقے میں واقع سیوسوار کی جانب بھاگ نکلا جو ساحل سمندر پر کاروار سے آٹھ میل شمال میں تھا۔ اس نے پناہ اور ایک مقررہ وظیفہ کے عوض اپنا گھاٹ کا زیریں علاقہ پرتگالیوں کے حوالے کر دیا۔ پرتگالیوں نے پونڈا، اکن کونا اور راس رامس پر قبضہ جما لیا۔(۳)

---

(۱) ایس این سین، تاریخ ہند کے مطالعات (اورنا کے مارکوئیس کی ہدایات)

(۲) ڈی لاتور ص ۵۸

(۳) پرتگالی مخطوطہ نمبر ۲ اور LXXXI

http://www.apnaorg.com

فیض اللہ نے سیو سوار، سدا سیوگاڈ اور انکولا پر قبضہ کر لیا۔ اس علاقے کے سوا جو پرتگالیوں کے قبضے میں تھا۔ سندا کے تمام علاقے اب حیدر کے مقبوضات کا ایک حصہ بن گئے تھے۔ فریر کے بیان کے مطابق ۱۷۶۶ء میں یہ تخمینہ لگایا گیا تھا کہ سندا راجہ کے سیاہ مرچ کے علاقوں کا سالانہ محصول تیس ۳۰ لاکھ پگوڈا تک پہنچتا تھا۔

http://www.apnaorg.com

باب ۶

مرہٹوں سے تعلقات

۱۷۶۴ء سے ۱۷۶۵ء

پانی پت کی تیسری جنگ مرہٹہ زوال کا نقطۂ آغاز تصور کیا جاتا ہے مگر ہم اس جنگ کے اثرات کو شمالی ہند کی سیاسیات کے ہی سلسلے میں دیکھنے کے زیادہ عادی رہے ہیں تاہم یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ اس جنگ کی بازگشت دُور دُور تک سُنی گئی تھی اور جنوب میں مرہٹوں کے معاملات پر اس کا کافی اثر پڑا تھا اور مرہٹوں کے مفاد کو خاصا دھکا لگا تھا۔

پانی پت کے المیہ نے تنگ بھدرا کے جنوب میں واقع علاقوں پر سے مرہٹہ دباؤ کو کم کر دیا تھا اور حیدر کو مکمل آزادی مل گئی تھی کہ وہ اپنے توسیعی منصوبے کو آگے بڑھاتا رہے۔ ۱۷۶۴ء میں ایک بار پھر مرہٹوں نے اس جانب پیش قدمی شروع کی مگر اس اثنا میں حیدر نے نہ صرف ریاست میسور میں اپنی طاقت مضبوط کر لی تھی بلکہ بدنور، کرنول اور کرپا کو اپنے زیر اثر لانے کی بھی بھرپور کوشش کی تاکہ وہ اس طرح ایک دفاعی فصیل قائم کرے۔ اس نے تنگ بھدرا کی سرحد پر قناعت نہیں کی بلکہ دریا کے شمال مغرب میں مزید پیش قدمی کی۔ مرہٹوں کے موجودہ عارضی بحران سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُس نے دھارواڑ اور بیجاپور پر بھی قبضہ کر لیا۔ حکمت عملی میں بھی وہ پوری طرح کامیاب رہا تھا کیونکہ نظام کو اس نے اپنا طرف دار بنا لیا تھا (۱)

مرہٹوں کی خوش قسمتی سے تنگ بھدرا کی دوسری جانب ایک مرہٹہ سردار یعنی گوٹی کا مرار راؤ حیدر کی راہ کا سب سے بڑا کانٹا ثابت ہوا اور اس نے حیدر کے خلاف اس کے برابر نہ ہونے کے

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۰، خط نمبر ۲۳۰

http://www.apnaorg.com

باوجود لڑائی جاری رکھی۔ عملی لحاظ سے وہ تن تنہا لڑ رہا تھا۔ سا ٹھے کی تصنیف باکھر کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مادھو راؤ نے اپنی پہلی مہم کے دوران مرار راؤ کی خدمات کا اعتراف کیا تھا اور اس کی درخواست پر اس نے مرار راؤ کو "سینا پتی" کے خطاب سے نوازا تھا۔(۱)

سوانور کے حکمران پر جو کہ ایک ماتحت مرہٹہ حلیف تھا حال ہی میں حیدر نے غلبہ حاصل کیا تھا۔ پہلا موقع پاتے ہی اس نے دریائے کرشنا عبور کیا اور وہ پیشوا سے جا ملا۔ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۷۶۴ء کو لکھے گئے مرہٹہ خط سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ "خاری فوجیں پڑاؤ کرتی ہوئی یہاں پہنچیں۔ سوانکور بچالیا گیا تھا ورنہ میر فیض اللہ اپنی دس ہزار افواج کے ساتھ ہنگل کی طرف کوچ کر چکا ہوتا۔ وہ سوانکور کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن پیشوا بالعجلت تمام پہنچ گیا۔"(۲)

مادھو راؤ تمام پیشواؤں میں سب سے عظیم پیشوا تھا۔ اس کو حیدر کا سب سے بڑا دشمن گردانا جانا چاہیئے جس سے حیدر کو میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنا پڑا۔ بلاشبہ حیدر کو اسمتھ اور سر آئر کوٹ کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی تھی مگر ان تمام شکستوں کے اثرات ایک تنگ حلقے تک محدود رہے تھے مگر مادھو راؤ نے اس کو میدانِ جنگ میں شکستیں دی تھیں اور ہر حملہ میں بیش قیمت علاقوں کو واپس لے لیا تھا۔ انگریزوں کے ساتھ جنگوں میں ہمیشہ حیدر کا پلہ بھاری رہا تھا مگر مادھو راؤ کے ساتھ اس کی نبرد آزمائیوں میں ہمیشہ مادھو راؤ کا پلہ بھاری رہا۔ مادھو راؤ کے خلاف حیدر کی جنگی کارروائیوں کا نتیجہ تباہی کی شکل میں نکلا اور اس کی دفاعی قوت بھی بہت مضمحل ہو گئی۔ پیکسوڈ لکھتا ہے کہ مرہٹوں کی قیادت بہت عمدہ اور ان کا استقلال بہت عظیم تھا۔ اگرچہ شدید شکستوں کے سبب مرہٹوں کا فوجی نظام کمزور ہو چکا تھا تاہم یہ نوجوان پیشوا بہادر، عزم کا پکا، باوقار صاحب اور مستعد تھا اور دشمن کی قوت ارادی کو مفلوج کر کے ان کو شدید شکستیں دینے کی صلاحیت رکھتا تھا جہاں وہ بنفس نفیس موجود ہوتا کامیابی مرہٹوں کے قدم چومتی تھی۔ وہ اگرچہ ہمیشہ جارحانہ حملے کرتا تھا تاہم اس کے اقدامات مصلحت اندیشی اور بہتر طریقۂ کار سے خالی نہیں ہوتے تھے۔ مرہٹوں کی "دھوکہ دینے، اچانک حملہ کرنے اور پھر مغلوب کرنے کی" تدبیر مادھو راؤ کی قیادت میں سب سے بہتر طریقہ پر بروئے کار لائی جا رہی تھی۔ حیدر مرہٹوں کے امڈتے ہوئے سیلاب کا

---

(۱) راج واڑے جلد ۱۳

(۲) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۴۰۔ کرمانی کے بیان کے مطابق سوانور کے حاکم نے بڈنور کی رانی کی مدد کی تھی

http://www.apnaorg.com

مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے انتہائی خطرناک دشمن کی قبل از وقت موت کی وجہ سے حیدر مکمل تباہی سے بچ گیا اور کرناٹک میں مرہٹوں کی طاقت کمزور ہو گئی۔

مادھوراؤ سوانور پہنچا تو پٹھان سردار نے تقریباً دو ہزار سواروں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد اس نے سوانور سے تنگ بھدرا کے کناروں کی طرف کوچ کیا۔ اسی دوران حیدر ۲۵ ہزار افواج کے ساتھ جو سوار، پیادوں اور توپ خانے پر مشتمل تھیں ہری ہر پہنچ گیا۔ سوانور سے ۲۶ میل جنوب اور دھاروار سے ۷۰ میل دور جنوب مشرق میں واقع راٹ ہالی کے مقام پر ایک مقابلہ ہوا۔ ایک صبح گوپال راؤ اور وٹھل شیودیو اپنے لشکر گاہ سے نکل کر آگے بڑھے [۱] حیدر نے یہ دیکھ کر کہ ان کی فوج تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہے ان کے خلاف کوچ کیا اور پانچ میل آگے اور بڑھ آیا۔ اُسے امید تھی کہ وہ ان کو مغلوب کرے گا۔ اس کے سامنے سے پیچھے ہٹنے والی مرہٹہ فوج کی تعداد چار ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ حیدر آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ ان پر تیر اندازی کی اور جب وہ بھاگے تو ان کا تعاقب کیا۔ وہ پیچھے ہٹتے گئے اور وہ ان کا تعاقب کرتا رہا۔ یہاں تک اچانک اُس کے سامنے ۵۰ ہزار مرہٹہ فوج آن کھڑی ہوئی۔ حیدر نے فیض اللہ کو فوری حکم بھیجا کہ وہ بھاری توپ خانے کے ساتھ فوراً پیش قدمی کرے۔ وہ ایک معاون ندی کے کنارے خیمہ زن ہوا جو اس وقت خشک تھی۔ مرہٹہ توپوں کی جنگ ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہی حیدر کے پاس چالیس توپیں تھیں مگر ان میں سے بیشتر تین چار پونڈ کے گولے ہی پھینک سکتی تھیں۔ مرہٹوں نے عملاً میسور کے لشکر گاہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ فیض اللہ صرف تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ ان کی صفوں کو توڑ کر حیدر سے جا ملنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگرچہ اس کا شدید نقصان ہوا مگر غروب آفتاب سے کچھ پہلے وہ گھیرے سے اس وقت بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب مرہٹوں نے گولہ باری بند کر دی تھی تو میسور فوج میں مرنے والوں کی تعداد ایک ہزار سے اوپر اور زخمیوں کی تعداد ایک ہزار تک تھی۔ اس معرکہ کی تاریخ پیکسوٹو کے بیان کے مطابق ۳ مئی ۱۷۶۴ء تھی [۲]

حیدر نے اپنے پڑاؤ کے اردگرد توپیں نصب کر دیں اور مرہٹوں کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے ان سے دو معرکے لڑے مگر طرفین میں سے کسی کو کوئی غلبہ حاصل نہ ہوا۔ مادھوراؤ نے میسوری لشکرگاہ

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۳۲ (سدھا بیساکھ کا دوسرا دن تھا)

(۲) پیکسوٹو جلد ۲

http://www.apnaorg.com

کو تباہ کرنے کی ایک کوشش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے حیدر کو لکھا کہ "اس نے اس کا نام پونا میں سُنا ہے جہاں اس کے بہت سے بہادرانہ کارناموں کا تذکرہ کیا گیا اور اس کی تلاش میں اور اس سے لڑنے آیا تھا کیونکہ اس کے باپ نے تمام اچھے سپاہیوں سے دوستی کرنے کا مشورہ دیا تھا اور یہی اس کی اپنی تمنا ہے لیکن چونکہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب صحیح بھی ہے وہ خود اس کی آزمائش کرنے کو آیا تھا اور اب اسے توقع ہے کہ نواب اپنی خندقوں کو چھوڑ کر اپنے پڑاؤ میں آجائے گا جہاں وہ اسے تیار پائے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ حیدر ایک سپاہی نہیں ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا تھا وہ قصّہ کہانی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ دوسرے دن وہ اس کے پڑاؤ اور توپ خانے کا معائنہ کرے گا اور اپنی اس خوشی کا اظہار کرے گا جس کو لے کر وہ اس سے ملنے اور نبرد آزمائی کے لیے پونا سے روانہ ہوا تھا۔"(۱) حیدر اس پر بہت ہنسا مگر جب مرہٹہ لشکرگاہ سے اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ مادھو راؤ سنجیدہ تھا اور اس نے تمام مرہٹہ سرداروں کو قسم کی توثیق کے لیے پان کھانے کا حکم دیا تھا تو آدھی رات کے بعد وہ اناوڈی کے خندق سے محصور قلعے کی طرف روانہ ہوا اور اس دن صبح سات بجے وہاں پہنچ گیا چونکہ قلعے کے اردگرد کئی پہاڑیاں تھیں اور حیدر نے سڑکوں کی نگرانی کے لیے اپنے آدمیوں کو تعینات کر دیا تھا اِس لیے مرہٹے اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب حیدر یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وقت کی کمی کے سبب مرہٹے اسے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے کیونکہ موسم برسات شروع ہونے والا تھا۔ موسم برسات کے آنے کے خیال سے مادھو راؤ نے اپنے لشکر کو ساونور اور دوسرے قلعوں میں گوپال راؤ اور سیاجی پنت کی نگرانی میں تقسیم کر دیا۔ حیدر نے اپنی پیادہ فوج کے لیے کئی بیرکیں بنوائیں۔ وہ اِتنی بڑی تھیں کہ ان میں سپاہی جمع ہو سکتے تھے اور اگر ضرورت پڑے تو باہر نکلے بغیر اور اپنے ہتھیاروں کو بھیگنے دیے بغیر گولیاں بھی برسا سکتے تھے۔ اس نے دوسری اور احتیاطی تدبیریں بھی اختیار کی تھیں(۲)

جون کے اختتام کے قریب بلکہ مہم جوئی کے موسم کے آغاز کے فوراً بعد حیدر اناوڈی سے روانہ ہوا اور بنکاپور میں خیمہ زن ہوا۔ اس نے گوپال راؤ کی الگ تھلگ فوج پر حملہ کرنے اور ساونور کو دھمکی دینے اور خوفزدہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ پیکسوٹو کا بیان ہے کہ اس مہم کے دوران حیدر نے

---

(۱) پیکسوٹو II پیراگراف ۱۰۰

(۲) " " " ۱۰۱

http://www.apnaorg.com

اپنے کچھ سواروں کو بھیجا کہ وہ مرہٹوں کے سامنے ظاہر ہوں اور پھر سامنے سے ہٹ کر کمین گاہوں میں چھپ جائیں مگر اس طرح مرہٹوں پر چڑھائی کرنے اور انھیں کی چال انھیں کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش مکمل طور پر ناکام رہی۔ پیکسوٹو بیان کرتا ہے کہ "ہم وہاں صبح سات بجے سے لے کر سہ پہر کے تین بجے تک رہے مگر مرہٹوں کو کسی طرح ورغلایا نہیں جا سکا"(۱) حیدر پھر اناوٹی واپس چلا گیا اور تب پیشوا پہلے مدصول اور پھر دھاروار کا محاصرہ کرنے کے لیے آزاد تھا۔ دھاروار میں حیدر کی ایک محافظ فوج فیض اللہ کے بھائی کی زیر قیادت موجود تھی۔ خود فیض اللہ بھی نو ہزار سپاہیوں اور سات توپوں کے ساتھ اس قلعے کے پندرہ کوس کے فاصلے پر پہنچ چکا تھا۔ قلعے اور اس کی فوج کے درمیان گوپال راؤ اور راستے کی قیادت میں مرہٹہ فوج موجود تھی۔ آخر کار اس نے یہ مناسب سمجھا کہ پیچھے ہٹ جائے اور نومبر کی ابتدا میں قلعے پر قبضہ ہو گیا۔(۲)

اب مادھو راؤ نے اناوٹی پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی اور ۱۶ نومبر ۱۷۶۴ء کو (۲۹ نومبر بمطابق مرہٹی اخبارات) اس کے قریب خیمہ زن ہوا۔ حیدر نے ہر سردار کو لشکرگاہ میں ایک خاص جگہ پر متعین کر دیا اور ہر شخص کو یہ جتا دیا کہ سخت مصیبت کے وقت بھی کسی مدد کا طالب نہیں ہوگا کسی بھی شخص کو موت کے ڈر سے اور اپنے خاندان اور گھر کی تباہی کے خوف سے اپنی جگہ چھوڑنے کی اجازت نہیں تھی۔ کسی دوسرے کی اعانت اور مدد کرنے کے لیے بھی کسی کو اپنی جگہ نہیں چھوڑنی تھی۔" ان تمام احتیاطی تدابیر میں کوئی بھی تدبیر کافی نہیں تھی کیونکہ مرہٹوں کا عزم مصمم اور استقلال مستحکم تھا۔"

حیدر نے اپنی لشکرگاہ سے دور ایک مضبوط پشتہ تعمیر کرایا تھا جس پر ۲۴ اور ۱۸ پونڈ کے گولے پھینکنے والی آٹھ توپیں نصب تھیں۔ اس کا نگران میر فیض اللہ تھا اور اس کا یہ فرض تھا کہ وہ ان کا دفاع کرے گا۔ اس کے ساتھ پرتگالی کمان دار جوزف منیز بھی تھا۔ مرہٹہ پڑاؤ چھ میل کے

---

(۱) پیکسوٹو III پیراگراف ۲

اتہاسک لیکھ سنگرہ، II: "حیدر پندرہ ہزار گردیز اور چھ ہزار سواروں کے ساتھ ہنگل آیا۔ پھر اچانک بنکاپور روانہ ہو گیا اور وہاں ساڑھے چار گھنٹے آرام کیا اور فجر صادق کے وقت وہ سوانور اور بنکاپور کے درمیان واقع ایک چشمہ پر پہنچا۔ وہاں وہ چھپ گیا اور کچھ سپاہیوں کو کھڑا رہنے دیا لیکن گوپال راؤ پٹوردھن باہر نہیں نکلا۔"

(۲) ایس پی ڈی جلد ۲۷، خط نمبر ۱۵

http://www.apnaorg.com

فاصلے پر تھا۔ ہر صبح مرہٹے اپنی لشکر گاہ سے باہر نکلتے، بکھرے ہوئے اور منتشر دستوں کی شکل میں ایک آدمی مٹھ بھیڑ کرتے اور پھر حیدر کی فوج کے کسی بازو پر سخت حملے کرتے۔ حیدر چھ سات دن تک تو پیش قدمی کرتا رہا۔ پھر اس نے پیش قدمی بالکل بند کر دی۔ مرہٹے اور قریب سے قریب تر آتے گئے۔ یہاں تک کہ یکم دسمبر کو ایک خوفناک جنگ ہوئی جس میں حیدر کو بھاری شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دن وہ ایک جنگی چال سے دھوکہ کھا گیا حالانکہ اس جیسے تجربہ کار سپہ سالار کو اس چال کو جان لینا چاہیئے تھا۔ مرہٹے صبح سویرے اپنے شہ سوار توپ خانے کے ساتھ باہر نکلے۔ ان کا توپ خانہ ۴۰ توپوں پر مشتمل تھا۔ جنگل کے سرے پر واقع میسور کی ایک سرحدی چوکی کے قریب ایک پہاڑی پر آٹھ توپیں نصب کر دی گئیں۔ بظاہر مرہٹوں کے لیے یہ خطرناک صورت حال تھی کیونکہ اکا دکا کے سوا مرہٹے شہسوار جنگل میں نہیں داخل ہو سکتے تھے۔ چونکہ ان کی توپوں سے شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ اس لیے حیدر نے یہ حکم جاری کیا کہ ان توپوں پر قبضہ کر لیا جائے اور اسماعیل خاں نے ان پر بڑی آسانی سے قبضہ کر لیا۔ تب حیدر نے حاجی محمد خاں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس پہاڑی پر رہے جس پر توپیں نصب تھیں اور مرہٹوں کی یلغار کے خلاف اس کا دفاع کرے کیونکہ مرہٹے نہ صرف کھوئی ہوئی توپوں کی واپسی کے لیے حملہ کریں گے بلکہ اس جگہ کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جہاں سے وہ نکال دیے گئے تھے۔ لیکن ان فوجی دستوں نے جنھوں نے توپوں پر قبضہ کیا تھا اب مرہٹہ سواروں سے مغلوب ہو چکے تھے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس پر حیدر نے ان کی مدد کے لیے دو ہزار سپاہیوں کی ایک کمک بھیجی لیکن اسماعیل خاں اور اس کے بہت سے سپاہی کاٹ کر پھینک دیے گئے۔ "چار میدانی توپیں ہاتھ سے نکل گئی تھیں اور نواب خود بھی دو جگہ زخمی ہو گیا۔ اگرچہ زخم زیادہ خطرناک نہیں تھے۔ اس خیال سے کہ کوئی اس کو پہچان نہ سکے اور پکڑ نہ سکے اور وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے اس نے اپنے تمام کپڑے اتار دیے اور بھیس بدل کر وہ اپنے خیمے میں بحفاظت پہنچ گیا۔"(۱) مرہٹوں کا تخمینہ یہ تھا کہ ہزار اور پندرہ سو کے درمیان گردی سپاہی مارے گئے اور چھ توپوں پر قبضہ ہو گیا۔ یہ ایک عظیم فتح تھی۔ یہ معرکہ دوپہر سے لے کر رات کے دو بجے تک جاری رہا۔(۲)

---

(۱) پیکسوٹو III پیراگراف ۲۱

(۲) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۵۵

http://www.apnaorg.com

اس لڑائی کے فوراً بعد صلح کی گفت و شنید شروع ہوئی مگر وہ ناکام ثابت ہوئی۔ ۲۶ دسمبر کو حیدر نے دریا کے کنارے پر واقع مرہٹوں کی ایک چوکی پر حملہ کیا۔ وہ ان کو کناروں سے ہٹانے میں کامیاب ہو گیا۔ کچھ دنوں تک دونوں جانب سے ہلکی ہلکی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ۱۱ فروری کو مرہٹوں نے اپنے خیمے اکھاڑ دیے اور بدنور کی طرف کوچ کر دیا۔ حیدر بدنور کی جانب جتنی سرعت سے جا سکتا تھا روانہ ہو گیا۔ اس کا پہلا پڑاؤ شکار پور میں ہوا جہاں مرہٹوں سے اس نے دو دو ہاتھ کیے۔ وہ مسلسل پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اننت پور پہنچا اور پھر وہاں سے بدنور پہنچا۔ اس دوران پیشوا ہونالی پر بغیر ایک گولی چلائے قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا اور کمسی پر تین دن کے محاصرے کے بعد قبضہ ہو گیا۔ فیض اللہ خاں نے بہ ہر حال اننت پور میں سخت مزاحمت کی لیکن ۲۷ فروری ۱۷۶۵ء کو وہ اننت پور سے مورن گری چلا گیا جو بدنور کے دروازے کے باہر تھی اور جہاں پشتے اور خندقیں تعمیر کی گئیں (۱)

جنوری ۱۷۶۵ء کے آخر میں رگھوناتھ راؤ مرہٹہ لشکر میں آکر شامل ہوا۔ حیدر اس وقت صلح کرنے کے لیے کوشاں تھا اور اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے جس کا اُسے سامنا تھا صُلح کی شرائط بڑی نرم تھیں۔ مادھو راؤ نے نانا فرنویس کو لکھا تھا "بدنور کے علاقے میں دو تین جگہوں پر قبضہ کرنے کے بعد میں نے اننت پور میں مورچے تعمیر کیے۔ اننت پور پر قبضے کے بعد میرا ارادہ مزید پیش قدمی کرنے اور بدنور کو فتح کرنے کا تھا۔ حیدر نے اپنے وکیل کو بھیجا اور بڑی گرم جوشی سے اپنی گفت و شنید شروع کی۔ رگھوناتھ راؤ کی رائے میں صلح کی بات چیت کو زیادہ طول نہیں دینا چاہیئے تھا چنانچہ میں نے ایک صلح کر لی" (۲)

صُلح کی شرائط یہ تھیں:

۱۔ حیدر بطور خراج ۸ لاکھ روپیہ ادا کرے۔

۲۔ وہ بنکاپور، ہری ہر کے تعلقوں کو حوالے کر دے اور گوپال راؤ کے بھائی کو رہا کر دے۔

۳۔ وہ مرار راؤ اور سوانور کے حکمراں علاقے واپس کر دے۔ (۳)

---

(۱) پیکسوٹو III پیراگراف ۴۳

(۲) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۹۳ مورخہ ۳ مارچ ۱۷۶۵ء

(۳) " " " " نمبر ۹۰، ۹۱، ۹۲ مورخہ ۱۲ اور ۱۳ مارچ ۱۷۶۵ء

http://www.apnaorg.com

کہا جاتا ہے کہ یہ انتہائی نرم شرطیں رگھوناتھ راؤ کی خواہش کی بنا پر پیش کی گئی تھیں تاکہ وہ اپنے نجی اقتدار کے حصول کے لیے حیدر کی مدد حاصل کر سکے۔ جب ہم رگھوناتھ راؤ کے بعد کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بیان کچھ غلط نہیں لگتا ہے۔ مادھو راؤ اس وقت اس قابل تھا کہ حیدر سے وہ سرا، چتل ورگ، رائے ورگ اور ہرپن ہالی کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا۔ اگر وہ مزید پیش قدمی کرتا تو غالباً بدنور پر بھی قبضہ کر لیتا۔ اگرچہ اس نے حیدر کے زیر اثر علاقے پر مزید کوئی پابندی نہیں لگائی تاہم وہ اُسے تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیانی علاقے سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ مراراؤ اور سوانور کے حکمراں کی طاقت اور اقتدار کی بحالی کے بعد مرہٹہ جارحانہ حملے تنگ بھدرا کے جنوب میں کسی وقت بھی پھر سے شروع کیے جا سکتے تھے۔

http://www.apnaorg.com

باب ۷
مرہٹوں سے تعلقات
۱۷۶۶ء سے ۱۷۶۷ء

جیسا کہ پچھلے باب میں ہم نے دیکھا مارچ ۱۷۶۵ء میں مادھوراؤ حیدر کے ساتھ صلح کرنے اور اپنی پہلی مہم ختم کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ گفت و شنید کے دوران مادھوراؤ نے اس بات کا مطالبہ کیا کہ ہری ہر اور باسوپٹنا کو بھی ان علاقوں کی فہرست میں شامل کیا جائے جو حیدر کو حوالے کرنے ہیں۔ تنگ بھدرا کی دوسری جانب واقع ان دو سرحدی چوکیوں کو اپنے قبضے میں لانے کی خواہش اس بنا پر تھی کہ بدنور پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور باسوپٹنا جس کی اہم چوکی تھی۔ چنانچہ حیدر کو یہ واضح اشارہ مل گیا کہ پیشوا اپنی پہلی فرصت میں اس کے خلاف جارحانہ کارروائی کرے گا لیکن حیدر نے رگھوناتھ راؤ کو اپنا ہمنوا بنالیا اور پیشوا کو اس پر راضی کرلیا گیا کہ وہ بنکاپور کے علاقے کو حوالے کرنے، گوٹی اور سوانور کے سرداروں کے مقبوضات کی واپسی اور بطور تاوان ۲۸ لاکھ روپے کی ادائیگی پر اکتفا کرے[1]۔ لیکن حیدر کو یہ بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ مرہٹوں کا خطرہ پھر جلد ہی سر پر منڈلانے لگے گا اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے مرہٹہ حریف کس قدر طاقتور ہیں!

حیدر مرہٹوں کے خلاف نظام یا انگریزوں سے مدد لے سکتا تھا مگر بقول کھرے اُس کی حکمت عملی بیجاپور، گولکنڈہ اور مغلوں کے سلسلے میں شیواجی کی طرح تھی[2]۔ وہ ان سب کے علاقوں پر نظر رکھتا تھا۔ اس لیے وہ اسے اپنے مفاد میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۰۶، ۶۱، ۶۲

(۲) لیکھ سنگرہ جلد سوم مقدمہ (Introduction)

http://www.apnaorg.com

معاہدہ کرے۔ کم ازکم وہ انگریزوں سے تو کوئی معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہی نہ تھا۔ مدراس کے گورنر نے ویرلسٹ کو لکھا تھا کہ "یا تو ہم حیدر کو اپنا دوست بنالیں یا اس کو ایک دشمن سمجھ کر تباہ کردیں لیکن اسے دوست بنانے کے سلسلے میں اب تک تمام کوششیں عملاً بیکار ثابت ہوئی ہیں"۔(۱) اس اثنا میں پیشوا نظام کو حیدر کے خلاف ایک جارحانہ پیش قدمی کرنے کے منصوبے میں شامل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پیشوا کے ساتھ اتحاد کی ترغیب پہلے نظام علی کو جانوجی بھونسلے کے خلاف دی گئی تھی جس کو اس علاقے کے ایک خاصے بڑے حصّے سے دست بردار ہونے پر مجبور کردیا گیا تھا جو اس نے رکشاس بھون میں اپنی دہری غداری کے سبب حاصل کیا تھا۔ نظام کو اس کے عوض علاقے کا ایک حصّہ ملا تھا جس کی سالانہ آمدنی ۱۰ لاکھ روپے تھی (اور یہ نظام کو اس لیے دی گئی تھی تاکہ دونوں میں پائدار امن اور پکی دوستی قائم ہوجائے اور یہ اصل میں حیدر کے خلاف مشترکہ حملوں کا پیش خیمہ تھا)۔(۲)

اس دوران حیدر ناراض اور غیر مطمئن مرہٹوں سے یہ سازباز کررہا تھا کہ وہ پیشوا کے اپنے علاقے میں اس کے لیے مشکلات پیدا کردیں۔ وہ اس وقت آصف جاہ نظام الملک کے نقشِ قدم پر چل رہا تھا جس نے اسی قسم کی حکمت عملی باجی راؤ کے خلاف استعمال کی تھی۔ پیشوا کے بہترین جاسوسی نظام کی بدولت اسے یہ اطلاع مل گئی تھی کہ بابوجی نائک حیدر سے خط وکتابت کررہا تھا اور اس نے اُسے تحائف بھی بھیجے تھے۔ نائک سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے زیر اختیار قلعوں کو حوالے کردے۔ وہ شولا پور میں محصور ہوگیا لیکن اطاعت قبول کرنے اور اپنے مقبوضات کو سپرد کرنے پر مجبور ہوگیا اور اس کے عوض اسے ایک لاکھ کے نجی وظیفے پر قناعت کرنی پڑی۔(۳) مرہٹوں کی جلدی پیش قدمی کے خطرے کو سرپر منڈلاتے دیکھ کر حیدر نے بلاری، چتل ورگ، رائے ورگ اور ہرپن ہالی اور دوسرے مقامات کے سرداروں سے جنگی محصول کا مطالبہ کیا۔(۴)

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۶ر جنوری ۱۷۶۶ء ص ۸۔

(۲) کھرے، اتہاسک لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۲۰۲، مورخہ ۲۰ستمبر۔ ہم کو یہ بتاتا ہے کہ پیشوا اور نظام کے درمیان یہ سمجھوتہ ہوچکا تھا کہ کوئی بڑی مہم شروع کرنے سے پہلے وہ ایک دوسرے کو اس کی اطلاع کردیا کریں گے۔

(۳) ایس پی ڈی، جلد ۳۷، خط نمبر ۹۹ اور ۱۱۷

(۴) " " " " " " "

http://www.apnaorg.com

نومبر ۱۷۶۶ء میں حیدر کے خلاف مہم شروع ہونے سے پہلے نظام علی نے انگریزوں سے ایک معاہدہ اتحاد کیا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے "اپنی فوج کے ایک حصّے کا یہ فرض منصبی قرار دیا تھا کہ وہ عزت مآب کی حکومت کے تمام معاملات کی نگرانی و نگہداشت کرے اور جہاں جس سدھار کی ضرورت ہو وہ سدھار کرے۔"(۱) اس معاہدے کے ہوتے ہی برطانوی نمائندے کو اطلاع دی گئی کہ نظام کو حیدر کے خلاف انگریز سپاہ کی مدد درکار ہے اور چونکہ اس کا ایک ماہ کے اندر اندر میدان جنگ میں نبرد آزمائی کرنے کا ارادہ ہے اس لیے اُسے یہ امید ہے کہ دسمبر کے خاتمے تک برطانوی افواج اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گی۔ انگریزوں نے اسے یقین دہانی کرائی تھی کہ ان کے بس میں جو کچھ ہے وہ اس کے لیے کریں گے۔(۲)

اس طرح حیدر کے خلاف انگریزوں کی مدد حاصل کرنے میں نظام کی کیا غرض پوشیدہ تھی جبکہ مرہٹے اُس کے پہلے ہی سے حلیف بن چکے تھے؟ ایک دوسرے سلسلے میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ "نظام کسی کے ساتھ اپنے تعلقات نہیں توڑے گا۔ تمام طاقتوں سے گفت و شنید جاری رکھنا نظام کی پرانی حکمت عملی رہی ہے لیکن آخر میں کیا ہوتا یہ قسمت پر منحصر ہوتا ہے۔ چاہے کسی جانب سے گفت و شنید شروع ہو وہ ان کو مکمل طور سے ختم نہیں کرتا ہے۔"(۳) لیکن اس معاملے میں اس کے مقاصد کی اتنی آسان اور سیدھی تشریح نامناسب لگتی ہے۔ گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ انگریزوں کی مدد کے بغیر حیدر کے مقبوضات کی تقسیم کے سلسلے میں مرہٹے اپنی شرائط منوانے کی بالادستی قائم رکھیں گے۔ اب نظام علی کو یہ امید تھی کہ انگریزوں کی مدد کی بدولت وہ اس قابل ہوگا کہ خود اپنی شرائط منوا سکے لیکن بہر صورت مادھو راؤ کو اتنی آسانی سے مات نہیں دی جا سکتی تھی۔

اپنے حلیف کا انتظار کیے بغیر مادھو راؤ نے جنوری ۱۷۶۷ء میں کرشنا عبور کیا۔ حیدر کو پہلی مہم کا یہ تجربہ تھا کہ مرہٹہ سردار کے ساتھ کھلی ہوئی لڑائی لڑنا نامناسب ہوگا۔ اس نے بنگلور، بدنور اور سرا کی قلعہ بندی کی اور خود سرنگاپٹم میں اپنی افواج کے ساتھ جما رہا۔ مرہٹوں کی پیش قدمی کے راستوں پر پانی کے تمام ذخیروں میں زہر ملا دیا گیا اور غلّہ یا تو جلا دیا گیا یا زمین میں دبا دیا گیا۔ ولکس لکھتا ہے کہ

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۱۶ر جنوری ۱۷۶۷ء ص ۵۸

(۲) " " " " " " ""

(۳) ایس پی ڈی جلد ۲۱، خط نمبر ۱۳۵

http://www.apnaorg.com

"ایک منظم فوج کے خلاف اس کا یہ منصوبہ چاہے جتنا کارگر ہوتا مگر مرہٹوں کی کثیر التعداد فوج کے خلاف یہ محض ایک خیالی چیز ثابت ہوئی کیونکہ ان کی تعداد تقریباً زمین کے ہر حصے کو ڈھانپ لیتی تھی اور یہ مسلمانوں کی شاعرانہ مثال ٹڈی دل کا صحیح مظاہرہ تھا۔ ایسا منصوبہ ایسی عظیم فوج کو پریشان تو کر سکتا تھا مگر ان کے بڑھتے قدموں کو نہیں روک سکتا تھا۔" مادھوراؤ فروری میں رائے ورگ پہنچا اور نیم ریگستانی علاقے سے گذرتا ہوا سرا جا پہنچا۔ (۱) مرہٹوں نے ۵۰ میل کا محاذ بنا لیا تھا کیونکہ وہ متوازی صفوں میں آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ چارہ گھر کی چھتوں، پتیوں اور جڑوں سے حاصل کر رہے تھے اور خشک ندیوں کی تہوں کو کھود کر اپنے لیے پانی حاصل کر سکتے تھے۔ ایک ماہ کے عرصے میں پیشوا نے گووالی، بلاری، سڈنور، ادونی، کرنول، گنگاگری، چتل ورگ، دیوورگ اور رائے ورگ سے ہنڈی کی شکل میں ۲۵ لاکھ روپے حاصل کر لیے۔ انتظامیہ کے اخراجات اس کے علاوہ نقد کی شکل میں الگ ادا کیے گئے تھے۔ (۲)

حیدر کا نسبتی بھائی میر رضا جو کہ سرا میں تھا قلعے سے باہر آیا اور اس ارادے سے میدان میں خیمہ زن ہوا کہ وہ ڈٹ کر لڑائی لڑے گا۔ اس کو شکست ہوئی اور وہ فصیل کے اندر پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔ مرہٹوں نے میر رضا کے دو سو گھوڑے پکڑ لیے۔ اس کے تقریباً تین سو آدمی زخمی ہو گئے اور چالیس پچاس آدمی مارے گئے۔ مرہٹوں نے سات توپوں میں سے جنھیں وہ قلعے سے باہر لایا تھا پانچ توپیں بھی چھین لی تھیں۔ سرا میں رسد کی کافی مقدار تھی اور تقریباً بارہ ہزار چیدہ سپاہیوں سے وہ لیس تھا۔ لیکن جب پیشوا کا توپ خانہ اور آگے بڑھا تو میر رضا نے دور اندیشی کو بہادری پر ترجیح دیتے ہوئے مرہٹوں سے جا ملنے کی پیشکش کی۔ پیشوا کی طرف سے گوپال راؤ پٹوردھن نے ثالث اور ضامن کے فرائض انجام دیے۔ میر رضا کو اس کا آبائی علاقہ گرم کنڈا اس شرط پر دیا گیا کہ وہ مرہٹوں کی فوجی خدمات کے لیے دو ہزار آدمی تیار رکھے۔ یہ فروری ۱۷۶۷ء کے ابتدا میں طے ہوا۔ (۳) مارچ کی ابتدا میں پیشوا نے مداگیری کے ناقابل تسخیر قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ حیدر کو یہ یقین تھا کہ وہ قلعے کا دفاع کر سکے گا مگر حملے کے دوسرے دن فصیل منہدم ہو گئی اور قلعے والے صلح کی گفت و شنید کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بدنور کا حکمران اور اُس کی رانی قلعے میں قید پائے گئے۔ (۴) پیشوا نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آیا۔ (۵)

---

(۱) ولکس، تاریخ میسور جلد اوّل ص ۳۰۲ (۲) کھرے، لیکھ سنگرہ جلد دوم مقدمہ

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۱۳۰، لیکھ سنگرہ خط نمبر ۶۰۸

(۴) ولکس ص ۴۴

(۵) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۱۴۷، بمبئی یادداشتیں ص ۱۴۲

http://www.apnaorg.com

اس نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور چنّارائے ورگ، مدک سرا، ڈوڈ بالاپور، چک بالاپور، دیوان ہالی، ہوسکوٹ اور کولار پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

ان مسلسل اور پیہم حملوں نے اور نظام کی آمد نے حیدر کو صلح جوئی پر مجبور کر دیا۔ پیشوا نظام کی مداخلت سے پہلے صلح کرنے کا خواہشمند تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پیشوا نے نظام سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ رکن الدولہ اور شیر جنگ کو آگے بھیج دے اور کچھ ابتدائی انتظامات پر اصرار کیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ دونوں لشکر گاہوں کے درمیان کم سے کم چالیس میل کا فاصلہ رکھا جائے۔(۱)

حیدر اس اتحاد کے امکان اور دونوں کے درمیان گفت و شنید کی خبر سُن کر ڈر گیا۔ اس نے اپنی مخصوص سیاسی حکمت عملی کے ساتھ گوپال راؤ کے ذریعے پیشوا کو یہ تجویز بھیجی کہ محمد علی اور انگریزوں کے خلاف ایک مشترکہ مہم کی جائے۔ مادھوراؤ اس کی چال سمجھ گیا اور اس نے کہلا بھیجا کہ نظام اور اس کے ذریعے انگریز اس کے دوست ہیں۔ وہ خود بنگلور کی طرف پیش قدمی کرے گا اور نظام سرنگاپٹم پر قبضہ کرے گا۔(۲)

حیدر کے لیے سر جھکا دینے کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس کو اکتیس[۳۱] لاکھ روپے بطور خراج ادا کرنے کا اقرار کرنا پڑا۔ سرا، چک بالاپور اور کولار اس کو واپس دے دیے گئے۔ لیکن مدگیری، چنّارائے ورگ، ڈوڈ بالاپور، ہوسکوٹ اور دوسرے دو پرگنوں پر مرہٹوں نے اپنا تسلط قائم رکھا۔ گنیش گڈ، نندا گنڈی، گوڈی باندا، کوٹی کونڈا اور نام گنڈلو بھی حیدر کو واپس مل گئے۔(۳)

اس طرح نظام بجا طور پر بے وقوف بن گیا۔ پیکسوٹو لکھتا ہے کہ "حالیہ صلح کو نظام نے سخت ناپسند کیا اور مادھوراؤ سے یہ پوچھا کہ کس چیز نے اُسے ایسی صلح کرنے اور واپسی پر مجبور کر دیا تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ اُسے اس کا خراج مل گیا ہے اور اس نے صلح کر لی اور اُسے پونا واپس لوٹنے میں یونہی کافی دیر ہو چکی تھی چنانچہ اس نے واپسی کا فیصلہ کر لیا کیونکہ نواب کا یہ عزم تھا کہ وہ سرنگاپٹم کے جزیرے کو ایک میدان جنگ بنا دے گا لیکن معاملات اِتنی جلدی اور اِتنی آسانی سے نہیں طے ہونے والے تھے جیسا کہ نظام علی کا خیال تھا۔ اس کے علاوہ اس کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ ان سے جنگ جاری رکھی

---

(۱) لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۶۰، پیشوا کا کہنا تھا کہ نظام کی آمد سے پہلے صلح مکمل کر لی جائے۔

(۲) 〃 〃 خط نمبر ۱۰۰

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷، لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۲۱، و ۱۸

جائے جو خراج ادا کر دیتے ہیں"۔(۱) نظام علی کو یہ توقع تھی کہ کامیابی کے پھل سے حصّہ اسے بھی ملے گا۔ لیکن اس کو اپنی چال میں مات ہو گئی تھی۔

مادھوراؤ کی اس دوسری مہم کے سلسلے میں کئی واقعات غور طلب ہیں۔ میر رضا مرہٹوں سے غالباً اس لیے جا ملا تھا کہ ان کے خلاف ناکامی کی بنا پر اس کا نسبتی بھائی اس کی بے عزتی کرے گا اور اُسے ذلیل کرے گا۔ مادھوراؤ نے جو کچھ ہو سکا اس کو خوش رکھنے کی کوشش کی مگر چنارائے ورگ کے قریب ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹہ لشکرگاہ میں میر رضا کتنی بے چینی میں مبتلا تھا اور کس قدر اضطراب کا سامنا کر رہا تھا۔ چنارائے ورگ میں ایک رات کچھ بدمعاشوں نے اُس کے خیمے کو لوٹ لیا اور وہ اُس کے زنانے حصّے تک گھس گئے۔ کچھ گردی اور پنڈاری سپاہی جو میر رضا سے خوش نہ تھے مرار راؤ کے خیمہ میں گئے اور وہاں کے کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر اس کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا۔ مرہٹہ اخبارات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب اس کی خبر پیشوا کو ملی تو وہ غصّہ ور شیو دیوتا کی طرح نظر آنے لگا۔ ان لیٹروں میں سے چالیس پچاس لیٹروں کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔ پیشوا بنفسِ نفیس میر رضا کے خیمے میں گیا اور اس نے ملبوسات، ظروف، مٹھائیاں، گھوڑے، خیمے کو سجانے کا سامان، نقدی اور زیورات بھی بھیجے۔ میر رضا کے تعلقات مرار راؤ سے کچھ اچھے نہ تھے اور اُسے شک تھا کہ اس واقعہ کی ذمہ داری اسی پر ہے لیکن تفتیش سے یہ حقیقت کھلی کہ نہ تو حکومت کے سپاہی اور نہ ہی کسی اہم سردار کے سپاہیوں کا اس نامناسب واقعہ میں کوئی ہاتھ تھا۔ پیشوا کی طرف سے بطور تلافی ایک لاکھ روپیہ اسے دیا گیا(۲) لیکن مرار راؤ اور میر رضا کے درمیان تلخ تعلقات کی وجہ سے پیشوا میر رضا کے شبہات پوری طرح سے دور نہ کر سکا۔

اس مہم کے سلسلے میں مادھوراؤ کے کیا مقاصد تھے اور حیدر کہاں تک ان میں رکاوٹ ڈالنے میں کامیاب ہوا؟ ولکس کہتا ہے کہ "مرہٹوں کے سامنے ہمیشہ دو مقاصد رہتے تھے: اتحاد کے زمانے میں دوسروں کے ساتھ مل کر لوٹنا اور اس کے بعد بلا شرکت فتح۔ مرہٹہ سرداروں نے ہمیشہ یہ اظہار کیا کہ وہ حیدر کی غاصبانہ تسلط کا مکمل خاتمہ چاہتے ہیں"۔(۳) چنانچہ اس کے خیال کے مطابق پیشوا ایک

---

(۱) پیکسو نو جلد پنجم، پیراگراف ۱۶

(۲) لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۶۹۲ مورخہ ۸ مارچ

(۳) ولکس تاریخ میسور جلد اوّل ص ۳۰۰، و ۳۰۱

http://www.apnaorg.com

سچے مرہٹے کی طرح اپنے حلیف کو محض لوٹ مار کی توقع دلانے میں کامیاب ہوا تھا اور اس کے سوا اور وہ کسی چیز میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس لحاظ سے حیدر کو کامیاب گردانا چاہیئے لیکن اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی ہے کہ مادھوراؤ درحقیقت حیدر کی قوت بالکل ختم کردینے کی فکر میں تھا۔ اس قسم کا رویہ اس کی تیسری مہم کا محرک ضرور رہا تھا دوسری مہم میں قطعی نہیں تھا۔ اس مہم میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ابھی اپنی راہ تلاش کر رہا تھا۔ اس صورت میں نظام جیسے ناقابل اعتبار حلیف کے لیے اس قسم کا کوئی منصوبہ بنانے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ مرہٹہ پڑاؤ سے یکے بعد دیگرے لکھے جانے والے خطوط سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ پیشوا حیدر سے صرف خراج وصول کرنے کے لیے کوشاں تھا۔ حیدر کے نمائندے کریم خاں نے دسمبر جنوری میں صرف بارہ لاکھ کی پیشکش کی تھی۔ پھر بعد میں اس میں اضافہ کر کے رقم اکیس لاکھ کر دی تھی۔ پہلے پیشوا کا مطالبہ ستر لاکھ کا تھا۔ مارچ میں اس میں کمی ہوئی اور صرف چالیس لاکھ رہ گیا۔ بنیادی طور پر پیشوا کا منصوبہ یہ تھا کہ حیدر مرہٹہ راج اور اس کے ماتحت حکمرانوں کے تمام علاقے ریاست سنڈا سمیت واپس کردے۔ اس کے علاوہ اس کو ۷۵ لاکھ کے خراج کی بھی اُمید تھی (۱)۔ نظام کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کے سبب اس کے جنگی مقاصد میں تبدیلی ناگزیر تھی۔

---

(۱) لیکھ سنگرہ جلد سوم، خط نمبر ۱۵۸

http://www.apnaorg.com

باب ۸

انگریزوں سے تعلقات

۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۷ء

۱۷۶۰ء کی ابتدا میں حیدر علی میسور کا حاکم مطلق بن چکا تھا۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ہفت سالہ جنگ جو یورپ میں بھڑک رہی تھی اس کے اثرات ہندوستان میں مرتب ہو رہے تھے۔ پانڈیچری میں سخت مشکلات میں گھرا ہوا لالی سر پر منڈلانے والی آفت کو ٹالنے کے لیے ہر طریقہ اختیار کر رہا تھا۔ اس نے حیدر سے گفت و شنید کی اور وہ چار ہزار میسوری فوج کی خدمات دینے پر تیار ہو گیا جن کے بارے میں یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ محصور شہر کے لیے سامان رسد لے کر آئیں گی۔ میسور فوج کا اہم حصّہ تو تیاگر میں رہا اور سامان رسد جمع کرتا رہا اور ایک حصّہ پانڈیچری پہنچ گیا لیکن ۱۸ / جولائی ۱۷۶۰ء کو فوج کا وہ اہم حصّہ میجر مور کو ایک سخت شکست دینے کے بعد سامان رسد سمیت پانڈیچری پہنچ گیا۔ اس مقابلے میں انگریزوں کے ۲۵ آدمی مارے گئے یا زخمی ہوئے۔[1] حیدر کا فرانسیسیوں سے اتحاد ذاتی مفاد کے اصول پر مبنی تھا کیونکہ انھوں نے اس کے غاصبانہ قبضہ کی حمایت کی تھی۔[2] اینگلو فرانسیسی جنگ کے خوشگوار اختتام کی صورت میں اسے یہ توقع تھی کہ وہ کرناٹک میں ترچناپلی، مدورا، ٹنے ویلی اور چند دوسرے مقامات حاصل کر سکے گا۔ اگرچہ فرانسیسیوں کے لیے آثار تاریک تھے تاہم حیدر ان کی مدد کے لیے آمادہ ہو گیا تھا اور وہ یقیناً اینگلو فرانسیسی جنگ کو ایک مختلف موڑ دے سکتا تھا اگر اسی دوران میسور میں شاہی جماعت نے جس کی قیادت کھانڈے راؤ

---

(۱) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۳۱ / جولائی ۱۷۶۰ء پیراگراف ۱۴، ۱۵ اور ۳۰

(۲) فوجی مشاورتیں جلد ۱۳ ب، ص ۷-۱۶۰ ص ۱۱۲۷

http://www.apnaorg.com

کے ہاتھ میں تھی اور جو اس وقت تک حیدر کا پرجوش اور سچا ہمنوا تھا، اس کو طاقت سے محروم کرنے کی کوشش نہ کی ہوتی۔ انھوں نے ۱۲ راگست ۱۷۶۰ء کو وساجی پنڈت کی زیر قیادت مرہٹہ فوج کی مدد سے حیدر پر اچانک حملہ کردیا اور حیدر کو بنگلور بھاگنا پڑا۔[1] وہ مئی ۱۷۶۱ء تک کھانڈے راؤ کی میدانی افواج کو مغلوب اور اپنے مقام کو حاصل نہیں کرسکا۔[2] اسی اثنا میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کا قضیہ بڑی آسانی سے تمام کردیا۔

فرانسیسیوں کو مؤثر امداد دینے سے حیدر کو روکنے کے لیے تجویز ہے یوسف خاں کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ ریاست میسور کے قریبی علاقوں پر حملے کرتا رہے اور کپتان رچرڈ اسمتھ نے ترچناپلی کی محافظ فوج کے کچھ دستوں کے ساتھ حملہ کیا اور ایک میسوری مقبوضہ کرور پر قبضہ کرلیا۔ انگریزوں نے تو یہاں تک سوچا تھا کہ کچھ مرہٹہ سوار دستوں کو ملازمت میں رکھ کر ان کو میسور کے علاقوں میں تخریب کے لیے بھیجا جائے اور اس طرح حیدر کو مجبور کیا جائے کہ وہ پانڈیچری سے اپنی فوجوں کو واپس بلائے[3] مگر یہ صرف روپے کی کمی کے سبب نہیں ہوسکا۔[4] اسی وقت وہ باہمی کشاکش شروع ہوگئی جس میں وقتی طور پر کھانڈے راؤ کو حیدر پر عارضی برتری حاصل رہی۔ کھانڈے راؤ نے مدراس کے پریسیڈنٹ اور نواب ارکاٹ کو دوستانہ خطوط لکھے اور ان کو یہ اطلاع دی کہ حیدر ایک باغی ہے اور اسی نے فرانسیسیوں کی مدد کے لیے مخدوم علی کی زیر قیادت فوجیں بھیجی ہیں۔[5] ان حالات میں حیدر کو مخدوم کی فوج واپس بلانی ہی پڑی۔ میسور کے راجہ نے ترچناپلی کے رچرڈ اسمتھ کو یہ اطلاع دی کہ وہ انگریزوں سے ایک معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ اپنی حکومت کی جانب سے کپتان اسمتھ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اس سلسلے میں گفتگو کا سلسلہ شروع کرے لیکن چونکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ فرانسیسیوں کو کچلنے کے لیے ان کو وقت مل جائے چنانچہ اس کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ "وہ اس مقصد کے حصول کے پیش نظر اور حالات کے مطابق میسور کے راجہ یا چندر کو صلح کی تجاویز ہی پیش کرتا رہے اور وہ کوئی

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۳ الف ۲۷۶ ص ۷۰۸

(۲) دیکھو ص ۴۳، ۴۴

(۳) انگلستان کے مراسلات ۳۰ ر نومبر ۱۷۶۰ء پیرا ۱۲

(۴) " " " ۳۱ ر جولائی ۱۷۶۰ء پیرا ۱۵

(۵) " " " مورخہ ۳ ر نومبر ۱۷۶۰ء پیرا ۱۳

http://www.apnaorg.com

باقاعدہ معاہدہ نہ کرے جس کو ہمارے پاس منظوری کے لیے بھیجنا ضروری ہے۔"(۱)

مرہٹوں اور کھانڈے راؤ کی جانب سے حیدر پر اس قدر دباؤ پڑ رہا تھا کہ اس کی تباہی سامنے نظر آنے لگی مگر اچانک غیر متوقع طور پر مرہٹے بارہ محل اور تین لاکھ نقد کے عوض واپسی پر رضامند ہوگئے۔ مرہٹے پانڈیچری کے فرانسیسیوں کی بھی مدد کر سکتے تھے اور فرانسیسیوں نے اس کے عوض ۲۰ لاکھ دینے کی پیش کش کی جس میں سے ۵ لاکھ کی فوری ادائیگی کا وعدہ کیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ جنجی بھی حوالے کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ نواب ارکاٹ نے مرہٹوں سے دس لاکھ پر صلح کر لی تھی جس میں سے پانچ لاکھ کی ادائیگی بیس دن کے اندر اور بقیہ کی تین ماہ کے اندر ہونی تھی۔(۲) ۱۶ جنوری ۱۷۶۱ء کو پانڈیچری نے کوٹ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ ایلین اور ہیوگل کی قیادت میں تین سو فرانسیسی سپاہیوں نے حیدر علی کے پاس ملازمت کر لی۔(۳)

مرہٹوں کی مدد سے محروم ہونے کے بعد میسور کا راجہ انگریزوں کی مدد کے لیے کوشاں ہوا۔ حیدر کی بڑھتی ہوئی طاقت اور ننجاراج سے اس کے اتحاد کو مدنظر رکھتے ہوئے کھانڈے راؤ فطری طور پر انگریزوں کی دوستی کا خواہاں تھا۔ ایک وقت میں انگریزوں نے یہ سوچا تھا کہ ایک لاکھ پگوڈا کے عوض کرور واپس کر دے۔(۴) لیکن انھیں اب اپنی مضبوطی کا احساس تھا اور وہ کوئی ایسی تجویز سوچنے کے حق میں نہیں تھے۔ راجہ میسور کے بخشی نے (جو انگریزی سرحد کے قریب تھا) رچرڈ اسمتھ کو بتایا کہ حیدر انگریزوں کا بھی دشمن تھا اور اس کے آقا کا بھی دشمن تھا اور یہ بھی بتایا کہ "راجہ انگریزوں کی دوستی کا شدید خواہشمند تھا اور اُسے کسی بھی لمحے ایک معاہدۂ اتحاد کرنے کا اختیار کلی مل جائے گا۔" اسمتھ نے لکھا کہ "اُسے حکم ملا ہے کہ اگر میں اُسے حیدر کی مزاحمت کے لیے کہوں تو وہ مجھ سے آ ملے اور اس کا مجھے اُس نے یقین دلایا ہے اور احکامات کو بجا لانے کے اپنے ارادے سے باخبر کیا ہے۔" اسمتھ نے کونسل اور صدر کو یہ مزید لکھا تھا کہ "راجہ ایک کمزور آدمی ہے۔ انگریزوں کی دوستی کی یقین دہانی ممکن ہے اُسے حیدر نایک کی مزاحمت جاری رکھنے میں ثابت قدم رکھے۔"(۵) نواب ارکاٹ نے

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۳ ب مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۷۶۰ء ص ۱۱۳۲

(۲) " " جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۳۲

(۳) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۴ فروری ۱۷۶۱ء پیرا ۲۵، فوجی مشاورتیں جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۱۵

(۴) فوجی مشاورتیں جلد ۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۲۵

(۵) " " " " " پیرا ۱۰۲

http://www.apnaorg.com

بھی یہ تجویز کی کہ کچھ فوجی دستے راجہ میسور کے پاس بھیجے جائیں تاکہ وہ حیدر کو زیر کر سکے[1] لیکن بورڈ نے فیصلہ کیا کہ "فرانسیسی کمپنی کے دکن میں فوجیں بھیجنے کی وجہ سے جو فوجی نقصانات ہوئے ہیں اور جو مصارف برداشت کرنے پڑے ہیں وہ ہمارے لیے ایک تنبیہہ ہے کہ ہم اپنے صدر مقام سے اتنی زیادہ دُور فوجیں بھیج کر اپنی کمپنی کو اسی قسم کی مشکلات میں مبتلا نہ کریں۔"[2]

کھانڈے راؤ پر حیدر کی فتح کے بعد راجہ میسور کو ملکی انتظام سے تقریباً الگ کر دیا گیا اور کھانڈے راؤ تقریباً ایک قیدی بن کر رہ گیا۔ اس پورے معاملے نے بڑی تلخی پیدا کر دی۔ اگرچہ انگریزوں نے راجہ میسور سے صرف آخر میں بات چیت توڑنے کے لیے ہی شروع کی تھی تاہم حیدر یہ بالکل نہیں بھول سکا کہ اس کے معاملات کے انتہائی سنگین اور نازک موقع پر انگریز اس کے جان لیوا دشمنوں سے اسی طرح ساز باز کر رہے تھے، جیسے خود اس نے ان کے دشمنوں سے اتحاد کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس دوران اس کو عام پیرایۂ بیان میں لکھے جانے والے خطوط کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔[3]

اِن حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ حیدر کی فوج میں فرانسیسی اثر بڑھتا ہی رہا۔ کرنل دومیو اور دی لاتور (جس کو جنگی افسر کے نام سے یاد کیا گیا ہے) کی قیادت میں سات آٹھ فرانسیسی افسر حیدر کے پاس ملازمت کرنے کی غرض سے منگلور آئے۔[4] حیدر کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ وہ فرانسیسیوں سے بہت قریب تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے ہندوستان میں فرانسیسی قوم کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی تھی اور ان کو ہر طرح کے تحفظ کی ضمانت دی تھی۔ مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۷۶۲ء کی ایک تحریری یادداشت جو اصل میں ایک معقول فوج بھیجنے کی درخواست تھی انگریزوں کے اس کھلے دشمن کی جانب سے مبینہ خطرہ پر زور رہے اور اس کی فرانسیسیوں کی دوستی پر خطرے کا اظہار کرتی ہے۔ نواب ارکاٹ نے اس خبر پر اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا کہ حیدر اس کے حدود ریاست میں داخل ہونے کے ارادے رکھتا ہے لیکن وہ اپنی تنبیہہ اتنی بار دُہرا چکا تھا کہ اس کا پریسیڈنٹ کونسل پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اور وہ لوگ اس

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۵ ص ۳۵۱

(۲) " " "

(۳) " " جلد ۱۴ الف ص ۱۰۲

(۴) " " جلد ۱۶ ۱۷۶۲ء ص ۱

(۵) " " " ص ۳، ایضاً جلد ۱۸ الف ص ۷۷، ایضاً جلد ۱۸ ب ص ۲۳۴

http://www.apnaorg.com

کے خوف پر مبنی تھے جو اُن کے خیال میں نواب اپنے مفاد کے لیے پیدا کرتا رہتا تھا۔

جب مدراس کی حکومت اور میسور کے حاکم ایک دوسرے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھ رہے تھے تو بمبئی کے لوگوں نے جو تجارت کی طرف زیادہ مائل تھے حیدر سے دوسروں کے مقابلے میں سیاہ مرچ کی خرید وفروخت کے ترجیحی اور بلا شرکت غیرے حقوق حاصل کر لیے تھے اور انھوں نے تو مدراس والوں کے سامنے یہاں تک تجویز رکھی تھی کہ چونکہ نواب ارکاٹ اور حیدر کے درمیان اختلافات ہیں لہٰذا ان کو دُور کرنے کے لیے پریسیڈنٹ اور کونسل کو کوشش کرنی چاہیے۔[1] ان کے تعلقات حیدر سے اتنے دوستانہ تھے کہ انھوں نے مادھوراؤ کی مہم (۶۵-۱۷۶۴ء) کے وقت حیدر کی فوری درخواست پر عظیم پیشوا کو ناراض کرنے کا خطرہ مول لیتے ہوئے حیدر کو توپیں، بارود اور آتشیں اسلحہ جات فراہم کیے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ وہ اسے پسند نہیں کریں گے کہ حیدر کے ہاتھ سے بدنور اور سنڈا کے علاقے نکل جائیں جہاں حیدر نے ان کو بہت گراں قدر مراعات عطا کر رکھی تھیں۔[2]

اس عہد میں جنوبی ہند کی تاریخ کی ایک نمایاں خصوصیت حیدر علی اور محمد علی کے درمیان پائی جانے والی دشمنی تھی۔ ان کی باہمی منافرت جو یقیناً بہت گہری رہی ہو گی لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اختلافی معاملات تھے۔ ڈنڈی گل، کرور، کوڈو موڈی، انّم ملیم، پلنی، ویروپکشی اور پلاپٹی کے اضلاع کے ساتھ سرحدی جھگڑے لگے تھے۔ ۱۶۸۲ء اور ۱۷۳۰ء کے درمیان یہ اضلاع ترچناپلی کے ماتحت رہے تھے۔ ترچناپلی کی رانی میناکشی کی حکومت کے آخر میں کرور اور کوڈو موڈی کو میسوریوں نے چھین لیا تھا۔ ان کو پھر چاندا صاحب نے واپس لے لیا تھا۔ جب چاندا صاحب گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا تو ڈنڈی گل میں متعین اُس کے ایک فوجدار نے ایک معقول رقم اور دوسرے تحائف کے عوض ان علاقوں کو میسوریوں کے حوالے کر دیا۔ محمد علی کا اس وجہ سے یہ خیال تھا کہ ان علاقوں پر اس کا پورا حق ہے اور اس لیے میسوریوں کو انھیں اس کے سپرد کر دینا چاہیے۔[3] ۱۷۶۰ء میں جب حیدر نے فرانسیسیوں کی مدد کی تو اسمتھ نے کرور پر قبضہ کر لیا اور یہ محمد علی کے حوالے کیے جانے والا تھا۔ حیدر اس پر راضی تھا کہ مل پڑی جب پر اس نے

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۸ ب ص ۵۶۸ مورخہ ۱۴ اگست ۱۷۶۳ء

(۲) " " " " " " " " "

(۳) " " جلد ۲۳ الف ص ۱۰-۹۱۴

http://www.apnaorg.com

قبضہ کر لیا تھا واپس کر دے اور اس کے عوض اسے کرور مل جائے مگر اس کی یہ تجویز ٹھکرا دی گئی۔ اس کو یہ بتایا گیا کہ "کرور پر ہم نے اس وقت قبضہ کیا تھا جب اس نے فرانسیسیوں کی مدد کی تھی اور ہماری قومی جنگ میں وہ ایک فریق بن گیا تھا۔ اس کی امداد کی بنا پر فرانسیسی پانڈیچری میں زیادہ دیر تک جمے رہے ورنہ وہ اتنی دیر تک مدافعت نہیں کر سکتے تھے چنانچہ یہ بات بالکل معقول ہے کہ ہم کرور پر فتح کے انعام کے طور پر قبضہ رکھیں کیونکہ اسے ہم نے اپنے دشمنوں یا ان کے اتحادیوں سے جیتا ہے جنھوں نے ہمارے خلاف بلا کسی وجہ کے ہتھیار اٹھائے تھے چونکہ معاہدہ صلح نے ہمیں فرانسیسیوں کے قدیم کارخانے واپس کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن دوسرے تمام مقبوضات پر ہمارا حق ہے کہ انھیں اپنے قبضے میں رکھیں کیونکہ ان کو ہم نے فتح کے بدلے میں پایا ہے اور فتح حاصل کرنے کے لیے ہم نے کثیر رقم خرچ کی ہے چونکہ نواب نے ہمارے اخراجات میں ہاتھ بٹایا تھا اس لیے یہ انصاف کی بات ہے کہ ہمارے زور بازو سے حاصل شدہ فائدوں میں اس کا بھی حصہ ہو اور اسی بنا پر کرور اس کے حوالے کر دیا گیا۔ نواب حقیقتاً دوسرے اسباب کی بنا پر بھی اس کا مطالبہ کر سکتا تھا"[1] نواب ارکاٹ نے کڈپہ کے علاقے پر بھی اپنا دعویٰ کیا تھا جس کو حیدر اپنے مفتوحہ علاقوں میں شامل کر رہا تھا۔

ان علاقائی جھگڑوں کے علاوہ دشمنی کے اور بھی اسباب تھے۔ ویلور میں انگریز سپاہیوں کی چھاؤنی تھی جس کو حیدر سخت ناپسند کرتا تھا کیونکہ اس کو سخت خطرناک تصور کرتا تھا[2] حیدر نے چاندا صاحب کے بیٹے راجہ صاحب کو جو محمد علی کا جانی دشمن تھا اپنی ملازمت میں رکھ چھوڑا تھا۔ اس نے اس کے بڑے بھائی محفوظ خاں کو پناہ دے رکھی تھی اور اس صورت حال میں وہ محمد علی کا امکانی دشمن ثابت ہو سکتا تھا۔ بہ ہر حال یہ تمام چیزیں بھی جنگ کا سبب نہ بن سکتیں اگر انگریزوں کی حکمت عملی کا اناڑی پن نہ ہوتا۔ حیدر نے خود وضاحت کی تھی کہ صورت حال اتنی خراب نہیں تھی۔ اس نے لکھا تھا "محفوظ خاں کے آنے پر گورنر کس سبب سے ناراض ہے؛ اگر میرے اور گورنر کے درمیان پکی دوستی قائم ہو جائے تو میں مناسب جواب دینا جانتا ہوں"۔[3]

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ص ۶۴

(۲) " " جلد ۲۴ ص ۱۰

(۳) " " جلد ۲۵ ۱۷۶۶ء ص ۳۸۴

http://www.apnaorg.com

بمبئی کے پریسیڈنٹ اور کونسل نے فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کو مورخہ ۴ اپریل ۱۷۶۶ء کو اطلاع دی کہ حیدر نے علاقہ مالا بار کی اپنی آخری مہم میں ان چند حکمرانوں پر بھی حملہ کیا تھا جن کے ساتھ بمبئی کی حکومت کے دوستانہ تعلقات تھے۔ انھوں نے اس کے موجودہ رویّے سے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ممکن ہے ان کی اس سے اَن بن ہو جائے چنانچہ انھوں نے درخواست کی تھی کہ ایسی صورت میں میسور کے خلاف ان کے اقدامات کی مدد کے لیے مدراس کی حکومت تیار رہے[1] جواب میں مدراس کی حکومت نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ حیدر کے ساتھ تعلقات کی بہتری کی کوشش کرے کیونکہ وہ اس بات کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ سرکار کے علاقوں کو صوبہ میں شامل کر لیا جائے جنھوں نے حیدر سے اس لیے مدد چاہی ہے کہ وہ ہم کو وہاں سے نکال باہر کریں۔" اِس لیے اگر حیدر کے خلاف دشمنی بھڑک اٹھی تو وہ یقیناً نظام علی سے اتحاد کرے گا اور یہ صورت نظام کو ان کی شرائط منوانے میں مانع ہوگی[2] یہ واقعہ مئی ۱۷۶۶ء کا ہے۔ جولائی میں حیدر نے اپنے وکیل کے ذریعے ایک پیشکش کی۔ جس میں انگریزوں کے ساتھ انتہائی مخلصانہ دوستی قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے اپنی پیشکش کا اظہار ان الفاظ میں کیا: "میرے پاس ایک عظیم لشکر ہے اور انگریزوں کے پاس بھی اسی قدر ہے۔ اگر دونوں متحد ہو جائیں تو مغل اور مرہٹے کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ اگر اس جانب ضرورت پڑی تو میری افواج ان کی امداد کو جائیں گی اور اگر میری طرف ضرورت پڑی تو ان کی فوجیں میری مدد کو آئیں گی۔ یہ بات گورنر تک پہنچا دو۔ اگر کونسل کے ارا کین اس سے اتفاق کریں تو وہ ایک مناسب آدمی سات ارا کین کونسل کا مہر شدہ خط لے کر میرے پاس بھیجیں کیونکہ اس قسم کے معاہدے خط و کتابت کے ذریعے انجام نہیں پاتے"۔[3] مدراس کی حکومت نے مدراس کونسل کے ایک رکن بورشیئر (BOURCHIER) کو محمد علی خاں کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ نواب کی جانب سے حیدر علی کے نام ایک خط تحریر کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا: "یہ بہت مناسب بات ہوگی کہ پائیں گھاٹ کے حکمراں اور بالا گھاٹ کے حکمراں کے درمیان مخلصانہ دوستی اور اتحاد قائم ہو"۔[4] بورشیئر کو یہ ہدایت بھی کی گئی تھی کہ وہ حیدر کے اصل

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ۱۷۶۶ء ص ۲۱۳

(۲) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۲۲ جنوری ۱۷۶۶ء پیرا ۰۷

(۳) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ۱۷۶۶ء ص ۲۱۳

(۴) " " " " ص ۴۰۶

ارادوں، اس کی جمع کردہ افواج کی تعداد اور تیاریوں کی تفصیلات بھی فراہم کرے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ انگریزوں کو اس مجوزہ پیش کش کی حقیقت پر ذرا بھی یقین نہیں تھا۔ ایک دفاعی معاہدہ کے سلسلے میں بورشیئر کو یہ بتایا گیا تھا کہ عام شرائط کے سوا کچھ مخصوص قسم کی شرائط نہیں ہونی چاہئیں۔ بس یہ معاہدہ ہونا چاہیے کہ ان کے دوست دشمن یکساں ہوں گے اور یہ طے ہونا چاہیے کہ انگریز اس کو مدد دیں گے۔ بشرطیکہ اُن کے علاقوں کا امن اس کی اجازت دے۔(۱)

لیکن حیدر نظام علی سے بھی گفت و شنید کر رہا تھا مگر باضابطہ ملاقات کی جگہ اور وقت کی اطلاع بورشیئر کو نہ مل سکی۔ اس کو حیدر سے نجی ملاقات کیے بغیر واپس مدراس جانا پڑا۔ مدراس کے پریسیڈنٹ اور کونسل کو یہ خدشہ لاحق ہوگیا کہ غالباً حیدر اور نظام علی کے درمیان کرناٹک پر حملہ کرنے کے سلسلے میں کوئی معاہدہ ہوگیا ہے۔ ذلت آمیز حرکت یعنی ان کے خطوط کا جواب دیے بغیر حیدر کی کوئمبٹور کو واپسی نے مدراس کے لوگوں کو نظام کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی تیز کرنے کے لیے اور ترغیب دی۔(۲) ان کو امید تھی کہ وہ حیدر پر ایک اچانک حملہ کریں گے۔ برطانوی سفیر کے ساتھ یہ سلوک اگست کی ابتدا میں ہوا اور نظام سے کیلیاڈ (CALLIAUD) کے معاہدے پر ۱۲ نومبر کو دستخط ہوئے۔(۳)

۱۸ نومبر کو مدراس کے پریسیڈنٹ اور کونسل نے بمبئی اور تیلی چری کو حسب ذیل مضمون کے خطوط لکھے: "ہوسکتا ہے کہ میسور کی حکومت کو اس کی قدیم اور مناسب حدود کے اندر محدود رکھنے کے لیے ہم کو (نظام کی) مدد کرنی پڑے۔ اس کو ایک اچھا موقع تصور کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۲ ۱۷۶۶ء ص ۴۲۶، جیمس بورشیئر کے لیے ہدایات پیرا ۹

(۲) انگلستان کے مراسلات ۲۲ فروری ۱۷۶۶ء پیرا ص ۴۔

(۳) مدراسی فوج کی تاریخ جلد اول ص ۱۱

اس معاہدہ کے نتیجہ میں ملنے والے فوجی فوائد کی طرف ولسن ہماری توجہ مبذول کراتا ہے: "حیدر کے خلاف ۱۷۶۶ء میں نظام کے ساتھ مدراس کے معاہدۂ اتحاد پر عام طور پر نکتہ چینی کی گئی ہے لیکن اس سے بلاواسطہ طور پر زبردست فوجی اہمیت کے فائدے حاصل ہوئے۔ اس وقت تک فوج کی مختلف بٹالین ایک بریگیڈ میں نہیں تشکیل دی گئی تھیں۔ حقیقت میں وہ ہمیشہ بٹالین کی شکل میں بھی نہیں منظم کی گئی تھیں بلکہ وہ بازو (WINGS) اور کمپنی کی شکل میں جدا جدا تھیں۔ کرنل اسمتھ کے تحت جو انگریزی فوج ہے ساتھ نظام کے ساتھ گیا تھا ان کی بٹالینوں کی شکل میں تنظیم کی گئی اور ان کے بریگیڈ بنائے گئے اور ان کو دیسی اور یورپی منتخب اور چیدہ افسروں کی ماتحتی میں دیا گیا۔ اس طرح سے یہ فوجی تنظیم ایک مدت تک رکھی گئی اور اس کی حیثیت بطور فوجی دستوں کے ٹکڑوں کے رہی اور اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

ایک ایسے شخص کے حوصلہ مندانہ منصوبوں کا سد باب کر سکیں گے جس کے تشدد، جس کی بے پناہ فتوحات، دولت اور طاقت نے نواب کے علاقوں کے امن کے لیے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسٹر بورشیئر کو جو گفت و شنید کے لیے گئے تھے بار یاب ہونے کی اجازت نہ دینے سے ہمیں یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ وہ ہم سے اتحاد اور دوستی کا کتنا کم خواہاں تھا اور ہمیں یہ بھی اچھی طرح سے معلوم ہے کہ انتہائی اقدامات کے سوا اور کوئی چیز اس کو عقل کی بات سمجھنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔"(۱)

نظام اور انگریزوں کے درمیان ہونے والے اتحاد کے نتیجے میں ایک مشترکہ حملے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے حیدر نے اپنے وکیل کو ایک خط کے ساتھ واپس بھیجا اور مسٹر بورشیئر سے ملاقات نہ کر سکنے لیکن اپنے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اتحاد و دوستی کی شرائط پر پھر بات کرنا چاہتا ہے لیکن مدراس کی حکومت نے اپنے اصل مقصد کو ممکنہ حد تک خفیہ رکھنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ پریسیڈنٹ نے وکیل کو مطلع کیا کہ برطانوی حکومت کا ہمیشہ یہ نظریہ اور کوشش رہی ہے کہ وہ ہر حکومت سے دوستانہ تعلقات رکھے لیکن اس کے آقا کے مشتبہ رویے پر وہ چوکس ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور جس کے سبب ان کو مختلف علاقوں سے اپنی فوجیں بلانے کے اخراجات اٹھانے پڑے لیکن اب بہر حال وہ اس بات پر خوش ہیں وہ صلح کی طرف قدم بڑھانے کے لیے تیار ہے۔"(۲)

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ بمبئی کی حکومت کی جانب سے مورخہ ۱۱ جولائی ۱۷۶۶ء کو حیدر علی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان امن و دوستی کے معاملے کی تجویز پیش کی گئی جس کے تحت انھیں "راس راموس سے پینی ساؤتھ (انتہائی جنوب) تک" وہ تمام مراعات حاصل ہوں گی جو سابق حکمرانوں کے وقت میں حاصل تھیں اور اس علاقے کی چھاؤنیوں میں ان کو کسی قسم کی رکاوٹ و پریشانی نہیں ہوگی۔ تجارت و پیشہ کے تمام معاملات میں انگریزوں کو ترجیح حاصل ہوگی۔ معاہدے کی بارھویں دفعہ کے تحت یہ طے پایا تھا کہ حیدر کسی ایسی طاقت کے ساتھ معاہدہ نہیں کرے گا جو کمپنی کے مفاد کے لیے مضر ثابت ہو اور نہ وہ کسی دوسرے علاقے خصوصاً نواب ارکاٹ اور راجہ ٹراونکور کے علاقوں پر حملہ کرے گا۔ حیدر نے اس دفعہ کو نظر انداز کر دیا اور اپنی جانب سے ان الفاظ میں یہ مطالبہ کیا: "جب بھی عزت مآب کمپنی کو فوجوں کی ضرورت ہوگی میں ان کو دس ہزار

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ص ۶۱۵

(۲) " " " ص ۹۴۹

سے پندرہ ہزار فوج سرکار سے فراہم کروں گا اور اگر سرکار کو اسی قسم کی ضرورت ہوگی تو وہ بھی اسی قسم کی مدد اسے فراہم کریں گے کیونکہ یہی ہماری دوستی کا تقاضا ہے اور یہی ہمارے دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کا سبب ہوگا۔[1] یہاں بھی ہم ایک دفاعی معاہدے کی یکساں تجاویز دیکھتے ہیں۔

یہ بمبئی کی تجویز بھی انھیں وجوہ کی بنا پر ناکام رہی جن کے سبب مدراس اور میسور کے درمیان معاہدہ نہ ہوسکا تھا اور اس کے بعد برطانوی حکمت عملی حیدر دشمنی کا رخ اختیار کرتی گئی۔ مدراس کی حکومت نے اس مجوزہ معاہدے پر اعتراض کیا کیونکہ وہ نظام سے کیے گئے ان کے معاہدے سے متصادم ہوتا تھا۔ اس تمام معاملے کا سب سے عجیب پہلو انگریزوں کا وہ احمقانہ خیال تھا جس کا اظہار ان کے اس خط میں ہوتا ہے جو مدراس سے بمبئی کو لکھا گیا تھا: "ہم اپنے کو یہ تسلی دیتے رہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بھی اسی روشنی میں معاہدہ کرے گا جس میں اس نے پہلے فرانسیسیوں سے کیا تھا جنھوں نے میسور کی مہموں میں صوبہ کی خدمت کی تھی تاہم حیدر علی نے پانڈیچری سے اپنی دوستی جاری رکھی"[2]

نظام نے اپنی برطانوی امدادی فوج کے ساتھ میسور کے علاقے میں پیش قدمی شروع کی۔ اس کا حلیف مادھو راؤ پہلے ہی سے میسور کے دوسرے حصوں کو تاراج کر رہا تھا۔ تاہم حیدر نے نظام کو ہمنوا بنانے کی اپنی کوششیں ترک نہیں کیں۔ محفوظ خاں کو نظام کے پاس ۵۰ ہزار گھوڑا اور کچھ ہاتھی بطور تحائف دے کر بھیجا گیا۔ انورالدین کا دیوان سوناپت راؤ بھی نظام کے ساتھ تھا۔ سربرآوردہ درباریوں میں شیر جنگ نے انگریزوں سے معاہدے پر اپنی مبینہ ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔[3] حیدر علی کی ان ترغیب دلانے والی پیشکشوں اور اس کے ان تین دوستوں کے اثر نے مذبذب نظام کو مخالفانہ رویّہ کے بجائے میسور کے لیے دوستانہ رویّہ اپنانے پر آمادہ کر دیا۔

انگریز تب ایک ایسی دلدل میں پھنس گئے تھے جس سے نکلنا ان کے لیے ناممکن نظر آرہا تھا۔ صورت حال کی مشکلات کا عکس اس خط میں جھلکتا ہے جو نظام کے ہمراہ جانے والے انگریزی لشکر کے قائد اسمتھ کے نام لکھا گیا تھا۔ مدراس کی کونسل اور پریسیڈنٹ نے لکھا تھا کہ "اگر تمام وسائل بیکار جائیں اور جو کچھ تم کرسکتے ہو وہ بھی کارآمد نہ ثابت ہو اور نظام حیدرآباد واپس ہونے کا فیصلہ ہی

---

(1) فوجی مشاورتیں جلد ۲۶ الف ص ۱۰-۲۶

(2) " " " "

(3) " " " " ص ۹۵-۱۰۴

http://www.apnaorg.com

کر چکا ہو تو تم یہ درخواست کرنا کہ عزت مآب کے لیے اگر پوری فوج کے ساتھ رکنا ممکن نہ ہو تو ایک حصّہ ہی چھوڑ دیں تاکہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کر سکے اور مرہٹوں کی مدد سے ہم اپنی مجوزہ مہم کا مقصد حاصل کر سکیں بشرطیکہ تم مرہٹوں کی جانب سے یہ بات پہلے ہی جان لو کہ وہ کسی ایسی تجویز کو آسانی سے قبول کر لیں گے۔ اگر وہ تمہاری امید کے خلاف فوج کا کوئی حصّہ نہ چھوڑے تو غالباً اس کو اس بات پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حیدر علی کے خلاف ہم مادھوراؤ کے ساتھ ایک دوسرے کی امداد کا کوئی معاہدہ کر لیں۔ اس تجویز کو بہر صورت احتیاط اور ہوشیاری سے پیش کرنے کی ضرورت ہے اور اگر تم دیکھو کہ اس کی بنا پر رقابت کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے یا تمہارے ارادوں پر عدم اعتماد کا خدشہ ہے تو مضبوط یقین دہانیوں کے ذریعے انھیں دُور کرنے کی کوشش کرو کہ ہمارا یہ قطعی منشا نہیں اور ہم کسی صورت میں صوبے سے اپنے تعلقات کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔" (۱)

مدراس حکومت کی حکمت عملی کی مکمل ناکامی اس وقت بالکل واضح ہو گئی جب لفٹیننٹ ٹاڈ نے جو مادھوراؤ کے لشکرگاہ میں بھیجا گیا تھا اپنی روداد پیش کی۔ اس نے لکھا تھا کہ "مجھے اس وقت شرم محسوس ہوتی ہے جب میں اس حقارت اور ذلت کے بارے میں سوچتا ہوں جو مجھے میرے مرتبہ کی بدولت ان لوگوں کو ملی جن کی میں نمائندگی کر رہا تھا۔ اس کے باوجود میں نے اپنے غصّے کو دبائے رکھا اور جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے اپنی ناپسندیدگی اور نفرت کو دبائے رکھا۔" (۲) مادھوراؤ نے حیدر کے ساتھ ایک الگ معاہدہ کیا اور واپس چلا گیا۔ مدراس کی حکومت نے حیدر کو ناراض کر دیا تھا اور پھر نظام کے ساتھ چھوڑنے اور مرہٹوں کے ہاتھوں ذلت اٹھانے کے بعد وہ نہ صرف اپنے کو سب سے کٹا ہوا پا رہے تھے بلکہ حیدر اور نظام کے اتحاد کا بھی ان کو سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس حکمت عملی کا پس منظر جو تمام صورت حال کی وضاحت کرتا ہے ایک ناقابل یقین اناڑی پن کی کہانی سناتا ہے۔

وہ اس اُمید پر اپنی بغلیں بجاتے رہے تھے کہ وہ "میسور کی حکومت کو اس کی قدیم اور مناسب حدود میں محدود کر دیں گے اور ایک ایسے شخص کے منصوبوں کا سدِّباب کر دیں گے جو کرناٹک کے امن و سکون کے لیے خطرناک تھا۔" (۳) لیکن وہ محسوس کر رہے تھے کہ قبل اس کے کہ وہ کوئی دفاعی منصوبہ مکمل

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۶ الف ص ۲۴۳ پیرا ۵

(۲) " " " ص ۲۸۱

(۳) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۲۲ فروری ۱۷۶۸ء پیرا ۵۷

http://www.apnaorg.com

کرسکیں اور ضروری و مناسب سامان رسد کے انتظامات کرسکیں ان کو حیدر اور نظام کے مشترکہ اتحاد کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ان کے کھوکھلے معاہدے اور حکمت عملی کے جوابی منصوبے حیدر نے مکمل طور پر بیکار کرکے رکھ دیے تھے اور ان کو مضحکہ خیز چیز بنا دیا تھا۔ اس سلسلے میں کورٹ آف ڈائرکٹرس کا حسب ذیل بیان قابلِ ذکر ہے:

"متواتر کئی برسوں کے تجربے کے بعد ہماری یہ رائے ہے اور جس کی تائید تمہاری طرف سے بھی ہوئی ہے کہ ایک ایسی فوج کا برقرار رکھنا جو صوبۂ دکن کی مدد کرسکے کرناٹک کو خطرے میں ڈال دے گا اور ہم کو دُور دراز علاقوں میں بہت ہی مہنگی جنگ میں مُبتلا کر دے گا۔ ہمیں سرکار کا عطیہ ان شرائط پر نہ قبول کرنا چاہیئے تھا جو اس فوج سے بہتر فوج کے بھیجنے کا مطالبہ کرتی ہیں جس کے بارے میں ۱۷۶۳ء میں تمہارا خیال تھا کہ وہ تمہارے اپنے تحفظ کے لیے خطرناک ثابت ہوگی۔ تم اس اقدام کو بنگال کی کمیٹی کی جانب سے آنے والے مشورے کی بنا پر صحیح قرار دیتے ہو حالانکہ یہ مشورہ ہماری فوج کی اتنی بڑی تقسیم کی اجازت کبھی نہیں دیتا ہے۔ رہا مرہٹوں کو روکنے کا جواز، سو تمہارے سارے اقدام اس کی نفی کرتے ہیں۔

"۱۷۶۶ء میں بمبئی بھیجے جانے والے اپنے خط مورخہ ۲۴ر جون میں تم نے خود حیدر سے دشمنی مول لینے کی مخالفت کی تھی جس کی طاقت کو تم مرہٹوں کے لیے ایک رکاوٹ سمجھتے ہو۔ سال ختم ہونے سے پہلے حیدر کی طاقت کے بارے میں تم یہ کہنے لگتے ہو کہ وہ صوبہ کے ساتھ اتحاد کی کوشش میں لگی ہے اور اس کی طاقت کی کمزوری تمہارا بنیادی مقصد بن کر رہ جاتا ہے۔

"مرہٹوں کی طاقت کے بارے میں یہ بہت کہا جا چکا ہے کہ اس کو روکا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بات کسی حد تک ضروری اور مناسب ہو مگر انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہندوستان میں ایک ثالث کا رول ادا کرے۔ اگر یہ تمہارے ناعاقبت اندیش اقدامات نہ ہوتے تو ملکی طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف توازن قائم کرلیتیں اور اپنے جھگڑوں میں پھنس کر وہ تم کو امن و سکون سے رہنے دیتیں۔" (۱)

---

(۱) کمپنی کا فورٹ سینٹ جارج کو عام خط مورخہ ۱۳ر مئی ۱۷۶۸ء

باب ۹

پہلی میسور۔ انگریز جنگ

(اگست ۱۷۶۷ء سے مارچ ۱۷۶۹ء)

حیدر اور نظام نے نواب ارکاٹ کے علاقے میں جنگ چھیڑ دی۔ مدراس پریسیڈینسی کا سب سے بڑا فوجی افسر کرنل اسمتھ تھا۔ وہ ملاپٹی کے قریب پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ ۱۴ اگست کے قریب وہ جنوب کی سمت قریب گیارہ میل آگے بڑھا۔ انگریزوں کی خبر رسانی کا نظام اتنا ناقص تھا کہ ۲۰ اگست تک حیدر اور نظام کے بارے میں اسے کچھ بھی یقینی طور پر نہیں معلوم ہو سکا اور جب اسے علم ہوا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ حیدر کے سوار انگریز لشکرگاہ کے لیے چارہ کا انتظام کرنے والی گاڑیوں کو بھگا لے گئے تھے اور مخدوم صاحب کی زیر کمان حیدر کے چار ہزار سوار قرب و جوار کے علاقوں میں لوٹ مار کر رہے تھے۔ اسمتھ کو یہ بھی خبر ملی کہ نظام اور حیدر کاویری پٹنم کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں اور حیدر کے کچھ سوار دستے سنگرپیٹھ کے راستے کرناٹک میں گھس گئے ہیں۔ انگریز اپنی چھوٹی سی فوج سے کاویری پٹنم کو بچانے کی کوشش بھی کرنے کے قابل نہیں تھے کیونکہ وہ پہلے ہی سے سامان رسد اور دوسری ضروریات کے شدید محتاج تھے۔ محافظ فوج کو اس کے حال پر چھوڑ کر کہ وہ جن بہتر شرائط پر ممکن ہو صلح کر لیں، انگریزی فوج نے جنوب مشرق میں ۱۶ میل کوچ کیا۔ وہ جلد سے جلد ترونا ملائی پہنچنا چاہتی تھی جہاں اسمتھ کو یہ امید تھی کہ وڈ کی ترچنا پلی سے متوقع فوج اس سے آ ملے گی۔ اسمتھ کے زیر کمان انگریزی فوج کی تعداد بہت کم تھی اس میں صرف چھ سو یوروپی اور چھ ڈویژن دیسی سپاہیوں کی تھیں۔ حیدر کی فوج دو سو دس یوروپی، آٹھ سو بہترین مغل سوار، بارہ ہزار دوسرے سواروں، پانچ ہزار دستی بم پھینکنے والے سپاہیوں، یوروپی دستی بندوقوں سے لیس آٹھ ہزار سپاہیوں، ایک ہزار بندوق بردار اور چار ہزار توڑے دار بندوقوں

http://www.apnaorg.com

پر مشتمل تھی۔ اس کے اٹھارہ ہزار پیادوں میں ۱۲ ہزار یقیناً بہت عمدہ تھے۔ اس کے پاس تمام قسم کی اٹھارہ توپیں تھیں۔ نظام کے پاس ۲۵ سے ۳۰ ہزار سوار، دس ہزار پیادے اور ساٹھ توپیں تھیں۔(۱)
۳۰ اگست کو اسمتھ سنگر پیٹھ روانہ ہوا۔ تمام راستہ جنگلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور توپوں کی نقل و حرکت کے لیے بہت خراب تھا۔ اس سفر کے دوران وہ دو بار پونیر سے ہو کر گذرا۔ حیدر کے سواروں نے تعاقب کیا مگر وہ نظروں سے اوجھل رہے۔ ۳۱ اگست کو ۲ بجے صبح کے قریب اسمتھ سنگر پیٹھ کے درے سے گذرا۔ حیدر کے سواروں نے حملہ کیا مگر انگریزوں کی شدید گولہ باری کے سبب وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اس سلسلے میں ایک انگریز سپاہی کا تبصرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "مجھے بڑی مشکل سے یہ یقین آتا تھا کہ اتنے گھنے جنگل میں کوئی سوار فوج پیادہ فوج پر حملہ بھی کر سکتی ہے۔ جنگل میں بعض جگہ ہم قطاروں کی شکل ہی میں آگے بڑھ سکتے تھے اور اتنا ہی نہیں ان میں سے بہت سے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل گھسٹ گھسٹ کر اس ڈھلوان اور ناہموار پہاڑی پر آگے بڑھے تھے۔ ان کی جنگی صلاحیتیں ہم سے بہت مختلف ہیں۔"(۲)

چنگاما کی جنگ: حیدر کا منصوبہ یہ تھا کہ چنگاما کے قریب مختصر سی انگریزی فوج کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اسمتھ ایک خاص ترتیب سے آگے بڑھ رہا تھا۔ مقدمۃ الجیش کی کمان میں کیپٹن کالورٹ کی بٹالین میجر بنجور کے ساتھ تھی۔ ان کے عقب میں نواب ارکاٹ کے تقریباً ایک ہزار سوار چل رہے تھے۔ ان کے کچھ پیچھے سامان لشکر تھا۔ اس سامان کے دائیں جانب گگ کی بٹالین قطاروں کی شکل میں آگے بڑھ رہی تھی اور اس کی بائیں طرف کوبی کا دستہ اسی طرح رواں دواں تھا اور سب کے عقب میں میجر تھامس فٹز جرالڈ اور مختلف دستوں کے دستی بموں سے لیس سپاہی تھے۔ حیدر نے نظام کی فوج کے ایک سالار راجہ رام چندر راؤ کو پانچ ہزار تین سو سوار اور کچھ پیادوں کے ساتھ اس راستے کے بالکل متصل واقع ایک گاؤں اور پہاڑی پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا جس سے انگریزی فوج گزرنے والی تھی۔ حیدر کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ انگریزی فوج کو سامنے سے روکیں گے اور وہ خود عقب سے اصل فوج کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوگا۔ ان کی دستی بندوقوں اور تیروں سے برابر حملہ جاری رہا اور اس کی سوار فوج بھی حرکت میں آگئی لیکن کوبی کی فوج نے جو گاؤں کے سب سے قریب تھی گاؤں پر سنگینوں سے حملہ کیا اور

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵
(۲) " " " "

http://www.apnaorg.com

نظام کی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ چونکہ حیدر کے سپاہیوں اور سواروں کا ایک بڑا حصہ انگریزی قطاروں کو دبا رہا تھا لہٰذا ایک برطانوی بٹالین کو وہاں تعینات کر دیا گیا۔ جنوب کی سمت سے پہاڑی پر حیدر کے بہترین سپاہیوں نے حملہ کیا۔ پہاڑی پر انگریزوں کے قبضہ کر لینے سے انھیں جو فوجی فائدہ حاصل تھا حیدر اسے اچھی طرح جانتا تھا چنانچہ اُس نے اسے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کئی حملے کیے۔ ایک حملے میں حیدر نے بذات خود قیادت کی جس میں اُس کی ٹانگ پر چوٹ آگئی۔ لڑائی کے ایک مرحلے میں حیدر کے سپاہی پہاڑی پر قابض ہو گئے تھے مگر دستی بم پھینکنے والے سپاہیوں نے انھیں مار بھگایا۔ حیدر نے ان کی صفوں کو توڑ کر اُوپر پہنچنا ناممکن سمجھا۔ انگریزوں کے بیس آدمی قتل ہوئے اور ڈیڑھ سو زخمی جن میں پانچ یوروپین بھی شامل ہیں۔ حیدر اور نظام کے پندرہ سو آدمی زخمی یا قتل ہوئے۔ جنگ ۲ ستمبر کو ہوئی اور وہ دوپہر کے ایک بجے سے رات گئے تک جاری رہی۔(۱) اس لڑائی نے حیدر کے ذہن میں انگریز کمان دار کے بارے میں بہترین رائے قائم کر دی جو بعد میں انگریزوں کے کام آئی۔

سوار فوج کی عدم موجودگی میں تعاقب ناممکن تھا۔ دوسری صبح برطانوی فوج نے اپنا سفر جاری رکھا اور حیدر کے سپاہی فاصلہ سے تاراج کرتے رہے۔ جیسے ہی بجور اپنے دستے اور سامان کے ساتھ آگے بڑھا حیدر کے سواروں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کے راستے میں ایک ندی پڑتی تھی جس میں اس وقت بہت کم پانی تھا۔ اس کے کنارے بہت ڈھلوان اور جھاڑی دار تھے اور زمین بھی کافی ناہموار تھی۔ حیدر کے سوار اس میں اُتر گئے اور زبردست لوٹ مار کی اور انھوں نے تو فوجی گاڑی کے ڈبیلو کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بعد میں گاڑیاں نکال لی گئیں۔ برطانوی فوج کا ہراول ۴ تاریخ کو صبح کے وقت اور عقبی حصہ اسی شام کو ترنامل پہنچا۔ "یہ ۲۷ گھنٹوں کا سفر تھا جس میں انسانوں اور جانوروں کو دم لینے کا بالکل موقعہ نہ ملا اور نہ وہ ایک لمحے کے لیے اپنا بوجھ اُتار سکے۔"(۲)

چنگاما کی لڑائی بالکل غیر فیصلہ کن رہی۔ برطانوی سپہ سالار تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ "مختلف دروں کے راستے دشمنوں کی سوار فوج ہم سے پہلے کرناٹک ... میں داخل ہو گئی۔ ترنامولی کے قریب مجھے اُن کی بڑی بڑی ٹکڑیاں ملیں۔" ان واقعات میں قابل ذکر واقعہ لفٹیننٹ ہچ کاک (HICHCOEK) کی دغابازی ہے جو ان حالات میں ایک بے نظیر مثال ہے۔"(۳)

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳ و ۲۱۵

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۷۶۷ء

(۳) لیکن ولسن اپنی "مدراس فوج کی تاریخ" میں ہمیں بتاتا ہے کہ یہ واقعہ پہلی بار نہیں پیش آیا تھا۔" اس زمانے میں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

http://www.apnaorg.com

۵ ستمبر کو حیدر نے پیش قدمی کی اور انگریزوں سے چھ میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا۔ اس کے ساتھ نظام کی پوری فوج تھی۔ اتحادی انگریزوں کو تیر اندازی سے خوف زدہ کرتے رہے — ۸ تاریخ کو کرنل وڈ کے دستے اسمتھ کے دستوں میں آکر مل گئے۔ حیدر کو اس اتحاد کو روکنا چاہیئے تھا مگر وڈ کی فوج بلا کسی قسم کی لڑائی کے ان سے آکر مل گئی بلکہ اس نے حیدر کی فوج دیکھی تک نہیں۔ برطانوی فوج آٹھ میل اور شمال کی سمت کلس بکم کی طرف بڑھ آئی۔ میسور فوج نے بازو کے دستوں کے ساتھ محض چند گولیوں کے تبادلے پر اکتفا کی۔ ۱۴ ستمبر کو اسمتھ اپنی فوج کے ساتھ ترناملی کے قریب ایک اونچے مقام کی طرف لوٹ آیا مگر ۱۶ تاریخ کو وہ پھر کلس بکم چلی گئی کیونکہ وہ سامان رسد کی سخت کمی محسوس کر رہی تھی۔ کچھ غلّہ انھیں گاؤں میں دبا ہوا مل گیا۔ ۲۱ تاریخ کو حیدر کی فوج کا ایک بڑا حصہ انگریزی فوج کے سامنے ظاہر ہوا۔ میجر فٹزجیرالڈ کے ماتحت دستی بم بردار سپاہیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ ان کو توپوں کے ذریعے مار بھگایا گیا۔ اس کے بعد وہ فوجی دستہ سینٹ تھامس کی پہاڑی پر گیا اور مدراس کے باشندوں کو شدید ترین سراسیمگی میں مبتلا کر دیا۔ "گورنر، محمد علی اور راس کالڑ کا کرنل کال اور تقریباً تمام اراکین کونسل کمپنی کے باغ میں ایک دیہی مکان میں ہونے کے سبب بال بال بچ گئے۔ خوش قسمتی سے باغ کے مقابل اتفاقاً ایک چھوٹی سی کشتی رکھی تھی جو ان کے بچنے کا ذریعہ بن گئی (۱)

۲۴ تاریخ کو ایک بار پھر برطانوی فوج نے اونچے مقام کی طرف پیش قدمی کی۔ برطانوی فوج کی یہ بار بار پیش قدمی اور واپسی اس غرض سے اختیار کی گئی تھی کہ وہ اتحادیوں کو کھلے میدان میں لے آئیں اور ان کو جنگ چھیڑنے پر آمادہ کر دیں تاہم ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ۲۵ ستمبر کو بائیں جانب سے

(بقیہ پچھلے صفحہ سے آگے)

جو لوگ ہندوستان آکر کمپنی کی ملازمت کرنا چاہتے تھے وہ بیشتر من چلے قسمت آزما ہوتے تھے اور اس لحاظ سے وہ بہت سی ترغیبات کی طرف مائل ہو سکتے تھے۔ ۱۷۶۸ء میں ایک کیپٹن کولسن نے جو چٹاپٹ کا کمان دار تھا اپنے مقام کو چھوڑ کر اپنی محافظ فوج اور دستے کے ساتھ حیدر علی سے جا کر مل گیا۔" فورٹ سینٹ جارج کے محکمہ جاسوسی کے نام اسمتھ کے ایک خط سے۔ سیلکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۷۶۸ء

(۱) قدیم مدراس کے آثار جلد دوم ص ۵۹۶

اس حملے کی خبر بڑھا چڑھا کر مدراس کے قبضہ کرنے کی کہانی بنا کر پیش کی گئی۔ کمپنی کے اسٹاک کی قیمت ۲۷۲ سے گر کر ۲۲۲ ہو گئی — سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۷۶۸ء ص ۳۲۷

http://www.apnaorg.com

انگریزوں نے قریب ڈیڑھ میل تک پیش قدمی کی جو ان کو ان کے پڑاؤ کے اور قریب اور اس کی سیدھ میں لے آئی اور جس کی بنا پر میسور فوج نے اپنے خیمے اکھاڑ لیے۔ انگریزی فوج نے زمین کو حملے کے لیے بالکل ناموافق پایا۔ میسور فوج تین میل جنوب میں بلند پہاڑیوں کے درمیان چلی گئی اور وہاں اس نے کئی مضبوط مورچے جما لیے۔ اس طرح انھوں نے اپنے پڑاؤ پر شب خون سے بچنے کے لیے احتیاطی تدبیر اختیار کی۔

ترنا ملی کی جنگ: انگریزوں کو تعجب بھی ہوا اور اطمینان بھی کہ ۲۶ ستمبر کو اتحادیوں نے انگریزی پڑاؤ کی جانب اٹھارہ اور ۲۴ پونڈ کے گولے پھینکنے والی ۱۹ توپوں کے ساتھ پیش قدمی کی لیکن انھوں نے دونوں لشکرگاہوں کے درمیان فاصلہ قائم رکھا۔ میسور فوج نے جلد ہی شدید گولہ باری شروع کر دی جس سے انگریزوں کو قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ دست بدست جنگ کیے بغیر ہی ان کو ان کے پڑاؤ سے بھگانا چاہتے ہیں چونکہ اسمتھ کی توپیں وزن کے لحاظ سے خاصی ہلکی تھیں۔ اس لیے وہ میسور فوج کی سمت گولہ باری کا جواب نہیں دے سکا۔ تاہم اس نے اپنے آدمیوں کو داہنی جانب گھومنے کا حکم دے دیا اور انھوں نے دونوں کے درمیان واقع ایک بلند پہاڑی کے گرد ایک حلقہ سا بنا لیا۔ کیپٹن کک کو حکم دیا گیا کہ وہ پہاڑی پر قبضہ کرلے۔ میسوریوں نے یہ خیال کیا کہ انگریز پیچھے ہٹ رہے ہیں اس لیے وہ بائیں جانب اس پہاڑی کے بالکل مقابل کھسکنا شروع ہوئے۔ انھیں انگریزوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ اصل میں وہ انگریزوں کی پیش قدمی کو پہاڑ کے حائل ہونے کی وجہ سے نہیں دیکھ سکے تھے۔ ان توپچیوں اور سپاہیوں کے ایک گروہ نے سامنے والی پہاڑی کی نکلی ہوئی چٹانوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک دوسری جماعت نے پہاڑی پر چڑھنے کی کوشش کی مگر مار بھگائے گئے۔ سامنے سے انگریزوں نے چٹانوں پر حملہ کیا اور ان کو بھاگنا پڑا تاہم وہ بندوقوں سے گولیاں برساتے ہی رہے اور داہنی جانب انگریزی فوج کے اصل حصے نے پیش قدمی کی۔ میدان جنگ کے اس حصے میں اتحادیوں کے پیادے تو الگ تھلگ رہے اور سوار فوج کی بہت سی ٹکڑیوں نے انگریزوں کے اردگرد ایک دائرہ سا بنا لیا تاکہ موقعہ پاتے ہی وہ ان کو کاٹ کر رکھ دیں لیکن یہ بہت عجیب بات رہی کہ ان کو موقع نہ مل سکا اور انگریزی توپ خانے کی شدید گولہ باری نے ان کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ سہ پہر کے قریب سواروں کے ایک دستے نے انگریزی فوج کے دائیں بازو پر حملہ کیا لیکن میجر فٹز جیرالڈ عقب سے اچانک مڑا اور ان کا پُرجوش مقابلہ کیا اور وہ پلٹ آئے۔ جب اسمتھ نے میدان جنگ پر اپنی گرفت مضبوط کی تو خاصا اندھیرا ہو چکا تھا۔ اتحادیوں کی فوج اپنے مورچے بند پڑاؤ کو لوٹ آئی۔ حیدر نے اپنے بہترین سپاہیوں کو مورچوں میں رکھا اور خود ان کی کمان سنبھالی۔ نظام نے فوراً اپنی جگہ بدلی۔

http://www.apnaorg.com

ساری رات اتحادی اپنے سامان جنگ کو منتقل کرتے رہے۔ ایک میل کے فاصلے سے انگریز یہ سب روشنی کی مدد سے دیکھ سکتے تھے۔ اسمتھ مقابل پڑاؤ پر ایک فوری حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے اپنے کو ایک دلدل میں پایا کیونکہ ایک بدمعاش جاسوس نے اُسے یہ بتایا تھا کہ ایک لمبے راستے کا چکر کاٹے بغیر وہ ان کے پڑاؤ تک نہ پہنچ سکیں گے۔ دوسری صبح کو یہ خبر غلط ثابت ہوئی تاہم اس نے کرنل کک کو فتح سے محروم کر دیا تھا۔"(۱) اسمتھ نے دو توپوں پر قناعت کر لی جن کو اتحادی اپنے ساتھ نہیں لے جا سکے تھے۔ میدان میں شکست کے بعد حیدر کی یہ عادت تھی کہ وہ فوج کے عقب میں اپنے چیدہ سواروں کے ساتھ رہتا تھا۔ اسمتھ کو افسوس تھا کہ "صرف دو ہزار اچھے سواروں نے ہم کو دونوں دشمنوں کی فوجوں کا قابض اور مالک بنا دیا ہوتا۔"(۲) نظام نے حیدر کو جنگ کے بعد آدھی رات کے قریب چھوڑا تھا اور قبل اس کے کہ وہ قیام کر سکے وہ سنگر پیڈ پہنچ گیا۔ میجر فٹز جیرالڈ اور کرنل ٹاڈ کو بھیجا گیا کہ وہ پہاڑی سے واپسی کے راستے میں ٹیپو کو روک سکیں لیکن وہ بہت پھرتیلا ثابت ہوا اور ان کے حائل ہونے سے پہلے ہی نکل گیا۔

موسم برسات پوری شد و مد کے ساتھ آ گیا تھا۔ انگریزی فوج ترچنا پلی، کانجی ورم اور ترنا ملی کی فوجی چھاؤنیوں میں داخل ہو گئی۔ اتحادیوں میں لڑائی جھگڑا ہوا اور پھر وہ علیحدہ ہو گئے۔ بنگال کی حکومت نے جو مدراس کی حکومت کے مقابلے میں ہمیشہ بہادری کا ثبوت دیتی تھی اب مدراس کی کونسل کو مشورہ دیا کہ نظام کے خلاف اس حملے کے بعد دوسرے حملوں کا سلسلہ جاری رکھے اور بہت جلد اسے مراعات نہ بخشی جائیں۔ "ہم حکومت جیسی کچھ چیز ان صوبوں میں ساحل پر قائم کرنے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں جو ہمارے مفاد میں ہو۔ نہ تو حکومت کا اثر بہت زیادہ بڑھایا جائے اور نہ ہی صوبے کا اثر بہت زیادہ گھٹایا جائے۔ حیدر آباد کی مہم پوری قوت و طاقت کے ساتھ جاری رکھی جائے۔ اگر صوبے میں کچھ لوگوں کی تبدیلی ضروری ہو تو ہم بادشاہ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں کہ بادشاہ اپنی سند کے ذریعے تقرری کی منظوری دے۔"(۳) مدراس کی حکومت خود بھی ایک کٹھ پتلی نظام بنانے کے خیال

---

(۱) اورمے مخطوط جلدیں ۲۱۵، ۳۳

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۷۶۷ء ص ۳۳۔ دی لاتور کے مطابق حیدر اپنی فوج کو پڑاؤ میں لے گیا اور انگریزوں کے لیے جیت کی کوئی نشانی نہ چھوڑی سوائے ان تین توپوں میں سے ایک توپ کے جن کو وہ پہلے خود کھو چکے تھے۔ انگریز ایک پرتگالی افسر کے سوا کسی کو نہ پکڑ سکے۔ فوج کے مقتولین کی تعداد چار سو سے زیادہ نہ تھی۔

(۳) سلیکٹ کمیٹی کی روداد ۲۷ اکتوبر ۱۷۶۷ء ص ۳۳۳ — ۳۳۲

http://www.apnaorg.com

کی مخالفت نہیں تھی اور وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ "اگر بادشاہ اپنے بیٹوں میں سے کسی بیٹے کو یا شاہی خاندان کے کسی شخص کو بھیجنے پر راضی ہو یا وہ رقم مہیا کر سکے یا اخراجات کے پورے کرنے کی ضمانت دے تو ہم صوبے میں اس کی کسی بھی تقرری کی حمایت کریں گے"۔ کلکتے سے جواب آیا کہ "نہایت اہم مقصد یہ ہے کہ کرناٹک، میسور کے علاقے اور دکن کو برطانوی اثر کے تحت لے آئیں اور مرہٹوں کی مداخلت کے خلاف ایک مؤثر اتحاد قائم کیا جائے"۔(۱) شاہ عالم نے یہاں تک اقدام کیا کہ دکن کی صوبیداری کے لیے ایک سادہ شاہی فرمان جاری کر دیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مفاد میں جو سب سے زیادہ مناسب ہو وہ تقرری کر لی جائے۔

میسور کے حکمران کی صورت میں انگریزوں کو ایسے دشمن سے پالا پڑا تھا جو مشرق کے آرام طلب دشمن سے کافی مختلف تھا جس سے ان کا اب سابقہ پڑا تھا۔ موسم برسات میں بھی حیدر کاویری پٹنم کی فصیلوں کے نیچے فوج جمع کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ بنگلور سے کاویری پٹنم کو روزانہ چھ سو فوجی گاڑیوں سے کم آمد و رفت جاری نہیں رہی"۔(۲)

حیدر نے شروع نومبر ۱۷۶۷ء میں اپنی پیش قدمی شروع کی۔ اس نے بڑی آسانی سے تیروپٹور اور وانمباڑی پر قبضہ کر لیا۔ وانمباڑی کی محافظ فوج لفٹیننٹ رابنسن اور لفٹیننٹ ڈیوس کی کمپنیوں کے سپاہیوں پر مشتمل تھی جن کو قیدی بنا لیا گیا۔ اسمتھ نے اورمے کو لکھا کہ "حیدر نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا، ان سے ہتھیار نہ اٹھانے کا وعدہ لیا اور ان کو آزاد کر دیا۔ ان دیسی سپاہیوں کے سوا جنھوں نے اس کی ملازمت قبول کر لی، بقیہ کو قید کر دیا۔ دوسروں کو بالائی علاقوں میں اس کے سپاہیوں کی تربیت کے لیے لے جایا گیا"۔(۳) اس کے بعد حیدر نے امبور کا محاصرہ کر لیا جو جاری رہا۔ حالانکہ حیدر ۲۷ بھاری توپیں لایا تھا اور اس نے ۹ خندقیں کھودی تھیں تاہم امبور نے سخت مزاحمت کی۔ حیدر نے فصیل میں دو شگاف ڈال دیے مگر وہاں تک پہنچنا مشکل پایا۔ وہ صرف دو سڑکوں کے ذریعے اوپر چڑھ سکتا تھا مگر وہ بھی اس قدر ناقابل گزر تھیں کہ فوجی بغیر ہتھیاروں کے اور پر گھسٹ کر چڑھ سکتے تھے چنانچہ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کہ کلورٹ جو دفاع کر رہا تھا آسانی سے ان شگافوں کو بھر

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۲۰ر دسمبر ۱۷۶۷ء ص ۵۸

(۲) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳

(۳) " " "

سکتا تھا۔ حیدر انگریز فوج کے بڑے حصے کے آنے سے پہلے اپنا کام ختم کر لینا چاہتا تھا۔ سخت گولہ باری کے ذریعے لوگوں کو بدحواس کرنے میں ناکام رہنے پر جیسا کہ اس کو امید تھی اس نے دھمکی بھرے خطوط لکھے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کلورٹ کو اپنی افواج کا سپہ سالار اعظم بنانے کی پیشکش کی تھی لیکن اسی دوران امبور میں سامان رسد کی کمی ہونا شروع ہوئی اور لوگ تھکنے لگے۔ اسمتھ نے اورمے کو لکھا تھا کہ "یورپی جو انگریزوں کی حیثیت سے شرم اور ذلت کا داغ ہیں ایک گروہ ہو کر اس کے پاس آئے اور خدا کی قسم دے کر کہا کہ وہ قلعہ حوالے کر دے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری فوجوں کی تاریخ میں کالوں کو ایک شہر حوالے کرنے کی یہ پہلی مثال ہے۔ کلورٹ نے ان کو بتایا تھا کہ اس کے کیا بُرے اثرات سپاہیوں پر ہوں گے۔ آخر کار وہ اپنے اس بزدلانہ رویّہ پر شرمندہ ہوئے"۔(۱)

ان تمام وجوہ سے انگریزی فوج زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کر سکی۔ اگرچہ اس کے پاس سازوسامان کی کمی تھی وہ ۲، اور ۳، دسمبر کو روانہ ہوئی اور صرف سات دن کے چاول جو چھ سو بیلوں پر لدے تھے اسمتھ سارے کرناٹک سے حاصل کر سکا تھا۔ "یہ ایک بار پھر کامیابی کا موقع تھا"۔ امبور، تاریخ کو بچا لیا گیا اور حیدر و نیمباڑی کو تیزی سے روانہ ہو گیا۔

ونیمباڑی کا قضیہ: دوسرے دن تین بجے صبح انگریزی فوج روانہ ہوئی۔ ۹ بجے صبح میجر فٹزجیرالڈ نے خبر بھیجی کہ اس نے دشمن کو دیکھ لیا ہے۔ حیدر بڑی اچھی جگہ پر قابض تھا جہاں وہ خاصا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اس کی فوج قلعے کی پشت پر ایک جزیرے میں پڑاؤ ڈالے تھی اگرچہ دریا زیادہ گہرا نہیں تھا۔ اس کے سامنے دریا کا وہ کنارا تھا جو بہت زیادہ ڈھلوان تھا۔ اس کا عقب قلعے کی وجہ سے محفوظ تھا اور اس کا بایاں بازو ونیمباڑی کے گاؤں اور پیٹھ سے محفوظ تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ پہاڑوں کا ایک سلسلہ تھا۔ اس نے بلند سڑک پر ایک مورچہ قائم کیا تھا مگر پھر اس کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ آیا تھا۔ برطانوی فوج کے راستے میں گہرا پانی تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ دھان کے کھیت تھے اور دائیں ہاتھ ایک جنگل اور جھاڑی دار علاقہ تھا جس میں جا بجا بڑے بڑے نالے تھے۔

اس لیے انگریزی فوج کو سیدھے آگے بڑھنا پڑا تھا۔ دوسرے کنارے پر حیدر کی کچھ توپیں تھیں مگر اناڑی توپچی انگریزوں کو بہت کم نقصان پہنچا سکے۔ حیدر کی توپوں پر انگریزوں کی ایک بٹالین نے حملہ کیا مگر حیدر نے ان کو مار بھگایا چونکہ انگریزوں نے مقابل کنارے پر قبضہ کر لیا تھا میسور کی فوج قلعہ اور پیٹھ

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳

http://www.apnaorg.com

میں واپس آ گئے۔ اس حملے کی وجہ انگریزی فوج میں بڑی افراتفری اور انتشار رہا۔ اگر حیدر کے سوار دستوں نے اپنا فرض انجام دیا ہوتا تو انگریزوں نے سخت نقصانات اٹھائے ہوتے۔ قلعے اور گاؤں سے حیدر کے آدمی مسلسل گولیاں برساتے رہے اگرچہ وہ مار بھگائے گئے مگر حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حیدر کی پوری فوج روانہ ہو گئی۔ اسمتھ نے لکھا ہے کہ "وہ سرعت کے ساتھ پیچھے ہٹنے کا خاص سلیقہ اور ڈھب رکھتے ہیں۔ (نہ پہاڑ اور نہ کوئی اور چیز ان کو روک سکتی ہے) اور اس صورت میں ہم ان سے ایک بھی توپ نہیں چھین سکتے۔ جس لمحے وہ بھاگنے کی طرف مائل ہوتے ہیں حیدر دس ہزار سواروں کو عقب میں رہنے کا حکم دیتا ہے تاکہ وہ تم کو روک سکیں۔ ایسے تیار سوار دستوں کی موجودگی میں کوئی بھی فوج بے نظمی کے عالم میں ان پر نہ تو حملہ کر سکتی ہے اور نہ ان کا تعاقب کر سکتی ہے۔"(۱) اس معرکہ کے دوران میسو ڈی آمنٹ (D'AUMONT) پچاس فرانسیسی مسلح سپاہیوں کے ساتھ حیدر کو چھوڑ کر اسمتھ سے آملا۔

حیدر کی فوج کاویری پٹنم چلی گئی۔ تیر پتور پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے کاویری پٹنم پر حملہ کیا۔ ۲۰ دسمبر ۱۷۶۷ء کو کرنل وڈ کی ڈویژن اسمتھ سے آکر مل گئی۔ انگریزی فوج ایک ہزار یورپی پیادوں، دیسی سپاہیوں کی ۹ بٹالینوں، ۲۰ توپوں اور دو ہزار ہندوستانی سواروں پر مشتمل تھی۔ اسمتھ نے اس کو بہت مستحکم طور پر قلعہ بند پایا۔ اس کے مورچے اتنے مضبوط تھے کہ ان پر حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسمتھ نے لکھا تھا "ہمارے سپاہی میدانی علاقے میں دشمنوں کو حسب معمول شکست دے سکتے ہیں لیکن مجھے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ حیدر کے سپاہیوں نے ایک مضبوط مورچہ قائم کر لیا ہے اور ہر مورچے کے اردگرد انھوں نے ایک خندق کھود لی ہے اور کانٹے دار جھاڑیاں لگا دی ہیں۔ وہ اچھی طرح لڑیں گے اور ان کو مار بھگانے میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا ہوگا کیونکہ ان کے ہر مورچے میں بھاری اور ہلکی توپیں نصب ہیں۔ قلعہ اور پیٹھ اور ایک تیر کے فاصلے پر تین مضبوط پہاڑیوں کو ملا کر انھوں نے ایک مضبوط دفاعی سرحد قائم کر لی ہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق قائم کیے ہوئے ہیں اور اس صورت میں وہ ہماری پیش قدمی روک سکیں گے۔"(۲) تاہم وہ کاویری پٹنم کے سامنے پڑا رہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حیدر کے کچھ افسر اس سے غیر مطمئن تھے اور بعض نے تو انگریزوں کے پاس ملازمت کی

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۳۲

(۲) 〃 〃 جلد ۶۱۵

http://www.apnaorg.com

درخواست بھی کی تھی۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آیا کوئی ایسا موقع آئے گا بھی۔ اس کی مدد کے لیے سامان رسد کا ایک قافلہ بھی آرہا تھا جس کا بہرحال اسے انتظار کرنا تھا۔ ۲۶ دسمبر کو حیدر نے اس کی راہ کاٹنے کی کوشش کی۔ وہ ہاتھ میں تلوار لیے اتنی تیزی سے وڈ کے خیموں کے پڑاؤ کے حصّے سے ہو کر گذرا کہ وڈ اس کی گرد بھی پا نہ سکا۔ حیدر اپنے ساتھ چار ہزار سوار، ایک ہزار سپاہی اور دو ہلکی توپیں لے گیا تھا تاکہ وہ میجر فٹز جیرالڈ کا راستہ کاٹے جو دستی بم بردار سپاہیوں کی ایک بٹالین اور دو توپوں کے ساتھ سامان رسد کی محافظت کے لیے آرہا تھا۔ فٹز جیرالڈ کو بروقت اطلاع مل گئی اور اس سے جتنا ہو سکا اس نے تمام غلّہ اور تمام بیلوں کو ایک مٹی کے پرانے قلعے میں حفاظت کے لیے پہنچا دیا۔ اس قلعے کو عقب کی پناہ گاہ بنا کر اس نے اپنے آدمیوں کو قلعے کے دونوں جانب پھیلا دیا۔ اور اپنے بازوؤں کی حفاظت کی تدبیر کی۔ حیدر کی توپوں کا نشانہ صحیح نہیں تھا چنانچہ اس نے فٹز جیرالڈ کے آدمیوں کو تیروں کے ذریعے انتشار میں مبتلا کرنا چاہا۔ میسور کی سوار فوج نے تین حصوں میں حملہ کیا مگر سخت گولہ باری نے ان کے قدم اکھاڑ دیے۔ حیدر نے ان کو اکٹھا کیا اور خود حملے کی کمان سنبھال لی میسور کے سوار دستوں نے اب زبردست شور وغل کے ساتھ پیش قدمی کی۔ ایک گولے نے حیدر کے گھوڑے کو ختم کر دیا اور اس کی پگڑی ہوا میں اُڑ گئی۔ اس کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا اور اس نے حسب معمول اپنی پسپائی کو بڑی کامیابی سے محفوظ رکھا۔(۱) کاویری پٹنم میں سامان رسد کے قافلے کے آنے سے ۴۸ گھنٹے قبل انگریزی پڑاؤ میں کسی کے پاس غلّہ نہیں تھا۔ وہ غلّہ جو فٹز جیرالڈ نے فراہم کیا تھا صرف چار دن کے لیے کافی ہو سکتا تھا لیکن حیدر اپنی بیشتر فوج کے ساتھ بنگلور چلا گیا۔ اب انگریز نقل و حرکت کے لیے آزاد تھے۔

سال تمام ہونے تک نظام نے امن و صلح کے لیے کوششیں شروع کر دیں لیکن اس نے وہ طریقے اختیار کیے جن سے یہ ظاہر ہو کہ انگریز صلح کی شرائط طے کرنے کے لیے کوشاں ہیں لیکن مدراس کی حکومت نے یہ مطالبہ کیا کہ یا تو وہ حیدر علی کو چھوڑ دے اور اپنے آپ کو کرنل اسمتھ کے حوالے کر دے یا فوراً حیدر آباد چلا جائے۔ جب اسمتھ کاویری پٹنم میں تھا تو اس کے اور نظام کے درمیان کئی پیغاموں کا تبادلہ ہوا۔ حیدر کو اس خط و کتابت کی اطلاع تھی۔ چنانچہ اس نے بہلایا پھسلایا، لالچ دیا، وعدے کیے اور آخر میں دھمکیاں بھی دیں۔ گفت و شنید کی ابتدا کے لیے اسمتھ نے نظام کے سامنے یہ شرط رکھی کہ وہ حیدر

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

http://www.apnaorg.com

کو چھوڑ دے جو اس نے مان لی۔ حیدر آباد اور میسور کا اتحاد شروع ہی سے بہت غیر حقیقی تھا اور شکستوں کی صورت میں وہ برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔ لفٹیننٹ کرنل ہرٹ نے کھمامیٹ پر قبضہ کر لیا جو دکن کی کلید کہلاتا تھا۔ اگرچہ نظام نے صلح کے لیے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا تاہم وہ دل چیری درہ کے مقابل پڑاؤ ڈالے رہا تاکہ یہ دیکھ سکے کہ اکیلا حیدر کیا کرتا ہے لیکن اب نظام نے یہ خبر بڑی حیرت سے سنی کہ ایک فوج حیدر آباد پر قبضہ کرنے کے لیے تیار ہو رہی ہے۔ اس نے رکن الدولہ اور راجہ رام چندر کو انگریزوں سے گفت و شنید کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ نظام کے دربار کی فریب آمیز حکمت عملی کی نمایاں خصوصیت تھی کہ اس نے بیک وقت حیدر علی کے پاس ایک پیغام رساں بھیجا تھا تاکہ اسے یہ یقین دہانی کرا سکے کہ وہ وقت گزاری کے لیے گفت و شنید کر رہا ہے اور صرف اس وقت تک جاری رکھے گا جب تک دس ہزار سوار فوج نہیں آجاتی۔[1] بہرکیف انگریز دل چیری درے سے پیش قدمی کرنے کے لیے تیار رہے۔ انگریزوں کی صلح کی شرائط پر نظام کو راضی کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئی کیونکہ رکن الدولہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انگریز اس کے آقا کو ہٹانے کی پوری طاقت رکھتے ہیں۔ مزید برآں کرنل پیچ اس وقت تک وارنگل پر قبضہ کر چکا تھا اور وہاں سے حیدر آباد آنے کے راستے پر صرف پانچ کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ مدراس کی حکومت اور نظام کے درمیان ۲۲ مارچ ۱۷۶۸ء کو ایک معاہدہ ہو گیا۔ معاہدہ کی نویں شق حسب ذیل تھی: "آصف جاہ حیدر نائک کو ایک باغی اور غاصب سمجھتا ہے اور اس کو اس وجہ سے تمام سندوں، اختیار اور امتیازات سے محروم کرتا ہے اور ان کو واپس لیتا ہے جو اس کو اس نے کبھی عطا کیے تھے یا دکن کے کسی اور صوبے نے دیے تھے۔"[2]

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۱۸ مارچ ۱۷۶۸ء ص ۱۴۶ - ۱۴۵

(۲) 〃 〃 〃 مورخہ ۲۷ اپریل ۱۷۶۸ء ص ۲۱۷

http://www.apnaorg.com

باب ۱۰
پہلی میسور۔انگریز جنگ
(مارچ ۱۷۶۸ء۔اپریل ۱۷۶۹ء)

حیدر اب انگریزوں سے لڑنے کے لیے اکیلا رہ گیا تھا۔اس کو جزیرہ نما کے مشرقی حصے سے نکل کر مغربی حصہ مالابار میں انگریزوں کے حملے کو روکنے کے لیے جانا پڑا۔اس طرح مشرق میں اسمتھ اور وڈ کو جارحانہ حملے کرنے کا پورا موقع مل گیا۔

انگریزی فوج کی دو ڈویژنوں نے بہت سی مضبوط و مستحکم جگہوں سے حیدر علی کی محافظ فوج کو نکالنا شروع کر دیا۔بنگلور پہنچنے کے بعد حیدر منگلور کے لیے روانہ ہوا اور مخدوم صاحب کو تقریباً تین ہزار سواروں اور بے قاعدہ سپاہیوں کے ساتھ اسمتھ کے زیر کمان ڈویژن کی نگرانی کے لیے مقرر کیا اور ایک فوج بھی وہاں چھوڑی گئی تاکہ وڈ کی ڈویژن کو پریشان کرتی رہے۔وڈ اپنی فوج کے ساتھ ترناملی اور اسمتھ تیرپٹور کے لیے روانہ ہوا۔کرنل اسمتھ نے اپنے بھاری توپ خانے کو کرنل وڈ کے پاس بھیج دیا اور اس نے سنگر پیٹھ اور دھرم پوری پر قبضہ کر لیا۔اسمتھ نے کاویری پٹنم کا رُخ کیا جس پر اس نے ۲۲ فروری کو قبضہ کر لیا۔دھرم پوری پر قبضہ کے بعد کرنل وڈ کو جنوب کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا گیا۔

اسمتھ نے کرشناگری کا محاصرہ کر لیا کیونکہ اسے یہ اطلاع ملی تھی کہ وہاں صرف ایک ماہ کی رسد باقی رہ گئی ہے۔انگریز یہ توقع رکھتے تھے کہ یہ جگہ ان کے حوالے کر دی جائے گی۔جنگی قیدیوں نے اسمتھ کو یہ اطلاع دی تھی کہ قلعہ والے زیادہ دنوں تک مدافعت نہ کر سکیں گے۔یہ بیان کیا جاتا ہے اور قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کو محض انتظار میں رکھنے کی حیدر کی یہ ایک چال تھی تاکہ ان کو

http://www.apnaorg.com

نقل و حرکت سے روکا جائے اور ان کی بنگلور کی جانب تیز پیش قدمی میں رکاوٹ ڈالی جائے ورنہ دوسری سمت میں اسے منگلور سے واپس ہونے پر مجبور ہونا پڑیگا۔ کرشناگری بہت زیادہ اہم مقام نہ تھا لیکن اس قدر انتظار کے بعد اس پر قبضہ کرنا ان کے وقار کا سوال بن گیا تھا۔ بہرحال ۱۲ مئی سے پہلے اس نے ہتھیار نہ ڈالے اور اس طرح اس کی مدافعت کا مقصد حل ہوگیا اور اس کے بعد بھی قلعے دار کو اپنی فوج، اسلحہ، فوجی پرچموں اور ایک توپ کے ساتھ باہر جانے کی اجازت دے دی گئی کیونکہ قلعہ حوالے کرنے کی یہ بھی ایک شرط تھی "یہ اپنی قسم کی پہلی مانگ تھی جو کسی ہندوستانی افسر نے کی تھی۔ اس کو ہمیں اس فوجی سرگرمی اور جوش کی طرف منسوب کرنا چاہیئے جس کو حیدر نے ہر موقع پر اپنے سپاہیوں میں پھونکنے کی کوشش کی تھی اور جس کا اظہار بہادروں اور اہل لوگوں کو انعام سے نوازنے اور بزدلوں اور غداروں کو سزا دینے کی شکل میں ہوتا تھا" اسمتھ کرشناگری کے دفاع کو ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہے جو اس حقیقت کی تردید نہیں کرتے کہ کرشناگری کا دفاع محض ایک دھوکا تھا تاکہ حیدر منگلور کی فوجی مہم سے فرصت پائے۔ اسمتھ کہتا ہے کہ "قلعے دار اپنے جوابی پیغاموں میں بڑا معقول آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بہترین آقا کے اعتماد کو کیسے ٹھیس لگا سکتا ہے جس نے اس پر بڑی عنایات کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حیدر جن لوگوں کو فوجی عہدے دیتا ہے ان کے خاندانوں کو بطور ضمانت اپنے پاس رکھتا ہے اور اگر وہ مناسب رویہ نہیں اختیار کرتے ہیں تو وہ ان کو تباہ کر دیتا ہے چنانچہ یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یہ لوگ جی توڑ کر بے جگری سے لڑتے ہیں" (۱)

حیدر علی کے خلاف فوجی نقل و حرکت میں مدد دینے کے لیے بمبئی کی حکومت نے مالابار ساحل پر واقع اس کے مقبوضات فتح کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی۔ انھوں نے خشکی کے راستے سے میجر گیون (GAVIN) کو اور سمندری راستے سے میجر واٹسن کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا جو چار سو یورپیوں اور آٹھ سو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ انھوں نے منگلور پر اور حیدر علی کے بحری بیڑے کے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس پر ٹیپو نے ایک ہزار سواروں اور تین ہزار پیادوں کے ساتھ پیش قدمی کی۔ میجر گیون اس کے مقابلے کے لیے گیا اور ایک جھڑپ ہوئی۔ گیون کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ بدنور پر حملہ کرے۔ ٹیپو کی کمان میں ایک میسوری فوج نے ۲۰ مئی کو منگلور بازار پر قبضہ کرلیا لیکن اس کو پھر پیچھے دھکیل دیا گیا۔

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲:۵

http://www.apnaorg.com

۹ مئی کو انگریزی فوج کو منگلور کے قریب یہ خبر ملی کہ ٹیپو کے پاس چار ہزار پیادوں اور دو ہزار سواروں پر مشتمل ایک کمک آگئی ہے جس کے ساتھ توپیں بھی ہیں اور حیدر خود بھی اس سے آملا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۱ تاریخ کی رات کو انگریزی فوج نے رخت سفر باندھ لیا اور تیلی چری چلی گئی۔ انگریز اس قدر عجلت اور آنکھ بند کرکے بھاگے تھے کہ انھوں نے اپنے بیماروں کو اسپتال ہی میں چھوڑ دیا تھا اور ڈھائی تین سو دیسی بندوقوں کے سوا تمام سامان اور توپیں چھوڑ گئے تھے۔ اسپتال میں بیماروں میں اسّی یوروپی پیادے اور ایک سو ستر یا اسّی بمبئی کے سپاہی تھے جو حیدر کے ہاتھ لگے اور اس نے اس طرح مالابار کے ساحل پر بغاوت کو کچل دیا اور انگریزوں کو سمندر میں دھکیل دیا۔(۱) منگلور کی فتح میں حیدر کو سامان کے ذخیرے، توپیں اور روپیہ ملا اور اس کے ساتھ اس کے آدمیوں کی ہمت بڑھی۔ اس کو منگلور میں توپیں بھی ہاتھ لگیں۔

اسی دوران دھرم پوری پر قبضہ کرنے کے بعد وُڈ نے سلیم اور الور کے خلاف پیش قدمی کی۔ اس نے نمکّل پر ۲۵ مئی کو اور کاویری کے جنوبی سمت واقع ایروڈ پر ۸ جون کو قبضہ کرلیا۔ پھر وُڈ نے سیتا منگلم پر قبضہ جمایا اور گزل ہاٹی درّے کی جانب پیش قدمی کی۔ اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے کوئمبتور کی طرف کوچ کیا جس نے بلا کسی سخت مزاحمت کے ہتھیار ڈال دیے۔ یہ ۵ جولائی کا واقعہ ہے۔ ۴ اگست کو ڈنڈی گل نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس طرح جنوبی علاقوں پر قبضہ مکمل ہوگیا منصوبہ یہ تھا کہ بنگلور کے محاصرے کی تیاری کے طور پر حیدر کو جنوب سے سامان رسد کی فراہمی کا سلسلہ منقطع کردیا جائے۔

کرنل کیمبل ایک فوجی دستے کی قیادت کرتے ہوئے ۱۶ جون کو وینکٹ گری اور ۲۳ تاریخ کو مُل باگل پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ قلعہ مُل باگل پر اچانک حملہ کیا گیا۔ حیدر کے بھرتی کرنے والے افسر جعفر حسین کو جو اس وقت مل باگل میں تھا خرید لیا گیا اور اس نے اپنے رنگروٹوں کے لباس میں کچھ انگریز سپاہیوں کو قلعے میں پہنچادیا۔ مل باگل بہت اہم قلعہ تھا کیونکہ وہ اس راستے پر واقع تھا جو ایک طرف تو بنگلور سے رشتہ جوڑتا تھا اور دوسری طرف وینکٹ گری اور کولر سے رسل و رسائل قائم رکھتا تھا۔ اس نے کیمبل کے سامنے ۲۸ جون کو ہتھیار ڈال دیے۔(۲)

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۲۰ جولائی ۱۷۶۸ء ص ۹۳ - ۲۹۱

(۲) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

http://www.apnaorg.com

۲۰ جون کو اسمتھ کے زیر قیادت ڈویژن نے پیش قدمی کی۔ ۳۱ مئی کو یہ طے کیا گیا تھا کہ فوج کو میسور کے علاقے میں داخل ہو جانا چاہیئے۔ پہلی جون کو نواب ارکاٹ محمد علی اپنے دو نائبوں کے ساتھ مسٹر کال اور مسٹر میکے کے ساتھ برطانوی لشکرگاہ میں پہنچا تھا۔ یہ امید تھی کہ عامل داروں پر نواب کے اثر کی وجہ سے برطانوی لشکرگاہ کے بازار میں سامان رسد کی کثیر مقدار فراہم ہو سکے گی۔ طریقہ جنگ کے بارے میں کرنل اسمتھ کا مدراس کی حکومت سے اختلاف ہو گیا تھا۔ اس لیے میدانی نائب مقرر کیے گئے تھے تاکہ وہ لوگ جو مہم کا منصوبہ بنانے کے ذمہ دار تھے اپنے مشورے دے سکیں اور جنگ کے جاری رکھنے پر اثر انداز ہو سکیں۔ مسٹر کال اور مسٹر میکے اور سپہ سالار پر مشتمل ایک مجلس جنگ عمل میں آئی جس میں اکثریت کو فیصلے کرنے کا حق تھا۔ کرنل نے اس انتظام پر اپنی رضامندی دے دی کیونکہ اس کی بدولت اس کی کافی ذمہ داری کم ہو گئی تھی اور مشوروں اور ہدایات کے لیے بار بار مدراس کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

جنگ کا برطانوی منصوبہ یہ تھا کہ میسور کے علاقوں پر حملہ کیا جائے اور بنگلور کا محاصرہ کر لیا جائے۔ جنوبی علاقوں کی فتح کی تکمیل کے بعد وُڈ، اسمتھ سے آملنے والا تھا تاکہ دو ڈویژنوں سے بنگلور کا محاصرہ کر لیا جائے اور دوسرا حیدر کی نقل و حرکت پر نظر رکھے۔ وہ بہر صورت ۲۹ جولائی کو منگلور سے بنگلور آ گیا تھا۔ اسمتھ کے زیر کمان خاص برطانوی فوج نے ۲۰ جون کو کرشناگری سے کوچ کیا اور ۴ جولائی کو مدی کوٹ پہنچ گئی۔ ہوسر (HOSUR) کا محاصرہ کیا گیا اور ۱۱ تاریخ کو اس پر قبضہ کر لیا گیا جس پر شمالی جانب سے اسمتھ نے حملہ کیا اور مشرق کی طرف سے کیمبل نے۔ ۱۲ جولائی کو انیکل نے ہتھیار ڈال دیے۔ انگریزوں نے اس ارادے سے پیش قدمی کی کہ وہ ہاسکوٹ کے قریب ایک چوکی پر قبضہ کریں اور وہاں وہ اس سوار فوج اور سامان جنگ کا انتظار بھی کریں جو مدراس سے بنگلور کے محاصرے کے لیے آنے والی تھی۔ کرنل وُڈ کو جو ڈنڈی گل پر قبضہ کر چکا تھا یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ جتنی جلد ممکن ہو سکے مرکزی فوج سے جا ملے۔ ۲۴ جولائی کو انگریزی فوج ہوسکوٹ سے ۵ میل جنوب میں ایک اچھی اور بلند جگہ پر آ گئی اور وہاں وہ کچھ دن رہنا چاہتی تھی۔ گوٹی کا مرار راؤ تین ہزار سوار، دو ہزار سپاہیوں اور کچھ توپوں کے ساتھ آ گیا اور ۳ اگست کو انگریزی فوج سے آ ملا۔ اسی دن انگریزوں کو حیدر علی کے بنگلور آنے کی یقینی اطلاع بھی ملی۔

۲۲ اگست کو نصف شب کے قریب حیدر نے چھ ہزار سواروں اور ایک بٹالین سپاہیوں کے ساتھ مرار راؤ کے پڑاؤ پر حملہ کیا جو انگریزی فوج سے نصف میل کے فاصلے پر واقع تھا وہ خندقوں کو

http://www.apnaorg.com

ہاتھیوں سے پار کر کے پڑاؤ میں داخل ہوگیا۔ مرہٹہ سردار نے اپنے آدمیوں کو سوار ہونے سے منع کر دیا۔ حیدر کے گھوڑے کو ایک خیمے میں پھنسا دیا اور اس کے آدمیوں کو واپسی پر مجبور کر دیا جو ڈیڑھ سو زخمی اور مقتول اور کچھ ہاتھی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حیدر بھی بس بچ ہی گیا ورنہ وہ اس کے خیمے کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ اُس کو، اُس کے بیٹے اور کچھ فوجی سالاروں کو انھوں نے زخمی بھی کر دیا۔

۴؍ ستمبر کو برطانوی فوج ہوسکوٹ سے حیدر کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئی جو کافی فوج کے ساتھ کرنل وڈ کی فوج کو روکنے کے لیے گیا تھا۔ کرنل وڈ جنوب سے بڑی کوٹ آ رہا تھا تاکہ وہ مرکزی فوج سے آملے۔ اسمتھ کو پسپا ہونا پڑا اور وہ سارا ساز و سامان، لشکر کے خدمتگاروں اور خیموں تک کو چھوڑ کر ملور ہٹ آیا۔ حیدر کو وُڈ کی ڈویژن سے ہی مقابلے کی امید تھی۔ اس پر یقیناً حملہ ہوتا اور وہ شکست کھاتا۔(۱) لیکن ۶؍ تاریخ کو جب پیش قدمی کرتے ہوئے وڈ سے اسمتھ ملا تو بدقسمتی سے سلامی کے گولے کی آواز نے حیدر کے لشکرگاہ کو چوکنا کر دیا اور وہ فوراً روانہ ہوگیا۔ انگریزوں کے لیے اس کو روکنا ناممکن تھا کیونکہ اس کے بہترین بیل انگریزوں کے جانوروں سے دوگنی رفتار سے چلتے تھے تاہم انگریز اپنے توپ خانے کو کھینچے لا رہے تھے۔ حیدر جم کر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ وُڈ اتنی تیزی سے تعاقب کر رہا تھا کہ عقب اُس کا ساتھ نہیں دے پا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے دو توپیں کھو دیں اگرچہ وہ بعد کو واپس مل گئیں۔ حیدر کے سوار دستوں نے اس کے عقب پر حملہ کیا اور پا پیگار سپاہیوں کو جو ایک تالاب کے قریب گھوم رہے تھے اس نے کاٹ کر پھینک دیا ہوتا اگر بروقت لینگ کی مدد نہ پہنچ گئی ہوتی۔ یہ تعاقب ناکام رہا جیسا کہ چاہیئے تھا۔ حیدر گرم کنڈا چلا گیا اور لینگ کے زیر قیادت ایک فوج اس کے پیچھے بھیجی گئی۔ بقیہ فوج نے پیش قدمی کی تاکہ اگر ممکن ہو تو اس کی بنگلور کی واپسی کا راستہ کاٹ دیا جائے۔ غالباً اس مہم سے حیدر کا مقصد صرف اتنا تھا کہ اپنی فوج کے لیے بھرتی کرے اور ان چھوٹے چھوٹے ماتحت سرداروں پر رعب جما سکے جن کی ہمتیں اس کی شکستوں کی وجہ سے بڑھ گئی تھیں۔ کولر کے قریب انگریزی فوج جمع ہوگئی۔ وہ بنگلور کا محاصرہ کرنے کے لیے بالکل تیار تھی لیکن میدانی نائبوں اور اسمتھ کا خیال تھا کہ "جب تک حیدر اتنی کثیر تعداد فوج کے ساتھ میدان میں موجود ہے۔ بنگلور پر حملہ کرنا مشکل ہوگا اور اس سے پہلے اسے

---

(۱) وُڈ درّے سے نکل کر تھوڑی ہی دیر پہلے میدان مرتفع پر پہنچا تھا کہ حیدر نمودار ہوا۔ وُڈ کے سپاہی طویل سفر کی وجہ سے تھکے ماندے تھے اور حیدر کو ان پر فوراً حملہ کر دینا چاہیئے تھا۔ دوسرے دن اسمتھ کی ڈویژن وُڈ سے جا ملی جو آگے بڑھ رہا تھا۔

http://www.apnaorg.com

شکست دینا ضروری تھا۔" بنگلور کا قلعہ بہت شاندار طریقے پر تعمیر کیا گیا تھا اور وہ جنگ کی تمام ضروریات اور سال بھر کے سامان رسد سے لیس تھا۔ دیواریں پتھر کی تھیں۔ عمدہ تعمیر کے برج باہر نکلے ہوئے تھے۔ فصیل کافی وسیع تھی۔ خندق گہری تھی۔ قلعے اور شہر کا درمیانی میدان اور قلعے کا پشتہ شاندار تھا۔ تمام اہم زاویوں پر توپیں موجود تھیں اور باقاعدہ مورچے تھے۔ حیدر کے تین ہزار بہترین سپاہی قلعہ کی فصیلوں کے اندر تھے اور اس کے علاوہ سات ہزار اور سپاہی تھے۔ حیدر خود بھی دس ہزار سپاہیوں، سات ہزار سواروں اور ۲۰ ہزار پالیگار سپاہیوں کے ساتھ باہر تھا اور اس کے بچاؤ کے لیے کسی وقت بھی آسکتا تھا۔ غرضیکہ اس پر صرف دھمکیوں سے غالب آنا ناممکن تھا خاص کر ایک ایسی فوج کے لیے جس کو پورے پیٹ کھانا نہیں ملتا تھا، جس کی بھرتی غلط ہوئی تھی، جس کو تنخواہیں کم ملتی تھیں اور جس کے پاس ساز و سامان کی کمی تھی۔(۱)

جنگ کو ختم کرنے کا ایک بہترین موقعہ مدراس کی حکومت نے محض اپنے حد سے زیادہ لالچ کی بنا پر کھو دیا جب گرم کنڈا کی جانب اس کا تعاقب کیا جا رہا تھا تو حیدر نے اسمتھ کے سامنے صلح کی پیشکش کی تھی۔ لینگ جو وڈ کی بیماری کے سبب اس کی ڈویژن کی کمان کر رہا تھا سامان رسد کی کمی کے سبب پنگانورو کے مقام پر رکنے کے لیے مجبور ہو گیا تھا۔ اس کو اسمتھ کی طرف سے کمک پہنچ گئی تھی اور اس کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ حیدر کو کرناٹک سے فرار نہ ہونے دے۔ اس مرحلے پر صلح کی پیشکش کی گئی تھی۔ حیدر کا وکیل ان کے پڑاؤ میں ۲۳ ستمبر کو آیا۔ یہ معلوم کرکے کہ کچھ نہیں ہو سکتا وہ ۳ اکتوبر کو واپس چلا گیا۔ مدراس کی حکومت نے مطالبہ کیا تھا کہ اس کے تمام اخراجات کا تاوان دیا جائے اور ان اخراجات کا تخمینہ بڑھا چڑھا کر لگایا گیا تھا۔ اس کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ کرناٹک کی جانب ایک سرحد قائم کی جائے جس میں کچھ قلعے بھی شامل ہوں۔ اس کے علاوہ وہ ان علاقوں کی محافظ فوج کے مصارف کے لیے کچھ علاقوں پر قبضہ بھی مانگتے تھے جس کی سالانہ آمدنی چھ لاکھ ہو۔ مدراس کی حکومت کا کہنا تھا کہ وہ تیس لاکھ سالانہ کے محصول کے علاقوں کو واپس کر رہی تھی جس کے عوض محض چھ لاکھ سالانہ محصول کے علاقوں کا مطالبہ کر رہی تھی اگرچہ حیدر کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا تاہم اس نے یہ سوچا کہ وہ ان شرائط کو تسلیم نہیں کر سکے گا۔ میلسن تبصرہ کرتا ہے: "استحصال بالجبر اور انتہائی حرص کو شاذ ہی ایسی بروقت سزا کبھی ملی ہوگی جو انتہائی مشکلات میں گھر کر وحشی اور غیر تربیت یافتہ صلاحیت عود کر آئی اور حیدر کی

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۱، (اصل مخطوطہ میں درج شدہ)

http://www.apnaorg.com

کامیابیوں کا سلسلہ باڈیاپی سے شروع ہوا اور آخر کار اس کی فتح عظیم پر جاکر تمام ہوا"(۱)

اپنے تعاقب میں صرف ایک چھوٹی سی فوج دیکھ کر حیدر مل باگل کی طرف لوٹ پڑا اور محافظ فوج کی غفلت یا ان کی غداری سے فائدہ اٹھاکر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ محافظ فوج کا بیشتر حصہ نواب ارکاٹ کے سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ فیلڈ ڈپٹی کال نے اسمتھ کے علم کے بغیر انگریز سرجنٹ اور اس کے سپاہیوں کو ہٹاکر اس کی جگہ نواب کے افسر کو متعین کر دیا تھا۔ اس خبر کے ملتے ہی حیدر نے اچانک حملہ کیا اور بغیر کسی مزاحمت کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

یہ سنتے ہی وُڈ جس نے اپنی فوج کی کمان پھر سنبھال لی تھی مل باگل پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے سیڑھی لگاکر اوپر چڑھنے اور قلعے پر قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا اور کچھ نقصان اٹھاکر پسپا ہوگیا۔ دوسرے دن ۴ر اکتوبر کو جب حیدر سامان رسد کی مزید فراہمی کے لیے ایک فوج کے ساتھ جارہا تھا ایک جھڑپ اس کے اور وُڈ کے درمیان ہوئی۔

مل باگل کی جنگ(۲): حیدر نے پہلے ان دو توپوں پر قبضہ کیا جو ایک دستے کے ساتھ بھیجی گئی تھیں اور پھر دستے کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ وُڈ خود دستے کے ساتھ تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ حیدر کی فوج اتنی قریب ہے۔ اس نے اس کو ایک فوجی دستہ سمجھا تھا اور اس کا خیال تھا کہ مرکزی فوج جلد نہیں آسکے گی۔ حیدر نے دستے پر سخت دباؤ ڈالا مگر لینگ نے برطانوی فوج کی صفیں درست کرلیں۔ تب معرکہ شروع ہوا۔ اپنی فتح سے حوصلہ پاکر حیدر کی فوج بڑی بہادری سے لڑ رہی تھی۔ وُڈ نے اپنے دستے کی صف بندی کچھ چٹانوں کے پیچھے کی تھی۔ حیدر نے کئی سخت حملے کئے اور ایک مرتبہ تو وہ کیپٹن میتھیوس کی بٹالین کے سپاہیوں کی صفیں توڑکر ان میں گھس گیا لیکن ایک اتفاقی واقعہ کے سبب جنگ کا رُخ بدل گیا۔ کیپٹن بروک نے جو سپاہیوں کی ایک بٹالین کے ساتھ سامان لشکر کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا برطانوی سپہ سالار اسمتھ کو نام لے کر زور سے پکارا جس سے یہ لگا کہ وہ مدد کے لیے آپہنچا ہے۔ اس سے میسوریوں میں افراتفری پیدا ہوگئی اور وُڈ اپنے آدمیوں کو ایک جگہ جمع کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ انگریزوں کے ڈھائی سو آدمی یا تو مارے گئے یا زخمی ہوئے تھے۔ حیدر کے نقصان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک ہزار آدمی کھو دیے لیکن مل باگل جیسی کچھ اور فتوحات اس کو

---

(۱) ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں ص ۲۲۱

(۲) ووڈ ے مخطوطہ جلد ۲۱۰، جلد ۲۳ ص ۱۰۵ — ۹۳، جلد ۱۷

http://www.apnaorg.com

شرائط تسلیم کرانے کا اہل بنا سکتی تھیں۔

دوسرے دن اسمتھ وُڈ سے آملا۔ کچھ دنوں بعد فوج کولار لوٹ آئی۔ اسمتھ پریسیڈنسی کے مورخہ ۱۷ نومبر کے احکام کے بموجب ۱۹ نومبر کو فوج کو چھوڑ کر روانہ ہوگیا۔ اسمتھ کا خیال تھا کہ اس کی مدراس میں طلبی کا اصل محرک یہ تھا کہ مدراس کی حکومت وُڈ کو سپہ سالار بنانا چاہتی تھی۔ ان کے خیال میں وُڈ بہترین قیادت کی صلاحیت رکھتا تھا۔ وُڈ کے ہاتھ میں پوری کمان تھی کیونکہ میدانی نائب اور محمد علی بھی مدراس بلائے گئے تھے۔

جیسے ہی اسمتھ واپس گیا حیدر کی خود اعتمادی اور جرأت اور بڑھ گئی کیونکہ وُڈ کے بارے میں کوئی بہتر رائے قائم نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس کا منصوبہ باقاعدہ میدانی جنگ کرنے کا نہیں تھا بلکہ وہ اس کو خوف و ہراس میں مبتلا کر کے شکست دینا چاہتا تھا۔ وُڈ کے زیر کمان انگریزی فوج کے فوجی اقدامات محض کوچ اور واپسی کی آنکھ مچولی تک محدود ہو کر رہ گئے تھے کیونکہ کسی باقاعدہ معرکے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ اٹھارہ پونڈ کے گولے پھینکنے والی دو توپیں اور بھاری ساز و سامان چھوڑ کر انگریزی فوج ہوسر میں آئی جہاں حیدر اپنے سوار دستوں کے ساتھ انگریزی فوج کے اردگرد چکر کاٹتا رہا اور اس کی پیادہ فوج بنگلور کی طرف بڑھتی رہی۔ وہاں اس نے پیٹھ پر حملہ کیا۔ اس نے دونوں توپیں چھین لیں اور کافی ساز و سامان پر قبضہ کرلیا۔ اس نے انگریزوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور خود حسب معمول واپس چلا گیا۔ ۲۲ نومبر کو حیدر نے ارلیر کے مقام پر اچانک وُڈ پر حملہ کر دیا۔ ابھی وُڈ نے خیمے گاڑے ہی تھے اور فوج کو ترتیب دے رہا تھا کہ گولہ باری شروع ہوگئی جو دوپہر سے شام تک جاری رہی۔ حیدر بغیر نقصان اٹھائے واپس ہوگیا۔ انگریزوں کے ۲۰ یوروپی اور دو سو سپاہی مرے یا زخمی ہوئے۔ دوسری صبح جب وُڈ نے کوچ کیا تو حیدر کی فوجیں بہت قریب سے اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ مجبور ہو کر انگریزی فوج کو قیام کرنا پڑا اور صفیں درست کرنی پڑیں۔ دوسری مرتبہ گولہ باری شروع ہوئی جو ۱۱ بجے صبح تک جاری رہی اور اس وقت بند ہوئی جب وہ فنر جیرالڈ جو اب اسمتھ کی ڈویژن کی کمان کر رہا تھا، کی آمد کی خبر سن کر چلے گئے۔ انگریز حیدر کو بنگلور میں جنگ کرنے پر مجبور کرنے میں ناکام رہے اور تب وہ ہوسکوٹ اور وہاں سے کولار چلے گئے۔ وُڈ سے مایوس ہو کر پریسیڈنسی نے اُسے واپس بلا لیا اور اعلیٰ کمان لینگ کے حوالے کر دی۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی فوجوں کو وینکٹ گری لے آیا اور حیدر کو جنوبی اضلاع میں گھسنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔ حیدر جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ دھرم پوری پر دوبارہ قبضہ کیا اور کوئمبٹور کے علاقوں کی

http://www.apnaorg.com

طرف کوچ کیا جسے حال ہی میں وُڈ نے فتح کیا تھا۔ حیدر کے تعاقب میں میجر فٹز جیرالڈ کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا گیا۔ فٹز جیرالڈ کے لیے اس تک پہنچنا ناممکن تھا کیونکہ وہ اس سے کئی دن کی دُوری پر تھا۔ حیدر نے اپنے کوچ کے راستے میں واقع تمام قلعے چھین لیے۔ سلیم، الور، تنکل، ایروڈ اور ڈنڈی گل پھر اس کے قبضے میں آ گئے۔ مختصر یہ کہ اس نے وُڈ کی تمام نئی فتوحات پر قبضہ کر لیا۔ مزید برآں کرور بھی حاصل کر لیا۔ اتنی آسانی سے مقبوضات کا نکل جانا محض اس امر کی بنا پر تھا کہ ان علاقوں کو نواب ارکاٹ کے آدمیوں کی نگرانی میں دے دیا گیا تھا۔ پھر تمام مقامات پر رسد کی خاصی کمی تھی اور سپاہیوں کو مدت سے تنخواہیں نہیں ملی تھیں تاہم یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیپٹن اورٹن (ORTON) جس کے تحت دو سو یورپی اور دوسرے سپاہیوں کی دو بٹالینیں تھیں اس نے کیوں ہتھیار ڈال دیے؟

اب حیدر نے کرناٹک میں پیش قدمی کی اور ایریالور کے قریب قیام کیا۔ اس نے کرناٹک میں لوٹ مار کرنے کے لیے اپنے سوار دستے بھیجے۔ جب فٹز جیرالڈ دور سے حیدر کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا لینگ اپنا ساز و سامان قریب سو میل کے فاصلے پر کولار سے ویلور منتقل کر رہا تھا۔[1]

دوسری بار فوجوں کی کمان سنبھالنے کا حکم ملنے پر اسمتھ ۲۸ جنوری ۱۷۶۹ء کو چیٹپٹ پہنچا۔[2] چونکہ حیدر اس وقت ترنامَلی میں تھا اس لیے اسمتھ نے اس طرف کوچ کیا۔ ترنامَلی پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ حیدر ترکالور چلا گیا ہے۔ اس اطلاع پر کہ حیدر مشرق کی طرف گیا ہے انگریز چیٹپٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ حیدر کو ایک فیصلہ کُن جنگ پر مجبور کرنے کے مصمم ارادے سے اسمتھ نے اپنے راستے کی تمام رکاوٹیں دُور کر دیں چونکہ حیدر اپنی مسافت میں ہمیشہ تیز رفتاری کا فائدہ اٹھاتا تھا اس لیے انگریز اپنے کو بہت مجبور پاتے تھے۔ حیدر کی سوار فوج کے تین ہزار سپاہیوں نے انگریزی فوج کے عقب کو بہت پریشان کیا۔ انھوں نے حیدر کو تمام ضروری معلومات بہم پہنچائیں اور اسمتھ تک

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ یکم مارچ ۱۷۶۹ء، ص ۱۰۱

(۲) ۱۷۶۹ء کے شروع میں حیدر نے صلح کی پیشکش کی لیکن بورشیر نے پس و پیش کیا حالانکہ وہ گفت و شنید کر رہا تھا۔ اس نے اسمتھ کو ہدایت کی کہ وہ دشمن کی فوجوں پر حملہ کرے۔ حیدر اسمتھ کو جھانسہ دے کر جنوب کی جانب لے گیا۔ (قدیم مدراس کے آثار، جلد دوم ص ۵۹۲)

http://www.apnaorg.com

کسی قسم کی اطلاعات نہ پہنچنے دیں۔ ۱۹ تاریخ کو انگریزی فوج جو حیدر کے بے نتیجہ تعاقب میں لگی ہوئی تھی آخر کار چیتپٹ آ پہنچی۔ اس مرحلے پر سات دن کے لیے لڑائی روک دی گئی لیکن گفت و شنید ۱۲ مارچ تک جاری رہی اور حیدر کا وکیل بالآخر بلا لیا گیا۔ انگریزوں نے تجویز رکھی کہ چالیس دن کے لیے جنگ بندی کر دی جائے اور اس دوران حیدر کی فوجیں الور میں اور انگریزی فوج جگدر گاؤں میں مقیم رہیں۔ حیدر کی تجویز تھی کہ اس کی فوجیں ونڈی واش میں رہیں اور انگریزوں کی فوج کانجی ورم میں رہے اور لڑائی سات دن کے لیے موقوف رہے۔ لیکن اس صورت میں حیدر علاقے کے مرکزی مقام پر ہوتا جہاں وہ اپنی تیز رفتار سوار فوج کے ساتھ انگریزوں سے پہلے ارکاٹ یا کڈلور پہنچ سکتا تھا۔ گفت و شنید کے ناکام ہو جانے کی صورت میں فوجیں برابر کوچ کرتی رہیں۔ انگریز کبھی اس قابل نہ ہو سکے کہ حیدر کی فوج کے قریب آ سکیں۔ ان کے درمیان فاصلہ ایک دن کی مسافت سے کم کبھی نہ ہوا اور حیدر ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا رہا۔

۱۴ تاریخ کو اسمتھ کو خبر ملی کہ حیدر انگریزی فوج سے بچ نکلے اور میسور کو جانے والی شاہراہ پر پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسمتھ تیزی سے تعاقب میں روانہ ہوا اور مسافت قطع کرتا ہوا ونڈی واش کی طرف بڑھا لیکن مدراس کی طرف پیش قدمی کا اس کا منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ کوئی یقینی خبر نہ ملنے کی صورت میں اسمتھ نے شمال کی طرف مزید پیش قدمی کی اور ۱۶ تاریخ کو وہ چنگل پٹ پہنچ گیا۔ حیدر کی سوار فوج کے ایک بازو سے اسمتھ دھوکا کھا گیا۔ وہ یہ سمجھا کہ مرکزی فوج سامنے ہے۔ حقیقت میں ایسا نہیں تھا اسمتھ کانجی ورم روانہ ہو گیا جہاں اس کی ملاقات کرنل لینگ اور اس کی ڈویژن سے ہوئی۔ حیدر کی نقل و حرکت کے بارے میں کچھ بھی معلومات نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود اسمتھ نے یہ انتظام کیا وہ خود مغرب کی سمت میں ونڈی واش اور لینگ کی طرف بڑھے گا۔ اسے یہ امید تھی کہ کوئی نہ کوئی میسور لوٹ کو جائے گا اور پھر دونوں کے بیچ میں ان کو پیس دیا جائے گا۔ اسمتھ ۲۳ مارچ کو ونڈی واش پہنچا۔
۲۷ مارچ کو اسمتھ نے سنا کہ حیدر نے اپنے تمام بھاری ساز و سامان اور توپیں الور بھیج دی ہیں اور اپنے سوار دستوں اور ہلکے پیادہ دستوں کے ساتھ انگریزی فوج کے بازو سے کترا کر نکل گیا ہے اور ان کے اور مدراس کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر اسمتھ نے پوری تیز رفتاری سے پیش قدمی کی۔
۲۹ تاریخ کو اسمتھ کرن گل پہنچا۔ ۳۰ تاریخ کو چنگل پٹ اور ۳۱ کو ونڈلور جہاں اسے مدراس کی حکومت کی جانب سے ڈیرے ڈالنے کا حکم دیا گیا۔[1] حیدر نے ان کو صلح کی گفتگو شروع کرنے اور اس مقصد

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

http://www.apnaorg.com

کے پیچھے ڈپرے (DUPRE) کو ان کے لشکرگاہ بھیجنے پر مجبور کر دیا لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ فوجی اعتبار سے حیدر کی حالت بہت خراب تھی۔ مدراس میں اس وقت ۲ ہزار سپاہی، چار سو یوروپی، ایک ہلکا توپ خانہ کرنل کیمپبل، میجر بنجور اور دوسرے تجربہ کار اور پرانے افسر موجود تھے۔ لینگ اپنی فوج کے ساتھ ارکاٹ کی شاہراہ پر تھا اور اسمتھ کی فوج حیدر کی سوار فوج کے بالکل قریب تھی۔ حیدر کی فوج تھک کر چور چور ہو چکی تھی لیکن فوجی اعتبار سے صورت حال چاہے غلط رہی ہو لیکن سیاسی اعتبار سے اس کا اندازہ صحیح ثابت ہوا[1] اور اپنی فوج کی مخصوص کمزوری کے باوجود وہ صلح کا معاہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

۲ اپریل ۱۷۶۹ء کو ایک معاہدہ ہو گیا۔ معاہدے کے مطابق ایک نے دوسرے کے مفتوحہ علاقے واپس کر دیے سوائے قلعہ کرور کے جس پر حیدر کا قبضہ باقی رہا۔ حیدر یہ دلیل دے سکتا تھا کہ کرور بھی مفتوحہ علاقوں کی بازیابی و بحالی میں شامل ہے کیونکہ وہ میسور کی سلطنت سے پہلے الگ کر لیا گیا تھا۔ معاہدے کی یہ بھی ایک شرط تھی کہ دونوں فریقوں میں کسی پر حملے کی صورت میں وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور دشمن کو مار بھگائیں گے۔ معاہدے کی زبان و بیان کے سلسلے میں تھوڑی سی دقت ہوئی کیونکہ نہ تو نواب ارکاٹ اور نہ حیدر علی ایک دوسرے کو مناسب خطابات دینے پر آمادہ تھے۔ یہ مشکل اس وقت دور کی جا سکی جب نواب ارکاٹ نے انگریزوں کو کرناٹک پایئں گھاٹ کا معاملہ طے کرنے کا اختیار دے دیا۔ بمبئی بھی معاہدے میں شامل کر لیا گیا اور ساحل پر حیدر کے جہازوں کے عوض مدراس کی حکومت نے کولار کے اپنے ذخیرے حیدر کے حوالے کر دیے۔[2]

۱۷۶۹ء کی پہلی میسور اور انگریزوں کے درمیان جنگ اس لحاظ سے کافی دلچسپ تھی کہ پہلی بار اس میں انگریزوں نے ایک ہندوستانی طاقت سے صلح کی درخواست کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حیدر نے ایک کارٹون بنانے کا حکم دیا تھا جس میں گورنر اور اس کی کونسل کے ممبران اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے جھکے ہوئے تھے۔ اس میں دکھایا گیا تھا کہ حیدر ڈپرے کی ناک کو جو ہاتھی کی سونڈ کی طرح لمبی دکھائی گئی تھی، پکڑے ہوئے ہے اور اس میں سے گنی اور پگوڈا گر رہے ہیں۔ اس کارٹون میں یہ بھی

---

(۱) یہاں بہرکیف یہ تذکرہ چھوڑے دیتے ہیں کہ "بلیک شہر میں صرف پندرہ دن کی رسد رہ گئی تھی جب صلح کی گئی۔" ڈپرے کا خط بنام اورمے ۔۔ سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۲ اپریل ۱۷۶۹ء ص ۲۰۷

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۲ اپریل ۱۷۶۹ء ص ۲۲۸ ۔۔ ۲۲۲

http://www.apnaorg.com

دکھایا گیا تھا کہ اس کے ایک ہاتھ میں معاہدہ ہے اور وہ تلوار کو توڑ رہا ہے۔

ایشائیوں کے معاملے میں یوروپی سپاہی کی برتری کا ایک واضح تصور سینٹ تھام کی جنگ کے وقت سے قائم ہو گیا تھا اور بعد میں ارنی، کاویری پک، پلاس، کنڈور، مچھلی پٹنم، بلوبرا، اڈوانالا اور بکسر کی لڑائیوں نے اس خیال کو پختہ کر دیا تھا۔ چنانچہ اس مہم میں ان کی ناکامی تشریح طلب ہے۔ بہ اعتبار تعداد کی فوقیت کے باوجود ہندوستانی افواج یوروپیوں کی مدِمقابل نہ تھیں کیونکہ ان کے جوش و خروش، فوجی تربیت، گولی چلانے کی صلاحیت، مستعدی اور بہتر فن حرب سے ہندوستانی بوکھلائے ہوئے تھے۔ ان سب کے مقابل صرف ذاتی بہادری بیکار تھی لیکن اب بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ کا عنصر ختم ہو چکا تھا۔ ہندوستانی حکمراں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ یوروپیوں کے ہاتھوں تربیت یافتہ ہندوستانی سپاہیوں نے اپنے لیے شاندار فتوحات حاصل کی تھیں۔ چنانچہ یہ قدرتی بات تھی کہ حیدر علی جیسے حکمرانوں نے اپنی افواج کی تربیت کے لیے یوروپیوں کو ملازمت میں رکھنا شروع کر دیا تھا کیپٹن میتھوس ٹل باگل کی جنگ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "میں نے حیدر علی کی سیاہ فام (ہندوستانی) فوجوں کی طرح دوسرے سپاہیوں کو بہادر نہیں پایا۔ اس کے تمام پیادوں کی قیادت یوروپی کرتے تھے"۔ حیدر خود اگرچہ اسمتھ کا مدِمقابل نہیں تھا تاہم وہ وڈ اور لینگ جیسے کمان داروں سے بہت بہتر فوجی قائد تھا۔ اس کے علاوہ اسے انگریزوں پر اپنی سوار فوج کی وجہ سے بھی برتری حاصل تھی۔ وہ ان پر حملے کر سکتا تھا، ان کے سامان رسد کے قافلوں کا راستہ کاٹ سکتا تھا۔ برطانوی جاسوسی نظام کو درہم برہم کر سکتا تھا۔ شکست کے بعد اس کی پسپائی بھی ڈھنگ سے منظم ہوتی تھی۔ وہ اسمتھ کو بھی پسپائی کا فائدہ اٹھانے سے روک سکتا تھا۔ میدانِ جنگ میں دشمن کو شکست دینے کے بعد تعاقب دوسری اہم چیز تھی اور انگریزی فوج تعاقب میں بالکل بیکار ثابت ہوئی تھی۔ حیدر نے سر آئرکوٹ کے وکیل سری نواس راؤ سے ۱۷۸۲ء میں کہا تھا کہ "تم ایک دن میں چار کوس مسافت طے کرتے ہو اور اپنی جانوں کے خوف سے اس سے زیادہ کر بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ میرے پیچھے پیچھے تمام علاقے میں بھاگے بھاگے پھرتے ہو اور اس دوران میں اپنا کام کر گذرتا ہوں"۔ ۱۷۶۹ء میں انگریزوں کی ناکامی کی ایک وجہ ان کی سست رفتاری اور مستعدی کی کمی بھی تھی۔ اسمتھ کی سوار فوج اتنی کمزور تھی کہ وہ حتی الامکان پہاڑی علاقوں میں جنگ سے گریز کرتی تھی[1]۔ حیدر کی فوج جس کے سوار دستے بہت

(۱) دی لاتور لکھتا ہے کہ "انگریز سوار فوج کی برتری پورے یوروپ میں تسلیم کی جاتی ہے اور اس کے فوائد گھوڑے کی اچھائی

بہتر تھے۔ تیزی سے نقل و حرکت کر سکتی تھی اور انگریزوں سے زیادہ جری تھی۔ حیدر نے اس برتری کا پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا، خصوصاً جنگ کے آخری مرحلے میں تو کوچ کرنا، تھکا مارنا اور پریشانی میں مبتلا کرنا اس کے خاص ہتھیار تھے۔(۱) لیکن جس نے سب سے زیادہ برطانوی فوج کو کمزور کیا اور نقصان پہنچایا وہ مدراس کونسل کی مسلسل مداخلت تھی۔ اس پہلو کی بہ آسانی وضاحت کی جا سکتی ہے کہ کہاں فوجی مہمات میں غیر فوجی مداخلت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ آرنلڈ اپنی تصنیف "جدید تاریخ پر ایک تقریر" میں کہتا ہے کہ "ایک حد ہوتی ہے جہاں تک ایک فنی موضوع پر ایک غیر پیشہ ورانہ فیصلہ نہ صرف مناسب بلکہ بہتر ہوتا ہے لیکن اس حد سے آگے غیر پیشہ ورانہ دخل مضر اور احمقانہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ امتیاز بنیادی طور پر کسی کام کو کرنے اور اس کے اچھے یا برے انداز میں انجام دینے کے جائزے کے فرق میں مضمر ہوتا ہے۔ ہم کسی دوسرے کے پیشے میں جو چیز سب سے کم سمجھ پاتے ہیں وہ اس کو عملی جامہ

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) سے زیادہ شہ سوار کی بہتری میں مضمر ہوتے ہیں۔ وہ افسر جو پہلے پہل ہندوستان میں سوار فوج کے دستوں کی ترتیب و تنظیم کے ذمہ دار قرار دیے گئے انھوں نے یہاں بھی ان میں وہی نظم و نسق اور تربیت برقرار رکھنی چاہی اور وقت، جگہ اور اشخاص کے زبردست فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ انگلستان سے جن رنگروٹوں کو ہندوستان بھیجا گیا وہ زیادہ تر آزاد رو اور برے کردار کے لوگ تھے اور چونکہ کمپنی کسی سپاہی کو برطرف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی تھی۔ اس لیے شہ سواروں کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دے سکتی تھی وہ یہ تھی کہ ان کو پیادہ فوج میں فرض کی انجام دہی کے لیے بھیج دیتی چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جیسے ہی ایک سپاہی کا تقرر سوار دستوں میں ہوتا تھا دوسرے ہی لمحے وہ پھر اپنے پہلے مقام پر بھیج دیا جاتا تھا۔

(۱) ولسن، مدراس فوج کی تاریخ جلد اول ص ۲۰۰، کرنل اسمتھ کی بار بار درخواست پر جو اقدامات حکومت کی طرف سے کیے گئے تھے وہ حسب ذیل تھے: "نواب سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ مدراس کی حکومت کے برطانوی افسروں کی ماتحتی میں اپنی سوار فوج کے ۲۰ ہزار سواروں کو دے دے۔ یہ دسمبر ۱۷۶۷ء میں کیا گیا لیکن تنخواہ کی کمی سے پریشان ہو کر یہ تمام فوج ۱۷۶۸ء کی شروعات میں واپس ارکاٹ آ گئی۔ ایک بہترین صلاحیتوں کے مالک سپاہی ابراہیم بیگ جس نے شمالی سرکار کی فتح کے بعد ۱۷۶۶ء میں انگریزوں کی ملازمت کر لی تھی، کے سوار دستوں کو کرنل ووڈ کی ماتحتی میں دے دیا گیا تھا۔ انھوں نے لشکر گاہ چھوڑ دی اور نظام کی ملازمت اختیار کر لی۔ تب حکومت نے برطانوی شہسواروں کی تعداد سو تک بڑھانے اور ساٹھ سے سو تک غیر ملکی شہسواروں میں اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا اور نواب سے پانچ سو اچھے گھوڑے حاصل کیے گئے جن پر منتخب سپاہی سواری کرتے تھے۔ بس یہی کچھ انتظام ہوا۔

http://www.apnaorg.com

پہنانے کی تفصیلات ہوتی ہیں"۔ جنگی نائبوں کا توڑ تفصیلات میں مداخلت کی ایک مثال تھا جیسے کہ اورمے مخطوطہ جلد نمبر ۲۰ میں بیان کرتا ہے کہ "مدراس کی حکومت لائسنس یافتہ لیٹروں کی ایک جماعت ہے جس کا ایماندارانہ تجارت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ خوابوں کی دنیا میں سلطنتوں کو خریدتے اور بیچتے رہتے ہیں۔ اسمتھ نے شکایت کی تھی کہ شیولیر دی سینٹ لوبن ایک فرانسیسی قسمت آزمانے کونسل کا اعتماد حاصل کر لیا ہے اور اس نے میسور کے علاقے کو فتح کرنے کا منصوبہ پیش کیا تھا اور اسمتھ کو فوجی نائب کی ہدایات پر عمل کرنا پڑتا تھا جن کو شیولیر (CHEVALIER) کی جانب سے ہدایات ملتی تھیں اس کو ان اقدام میں اس کے شرمناک اور مضحکہ خیز رول کا پورا احساس تھا اور اس نے ان اقدام کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ یہی اسمتھ کی واپسی اور وُڈ کے تقرر کی وجہ تھی جس کو وہ ایک شجاع اور ثابت قدم افسر تصور کرتے تھے اور جنوب میں جس کے کارناموں کا اسمتھ کی ناکامیوں سے موازنہ کرتے تھے۔ وہ اپنے اس یقین میں اتنے راسخ تھے کہ مل باگل کے معرکے میں جس میں حیدر نے اس کو حقیقتاً شکست دی تھی۔ انھوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ "ہم پوری طرح سے اپنی افواج کی بہادری اور ثابت قدمی کی تعریف نہیں کر سکتے جو انھوں نے میدان جنگ کی مشکلات کے باوجود دکھائی تھی اور حیدر کی پوری فوج سے ٹکر لی تھی"۔(۱) یہ ساری خامیاں تو تھیں ہی، مداخلت کار کونسل کی بددیانتی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ انھوں نے فوج کی ضروریات ان کے ٹھیکیداروں کے ذریعے فراہم کی تھیں جن کے ساتھ وہ لوٹ مار میں شریک تھے۔ وہ لوگوں سے فی پگوڈا فی بیل ایک ماہ کے لیے کرایہ پر لیتے تھے اور ایک ماہ یا اسی قدر مدت گذر جانے پر مالک کو یہ اطلاع دیتے تھے کہ جانور تو مر گیا اور پھر اس کو کمپنی کے حسابات میں پوری قیمت پر خرید دکھاتے تھے"۔(۲) اس سب کے نتیجے میں اسمتھ کو توپ خانے، گولہ بارود اور ساز و سامان کی نقل و حرکت میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

مدراس کی حکومت نے اپنی شکست کی وجہ ضروری اخراجات کے لیے مالی وسائل کی کمی قرار دی "جس چٹان سے ٹکرا کر پچھلے سال فرانسیسوں کی کشتی پاش پاش ہو گئی تھی"۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ مناسب اور کافی تعداد میں شہسوار اس لیے نہیں جمع کر سکے کیونکہ انھیں خوف تھا کہ ان شہسواروں کو میدان جنگ میں اتارنے سے پہلے ہی ان کے وسائل ختم ہو جائیں گے۔ نواب ارکاٹ نے اگر بر وقت

---

(۱) اورمے مخطوطہ ۱۴۸ - کرنل وُڈ کے رویہ کا خاکہ - مدراس کے کاغذات سے ماخوذ۔

(۲) دی لاتور ص ۲۶۷

اپنے تمام اختیارات استعمال کیے ہوتے تو شاید یہ نہ ہوتا۔ اور باتوں کے علاوہ منقسم طاقت کا یہ بھی ایک واضح ثبوت ہے۔“ یہ دراصل اپاہجوں کو ایک ایسے شخص سے جنگ کرنے کی دعوت دینا تھا جو آمتھ کے الفاظ میں ”بے پناہ دولت کا مالک تھا اور فوج اور دوسری عام مطلوبہ اشیاء جمع کر سکتا تھا جس پر کسی طرح کی پابندی نہیں تھی اور وہ پورے اختیارات رکھتا تھا۔“(۱)

اس جنگ پر کورٹ آف ڈائرکٹرز کا تبصرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے لکھا تھا کہ ”ہندوستان کی طاقتوں نے جن کو ہمارا نام اور ہمارے ہتھیار خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھے اور جنھوں نے ہماری خوشحالی اور تحفظ میں بڑی مدد کی تھی انھوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ کس طرح ایک دیسی طاقت نے فورٹ سینٹ جارج کے گورنر کو اپنی شرائط ماننے پر مجبور کر دیا۔ ہندوستان میں کمپنی کے مفاد اور اس کے اثر کو اس قدر دھکا لگا تھا اور اس کو اتنا نقصان پہنچا تھا کہ مدت تک مستقبل کے بہترین صلاحیتوں کے مالک، ثابت قدمی کے پیکر اور بے لوث وفاداری کے پتلے ہمارے ملازم بھی انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے وقار کو ہندوستانیوں اور ہندوستان کے بسنے والی قوموں کی نگاہ میں مناسب حد تک استوار نہ کر پائیں گے۔ ہماری رائے میں تم نے انتہائی مصنوعی انداز سے ہمیں حیدر کے مدِ مقابل لا کھڑا کیا جس کے نتیجے میں بہت بے ڈھنگے طریقے سے یہ جنگ لڑی گئی اور اس کا انجام بھی ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوا۔“

---

(۱) آمتھ بنام اورمے، اورمے مخطوطہ جلد ۲۳

http://www.apnaorg.com

باب ۱۱

مرہٹوں سے تعلقات

۱۷۶۹ء تا ۱۷۷۰ء

۱۰ مارچ ۱۷۷۰ء کی سلیکٹ کمیٹی کی روئداد سے معلوم ہوتا ہے کہ "شمال اور جنوب دونوں میں مرہٹوں کے موجودہ رویّے سے اور مادھوراؤ کی ذاتی صلاحیتوں، گرم جوشی اور حوصلہ مندی سے ہمیں یہ خدشہ ہو چلا ہے کہ محض چوتھ کی وصولیابی تک ان کے عزائم محدود نہیں ہیں بلکہ پورے پورے جزیرہ نما پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔" یہ شبہ حقیقت پر مبنی تھا۔

کرشنا راؤ بلال نے نانا فرنویس کو یہ اطلاع دی تھی کہ حیدر کے خلاف پیشوا کی تیسری مہم جنوب کے کچھ پالیگاروں، چتل ورگ کے سردار اور گوٹی کے حاکم مرار راؤ کی مدد سے حیدر کو مکمل شکست دینے اور ذلیل کرنے کے لیے کی گئی تھی (۱)۔ خود پیشوا نے لکھا تھا کہ وہ بشمول کڈپہ اور کرنول کے سرداروں کے تمام پالیگاروں کو جمع کر کے حیدر کو شکست دینا اور دو تین کروڑ روپے کی مالیت کے علاقے کو واپس لینے کا ارادہ رکھتا تھا جو حیدر نے طاقت اور چالاکی کے بل پر چھین لیا تھا (۲)۔

حیدر نے پیشوا کو زبردست صدمہ پہنچایا تھا۔ اس نے اس کے دشمنوں کو اس کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ حیدر نے رگھوناتھ راؤ کے ساتھ نہ صرف یہ کہ خفیہ خط و کتابت جاری رکھی بلکہ ۱۷۶۹ء میں پیشوا کے ساتھ جانوجی بھونسلے کی مصالحت ہو جانے کے بعد بھی پیشوا کے خلاف اس کو بھڑکانے کی کوشش کی (۳)۔

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۱۹۳

(۲) 〃 〃 〃 خط نمبر ۱۹۸

(۳) 〃 〃 جلد نمبر ۲۹ خط نمبر ۲۳۶، جلد ۳۸ خط نمبر ۱۵۱، و ۱۹۸

http://www.apnaorg.com

لیکن حیدر کے مرہٹہ دائرہ اثر پر منظم غاصبانہ اقدامات کے مقابلے میں بہت معمولی چیزیں تھیں۔ دو سال کا خراج بھی اس کی جانب باقی تھا۔ انگریزوں کے ساتھ دفاعی معاہدہ کر کے وہ اپنے کو طاقتور محسوس کرنے لگا تھا۔ اس کے نسبتی بھائی میر رضا نے جو تین سال قبل مرہٹوں سے جا ملا تھا پھر اس کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ میر رضا اور حیدر دونوں نے مل کر چک بالاپور کے مرہٹہ فوجدار مہاجی سندھیا پر حملہ کیا جس کی محافظ فوج کی تعداد محض ۸۰۰ سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس وقت میسور فوج کی طاقت دس ہزار فوجیوں پر مشتمل تھی۔ پہلے مہاجی کڈپہ کی طرف پسپا ہوا اور پھر گوٹی کی جانب۔ لیکن کہیں بھی اسے امداد نہیں ملی۔ تب وہ اننت پور لوٹ آیا۔ اسی دوران تال پل پر جو رکھماجی بھونسلے کے پاس تھا حیدر نے دھوکہ دے کر قبضہ کر لیا۔ اس نے رکھماجی کو گفت و شنید کے لیے بلایا اور گرفتار کر لیا اور اس کے کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تب حیدر اننت پور کی طرف روانہ ہوا۔ مہاجی حیدر کی طرف لوٹ آیا۔ گوپال راؤ پٹوردھن نے حیدر کی جارحیت کے خلاف احتجاج کیا اور اسے چک بالاپور تعلقے میں فتنہ و شرارت پیدا کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ حیدر نے جواب دیا کہ "ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ چار ماہ کے اندر سرا، ہوسکوٹ اور چک بالاپور تعلقہ مجھے واپس کر دیے جائیں گے لیکن دو سال گذرنے کے بعد بھی اور تمہارے جیسے لائق آدمی کے بیچ میں ہونے کے باوجود ایسا نہیں کیا گیا۔ مہربانی کر کے پیشوا سے درخواست کرو کہ وہ اس غلطی کا ازالہ کر دے۔ بالاپور کا قلعے دار مہاجی سندھیا نے ہمارے کچھ باغیوں اور بدخواہوں کو ملازم رکھ لیا تھا اور ہمارے علاقے میں انتشار برپا کر رہا تھا اس لیے میں نے اسے نکال باہر کیا۔" (۱)

حیدر نے تب گوٹی کے مرار راؤ کے علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔ مرار راؤ نے ان حالات کے تحت مناسب یہ سمجھا کہ حیدر کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خوشنودی حاصل کرے۔ حیدر نے اسے تحائف دیے اور سالانہ ۵۰ ہزار روپے کا وعدہ کر کے اسے ایک معاہدہ کرنے کی ترغیب دی۔ (۲) اس نے چتل ورگ، ہرپن ہالی اور دوسرے مقامات سے زبردستی خراج وصول کیا اور ہری ہر کی جانب پیش قدمی کی۔ ہری ہر کے معاملت دار لکشمن ہری نے بھی حیدر کی خدمت میں حاضری دی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا مناسب خیال کیا۔ تب حیدر سوانور کی طرف بڑھا اور مرہٹوں نے سنا کہ سوانور کے حکمران نے پوشیدہ طور پر اسے چالیس ہزار ہون (HONS) ادا کیے اور اس سے نجات پائی۔ (۳)

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۱۶۲

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۸۲

(۳) " " خطوط نمبر ۸۲۳، ۸۲۴

http://www.apnaorg.com

مادھوراؤ نے بہت تنظیم و ترتیب کے ساتھ پیش قدمی کی۔ اس نے انتظامات سلیقہ و ترتیب سے کیے تھے۔ تقریباً ۵ ، ہزار فوج کی موجودگی میں پیشوا مفتوحہ علاقوں کے لیے کافی سپاہی چھوڑ سکتا تھا مفتوحہ قلعوں میں سے جن کی حفاظت آسانی سے کی جا سکتی تھی ان میں مرہٹہ محافظ فوج رکھی گئی اور غیر اہم قلعوں کو ختم کر دیا گیا تاکہ حیدر ان پر قابض ہو کر ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ پیکسوتو اس پر حیرانی کا اظہار کرتا ہے کہ ان قلعوں کو نہ تو کوئی نقصان پہنچایا اور نہ ان کو ڈھایا گیا چنانچہ ان قلعوں نے اپنی رضامندی سے اطاعت قبول کر لی۔[1]

پیشوا کی آمد پر حیدر راناوٹی اور اداگنی کے جنگل کی طرف مع اپنی پیادہ فوج اور توپوں کے پسپا ہو گیا۔ اس نے ۲۵ ہزار سپاہی میر رضا، ٹیپو سلطان، وینکٹ راؤ برگی اور مخدوم علی کے ساتھ چھوڑے اور بیس ہزار سپاہی مختلف قلعوں میں پھیلا دیے گئے اور تقریباً ۵۳ ہزار فوجی اس کے ساتھ ہمیشہ رہے۔[2] پیشوا نے تقریباً دس ہزار کی ایک چھوٹی سی فوج حیدر کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے متعین کی۔ اس نے خود اپنا پڑاؤ حیدر سے دس کوس آگے سرنگاپٹم کی جانب ڈالا۔ اگر حیدر باہر نکلا تو پیشوا کا ارادہ تھا کہ وہ سرنگاپٹم کی طرف پیش قدمی کرے گا اور راستہ کے قلعوں کو فتح کرتا جائے گا۔[3] گوپال راؤ سوانور کے نزدیک اور پیشوا سرنگاپٹم کے قریب خیمہ زن رہے۔ مادھوراؤ سے دوبار معرکے کرنے کے بعد حیدر زیادہ چالاک ہو گیا تھا۔ اس کا بالمقابل جنگ لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس نے ٹیپو کو ہدایت کی کہ وہ جس قدر ممکن ہو چارہ اور لکڑی جمع کرے اور جو کچھ منتقل نہ کیا جا سکے اسے جلا دے، کنوؤں کو پاٹ دے اور لوگوں کو باخبر کر دے کہ وہ چھوٹے دیہاتوں سے بڑے فصیل دار شہروں اور قلعوں میں منتقل ہو جائیں۔ باپ کے احکام کی امکانی تعمیل کے بعد ٹیپو سرنگاپٹم لوٹ آیا۔[4]

جنوری ۱۷۷۰ء میں پیشوا نے بدھ سیہل، کندی کرے اور چکنے کن ہالی پر قبضہ کر لیا۔ پیشوا کے سفر نامہ کے مطابق فروری میں وہ ترو وکیرے کے راستے سے نمنگل پہنچا۔ پیشوا کے ساتھ چتل درگ کا حکمراں اور گوٹی کے مرار راؤ تھے۔ پیشوا نے چند قلعے منہدم کر دیے اور کچھ میں اپنے محافظ دستے متعین کیے۔

---

(۱) پیکسوتو جلد ۶ ص ۴۵

(۲) لیکہ سنگرہ جلد ۳ مقدمہ

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۱۸۲

(۴) پیکسوتو جلد ۵ ص ۱۹۳

http://www.apnaorg.com

تب بھی اس کو بعض میں چیل ورگ کے لوگوں کو اور بعض میں حیدر کے پرانے محافظوں کو کچھ مرہٹہ سپاہیوں کے ساتھ رکھنا پڑا۔ نمگل کو مسمار کر دیا گیا تاہم بلبر میں محافظ رکھے گئے۔[1] حیدر نے بنگلور اور سرنگاپٹم کو مسلح کر لیا تھا جہاں اُسے یہ امید تھی کہ وہ برسات کی آمد تک چار چھ ماہ تک مدافعت کر سکے گا۔ بنگلور اور سرنگاپٹم کے محاصرے میں وقت ضائع کیے بغیر پیشوا نے چک بالاپور اور کولار کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔ نگدی کی طرح اس نے دیون پر قبضہ کرنے کے بعد اسے بھی تباہ کر دیا۔ تب وہ چک بالاپور کی طرف بڑھا اور چار دن کے محاصرہ کے بعد اس نے اطاعت قبول کر لی۔ نندی ورگ کا بھی محاصرہ کیا گیا اور جب اس کے فوجدار نے اطاعت کا وعدہ کر لیا تو وہاں بھی کچھ مرہٹہ سپاہی تعینات کیے گئے کولار پر بھی قبضہ کر لیا گیا اور اس کو ڈھا دیا گیا۔ مل باگل میں گرفتار کیے گئے تیس آدمی قتل کر دیے گئے۔ کیونکہ انھوں نے وینکٹ گری کے میلے میں لوٹ مار کی تھی۔ ۱۰ راپریل کے قریب پیشوا سرنگاپٹم یا بنگلور پر قبضہ کرنے کی کوشش کیے بغیر دیورائے ورگ لوٹ آیا۔ اپنی واپسی کے سفر کے دوران اس نے نجگل کے پہاڑی قلعے پر اپنی نگرانی و رہنمائی میں حملہ کیا۔ قلعے کا دفاع آٹھ دن تک جاری رہا اور پیشوا کے بھائی کے ہاتھ کی کلائی گولی سے زخمی ہو گئی۔[2] پیکسوٹو جو حیدر کے پڑاؤ میں تھا لکھتا ہے کہ "ہمیں مرہٹوں کی نقل و حرکت کی خبریں اکثر ملتی تھیں اور بعض اوقات یہ بھی سُنا جاتا تھا کہ انھوں نے چند قلعوں پر صرف پندرہ روز میں قبضہ کر لیا تھا اگرچہ یہ قلعے کئی ماہ تک اپنا دفاع کر سکتے تھے"[3]

حیدر راؤ گنی میں تھا۔ وہاں سے وہ تریکرے گیا۔ گوپال راؤ سوانور سے ہری ہر پہنچا۔ حیدر فوجی دستے بھیجنے میں کامیاب ہو گیا جنھوں نے چکنے کن ہالی کی مرہٹہ محافظ فوج پر اچانک حملہ کر دیا۔ وہاں گیارہ سو آدمی تھے جن میں ڈیڑھ سو کے لگ بھگ مرہٹہ سپاہی تھے۔ چار سو چیتل ورگ کے سپاہی تھے اور بقیہ حیدر کے پرانے محافظ تھے چنانچہ اسے اپنے تین سو آدمی نکال لیے جانے میں کوئی دِقت نہیں ہوئی۔ مرہٹوں کو پکڑ لیا گیا اور اُن کے ناک کان کاٹ لیے گئے۔ کندی کیرے اور دوسرے قرب و جوار کے علاقوں کے مرہٹہ سپاہی خوفزدہ ہو گئے اور بھاگ نکلے۔ یہ خبر سنتے ہی پیشوا نے نرسنگھ راؤ ڈھیکوٹے اکلکوٹ کے شاہ جی بھونسلے اور مہاجی سندھیا کو تین سو سوار فوج کے ساتھ چکنے کن ہالی

---

(۱) لیکھ سنگرہ جلد نمبر ۳، ۹۰

(۲) ایس۔پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۲۰۶

(۳) پیکسوٹو جلد ۸

http://www.apnaorg.com

کی جانب روانہ کیا۔ اس نے گوپال راؤ کو ہدایت کی کہ وہ ہری ہر سے مُڑ جائے تاکہ اُس کے آدمی خوفزدہ ہو کر بھاگ نہ نکلیں اور وہ حیدر کی نقل و حرکت کی نگرانی کر سکے۔ حیدر کی طرف سے میر رضا کو متعین کیا گیا تھا کہ وہ مرہٹوں کی طاقت و قوت کو دوسری طرف لگائے رہے اور ان تک رسد نہ پہنچنے دے۔ وہ مرہٹوں کے لیے مسلسل پریشانی کا سبب بنا ہوا تھا اور اس کو پکڑنے کی پیشوا کی کوششیں ناکام رہیں۔(۲)

حیدر بہر کیف اپنی ہی مشکلات میں گرفتار تھا۔ اگر اس نے کسی مقام کو واپس لینے کی کوشش کی ہوتی تو وہ گوپال راؤ اور پیشوا کے درمیان پس کر رہ جاتا جو تیز رفتاری سے اُسے گھیر سکتے تھے۔ اگر وہ گوپال راؤ کے خلاف چھوٹے چھوٹے دستے بھیجتا تو وہ بھاگ نکلتا اور مناسب موقع پاتے ہی وہ پلٹ کر اس پر حملہ کر دیتا چنانچہ حیدر نے شب خون مارنے کا فیصلہ کیا(۳) لیکن گوپال راؤ بہت ہوشیار تھا۔ وہ خود، نیلکنٹھ راؤ اور پرشورام بھاؤ باری باری سے رات میں نگرانی کرتے تھے لیکن حیدر بھی بہت ہی ترکیبیں جانتا تھا۔ اس کے خبر رسانوں نے یہ افواہ اڑائی کہ وہ سرنگاپٹم کی جانب کوچ کرے گا اور روزانہ اس کا کچھ نہ کچھ سامان جا رہا ہے۔ ایک دن وہ تریکیری سے ذرا پیچھے ہٹ گیا اور گوپال راؤ کو اس افواہ پر یقین آ گیا اور اس نے رات کی نگرانی میں نرمی کر دی۔ تب حیدر نے تقریباً تیرہ ہزار گردی سپاہ، چار ہزار سوار اور ۲۵ توپوں کے ساتھ حملہ کیا۔ پیکسوٹو کا بیان ہے کہ حیدر کی فوج کی تعداد صرف دو ہزار سوار اور چھ ہزار پیادے تھے۔ تیز رفتاری سے وہ مرہٹہ پڑاؤ پر پہنچ گیا۔ اس وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو بڑا دلچسپ ہے۔ حیدر کا ایک مسلمان گردی سپاہی مرہٹہ پڑاؤ میں شور مچاتا داخل ہوا کہ حیدر شب خون مارنے آ رہا ہے لیکن مرہٹہ سپاہیوں نے اس کا یقین نہیں کیا اور اس سے مذاق کرنے لگے۔ وہ اس سے کئی گھنٹے تک بحث و مباحثہ کرتے رہے اور آخر کار گوپال راؤ کو جگایا گیا اور اس کو خبر دی گئی۔ گوپال راؤ بڑے غصے میں پڑ گیا۔ اگر خبر غلط ثابت ہوتی تو لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے لیکن اگر وہ تیار نہ ہوا تو مغلوب ہو جائے گا۔ مسلمان گردی سپاہی نے گوپال راؤ

---

(۱) وہ اس کے مقبوضات کے مغربی حصے میں شموگہ ضلع میں واقع تھا۔ اوگنی شموگہ کے شمال میں ہے اور تریکیرے اس کے جنوب میں واقع ہے۔

(۲) لیکھ سنگرہ جلد چہارم مقدمہ

(۳) شب خون کا بیان لیکھ سنگرہ کے خط نمبر ۱۹۹ پر مبنی ہے۔

http://www.apnaorg.com

کو یقین دلایا کہ وہ کبھی پیشوا بالاجی راؤ کی ملازمت میں رہ چکا ہے اور ان خوشگوار دنوں کی یاد نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ بڑے خلوص سے یہ خبر اس تک پہنچا دے۔ اس نے کہا "اگر یہ خبر غلط ثابت ہو تو مجھے مار ڈالیے گا لیکن آپ ہوشیار ہو جائیے"۔ قبل اس کے کہ گوپال راؤ پوری طرح تیار ہو سکے حیدر کی توپیں گرجنے لگیں اور اس کے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ یہاں ہم پیکسوٹو کے بیان کردہ شب خون کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں:

"تقریباً دو ہزار سوار، چھ سو پیادوں،[1] آٹھ توپوں، سات سو تیر اندازوں، مشعلوں اور سولہ دستی توپوں کے ساتھ حملہ کیا گیا۔ جیسے ہی حیدر کی فوج سامنے نظر آئی دشمن نے ہتھیار سنبھالے اور اپنے خیمے، لشکرگاہ اور بہت سے ناکارہ گھوڑے پیچھے چھوڑ کر بھاگ نکلے اور صبح کی روشنی کا انتظار کرنے لگے کہ شاید چھوڑے ہوئے سامان میں سے کچھ واپس لے سکیں۔ جب ہم لشکرگاہ پہنچے توپیں زوروں سے گرجنے لگیں اور راکٹ داغنے والے راکٹوں کی بوچھاڑ کرنے لگے لیکن اس کا اثر سخت اندھیرے کی بنا پر نہیں دیکھا جا سکتا تھا اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ہم نے لشکرگاہ ہی پر گولہ باری کی تھی۔ اگلی دو بٹالین سخت انتشار کا شکار تھیں اور اگر دشمن نے ان کی مزاحمت کی ہوتی تو وہ گھبرا جاتیں اور سخت نقصان اٹھاتیں۔ دن کی روشنی میں ہم نے دشمن کے سوار دستوں کو اپنے سامنے پایا۔ آسٹن ونی سینز نے دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ نواب نے پورے توپ خانے سے ایک بلندی سے گولے برسانے کا حکم دیا۔ دشمن ہماری زد سے باہر نکل گئے لیکن ان کا رُخ ہماری ہی جانب رہا۔ دشمن کا پڑاؤ لُوٹ لیا گیا۔ نواب نے یہ دیکھ کر کہ دشمن انتقام لینے کی تاک میں ہے اپنی فوج کو سہ پہر کے چار بجے تک آرام کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ان کو ایک دائرہ بنانے کا حکم دیا جس کے درمیان چھوٹا سا ایک خیمہ اس کے لیے لگایا گیا اور ہمارے پاس جو کچھ کھانے کو تھا اس سے ہم نے اپنا پیٹ بھرا۔ واپسی کا وقت آ گیا۔ مرہٹوں نے پورے راستے ہمارا تعاقب کیا لیکن ہم پر اس کا ذرا بھی اثر نہ پڑا۔ ہم نے مرہٹہ لشکرگاہ سے دو جھنڈے اٹھائے، کچھ زندہ گھوڑے پکڑے، بہت سے خیمے اور برتن حاصل کیے۔ قریب دو سو گھوڑے مارے گئے تھے۔ جانی نقصان کم ہوا تھا۔ ہمارے صرف تین آدمی کام آئے۔"

مرہٹوں کا اپنے نقصان کے بارے میں بیان ہے کہ ان کے ۵۵ گھوڑے اور ۲۵ آدمی مارے گئے تھے۔ مرہٹوں میں زخمیوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ نہ تھی۔

(۱) پیکسوٹو جلد ۵ پیراگراف ۱۹۵ — ۱۸۵

http://www.apnaorg.com

لڑائی کا موسم ختم ہو رہا تھا۔ اب پیشوا واپس جا چکا تھا لیکن اس نے ترمبک راؤ پیتھیے کو اعلیٰ کمان کے لیے چھوڑا اور اس کی مدد کے لیے گوپال راؤ پٹوردھن اور مرار راؤ کو چھوڑ گیا۔ ترمبک راؤ نااہل جانشین نہیں ثابت ہوا۔

جب ہم ۱۷۶۹ء کی مہم کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مادھو راؤ کا منصوبہ یہ تھا کہ حیدر کو قلعوں پر قبضہ کرنے کا مظاہرہ کر کے فریب دیا جائے اور مناسب موقع پر تیز رفتاری سے اس پر حملہ کیا جائے اور گوپال راؤ کے ساتھ مل کر اُس کو تباہ کر دیا جائے۔ اس صورت میں حیدر دو فوجوں کے درمیان گھر گیا ہوتا۔ وہ اس سے پوری طرح باخبر تھا۔ جب پیشوا نجگل اور دیورائے درگ پر حملہ آور ہوا اس وقت حیدر بنور میں مقیم تھا اس وقت پیشوا اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکتا تھا۔ حیدر نے پیشوا کی نقل و حرکت کو بھانپ لیا اور چپکے سے سرنگاپٹم چلا گیا۔

حالانکہ مادھو راؤ حیدر کو کھلی جنگ میں مکمل طور پر شکست دینے میں ناکام رہا لیکن وہ حیدر کے بہت سے قلعوں پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا جو اس کی سلطنت کے شمالی حصے میں واقع تھے اور جن کی وجہ سے ترمبک راؤ پیتھیے جو موسم برسات میں پیشوا کی جانب سے کمان کا سالار اعلیٰ تھا اس قابل تھا کہ وہ اپنی مہم کا آغاز کر سکتا تھا۔

اس پوری مہم کے دوران حیدر مدافعت ہی کرتا رہا لیکن وہ مرہٹوں کے نئے مقبوضہ قلعوں میں متعین محافظ فوج کو میر رضا کے حملوں کے ذریعے خوف زدہ کرنے کی اُمید رکھتا تھا۔ وہ اندرونی علاقوں میں خود فوجی اقدامات جاری رکھنے اور کم سے کم گوپال راؤ کو شکست دینے کی توقع رکھتا تھا لیکن وہ اپنے اِس مقصد میں ناکام رہا۔

http://www.apnaorg.com

باب ۱۲

مرہٹوں سے تعلقات ۱۷۷۰ء

چنکرالی کی جنگ

۱۷۷۰ء کے موسم جنگ جوئی کا آغاز یقیناً مرہٹوں کے حق میں ہوا لیکن شومیٔ قسمت سے پیشوا اپنی خراب صحت کی بنا پر خود لڑائی میں شریک نہ ہو سکا۔ اس نے پونا سے کوچ ہی کیا تھا کہ بہت زیادہ بیمار ہو گیا اور اسے اپنی روانگی منسوخ کرنی پڑی۔ بہرحال اس نے اپا جی بلونت اور ملہار راؤ پانسے کی سرکردگی میں دس ہزار فوج ترمبک راؤ کی کمک کے لیے بھیج دی۔(۱)

ترمبک راؤ نے جو پیشوا کی عدم موجودگی میں کرناٹک کے علاقے میں مرہٹہ فوجوں کی رہنمائی کر رہا تھا ستمبر ۱۷۷۰ء کے اواخر میں گرم کنڈا کا محاصرہ کر لیا۔ سید میاں نے جس کو میر رضا گرم کنڈا کی نگہداشت سپرد کر آیا تھا زبردست مزاحمت کی۔ گوپال راؤ پٹوردھن سرنگاپٹم سے تقریباً ۱۲ کوس کے فاصلے پر اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ اگلی سرحدی چوکی میسور کے دارالخلافہ سے کسی کمک کے آنے میں مانع تھی۔ خود میر رضا حیدر کے لشکرگاہ میں منہ پھلائے بیٹھا تھا۔(۲) اگرچہ محاصرہ ڈھائی مہینے تک جاری رہا لیکن حیدر کی طرف سے کوئی مدد نہ آسکی اور مرہٹوں کی توجہ دوسری طرف مبذول کرنے کی کوششیں بیکار گئیں۔ گوپال راؤ پٹگانورو پر اچانک حملہ کر کے میسور کے تین جرنیلوں چند روجی جادو، بالاجی پنت اور سید محمد کو شکست دی۔ سید محمد تو کسی طرح نکل بھاگا لیکن باقی دونوں پکڑے گئے۔ گرم کنڈا پر قبضہ کے

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۲۲۴

(۲) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۱۰۱۶، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹

http://www.apnaorg.com

بعد ترمبک راؤ نے کولار اور مل باگل کے درمیان ڈیرے ڈال دیے۔

۱۷۷۱ء کے آغاز میں گوپال راؤ پٹوردھن مر گیا۔ اپنی موت سے کچھ پہلے وہ اودونی اور پھر گنک گری چلا گیا چونکہ اس کی صحت جواب دے گئی تھی اس لیے وہ مراج چلا گیا تھا۔ ترمبک راؤ نے اس کے بڑے بھائی وامن راؤ کو اپنی فوجوں کے ساتھ جلد سے جلد آملنے کی ہدایت کی[1] اس کو مرکزی فوج دیورائے ورگ میں ملی۔ کولار اور مل باگل کے علاقے سے تمکُور کی جانب یہ پیش قدمی پیشوا کے حکم سے ہوئی تھی کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ اُس کی فوج اور توپوں سے مرہٹہ فوج مستحکم ہو گئی ہے اِس لیے اس کو بڈنور کی جانب پیش قدمی کرنی چاہیئے[2] اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ وامن راؤ سے ترمبک راؤ دیورائے ورگ میں کیوں ملا۔ مادھو راؤ کی عدم موجودگی سے مطمئن ہو کر اور اپنی طاقت پر بھروسہ کر کے حیدر ترمبک راؤ کو کھلے میدان میں نبرد آزمائی کے لیے للکار سکتا تھا، یا اس کو بنڈور پر حملہ کرنے سے روک سکتا تھا۔ بہ ہر حال اس کا مقصد کچھ بھی رہا ہو وہ اپنے قلعوں سے باہر نکلا۔ شاید اُس نے یہ اندازہ لگایا ہو کہ اپنے عقب میں میسوری فوج کو دیکھ کر مرہٹے بڈنور پر حملے کا خیال چھوڑ دیں گے۔

اسی دوران ترمبک راؤ تمکُر سے ہبتر چلا گیا۔ حیدر کے پاس آٹھ ہزار عمدہ سوار، پندرہ ہزار گردی سپاہی، دس ہزار کناری پیادے اور ۴۵ توپیں تھیں[3] ترمبک کی فوج کی تعداد ۴۰ ہزار سوار، دس ہزار پیادے اور ۳۲ پونڈ وزنی گولے پھینکنے والی کم از کم ۳۰ توپیں تھیں[4] حیدر مگدی پہنچا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ دو ہزار بیلوں کے سینگوں میں مشعلیں باندھ کر مرہٹہ فوج کی جانب ہانک دے۔ اس طرح ترمبک کو فریب دے کر وہ مرہٹہ لشکر کے بازوؤں پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ترمبک اس کی چال سمجھ گیا ہے تو وہ مگدی جنگل کی جانب پسپا ہو گیا۔ مرہٹہ فوج ہبتر سے تورویکیر چلا آیا۔ حیدر مگدی جنگل سے نکل کر نمنگل کے قریب میلوکوٹ کے پہاڑوں میں چھپ گیا۔ وہ ایک محفوظ جگہ سے دوسرے محفوظ مقام کو برابر منتقل ہوتے رہنا چاہتا تھا۔ جب ترمبک کو یہ معلوم ہوا تو اس نے کوچ کے دوران

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۱۰۸۶، ۱۰۸۹

(۲) " " خط نمبر ۱۰۶۹

(۳) یہ مرہٹوں کا تخمینہ ہے۔ اسٹوارٹ کے مطابق حیدر کے پاس چودہ ہزار پیادے اور چھ ہزار سوار تھے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ حیدر کے پاس ۵۰ توپیں تھیں۔

(۴) اسٹوارٹ مرہٹوں کی کل فوج کی مجموعی تعداد اسّی ہزار بتاتا ہے جو یقیناً مبالغہ آمیز ہے۔

http://www.apnaorg.com

حیدر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حیدر کے متعیّ لشکر کا مرہٹہ ہراول دستوں سے ایک مقابلہ ہوا جس میں تقریباً ۱۵۰ سو میسوری سپاہی کام آئے اور حیدر کے تین سو گھوڑے پکڑے گئے۔ اس یلغار میں مرہٹوں کے لگ بھگ ایک سو آدمی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ مرہٹہ فوج حیدر سے تقریباً ایک کوس کے فاصلے پر تھی۔ رات کی تاریکی میں حیدر میلوکوٹ سے مغرب میں ماچی کی طرف منتقل ہو گیا۔ ترمبک کی روئداد کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ "میں نے یہ سن کر پیش قدمی کی تاکہ اس جگہ کا جائزہ لے سکوں جس کی حفاظت حیدر کی توپیں کر رہی تھیں۔ اس کے چاروں جانب ایک ڈیڑھ کوس تک جنگل پھیلا ہوا تھا۔ ایک بڑے میدان کے اردگرد پہاڑیاں اور اونچی اونچی چوٹیاں تھیں۔ اس صورت میں کہ ہمارا دشمن حیدر ہے ہماری توپوں کا میدان تک لے جانا ایک مشکل کام تھا۔ اگر وہ حملہ کر دیتا تو توپوں کے ساتھ پسپائی مشکل ہو جاتی۔ میں واپس چلا آیا۔ وہاں سے ایک راستہ سرنگا پٹم کو جاتا تھا جس پر میں نے نگران سپاہی متعین کر دیے۔"(۱) مغرب کی جانب سے حیدر پر حملہ آسان اور قابلِ عمل تھا۔ خود حیدر کو اس طرف سے حملہ کا خدشہ تھا وہاں مرہٹہ فوج کا ایک خاصہ بڑا حصّہ تعینات کر دیا گیا تھا۔ اور میلوکوٹ کے مشرق میں توپیں پہاڑیوں کی جانب لے جائی گئی تھیں تاکہ حیدر کی فوج پر گولہ باری کر سکیں۔ میسور کی فوج نے مغرب کی طرف پیش قدمی کر کے لگ بھگ نیم دائرہ کی شکل بنالی تھی۔ حیدر کے سامنے والی پہاڑیوں پر متعین مرہٹہ سپاہیوں نے جزیلوں سے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی —— وہ بندوقیں بھی وہاں لے گئے تھے۔ جن سے حیدر کو مسلسل پریشان کیا جاتا رہا۔ اس چھیڑ چھاڑ کا واحد مقصد یہ تھا کہ سیدھے مقابلے سے بچ کر اور اپنی فوج کو جوکھم میں ڈالے بغیر حیدر کو اس کی جگہ سے نکال دیا جائے۔ لہذا یہ چھیڑ بہت ہی مناسب اور دشمن کو پریشان کرنے والی تھی۔(۲) آٹھ دنوں تک یہی صورت قائم رہی۔ چونکہ حیدر کی رسد کم ہوتی جا رہی تھی اس لیے اس نے سرنگا پٹم لوٹنے کا فیصلہ کیا۔ ۵ مارچ کی رات کو واپسی شروع ہوئی۔ "مرہٹوں کو فریب میں رکھنے کی غرض سے حیدر نے آگ جلانے کا حکم دیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ معمول کے مطابق رات کا کھانا پکایا جا رہا ہے اور اس نے اپنی فوج کی ایک قطار بنا کر ساز و سامان کے ساتھ کوچ شروع کیا تاکہ تنگ گھاٹی سے اس کی فوج کو گذرنے میں آسانی ہو۔"(۳) حیدر کی نقل و حرکت کی اطلاع مرہٹوں کو کیسے ہو سکتی تھی؟ اسٹوارٹ

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۲۲۶

(۲) ولکس جلد دوم ص ۱۴۱

(۳) اسٹوارٹ کا بیان

http://www.apnaorg.com

کہتا ہے کہ گھاٹی کے دہانے سے پہلی قطار کے سپاہیوں نے مرہٹہ سپاہیوں کے ایک سوار دستوں کو دیکھا اور ان پر گولی چلادی۔ ولکس کا بیان ہے کہ باقاعدہ پیادہ فوج کے سالار اعلیٰ کو شبہ ہوا کہ اس کے دشمن نے ان کو دیکھ لیا ہے یا ان کی ٹوہ لگائی ہے۔ بہرحال اس نے جس عجلت کے ساتھ توپوں کے دہانے کھول دیے وہ ناقابل معافی تھی اور اس میں غداری کا بھی شائبہ تھا کیونکہ اس طرح مرہٹوں کو رات کے کوچ کی اطلاع مل گئی۔ لیکن ترمبک راؤ اس کی دوسری وجہ بتاتا ہے۔ پہاڑیوں پر متعین مرہٹہ نگراں سپاہیوں نے حیدر کے لشکرگاہ میں مکمل سکوت دیکھ کر اس خلاف معمول بات کی خبر ترمبک راؤ کو دی۔ چنانچہ اس نے کچھ فوج نبور اور کدور کی سمت میں اور آدھی رات کے قریب کرشنا راؤ کو فوج کے ساتھ سرنگاپٹم کی سمت میں بھیجا۔[1] اس اثنا میں حیدر تین میل کی مسافت طے کر چکا تھا۔ جب اس نے توپ گرجتے سنی تو اندازہ لگالیا کہ اگلی صبح معرکہ یقیناً ہوگا چنانچہ اسی کے مطابق اپنے انتظامات کر لیے۔ اس نے سازوسامان ایک مربع کی شکل میں ایک جگہ جمع کر لیا۔ تب اس نے اپنی سوار فوج کو تعینات کیا اور زاویوں پر نیزہ بازوں اور تیر اندازوں کو متعین کیا۔ اس طرح اس نے ایک عظیم مربع کی شکل بنالی اور اپنے سوار دستوں کو حکم دیا کہ جو سپاہی اپنی قطار سے نکلے اُسے ختم کر دیں۔"[2] اسی دوران سرنگاپٹم کو جانے والی شاہراہ پر متعین مرہٹہ سپاہیوں نے ترمبک راؤ کو اطلاع بھیج دی جس نے اپنی فوجیں اکٹھا کرنی شروع کر دیں۔ حیدر سے پہلی جھڑپ کرشنا راؤ کی ہوئی جو کہ سرنگاپٹم کی جانب روانہ کیا گیا۔ یہ لڑائی جب شروع ہوئی تو رات کے چار گھنٹے باقی تھے۔[3] میسور کی فوج لڑائی کرتی ہوئی مسلسل شاہراہ پر بڑھتی رہی۔ ترمبک وہاں اپنی پوری فوجوں کے ساتھ پہنچ گیا لیکن چونکہ وہ اپنی توپیں نہیں لاسکا تھا اس لیے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ حیدر برابر آگے کوچ کرتا رہا اور وہ چنکرالی پہنچ گیا۔

چنکرالی کا معرکہ:[4] مرہٹے بہرکیف اس کے بائیں جانب رہے اور برابر پیچھے لگے رہے۔

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۲۲۶

(۲) اسٹوارٹ کا بیان (۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط ۲۲۱

(۴) اورمے مخطوطہ نمبر ۸ ص ۵۴ — ۵۱

۶ مارچ ۱۷۷۱ء کو حیدر اور ترمبک راؤ کے درمیان ہونے والی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ اس نے اس معرکہ میں حیدر کے چار بٹالین کی قیادت کی تھی۔ معرکہ کے بیان کو مرہٹوں کے بیان سے جو ایس پی ڈی، ۳۷ کے اخبارات میں شامل ہے اور کھرے کی ایتہاسک لیکھ سنگرہ جلد چہارم سے موازنہ کیا گیا ہے۔ مرہٹوں نے اس معرکہ کا نام میلوکوٹ کے قریب کے ایک تالاب کے نام پر موتی تالاب کا معرکہ رکھا ہے۔

http://www.apnaorg.com

وہ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے اور میسور کی فوج سے سو گز کے فاصلے پر چلتے رہے تک گولہ باری جاری رہی۔ یہ دباؤ اتنا شدید تھا کہ میسوری تلملا رہے تھے۔ اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ "وہ کامیاب ہوئے باوجودیکہ میں نے اپنے یورپی سارجنٹوں کو حکم دیا تھا کہ اگر کوئی بغیر حکم کے گولی چلائے تو اس کو ختم کر دیا جائے لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ جب ہمارے دو سارجنٹوں نے حکم کی تعمیل کی تو انھوں نے ہمیں مار دینے کی قسم کھائی اور وہ اپنی قسم پوری بھی کر ڈالتے لیکن سوار فوج نے آٹھ دس شرلپندوں کو ختم کر دیا۔ اس طرح ان کی بغاوت ختم ہوئی"۔[1] مرہٹوں نے بار بار فوج کے عقب میں حملہ کیا۔ ایک بجے مرہٹہ توپ خانہ پہنچ گیا جس میں ۳۰ توپیں ۲۴ پونڈ کے گولے پھینکنے والی تھیں انھوں نے زبردست گولہ باری شروع کر دی۔ حیدر کی فوج چونکہ بہت زیادہ قریب تھی اس لیے بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ ایک گولہ اونٹوں کی اس قطار پر گرا جو راکٹ لے جا رہے تھے اور بارود کے ایک صندوق پر گرنے سے ان سب کو اڑا دیا۔ بہرصورت حیدر تیزی سے ایک پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جو اس کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی۔ مرہٹوں نے بھانپ لیا اور اپنی تین ٹکڑیاں بنالیں اور بیک وقت فوج کے عقب، میمنہ اور میسرہ پر زبردست حملے کرنے لگے۔ میسرہ جس میں حیدر کے نئے رنگروٹ تھے فوراً ٹوٹ گیا اور وہ جی چھوڑ کر پہاڑی کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے جس میں بہت سے نکیلے پتھر تھے۔ مرہٹے مربع میں داخل ہو گئے۔ حیدر کے سوار دستے مزاحمت کی بجائے مربع کے میمنہ کو روندتے ہوئے بھاگ نکلے۔ عقب پر دونوں جانب سے حملہ ہوا اور وہ ذرا بھی نہ ٹک سکے۔ مرہٹوں کو مکمل فتح ہوئی۔ حیدر مقدمہ میں تھا لیکن جب میسرہ ٹوٹ گیا تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور بھیڑ میں پہاڑی تک پہنچا۔" ایک گول پتھر پر کھڑے ہو کر وہ انتہائی غیظ و غضب سے ان گرمجوش لوگوں یعنی مرہٹوں کی فتح کو دیکھتا رہا جو اس کے سپاہیوں پر حملہ کر رہے تھے اور ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ اس مرحلہ پر (ایک میسوری پنڈاری) غازی خاں بیدی اس کے سامنے حاضر ہوا اور انتہائی مشکل سے اسے میدان جنگ سے ہٹا لے گیا۔ صرف چودہ سواروں کا ایک دستہ اس کے ساتھ سرنگاپٹم تک گیا"۔[2]

میسور فوج کا تمام سامانِ رسد کے ذخائر اور تمام توپ خانہ مرہٹوں کے ہاتھ لگا۔ ان کو چالیس پینتالیس توپیں، بیس پچیس ہاتھی اور سات آٹھ ہزار گھوڑے مع ساز و سامان اور خزانے کے

---

(۱) اسٹوارٹ کا بیان

(۲) نشان حیدری ملس ص ۱۹۰

http://www.apnaorg.com

ملے۔ گرفتار ہونے والوں میں میر علی رضا، یاسین خاں اور دوسرے بڑے سردار تھے اور ان کے علاوہ پچاس یورپی بھی تھے۔ یاسین خاں حیدر علی سے بڑی مشابہت رکھتا تھا اور اس نے اپنے کو نواب بنا کر پیش بھی کیا تھا۔ مرہٹے اس کو گرفتار کرنے کے کئی گھنٹے بعد پہچان سکے اور غالباً اسی وجہ سے حیدر کو بچ نکلنے میں آسانی ہوئی۔

ترمبک راؤ کے داہنے کان پر چھرے کا معمولی سا زخم ہو گیا تھا۔ میر فیض اللہ جو میسوری فوج کے ساتھ تھا لیکن مورد عتاب اور فوجی کمان سے محروم تھا اپنے چند پیروں کے ساتھ مرہٹوں کی لوٹ مار کے دوران ان کی صفوں کو چیرتا کاٹتا نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

ولکس لکھتا ہے کہ یہ کوئی جنگ ہی نہیں تھی اگرچہ وہ دن حیدر کی ناکامی کا دن تھا۔ تاہم وہ مرہٹوں کی کامیابی کا دن بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ فتح کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ راجدھانی بغیر کسی مدافعت اور مزاحمت کے بالکل خالی تھی اور ایک فوری اور زوردار کوشش حیدر کے لیے مکمل زوال ہو سکتی تھی لیکن مرہٹے اس قدر لوٹ مار اور اس کی تقسیم میں مصروف تھے کہ انھوں نے سرنگا پٹم کے سامنے پہنچنے میں دس دن لگا دیے۔ اس دوران حیدر بھگوڑوں کو جمع کرنے اور دفاع کی تیاریاں مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ہمیں دی لاتور کا ایک بیان ذہن میں رکھنا چاہیئے جو مرہٹوں کی ناقابل بیان تضیع اوقات کی تشریح کرتا ہے۔ "چونکہ یہ ہندوستان میں رواج نہیں ہے کہ معمولی سپاہیوں اور چھوٹے فوجی افسروں کو قیدی بنایا جائے اس لیے قیدیوں کا بیشتر حصہ اس کے پاس لوٹ آیا اگرچہ یہ بغیر اسلحہ اور گھوڑوں کے آیا تھا۔ اپنے وسائل کے سبب حیدر نے اپنی فوج کو مختصر سے عرصے میں پہلے سے بہتر بنا لیا جس کے لیے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس نے مرہٹوں سے اپنے چھینے ہوئے گھوڑے اور بیشتر ساز و سامان بھی خرید لیا لیکن یہ سب ان کی حکومت کی نوعیت کے سبب ہوا تھا کیونکہ وہ جاگیردارانہ نظام پر مبنی ہے اور اس میں ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اپنے مال غنیمت کے حصے کو جس طرح چاہے اس طرح استعمال میں لائے"(۱) فوجی ترکیب اور حکمت کے لحاظ سے یہ مرہٹوں کی ایک شاندار فتح تھی لیکن اپنے کردار اور فوجی نظام کی خرابیوں کے سبب مرہٹے فتح سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔

ولکس حیدر کی اس شکست کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "حیدر نے شام کو بہت زیادہ

---

(۱) دی لاتور ص ۲۵

http://www.apnaorg.com

شراب پی لی تھی اور نشے کی وجہ سے وہ اچھی طرح سو نہیں سکا"(۱) لیکن وہ پسپائی جو نو بجے رات کو شروع ہوئی یقینی طور پر شام کو ہی ترتیب دی گئی ہوگی لیکن ایک ایسے شخص سے جس کی اتنی شاندار فوجی کارگزاری ہو اور اپنی بے شمار مہموں میں بہت سے شب خون کا ذمہ دار رہا ہو یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اتنا بڑا شرابی ہوگا اور سرنگاپٹم کی جانب اپنی اہم پسپائی شروع ہونے سے پہلے شراب پی لے گا۔ خاصکر جبکہ مرہٹے اس کے پیچھے لگے تھے کہ موقع ملتے ہی وہ اس کی فوج کو کاٹ کر پھینک دیں۔ فوجی تدبیر و حکمت کے لحاظ سے میلوکوٹ اور چنکرائی کا معرکہ حیدر کی فوجی قیادت کی خامیاں ظاہر کرتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ عیاشی، شراب نوشی یا بے خوابی سے اس کی توجیہ کی جائے۔

پسپائی کی رات کی افراتفری میں اگرچہ ٹیپو کو کئی بار مقدمۂ لشکر کی قیادت کے لیے بُلایا گیا لیکن وہ نہیں مل سکا۔ حیدر نے جو پہلے ہی غصّے سے کھول رہا تھا اس کو "انتہائی بے رحمی اور غیر شاہی انداز سے بید لگائے"۔ ٹیپو نے اس پر قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی تلوار اس دن نیام سے باہر نہیں نکالے گا اور اُس نے اپنی قسم کی لاج رکھی۔ پسپائی کی افراتفری میں وہ ایک مرہٹہ پنڈاری کے بھیس میں نکل بھاگنے میں کامیاب ہوا اور سرنگاپٹم میں اپنے باپ سے جا ملا جو اپنے بیٹے کو کھو دینے کے رنج اور غم سے مغلوب تھا اور قلعے کے شمال مشرق میں واقع ایک مقبرے میں دُعا مانگ رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سید محمد نے بعد میں ولکس سے بیان کیا کہ حیدر اور ٹیپو مرہٹوں کی صفوں سے ایک مسافر درویش اور اس کے خدمتگار کے بھیس میں بھیک مانگتے نکل گئے۔

---

(۱) اسٹوارٹ جس کے بیان پر عموماً ولکس انحصار کرتا ہے وہ کسی طرح بھی اس خیال کی تائید نہیں کرتا ہے کہ حیدر نشے سے چُور تھا اور اس وجہ سے بدسلیقگی سے کام خراب کر دیا۔

http://www.apnaorg.com

باب ۱۳

مرہٹوں سے تعلقات

۱۷۷۱ء ـــــ ۱۷۷۲ء

۶، مارچ ۱۷۷۱ء کو چنکرالی میں حیدر کی شکست فاش سے اس کی فوجی قوت پوری طرح ختم نہیں، ہوئی تھی۔ جولائی ۱۷۷۲ء تک صلح نہ ہو سکی۔ اگرچہ حیدر نے کافی قیمتی علاقہ کھو دیا تھا تاہم وہ ہمیشہ کے لیے ختم نہیں ہو گیا تھا۔ اس کی قوت اور اس کے وقار کو سخت دھکا لگا تھا مگر شکست نے مہمیز کا کام کیا اور اس میں کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرنے کا عزم کیا۔

مارچ ۱۷۷۱ء سے جولائی ۱۷۷۲ء تک جاری رہنے والی مہم پر ولکس نے بہت ہی سرسری تبصرہ کیا ہے "اس غم ناک جنگ کے چھوٹے چھوٹے معرکے کردار کی تصویر کشی نہیں کرتے"۔ اس مہم کے سلسلہ میں ناکافی بیان کی وجہ شاید یہ تھی کہ اس مہم سے متعلق مرہٹی دستاویزات تک اس کی رسائی نہیں ہو سکی تھی ورنہ اس کو تفصیلات کی اس بھول بھلیوں میں کوئی نہ کوئی راہ ضرور مل جاتی۔

پیشوا نے ترمبک راؤ کو لکھا تھا کہ وہ سرنگاپٹم کا محاصرہ کرنے کے حق میں نہیں ہے۔ اس کی رائے تھی کہ ایک کمان دار کے تحت دس ہزار فوج حیدر کے مقابلے کے لیے کافی ہوگی۔ بقیہ فوج کے ساتھ ترمبک کو بدنور جانا تھا جس کے بارے میں پیشوا کا خیال تھا کہ اس پر دو مہینے میں قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ پیشوا کے خیال میں حیدر کے قبضہ میں باقی بچنے والے تین قلعوں میں سب سے آسان اور قابل تسخیر مقام بدنور ہے۔ بنگلور اور سرنگاپٹم کا لینا بہت مشکل تھا۔(۱) لیکن ترمبک نے پیشوا کے منصوبے پر عمل نہیں کیا اس نے سرنگاپٹم کا محاصرہ ایک ماہ اور تین دن تک جاری رکھا۔ تب اس نے حیدر کی نقل و حرکت پر نظر

---

(۱) لیوہ سنگرہ خط نمبر ۱۲۲۳ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۷۷۱ء

http://www.apnaorg.com

رکھنے کے لیے فوج کا ایک حصہ چھوڑا اور لڑائی کا موسم شروع ہوتے ہی وہ خود لوٹ مار کے لیے بارہ محل، ڈنڈیگل اور کوئمبٹور کے لیے روانہ ہوا۔ وہ شاید سرنگاپٹم کے محاصرہ کو جاری رکھنے کے لیے محمد علی اور اس کے اتحادی انگریزوں کا تعاون حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پانڈیچری میں وکیل بھیجے گئے تھے۔ اس کو ایک ایسے توپ خانے کی ضرورت تھی جس میں یوروپی توپچی ہوں اور جو محاصرہ کے کاموں میں مہارت رکھتے ہوں مدراس کی حکومت کا مرہٹوں کے بارے میں خیال ہے کہ "وہ اپنی برتر و بے شمار سوار فوج کے ساتھ اُن علاقوں کو تاخت و تاراج کر سکتے ہیں جن پر وہ حملہ کرتے ہیں اور وہاں ان کی بہت کم مزاحمت کی جا سکتی ہے لیکن مستحکم اور طاقتور قلعوں کو فتح کرنا ان کے لیے مشکل ہے اور اس کے لیے وہ یوروپیوں کی مدد چاہتے ہیں۔"(۱) غالباً فرانسیسی اس قابل نہیں تھے کہ وہ اس پر راضی ہو جاتے اور ترمبک میسور کے خلاف اپنی مہم جوئی میں انگریزوں کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس کے حملوں کے نتائج بارآور نہیں ہوئے لیکن پیشوا کا منصوبہ کامیاب ہو سکتا تھا اور اس پر گرم جوشی اور سرگرمی سے عمل کیا جاتا تو شاید حیدر جولائی ۱۷۷۱ء میں معاہدہ کرتے وقت بڈنور حوالے کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں کہ پرشورام بھاؤ مشک نے لکھا تھا کہ ترمبک اپنے خاص مفاد کے لیے جنگ کو طول دے رہا ہے کیونکہ وہ نیم شاہانہ حیثیت سے وقت گذار رہا تھا۔ روزانہ موسیقی سنتا اور تقریباً ۴۰ ہزار فوج اور ان کے پڑاؤ کے خدمتگاروں پر حکومت کر رہا تھا۔(۲)

ایک مبارک دن(۳) ترمبک سرنگاپٹم کے قریب خیمہ زن ہوا اور گولہ باری شروع کر دی۔ اس دوران حیدر نے اپنی فوج کی تعداد دس ہزار تک بڑھالی تھی۔(۴) ترمبک نے حیدر کا میسور سے رسل و رسائل کا سلسلہ منقطع کرنے کی کوشش کی۔ محصور شہر کے مختلف اطراف میں وہ خود، دمن راؤ پٹوردھن، درمارا راؤ گھورپڑے تھے۔ محاصرہ جاری رہا۔ حیدر نے اردگرد کے علاقے کو اس طرح تاراج کر دیا تھا کہ اُسے امید تھی کہ مرہٹوں کے پڑاؤ میں قحط پڑ جانے سے وہ لوٹ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ قرب و جوار کے علاقے

---

(۱) محکمۂ فوج۔ انگلستان کو مراسلات مورخہ ۲۸ر فروری ۱۷۷۲ء پیرا ۱۴

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۱۹۹

(۳) چیترا سدھا پرتپد वैशाख शुद्ध प्रतिपदा فوجی اقدامات کے سلسلہ میں نجوم کا یہ دخل مرہٹوں کے فوجی نظام کی ایک بڑی خامی تھی۔

(۴) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۱۲۲

http://www.apnaorg.com

میں چارہ بھی نہیں تھا۔ مرہٹوں کو تقریباً ۲۰ کوس دور سے گھروں کی چھتوں سے چارہ حاصل کرنا پڑتا تھا۔ کاویری میں سیلاب آنے سے پہلے ترمبک کو روانہ ہونا تھا۔ حیدر نے اس اثنا میں بلاشبہ ایک مرہٹہ سردار آنندراؤ رستے کے ذریعے گفت وشنید شروع کر دی تھی۔ اس نے اپنے علاقوں کی واپسی کی شرط پر تین سال کے اندر ۴۰ لاکھ روپئے ادا کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ شرائط مرہٹوں کے لیے ناقابل قبول تھیں۔ حیدر سرنگاپٹم میں اپنے کو مضبوط و مستحکم محسوس کر رہا تھا اور وہ جھکنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

ایک ماہ اور تین دن بعد ترمبک راؤ پیچھے ہٹ گیا اور سرنگاپٹم سے دس میل شمال مشرق میں موتی تالاب آگیا [1] اس کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ موسم برسات میں چھاؤنیوں میں قیام کرے اور لڑائی کے دوسرے موسم کے آغاز پر جنوب کی طرف پیش قدمی کرے اور اس پر قبضہ کرے [2] اس دوران چناپٹنا مدور، سدلاگٹا اور دوسرے علاقے جن پر ابھی تک قبضہ نہیں کیا گیا تھا وہ بھی مرہٹوں کے قبضے میں آچکے تھے۔ حیدر نے جو علی کمیدان کی ماتحتی میں اپنے علاقوں کے تحفظ کے لیے ایک فوج کو بھیجا۔ ترمبک نے اس پر راستہ میں حملہ کیا۔ اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے اور وہ قریب قریب اس کے گھیرے میں آگیا۔ اس نے اپنے زخمیوں کو خود قتل کر دیا تاکہ ان کی چیخ و پکار سے مرہٹوں کو اس کے فرار کی خبر نہ مل سکے کیونکہ زخمیوں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ انھیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ اس بھیانک کام کے بعد وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

موسم برسات کے دوران ترمبک راؤ بلور میں مقیم رہا۔ ستمبر کے آخر میں اس نے حیدر کے ان قلعوں پر قبضہ کرنا شروع کیا جہاں وہ پہلے اپنی محافظ فوج مقرر نہیں کر سکا تھا۔ حیدر کے سفیر اپاجی رام کے ذریعے گفت وشنید جاری تھی۔ ترمبک راؤ کی شرط یہ تھی کہ وہ ساٹھ لاکھ روپیہ ادا کرے اور ارکاٹ پر حملہ کرنے کی صورت میں اس کا ساتھ دے۔ مرہٹہ لیڈر نے کہا تھا کہ "اگر ہم گھاٹ کے زیریں علاقے میں جائیں تو اسے ہمارا ساتھ دینا چاہیئے"۔ ترمبک راؤ نے سرنگاپٹم کے قریب کے علاقوں کی واپسی کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کر دی مگر چک بالاپور، نندی گڈھ اور دوسرے تعلقوں کی واپسی کے لیے اس نے حیدر کو مشورہ دیا کہ وہ پیشوا سے رجوع کرے [3] لیکن حیدر جانتا تھا کہ پیشوا مرنے والا ہے۔

---

(۱) فورٹ سینٹ جارج مورخہ ۲۰ مئی ۱۷۷۱ء

"مرہٹوں نے اچانک اپنا پڑاؤ اٹھالیا۔ ہم اس کی وجہ رسد اور چارہ کی کمی سمجھتے ہیں۔"

(۲) لیکھہ سنگرہ خط نمبر ۱۲۸ (۳) لیکھہ سنگرہ خط نمبر ۱۵۱

http://www.apnaorg.com

اور اس کی موت پر مرہٹہ علاقوں میں افراتفری پھیلنے والی ہے۔ چنانچہ لازمی طور پر گفت وشنید کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

اس مرحلہ پر ترمبک راؤ کو تنجور کے حکمران کی جانب سے مدد کی درخواست موصول ہوئی جس کا نواب ارکاٹ محمد علی نے محاصرہ کر لیا تھا۔ ترمبک کی تو یہ خواہش تھی کہ وہ گھاٹ کے زیریں علاقے میں جائے اور راستے میں حیدر کے علاقوں کو تاراج کرے۔ اس نے دمن راؤ اور دوسرے مرہٹہ سرداروں کو حیدر پر نظر رکھنے کے لیے اور مقبوضہ علاقوں کے تحفظ کے لیے فوج کے ایک حصہ کے ساتھ چھوڑا۔ ۳۰ ہزار فوج کے ساتھ ترمبک نے تنجور کی طرف پیش قدمی کی جہاں سے محمد علی پہلے ہی واپس ہو چکا تھا(۱) تنجور کے راجہ سے ترمبک راؤ کو چار لاکھ ملے اور نواب ارکاٹ سے بھی اسے کچھ رقم ملی(۲)۔ ترمبک راؤ نے سنا کہ ٹیپو اسی جانب میسور کی ایک فوج کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ اسے خدشہ پیدا ہوا کہ ٹیپو نواب ارکاٹ اور انگریزوں کے درمیان کچھ سمجھوتہ ہو گیا ہے چنانچہ اس نے دمن راؤ کو ہدایت بھیجی کہ وہ گھاٹ کے علاقے میں اس سے آ ملے لیکن دمن راؤ کو خبر ملی کہ میسور کی ایک بڑی فوج نے نرائن گڑھ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ وہ وہاں تیزی سے پہنچا، ان کو شکست دی اور قلعہ کو مسمار کر دیا۔ تب وہ گھاٹ کے قریب پہنچا اور اترا درگ میں پڑاؤ ڈالا۔ ٹیپو جتنی تیزی سے ممکن ہو سکا سرنگاپٹم لوٹ گیا۔ ترمبک بارہ محل میں داخل ہوا اور مختلف علاقوں سے اس نے خراج وصول کیا۔ اس نے کوئمبٹور کو بھی لوٹ لیا وہاں وہ ستمبر ۱۷۷۱ء سے فروری ۱۷۷۲ء تک حیدر کے علاقے میں لوٹ مار مچاتا رہا۔ پھر ترمبک راؤ واپس آیا اور بنگلور کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ وہاں سے وہ دود بالاپور کے لیے روانہ ہوا جہاں دمن راؤ بھی اس سے آکر مل گیا۔ حیدر کی کامیابی کے امکانات حقیقتاً بڑے تاریک ہو گئے تھے کیونکہ اس کے پاس صرف بنگلور، سرنگاپٹم اور بدنور باقی رہ گئے تھے اور مرہٹہ فوج نے اس کے رسل و رسائل کو درہم برہم کر رکھا تھا۔ اب ترمبک نے بدنور کی فتح اور پورے علاقہ کی تاخت و تاراجی کا منصوبہ بنایا لیکن پیشوا نے اسے لکھا کہ چونکہ اس کے

---

(۱) تنجور کے خلاف محمد علی اور انگریزوں نے ۲۲ اکتوبر سے ۲۰ اکتوبر تک کوششیں جاری رکھیں اور جب ایک قابل گذر شگاف پڑ گیا تو نواب اور راجہ کے درمیان ایک معاہدہ صلح ہو گیا۔

(۲) سیلکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۰ اپریل ۱۷۷۲ء "ہم تم کو یہ بتانے میں خوشی محسوس کر رہے ہیں کہ نواب کے وکیل نے مرہٹہ قائد سے صلح کر لی ہے اور وہ بالاگھاٹ لوٹ گئے ہیں اور ہم اس پریشانی سے بچ گئے ہیں جس میں ہم اپنے کو محسوس کر رہے تھے۔" فورٹ سینٹ جارج، ۷ مارچ ۱۷۷۲ء

http://www.apnaorg.com

رو بہ صحت ہونے کی کوئی امید نہیں رہی ہے لہذا مہم جلد سے جلد ختم کر دی جائے۔ آخر کار دو ماہ کی گفت و شنید کے بعد معاہدہ ہو گیا۔

مرہٹوں کو حق مل گیا کہ وہ سرا، ہوسکوٹ، دودبالاپور اور کولار پر مع ان کے ماتحت علاقوں کے قابض رہیں۔ اس میں بنگلور نہیں شامل تھا جس کے عوض ان کو مداگیری کا علاقہ مل گیا تھا۔ گرم کنڈا بھی ان کے قبضہ میں رہنے دیا گیا۔ مرہٹے باقی علاقے واپس کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ حیدر نے ۵۰ لاکھ اور مزید دس لاکھ بطور دربار کے اخراجات ترمبک راؤ اور دوسرے سرداروں کو ادا کرنے پر راضی ہو گیا تھا۔ اس نے ۴۲ لاکھ نقد، ۵ لاکھ جنس کی شکل میں ادا کیا اور بقیہ کے لیے ساہوکاروں کی ضمانت دی۔ یہ مہم جولائی ۱۷۷۲ء میں ختم ہوئی۔ (۱)

حیدر کی زندگی کی یہ بدنام ذلت آمیز مہم بعد میں میسور کی انگریز دشمن خارجہ پالیسی کی بڑی حد تک ذمہ وار بنی۔ جولائی ۱۷۸۲ء میں انگریزوں کے وکیل سری نواس راؤ کے ایک سوال پر حیدر کے طنز آمیز جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نظر میں انگریزوں کے ساتھ معاہدہ کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ "جب مرہٹے میرے علاقے میں گھس آئے تو میں نے ان سے مختلف انداز سے کمک بھیجنے کے لیے درخواست کی۔ جواب میں پہلے تو انھوں نے لکھا کہ وہ مدد بھیجیں گے اور پھر کچھ دنوں بعد لکھا کہ انھوں نے یوروپ لکھا اور وہاں سے انھیں ہدایات کی توقع ہے۔ اس پر میں نے انھیں یہ لکھا کہ وہاں سے احکام آنے میں سال بھر یا چھ ماہ لگ جائیں گے اور تب ان کی کمک کا کیا فائدہ ہوگا۔ گورنر کا جواب یہ تھا کہ وہاں سے احکامات آنے تک وہ کچھ نہیں کر سکیں گے اور پھر اس کے بعد کافی وقت گذر جانے پر بھی وہ یہی کہتے رہے کہ وہاں سے ابھی تک انھیں ہدایات ہی موصول نہیں ہوئی ہیں" (۲) سرد مہری کا یہ رویہ پیدا کرنے میں ترمبک راؤ کا خاصا ہاتھ تھا۔ حیدر ان مصیبت اور پریشانی کے مہینوں کو آسانی سے نہیں بھول سکا۔ ترمبک راؤ کی ترکیب کے فوری طور پر نتائج برآمد نہیں ہو سکے۔ انگریزوں نے نہ تو حیدر کے خلاف اتحاد کیا اور نہ حیدر نے انگریزوں کے خلاف۔ تاہم حیدر کی نگاہ میں انگریزوں کی دوستی کی قدر و قیمت واضح ہو گئی تھی۔

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۷۰، مورخہ ۱۸ مئی۔ ولکس کا بیان ہے کہ حیدر نے ۳۰ لاکھ روپیہ کا نصف فوراً اور بقیہ اس کے بعد ادا کرنے کا وعدہ کیا اور صرف ۵ لاکھ بطور درباری اخراجات کے۔ ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۲۲۳ کا بیان ہے کہ حیدر نے ۲۵ لاکھ نقد، ۶ لاکھ بطور جنس اور بقیہ ۱۹ لاکھ سالانہ تین مساوی قسطوں میں ادا کیا۔

(۲) سیکرٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۲۶ اگست ۱۷۸۲ء

http://www.apnaorg.com

باب ۱۴

مرہٹوں سے تعلقات (سنہ ۱۷۶۲-۷۶ء)

کورگ کی فتح

پانی پت کی جنگ کے بعد کی مرہٹہ سیاسیات میں سب سے زیادہ پریشان کن پہلو رگھوناتھ راؤ کے بے لگام اور غیر محتاط ارادے تھے۔ اس شخص کی سرگرمیوں سے مرہٹہ ریاست کی داخلی تاریخ اور بیرونی تعلقات دونوں متاثر ہوئے تھے۔ اگرچہ کبھی کبھی اس کی شرافت کی رگ بھی پھڑک اٹھتی تھی تاہم وہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے بغیر کسی پس وپیش کے تگ ودو کر سکتا تھا اور اس کی فکر نہیں کرتا تھا کہ یہ سودا ریاست کو کتنا گراں پڑے گا۔ حیدر علی کے ساتھ اس کے تعلقات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے ہی وہ اس حوصلہ مند میسوری کو اپنے حصول اقتدار کے سلسلہ میں ایک سہارا گردانتا تھا اور ناکامی کی صورت میں وہ اس کے پاس پناہ تلاش کر سکتا تھا۔ سنہ ۱۷۶۵ء سے ہی وہ حیدر کے ساتھ دوستی کی پالیسی پر انتہائی سرگرمی سے عمل کر رہا تھا۔ موجودہ حالات میں حیدر محض رگھوناتھ راؤ کی مداخلت ہی کے سبب انتہائی مفید اور قابل قبول معاہدہ کر سکا تھا۔ پیشوا کے خطوط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسی موافق شرائط کے حق میں نہیں تھا لیکن رگھوناتھ راؤ کی تحریک کی بنا پر ہی اس نے ان شرطوں کو تسلیم کر لیا تھا۔[1] بعد میں اس کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ اس نے نظام کو حیدر کے ساتھ اتحاد کرنے اور پھر پونا پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس وقت اس کو پیشوا کی مسلسل مخالفت کرنے کے سبب نظر بند کر دیا تھا۔ نظام کے ذہن میں خدشات

---

(۱) دیکھو صفحہ ۵۲

http://www.apnaorg.com

پیدا کرنے کی غرض سے اس نے نظام کو اطلاع دی تھی کہ پیشوا اور بھونسلے اس کے خلاف حملہ کرنے والے ہیں لہذا وہ پیش قدمی کرکے حیدر کے ساتھ اتحاد و تعاون کا معاہدہ کرے(۱) مگر مادھو راؤ کے بہترین محکمۂ جاسوسی کے سبب اس خفیہ خط و کتابت کا راز کھل گیا لیکن مادھو راؤ اپنی موت سے پہلے نومبر ۱۷۷۱ء میں رگھوناتھ راؤ کو آزاد کرچکا تھا۔ مرتے ہوئے پیشوا نے اپنے جانشین نرائن راؤ اور اس کے چچا رگھوناتھ راؤ کے سامنے اپنے باہمی تحفظ کے لیے تعاون اور اتحاد کی ضرورت پر زور دیا لیکن دونوں میں اختلاف پیدا ہوگیا اور چھ ماہ بعد رگھوناتھ راؤ پھر جیل میں تھا۔ قید کے زمانے میں اس نے حیدر سے پھر خط و کتابت شروع کی۔ اس خیال سے کہ اس پر شبہ نہ گزرے وہ پہلے حیدر کے وکیل اپاجی رام کو اور پاجی رام حیدر کو لکھتا تھا مگر پیغام رساں پکڑ لیا گیا اور اپاجی رام کی بھی نگرانی کی جانے لگی (۲)

نرائن راؤ کے قتل کے بعد جب رگھوبا خود پیشوا بنا تو اس نے حیدر کو خوش کرنے کی پالیسی ترک کردی۔ کچھ وقت تک تو اس کے اور ریاست کے مفادات ایک ہوکر رہ گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی قید کے زمانے میں اس نے حیدر کے وکیل کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا کہ وہ اس کے آقا کو مرہٹوں کے فتح کردہ تمام علاقوں کو واپس کردے گا اور صرف سالانہ ۱۵ لاکھ بطور چوتھ لیا کرے گا بشرطیکہ وہ اس کی قید سے رہائی اور پیشوا کے عہدے کے حصول میں اس کی مدد کرے۔ موسٹن کا بیان ہے کہ ۱۷۷۳ء میں وکیل اس معاہدہ پر عمل درآمد کا مطالبہ کر رہا تھا لیکن چونکہ حیدر کا اس نئے انقلاب میں کوئی حصہ نہیں تھا اس لیے اس معاملہ کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ (۳)

نرائن راؤ کے قتل کے فوراً بعد رگھوبا نے حیدر اور مرار راؤ گھورپڑے کو بھی لکھا کہ وہ راجہ تنجور کی مدد کریں جس کا محمد علی اور انگریزوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ حیدر علی کو لالچ دینے کی غرض سے اپاجی رام کو اپنے آقا کو یہ بتانا تھا کہ وہ اس کے عوض حیدر کو مدگیری، دودبالاپور اور ہوسکوٹ کے قلعے واپس کردے گا۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ پیشکش حیدر تک پہنچتی تنجور دشمن کے حوالے کردیا گیا۔

رگھوناتھ راؤ سمجھتا تھا کہ لوگ اس کو پسند نہیں کرتے اور اندر ہی اندر اس کی حکومت کی مخالفت کی جارہی ہے۔ وہ اندرونی اختلافات کے زخموں پر قومی فتوحات کا مرہم لگانا چاہتا تھا اور جن دو دشمنوں

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۸، خط نمبر ۱۹۲

(۲) موسٹن کی یادداشت مورخہ ۱۲ اپریل ۱۷۷۳ء۔ ایس پی ڈی جلد ۲، خط نمبر ۲۲۶۔ موسٹن بس اتنا کہتا ہے کہ اپاجی رام پر ایک نگران متعین کردیا گیا تھا۔

http://www.apnaorg.com

کے خلاف اس کی فتوحات اس کی عزت میں اضافہ کرسکتی تھیں وہ نظام اور حیدر علی تھے۔ اس نے نظام کو شکست دی تھی مگر شرائط نظام کے اتنی موافق تھیں جن سے یا تو سیاسی سوجھ بوجھ کے فقدان کا اظہار ہوتا تھا یا نظام کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کی شدید خواہش کا۔ تب اس نے یہ منصوبہ بنایا کہ کرناٹک کے علاقے میں مہم کا سلسلہ شروع کرے۔ اس کا عظیم منصوبہ یہ تھا کہ وہ حیدر کو مرہٹہ اضلاع سے نکال باہر کرے اور محمد علی اور انگریزوں کو سزا دے۔ جنوری ۱۷۷۴ء میں جب رگھوناتھ راؤ اس مہم میں مشغول تھا تب اقتدار سے محروم کرنے کی بارہ بھائی (BARA BHAI) سازش کا علم ہوا۔ تقریباً سب ہی اہم وزیر اس کے خلاف متحد ہو گئے تھے۔ ان حالات میں حیدر کی جانب اس کے رویّہ میں لچک آنا ناگزیر تھا۔ اس وقت وہ حیدر کو اپنا حلیف بنانے کے لیے کوشاں تھا۔ موسٹن نے ۴ فروری ۱۷۷۴ء کو اپنی ڈائری میں ایک اندراج کیا ہے کہ حیدر نے رگھوبا کے ساتھ معاملات طے کر لیے تھے۔ لیکن یہ یقین نہیں تھا کہ وہ اس کی مدد کرے گا یا نہیں۔ حیدر کا وکیل اپاجی رام کافی ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے فوجی دستوں کو واپس ہوتے دیکھ لیا تھا چنانچہ وہ بہت زیادہ رعایت دینے پر آمادہ نہیں تھا۔ کلیان ورگ کے معاہدہ کے مطابق حیدر نے رگھوناتھ راؤ کو پیشوا تسلیم کر لیا تھا اور اس کو ۶ لاکھ سالانہ خراج ادا کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔ اپنی تین مہموں کے دوران مادھو راؤ نے جو علاقہ حیدر سے چھینا تھا وہ اس نے واپس کر دیا۔ باجی راؤ بروے کو رگھوناتھ راؤ کے نمائندے کی حیثیت سے حیدر کے دربار میں مقرر کیا گیا۔ فروری ۱۷۷۴ء اور مارچ ۱۷۷۶ء کے درمیان مہاراشٹر میں حالات کی پیچیدگیوں سے فائدہ اٹھا کر حیدر نے سرا، مداگیری، دودبالاپور، ہوسکوٹ، گرم کنڈا، بلاری، کڈپہ اور گوئی پر قبضہ کر لیا اور کرنول پر خراج عائد کر دیا۔

رگھوناتھ راؤ کو کامیابی کی مبہم سی توقع تھی۔ وہ ترمبک راؤ کو شکست دینے اور گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن بقول گرانٹ ڈف اس کامیابی سے انحطاط پذیر مقصد کو محض وقتی زندگی نصیب ہوئی تھی جسے مادھو راؤ نرائن کی یکم اپریل ۱۷۷۴ء کی پیدائش نے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ رگھوناتھ راؤ شمال کی جانب واپس ہو گیا اور جب سندھیا اور ہولکر نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تو وہ گجرات کی طرف چلا گیا۔ بعد کے انگریزوں اور مرہٹوں کی تاریخ کے واقعات سب کو معلوم ہیں۔ ۶ مارچ ۱۷۷۵ء کو معاہدہ سورت ہوا۔ اس کے بعد رگھوبا نے حیدر کو ایک خط لکھا جس میں تجویز پیش کی تھی کہ "وہ کرشنا کے داہنی کنارے تک تمام مرہٹہ علاقے پر قبضہ کر لے اور اس مقام سے وہ اس کے منصوبے اور مقاصد میں فوجی اور مالی امداد دینے کے لیے تیار

---

(۱) موسٹن کی یادداشت مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۷۷۴ء

http://www.apnaorg.com

رہے۔ اس کی تعمیل میں حیدر نے اس کو ۱۶ لاکھ روپے بھیجے"(۱) تاہم گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ حیدر کی امداد صرف اسّی ہزار روپے تک محدود تھی۔ رگھوناتھ راؤ کے سرنگاپٹم میں نمائندے باجی راؤ برفے نے ہر ممکن کوشش کی تاہم اسے کوئی جلدی نہیں تھی اور وہ صرف اپنے منصوبے کے مطابق اور اپنے حلیف کے جلدبازی کے مشورے کو مانے بغیر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ بہرکیف باقاعدہ خط وکتابت جاری رہی۔ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر نے تسلیم کردہ علاقوں کے لیے سند اور اپنی ادا کردہ رقم کے لیے رسید کا مطالبہ کیا تھا۔(۲)

جب انگریزوں نے عارضی طور سے رگھوبا کی حمایت چھوڑ دی اور پونا کی حکومت سے مارچ ۱۷۷۶ء میں پورن دھر کا معاہدہ کرلیا تو رگھوبا نے اس معاہدے کی شرائط تسلیم کرنے سے انکار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ حیدر کے دربار میں پناہ کی امید رکھتا تھا۔ پورن دھر کے معاہدہ کے بعد وہ سورت میں دو سو آدمیوں کے ساتھ مقیم رہا۔ تب وہ دمن پہنچا اور پرتگالیوں سے پناہ کا طالب ہوا۔ اس نے درخواست کی کہ اس کو وہ پناہ دیں اور اگر یہ نہ ہوسکے تو اس کو بحری راستے سے حیدر کے علاقے میں پہنچادیں۔ رگھوناتھ راؤ کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ مالون سے کولہاپور جائے اور وہاں سے بحری راستے کے ذریعے حیدر کے علاقے میں چلا جائے۔(۳)

آخرکار جب انگریزوں نے رگھوبا کی حمایت پوری دیانتداری سے کرنے کا فیصلہ کیا تب بھی رگھوناتھ راؤ انگریزوں سے اپنے اتحاد کی مصلحت کے بارے میں شکوک وشبہات رکھتا تھا۔ گوا کے گورنر نے دسمبر ۱۷۷۸ء میں لکھا تھا کہ "ان ملاقاتوں میں جو میں متواتر رگھوبا کے سفیر سے کرتا رہا ہوں وہ برابر اس بات کا خدشہ ظاہر کرتا رہا کہ اس کے آقا کو یہ شبہ ہے کہ انگریز اس پر بھی نواب بنگال اور نواب سورت کی طرح اپنی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ نہ صرف اس ماتحتی سے بچنا چاہتا تھا بلکہ وہ اپنے آئندہ کے مقبوضات میں اپنا مقام باعزت رکھنا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ ہماری افواج کی پوری ایمان داری سے مدد چاہتا تھا اور اس ریاست سے اتحاد کا خواہاں اور ہمارے حکمراں سے تحفظ کا طالب تھا۔"(۴) چنانچہ رگھوناتھ راؤ حیدر کے تعاون پر اس وقت بھی مصر تھا جب انگریز اس کے لیے اپنی بہترین

(۱) ولکس جلد دوم ص ۱۷۳ (۲) ایس پی ڈی جلد ۳۶ خطوط نمبر ۲، ۲۸، ۲۰۵

(۳) لیکو سنگرہ خطوط نمبر ۱۹۱۸ اور ۲۱۹۶

(۴) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روئداد جلد XI "رگھوبا اور پرتگالیوں کے درمیان چند نامعلوم روابط" (PISSULENCER)

http://www.apnaorg.com

کوششیں صرف کر رہے تھے۔ مراج تک پیش قدمی کرو اور ان پر پیچھے سے حملہ کرو" اس طرح مسلسل اصرار کرنے والے رگھوبا[1] نے حیدر کو لکھا تھا۔ لیکن جیسے جیسے اس کے امکانات تاریک ہوتے گئے ویسے ویسے حیدر کم سے کم کشادہ دل ہوتا گیا۔ سرنگا پٹم میں رگھوبا کے لوگوں نے شکایت کی کہ حیدر ان کے اخراجات کا بار نہیں اٹھائے گا اور نہ ساہوکار انھیں قرض دیں گے۔

لیکن رگھوناتھ راؤ نے حیدر کا ایک بہت ہی مفید مقصد حل کر دیا تھا۔ چونکہ خانہ جنگی انگریزوں اور مرہٹوں کی لڑائی میں بدل گئی تھی اس لیے پونا کی حکومت سے حیدر کی سودے بازی کی قوت بڑھ گئی تھی۔ چونکہ ہر گذرنے والا سال حیدر اور انگریزوں کے درمیان جنگ ناگزیر بنتا جا رہا تھا حیدر اس حالت میں تھا کہ وہ اپنی ضرورت کی شدت کا اظہار کرتا اور پونا کی حکومت سے درخواست کرتا کہ رگھوناتھ راؤ کے عطا کردہ علاقوں پر اس کا قبضہ تسلیم کرے تاکہ اس کو جلد لڑائی پر آمادہ ہونے کی ترغیب مل سکے۔ اِس سودے بازی میں وہ کامیاب ہو گیا۔ مادھو راؤ کی موت، نرائن راؤ کے قتل اور بارہ بھائی اور رگھوبا کے درمیان جھگڑوں نے نہ صرف حیدر کو مرہٹوں کے حملوں سے اس کو نجات مل گئی تھی بلکہ اسے مرہٹوں سے اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کو واپس لینے اور کورگ اور مالابار کو پھر فتح کرنے کا موقع بھی ہاتھ آگیا تھا۔

کورگ سے حیدر کے تعلقات اس کی بڈنور کی فتح کے بعد ۱۷۶۳ء میں شروع ہوئے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کورگ کسی حد تک بڈنور کے اکیری خاندان پر انحصار کرتا تھا اور حیدر اس سلطنت پر قبضہ کر لینے کے بعد کورگ پر حکمرانی کا دعویٰ کر سکتا تھا لیکن بڈنور کی فتح کے بعد حیدر نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ منگلور تعلقہ میں سولیا علاقے پر کورگ کے حق کے بارے میں اس نے معلومات حاصل کیں۔ اسے بتایا گیا کہ بڈنور کے حکمران سوم شیکھر نایک کے دور میں کورگ کے حکمراں دودا ویرپا نے اس زمین کے کچھ حصہ کو خریدا تھا اور کچھ کو بطور تحفہ پایا تھا۔ یلوسا ویرا کا ضلع بھی ایک متنازعہ علاقہ تھا۔ دودا ویرپا[2] نے اس ضلع کے لیے میسور کے حکمراں چکا دیو واڈیر سے جنگ کی تھی۔ پھر ایک مصالحت ہو گئی تھی جس کے تحت کورگ کو یہ ضلع مل گیا تھا اور میسور کو مالگذاری کا ایک حصہ ملتا تھا۔ حیدر نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ علاقے جن کے لیے مالگذاری کورگ کا حکمراں میسور کو ادا کرتا تھا اس کے سپرد کر دیے جائیں۔ چکا ویرپا نے مطالبہ تسلیم کر لیا اور یہ علاقے میسور کے حوالے کر دیے لیکن حیدر اتنی آسانی سے مطمئن ہو جانے والا نہیں تھا۔ کورگ نے مالابار کے لیے رسل و رسائل کا بہترین ذریعہ تھا۔ مالابار کی مہم پر جانے سے پہلے اس نے ۱۷۷۵ء میں میر فیض اللہ

---

(۱) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روئداد جلد ۲۷ رگھوبا اور پرتگالیوں کے درمیان چند نامعلوم روابط۔ (۲) دیکھو اگلے صفحہ پر۔

http://www.apnaorg.com

کو کورگ بھیجا۔ لیکن کئی بار کے مقابلوں میں میر فیض اللہ کو شکست کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ واپس لوٹ آیا اس پر حیدر نے کورگ کے حکمراں سے صلح کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس کو اچنگی ضلع دینے کا بھی وعدہ کیا بشرطیکہ وہ تین لاکھ پگوڈا ادا کرنے پر راضی ہو جائے۔ کورگ کا حکمراں ان شرطوں پر راضی ہو گیا مقررہ رقم کی ایک چوتھائی ادا کر دی اور اپنے ولواٹی کو بطور یرغمال فیض اللہ خاں کے پاس بھیج دیا لیکن ضلع حوالے نہیں کیا گیا کیونکہ چکا ویرپا کا انتقال ہو گیا تھا اور مدّو راجہ اور مدّیا اس کے جانشین بن گئے تھے اور جنھوں نے مشترک طور پر عنان حکومت سنبھال لی تھی۔ انھوں نے فیض اللہ خاں سے وعدہ کیے ہوئے علاقے کی سپردگی کی درخواست کی۔ فیض اللہ خاں نے تین لاکھ کے بقیہ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جس کا ان کے پیشرو نے وعدہ کیا تھا۔ حکمرانوں نے اس پر جواب دیا "حالات جو رخ اختیار کر رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رقم بھی لینا چاہتا ہے اور علاقوں پر بھی اپنا قبضہ برقرار رکھنا چاہتا ہے" چنانچہ دوسری بار لڑائی چھڑ گئی۔ فیض اللہ خاں کی آدھی فوج کام آگئی۔ جب اس نے منگلور کی طرف پسپائی کی کوشش کی تو اس کا زیادہ تر ساز و سامان کورگ کے حکمرانوں کے ہاتھ لگا۔ ان شکستوں

---

(۲) پچھلے ص سے: کورگ کے راجاؤں کا حسب ذیل نسب نامہ رائس کی میسور اور کورگ گزیٹیر جلد دوم سے لیا گیا ہے۔

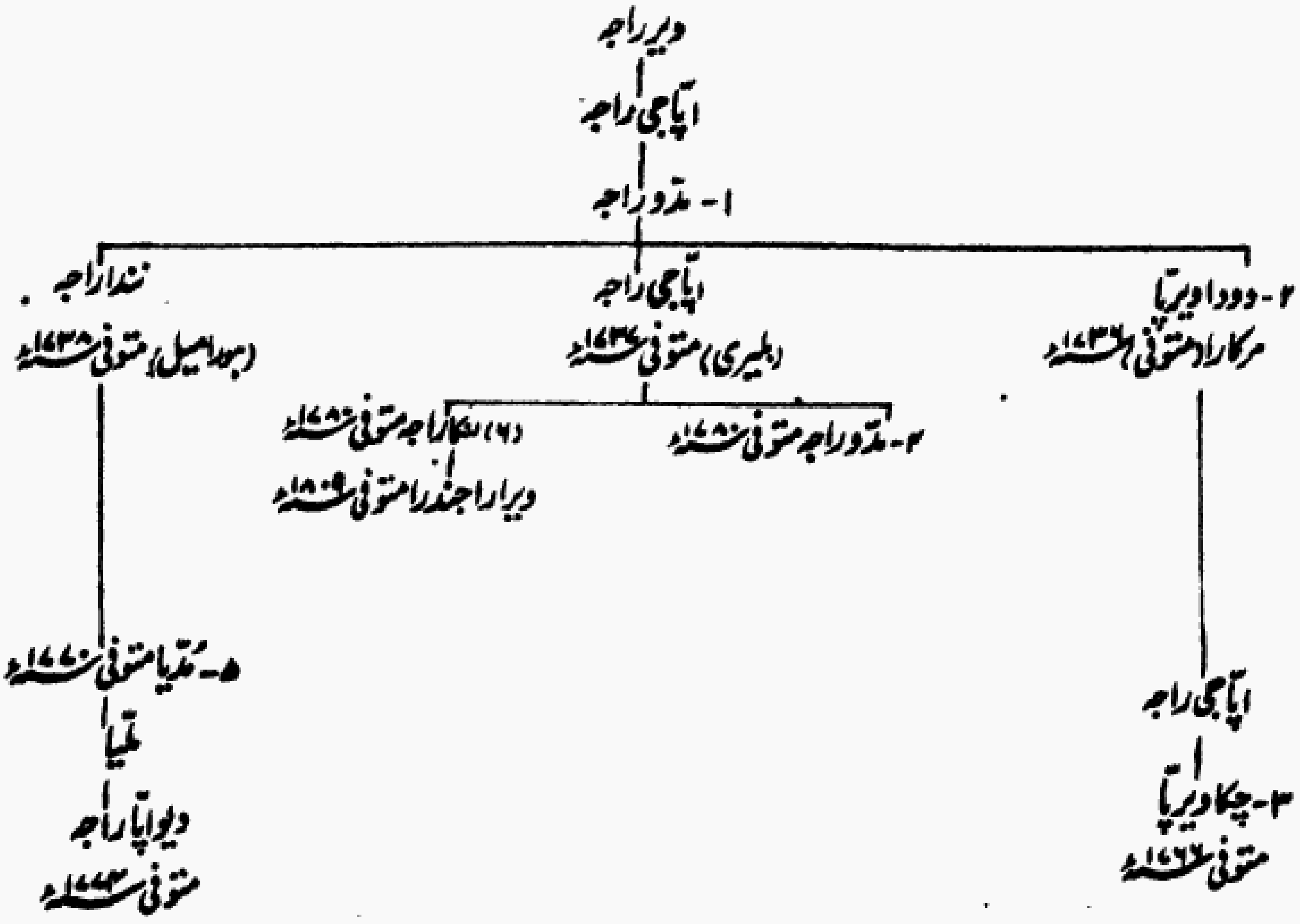

http://www.apnaorg.com

کی خبر پاکر حیدر نے صلح کی تجویز رکھی اور ۵، ہزار گوڈا جس کی ادائیگی پہلے ہی ہو چکی تھی ان کے عوض اچنگی کے علاوہ دوسرے دو اضلاع ان کے حوالے کر دیے۔ اس نے میسور اور کورگ کے درمیان سرو کو سرحد قرار دیا۔ یہ ۱۷۶۸ء کا واقعہ ہے۔ حیدر دوسرے علاقوں میں درپیش خطرات کے پیش نظر اس علاقے میں امن چاہتا تھا۔ اس سے اس کے صلح کے اس رویہ کی وضاحت ہوتی ہے جو اس کے معمول کے خلاف تھا۔

مدّا راجہ اور مدّیا کا یکے بعد دیگرے ۱۷۷۰ء میں انتقال ہوگیا۔ اس وقت کورگ جانشینی کے جھگڑے کی آماجگاہ بن گیا۔ لنگا راجہ اپنے بھتیجے کو تخت پر بٹھانا چاہتا تھا جبکہ ملیا اپنے بیٹے کے سر پر تاج شاہی رکھنا چاہتا تھا۔ ملیا غالب ہوا اور خود اپنے نام سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے لنگا راجہ پر اس قدر شدید دباؤ ڈالا کہ اس نے اپنے بھتیجوں سمیت میسور میں پناہ لی۔ اس نے حیدر کو خط لکھا تھا اور پھر دربار میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فطری بات تھی کہ حیدر کورگ کے حکمران خاندان میں پھوٹ پڑنے سے بہت خوش ہوا لیکن اس وقت وہ مرہٹوں سے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا۔[1] ۱۷۷۲ء میں مرہٹوں کی واپسی، مادھو راؤ کی موت اور نرائن راؤ کے قتل کے بعد اب اسے قسمت آزمائی کرنے اور اپنے بلند منصوبوں اور عزائم کو پورا ہونے کی فرصت ملی تھی۔ اس کا انتہائی پسندیدہ مقصد مالابار کی فتح تھی۔ اگر مالابار پر مستقل قبضہ رکھنا تھا تو کورگ پر قبضہ کرنا ضروری تھا۔

کورگ کی روایت یہ ہے کہ لنگا راجہ نے حیدر کی ہمت افزائی کی۔ مرہٹے اپنے پیچھے ویرانی اور قحط چھوڑ گئے تھے۔ لنگا راجہ نے مشورہ دیا تھا کہ کورگ میں غلّہ کی کافی مقدار مہیا ہو سکے گی۔ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے حیدر نے کورگ میں ۱۷۷۳ء میں ارگل گڈی راہ سے پیش قدمی کی۔ مگر نقصان اٹھاکر پسپا ہونا پڑا۔ چنانچہ اسے واپس آنا پڑا۔ اس نے لنگا راجہ کو ناقابل عبور سڑکوں کے بارے میں لکھا۔ لنگا راجہ نے مشورہ دیا کہ وہ کورگ کے اس علاقے سے پیش قدمی کرے جو اس کے حامیوں اور ہمنواؤں سے بھرا ہوا ہے۔ حیدر نے لنگا راجہ کو یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو اسے اس کی سلطنت واپس کر دے گا۔ اس مرتبہ حیدر کی فوجوں کو گنت ناڈ میں داخل ہونے میں بہت کم مشکل پیش آئی اور جلد ہی لنگا راجہ کے حامی ان سے آملے۔ انھوں نے سیدھے

---

(۱) دیکھو باب ۱۱ و ۱۲

http://www.apnaorg.com

مرکارا کی بابت پیش قدمی کی ۔ دیوا پاراجہ کویٹم کی طرف بھاگا جہاں وہ لوٹ لیا گیا ۔ اس وقت بھی اپنے کو غیر محفوظ کرتے ہوئے وہ مرہٹہ علاقے کی جانب بھاگا اور جب ہری ہر پہنچا تو اسے حیدر کے آدمیوں نے گرفتار کر لیا اور اسے سرنگاپٹم بھیج دیا جہاں وہ اپنے بیٹوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

لنگاراجہ کے ۲۴ ہزار روپئے سالانہ ادا کرنے کی شرط پر کورگ کو واپس کر دیا گیا ۔ لیکن اسے مجبور کیا گیا کہ وہ سولیا' میلو سارا اور دوسرے دو اضلاع جو پہلے حیدر نے ۷۵ ہزار روپئے کے بدلے حوالے کیے تھے میسور کے سپرد کر دے ۔ امن و صلح کے عوض اسے وائی ناڈ کے ایک حصہ کو لینے کی اجازت دے دی گئی ۔ لنگاراجہ ۱۷۸۰ء میں مرگیا۔ اس کے لڑکے چونکہ نابالغ تھے اس لیے حیدر نے پورے کورگ پر قبضہ کر لیا اور مرکارا میں ایک مسلمان محافظ فوج متعین کر دی ۔شہزادے میسور کے حسن ضلع میں بھیج دیے گئے ۔ حیدر نے اعلان کیا کہ جب یہ شہزادے بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سلطنت سیکھ لیں گے تو ان کی سلطنت ان کے حوالے کر دی جائے گی ۔ کورگ کا سابق خزانچی سراسیا انتظام حکومت کا نگراں بنایا گیا۔(۱)

حیدر پہلے ہی سرا' مداگیری' چنارائے ورگ' گرم کنڈا' ہوسکوٹ اور دود بالاپور پر دوبارہ قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن دو اہم مقامات بلاری اور گوٹی پر ابھی قبضہ کرنا باقی تھا بلاری کا حکمران دودا پا نایک ادونی کے حکمران بصالت جنگ کا وفادار تھا لیکن ۱۷۶۹ء میں وہ حیدر کا وفادار بن گیا تھا اور ادونی کے حکمراں کو خراج ادا کرنا وہ اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتا تھا ۔حقیقت یہ تھی کہ اس نے کسی کو بھی خراج نہیں ادا کیا تھا۔ اس پر بصالت جنگ کے دیوان دیوی چند اور لالی کے زیر قیادت ادونی کے فرانسیسی دستوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ ولکس کے بیان کے مطابق حیدر کے نمائندوں نے اس کو ترغیب دی تھی کہ وہ حیدر سے مدد کی درخواست کرے ۔ یہ نمائندے ہمیشہ مشکوک رول ادا کرتے تھے لیکن مرہٹہ اخبارات کے مطابق(۲) اور میکنزی مخطوطہ کے مطابق بھی رائے ورگ کے حکمران کرشنا پا نایک نے حیدر کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی اور وہ سرنگاپٹم سے ملاری تیزی سے سفر کرتا ہوا پہنچ گیا تھا ۔ وہ محاصرہ کرنے والی فوج کے عقب پر جھپٹا ۔ دیوی چند مارا گیا اور لالی بڑی مشکل سے

---

(۱) کورگ سے حیدر کے تعلقات کا یہ بیان تاریخ کورگ پر مبنی ہے۔

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۵۲۹

نکل بھاگا۔ حیدر جانتا تھا کہ بلاری کا حکمراں تسلیم اطاعت کرنے پر آمادہ تھا اتفاقاً حملہ بہت کامیاب رہا اور حیدر نے تمام ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تمام راستوں کو اپنی صحیح حالت میں پایا۔ بلاری کے حکمراں کے پاس راہ فرار اختیار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔[1] حیدر نے بلاری کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ بصالت جنگ نے حیدر کو تین لاکھ روپئے دے کر معافی حاصل کر لی[2]۔ رنمو ستھ خاں والیِ کرنول نے بھی تین لاکھ ادا کیے[3] تب حیدر نے گوٹی کا محاصرہ کر لیا۔

گوٹی پر قبضہ بہت اہمیت کا حامل واقعہ تھا۔ تنگ بھدرا کے جنوب میں تنہا گوٹی کا حکمراں مرار راؤ ایک آزاد حکمراں تھا اور جو حیدر کے لیے ایک خطرہ بن سکتا تھا۔ کرنول سے حیدر نے اسے پیغام بھیجا تھا کہ وہ چنکرالی کی مرہٹہ فتح کے مال غنیمت میں سے اپنا حصہ واپس کرے[4] ترمبک راؤ کی جانب سے عطا کردہ توپیں اور مقامات بھی واپس کرے اور اپنے گھوڑوں کے چارے اور رسد کے بدلے ایک لاکھ ادا کرے۔ مرار راؤ نے اس کی ہتک اور بے عزتی کی اور اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حیدر نے اپنی زندگی نایک کے معمولی سے عہدے سے شروع کی تھی جبکہ خود اس نے مرہٹہ سلطنت کے سپہ سالار کی حیثیت سے اپنے عہد کا آغاز کیا تھا۔ اس پر حیدر نے گوٹی کی جانب پیش قدمی کی۔ قلعہ والوں نے تقریباً تین ماہ تک مزاحمت کی۔ مرار راؤ کو قدرتاً یہ امید تھی کہ اسے حیدر آباد یا پونا سے کمک ملے گی۔ نانا فرنویس نے اپنی بھرپور کوشش کی لیکن بیکار۔ مراج اور کولہاپور کے درمیان تقریباً ۴۰ ہزار سپاہی خیمہ زن تھے لیکن مرار راؤ کی مشکل کشائی کے لیے جانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ایک مصنف نے بڑے غصے سے لکھا ہے کہ یہ ایک آدمی کا کام نہیں تھا بلکہ بارہ بھائی کا کام تھا اور عدم متصدیت کی بھی وجہ تھی۔ بلاری سے حاصل شدہ فرانسیسی توپوں اور سرنگاپٹم کے ایک توپ خانے نے آگ اگلنی شروع کی لیکن گوٹی کا قلعہ اتنا مضبوط و مستحکم تھا کہ صرف قحط یا غداری سے ہی پسپا ہو سکتا تھا۔ شہر اور قلعہ کے ذیلی حصوں پر بہرکیف حملہ کا خاصا

---

(۱) میکنزی مخطوطہ (مقامی دستاویزات جلد ۴ کیفیت بُدرارو) سے ہمیں بلاری پر قبضہ کا حسب ذیل بیان ملتا ہے:

"ایک اندرونی کشاکش کی بنا پر بلاری کے کرباریوں کو شہر سے نکال دیا گیا تھا۔ وہ ارکیری اور ادونی چلے گئے اور بلاری پر حملہ کرنے اور قبضہ کرنے میں مغلوں کی مدد کی۔ رائے درگ کے سماتھ تک کرشنا آپا نایک نے بلاری پر مغلوں کے قبضہ کی خبر حیدر کو بھیجی۔ حیدر آیا اور اسے فتح کر لیا۔ وودا آپا اپنے چند پیروؤں کے ساتھ بلاری سے نکل بھاگا۔ رائے درگ کے کرشنا آپا نایک کو اپنے اصلی تعلقوں کے ساتھ بلاری کی دیکھ بھال بھی سپرد کی گئی۔"

(۲) لیکو سنگرہ خط ۱۶۹۲ (۳) لیکو سنگرہ ۱۷۷۵ء ص ۱۷

http://www.apnaorg.com

اثر پڑا مگر عظیم چٹان جس پر قلعہ کا بالائی حصہ واقع تھا اس پر حملہ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اگر محاصرہ جاری رہتا تو گوٹی کو شاید کمک مل جاتی۔ یہ حیدر کے ذہن میں سب سے اہم خیال تھا۔ جب مرار راؤ کو پانی کی فراہمی تقریباً ناممکن ہوگئی تو اس نے سات لاکھ نقد اور دوسرا قیمتی ساز و سامان دینے اور پانچ لاکھ کے لیے یرغمال دینے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔

میر رضا جو گفت و شنید کا نگراں تھا۔ حیدر کے لشکر گاہ میں نقد، قیمتی ساز و سامان اور چند یرغمال بھی لے کر آیا۔ ان میں سے ایک گوٹی کے ایک سابق سپہ سالار یونس خاں جس کا ۱۷۶۵ء میں انتقال ہوگیا تھا، کا ایک کم سن لڑکا تھا۔ حیدر نے اس کے ساتھ اتنے اچھے اخلاق اور نرمی کا برتاؤ کیا کہ نوجوان آدمی اس میں بہہ گیا اور اعتماد کے جوش میں یہ سمجھے بغیر کہ وہ فریب کھا رہا ہے اس نے حیدر کو بتایا کہ اس کا آقا ان شرائط پر ہرگز تیار نہ ہوتا اگر پانی کی فراہمی رُک نہ گئی ہوتی۔ اس پر حیدر کی ہدایت کے بموجب مال غنیمت کا تخمینہ لگانے والوں نے تاخیر کر دی اور اطلاع دی کہ تمام رقم بشمول نقد اور قیمتی ساز و سامان کے صرف ۵ لاکھ روپئے کی قیمت کے برابر تھی۔ حیدر نے اعلان کر دیا کہ گفت و شنید ختم ہوگئی اور یہ جان کر کہ ذخیرہ میں پانی نہیں رہا ہے اس نے پھر سے محاصرہ شروع کر دیا۔ مرار راؤ کو اب غیر مشروط اطاعت کرنی پڑی۔ اسے اور اس کے بیٹوں وینکٹ راؤ اور نرسنگھ راؤ کو قیدی بنا لیا گیا۔ وہ کبل ورگ بھیج دیے گئے جہاں مرار راؤ جلد ہی مر گیا۔ گھورپڑے خاندان کے دوسرے افراد میسور کی جیل میں زندگی کے دن کاٹتے رہے۔(۱)

۱۷۷۶ء میں گوٹی کے زوال کے بعد تنگ بھدرا کے جنوب میں واقع وہ تمام علاقہ حیدر کے قبضے میں آگیا جو مرہٹہ اثرات کے ماتحت تھا۔ گوٹی کے زوال پر راناڈے کا تبصرہ قابل ذکر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "تنجور کا بھی وہی انجام ہوا جو گوٹی کے دوسرے مرہٹہ مقبوضہ کا ہوا تھا اور اسی ایک غلطی کی بنا پر یہ انجام ہوا۔ وہ غلطی یہ تھی کہ اس نے وفاق سے اپنے کو الگ کر لیا تھا اور خود مختار ہونا شروع کر دیا تھا۔ اس علاقے کی کہانی سے یہی سبق ملتا ہے اور یہی مرہٹہ طاقت کی کمزوری کا راز ہے۔ وہ جب متحد و موافق ہوتے ہیں تو طاقتور ہوتے ہیں اور جب ان میں پھوٹ ہوتی ہے تو آزادی بھی برقرار نہیں رکھ پاتے ہیں۔"(۲)

---

(۱) گوٹی کے زوال کے سلسلہ میں میرا بیان لیکھ سنگرہ پر مبنی ہے۔

(۲) راناڈے، مرہٹہ طاقت کا عروج ص ۲۵۴

بہر کیف اگر یہ تبصرہ تجوز کے سلسلہ میں بیچ صحیح بھی ہے تو اس کا اطلاق گوٹی پر نہیں ہوتا ہے بسلسلہ ۱۷۹۱ء تک مرار راؤ بلا شک و شبہ ایک آزاد و خود مختار حکمراں معلوم ہوتا ہے لیکن مادھوراؤ کی تخت نشینی کے وقت سے مرار راؤ کے زیر حکومت گوٹی نے وہی کام انجام دیا جو اس کو مرہٹہ ریاست نے حوالے کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ اس نے ایک ایسے علاقے میں جہاں مرہٹہ اقتدار کو ایک حریف قوت کے حملہ کا خطرہ تھا ایک سرحدی اور پہلی چوکی کا کام انجام دیا۔ گوٹی کا زوال مرہٹہ ریاست میں اختلافات اور قیادت کی کمی کے سبب ہوا تھا۔ تین طویل مہینوں تک مرار راؤ نے اپنے محدود وسائل کے ساتھ جنگ جاری رکھی لیکن تب بھی اسے بچانے یا مدد پہنچانے کے انتظامات نہیں کیے گئے۔ اس سے صرف مرہٹہ وفاق کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔

http://www.apnaorg.com

باب ۱۵

مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۷۶-۸۰ء)

حیدر نے رگھوبا کی حمایت کی تھی۔ پونا کی وزیروں کی جماعت نظام کو اپنا ہمنوا بنا لینے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ حیدر کی بلاری اور گوٹی کی فتوحات، اودنی کے ساتھ اس کے سلوک اور شمال کی طرف اس کی مسلسل پیش قدمی نے نظام اور اپنا دربار کو اس کے خلاف متحد کر دیا تھا۔ قبل اس کے کہ کوئی منصوبہ تیار کیا جاتا یا جنگ کی تیاریاں مکمل کی جاتیں حیدر پہلے ہی سے حرکت میں آچکا تھا۔ اس نے سری پت راؤ اور کرشنا راؤ شموگہ کو تنگ بھدرا کی سمت میں مرہٹہ علاقے میں خلفشار پیدا کرنے کے لیے بھیجا۔[1] وہ ہری ہر اور بلہل پہنچے اور اپنی توجہ لکشمیسور کی طرف مبذول کی۔ ان کے پیچھے میر رضا تقریباً آٹھ ہزار فوج کے ساتھ آیا۔ اس نے بنکا پور پر قبضہ کر لیا۔ میر رضا کے بعد حیدر وہاں بنفس نفیس پہنچا اور ضلع کے پالیگاروں سے خراج وصول کیا۔ لیکن اسی وقت اسے خبر ملی کہ انگریزوں اور پونا وزارت کے درمیان ایک معاہدہ (معاہدہ پورن دھر مارچ ۱۷۷۶ء) ہو گیا ہے اور گجرات سے مرہٹہ فوجیں جنوب کی سمت بڑھ رہی ہیں۔ کٹھ پتلی راجہ مر گیا تھا اور سرنگاپٹم میں کچھ گڑبڑ شروع ہو گئی تھی۔ مالابار کے نائروں نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ حیدر میر رضا کو تقریباً آٹھ ہزار فوج کے ساتھ بنکا پور میں چھوڑ کر جون میں سرنگاپٹم لوٹ گیا۔ میر رضا ایک وقت میں تو لوٹ مار کرتا اور آگ لگاتا دھارواڑ تک پہنچ گیا۔ اگرچہ وہ بھی سرنگاپٹم طلب کر لیا گیا تھا تاہم ان کے حملے اس معنی میں کامیاب رہے تھے کہ ان سے لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ اس لوٹ مار سے مرہٹے ان کو کوئی تحفظ نہیں دے سکتے۔ حیدر

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۸۶

http://www.apnaorg.com

کے وہ نمائندے جو وہاں چھوڑے گئے تھے جون سے اکتوبر ۱۷۶۵ء تک خراج وصول کرتے رہے۔ اور اس میں ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ پونا دربار اس وقت تک کوئی مہم ترتیب نہیں دے سکا تھا۔ حیدر علی کی اطاعت کا کاشتکاروں کو کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ کٹور کر ڈیسائی کے ساتھ چار لاکھ پر معاملہ طے ہو گیا تھا۔

اس پورے عرصے میں مرہٹہ دربار ایک دھوکے باز کو دبانے میں مصروف رہا جس نے اپنے کو سداشیو راؤ بھاؤ بنا کر پیش کیا تھا۔ اب جماعت وزراء کے قائدین نے نظام کے ساتھ یہ طے کیا کہ نظام کے جنرل ابراہیم خاں دھونسہ اور مرہٹہ جنرل ہری پنت دونوں مشترکہ طور پر حیدر کے خلاف اقدام کریں اور مفتوحہ علاقہ کو پونا حکومت اور نظام کے درمیان برابر برابر بانٹ لیں۔[1] لیکن ہری پنت نے اپنی افواج کی تنخواہیں تین ماہ سے ادا نہیں کی تھیں۔ وہ اپنی تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے شور مچا رہے تھے اور ہری پنت اس قابل نہیں تھا کہ وہ سفر شروع کر سکتا۔ کونہر راؤ اور رپنڈ ورنگ راؤ نامی پٹوردھن سرداروں نے پونا حکومت کو اطلاع دی کہ وہ دس ہزار فوج کے ساتھ پیش قدمی کریں گے۔[2] ان کا کہنا تھا کہ یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ میسوریوں کو دھارواڑ کا محاصرہ کرنے کی چھوٹ دے دی جائے۔ ہری پنت ان کے بعد آ سکتا ہے اور ابراہیم خاں دھونسہ کے ساتھ مل کر فتوحات اور حوصلہ مندانہ منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔[3]

پٹوردھن سرداروں کونہر راؤ اور رپنڈ ورنگ راؤ کے علاوہ دوسرے مرہٹہ سرداروں نے بھی اس مہم میں حصہ لیا۔ وہ کرشنا راؤ پانسے، سوارام گھورپڑے (مرار راؤ کا بھتیجا) منولی کے نیلکنٹھ راؤ شنڈے، نرگنڈ کے ڈیسائی اور دھارواڑ ضلع کے دوسرے سردار تھے۔ جیسے ہی مرہٹوں نے پیش قدمی کی حیدر کو دھارواڑ کا محاصرہ اٹھانا پڑا۔ وہ بنکاپور چلے گئے لیکن تقریباً تین ہزار پیادے دھارواڑ کے جنگلوں میں چھپے رہے۔ اور کسانوں کو برابر پریشان کرتے رہے۔ دسمبر ۱۷۶۴ء میں مرہٹوں نے دوبارہ ہبلی پر قبضہ کر لیا۔

سرہٹی کا حکمران مرہٹوں سے نفرت کرتا تھا اس لیے وہ حیدر کی مکمل فتح کا خواہاں تھا۔ اس نے حیدر سے کمک کی درخواست کی جو ان سرداروں کو مغلوب کر سکے۔ حیدر نے محمد علی کمیدان کو تقریباً سات ہزار تربیت یافتہ پیادوں اور تین ہزار سواروں اور نو توپوں کے ساتھ بھیجا۔ حیدر کے دربار میں رگھوبا کا نمائندہ

---

(۱) او OR ۱۸۶۵ صفحہ ۱۹

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۹۳۷

(۳) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۹۶۱

http://www.apnaorg.com

باجی راؤ بروے وہاں کچھ مرہٹہ فوج کے ساتھ کمیدان کے تعاون کے لیے موجود تھا۔ پٹوردھن علاقوں کو آزاد کرنے کی شدید خواہش میں پنڈورنگ راؤ بہت آگے بڑھ آیا تھا۔ کمیدان پوری حفاظت سے بنکاپور لوٹ آیا تھا۔ جنگل اس کی حفاظت کر رہے تھے اور سرہٹی کا حکمراں اس کو معلومات پہنچا رہا تھا۔ بنکاپور میں محمد علی کمیدان کے پاس سات ہزار سوار، دس ہزار پیادے اور گیارہ توپیں تھیں (۱) جبکہ پٹوردھنوں کی فوج سانسی سے چار کوس کے فاصلہ پر تھی۔ محمد علی کمیدان اس جگہ پہنچ گیا جو سرہٹی کے حکمراں کی ملکیت تھا اور جو اس کے ساتھ تھا۔ مرہٹہ فوج نے میسوری فوج سے دو کوس کے فاصلہ پر اوشی کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ شب خون کے خطرہ کے پیش نظر پنڈورنگ راؤ ایک کوس کے فاصلہ پر اقامت پذیر ہوا اور پوری طرح خبردار اور ہوشیار رہا۔ اس نے میسوریوں پر صبح حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ فوج کے زیادہ محتاط اور تجربہ کار سالاروں کے احتجاج کی پرواہ کیے بغیر وہ سانسی کے لیے روانہ ہوا۔ کمیدان نے تقریباً چھ ہزار تربیت یافتہ سپاہی اور چھ توپیں جھاڑیوں میں چھپا کر گھات میں لگا رکھی تھیں۔ سانسی کے قلعہ کے دونوں جانب اس نے دو حصوں میں ساڑھے تین ہزار سوار متعین کر رکھے تھے۔ بقیہ فوج سرہٹی کے حکمراں کے زیر قیادت قلعہ میں موجود رہی (۲) مرہٹے صرف سوار دستوں کو دیکھ سکتے تھے اور پیادے ان کی نظروں سے اوجھل تھے۔ جیسے وہ آگے بڑھے ان کی صفوں پر گولیوں کی ایک زبردست بوچھاڑ ہوئی۔ سوار دستوں اور پیادوں نے ایک مشترکہ اور متحدہ حملہ کیا۔ پٹوردھن سپاہی بھاگ نکلے اور بھاگتی فوج اتنی افراتفری کا شکار تھی کہ اس کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ کونہر راؤ مارا گیا اور پنڈورنگ راؤ زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور یہی حال شیو راؤ گھورپڑے کا بھی ہوا۔ سرداروں میں تنہا کرشنا راؤ پانسے تقریباً تین چار ہزار سواروں کے ساتھ بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔ پنڈورنگ راؤ قید کی حالت میں مرگیا۔ دوسرے قیدیوں کو چار سال بعد ایک کثیر رقم لے کر رہا کیا گیا۔ شیو راؤ گھورپڑے کو بہر حال رہا نہیں کیا گیا۔

پونا کی حکومت نے محسوس کیا کہ اب صورت حال پر قابو پانے کے لیے ان کو کچھ کرنا چاہیئے۔ ہری پنت اب بھی تیار نہیں تھا۔ پرسورام بھاؤ کو جو کہ اس وقت کولہاپور میں تھا ہدایت کی گئی کہ وہ میسوریوں کے خلاف دھارواڑ اور بنکاپور کے علاقے میں پیش قدمی کرے۔ وہ ۲۲ جنوری ۱۷۷۸ء کو منولی پہنچا۔ سانسی کے بھگوڑوں اور کولہاپور کے سپاہیوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی۔ وہ منولی میں جمع ہوئے۔ چونکہ بھاؤ

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۹۶۱

(۲) " " خط نمبر ۱۹۶۸

http://www.apnaorg.com

کے پاس کافی رقم نہیں تھی چنانچہ اس کے سپاہیوں نے مرہٹہ علاقے تک میں لوٹ مار شروع کر دی۔ اتنی فوج کے ساتھ محمد علی کیدان کے ساتھ مقابلہ کرنا ناممکن تھا۔ میسوریوں نے دھاروار کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جو منولی سے ۴۰ کوس کے فاصلے پر تھا۔ منزل سے ایک پہاڑی راستہ گھنے جنگلوں سے ہو کر دھاراوار جاتا تھا۔ اس کو منولی باڑی کہا جاتا تھا۔ دوسری چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں بھی تھیں لیکن فوج کے مع سازوسامان کی نقل و حرکت کے لیے صرف یہی راستہ مناسب تھا۔ باڑی کے مغرب میں واقع قلعے مرگوڈ، اکوڑی دودواڑ مرہٹوں کے قبضہ میں تھے۔ دودواڑ سے دھاروار صرف دس میل کے فاصلے پر تھا۔ پرسورام بھاؤ کا کام ان قلعوں کی حفاظت کرنا تھا۔ اس کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ میسوریوں کو دھاروار کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کرے، جنگل پر قبضہ کرنے سے روکے اور اس وقت تک رکا اور جما رہے جب تک ہری پنت نہ آجائے اور تب پھر جارحانہ حملے کرے۔

پانچ ہزار سپاہی اکوڑی میں رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ دودواڑ تک کے علاقے کی حفاظت کرے اور محمد علی کی فوجوں کی نگرانی کرے۔ پنڈاریوں کو ہبلی بھیجا گیا۔ دھاروار جیسے مضبوط قلعے کے محاصرہ کے لیے جبکہ مرہٹے اتنے قریب ہوں محمد علی کو ایک فوج کی ضرورت تھی جو ان کا مقابلہ کرے اور ایک فوج لشکرگاہ کی حفاظت کرے اور ایک فوج مورچوں پر تعینات کی جائے۔ چونکہ اس کے پاس ان سب کاموں کے لیے کافی فوج نہیں تھی اس لیے وہ لوٹ آیا۔ اس نے اپنی کچھ توپیں اور سامان بنکاپور بھیج دیے تھے لیکن یہ دیکھ کر کہ بھاؤ نے حملہ نہیں کیا وہ ان کو واپس ہبلی لے آیا اور وہاں وہ بہت ہوشیار و خبردار رہا۔ پنڈاری کبھی کبھی لکشمیشور تک گھس جاتے تھے اور میسوری بریدار اور پنڈاری ایک دوسرے کو لوٹتے رہے۔ ان جھڑپوں کی بنا پر کوئی بڑی جنگ نہ ہو سکی۔ اگرچہ بھاؤ کو خدشہ تھا کہ منولی سے چارہ حاصل کرنے میں اسے خاصی مشکل پیش آئے گی لیکن وہ زیادہ دور تک نقل و حرکت نہیں کر سکا کیونکہ اس نے منولی کے قریب ہی رہنے کا فیصلہ کیا تاکہ کیدان کے جنگل پر قبضے کی صورت میں وہ کوچ کے لیے تیار رہے۔ محمد علی کو برابر کمک پہنچ رہی تھی۔ بھاؤ نے پونا اور مراج کو کمک کے لیے لکھا تھا لیکن ابھی تک اسے کوئی مدد نہیں ملی تھی۔ گجرات سے مرہٹہ فوجیں جولائی ۱۷۸۶ء میں لوٹ آئی تھیں لیکن ان کے حسابات ابھی تک طے نہیں پا سکے تھے۔ وارنا کے دوسری طرف کولہاپور کی فوجیں ان علاقوں میں لوٹ مار کر رہی تھیں۔ بھاؤ کی فوج میں یہ افواہ گشت کر رہی تھی کہ حیدر نے کولہاپور کے لوگوں کو تین لاکھ ہن اس لیے دیے تھے کہ وہ مرہٹوں کو دھاروار بنکاپور کے علاقے پر حملہ کرنے سے روکے رہیں۔ اس علاقے میں فوجیں بھیجنا ضروری تھا۔

بھاؤ کو منولی میں اور کیدان کو ہبلی میں پڑاؤ ڈالے رہنا پڑا۔ کیدان نے منولی باڑی پر اچانک حملہ

http://www.apnaorg.com

کر کے قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے جنگل کے مشرقی جانب چار ہزار سپاہی لے کر مرہٹوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے بھیجے۔ بھاؤ روزانہ باڑی پار کر کے ایک خاص فاصلہ تک اس خیال سے جاتا تھا کہ مرہٹوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کر سکے اور وہاں پیدا ہونے والی اچھی فصل سے اپنے گھوڑے کے لیے چارہ مہیا کرے۔ وہ اپنے دشمنوں کے سامنے اپنے سکون و اطمینان کا مظاہرہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ مرہٹوں کو ترغیب دینے کی غرض سے کمیدان دس یا بارہ کوس بنکاپور کی طرف پیچھے ہٹ آیا۔ وہ بھاؤ کو غافل کر کے اچانک شبخون مارنا چاہتا تھا۔ جب بھاؤ اگرگل میں مقیم تھا اس نے ۲۲ مارچ کی رات کو اس پر بارہ ہزار تربیت یافتہ پیادوں سات ہزار سواروں اور توپوں کے ساتھ حملہ کیا لیکن بھاؤ کو آسانی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا تھا۔ وہ پہلے سے جانتا تھا کہ حملہ ہونے والا ہے۔ اس کی ایک جھڑپ ہوئی اور اپنے ساز و سامان سمیت پھر وہ باڑی کی دوسری جانب پسپا ہو گیا۔ بھاؤ نے منولی میں اور کمیدان نے اگرگل میں پڑاؤ ڈال دیا۔ بھاؤ برابر اسے پریشان کرتا رہا اور کمیدان کو مسلسل خدشات گھیرے رہے۔ یہاں تک کہ اسے ہبلی لوٹ آنا پڑا۔ بھاؤ اپنی چھوٹی سی فوج کے ساتھ جو کچھ کر سکتا تھا وہ اس نے کیا۔ کٹور کا حکمران اور نوگل کنڈ کا سردار دونوں حیدر کے ساتھ نہیں مل سکے۔ منولی باڑی پر مرہٹوں کا قبضہ رہا۔[1]

ہری پنت اور حیدر (جولائی ۱۷۷۶ء) —— ہری پنت بھاؤ کی مدد کے لیے آیا لیکن چونکہ اس کی فوج کی تنخواہیں بقایا تھیں اس لیے اس کے سپاہی حکم عدولی پر آمادہ تھے اور اس سے قبل کہ مرہٹہ فوج حرکت میں آئے سپاہیوں کی تنخواہوں کی ادائیگی ضروری تھی۔ رام چندر نرائن ہیری کر سے قرض حاصل کیا گیا اور فوجوں کو ایک لاکھ روپیہ ادا کر دیا گیا۔ پرسو رام کی فوجوں کی تنخواہ بھی چار ماہ سے باقی تھی۔ پونا دربار نے ہری پنت کو دو لاکھ روپیہ بھیجا۔ اس خدشے سے گھبرا کر کہ غیر مطمئن سپاہیوں کی واپسی کی وجہ کرشنا تنگ بھدرا کے علاقے میں مرہٹہ طاقت انتشار کا شکار ہو گی اس لیے انھوں نے آئندہ اور رقم بھیجنے کا وعدہ کیا۔

ہری پنت کی فوجیں سرہٹی میں ۱۹ جولائی کو پہنچیں۔ نولگنڈ کے سردار نے بطور خراج ۶۵ ہزار روپئے ادا کیے اور اس وصولیابی کے بعد بھاؤ اپنی فوجوں کے ساتھ ۲۹ جولائی کو سرہٹی پہنچا۔ انھوں نے مل کر پٹنہ پر قبضہ کر لیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کی اندرونی افواج کو امید تھی کہ سانسی اور بنکاپور میں موجود حیدر کی فوجوں کی طرف سے امداد آئے گی۔ ۳۱ اگست کو قلعہ پر حملہ کیا لیکن اس پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا۔ دوسرے

---

(۱) اتہاس سنگرہ خطوط ۱۹۹۸، ۲۰۰۴، ۲۰۱۲، ۲۰۴۱، ۲۰۵۸، ۲۰۶۴

http://www.apnaorg.com

دن اس نے پھر حملہ شروع کیا اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔(۱) سانسی کے علاوہ اس علاقے کے تمام اہم مقامات پھر مرہٹوں کے ہاتھ لگ گئے۔ پرسورام نے سرہٹی کے حکمران کے آخری اہم مقبوضہ سانسی کی طرف پیش قدمی کی جو حیدر کا پٹھو اور حلیف تھا اور ہری پنت نے سوانور سے خراج وصول کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ اب انھوں نے سنا کہ حیدر نے چتل ورگ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ چتل ورگ کے حکمران نے اپنے وزیر پرشوتم کو ہری پنت کے پاس مدد حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا لیکن خود ہری پنت مشکلات میں اپنے کو گھرا ہوا محسوس کر رہا تھا کیونکہ اسے یہ یقین نہیں تھا کہ اس کے سپاہیوں پر اس کا اختیار مستحکم ہے۔ مرہٹوں کی جانب سے کوئی یقین دہانی نہ ملنے پر چتل ورگ کے حکمران نے حیدر سے گفت و شنید شروع کی جو اصرار کر رہا تھا کہ وہ چودہ لاکھ بطور نذرانہ ادا کرے اور اس کی فوج کے لیے مددگار دستے دے۔ چتل ورگ کا حاکم قسطوں میں ادا کرنے پر راضی ہو گیا لیکن چتل ورگ کے سکوں کی قیمت کے سلسلہ میں دونوں میں اختلاف تھا۔ حیدر کے نزدیک چتل ورگ کے سکوں کی قیمت نصف تھی۔ یہ سن کر کہ مرہٹہ سالار ابھی واپس نہیں گئے ہیں حاکم چتل ورگ نے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا اور پھر لڑائی شروع ہو گئی۔(۲) چتل ورگ کے حاکم نے بار بار دھاوے کیے اور حیدر کی فوج کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ لیکن حیدر ذرا نہیں گھبرایا۔ اسی دوران وہ پونا دربار سے لکشمن راؤ دستے کے ذریعے گفت و شنید کرتا رہا۔ اس کی تجویز تھی کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان تنگ بھدرا کو سرحد مان لیا جائے۔ اس نے تین سال کے بقایا خراج کی ادائیگی اور پنڈورنگ راؤ جس کو سانسی میں گرفتار کر لیا گیا تھا اس کی رہائی کا وعدہ کیا لیکن مرہٹہ دربار کا مطالبہ تھا کہ تنگ بھدرا کی دوسری جانب کا تمام علاقہ واپس کیا جائے اور مرار راؤ کو رہا کیا جائے مگر اس معاملہ میں حیدر سخت تھا اور جھکنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ گفت و شنید ختم ہو گئی۔(۳)

ہری پنت کی فوجوں کی تنخواہ کی بقایا رقم بہت بڑھتی رہی۔ پونا دربار ادائیگی نہ کر سکا جس کا اس نے وعدہ کیا تھا۔ بھاؤ نے سانسی اور مصری کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ تب مرہٹہ سالاروں نے سنا کہ چتل ورگ کے حاکم سے شرائط طے کر لینے کے بعد حیدر تنگ بھدرا کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن چونکہ دریا میں سیلاب آیا ہوا

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط، ۲۱۵۷ و ۲۱۶۲

(۲) ،، ،، خط نمبر ۲۱۴۸

(۳) ،، ،، خط نمبر ۲۱۵۶

http://www.apnaorg.com

تھا۔ اس لیے اس کے عبور کرنے اور اچانک حملہ کرنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ بھاؤ نے رام چندر ہیرکری کو ساڑھے چار لاکھ کے بدلے دھارواڑ اور کوپل دے دیے۔ سوانور کے خراج کی رقم تین لاکھ پندرہ ہزار روپئے مقرر ہوئی تھی۔(۱) حاکم چتل ورگ سے شرائط طے کرنے کے بعد حیدر ہری ہر سے ۵ کوس آگے بڑھ آیا۔ دونوں فوجیں سیلاب کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ چتل ورگ کے حاکم نے مرہٹہ امداد ملنے کی امید میں معاہدہ صلح کی شرائط توڑ دیں۔(۲) اس نے مرہٹہ سالار(؟) کو لکھا کہ وہ ان کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے تیار ہے۔

رگھوناتھ راؤ کے نمائندے اباجی مہادیو اور تلاجی پوار غداری کے بیج بونے میں لگے ہوئے تھے۔(۳) وہ بنکاپور میں تھے۔ انھوں نے بڑی فیاضی سے رشوتیں دیں اور بعض سلمداروں کو خراب کرنے کے بعد بگاڑنے میں کامیاب ہوگئے۔ ہری پنت کو شبہ تھا مگر اس کو اس کا کوئی صحیح علم نہ تھا۔ کھرے لکھتا ہے کہ اس مہم میں تیس پینتیس ہزار سپاہی شامل ہوئے جن میں سے نصف سے زیادہ جاگیرداروں کے تھے۔ لیکن وہ بھی اپنے آدمیوں کی تنخواہ نہیں دے سکے تھے۔ اگر فی سوار ۲۰ روپئے ماہ کے حساب سے چار ماہ کی مہم کے دوران اخراجات کا میزان ۲۸ لاکھ تک پہنچا لیکن وہ چودہ لاکھ تیس ہزار روپئے سے زیادہ نہیں کر سکے تھے۔(۴)

سوار دستوں کے علاوہ پیادے اور توپ خانہ بھی تھا جس کے اخراجات چار ماہ میں ۱۲ لاکھ روپئے کے قریب ہوتے۔ مجموعی طور سے فوج ۲۶ لاکھ روپئے کی مقروض تھی چنانچہ فوج میں بڑی بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی اور حیدر کے نمائندوں کو بڑی زرخیز زمین ملی تھی جس میں وہ غداری کے بیج بو رہے تھے۔

چتل ورگ کے حاکم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ تنگ بھدرا کو گنگ ناتھ کے مقام سے عبور کریں گے تو وہ ان کے پہلے پڑاؤ پر ان کو ایک لاکھ ۲۵ ہزار روپئے ادا کرے گا۔ اسی وقت ہری پنت کو پونا سے ۴ لاکھ روپئے موصول ہوئے۔ ہری پنت اور بھاؤ نے اپنی فوجوں کے ساتھ گنگ ناتھ کے مقام پر

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۲۱۶

(۲) " " خط نمبر ۲۱۵۶

(۳) " " خط نمبر ۲۱۵۳

(۴) دو لاکھ پونا سے، ۴ لاکھ بھاؤ کا حاصل کردہ قرض ۴ لاکھ دھارواڑ اور کوپل تعلقوں کا، ۵۰ ہزار نوگنڈ سے خراج اور تین لاکھ ۱۵ ہزار سوانور سے خراج۔

http://www.apnaorg.com

تنگ بھدرا کو ۲۳ نومبر کو عبور کیا۔ اس پر حیدر اپنے پڑاؤ سے ہری ہر کی طرف ۵ کوس بڑھا۔ جب اسے اطلاع ملی کہ مرہٹے چتل ورگ جا رہے ہیں تو وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ چتل ورگ کے والی نے مرہٹوں سے ان کی مدد کے عوض ۵ لاکھ روپئے کی رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن بھاؤ اس وقت بیمار تھا اور شدید پیچش اور بخار میں مبتلا تھا۔ یہ ایک بڑی مجبوری تھی۔ راستے پہاڑوں اور جنگلوں سے ہو کر گذرتے تھے اور ان میں اس کے تمام سامان حرب کے ساتھ ہو کر پیش قدمی کرنا بہت مشکل تھا۔ چنانچہ ہری پنت نے ایک دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ بلاری ہو کر جانا چاہتا تھا جہاں اسے امید تھی کہ نظام کے سالار دھونسہ سے اس کی ملاقات ہوگی اور تب وہ میدانی راستے سے چتل ورگ کی طرف بڑھے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے کوچ کا رُخ ہمپی کی طرف کر دیا۔[1]

وہ علاقہ بھی سواروں کے لیے مناسب نہ تھا۔ حیدر مرہٹہ فوج کی پشت پر تقریباً پانچ دس کوس کے فاصلے پر ۱۲ ہزار سوار، ۲۰ ہزار پیادوں اور توپوں کے ساتھ لگا ہوا تھا۔[2] وہ تعاقب میں لگا ہوا تھا اور حملہ کرنے کے لیے کسی فوجی نقطۂ نظر سے مناسب اور آسان مقام کی تلاش میں تھا۔ مرہٹوں نے محسوس کیا کہ پلٹ کر حملہ کرنا ان کے لیے مشکل ہے کیونکہ پہاڑی راستے میں سواروں کی نقل و حرکت بڑی دِقت طلب تھی۔ مرہٹوں نے سونڈر باڑی کو عبور کر لیا اور ادونی کے میدانوں میں آ گئے۔ حیدر نے ان سے ۱۵ کوس کے فاصلے پر دروجی میں اپنا پڑاؤ ڈالا۔ مرہٹوں نے اپنے لشکر گاہ کا ساز و سامان رام ورگ میں رکھا اور فوج نے پڑاؤ راروی میں ڈالا۔ مرہٹے وہاں ۱۵ دن کے لیے ٹھہرے تھے۔ بھاؤ کو اپنی بیماری سے اتنا افاقہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنے دستوں کی کمان پھر سے سنبھال سکتا تھا۔ مرہٹوں کو نظام کے سالار دھونسہ کی آمد کی توقع تھی اور ان کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ دونوں مل کر مشترکہ فوج کے ساتھ چتل ورگ کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ دھونسہ نے لکھا تھا کہ "میرے آنے سے پہلے دشمن سے مقابلہ مت کرو" لیکن اس کی آمد کے امکانات پہلے کے مقابلے میں اور بھی تاریک ہو گئے تھے۔ مرہٹے بڑی مشکل میں پھنس گئے تھے۔ حیدر نے فوج کا ایک بڑا حصہ دروجی میں متعین کیا اور دوسرا بلاری سے ۷ کوس کے فاصلے پر مرگوڈ میں تعینات کیا۔ مرہٹے دو فوجوں کے بیچ میں پھنس گئے تھے۔ امدادی دستے بھی بڑی مشکل سے ان تک پہنچ سکتے تھے۔ ہری پنت کا منصوبہ تھا کہ وہ اپنے تمام ساز و سامان کو تنگ بھدرا کے پار بھیج دے اور جب تک دھونسہ نہ آ جائے تب تک مرہٹوں کا

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۲۱۹۰

(۲) . . . .

http://www.apnaorg.com

روایتی طریقہ جنگ یعنی گوریلا جنگ جاری رکھی جائے۔

جب ہری پنت کا سامان دریا کے دوسری جانب منتقل کیا جا رہا تھا تو حیدر نے (پہلی جنوری ۱۷۷۰ء) کو اچانک حملہ کر دیا۔ ایک چھوٹا سا دستہ اس سامان کی حفاظت کے لیے گیا جو آرہا تھا۔ وہ چاروں جانب سے گھیر لیے گئے۔ وہ بہرکیف مرکزی فوج سے آملنے میں کامیاب ہوئے اگرچہ گووندراؤ مارا گیا اور مہاجی اور آنندراؤ زخمی ہو گئے۔ مرہٹہ فوج نے ایک حلقہ سا بنا لیا تھا تاکہ تنگ بھدرا کے دوسری جانب بازار کو حفاظت کے ساتھ منتقل کیا جا سکے[۱]۔ ہری پنت اور بھاؤ کو اپنی صفوں میں غداری کا شبہ تھا۔ انھوں نے حملہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن آہستہ آہستہ وہ پسپا ہو گئے تاہم دونوں فوجیں راردی کے قریب تقریباً ایک دوسرے کی نظر میں تھیں۔ ہری پنت جانتا تھا کہ مناجی سندھیا حیدر کے ساتھ اشتراکِ عمل کر رہا تھا۔ حقیقت میں مناجی سندھیا حیدر کے خط کے ساتھ پکڑ لیا گیا تھا۔ اس کو سزا دینے کے لیے ہری پنت اور پرسورام نے اس کے پڑاؤ پر اچانک حملہ کیا لیکن مناجی نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی بیوی اور خوشدامن وہاں پائی گئیں اور اس کا پڑاؤ لوٹ لیا گیا۔ مناجی حیدر سے زیورات اور کپڑوں کے علاوہ ایک لاکھ ہن پائے تھے جس میں سے ۵۰ ہزار ہن وہاں پائے گئے۔ جسونت رائے منے مناجی کا ایک شریک کار توپ سے اڑا دیا گیا[۲]۔ ایک جمعدار گردی بھی قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ نے مرہٹہ لشکر گاہ کے دوسرے سرداروں میں خوف و ہراس پیدا کر دیا کیونکہ جب کچھ دن بعد دو بڑے مرہٹہ سرداروں مہاداجی راجی بھونسلے اور نیلکنٹھ راؤ موٹ کو کسی جرم میں پکڑا گیا تو ان کو مقدمہ کے لیے پونا بھیج دیا گیا۔ ہری پنت کو اپنی پسپائی جاری رکھنی تھی اور اس کی سوار فوج حیدر کے حملوں سے بڑی کامیابی سے حفاظت کر رہی تھی۔ تنگ بھدرا عبور کرنے کے بعد مرہٹوں کی ملاقات نظام کے جنرل دھونسہ سے ہوئی لیکن دھونسہ مکمل طور پر ناقابل اعتماد ثابت ہوا[۳]۔ یا تو حقیقتاً وہ بزدل (چوزہ سینہ) تھا، یا نظام کی مذبذب پالیسی کی بنا پر وہ حملہ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ یہ دکھانے کے لیے کہ وہ مرہٹہ نظام کے اتحاد کی پرواہ نہیں کرتا حیدر نے تنگ بھدرا کے شمالی کنارے پر واقع مرہٹہ علاقوں میں لوٹ مار کرنے کے لیے اپنے دستوں کو بھیجا۔ اس نے کوپلی کے علاقے میں تمام مقامات پر لوٹ مار مچائی۔ ڈمبلگر ڈیسائی سے ایک لاکھ ہن وصول کیا اور لکشمیور کے پرگنے میں اپنے تمام علاقے واپس لے لیے۔ اس کے فرزند

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۲۲۲۰ اور ۲۲۲۱

(۲) ، ، ، ، ۲۲۲۸ اور ۲۲۳۱

(۳) ، ، خط نمبر ۲۲۳۳

http://www.apnaorg.com

ٹیپو نے دس ہزار چیدہ سواروں کے ساتھ دھارواڑ پر حملہ کیا۔ ہری پنت نے وہاں تین ہزار محافظ فوج چھوڑی تھی لیکن ٹیپو نے شہر اور ٹکسال کو خوب لوٹا۔ قبل اس کے کہ اس کو پسپائی پر مجبور ہونا پڑے اور مرکزی فوج سے جاملے واپس سفر میں وہ ہبلی پر دھمکیاں دے کر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ دھونسہ کی سست رفتاری، مرہٹہ علاقوں میں اس کی لوٹ مار اور تیزی اور مستعدی میں اس کی ناقابل انکار لاپرواہی یا عدم توجہی نے بھی ہری پنت کی فوج کو مفلوج کر دیا۔[1] چنانچہ ہری پنت نے پونا کی حکومت سے کمک طلب کی۔ مرابا اور ہولکر نانا فرنویس کے خلاف سازشیں کر رہے تھے جو کمک بھیجنے پر راضی نہیں تھا۔ لیکن اس کو ہری پنت کی کمک کے لیے اپا بلونت کو پانچ ہزار فوج بھیجنے کے لیے راضی کر لیا گیا۔ مرہٹوں نے سنگمنا پور کے قریب دریا کو عبور کرنے اور چتل درگ کے حکمران کی ایک بار پھر امداد کو جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن دھونسہ نے قطعی انکار کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ "اگر تم عبور کرنے کے لیے اصرار کرو گے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔"[2] بھاؤ اور پنت نے اسے لکھا تھا کہ "اگر وہ عبور کرنے سے انکار کرے تو وہ اسے ایک دشمن سمجھ کر برتاؤ کریں گے۔" آخر کار وہ ساتھ دینے پر راضی ہو گیا۔ ۲۴ مارچ ۱۷۷۸ء کو انھوں نے دوسری بار پھر دریا عبور کیا۔[3] لیکن دس یا بارہ دن بعد وہ پونا میں مرابا کی سازشوں کو ختم کرنے کے لیے واپسی پر مجبور ہو گئے۔ بھاؤ اور تانتیا کو نانا کے خطوط ۵ اپریل کو ملے اور ۱۶ اپریل کو وہ واپس ہوئے۔

نانا کا ایک چچا زاد بھائی مرابا فرنویس وزرا کی کونسل کا ایک اہم رکن تھا۔ ہولکر کی مدد سے وہ اپنی بالادستی منوانے اور نانا کو پورن دھر کی طرف جانے پر مجبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مرابا رگھوبا کے اقتدار کی بحالی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن نانا ایک چالاک شخص تھا۔ چونکہ کولہاپور کا سردار رگھوبا کی حمایت میں انتشار پھیلا رہا تھا مہاداجی سندھیا کو اس کے خلاف بھیجا گیا۔ نانا کا منصوبہ یہ تھا کہ ہری پنت اور مہاداجی میرج میں جمع ہوں اور اس کے اقتدار کی بحالی کے لیے پونا پر چڑھائی کریں۔ ظاہری طور پر یہ کہا گیا تھا کہ وہ کولہاپور میں حیدر کے خلاف فوج کشی کے لیے جمع ہوں گے۔ اس سوچے سمجھے منصوبے نے حیدر اور مرابا دونوں کو دھوکہ میں رکھا۔ نانا نے اپنا پرانا مقام حاصل کر لیا تاہم حیدر کو آزاد چھوڑ دیا گیا کہ وہ نہ صرف چتل درگ کے حکمران کو مطیع بنائے بلکہ تنگ بھدرا اور کرشنا کے تمام درمیانی علاقے پر اپنا تسلط جمائے۔ گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۲۲۵۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۴

(۲) ، ، خط نمبر ۲۲۵۱

(۳) ، ، خط نمبر ۲۲۷۳

http://www.apnaorg.com

ہری پنت نے حیدر کو بیوقوف بناکر اپنی واپسی کے عوض اس سے ایک کافی رقم اینٹھ لی تھی جو دوسری وجوہ کی بنا پر نہایت ضروری تھی لیکن اس خیال کی کسی بھی ہمعصر مراٹھی دستاویز سے تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

حیدر کے سامنے اب کھلا میدان تھا۔ اس نے کرشنا تنگ بھدرا کے دوآبے میں تمام اہم مقامات پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر لیا۔ صرف دھارواڑ نے کافی عرصے کے لیے مزاحمت کی۔ نرگنڈ، سرہٹی اور دل کے ڈلیائیوں نے برضا و رغبت اطاعت کر لی اور اپنے اپنے متعلقہ علاقوں میں اپنے مقام پر اس وعدہ پر برقرار رہے کہ وہ حیدر کو معمول کے مطابق سالانہ خراج ادا کرتے رہیں گے۔ ان میں سے ہر سردار کو بطور نذرانہ سالانہ خراج کے مساوی رقم ادا کرنی تھی۔ بعد میں ساونور کے پٹھان سردار کے گھرانے میں حیدر نے شادی کر کے روابط قائم کر لیے۔ چتل ورگ کے پالیگار کا دوسری بار محاصرہ کر لیا گیا۔ اس مرتبہ اس کے لیے کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ اس کی ملازمت میں مسلمان فوجیوں کو ورغلا لیا گیا تھا۔ پالیگار نے اطاعت تسلیم کر لی اور اپنے خاندان کے ساتھ قیدی بناکر سرنگاپٹم بھیج دیا گیا۔ ایک نائر چیلا شیخ ایاز کو وہاں گورنر کی حیثیت سے متعین کیا گیا میر صاحب کو کڈپہ کے خلاف مہم پر بھیجا گیا۔ چتل ورگ پر قبضہ کے بعد حیدر اس سے آملا۔ شدید مصائب و پریشانیوں سے پریشان ہوکر پٹھانوں نے کچھ مزاحمت کے بعد سر اطاعت خم کر دیا۔ اس طرح کڈپہ کو ریاست میں شامل کر لیا گیا۔ پٹھان نواب سدھاوٹ چلا گیا لیکن اس کی حیثیت متزلزل تھی اور سوائے اطاعت کرنے کے اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ قیدی بناکر سرنگاپٹم لے جایا گیا۔

اس طرح حیدر کی فتوحات کی کہانی پایہ تکمیل تک پہنچتی ہے۔(۱) جیسے کہ ایک فرانسیسی دستاویز بیان کرتی ہے کہ "نسبتاً آہستہ تاہم مستقل مزاجی کے ساتھ قدم اٹھاکر اس نے ایک نئی قوت حاصل کر لی تھی۔ اس کامیابی میں خوش قسمتی نے بھی اس کا ہمیشہ ساتھ دیا۔ حیدر کا موازنہ ایک ایسی لہر سے کیا جا سکتا ہے جو اپنے راستے کی تمام چیزوں کو بہالے جاتی ہے یا تباہ کر دیتی ہے۔"(۲) شمال میں تنگ بھدرا تک اور تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیان کے علاقوں کو اس نے اس وقت اپنی سلطنت میں شامل کیا تھا۔ مرہٹہ طاقت اندرونی جھگڑوں کی بنا پر مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ جب مرہٹہ ریاست نے اس کی ان تمام جارحیتوں کو تسلیم کر لیا تو حیدر نے اپنے عروج اور خوشحالی کی انتہائی بلند منزل کو چھو لیا۔

---

(۱) او آر ۵ ۱۰۹۶ ورق ۲۲ - حیدر جو ہمیشہ قسمت آزمائی کرتا رہتا تھا سوچتا تھا کہ اگر وہ امن کے زمانے میں فوجوں کو تنخواہ دیتا رہا تو وہ پیسے کی بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

(۲) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روئداد جلد ۱۲ مضمون کے اے نیلکنٹھ شاستری۔

http://www.apnaorg.com

جنوبی ہندوستان پر دو عوامل نے سیاسی صورت حال پر اثر ڈالا تھا۔ اوّل تو میسور اور مرہٹوں کے درمیان بڑی گہری رقابت تھی۔ دوسرا سبب انگریزوں کا رویہ تھا جنھوں نے حیدر کو "اپنا فطری دشمن" قرار دے دیا تھا۔ ایک فرانسیسی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ "اپنی شاطرانہ پالیسی کی بنا پر انگریزوں نے علیٰحدگی کو بڑھاوا دیا تھا اور ان دو طاقتوں (مرہٹوں اور میسور) کے درمیان جنگ برقرار رکھی تھی۔ دو حریف طاقتوں کے درمیان اتحاد محض گفت و شنید کے ذریعے پیدا کرنے کے لیے ایک عام پالیسی سے زیادہ کی ضرورت تھی۔"(۱) اس کے بعد سے حیدر کے کردار کا مطالعہ انگریزی اقتدار کے خلاف ایک محاذ کے طور پر کرنا چاہیے جس کا موقعہ خود انگریزوں کی حکمت عملی کی حماقت نے فراہم کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی انگریزوں سے پہلی جنگ ۱۷۶۷ء میں ہوئی تھی لیکن یہ سوچنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے اس وقت انگریزی طاقت کو اپنے لیے ایک ناقابل تسخیر دشمن سمجھا ہو۔ برخلاف اس کے یہاں اپنے علاقائی اور روایتی رقیب و حریف مرہٹوں کے خلاف انگریزوں کی مدد حاصل کرنے کی شدید خواہش ملتی ہے۔ ۱۷۷۷ء تک وہ انگریزوں سے بددل نہیں تھا۔ اس نے غالباً غلط نہیں کہا تھا کہ "میں نے اپنی زندگی کے کئی برس اس خوش فہمی میں گذار دیے کہ انگریز ایک عظیم قوم ہے"۔ اس نے محمد علی کے سفیروں کو بتایا تھا کہ جنگ غالباً ناگزیر بن گئی ہے۔ ایک مرتبہ جب یہ فیصلہ ہو چکا تھا تو مرہٹوں سے صلح کرنا دوسرا قدم تھا بشرطیکہ مرہٹے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کرتے۔ حکمت عملی کا انقلاب جس کے لیے نانا فرنویس کا انتظام و انصرام ذمّہ دار تھا۔ صورت حال کا لازمی اور منطقی نتیجہ تھا لیکن ہمیں بہر حال نانا صاحب کی حکومت کو اس کے لیے خراج تحسین پیش کرنا چاہیے کہ اس نے روایتی دشمنی کے کمزور اور بچکانہ احساسات سے اپنا پیچھا چھڑا لیا تھا اور بدلی ہوئی سیاسیات اور حکمت عملی کو سمجھا تھا۔

---

(۱) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روئداد جلد ۱۳ مضمون اے کے نیلکنٹھ شاستری۔

http://www.apnaorg.com

باب ۱۶

انگریزوں سے تعلقات ۱۷۶۹-۷۵ء

ولکس حیدر کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ واقعات کے سلسلے میں جذباتیت کا شکار نہیں ہوتا تھا۔[1] ۱۷۶۹ء سے ۱۷۷۵ء کے دوران جو معاملات پیش آئے اس کے نتیجے میں حیدر علی نے طے کر لیا تھا کہ اسے انگریز دشمن اتحاد میں شمولیت کر لینی چاہیئے اور اس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کچھ اسباب کی بنا پر اس کی مخالفت حق بجانب تھی۔ ۱۷۶۹ء کے جس معاہدہ کے تحت میسور کے ساتھ انگریزوں کی پہلی جنگ ختم ہو گئی تھی۔ اس کی دوسری دفعہ میں یہ کہا گیا تھا کہ اگر فریقین میں سے کسی ایک پر حملہ کیا گیا تو وہ اپنے اپنے علاقوں کا تحفظ کریں گے اور دشمن کو باہر نکالنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔[2] اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دفعہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے بڑی پریشان کن تھی کیونکہ اُسے جارحانہ اتحاد کے نتیجے میں جنگی مشکلات کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہ تھا مگر اب جبکہ معاہدہ ہو چکا تھا تو اس قسم کا استدلال اس پر عمل در آمد ہونے میں بطور عذر پیش نہیں کیا جا سکتا تھا البتہ اس کے نتائج کے سلسلے میں یہ بات کہی جا سکتی تھی۔ یہ امر مسلم تھا کہ حیدر علی اس معاہدہ کو اپنے دفاعی منصوبے کا سب سے اہم حصہ سمجھتا تھا کیونکہ مرہٹوں کی طرف سے کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا تھا۔ پیشوا مادھو راؤ کی دانشمندانہ قیادت کے تحت مرہٹہ ریاست پانی پت کی ہولناک جنگ کے اثرات سے سنبھل چکی تھی اس سے پہلے بھی ۱۷۶۵ء اور ۱۷۶۷ء میں دوبار

---

(۱) ولکس تاریخ میسور جلد دوم ص ۳۷۹

(۲) فوجی مشاورتیں جلد ۳۳، ۱۷۶۹ء ص ۱۳۱-۲۳۱ — مشاہدہ یہ تھا کہ ہم ان مشکلات کو اچھی طرح سمجھتے تھے جن میں ہم مبتلا ہو سکتے تھے لیکن اس کے بغیر کسی امن کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔"

http://www.apnaorg.com

مادھوراؤ کے خطوں کا مقابلہ کر چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا خطرناک دشمن پھر اس کے علاقوں پر حملہ آور ہوگا اور اس بات کی کوشش کرے گا کہ اس کے زیادہ تر علاقے پر مستقل قبضہ جما لے۔(۱) چنانچہ مرہٹوں کے خطرہ اور مادھوراؤ کی صلاحیتوں کے پیش نظر حیدر علی بغیر مدد کے کامیابی کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ ۱۷۶۹ء کا یہ معاہدہ اس کی خارجہ پالیسی کا سنگ بنیاد تھا۔

جنوری ۱۷۷۰ء میں جب مادھوراؤ اپنی میدانی افواج اور تربیت یافتہ محافظ دستوں کے ساتھ میدان جنگ میں اترا تو حیدر علی نے انگریزوں سے مدد حاصل کرنے کے لیے اپنے وکیل کو بھیجا۔ اُدھر مادھوراؤ نے بھی اپنا وکیل مدراس بھیجا لیکن فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے یہ طے کیا کہ ہمیں غیر جانبدار رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سلسلے میں اس نے بنگال کی حکومت کو جو خط لکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا ۱۷۶۹ء کے معاہدہ کا نہ کوئی وجود ہے اور نہ اس کی بنا پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انھوں نے لکھا تھا کہ اگر حیدر علی کی مدد کی بھی گئی تو اس سے مرہٹوں کی طاقت کم نہیں ہوگی بلکہ اس سے کرناٹک مرہٹوں کے حملوں کی آماجگاہ بن جائے گا اور اگر حیدر علی کے خلاف مرہٹوں کی مدد کی گئی تو وہ میسور ریاست کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے جو اور بھی خطرناک ہوگا۔ اِس کے علاوہ اگر حیدر علی کو یہ معلوم ہو گیا کہ انگریز مرہٹوں کو مدد دینے پر راضی ہیں تو وہ ان کے ساتھ معاملات طے کرے گا اور پھر کرناٹک پر اس کا غصہ اترے گا چنانچہ "سب سے بڑا خدشہ یہ ہے کہ کہیں ان کے درمیان معاملات طے نہ ہو جائیں"۔(۲) انھوں نے یہ خدشہ بھی ظاہر کیا کہ اگر اس موسم کے ختم ہونے سے پہلے جو مہم جوئی کے لیے نہایت سازگار ہے، یہ مہم ختم ہو گئی تو عین ممکن ہے کہ مرہٹے کرناٹک میں داخل ہو جائیں۔ لہٰذا وہ اس قسم کے مختلف بہانوں سے گفت و شنید کو طول دیتے رہے۔ مدراس کی حکومت کو یہ توقع نہیں تھی کہ یہ مہم زیادہ عرصے تک جاری رہے گی۔ اتفاق سے مادھوراؤ بیمار ہو گیا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی جگہ ترمبک راؤ کو مقرر کر کے مہم جاری رکھنے کی تاکید کی۔ ترمبک راؤ مرہٹہ فوجوں کی قیادت کرنے میں مادھوراؤ کا اہل جانشین ثابت ہوا۔ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۷۷۱ء کو چنکرال میں حیدر کو مکمل شکست ہوئی۔ جنگ کے فوراً بعد اس نے کمپنی کی مدد کے لیے درخواست بھیجی اور اس کے عوض کمپنی، مدراس پریسیڈنٹ اور ہیسٹنگز کو گراں قدر تحائف دینے کی پیشکش کی بشرطیکہ اس کی درخواست قبول کر لی جائے لیکن اُسے کوئی جواب نہیں ملا۔

---

(۱) تفصیلات کے لیے دیکھیے باب ۶ و ۷

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۱۷۷۰ء خط سینٹ جارج کی طرف سے مورخہ ۱۳ فروری ۱۷۷۰ء

http://www.apnaorg.com

صرف بمبئی کی حکومت نے حیدر کی درخواست پر پانچ سو جوانوں کے لیے ہتھیار بھیج دیے۔ یہ تباہ کن جنگ معرکۂ چنگرال کے بعد پندرہ ماہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد صلح کا معاہدہ ہوا اور اس طرح مرہٹہ میسور جنگ جون ۱۷۷۲ء میں ختم ہوئی۔(۱)

جنگ کے دوران مدراس کی حکومت نے اپنے فوجی دستے ترچناپلی اور ویلور بھیج دیے جس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ اگر حملہ کیا گیا تو ہم اس کے مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ اس طرح وہ دونوں فریقوں کی توقعات اور خدشات کو برقرار رکھنا چاہتی تھی(۲) لیکن جب انھیں اس بات کا علم ہوا کہ مرہٹے میسور ریاست کو مستقل طور پر اپنے تسلط میں رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے رویّے میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ورنہ یہ علاقے مرہٹوں کے حملے اور تباہ کاریوں سے نہ بچ سکتے تھے۔ اس وقت مدراس کی حکومت کو یہ احساس ہوا کہ اس طرزِ عمل سے وہ خود بدعہدی کا الزام اپنے سر لے رہی ہے۔

نواب ارکاٹ مرہٹوں کے مقابلے میں کسی دوسرے کی مدد کرنے پر راضی نہیں ہوا تھا۔ اس نے ۱۷۶۹ء کے معاہدہ کی شمولیت سے بھی انکار کر دیا بلکہ جیسے جیسے جنگ طول پکڑتی گئی وہ مرہٹوں کی امداد کرنے پر آمادہ ہونے لگا۔ مدراس کی حکومت اپنی پالیسی کے مطابق یہ بہتر سمجھتی تھی کہ وہ حیدر کی مدد کرے۔ مورخہ ۱۲ جون ۱۷۷۱ء کو مدراس حکومت نے لکھا کہ "حیدر اب تک امداد کے لیے ہم سے تقاضا کر رہا ہے جو ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کرناٹک کے وسائل اور محاصل نواب کے قبضے میں ہیں اور وہ ہم پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ ہم میسور کو زیر کرنے کے لیے مرہٹوں کے ساتھ تعاون کریں اور پھر اس منصوبے کو ارکاٹ میں حکومت برطانیہ کے نمائندے سر جان لنڈسے کی بھرپور تائید حاصل ہے"(۳) معاہدۂ پیرس کی گیارھویں دفعہ کے مطابق نواب حکومت برطانیہ کے تحفظ میں آگیا تھا۔ ۱۷۷۱ء کے اواخر میں بمبئی کی حکومت نے اونور کے ریزیڈنٹ سبالڈ کو حیدر سے یہ معلوم کرنے کی ہدایت کی تھی کہ اس کو مدد دینے کے سلسلے میں جو اخراجات ہوں گے آیا وہ ان کے لیے مناسب رقم جمع کرنے کے لیے تیار ہے۔ فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۷۷۱ء کو لکھا تھا کہ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ "اگر یورپ سے ہمارے پاس اس کی مدد کرنے کے لیے متوقع احکام آجاتے ہیں تو وہ ہم کو کتنی رقم اور کس قدر رسد مہیا کرے گا"(۴) ان دستاویزات

---

(۱) تفصیلات کے لیے دیکھیے باب ۱۱، ۱۲

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۱۷۷۰ء سینٹ جارج کا خط مورخہ ۱۵ اپریل ۱۷۷۰ء

(۳) 〃 〃 〃 مورخہ ۱۲ جون ۱۷۷۱ء

(۴) 〃 〃 〃 〃 ۲ فروری ۱۷۷۲ء

کا مطالعہ کرتے وقت جو ۱۷۶۹ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی سے متعلق ہیں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مدراس کی حکومت کسی بھی مرحلے پر معاہدہ کی شرائط پر عمل پیرا نہیں ہونا چاہتی کیونکہ ایسا کرنے سے اس کی حیثیت حملہ آور کی سی ہو جاتی تھی اور وہ اس سے بچنا چاہتے تھے۔ جنگ کے دوران (جنوری ۱۷۷۰ء سے جون ۱۷۷۲ء تک) مدراس کی حکومت نے کچھ ایسا رویّہ اختیار کیا جو معاہدہ کی خلاف ورزی کے مترادف تھا۔ نواب ارکاٹ اور حکومت برطانیہ کے نمائندے سر جان لنڈ نے حیدر کی شکست کے لیے مادھوراؤ کا ساتھ دینے کا مشورہ دیا تھا۔ ولکس کا بیان ہے کہ "حکومت نے نواب کی مخالفت کی وجہ سے معاہدہ پر عمل کرنا ناممکن سمجھا لیکن اُسی کے ساتھ یہ بھی طے کر لیا کہ وہ حیدر کو جس کے دفاع کی ذمہ داری اس نے قبول کی تھی، تباہ نہ ہونے دے گا چنانچہ اس نے حیدر اور مرہٹوں دونوں کو اس مراسلے کے جواب کا انتظار کرنے کا مشورہ دیا جو انھوں نے اپنے افسروں کو انگلینڈ میں بھیجا تھا۔"(۱) مدراس حکومت کے اس رویّے کو حق بجانب قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس منفی رویّے کے حق میں کہا جاتا ہے کہ پیچیدہ سیاسی نظام نے حیدر سے کیے گئے وعدوں کے ایفاء کرنے میں کچھ شدید رکاوٹیں پیدا کر دی تھیں لیکن اگر ان تمام امور پر حیدر کے نقطۂ نظر سے غور کریں تو صورت حال اس کے برعکس نظر آئے گی۔ جب کوئی معاہدہ کیا جاتا ہے تو فریقین سے معاہدے کی شرطیں قبول کرنے کی توقع کی جاتی ہے کیونکہ معاہدہ کرتے وقت دونوں فریق معاہدے کے تمام پہلوؤں اور جملہ دستوری مشکلات پر غور کر چکے ہوتے ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو اس رویّے سے بین ریاستی تعلقات پر اثر انداز ہونے والے بنیادی اصولوں کی بھی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ زخم پر نمک چھڑکنا اسے کہتے ہیں کہ ۳۰ ماہ کی اس طویل جنگ میں دفاعی معاہدہ کے باوجود مدراس کی حکومت پوچھتی ہے کہ اگر اس کی مدد کی جائے تو وہ اسے کتنی رقم اور کس قدر رسد دے گا اور پھر کچھ عرصے کے بعد اطلاع دی جاتی ہے کہ برطانوی حکومت نے فریقین میں سے کسی کی بھی مدد کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔

۱۷۶۹ء کے معاہدہ کی اس خلاف ورزی نے حیدر کو انگریزوں سے متنفر کر دیا تھا۔ مزید برآں سامان جنگ کی فراہمی سے متعلق انگریزوں کے رویّہ نے تعلقات میں اور بھی تلخی پیدا کر دی تھی۔ مدراس حکومت کی جانب سے ۱۷۶۹ء کا معاہدہ کرنے کے بعد بمبئی کی حکومت نے دو آدمیوں کو ایک اور معاہدہ کرنے کے لیے بھیجا تاکہ ساحلی علاقوں میں کمپنی کے مفاد کے جو معاملات طے ہونے باقی تھے انھیں بھی طے کر لیا جائے۔ ۱۷۷۰ء میں اس معاہدہ کے تحت یہ طے پایا کہ انگریز اونور میں سیاہ مرچ اور صندل کی لکڑی کا ایک کارخانہ

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۲۱۵

http://www.apnaorg.com

لگائیں گے اور ان اشیاء کی خرید و فروخت کے کل حقوق کمپنی کو حاصل ہوں گے اور اس کے عوض میں دی جانے والی رقم (جس کا تعین معاہدہ میں کیا گیا تھا) یا جو رقم کمپنی کو منظور ہوگی وہ توپوں، شورے، جست اور نقد رقم کی شکل میں ادا کی جائے گی۔ اس معاہدہ کے مطابق حیدر نے جنگی سامان کے لیے بار بار درخواست کی۔ ۱۷۷۳ء میں کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اس معاہدہ کو رد کر دیا۔ نامنظوری کی اطلاع ملنے پر بمبئی کی حکومت نے فوجی سامان کی فراہمی سے گریز کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں قدرتی طور پر حیدر فرانسیسیوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اسے نہایت فیاضی کے ساتھ مطلوبہ سامان فراہم کرنے لگے۔ بمبئی کی حکومت کا نظریہ تھا کہ مطلوبہ اشیاء کچھ حد تک مہیا کی جائیں کیونکہ فرانسیسی ان گراں قیمت اشیاء سے کافی منافع کما رہے تھے اور ساتھ ہی سیاسی مشوروں میں ان کا دخل بڑھتا جا رہا تھا۔[1] مارچ ۱۷۷۵ء میں فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے حکومت بنگال کو اس کے دکن کے مقبوضہ علاقوں کی صورت حال کا خلاصہ لکھ کر بھیجا۔ انھوں نے لکھا کہ حیدر کے پاس ایک وسیع اور گراں قدر علاقہ ہے۔ اس کی حکومت نہایت عمدہ ہے۔ وہ ایک کثیر اور عمدہ تربیت یافتہ فوج رکھتا ہے اور اس کو تین کروڑ کے قریب محصول ملتا ہے۔ مادھو راؤ کی موت اور نرائن راؤ کے قتل سے مرہٹوں میں جو انتشار پیدا ہو گیا ہے اس نے اس سے فائدہ اٹھا کر وہ تمام علاقے پھر واپس لے لیے ہیں جو کبھی مرہٹوں کے حوالے کر چکا تھا۔ فرانسیسیوں نے اسے فوجی ساز و سامان فراہم کیا ہے اور فرانسیسی قسمت آزما اس کی ملازمت اختیار کرنے لگے ہیں۔[2]" درحقیقت اس شکایت کا انگریزوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ وہ خود حیدر کی فرانسیسی نواز پالیسی کے ذمہ دار تھے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۷۷۱ء میں جب مرہٹے حیدر کے علاقوں میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو انھوں نے اس کے سامنے اپنے تمام اختلافات طے کرنے اور صلح کرنے کی تجویز پیش کی تھی اور شرط یہ رکھی تھی کہ وہ کرناٹک پر حملہ کرنے میں ان کا ساتھ دے۔ ممکن ہے کہ یہ پیشکش خلوص پر مبنی رہی ہو۔ حیدر نے انگریزی حکومت کو ان تجاویز کی اطلاع دی اور اس بات پر اپنی آمادگی ظاہر کی کہ اگر انگریز مصالحت کی کوشش کریں تو وہ محمد علی سے اپنی ذاتی پرخاش بھول سکتا ہے۔ اس نے اپنے سفیروں کو اختیارات دیے تھے کہ اگر انگریز فوری اور مؤثر امداد کے لیے رضامند ہو جائیں تو وہ بیس لاکھ روپے کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ بارہ محل، سلیم اور اتور کے صوبے ان کے

---

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ ۸ مارچ ۱۷۷۵ء

(۲) " " " ۱۳ مارچ ۱۷۷۶ء ص ۲۹۸

http://www.apnaorg.com

حوالے کرنے کا وعدہ کرلیں اور آخر میں سفیروں کو ہدایت کی تھی کہ ان تمام پیشکشوں کی منظوری کی صورت میں وہ صاف طور پر اعلان کر دیں کہ پھر ہم فرانسیسیوں کی امداد طلب کرنے پر مجبور ہوں گے۔ (اکتوبر ۱۷۷۱ء) (۱)

انگریزوں نے مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۷۷۳ء کو تنجور پر اچانک قبضہ کرلینے میں محمد علی کی مدد کی۔ حیدر علی نے یہ خیال کرکے کہ اس قبضے سے محمد علی اور مرہٹوں کے درمیان منافرت پیدا ہو جائے گی ایک بار پھر انگریزوں اور والئی ارکاٹ سے مصالحت کے لیے ایک معاہدہ کرنے کی کوشش کی۔ جس کے لیے اس نے اپنے نائبوں کو ان کے پاس بھیجا۔ اس نے تجویز کی کہ انگریزوں، محمد علی اور حیدر کی جانب سے ۱۷۶۹ء کے منسوخ شدہ معاہدہ کی تجدید کی جائے۔ جب بمبئی کی حکومت نے سلیسی کے جزیرہ پر قبضہ کرلیا اور اس کے نتیجے میں مرہٹوں سے جنگ ناگزیر ہو گئی تو حیدر کو پھر امید ہو گئی کہ نواب ارکاٹ اور فورٹ سینٹ جارج اراکین کونسل اور پریسیڈنٹ اس کی پیشکش کو قبول کرلیں گے (۲) لیکن محمد علی گفت وشنید کو طول دیتا رہا۔ بالآخر اس نے مجوزہ تجویز کو کچھ نئی ترمیمات کے ساتھ بشرطیکہ ان کو قبول کرلیا جائے، ماننا منظور کرلیا۔ اس دوران

---

(۱) ولکس تاریخ میسور جلد دوم ص ۲۱۹

(۲) خفیہ روئدادیں مورخہ ۱۳ مارچ ۱۷۷۴ء ص ۳۳۵، ۳۳۶

حیدر نے حسب ذیل شرطوں کی تجویز رکھی تھی: "اس صورت میں کہ مغل (خاص طور پر نظام سے مراد ہے) یا مرہٹے میری حکومت کے علاقوں میں پیش قدمی کریں تو ان کو وہاں سے نکالنے اور دفع کرنے کے لیے مناسب فوج ایک قابل سپہ سالار کے زیر قیادت بھیجی جائے جو میرے ساتھ مل کر فوجی اقدام کرے اور اس صورت میں کہ مغل یا مرہٹے نواب والئی جاہ کے علاقوں یا انگریزوں کے علاقوں میں حملہ آور ہوں تو میں بھی دشمنوں کے خلاف اقدامات کرنے کے لیے اپنی فوج بھیجوں گا جو ان کے ساتھ مل کر دشمنوں کو مار بھگائے گی۔ دشمنوں کے ساتھ صلح کا فیصلہ کیا جائے یا جنگ کا، میں، نواب اور انگریز ایک ذہن ہو کر متحدہ اقدام کریں خواہ وہ جنگ جاری رکھنے کے سلسلے میں ہو یا صلح کرنے کے سلسلے میں۔ فوجوں کے اخراجات اس طرح ادا کیے جائیں کہ ایک یوروپی سپاہی کو پندرہ روپیہ ماہانہ۔ دیسی سپاہیوں کو ساڑھے سات روپیہ ماہانہ اور افسروں کو ان کی خدمات حاصل کرتے وقت اسی حساب سے تنخواہ دی جائے گی جو مجھے بتائی جائے گی۔ میری فوج کے ہر سوار کی تنخواہ پندرہ روپیہ اور ہر سپاہی کی تنخواہ ساڑھے سات روپیہ ماہانہ ہوگی اور افسروں کی تنخواہ وہ ہوگی جو میں لکھ کر بھیجوں گا۔

جو اشیاء ایک دوسرے کے علاقے سے دوستی کے ناطے مطلوب ہوں گی وہ ایک دوسرے کی رعایا سے بغیر کسی استحصال یا جبر کے خریدی جائیں گی۔ اگر مغل یا مرہٹہ سردار ہمارے درمیان غلط فہمیاں پھیلانے کی غرض سے خط وکتابت کریں تو وہ

(بقیہ اگلے ص پر)

http://www.apnaorg.com

مہاراشٹر میں اندرونی اختلافات پھوٹ پڑے۔ محمد علی ان حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ مرہٹوں کی جانب سے فی الحال کوئی خطرہ نہیں ہے چنانچہ اس نے معاہدہ کی تفصیل میں سرد مہری کے ساتھ کام لیا۔ علی نواز اور فتح علی محمد علی کے دونوں سفیروں نے مختلف بہانوں سے حیدر علی کی توجہ ہٹانی شروع کر دی اور آخرکار حیدر نے انھیں ایک رسمی خط کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ ان میں سے ایک سفیر کا بیان ہے کہ " انھوں نے معاہدہ کو انجام پہنچانے کی امید میں سات ماہ ضائع کر دیے ہیں۔ حیدر علی یہ سوچ کر کہ نواب دوستی کا خواہاں نہیں ہے بلکہ وہ صرف اس وجہ سے ریاکاری برت رہا ہے کہ اُسے مخالف

(بقیہ پچھلے ص سے)

(یعنی انگریز اور نواب) ان کے مطابق کوئی اقدام نہ کریں گے بلکہ وہ کاغذات میرے پاس بھیج دیں اور میں ان کے پاس بھیج دوں اگر وہ مجھے لکھیں گے تو میں اس کے بارے میں یہاں سے مشورہ دوں گا۔ اس سے ہمارے باہمی خلوص میں اضافہ ہوگا اور ہمارا اتحاد زیادہ مضبوط ہوگا۔

معاہدہ کی ان دفعات کی ضمانت خدا کی ذات، خدا کے رسول اور قرآن کریم کی قسم جلیل پر ہوگی۔

نواب نے حسب ذیل شرطیں تجویز کی تھیں:

" اس صورت میں کہ مرہٹے یا کوئی اور دشمن میرے علاقے میں آجائے تو مذکورہ بالا شخص (حیدر مراد ہے) اپنی مناسب فوج ایک اعلیٰ افسر کے زیر کمان بھیجے گا جو میری فوجوں اور انگریز کمپنی کی فوجوں کے ساتھ مل کر اور اتحاد کے ساتھ کام کرے گا تاکہ دشمن کو میرے علاقوں سے نکالا جائے اور مار بھگایا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی دشمن مذکورہ بالا شخص کے علاقے میں گھس آئے تو میں اپنی فوج ایک اعلیٰ سپہ سالار کے زیر کمان بھیجوں گا جو اس کی فوج سے مل کر اور اس کے تعاون کے ساتھ اس کو نکال باہر کرے گا۔ فوج کی تنخواہ دونوں جانب پندرہ روپیے ماہانہ ہر سوار کو اور ساڑھے سات روپیے ہر سپاہی کو دی جایا کرے گی۔ اور افسر کی تنخواہ اس وقت طے کر لی جایا کرے گی جب ان کی خدمات حاصل کی جائیں گی اور امدادی فوج کے ساتھ ان کو بھیجے جانے کا مشورہ کیا جائیگا۔

" ایک دوسرے کے علاقے سے سامان تجارت حاصل کرنے کے سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ پہلے ان کی تفصیلات بھیج دی جائیں۔"

" اگر مرہٹے یا اور کوئی سردار ہمارے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لیے خط و کتابت کرے تو اس پر کوئی فریق عمل نہیں کرے گا اور جو ان کے پاس سے تحریریں آئیں گی ان کے بارے میں ایک دوسرے کو مطلع کر دیا جائے گا۔"

ایک دوسرے کے دشمنوں کی رعایا کو کوئی تحفظ نہیں دیا جائے گا اور وہ لوگ جو نفرت کے سبب بھاگ گئے تھے" دوبارہ واپس کر دیے جائیں گے"۔ ہمیں اس معاہدہ پر انگریزوں کے تبصرہ کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے: " نہیں معلوم کہ اس قسم کے کسی معاہدہ سے نواب یا کمپنی کو کوئی فائدہ ہو سکتا ہے اگرچہ اس کا براہ راست امن کے استحکام سے تعلق ہے تاہم حیدر علی خاں کی حمایت کرنے میں ہمیں اپنی اپنی باری میں مختلف جنگوں اور دور دراز کے معرکوں میں شامل ہونا پڑے گا۔" (حیدر علی کے ایک مرسلہ خط کی نقل)

http://www.apnaorg.com

کارروائی کا موقع مل جائے، ہوشیار ہو گیا اور اس نے طے کر لیا کہ اسے اپنے بل بوتے پر اقدامات کرنے چاہئیں"[۱] حیدر خود بھی بڑا صاف گو تھا۔ اس نے علی نواز خاں کو بتایا تھا کہ ۱۰ ماہ سے وہ نواب کی دوستی کے لیے کوشاں رہا مگر نواب نے کوئی توجہ نہ دی۔ "اگرچہ انگریزوں نے رگھوناتھ راؤ کی مدد کی تاہم ان کو اس حقیر مدد سے کیا ملا؟ وہ پونا کی فوج کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پونا حکومت کے لوگ نرائن راؤ کے بیٹے کے مقابلے میں میرے اتحاد و تعاون کے زیادہ متمنی ہیں اور انھوں نے میرے پاس اپنے اہم سفیر بھیجے ہیں۔ اب انھیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں کیا قبول ہے۔"[۲] ان سفیروں نے واپس جا کر بتایا کہ حیدر اب کڈپہ، کرنول اور ادونی پر قبضہ کرے گا اور اس کے بعد وہ کرشنا کے جنوب میں تمام علاقے پر اپنا تسلط جمائے گا۔ وہ انگریز دشمن اقوام مثلاً فرانسیسیوں اور ڈچ سے اتحاد کرے گا۔ اس کے علاوہ وہ مرہٹوں سے بھی اچھے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے بعد محمد علی اور انگریزوں سے برسرِپیکار ہوگا۔[۳]

۱۷۶۹ء سے حیدر نے حتی المقدور یہی کوشش کی تھی کہ وہ انگریزوں اور محمد علی کے ساتھ دوستی کے تعلقات قائم کرے لیکن جب اسے یہ یقین ہو گیا کہ ایسا ناممکن ہے تو وہ دوسری طرف جھک گیا۔ یہ انگریزوں کی خام حکمت عملی اور محمد علی کی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ تھا جس نے حیدر کو مرہٹوں اور فرانسیسیوں کی گود میں لے جا کر بٹھا دیا تھا اور اس طرح ۱۷۶۹ء اور ۱۷۸۲ء کے درمیان انگریزوں کے لیے نئی مشکلات پیدا ہو گئیں۔ جب ہم انگریزوں اور حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی دشمنی کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں ۱۷۶۹ء سے لے کر ۱۷۸۲ء تک کے حالات و واقعات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے۔ حیدر کے پاس بلاشبہ انگریزی حکومت کے خلاف شکایت کی جائز وجوہ موجود تھیں۔

---

(۱) خفیہ روئداد، مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۷۷۹ء علی نواز خاں کی زبانی بیان۔

(۲) ، ، ، ، ، ، ،

(۳) ، ، ، ، ، ، ،

http://www.apnaorg.com

باب ۱۷

کنارا اور مالابار مغربی ساحل پر یورپی طاقتیں

بحری بیڑہ

حیدر نے بدنور ۱۷۶۳ء اور سنڈا ۱۷۶۴ء میں فتح کیا تھا۔ ان فتوحات سے انورو (ہنوور) منگلور، بھٹکل اور پیرو (سدا سیوگڈھ) کی بندرگاہیں اس کے قبضے میں آگئیں۔ سنڈا کا حکمران جب وہاں سے نکالا گیا تو اس نے گوا میں پرتگالیوں کے پاس پناہ لی جنھوں نے اسے ۱۲ ہزار زرافین (XERAFINS) کا وظیفہ دیا جو بعد میں بڑھا کر بیس ہزار کر دیا گیا۔ پرتگالیوں نے پہلے اسے بندونا کے ایک خستہ حال گاؤں میں رکھا تھا۔ پھر گوا کے قریب اسے دیہی مکان میں رکھا جس کا پرتگالیوں نے برسوں تک اس کے ساتھ اچھا سلوک اس لیے کیا تھا کہ کہیں وہ حیدر یا مرہٹوں سے نہ جا ملے اور پونڈا، کنکونا اور سنگلیم پر اپنے حق ان کو منتقل نہ کردے جس سے فائدہ اٹھانے کے وہ خواہشمند ہوں۔(۱)

ہونادر، منگلور، بھٹکل اور سداشیوگڈھ پر بھی قبضہ کرنے کے بعد حیدر نے اپنا سمندری بیڑا تیار کرنے کا ارادہ کیا۔ انگریز اور پرتگالی اپنے اپنے بیڑے رکھتے تھے جس پر ان کی طاقت کا بہت زیادہ انحصار تھا۔ یہاں تک کہ پیشوا کا بھی اپنا جہازی بیڑہ تھا۔ بیڑے کے بغیر حیدر سواحل سمندر پر ان بحری طاقتوں کے رحم وکرم پر ہوتا چنانچہ اس نے مغربی سواحل پر ایک بحری اسلحہ خانہ بنانے کا ارادہ کیا اور جنگی جہاز بنانے کا ایک منصوبہ تیار کیا۔ پرتگالیوں کے مطابق ۱۷۶۵ء میں حیدر کے پاس ۳۰ جنگی جہاز اور خاصی تعداد میں نقل وحمل کے جہاز تھے۔(۲)

---

(۱) پرتگالی دستاویزات جلد ۲، ۳، ۴

(۲) سین، ہندوستانی تاریخ کے مطالعے۔

http://www.apnaorg.com

جنوری ۱۷۶۶ء میں مادھو راؤ کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد حیدر اب اپنی سلطنت کی توسیع کے نئے میدان تلاش کرنے کی سوچنے لگا۔ اس نے مالابار کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس خطرناک مہم کا بیڑا اٹھانے سے پہلے اس نے مرہٹوں کی نگرانی کے لیے باسوپٹنا میں ایک مشاہد فوج کو تعینات کیا جو تین ہزار سواروں، چار ہزار باقاعدہ پیادوں، اور دس ہزار دستی ہرکاروں پر مشتمل تھی۔ وہ خود کنارا پہنچا تاکہ مالابار کی جانب پیش قدمی کر سکے۔ منگلور میں چار دن کے قیام کے بعد فوج نے اپنا کوچ شروع کیا۔ پیدل فوج کے ساتھ ساتھ ایک سمندری بیڑا بھی آگے بڑھ رہا تھا۔ پیکسوٹو بیڑے کی تفصیل یوں بیان کرتا ہے: "وہ اسّی جہازوں، ۱۲ چوکور بادبانی جہازوں اور کئی جنگی کشتیوں پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ بہت سی دخانی کشتیاں اور دریا پار رسد اور سامان لے جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی تھیں۔ ولندیزوں کا بیان پرتگالیوں سے ذرا مختلف ہے۔ ان کے مطابق بیڑے میں دو بڑے جہاز، سات چھوٹے جہاز اور چالیس کشتیاں تھیں۔ اس کے علاوہ پچاس سے زیادہ دوسرے جہاز سامان سے لدے تھے۔ بیڑے کے دو کمانڈار تھے۔ ایک مسلمان تھا جو جہازوں پر تمام چیزوں کی ہدایات دیتا تھا۔ جہازرانی اور متعلقہ فرائض کی کمان ایک یورپی کمانڈار سٹانٹ کے سپرد تھی (۱)۔" مالابار کی مہم میں حیدر کے بیڑے نے سب سے زیادہ مؤثر کام کیا۔ اس نے فوجوں کا کالی کٹ تک ساتھ دیا اور ان کو ضروریات بہم پہنچاتا رہا۔ وہاں سے بیڑے کا بیشتر حصہ منگلور لوٹ آیا اور چھوٹی کشتیاں اور جہاز دریا پار کرنے کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے موجود رہے۔

مالابار کی فتح شاید حیدر کی سب سے زیادہ سخت اور پریشان کن یلغار تھی۔ یہ فتح ممکن نہ ہوتی اگر جنگجو طبقے یعنی نائروں میں سخت نااتفاقی نہ ہوتی۔ حیدر جو آگے چل کر فاتح بننے والا تھا، اس کے لیے سب سے زیادہ پریشانی کا سبب اس علاقے کی جغرافیائی حالت تھی۔ ساحلی علاقہ میں دو میل کی ریتیلی پٹی کے بعد منظر ایک دم بدل جاتا ہے اور گھاٹ کی حدود تک میدان اٹھنا شروع ہوتا ہے۔ پہلے تو سرخ پہاڑوں کے نیچے سلسلے ہیں جن کے درمیانی حصوں میں دھان کے کھیت اور ان کے اردگرد ناریل کے باغات ہیں، آگے بڑھ کر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر گہری گھاٹیاں اور گھنے جنگل ہیں جہاں سے پہاڑ اونچے ہونے شروع ہوتے ہیں۔ مزید مشکل یہ ہے کہ ان کے ڈھلوان گھنے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے ہیں اور مغربی گھاٹ کے اونچے اونچے پہاڑوں پر سے ان کے دامن میں پھیلے ہوئے میدان بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ گھاٹوں کا سلسلہ اوسطاً پانچ ہزار فیٹ بلند ہے۔ وہ ساحل سے قریب بیس میل کے فاصلے پر کالی کٹ کے پہلو بہ پہلو دلول مالا یا کوہان نما پہاڑیوں تک متوازی چلے گئے

(۱) پیکسوٹو جلد ۲، پیرا ۵۳۔ وہ سوائے فوجوں کو لے جانے یا اتارنے کے وہ مسلمان کمانڈار کے احکام کا پابند نہیں تھا۔

http://www.apnaorg.com

ہیں۔ وہاں مشرق کی طرف یہ اچانک مڑ جاتے ہیں اور وادی نیلمبر کے ارد گرد شمال کی جانب ذرا جھک کر اندر کی جانب پال گھاٹ کے تنگ راستے کے شمال میں پیچھے کی طرف ہٹتے جاتے ہیں۔اس تنگ راستے کے جنوب میں مین مالاؤں (TEN. MALAS) یا جنوبی پہاڑیوں میں ان کی بلندی شروع ہو جاتی ہے۔ان میں سے بعض چار پانچ ہزار فیٹ بلند ہیں اور ایک بار پھر وہ مہیب اناملاؤں (ANAMALAS) کی شکل میں بلند ہو جاتے ہیں[1] زیادہ تر ندیاں اپنے دہانے سے صرف چند میل تک ہی جہازرانی کے قابل ہیں۔اس کے علاوہ خشکی پر بھی نقل و حرکت میں انتہائی دشواری تھی۔ پہیئے دار سواریاں تقریباً مفقود تھیں۔اور بیل بھی استعمال نہیں کیے جاتے تھے۔ گھوڑے ملتے ہی نہ تھے۔ شاہراہوں کا وجود نہ تھا اور سڑکیں محض پتلی پگڈنڈیاں تھیں جو دھان کے کھیتوں سے گذرتی تھیں"۔ جنوب مغربی مانسون کے زمانے میں جون اور ستمبر کے درمیان اس قدر بارش ہوتی کہ دریاؤں کو پانی پہنچانے والے چھوٹے چھوٹے نالوں کے کنارے بہہ کر سبز دھان کے کھیتوں کو جھیلوں میں بدل دیتے تھے۔ اگرچہ شمال مشرقی مانسون میں اکتوبر اور دسمبر کے درمیان بارش اتنی زیادہ نہیں ہوتی تھی جتنی جنوب مغربی مانسون میں۔تاہم کافی ہوتی تھی۔ گھاٹ کے ڈھلوانوں پر سال بھر میں تین سو انچ بارش ہونا عام بات تھی۔ اس لیے لڑائی کا موسم بہت زیادہ طویل نہیں ہو سکتا تھا اور دشمن سال کے بیشتر حصہ میں حملے سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا تھا۔ مالابار کی فتوحات سے پہلے حیدر کا کورگ پر قبضہ کرنے کا کوئی خیال نہیں تھا۔ حالانکہ اس کا پیریم وڈی گھاٹ کے ذریعے مالابار سے راستہ جڑا تھا اور نہ ہی اس کا قبضہ مالابار وائی ناڈ پر تھا جس کا راستہ پریا درے کو جاتا تھا۔ تیسرا سری درے سے میسور کو اور کرائکر گھاٹ سے نیلگری ضلع کو راستہ جاتا تھا لیکن پالا گھاٹ کا تنگ راستہ (۲۰ میل عریض) جو کوئمبٹور کے میدانوں تک لے جاتا تھا۔ اندرون ملک سے فوجوں کی نقل و حرکت کے لیے بہت ہی اہم تھا، خصوصاً جب تک کہ کورگ فتح نہیں ہوا تھا۔ رسل و رسائل کی یہ مشکلات حیدر کی فوج کی نقل و حرکت کی راہ میں حائل تھیں۔

مالابار کی سیاسی صورت حال حوصلہ مند میسوری حملہ آور کے حق میں بڑی معاون ثابت ہوئی جس کی بنا پر وہ قدرتی مشکلات پر غالب آ سکا۔ ایک وقت میں شمالی مالابار کولاتری کے زیر حکومت متحد تھا جس کا علاقہ کوہ ڈیلی سے دریائے کورٹہ تک پھیلا ہوا تھا لیکن نا اتفاقی بہت بڑھ گئی تھی اور شمالی مالابار میں افراتفری اور انتشار پھیلا ہوا تھا۔ "وہ ریشہ دوانیوں، سازشوں، ذاتی مفادوں اور باہمی رقابتوں کا ایک اتھاہ سمندر بن چکا تھا۔ کولاتریوں کی حکومت اب صرف چرکل کے شہر تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ مسلمان حکمران علی راجہ

---

(۱) مدراس گزیٹیر، مالابار اور انجنگو جلد اول از انز و ایونز

http://www.apnaorg.com

کنانور کا حاکم تھا۔ کدانند حکمران ماہی اور کوٹہ دریاؤں کے درمیانی علاقے کا حکمران تھا۔ سماوی دریا کے شمال میں کدانند خاندان کی ایک شاخ حکومت کر رہی تھی۔ کوٹیم تعلقہ کچھ تو ایر دولناڈ نمپاروں اور کچھ پراناڈ یا کوٹیم راجاؤں کے قبضہ میں تھا۔ کولاتری خاندان کے کچھ غیر مطمئن افراد نے کسی وقت بدنور کے حکمران کو مداخلت کرنے کی دعوت دی تھی اور حیدر نے اپنی پیش قدمی کے دوران یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ کولاتریوں کے خلاف بدنور کے ڈولا کہ پگوڈا کا مطالبہ وصول کرنے آیا ہے۔[1]

برک نے ان نائروں کو جو مغربی ساحل کے فوجی اور جاگیردار امرا کے طبقے میں تھے مصر کے مملوکوں کا ہم پایہ قرار دیا ہے۔ جاگیردارانہ نظام، انتشار و افراتفری پیدا کرتا ہے اور مالابار اس اصول سے مستثنیٰ نہ تھا۔ کنانور میں مسلمان حکمران علی راجہ تھا جو سمندر کا آقا کہلاتا تھا۔ وہ اپنے برائے نام حاکم چرکل کے حکمران کے پہلو میں ایک کانٹا تھا۔ جب حیدر نے بدنور فتح کر لیا تو وہ حیدر سے منگلور میں ملا اور مالابار میں حیدر کا نمائندہ بن گیا۔[2] پیکسوٹو کا بیان ہے کہ علی راجہ نے حیدر کو بتایا تھا کہ وہ مالابار کو آسانی سے فتح کر سکتا ہے اور وہاں اسے کثیر دولت ملے گی۔ حیدر نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ کنانور جا کر اپنی فوجیں جمع کرے اور کافی مقدار میں گولہ بارود مہیا کرے۔[3]

ولندیزیوں کے بیان کے مطابق حیدر کی فوج کی تعداد ۴۰ ہزار تھی جس میں دس ہزار سوار اور چار سو پچاس یورپی بھی شامل تھے۔ وہ اپنے ساتھ چار ماہ کی رسد لے گیا تھا اس کا راستہ تھا منگلور سے منجیسور، کومل اور مونٹ ڈیلی۔ جہازی بیڑا فوج کے ساتھ ساتھ تھا۔ حیدر غارت گری، لوٹ مار، آتشزدگی اور قتل کرتا ہوا پیش قدمی کرتا رہا۔ بیلیاپٹم میں پانچ سو نائروں نے ایک دن تک قلعہ کی مدافعت کی لیکن توپ خانے کی گولہ باری کامیاب رہی اور نائر بھاگ نکلے۔[4] چھوٹی کشتیوں نے ہلکا ساز و سامان دوسری طرف پہنچا دیا۔ نائروں نے چرکل کے قلعہ کو چھوڑ دیا جس پر جلد ہی علی راجہ نے قبضہ جما لیا۔ کدانند حکمران نے جو فرانسیسیوں کے بہت زیادہ زیر اثر تھا نواب کی مزاحمت کی۔ چرکل سے میسوری فوج نے کوٹیم پر قبضہ کرنے کے لیے کوچ

---

(۱) مدراس گزیٹیر مالابار اور انجنگو

(۲) پیکسوٹو دفتر ۳، پیرا ۸۵

(۳) " " " اس نے حیدر کو تحفے میں چار سو روپے کی مالیت کی ایک چاندی کی میز اور کالی کٹ سے خرید کردہ ایک نیا جہاز پیش کیا۔

(۴) پیکسوٹو دفتر ۳ پیرا ۹۱، ۹۲

http://www.apnaorg.com

کیا۔ ان کو دریائے انجرکنڈی عبور کرنا تھا۔ دریا کے کنارے کافی بلند تھے اس لیے توپ خانے اور گھوڑوں کو بیہ کافی دِقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے مقابلے میں نائروں کی تعداد ۳۰ ہزار تھی۔ حیدر نے تمام قسم کی ۲۶ توپوں کو چڑھا دیا۔ جیسے ہی انھوں نے گولہ باری شروع کی نائر پسپا ہو گئے۔ تقریباً ایک ہزار نائر مارے گئے، کچھ جنگلوں میں بھاگ گئے اور کچھ نیل چری اور ماہی بھاگ گئے۔

حیدر نے تب چار بمبیاروں کے علاقے کی طرف کوچ کیا۔ فیض اللہ خاں کے نوجوان بھائی گل محمد خاں کو علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ دستہ پچاس یوروپی سواروں، ہلکے پیادوں کی چار رجمنٹوں، کچھ دوسرے سواروں، دو توپوں اور ٹوپاسوں کی ایک رجمنٹ پر مشتمل تھا۔ نائر اپنی بستیوں کے پیچھے چھپ گئے۔ انھوں نے دیسی بندوقوں سے ایک زبردست بوچھاڑ کی۔ نائروں نے تین حملے ناکام کر دیے۔ لالہ میاں کے زیر قیادت میسور فوج کو کمک پہنچ گئی۔ انھوں نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ پسپا ہو رہے ہیں پانچ سو بہترین سواروں کو جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ نائر پلٹ پڑے اور ان کے ۸۰۰ آدمی مارے گئے۔ اور تقریباً اتنے ہی زخمی ہوئے۔ گل محمد خاں کے دو سو سپاہی کام آئے۔ یہ لڑائی ۱۶ مارچ ۱۷۶۶ء کو ہوئی۔ اگلے دن پوری فوج نے کالی کٹ کے زمورن کے خلاف کوچ کیا۔ سوار فوج آگے آگے کھلے علاقے کو تباہ و برباد کرتی چل رہی تھی۔

جنوبی مالابار میں اگرچہ زمورن کا اقتدار تھا لیکن نائر جو یہاں کے جاگیردار اور فوجی طبقہ امرا میں تھے وہی اہم کردار ادا کرتے تھے جو وہ شمال میں انجام دیتے تھے۔ حیدر کو اس علاقے کی معلومات حاصل کرنے کے لیے علی راجہ جیسے کسی کارندے کی ضرورت نہیں تھی۔ کالی کٹ کے زمورن نے ۱۷۵۶-۵۷ء میں پال گھاٹ کے راجہ کے علاقے کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی۔ حیدر تب ڈنڈیگل کا فوجدار تھا۔ پال گھاٹ کے راجہ نے حیدر سے مدد کی درخواست کی تھی اور حیدر نے مخدوم علی کی زیر سرکردگی دو ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے اور پانچ توپیں بھیج دی تھیں۔ اس وقت مخدوم علی نے تقریباً ساحل سمندر تک پیش قدمی کی تھی جس کی وجہ سے زمورن کو پیچھے ہٹنا پڑا تھا، پال گھاٹ کے راجہ کے اضلاع واپس کرنے پڑے تھے اور بارہ لاکھ روپئے بطور تاوان جنگ ادا کرنے کا عہد کیا تھا۔ تاوان جنگ ادا نہیں کیا گیا تھا اور حیدر اس وقت اس قابل تھا کہ اس کو وصول کر لیتا۔ زمورن ۱۷۵۶ء میں مر گیا تھا۔ اس کا جانشین کوچین پر قبضہ کرنے کے فکر میں ٹراونکور ریاست سے مخاصمت لے بیٹھا تھا جس کو مرتند ورما نے مضبوط و مستحکم کر دیا تھا اور آخر کار اسے اس کے جانشین رام ورما سے ۱۷۶۲ء میں صلحنامہ تیار کرنا پڑا۔(۱)

---

(۱) پانیکر: مالابار میں ولندیزی

http://www.apnaorg.com

اس سے پہلے کہ زمورن ان جنگوں کے اثرات سے سنبھل پاتا اس پر طوفان ٹوٹ پڑا۔

نائروں نے مستحکم جگہوں کا فائدہ اٹھاکر ثابت قدمی سے جنگ کی۔ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھروں کو نذر آتش کر دیا۔ کچھ ایک نے اپنے خاندانوں کو اندھے کنوؤں میں ڈال کر ان کو گھاس پھوس سے پاٹ دیا اور ان میں آگ لگاکر خود بھی آگ میں کود گئے۔ ونکٹ راؤ برکی کو ایک دستے کے ساتھ زمورن کو پکڑنے کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے تیزی سے پیش قدمی کی اور زمورن کو گھیر لینے میں کامیاب ہوگیا اور آخرکار زمورن کو اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنا پڑا۔[1] زمورن کو امید تھی کہ راٹے ورگ کے حکمران کی طرح اسے بھی قابل قبول شرائط پیش کی جائیں گی۔ کالی کٹ پر حیدر کا قبضہ ہوگیا اور اس نے زمورن کو یہ یقین دلایا تھا کہ وہاں امن قائم کرنے اور سرداروں کی سرکوبی کے بعد کالی کٹ اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ اس نے زمورن کو بطور ایک ماتحت حلیف کے علاقائی سالمیت کا یقین دلایا تھا لیکن زمورن کے بھتیجے اور اس کے ہونے والے وارث نے پھر بھی مزاحمت جاری رکھی۔ نائروں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ وہ کئی جگہ اس کے مقابلے پر آیا۔ حیدر نے اس کے خلاف کئی بڑے سوار دستے بھیجے۔ حقیقت میں حیدر پونانی تک تمام علاقے کو اپنی سلطنت میں ملانا چاہتا تھا۔ اس کے جنرلوں میں سے ایک حفیظ اللہ خان کو شکست ہوگئی اور اس کے تین سو سپاہی اور دو کپتان مارے گئے ——— جن میں سے ایک انگریز تھا۔ حفیظ اللہ کو واپس طلب کیا گیا اور سخت لعنت ملامت کی گئی اور وہ شرم کے مارے کچھ دن بعد مر گیا۔ زمورن اپنے بھتیجے کو مزاحمت سے روکنے میں کامیاب ہوا اور نہ ہی وہ اپنے عہد کے مطابق رقم کی ادائیگی کرسکا۔ اس نے سنا کہ حیدر اس کے لوگوں پر ادائیگی کے لیے دباؤ ڈال رہا ہے۔ یہ سوچ کر کہ اس کی حیثیت ایک قیدی سے کم نہیں ہے زمورن نے چار پانچ پٹھانوں کی مدد سے گھر کے سامان پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگالی اور جل کر مر گیا۔ دی لاتور کے بیان کے مطابق زمورن کی خودکشی کا سبب وہ لعنت، ملامت اور مذمت تھی جس کا اظہار اس کے بھتیجے اور کوچین وٹراونکور کے راجاؤں نے اپنے خطوں میں کیا تھا۔[2]

زمورن کا بھتیجا اور اس کا خاندان کرنگانور چلا گیا۔[3] بہرکیف ولندیزیوں نے کرنگانور کے سردار کو غیر جانبدار رہنے کا مشورہ دیا۔ زمورن کے علاقے کی فتح وسط اپریل کے قریب مکمل ہوگئی تھی جیساکہ ولندیزی

---

(۱) پیکسوتو (۲) دی لاتور ص ا۔

(۳) ولندیزی دستاویز نمبر ۵۔ زمورن کے خاندان نے ۱۹ ہاتھیوں سمیت ریاست کرنگانور کے ایک پگوڈا میں پناہ لی۔

http://www.apnaorg.com

کارخانے داروں کے ۲۱ اپریل ۱۷۶۶ء کے خط سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ خط انھوں نے کرنگانور سے کوچین بھیجا تھا۔ کالی کٹ میں حیدر نے اِنتظامِ سلطنت کے قواعد و ضوابط مرتب کیے۔ اس نے اسے وسعت اور ترقی دی۔ اپنے قبضہ کو مستحکم کرنے کی غرض سے اس نے علاقے کے مختلف حصوں میں مزید چوکیاں قائم کیں اور ان میں اناج اور بارود کے ذخیرے جمع کیے۔ رضا علی کی زیر قیادت تین ہزار کے باقاعدہ پیادوں کے ایک دستے کو اس نے ملابار میں متحرک دستے کی خدمات پر مامور کیا۔ علی راجہ کے موپلوں کی مدد سے وہاں امن و امان برقرار رکھنا تھا۔ ملابار کی شہری حکومت مدنا کے سپرد کر کے حیدر کوئمبٹور لوٹ آیا۔

اُسے کوئمبٹور آئے ابھی ۲۵ دن ہوئے تھے کہ ملابار میں بغاوت کی خبر آئی۔ حقیقت میں ملابار ابھی پورے طور پر مطیع نہیں ہوا تھا۔ مدنا کے محاصل کے سلسلہ میں اقدامات ملابار کے رسوم و رواج کے خلاف تھے اور انھوں نے بحران میں اضافہ کر دیا۔ یہ توقع کرنا کہ جنگجو نائر اتنی آسانی سے اطاعت قبول کر لیں گے محض خام خیالی تھی۔ زمورن شہزادے کرنگانور سے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ شمال پہنچے۔ ان کے لشکر کی تعداد جلد ہی پانچ ہزار ہو گئی۔ انھوں نے پونا سے چار پانچ میل مغرب میں اپنا مورچہ قائم کیا۔ شمال کالی کٹ، کوڈاتند، کواتری اور کوئیم کے سرداروں نے تقریباً ۲۵ ہزار آدمی جمع کر لیے۔ علی راجہ کا علاقہ ضبط کر لیا گیا اور جو قلعے حیدر نے تحفظ کے لیے تعمیر کیے تھے ان کو دریاؤں میں سیلاب آجانے کی وجہ سے کمک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ کالی کٹ میں مقیم فوج سے بھی اس کا تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اس وسیع بغاوت کی خبر حیدر کو کوئمبٹور میں ملی۔ پونانی میں اس کے نمائندے ایک پرتگالی جہاز ران کے ذریعے یہ خبر اس تک بھیجنے میں کامیاب ہو گیا جو ایک بانس کی کشتی میں سوار تھا اور صرف رات کو سفر کرتا تھا۔(۱)

آمد و رفت کی مشکلات اور دھان کے کھیتوں کے پانی سے بھرے ہونے کے باوجود حیدر نے ملابار واپس جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے موسم برسات کے شباب میں اپنے کوچ کو شروع کیا۔ پیادہ سپاہیوں کو اپنے ساتھ کمبلوں کے سوا اور کچھ نہیں لے جانا تھا، نہ نقارے اور جھنڈے لے جانے تھے گھوڑوں پر زینیں بھی نہیں تھیں اور جس طرح گھوڑے بار سے آزاد تھے اسی طرح سوار بھی تھے۔ یہاں تک کہ خود نواب کے پاس بھی کوئی زین نہیں تھی۔ فوج کے ساتھ بازار بھی نہیں تھا سوائے گولہ بارود اور رسد لے جا رہے تھے۔ دس ہزار پیادوں، تین ہزار سواروں، تین سو یورو پینوں اور بارہ توپوں کے ساتھ کوچ شروع ہوا۔ تین ہزار کے متحرک

---

(۱) پیکسوٹو دفتر IV ولندیزی دستاویز نمبر ۸

http://www.apnaorg.com

دستہ کو جس کو حیدر نے مالابار میں چھوڑا تھا نائروں نے توتا اور پونانی دریا کے سنگم پر تقریباً بیکار اور ناقابل بنادیا تھا جہاں سے نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ پونانی تعلقے میں پوٹیاں گڈی کے مقام پر نائر شہزادوں کو حیدر نے جا گھیرا۔ انھوں نے اپنے لشکر گاہ کے اردگرد خندقیں کھودی تھیں اور توپ خانے سے لیس ایک دمدمہ تعمیر کیا تھا۔ اگرچہ پہلا حملہ ناکام رہا مگر آخرکار اس مقام پر قبضہ کر لیا گیا اور نائروں کو مکمل شکست ہوئی کیونکہ نائر کچھ خاص مقامات پر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں گوریلا جنگ کرنے کے اہل تو تھے لیکن وہ ٹھنی ہوئی لڑائیوں میں ایک عمدہ تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ پیکسو تو جو مالابار کی مہم میں حیدر کے ساتھ گیا تھا تحریر کرتا ہے کہ "نائر سو سپاہیوں کے مقابلے میں پانچ سواروں سے خوف زدہ ہو جاتے تھے۔ کئی بار سو سے زیادہ مسلح نائر صرف ایک سوار کے سامنے سے بھاگ نکلے۔ مالابار بادشاہوں کے پاس گھوڑے نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی کبھی ان پر سواروں نے حملہ کیا تھا"(۱) منظم مزاحمت اب تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ حیدر نے منجری کو اپنا صدر مقام بنایا جو موپلوں کے کثر علاقے میں واقع تھا۔ وہاں سے اس کی فوجیں آگ اور تلوار اپنے جلو میں لیے نکلیں۔ مدنا اور راجہ صاحب نے نائر اضلاع کی غارتگری کے لیے دو فوجیں بنائی تھیں۔ انھوں نے تمام نائروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کو بھی نہ چھوڑا(۲) پکڑے جانے والے قیدیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ ایک جوان اور تندرست نائر کے سر کا عوضانہ پانچ روپئے، بوڑھے آدمی کے سر کا معاوضہ چار روپئے اور عورت اور بچے کے سر کا تین روپئے معاوضہ دیا جاتا تھا۔ سپاہی لوگوں کو زندہ لانے کے لیے زیادہ کوشاں تھے کیونکہ سروں کو لے جانے کے مقابلے میں آدمیوں کو لے جانا آسان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک گاؤں میں تقریباً چار ہزار آدمیوں نے خودکشی کر لی۔ جو لوگ زندہ پکڑ لیے گئے تھے حیدر نے ان کے لیے اپنی سلطنت کے دوسرے علاقوں میں رہائش کا ایک منصوبہ بنایا۔ تجربہ کامیاب نہیں رہا۔ ان تمام اقدامات میں تقریباً ایک مہینہ لگا۔ حیدر نے تب مالابار سے کوچ کیا۔ اس نے مدنا کو کوئمبٹور میں اور راجہ صاحب کو پال گھاٹ میں تعینات کیا جہاں انھوں نے مالابار اور کوئمبٹور کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ قائم کرنے کے لیے ایک قلعہ تعمیر کیا۔ مدنا مالابار کے شہری انتظام اور راجہ صاحب

---

(۱) دی لاتور (ص ۹۸) کہتا ہے کہ "حیدر ہندوستان کے تمام لوگوں کی صلاحیتوں سے پوری طرح باخبر تھا اس لیے اس کو اپنی فتح کا یقین تھا اور اس نے اپنی توقعات اپنی سوار فوج سے وابستہ کر رکھی تھیں۔

(۲) پیکسو تو دفتر IV

فوجی انتظام کے ذمہ دار بنائے گئے۔

جنوبی مالابار کو فتح کرنے کے بعد حیدر کی یہ قدرتی خواہش تھی کہ کوچین اور ٹراونکور کو بھی اپنے تسلط میں لائے۔ ولندیزیوں کی طاقت کمزور ہو گئی تھی۔ ٹراونکور کے مشہور راجہ مرتنڈ اور ملنے (۱۷۵۸-۱۷۲۹ء) ان کو کولچل کے مقام پر ۱۷۴۱ء میں شکست فاش دی اور مالابار کی فتح کے ولندیزی خواب کو چکنا چور کر دیا تھا۔ چنانچہ اب مالابار کے حریف دعویدار شہزادوں کی جانب ان کا رویہ خوف اور غیر جانبداری پر مبنی تھا جو بعد میں میسور کے حکمران کی جانب "غلامانہ ماتحتی" کے رویہ میں تبدیل ہو گیا۔(۱) کوچین اور کرنگانور میں ولندیزی اب بھی زبردست طاقت تصور کیے جاتے تھے۔ ان علاقوں میں ان کے جہاز اور قلعے موجود تھے اور اب تک ان کی کوئی کمزوری ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ حیدر ولندیزیوں سے دوستی کا بہت خواہاں تھا اور اس کی وجہ ظاہر تھیں۔ اسے توقع تھی کہ شاید وہ انگریزوں کے خلاف اس کے کسی کام آسکیں۔ ولندیزیوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ان کے ساتھ راجہ ٹراونکور اور راجہ کوچین کو دوستی جاری رکھنے کی اجازت دی جائے ان کے لیے نواب نے خود اظہار کیا تھا۔ گفت و شنید میں حیدر کے وزیر نے ولندیزی سفیر کو مشورہ دیا تھا کہ وہ صرف کوچین کے تحفظ کے لیے درخواست کرے کیونکہ وہاں کمپنی کا خاص مفاد وابستہ تھا مگر وہ ٹراونکور کا ذکر نہ کرے کیونکہ وہ حیدر کے لیے قابلِ قبول نہ ہوگا۔ ولندیزی سفیر اس پر راضی ہو گیا۔ دوسری جانب حیدر نے ولندیزی سفیر کو یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ راجہ کوچین کو خوفزدہ نہیں کرے گا بشرطیکہ راجہ اس سے معاملات طے کرنے کے لیے اپنے سفارتی نمائندوں کو اس کے پاس بھیجے۔(۲) ٹراونکور کے سلسلہ میں ولندیزی حیدر سے صرف ایک مقصد کے تحت بات کرنا چاہتے تھے اور وہ یہ تھا کہ انھوں نے سیاہ مرچ کے لیے کثیر رقوم ٹراونکور کو دی تھیں۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ حیدر کے ٹراونکور پر قبضہ کرنے کی صورت میں ان کی رقم محفوظ رہے۔ جہاں تک کوچین اور کرنگانور کا سوال تھا وہ تا مقدور حیدر کا مطالبہ ماننے کو تیار تھے لیکن کوچین اور کرنگانور کے سلسلہ میں حیدر کے اپنے سردار اور حکمران کا ولندیزیوں پر پورا انحصار تھا۔(۳)

ٹراونکور کے مرتنڈ ورما نے ولندیزیوں کو شکست دی تھی اور برہمن امرا نے ایک رضاکار امدادی فوج اور فلیمنگ ڈی لینائے (FLEMNIG DE LANNOY) ایسے غیر ملکی ماہرین کی مدد سے مالابار کے

---

(۱) پانیکار مالابار اور ولندیزی

(۲) ولندیزی دستاویزات نمبر ۹ و نمبر ۱۳

(۳) ″ ″ ″ ″

ساحل پر ٹراونکور کو سب سے بڑی ریاست بنا دیا تھا لیکن ہمیں اس کی سیاسی سوجھ بوجھ یا اس کی وطن پرستی کے بارے میں زیادہ خوش فہمی نہ ہونی چاہیے۔ اپنے دشمنوں کی طرف سے بہت دباؤ پڑنے کی صورت میں ایک وقت میں اس نے کرناٹک کے مغل گورنر کی مدد چاہی تھی۔ ولندیزیوں کے خلاف اس نے ڈوپلے تک رسائی حاصل کی تھی۔ یہ صرف اس کی اپنی تیز رفتار فتوحات تھیں جنھوں نے اس کو بچا لیا تھا ورنہ اس کے اتحادیوں نے ٹراونکور پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہوتی۔ حیدر اپنی ڈنڈیگل کے فوجداری کے زمانے ہی سے ایک ایسا اچھا سپاہی مشہور ہو گیا تھا جس کے پاس وسائل تھے اور وہ ٹراونکور کے کام آسکتے تھے بشرطیکہ اس کی حمایت حاصل ہو جاتی۔ شمالی ٹراونکور میں اپنے باغی سرداروں کے سخت دباؤ سے مجبور ہو کر مرتند اور رما نے اسے اپنی مدد کے لیے درخواست کی لیکن بڑی تیزی سے امن و امان قائم ہو گیا۔ مرتند اور رما کی اس احمقانہ اور وطن دشمنانہ تجویز نے حیدر کو موقع فراہم کر دیا۔ وہ اسے مدد و تعاون دینے پر تیار تھا لیکن مرتند اور رما اپنی بات سے پھر گیا کیونکہ اس کے سرداروں نے پہلے ہی اطاعت قبول کر لی تھی۔ حیدر نے ہرجانے کا مطالبہ کیا جو ادا نہیں کیا گیا۔ ٹراونکور کی طرف اس کے سخت رویہ کی شاید یہی وجہ ہے۔ اس کے علاوہ ٹراونکور کو دبائے بغیر وہ مالابار میں اپنے کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ مرتند اور رما کے جانشین راما ورما کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مالابار کی روایتی شجاعت کا پیکر تھا۔ جب حیدر نے اس سے ۲ لاکھ سکہ رائج الوقت اور دس ہاتھیوں کا مطالبہ کیا تو اس نے اس کو غیر معقول مطالبہ کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا[1] وہ محمد علی اور انگریزوں کے اور قریب ہو گیا۔ ٹراونکور کے حکمران نے یہ معلومات بھی فراہم کی تھیں کہ نواب کی جانب سے حملہ ہونے کی صورت میں ولندیزی کمپنی اس کی مدد کرے گی یا نہیں۔ بہر کیف ولندیزی رویہ کچھ حوصلہ افزا نہ تھا۔ حیدر کے متوقع حملے کے خلاف جو مؤثر ترین کاروائی راما ورما نے کی وہ ٹراونکور کی مشہور دفاعی حد بندی کی تکمیل تھی جس کو ڈی لینائے کی تعمیر کردہ اس طویل سرحد کی حفاظت آسانی سے کی جا سکتی تھی۔ تریوندرم میں انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندے جارج پاؤنے نے اس دفاعی سرحد کے بارے میں مدراس کی حکومت کے نام اپنے ایک خط ۱۷۸۰ء میں یوں لکھا تھا کہ "وہ مغرب سے مشرق کو جاتی ہے اور انا ملائی پہاڑوں تک پھیلی ہوئی ہے جہاں وہ اس کی ایک چوٹی پر ختم ہوتی ہے۔ وہ سرحد تقریباً ۱۶ فیٹ چوڑی اور ۲۰ فیٹ گہری ایک خندق پر مشتمل ہے اور اس کے کنارے پر بانسوں کی ایک گھنی باڑھ ہے۔ پیچھے کے لیے ایک پشتہ، ایک عمدہ مورچہ اور اونچی جگہوں پر برج بنے ہیں جو ایک دوسرے

---

(۱) ولندیزی دستاویزات نمبر ۵ اور نمبر ۱۳

http://www.apnaorg.com

سے تقریباً ملے ہوئے ہیں۔ سرحد کے ایک داخلی دروازے سے دوسرے دروازے تک صرف شمال کی جانب سے باقاعدہ راستوں کے ذریعے ہی اس پر حملہ کیا جا سکتا ہے"۔(۱)

حیدر ٹراونکور پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا۔ اس کو یقین تھا کہ نائروں نے ٹراونکور میں پناہ لے لی ہے۔ اور وہاں سے اس کے علاقے میں آکر وہ بدامنی پھیلاتے رہتے ہیں لیکن حیدر علی کے متوقع حملے کے خلاف راما ورما کے دفاعی اقدامات نے ٹراونکور کی فتح کو ایک مشکل اور پیچیدہ مسئلہ بنا دیا تھا۔ اس مہم پر نکلنے سے پہلے حیدر نے انگریزوں اور نظام کے درمیان ایک معاہدہ ہونے کی اور مادھوراؤ کے دوسرے حملے کی خبر سنی۔ چنانچہ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے اسے اپنی ساری توجہ لگانی پڑی۔ مادھوراؤ کی واپسی کے بعد انگریزوں اور میسور کی پہلی جنگ ہوئی اور اس کے فوراً بعد مادھوراؤ کا تیسرا حملہ ہوا۔ بہرحال ۱۷۶۶ء میں حیدر نے ٹراونکور کی شمال مغربی جانب میں مغربی گھاٹ کے قریب واقع سات گاؤں گدالور، کمبم، پڈوپٹی، انومندلناپٹی، پکھنور، چکیان کوٹائے اور نصف اٹم پلیم کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ ان علاقوں کو ۱۷۵۶ء میں مرتنڈا ورما نے فتح کیا تھا"۔(۲) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر، ٹراونکور پر حملہ کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دے گا لیکن ایک حقیقت پسند ہونے کی وجہ سے وہ اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ حالات، دوسری جگہ زیادہ توجہ دینے کے قابل ہیں۔ چنانچہ ٹراونکور کو تھوڑی سی مہلت مل گئی۔

جب حیدر اپنی دور دراز مہموں میں مشغول تھا جن میں بعض اوقات اُسے شکستوں کا بھی سامنا کرنا پڑا تو نائروں میں آزادی کی امید پیدا ہو چلی۔ انھوں نے حیدر کے کئی قلعے چھین لیے اور مالابار میں حیدر کے نائب مسلسل چوکتے رہنے لگے۔ تب انگریزوں کی منگلور کی مہم کا آغاز ہوا جو ابتدائی مرحلہ میں تو کامیاب رہی لیکن انجام کار ناکام رہی۔ اس کی مشکلات نے اسے مالابار کو نظر انداز کرنے پر مجبور کر دیا۔ اسے اس بات کا یقین تھا کہ وہ جب ان مشکلات سے نجات پائے گا وہ اس کو دوبارہ فتح کر لے گا۔ مدنا نے سرداروں کو مطلع کیا کہ حیدر مالابار چھوڑ دے گا بشرطیکہ سردار صرف وہ اخراجات ادا کر دیں جو اس سلسلہ میں ہوئے ہیں۔ مالابار کے سرداروں نے یہ رقم ادا کر دی۔ ولکس کے بیان کے مطابق یہ سودا آزادی کے ایک خواب

---

(۱) ٹراونکور کے ریزیڈنٹ کا خط بحوالہ پانیکار۔
کرنگانور میں ولندیزی ریزیڈنٹ نے مورخہ ۲ جون ۱۷۶۶ء کو لکھا تھا کہ ٹراونکور کے حکمران کا دوائی جنگلات کے درخت کٹوانے میں منہمک تھا۔ تاکہ دریائے کرنگانور تک ایک دفاعی سرحد بنائی جائے۔

(۲) ٹراونکور کے ڈائرکٹر آف ریکارڈز سے موصول شدہ ایک اقتباس۔

http://www.apnaorg.com

پرتگالیوں کی جانب سے مدد قبول کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور یہ تجویز کی کہ پیشوا اور پرتگالیوں کے بیڑے مل کر مالابار میں حیدر کی تمام بندرگاہوں پر حملہ کریں اور اس کے لیے اس نے پیشکش کی کہ وہ فوجیوں کی تنخواہوں کے علاوہ پرتگالیوں سے چھینے ہوئے شمالی علاقے انھیں واپس کر دے گا۔ اور مستقبل کی فتوحات حلیفوں میں برابر برابر تقسیم کر لی جائیں گی۔ حیدر نے اپنی جانب سے پرتگالیوں کو اپنے جنرل فیض اللہ خاں کے ذریعے اپنی فوج کی خدمات پیش کی تھیں (۱)۔ گفت و شنید کے بارے میں یہ پرتگالی بیان ہے۔ پرتگالی بہر حال اپنی غیر جانبداری برقرار رکھتے رہے۔

مالابار میں حیدر کے مقبوضات میں پرتگالی تجارت اچھی خاصی تھی۔ حیدر کی جنوبی کنارا کی فتح سے پہلے ان کا ایک کارخانہ منگلور میں تھا جس کو ایک توپ خانے اور محافظ فوج سے انھوں نے لیس کر رکھا تھا۔ منگلور اور کنارا کی دوسری بندرگاہوں میں پرتگالی رعایا آزادی سے تجارت کرتی تھی۔ بدنور نے ان کو چاول کی قیمت میں تھوڑی سی رعایت دے رکھی تھی اور اس سلطنت میں پرتگالی مشنری آزادی اور حفاظت سے داخل ہو سکتے تھے۔ پرتگالی سیاہ مرچ کی کافی تجارت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ حیدر کے علاقوں سے چاول برآمد کرتے تھے کیونکہ چاول ان کی بنیادی خوراک تھی اور ان کی مقامی پیداوار چھ ماہ سے زیادہ کے لیے بھی کافی نہیں ہوتی تھی۔ پرتگالیوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے حیدر نے ان کا کارخانہ واپس کر دیا اور منگلور میں ان کو تجارتی حقوق عطا کر دیے لیکن ۱۷۶۸ء میں جب انگریزوں نے منگلور پر حملہ کیا تو بیان کیا جاتا ہے کہ پرتگالیوں نے اپنے کارخانے کے ذریعے ان کو آزادی سے داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ جب انگریزوں نے دفاع کی خندق پر قبضہ کر لیا تو گورنر شیخ علی نے پرتگالی کپتان کو انگریزوں پر گولی چلانے کا حکم دیا اور دھمکی دی کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اسے گرفتار کر لیا جائے گا اور اس کے کارخانوں کی فصیلوں کو تباہ کر دیا جائے گا لیکن کنہا کسماو نے جو کارخانے کا نگران تھا، کارخانے کے گورنر کے خلاف مدافعت کے لیے بہت سے ہندوستانیوں اور پرتگالیوں کو ملازم رکھا تھا

---

(۱) پرتگالی دستاویز جلد ، ۔ ایک فرانسیسی دستاویز سے ہمیں ایک ایسی اطلاع ملتی ہے جس کی کسی دوسرے ماخذ سے تصدیق نہیں ہوتی ہے۔ "مولندین، بونسول ڈی مارتس اور سنڈا کے حکمرانوں نے پرتگالیوں سے مل کر اپنی افواج کا ایک اتحاد بنا لیا تھا تاکہ حیدر علی خاں کو روکا جا سکے۔ گوا کی سرحد سے کافی دور ایک مقام پر حیدر علی کی فوجوں اور اتحادی فوجوں کے درمیان ایک بحری جنگ ہوئی جس میں نواب کو نقصان عظیم ہوا۔"

http://www.apnaorg.com

اور اس نے انگریزوں کو مطلع کیا کہ وہ کس رُخ سے بحفاظت حملہ کریں اور ساتھ ہی ان کو اپنی مدد کا پورا یقین دلایا لیکن جب انگریزوں نے قلعہ اور بندرگاہ فتح کرلی تو انھوں نے کنہا کسماؤ سے اس کے سپاہی اور ملازم چھین لیے اور اسے پرتگالی پرچم اتارنے پر مجبور کردیا۔ اس کو اس کے عہدے سے برطرف کردیا گیا اور گوا بھیج دیا گیا۔(۱)

پرتگالیوں نے حیدر کو دوسرا صدمہ پہنچایا۔(۲) ان کو خوف پیدا ہوا کہ انگریز پیرو (سداسیوگڈ) پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے جو نواب کا تھا اور انھوں نے سنا کہ انگریزوں اور مرہٹوں کے درمیان اتحاد کی اور بحری بندرگاہوں کی ممکن تقسیم کی تجویز تھی۔ ان کا خیال تھا کہ پیرو کا انگریزوں یا مرہٹوں کے ہاتھوں میں جانا گوا کی تباہی کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے انگریزوں کو پریشان کرنے کی غرض سے پیرو پر قبضہ کرنے کی ایک مذموم کوشش کی۔ یہ ایک ایسی ناروا بات تھی جس پر ناراض ہونے کا حیدر کو پورا حق حاصل تھا۔ لیکن حیدر حقیقتاً پرتگالیوں سے دوستی قائم رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ پرتگالیوں کی معذرت و عذر خواہی پر اس نے شیخ علی کو ایک حکم بھیجا جس کے تحت ان کو منگلور میں اپنا کارخانہ قائم کرنے کا حق مل گیا۔ بھائی کا کام مکمل ہوگیا اور منگلور میں ان کے کارخانے سے ان کو ۱۴۲۵۳ XERAFINS کی آمدنی ہوئی۔ حیدر نے پرتگالی پادریوں کو ان کی تمام قدیم آزادی بھی عطا کردی تھی اور نئے معاہدہ کی ایک شق میں یہ ضمانت دی گئی تھی کہ کسی بھی دیسی شخص کے رضاکارانہ عیسائیت قبول کرنے پر سرکار کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔(۳) حیدر نے ایک قدم اور بڑھایا اور ان پانچ پادریوں کو رہا کردیا جن کو اس نے انگریز نواز روّیہ کی بنا پر گرفتار کرلیا تھا۔

لیکن سنہ ۱۷۷۹ء میں حیدر نے یہ تمام مراعات منسوخ کردیں۔ اس نے پرتگالی تجارتی جہاز روک لیے، ان کے سامان کو ضبط کرلیا اور ان کے عملے کو گرفتار کرکے سڑکوں اور پُلوں وغیرہ کی تعمیر پر لگادیا۔(۴) اس نے منگلور کے کارخانے کے پرتگالی پرچم کو اتار دیا، کارخانے داروں اور پرتگالی محافظ فوج کو بھی قید کرکے ان کے توپ خانے پر قبضہ کرلیا۔ کچھ برس گذر جانے کے بعد اس نے پرتگالی سفیر کو باریابی کی اجازت بخشی۔ تب وہ خود انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھا۔ اس نے پرتگالیوں سے اپنی شکایات بیان کیں، ان کو انگریز نواز قرار

---

(۱) پرتگالی دستاویز نمبر ۱۳

(۲) " " " ۱۷

(۳) " " " ۳۱

(۴) " " " ۳۲

http://www.apnaorg.com

دیا اور مراعات کی بحالی کی شرط کے طور پر انگریزوں کے خلاف ایک دفاعی معاہدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس کی کمان میں ایک دوسرا تیر بھی تھا۔ سنڈا کا جلاوطن حکمران گوا میں مرگیا تھا۔ اس کے نابالغ بیٹے کے اتالیق کو جیت لیا گیا تھا اور حیدر نے کمسن حکمراں کو اس کے آبائی علاقے واپس کرنے کی تجویز رکھی تھی۔ MARTINHO DE MELDE CASTO نے گوا کے گورنر کے نام اپنے خط میں اس پر یوں تبصرہ کیا ہے: "حیدر کے ان دعووں پر یقین کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی اپنی عقل کھو دے" یقیناً حیدر کمسن شہزادے کو اس کے مقبوضات واپس کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ سنڈا کے کمسن بادشاہ کے اس کی حفاظت میں ہونے سے اس کو یہ بہانہ آسانی سے مل جاتا کہ وہ اپنے زیر ولایت نابالغ کے لیے سنڈا کا وہ علاقہ بھی فتح کرنے کے لیے گوا پر حملہ کر رہا ہے جو پرتگالیوں نے بانٹ لیا تھا۔ بہرکیف کمسن شہزادے کو پرتگالی علاقے سے باہر نہیں جانے دیا گیا۔ چونکہ یورپ میں پرتگالیوں اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدہ اتحاد تھا اس لیے پرتگالی حیدر سے انگریزوں کے خلاف کوئی جارحانہ اتحاد نہیں کر سکتے تھے لیکن مارٹینو دی میلو کاسٹو حسب ذیل تبصرہ کرتا ہے کہ "ہم کو منگلور کی مدافعت کی ذمہ داری کو تسلیم کر لینا چاہیے تھا۔ اور چونکہ ہم وہاں جمے ہوئے تھے اس لیے ہمیں معاہدے کی پابندی سے قطع نظر بھی یہ کرنا چاہیے تھا۔ ۱۷۶۸ء میں ایسا نہ کر کے ہم نے خیانت و دھوکہ دہی اور کم ہمتی کا مظاہرہ کیا تھا جب ہمارے پرتگالیوں نے ان کو اپنے کارخانے کے راستے داخلہ کی اجازت دے دی تھی اور اس کے دفاع کے بہانے سے پیرو کے قلعے پر غداری سے حملہ کیا تھا۔ اس قابل نفرت غداری کی وجہ سے ہم کو وہ تحقیر و تذلیل برداشت کرنی پڑے گی جو حیدر علی خاں نے پرتگالی قوم پر لاد دی ہے"۔[1]

مغربی ساحل پر ولندیزیوں کے ساتھ[2] حیدر کو بہت کچھ کرنا تھا اور اسے توقع تھی کہ وہ انگریزوں کے خلاف ان کی مدد حاصل کر سکے گا۔ ۱۷۶۳ء میں سری لنکا جاتے ہوئے حیدر کا ایک سفیر کوچین پہنچا اور سفیر کے سری لنکا کے سفر کا انتظام کرنے پر ولندیزی تیار ہو گئے۔ ولندیزیوں نے کنارا میں اپنے حقوق کی جانب حیدر کی توجہ مبذول کرانے کے لیے اس سے فائدہ اٹھایا تھا۔ جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حیدر کولاسٹری کو فتح کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو ولندیزیوں نے حیدر کو اس کی فتوحات پر مبارکباد دیتے ہوئے اپنے حقوق کی جانب

---

(۱) پرتگالی دستاویز نمبر ۳۲

(۲) " " نمبر ۵ اور ۱۳ اور کوچین سے آمدہ خطوط۔ مورخہ ۱۵ر اکتوبر، ۱۷ر نومبر، ۱۹ر دسمبر ۱۷۶۳ء، ۲ر اگست، ۳ر اکتوبر، ۳۱ر اکتوبر، ۲۸ر نومبر اور ۱۲ر دسمبر ۱۷۶۳ء

http://www.apnaorg.com

اس کی توجہ مبذول کرائی اور ان رقوم کا تذکرہ کیا جن کو وہ وہاں کے سرداروں اور علی راجہ کو پیشگی دے چکے تھے لیکن جب تک حیدر کی حدود سلطنت کنارا کے پار تک نہیں بڑھی تھیں وہ حیدر کو اسلحہ اور گولہ بارود فراہم کرنے پر بہت زیادہ تیار نہیں تھے۔ چونکہ کنارا کی واحد پیداوار چاول تھی اور ولندیزی کمپنی سورت اور کوچین کے درمیان مزید دفاتر قائم کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ اس لیے ولندیزیوں نے اپنے زبردست پڑوسی سے زیادہ دوستی اور خیر سگالی پیدا کرنا مناسب خیال نہیں کیا لیکن حیدر کی مسلسل پیش قدمی دیکھ کر ولندیزیوں کا رویہ بدل گیا۔ اب تک کنانور کے ولندیزی گورنر نے جو بہت محتاط تھا حیدر کو ناراض ہونے کا موقع نہ دیا ۔۔ اس نے کولاسٹری کے پرنس ریجنٹ کی جانب سے بھی کوئی درخواست نہیں کی تھی کہ کہیں اس سے حیدر ناراض نہ ہو جائے میسور کا حکمران ولندیزیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کا خواہش مند تھا اور اس نے وہ رقوم بھی ادا کرنے پر اپنی رضامندی دے دی تھی جو ولندیزی کمپنی نے سیاہ مرچ کے لیے پیشگی دی تھی "۔ اگرچہ اس نے فرانسیسیوں اور انگریزوں سے اسی سلسلہ میں انکار کر دیا تھا"۔ ولندیزیوں کو ان کے موجودہ حقوق کی برقراری کی یقین دہانی کرائی گئی تھی لیکن حیدر کی جوابی تجاویز بہت اہمیت کی حامل نہیں۔ اس نے کہا تھا کہ اُسے یہ معلوم ہوا ہے کہ ولندیزیوں کے محمد علی خاں سے اختلافات ہیں جو جنگ کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس نے تجویز رکھی کہ وہ اس صورت میں ان کی تیس ہزار فوج اور پورے بحری بیڑے کے ساتھ ان کی مدد کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ بھی اس کی وقت پر مدد کریں۔ ولندیزیوں نے ان پابندیوں کو نظر انداز کیا۔ یہ توقع غلط تھی کہ ولندیزی محض حیدر سے تعلقات خوشگوار رکھنے کے لیے انگریزوں سے جنگ کریں گے۔

ولندیزی حکمت عملی یہ تھی کہ کسی دوسری طاقت کو آزردہ کیے بغیر حیدر کو خوش رکھا جائے۔ انھوں نے حیدر کو سری لنکا کے بلند قامت ہاتھی، کالی کٹ میں اس کے جہازوں کی تعمیر کے لیے بڑھئی اور لوہار اور فوجی سامان بھی فراہم کیا تھا لیکن کالی کٹ میں حیدر کا گورنر سردار خاں ولندیزی دعوی کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ کرنگانور کا سردار ان کا ماتحت راجہ ہے بلکہ سردار خاں نے کرنگانور پر حملہ بھی کیا تھا جس میں اس کو شکست ہوئی تھی۔ ولندیزیوں نے شکایت کی کہ" اس کا رویہ ایک ایسے دشمن کی طرح ہے جس نے اعلانِ جنگ کر دیا ہو۔"(۱)

---

۱) سردار خاں کی یہ نقل و حرکت ٹراونکور کو دھمکی دینے کے لیے تھی۔ شمالی کوچین غارت کر دیا گیا اور تری چور کے قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا لیکن ٹراونکور کی سرحدوں نے مزید پیش قدمی روک دی اور اگلے کئی برس ایک معاہدہ اتحاد کرنے اور ساحل کے قریب ولندیزی علاقے سے آزادانہ گذرنے کے لیے بیکار گفت و شنید کرنے میں ضائع ہو گئے۔ گزیٹیر مالابار اور انجنگو اضلاع۔

http://www.apnaorg.com

دوسری بار جب حیدر انگریزوں سے نبرد آزما تھا تو یوروپ میں ولندیزی بھی انگریزوں سے تنگ آ گئے تھے۔ حیدر نے نیگاپٹم میں ولندیزیوں کو امداد بھیجی۔ اس نے ولندیزیوں کے ساتھ کورومنڈل ساحل پر قریبی تعلقات قائم کرنے اور ان کی دوستی برقرار رکھنے کے لیے ایک معاہدہ بھی کیا۔ مالابار کے ساحل پر حیدر نے فوجی مدد دینے کی پیشکش بھی کی لیکن انھوں نے عملی فوجی مدد قبول کرنے سے احتراز کیا۔ انھوں نے کہا کہ "ٹراونکور کا بادشاہ ولندیزیوں کا ایک قابل اعتماد حلیف ہے اور کرنگانور کے قلعہ میں ایک زبردست محافظ فوج ہے۔ کوچین کا راجہ بھی بھروسے کے لائق ایک حلیف ہے۔ ہمیں آپ کی فوجی مدد کی ضرورت نہیں ہے جو آپ نے اتنی کرم فرمائی سے پیش کی ہے۔" وہ بہرکیف کرنگانور اور دوسرے مقامات کے سلسلہ میں میسور کی حکومت کے ساتھ اپنے اختلافات طے کر لینا چاہتے تھے۔ ولندیزی جتنی اس کی مدد کر سکتے تھے وہ انھوں نے اطلاعات اور فوجی ساز و سامان کی فراہمی کی شکل میں کی تھی۔ ان کے اور زیادہ تعاون کرنے کی راہ میں انگریزوں کا بحری اقتدار حائل تھا۔ نومبر ۱۷۸۰ء میں حیدر نے ولندیزی حکام کو ۲۴ پونڈ والی توپوں کی فراہمی کے لیے لکھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ان کے ۲۴ پونڈ والی توپیں ہیں ہی نہیں البتہ وہ دو ۱۸ پونڈ والی توپیں معہ سو عدد گولوں کے فراہم کر سکتے ہیں لیکن انگریزی جنگی جہازوں کے قریب ہونے کی بنا پر حیدر کو خود ان کے لانے کے انتظامات کرنے ہوں گے۔

اس سے ہماری توجہ حیدر کی بحری طاقت کے مطالعہ کی جانب مبذول ہوتی ہے۔ ہم پہلے ہی ۱۷۶۶ء کی مالابار مہم کے وقت حیدر کی بحریہ کی طاقت اور اس مہم میں اس کی گرانقدر خدمات کا ذکر کر چکے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کنانور کے علی راجہ نے جزائر مالدیپ کو فتح کر لیا تھا اور اس کے راجہ کو اندھا کر دیا تھا۔ اس بیرحمی کی بنا پر حیدر نے اس کو اپنے بحریہ کی کمان سے محروم کر دیا تھا[1] جس کی بنا پر وہ مالدیپ کو فتح کر سکا تھا اور اس کی جگہ سٹانیٹ کو مقرر کیا تھا۔ موپلے بہترین جہازران تھے اور وہ حیدر کے تعمیر کردہ جہازوں کے لیے بہترین عملہ ثابت ہوئے لیکن مشکل کمان کی تھی۔ پیکسوٹو کے مطابق بحری بیڑے کے دو کمانڈر سٹانیٹ اور لطیف علی بیگ تھے۔ ۱۷۶۸ء میں جب بمبئی کی حکومت نے جہازوں کا ایک بڑا چار سو یوروپی سپاہیوں اور سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد سے لدا پھندا مالابار ساحل پر حیدر کے بندرگاہوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تو حیدر کی بحری طاقت بالکل ختم ہو گئی۔ برطانوی جہاز اونور کے سامنے نظر آئے۔ لطیف علی بیگ کو سٹانیٹ نہیں پسند کرتا تھا چنانچہ وہ موقع پاتے ہی دو جہازوں، دو GIABS اور دس GALLIVATS کے ساتھ

---

(۱) دی لاتور ص ۹۳

انگریزوں سے جا ملا - اگرچہ بری علاقے میں انگریزوں کی مہم قطعی ناکام رہی البتہ حیدر کی بحری طاقت ختم ہو گئی - ولکس اور لو Low انگریز کمانڈر کی غداری کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ لطیف بیگ کی نگہداشت سے بہت نالاں تھے - لطیف بیگ پہلے سوار فوج کا افسر تھا - ولکس بہر حال یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ غداری ایک سابقہ معاہدہ کے مطابق رونما ہوئی تھی[1] - ہم کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ کسی ہندوستانی حکومت میں ملازم ایک یوروپی افسر کی غداری (بقول جسونت راؤ ہولکر دغا بازی) اٹھارہویں صدی کے ہندوستان میں ایک استثناء کی بجائے ایک عام قاعدہ اور اصول تھی - ایس این سین کا خیال ہے کہ حیدر نے لطیف علی بیگ کو ایک مشترکہ کمانڈار اس لیے مقرر کیا تھا کہ وہ انگریز پر پورا بھروسہ نہیں کر سکتا تھا -

اپنی پہلی ناکامی سے مایوس ہوئے بغیر حیدر نے اپنی بندرگاہوں میں ایک بار پھر ایک نئے تجربے کی تشکیل میں اور سامان سے اس کو لیس کرنے میں لگ گیا - ولیم ٹاؤن شینڈ نے اونور سے اکتوبر ۱۷۶۵ء میں یہ اطلاع بھیجی تھی کہ اونور میں حیدر کے کاریگر اتنی تیزی سے کام کر رہے ہیں جتنی تیزی سے ممکن ہے - جہاز سازی کے منصوبہ[2] میں حسب ذیل چیزیں شامل تھیں:

ایک GRAB	————	۱۰۲½	فیٹ	پیندا
" "	————	۵۶½	"	"
" "	————	۵۴	"	"
" "	————	۹۸	"	"
" "	————	۶۲	"	"
ایک GALLIVAT	————	۵۲	"	"

۱۷۶۸ء کی پرتگالی اطلاعات کے مطابق حیدر دوسری بار ایک عظیم بیڑا تیار کر رہا تھا - اس نے تمام ساحلی مقامات پر جہاں اس قسم کا کام ہو سکتا تھا بحری جہاز بنانے کے احکام جاری کر دیے تھے - کہا جاتا ہے کہ اس نے کوسن ڈاشنا مار کوئیز گوا کے ایک مشہور جہاز ساز کو بہت مناسب اور موافق پیشکش کی تھی - لیکن محبِ وطن جہاز ساز نے اپنی ریاست کی خدمت کرنے کے پیش نظر اس پیشکش سے گریز کیا تھا[3]

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۵۸

(۲) خفیہ روئداد میں مورخہ ۱۲ فروری ۱۷۶۶ء - اونور سے مرسلہ خط مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۷۶۵ء

(۳) پرتگالی دستاویز نمبر ۲۱

http://www.apnaorg.com

اس نے ۱۷۷۶ء میں کالی کٹ میں اس کے جہاز تعمیر کرنے کے لیے ولندیزیوں سے نجاروں اور لوہاروں کی مانگ کی تھی۔ دسمبر ۱۷۷۶ء میں اس کے پاس تین ستونوں والے آٹھ جہاز تھے جو ۲۸ سے ۴۰ توپیں لے جا سکتے تھے اور ان کے علاوہ کئی کم ٹن وزنی جہاز اس کے پاس تھے۔ خلیج بھٹکل میں اس نے ایک عظیم زبردست گودی کی تعمیر شروع کی تھی جہاں شدید جوار بھاٹے میں بھی اس کا بحری بیڑا آسانی سے لنگر انداز ہو سکے۔ اس نے تاجروں کے لیے ایک بڑے احاطے کی تعمیر کا بھی منصوبہ بنایا تھا۔ اس نے اس عظیم منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا کام ایک ولندیزی جوزاز لیرز نامی کے سپرد کیا۔ تخمیناً اس کی کل لاگت ۱۷ لاکھ پگوڈا تھی۔ بہرکیف منصوبہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا کیونکہ وہ حد سے زیادہ پُر امنگ تھا۔ ۱۷۸۰ء میں سر ایڈورڈ ہیوس نے مالابار گودی میں داخل ہو کر دو جہاز ایک بڑا GRAB، تین KETCHIS اور بہت سی چھوٹی کشتیاں جو وہاں لنگر انداز تھیں تباہ کر دیں۔ اس طرح حیدر کی دوسری بحریہ تشکیل کرنے کی کوشش بھی ناکام رہی۔[1]

تنگ بھدرا پر جہاز رانی شروع کرنے کی حیدر کی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے BUCHANAN کہتا ہے کہ "مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حیدر کے آٹھ ٹن وزنی ہلکے جہاز بالکل بیکار پائے گئے۔ بہرکیف یہ کوشش یا تبصرہ حیدر کی ذکاوت پر کوئی شبہ نہیں ہے لیکن وہ جہاز رانی کی تمام اقسام سے دور ایک علاقے میں پلا بڑھا تھا اور اس کو اس کا کچھ پتہ ہی نہ تھا لیکن اس سے حیدر کی دُور اندیشی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس نے ایسے علاقے میں تربیت پائی تھی جو جہاز رانی سے دُور تھا۔ چنانچہ اس کو یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ کون سی کشتیاں کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں اور نہ ہی یہ پتہ تھا کہ کون سی مشکلات ان کی افادیت میں حارج ہو سکتی ہیں"۔ جہاز رانی سے عدم واقفیت کی وجہ سے حیدر کو بحریہ کی تعمیر کے سلسلہ میں مشکلات کا سامنا رہا۔ اس کے تکنیکی ماہرین یورپی قسمت آزما تھے جن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ جوش اور تندہی سے اس کا کام کریں گے۔ یہ سوچنا بھی بیوقوفی تھی کہ حیدر اتنی جلدی ایک ایسا بیڑا بنا سکتا ہے جو انگریزوں کی برابری اور ان کا مقابلہ کر سکے۔ اگر اس کو امن کا نسبتاً ذرا لمبا اور دراز زمانہ مل جاتا تو وہ اپنی سرگرمی اور جوش اور وسائل کے ساتھ یقیناً اچھی ترقی کرتا اور انگریزوں سے اچھا مقابلہ کرتا لیکن ہوا یہ کہ بحریے کا تجربہ شروع کرنے کے چار ہی سال بعد پہلا معرکہ ہوا اور دوسرا معرکہ محض پانچ یا چھ سال کی تیاری کے بعد پیش آیا جہاں پرتگالی، ولندیزی اور فرانسیسی ناکام رہے۔ وہاں وہ آسانی سے کامیابی کی توقع نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے ضروری مہلت مل سکی۔

---

(۱) لو LOW، ہندوستانی بحریہ کی تاریخ جلد اول۔ سین ہندوستانی تاریخ کے مطالعے ص ۵۴، ۱۴۶

http://www.apnaorg.com

باب ۱۸

انگریزوں سے روابط ۱۷۷۵-۷۹ء

۱۷۷۵ء میں حیدر نے محمد علی کے سفیروں کو مطلع کیا تھا کہ چونکہ ان کا آقا اس کی دوستی کا خواہاں نہیں ہے اس لیے یہ حیدر کا فرض ہے کہ وہ ہوشیار رہے اور جو کچھ کرنا ہو اپنے بل بوتے پر کرے۔(۱) اس کے بعد ہر سال محمد علی، حیدر کی تیاریوں اور اس کی جانب سے ایک یقینی حملے کی خبر دیتا رہتا لیکن اس کی پیش گوئیوں کا مدراس کونسل مضحکہ اڑاتی اور ان بار بار کی تنبیہات کو وہ محض غلط خطرے کی گھنٹی تصور کرتے تھے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس نے بالکل تیاری نہیں کی۔

مگر حیدر اپنی دُھن کا پکا تھا۔ اس نے نہ اپنے رویے پر پردہ ڈالا اور نہ ہی اپنی تیاریوں کو پوشیدہ رکھا۔ مہاراشٹر میں انتشار و ابتری نے مرہٹوں کے سالانہ حملوں سے عجلت دے دی اور اس کو رتناگری اور بلاری پر قبضہ کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔ اب یہ ہر شخص پر ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ آئندہ مرار راؤ سے گوٹی، بسالت جنگ سے اودنی اور کرنول کو اس کے فوجدار سے چھین لے گا۔ یہ سردار و حکمراں قدرتی طور پر پریشان تھے اور انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ کرلے کے خواہاں تھے۔ محمد علی کی دلیل تھی کہ "ضائع کرنے کے لیے ذرا بھی وقت نہیں ہے کیونکہ اگر حیدر نے کڈپہ پر قبضہ کر لیا اور پڑوسی سرداروں کو اطاعت پر مجبور کر دیا تو اس وقت اس کو روکنا ناممکن ہو گا۔"(۲) اس نے انگریزوں کو کافی متنبہ کر دیا تھا تاہم جب

---

(۱) خفیہ روئداد میں ۲۳ اکتوبر ۱۷۷۵ء: علی نواز خاں کا زبانی بیان

(۲) گورنر وانچ کے نام نواب کے ایک خط مورخہ ۴ دسمبر ۱۷۷۵ء کا ترجمہ

http://www.apnaorg.com

حیدر نے گوٹی کا محاصرہ کرلیا تو انگریزوں نے مرار راؤ کی حمایت میں انگلی بھی نہ اٹھائی۔ ایک طویل محاصرہ کے بعد حیدر نے اس پر قبضہ کرلیا اور مرار راؤ اور اس کے خاندان کو جیل میں ڈال دیا۔ تین برس بعد جب حیدر اور مدراس کے گورنر کے درمیان الزامی خطوط کا تبادلہ ہو رہا تھا گورنر نے لکھا کہ "اگر مجھے شکایت کرنے کی اجازت دی جائے تو مرار راؤ کو ختم کرکے تم نے مجھے کافی اسباب فراہم کردیے ہیں۔ وہ ہمارے دوست اور حلیف کے طور پر ۱۷۶۹ء کے معاہدہ میں شریک تھا۔ تم نے کڈپہ اور کرنول کے زمینداروں کے خلاف اقدام کرکے ہمیں شکایت کا موقعہ دیا ہے اور بسالت جنگ کے بارے میں بھی سن رہا ہوں کہ تم اس کے خلاف بھی منصوبے بنا رہے ہو۔"(۱) فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کو اس بات کی سخت شرمندگی تھی کہ انھوں نے حیدر کو مرار راؤ کو مغلوب کرلینے کی اجازت دے دی۔ اسی لیے وہ بسالت جنگ کی حمایت میں انتہائی سرگرمی اور جوش کا مظاہرہ کر رہی تھی اور اس کی بنا پر نظام کو برگشتہ کر رہی تھی۔ اس طرح وہ ایک فروگذاشت کا کفارہ ایک نئے جرم کے ارتکاب سے کر رہی تھی۔ لیکن تاریخ کے اعتبار سے بسالت جنگ کا واقعہ بعد میں آتا ہے۔

مئی ۱۷۷۸ء کے اواخر تک مرہٹے اپنے مسائل میں الجھے رہے۔ اس وقت حیدر کا انگریزوں سے بگڑنے کا ارادہ بھی ہوتا تب بھی اسے اس کا موقع نہ ملتا۔ اس وقت حیدر علی اور انگریز دونوں میں جزوی باہمی اتحاد پیدا ہوگیا تھا کیونکہ دونوں ہی جماعت وزراء کے خلاف رگھوناتھ راؤ کی حمایت کر رہے تھے۔ یہ یقیناً ایسا موقع تھا جو اس کو انگریزوں کا ایک قریبی حلیف بنا سکتا تھا لیکن واقعات کا رخ انگریزوں کے لیے بالکل ناموافق تھا۔ فورٹ سینٹ جارج کے پریسیڈنٹ اور کونسل نے لکھا کہ "حیدر نے ایک مدت دراز تک درخواست کی بلکہ وہ اس حکومت کے پیچھے پڑ گیا کہ اس کے ساتھ ایک پائدار اتحاد کرلیا جائے لیکن ایسے کسی اتحاد سے پیدا ہونے والی عارضی مشکلات کے مدنظر جو بہر صورت ایک دوسرے کی باہمی امداد و تعاون کے معاہدہ پر مبنی ہوتا اس اقدام کی راہ میں اب تک رکاوٹیں حائل ہوتی رہیں اور نتیجہ کے طور پر حیدر نے اپنی مشکلات اور پریشانیوں سے مجبور ہوکر دوسری غیر ملکی قوموں خصوصاً فرانسیسیوں کی مدد حاصل کی ایک ایسے وقت میں جب ہماری مدد اس کے لیے مفید ہوسکتی تھی۔ حیدر کی بار بار کی پیشکش کو قبول کرنے میں ہماری رد و کد نے ہمارے لیے اس کا تعاون حاصل کرنا یا اس کو کم سے کم غیر جانبدار بنے رہنا مشکل بنا دیا ہے۔"(۲)

---

(۱) خفیہ روئداد میں مورخہ ۲۸ مئی ۱۷۷۲ء

(۲) " " ۱۰ اگست ۱۷۷۸ء

بمبئی کونسل اور اس کے پریسیڈنٹ نے اپنے ایک خط مورخہ ۹ مئی ۱۷۷۸ء کو یہ تجویز رکھی کہ حیدر علی کے دربار میں ایک ریزیڈنٹ مقرر کیا جائے تاکہ ولندیزی اور فرانسیسی منصوبوں پر نگاہ رکھی جا سکے اور ان کا تدارک کیا جا سکے۔ فرانسیسیوں اور ولندیزیوں نے حیدر علی کے دربار میں اپنے ریزیڈنٹ مقرر کر رکھے تھے لیکن اس معاملہ میں بھی تھوڑی سی مشکل تھی کیونکہ یہ ضروری تھا کہ محمد علی کو اس پر راضی کیا جائے۔ بنگال سے مدراس جانے والے ایک خط میں درج ہے کہ "ہماری آپ سے درخواست ہے کہ اس کو تقرری کے سلسلہ میں ہم خیال بنانے کی کوشش کریں اور اس سے پیدا ہونے والے کسی اختلاف کو دور کریں۔" مدراس کی حکومت نے فطری طور پر یہ دلیل دی کہ کرناٹک اور سواحل پر کمپنی کے مقبوضات کے سلسلہ میں حیدر کے دربار میں رہنے کے لیے ایک ذہین شخص کو بھیجا جائے۔(۱)

لیکن اب انگریز اور فرانسیسی ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما تھے اور انگریزوں اور میسور کے تعلقات میں اس نے ایک پیچیدہ صورت پیدا کر دی۔ اگر انگریزوں نے ۱۷۷۸ء میں پانڈیچری پر قبضہ کر کے اپنی بالادستی منوانے کے لیے جنگ کا آغاز نہ کیا ہوتا تو حیدر جو پہلے ہی سے فرانسیسیوں کی طرف زبردست میلان رکھتا تھا غالباً ابتدا ہی سے ایک فیصلہ کن رویہ اختیار کرتا۔ انگریزوں کے اتنے زیادہ دشمنوں کے درمیان حیدر کو غیر جانبدار رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ انگریز اپنی جنگی بالادستی برقرار رکھتے اور کسی بھی حادثہ کے لیے پوری طرح تیار رہتے۔ لیکن تالیگاؤں کی تباہ کن پسپائی اور وارگاؤں کے معاہدہ نے مغربی محاذ پر انگریزوں کی کمزوری عیاں کر دی اور حیدر کا رویہ سخت ہو گیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسے پوری طرح علم تھا کہ حکومت مدراس کی تیاری بہت کم ہے۔ مدراس کی حکومت معاملات کے اس پہلو سے بالکل ناواقف نہ تھی ۱۷۷۸ء کے آغاز میں ہی پریسیڈنٹ اور فورٹ سینٹ جارج کونسل نے لکھا تھا کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ انتظام کے تحت ہر بٹالین کے ایک ہزار آدمیوں کو کم کر کے سات سو کر دیا جائے اور اپنی بٹالین بڑھائی جائیں جس کی بنا پر ہم نواب کے قلعوں میں جو اس وقت ہمارے مقبوضہ ہیں محافظ فوج متعین کر سکیں گے اور فوری اطلاع پر ہم دو یورپی بٹالین، توپ خانے کی تین بٹالین اور سپاہیوں کی نو بٹالینوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں اتر سکیں لیکن بغیر پیسے کے نہ تو فوجیں رکھی جا سکتی ہیں اور نہ فوجی معرکے انجام دیے جا سکتے ہیں اور اس معاملہ میں ہم کو ڈر ہے کہ ہم ناکام رہیں گے۔ پندرہ سو یورپیوں اور بارہ ہزار کالے سپاہیوں کی فوج جس کی تنخواہ ہمارے خزانے سے ادا کی جاتے لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے کافی ہے

---

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ ۵ / جنوری ۱۷۷۸ء

http://www.apnaorg.com

اور ممکن ہے کہ انھیں کرناٹک کے چین و سکون کو غارت کرنے کی کوشش کرنے سے باز رکھے"۔(۱) لیکن محض تشخیص ہی تو علاج نہیں۔ مذکورہ بالا حکومت نے فروری ۱۷۷۹ء میں لکھا کہ "یہ یقین ہے کہ جہاں تک وسائل کا تعلق ہے ہم اس حالت میں نہیں ہیں کہ کسی بھی طاقتور حملے کا چاہے وہ حیدر علی کی طرف سے ہو یا فرانسیسیوں کی جانب سے دفاع کر سکیں"۔(۲) تب بھی شاید حیدر انگریزوں سے جنگ کرنے کے لیے آزاد نہ ہوتا اگر رگھوبا سندھیا کی قید سے نکل کر نہ بھاگا ہوتا اور اس نے جنرل گوڈرڈ کے پڑاؤ میں پناہ نہ لی ہوتی۔ اس واقعہ نے پونا کی جماعت کے وزراء کو حیدر کی جانب اپنا رویّہ بدلنے اور انگریزوں کے خلاف ایک جارحانہ معاہدہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

ماہی کی انگریزی مہم کو ایک ایسا واقعہ تصور کیا جاتا ہے جس نے دوسری انگریز میسور جنگ کو جلدی آنے میں مدد کی۔ ماہی ایک فرانسیسی مقبوضہ تھا جس کی راہ سے حیدر کو فوجی ساز و سامان فراہم کیا جاتا تھا۔ جب بریتھ ویٹ کے زیر کمان مہم بھیجی گئی تو حیدر کے وکیل نے مدراس پریسیڈنٹ کو رسمی طور پر باخبر کیا کہ اس کا آقا ماہی اور مالابار کے ساحل کے دوسرے مقامات و بستیوں کو اپنے زیر حفاظت تصور کرتا ہے۔ حیدر نے خود بھی لکھا تھا کہ "میرے علاقے میں انگریزوں، ولندیزیوں، پرتگالیوں اور فرانسیسیوں کے کارنامے ہیں اس کے علاوہ وہاں بہت سے ایسے تاجر ہیں جو میری رعایا سمجھے جاتے ہیں۔ اگر کوئی بھی ان تاجروں کے خلاف کوئی پیش قدمی کرتا ہے تو میں بلا شک و شبہ ان کی مدد کے لیے مؤثر طریقے اختیار کروں گا"۔(۳) انگریزی حکومت سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اس سلسلہ میں متفق ہو جاتی۔ بہر حال یہ مصلحت کا ایک مسئلہ تھا اور مدراس کی حکومت نے منطقی لحاظ سے دلیل دی کہ "ہمارے سامنے یہ ایک سوال ہے کہ آیا ماہی کے خلاف مہم کو جسے ہم شروع کر چکے ہیں، جاری رکھنا ہمارے لیے مناسب اور مفید ہوگا۔ ہمیں اس میں مزید ایک خطرہ نظر آتا ہے کہ ایسے وقت فوج کو کرناٹک سے باہر بھیجنا مشکل ہے لیکن ہمارے اقدامات سے جو فائدے حاصل ہو سکتے ہیں ہم ان سے بھی اچھی طرح باخبر ہیں۔ ہمیں صرف یہی موقع نظر آتا ہے کہ ہم اپنی آخری شکست کے پیدا کردہ نقصان دہ اثرات کو دور کر سکیں۔ اس موقع پر بزدلی اور کمزوری کے اظہار سے ان اثرات کو تقویت ملے گی اور وہ جڑ پکڑ جائیں گے اور شاید کسی دوسری مہم سے پیدا شدہ شکست سے

---

(۱) خفیہ روئداد میں مورخہ ۲۰ جنوری ۱۷۷۹ء

(۲) 〃 〃 〃 ۱۸ مارچ ۱۷۷۹ء

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 حیدر علی کا خط بنام گورنر

زیادہ یہ شکست ہمارے نقصان کا موجب ہوگی - آخری بات یہ ہے کہ ہماری افواج کی واپسی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نیل چری ہماری بستی پر قبضہ ہو جائے گا جو بذاتِ خود اہم نہیں ہے لیکن وہ دیسی حکمرانوں کی نگاہ میں فرانسیسیوں کی ایک اہم فتح ہوگی اور غالباً ان لوگوں کو ان کی مکمل کر حمایت کرنے پر آمادہ کرے گی جو ابھی تک تذبذب میں ہیں"۔(۱) ماہی ۱۹ر مارچ ۱۷۷۹ء کو انگریزوں کے قبضہ میں آگیا باوجودیکہ حیدر کی فوجوں نے اس کے دفاع میں مدد کی تھی اور قلعے پر حیدر کا پرچم لہرا رہا تھا - لیکن یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ بالفرض اگر انگریز حیدر کے احتجاج کی بنا پر ماہی سے لوٹ جاتے تو بھی جنگ نہ رکتی کیونکہ فرانسیسی جنگ کے علاوہ دوسرے اسباب بھی تھے جنھوں نے اس کو ناگزیر بنا دیا تھا -

دوسرا واقعہ جو دوسری انگریز میسور جنگ کی تعمیل کا سبب بیان کیا جاتا ہے وہ فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کا بسالت جنگ کی غیر مشروط مدافعت کا معاہدہ تھا - واقعات مختصراً یوں بیان کیے جاسکتے ہیں: نظام علی کا ایک بھائی بسالت جنگ ادونی، گنٹور اور دوسرے مقامات کی جاگیر کا مالک تھا - اس کے بارے میں شبہ کیا جاتا تھا کہ وہ بہت کٹر فرانسیسی نواز ہے اور بسالت جنگ کے انتقال پر نظام علی اور انگریزوں کے درمیان معاہدہ کی بنا پر گنٹور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہبہ کر دینا تھا - بنگال کی حکومت کی جانب سے مدراس حکومت کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بسالت جنگ کے دربار سے فرانسیسی اثرات دور کرنے کے اقدام کرے - اگرچہ نظام علی تک رسائی حاصل کی گئی تاہم دسمبر ۱۷۷۸ء تک مزید قدم نہیں اٹھائے گئے - جب فورٹ سینٹ جارج کی کونسل اور پریسیڈنٹ نے بسالت جنگ کی سلسلہ جنبانی کے نتیجہ میں تجویز رکھی کہ اس کی زندگی میں گنٹور کی ایک سرکار بنا دی جائے اور اس کی ملازمت سے فرانسیسی سپاہیوں کو الگ کرنے کے لیے اس کے علاقوں کے تحفظ کی خاطر کمپنی کے دستوں کو ان کی جگہ مقرر کیا جائے"(۲) فرانسیسیوں کو مات دینے کے شوق سے انھوں نے بسالت جنگ سے متعلق دوسری معلومات حاصل نہ کیں۔ بسالت جنگ کے دوسرے مقبوضات کے دفاع کی یہ ڈھیلی شرط ہی تھی جس نے مشکلات پیدا کر دیں - حیدر کی پیش قدمی سے ہونے والے خطرات کے مدِ نظر ادونی اور رائے چور کو مدد دینے کے لیے فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے یوروپی توپ خانے کی ڈیڑھ کمپنی، دو پیادہ کمپنیوں اور سپاہیوں کی چار بٹالینوں کو روانگی کا حکم دیا لیکن اس فوج کا راستہ جو تقریباً سڑک کے فاصلہ کے لحاظ سے دو سو میل تھا کڈپہ اور کرنول کے

---

(۱) خفیہ روئداد میں مورخہ یکم مارچ ۱۷۷۹ء ص ۲۷، ۳۲۶

(۲) " " " ۲۰ر مارچ ۱۷۷۹ء ص ۱۵۰

صوبوں سے ہو کر دو طاقتوں یعنی حیدر اور نظام علی کے علاقوں سے گذرتا تھا) اور ان علاقوں سے ایک فوج کے گذرنے کی نہ تو ان کو اطلاع دی گئی تھی اور نہ اجازت طلب کی گئی تھی۔ چنانچہ یہ نظام علی اور حیدر علی نے بظاہر ان پیش قدمیوں کو ناپسند کیا اور انھوں نے اپنی تمام کوشش اس پر لگادیں کہ بسالت جنگ گنتور سرکار کو اپنے ہاتھوں میں رکھے اور فوجوں کے کوچ کو روک دے۔ نظام نے تو اپنے بھائی کے سامنے یہاں تک تجویز رکھی کہ اپنے اس ضلع کو حیدر کو کرایے پر دے دے اور حیدر نے اس کو خوفزدہ کرنے کے لیے اس علاقہ پر ایک طاقتور فوج کے ساتھ حملہ کیا اور اس کو مکمل فتح کی دھمکی دی اگر اس نے کمپنی سے اپنے معاہدہ کو نہ توڑا۔ بسالت جنگ طاقتور حکمران کی خواہش کے سامنے جھک گیا اور کوچ کو منسوخ کر دیا گیا۔"(۱)
لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس ناقابل یقین کوتاہ اندیشی نے حیدر کو انگریز دشمنی میں اور کٹر کر دینے کے علاوہ نظام کو بھی ان سے برگشتہ کر دیا۔ وجوہ کی تلاش کوئی مشکل نہیں: "ہندوستان کی تمام شاہی حکومتوں میں تمام بھائی مسند کے دعوے دار ہوتے ہیں۔ بادشاہت کی حمایت حکمران کے چند بڑے فوجی نوکر کرتے ہیں اور کچھ ان کی آپسی رقابت و حسد سے بھی اسے تقویت پہنچتی ہے وہاں رقابت و حسد کی وجوہ موجود تھیں کیونکہ بسالت جنگ ایک حکمران خاندان کا شہزادہ تھا اور نواب اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتا تھا جب تک انگریزی فوجیں اس کے ساتھ تھیں۔ ایک مناسب جاگیر کی فراہمی اور ذاتی تحفظ کی ضمانت اس کو دی جا سکتی تھی لیکن جب تک ایک جماعت اس کے ساتھ تھی۔ نواب کے غرور کی تسکین یا اس کے شبہات کا ازالہ بہت مشکل تھا۔ ادونی میں ہمارے قدم جمانے پر حیدر کو کچھ کم حسد نہ تھا۔ کیونکہ وہ اس علاقہ کو ایک شکار سمجھتا تھا اور اسے پہلے ہی موقعہ پر ہڑپ کر لینا چاہتا تھا۔"(۲) چنانچہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام کارروائیوں کے دوران سب سے زیادہ ناعاقبت اندیشانہ قدم تھا اور بلاشبہ وہ بڑی حد تک نظام علی اور حیدر کے رویّہ کو سخت و شدید کرنے کا ذمہ دار تھا۔ حیدر کے ساتھ انگریزوں کے طریقۂ کار نے اس کو مزید برگشتہ کر دیا۔ بعد میں اس نے انگریزی وکیل سری نواس راؤ کو بتایا کہ ان تین برسوں کے دوران اس نے ارکاٹ میں اپنے وکیل بناجی پنت کو ہزار بار لکھا کہ وہ امن برقرار رکھنا چاہتا ہے لیکن ہر دن اُسے خبر ملی کہ ڈنڈیگل کی سرحد پر ایک نیا جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس نے دھمکی دی کہ وہ کرناٹک میں داخل ہو جائے گا، تمام علاقے کو تباہ و برباد کر دے گا اور سب کچھ جلا کر خاکستر کر دے گا لیکن جوب

---

(۱) خفیہ رودادیں مورخہ ۲۰ مارچ ۱۷۸۰ء ص ۱۴۶

(۲) 〃 〃 〃 ۱۴ فروری ۱۷۸۰ء ص ۲۴۰

http://www.apnaorg.com

میں مدراس کی حکومت نے محمد علی سے اور محمد علی نے مدراس کی حکومت سے استفسار کیا۔

حیدر نے حسب ذیل الفاظ میں فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کے خلاف اپنی شکایات ایک بار پھر دوہرائیں: "آپ کی حدود میری حدود سے ڈنڈیگل سے لے کر کڈپہ تک ملحق ہیں اور آپ کی جانب سے میرے علاقے میں مسلسل شورشیں برپا کی جاتی رہی ہیں نیل چری کا حاکم میرے ماتحت نائروں کو تحفظ دیتا ہے اور اپنے کارخانوں میں ان کے خاندانوں کو پناہ دیتا ہے۔ جستہ، بارود، آتشی اسلحوں سے ان کی مدد کرتا ہے اور میرے علاقے میں بدامنی پھیلاتا ہے۔ جب آپ اس بے اصولے ڈھنگ سے کام کر رہے ہیں اور آپ کے درمیان کون سا معاہدہ برقرار ہے یا ہم میں سے کس نے اس کی خلاف ورزی کی ہے"۔ (۱)

آیئے ہم حیدر کی خارجہ پالیسی کے اصولوں کا جہاں تک انگریزوں کا تعلق ہے ایک جائزہ لیں۔ ابتدائی برسوں میں فرانسیسیوں سے اس کے قریبی تعلقات نے اس کے دل میں انگریزوں کی طرف سے کد پیدا کر دی تھی۔ ۱۷۶۰-۶۱ء کے انتہائی اہم سال میں انھوں نے تعلقات بہتر بنانے کے لیے کوئی اقدام نہیں کیے۔ جب انھوں نے نظام سے مل کر حیدر کے خلاف اچانک اتحاد کر لیا تو اس کو تعجب بھی ہوا اور تکلیف بھی لیکن اس نے ان کی بساط انھیں پر الٹ دی۔ اس نے نظام کو اپنا ہمنوا بنا لیا اور ان کو الگ تھلگ کر دیا اور عین مدراس کے دروازوں پر ان سے اپنی شرطیں منوالیں۔ بہرکیف ایک حقیقت پسند ہونے کے ناطے اس نے یقیناً یہ محسوس کیا ہو گا کہ انگریزوں کے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ اس کی خارجہ پالیسی کا سب سے اہم مہرہ ہے۔ نظام بالکل ناقابل اعتماد تھا اور کسی بھی طرح سے وہ ایک مضبوط سہارا نہیں تھا۔ مرہٹے اس کے سب سے بڑے دشمن تھے جنھوں نے دوبارہ شکست دی تھی اور اس سے گراں قیمت علاقے چھین لیے تھے۔ ان حالات میں انگریزوں کی فوجی طاقت مرہٹوں کے خلاف ایک دفاعی معاہدے کی شکل میں استعمال کی جا سکتی تھی لیکن تیسرے مرہٹہ حملے نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ انگریزوں کے وعدوں پر بالکل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ مدراس کی حکومت فریبی اور بالکل ناقابلِ اعتماد تھی۔ تب بھی اس نے محمد علی کو رجھانے اور پھر سے گہری دوستی قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسے احساس تھا کہ مرہٹہ خطرہ کا اور کسی طریقے سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا لیکن محمد علی اور انگریز اس کی پہل کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کو ہمنوا بنانے میں ناکام رہنے پر اور ان کی لین کی تاخیر، ان کی غداریوں اور حیلوں بہانوں سے تنگ آکر اس نے ان کی دوستی حاصل کرنے کی بے سود پالیسی ہمیشہ کے لیے ترک کر دینے کا فیصلہ کر لیا لیکن یہ اس کے لیے ناممکن تھا کہ وہ جنوب میں ہونے والے واقعات سے اپنا دامن بچا سکتا اور تعلقات کا دو طرفہ پل بنا سکتا۔ ایک پونا کی طرف اور دوسرا مدراس کی طرف۔ ایک بار جب یہ ظاہر ہو گیا کہ انگریز مرہٹوں

---

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ ۸ مارچ ۱۷۷۱ء ص ۴۰۷

http://www.apnaorg.com

کے خلاف اس کے ساتھ دفاعی اتحاد کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو اُسے سمجھنا پڑا کہ مستقبل میں اس کے خلاف ان کے ایک جارحانہ اتحاد کر لینے کا امکان ہے۔ یہ امکان ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہیے اور پہلی انگریز مراٹھا جنگ نے اس کے لیے ایک سنہرا موقع فراہم کیا۔ جیسے کہ کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اپنے مراسلے میں بیان کیا تھا کہ" اس کی طاقت خطرناک حد تک پہنچ گئی تھی' وہ وہ بڑی حوصلہ مند اور غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا۔ اس کے پاس اسباب بھی بہت اور مختلف النوع تھے اور اس کا اقتدار اس کے علاقوں کے ہر حصّہ میں مضبوطی سے قائم ہو گیا تھا۔ ان تمام وجوہ کی بنا پر وہ ہندوستان کے سیاسی نظام میں سب سے اہم شخص بن گیا تھا"(۱) مرہٹوں نے صورت حال کو بہتر طور پر سمجھنے کا ثبوت دیا اور وہ قدرتی طور پر اس کی طرف زیادہ مائل ہو گئے۔ اس طرح حیدر کے دل سے شدید مرہٹہ دشمن رویّہ ختم ہو گیا اس کے بعد جنگ کم وبیش ناگزیر ہو گئی تھی۔ اس کی سب سے بڑی مشغولیت انگریزوں کو ختم کرنا تھا۔ حیدر کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کے لیے اسے مرہٹوں کے ساتھ اور اگر ممکن ہو تو نظام کے اتحاد کے ساتھ اور اگر ضروری ہو تو ان کی مدد کے بغیر بھی انگریزوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جیسے کہ اس نے بعد میں ایک انگریزی سفیر کو بتایا تھا کہ وہ کرناٹک سے انگریزوں کا نام و نشان مٹا دینا چاہتا تھا اور یہ اس کی زندگی کا نصب العین بن گیا تھا۔ لہٰذا اس کا ہر فوجی' سیاسی اور فکری اقدام اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہوتا تھا"(۲)

انگریزوں کا ماہی پر قبضہ کرنا' بسالت جنگ کا قضیہ' سرحدی جھگڑے' مالابار میں اختلافات' ان سب نے اسے برانگیختہ کر دیا تھا اور غالباً اس کے ذہن میں انگریز دشمن رجحان شدید کر دیا تھا لیکن حیدر نے اپنے جذبات کو اپنی پالیسی پر اثر انداز نہیں ہونے دیا جیسا کہ ولکس نے لکھا ہے کہ" ہر چیز کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی افادیت سے لگایا جاتا تھا"۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ بعد میں حیدر کو اپنی پالیسی کی تبدیلی پر پچھتاوا ہوا تھا۔ اگر یہ بات درست ہے تو ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اس سے بہتر اور مؤثر حکمت عملی اس وقت ممکن ہی نہیں تھی۔

---

(۱) فوجی محکمہ۔ انگلستان سے مراسلات مورخہ ۲ر اپریل ۱۷۸۰ء

(۲) فارسٹ انتخابات جلد دوم روئدادیں مورخہ ۲۶ر اگست ۱۷۸۱ء

http://www.apnaorg.com

باب ۱۹

حکمتِ عملی کا پس منظر ۸۲-۱۷۷۹ء

دکن اور جنوبی ہند میں جو چار طاقتیں دل چسپی رکھتی تھیں وہ حیدر علی، نظام، مرہٹے اور انگریز تھے ان میں سب سے زیادہ کمزور اور سب سے کم جنگ جو نظام علی تھا جسے جنگ سے بہت کم فائدہ ہو سکتا تھا اور جو حتی الامکان متضاد مفادات کے جھگڑوں میں غیر جارحانہ حکمت عملی اختیار کرنا چاہتا تھا۔ مرہٹہ ریاست بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ایک ڈھیلا ڈھالا وفاق تھا جن کے حکمران اگر متضاد نہیں تو مختلف مقاصد ضرور رکھتے تھے اور مختلف پالیسیوں پر عمل کرتے تھے۔ ان کا اقتدار بہر حال مختلف حدود میں مغربی ساحل سے مشرقی ساحل تک اور دریائے گنگا سے دریائے کرشنا و تنگ بھدرا کے پار تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے وسیع اثرات اور ان کے مرکزی مقام نے ان کو بنگال، بمبئی اور مدراس کی انگریزی حکومتوں کے لیے اور نظام اور حیدر علی کے لیے ایک خطرہ بنا دیا تھا۔ حیدر کی طاقت کا استقلال و استحکام انگریزا ور مرہٹوں دونوں کے خلاف تحفظ پر منحصر تھا۔ اس نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ اس کے وسائل دو محاذوں پر جنگ کے لیے ناکافی ہیں اور انگریزوں کے خلاف جنگ میں کامیابی کی پہلی شرط یہ ہے کہ مرہٹوں سے اتحاد کیا جائے یا کم سے کم ان کو غیر جانبدار ہی رکھا جائے۔ اس کی خوش قسمتی سے اس وقت کے حالات اس کے موافق تھے جو مرہٹہ میسور اتحاد کی شکل میں رونما ہوئے۔ یہ مہتم بالشان سیاسی حکمت عملی کا یہ عظیم انقلاب ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے اگرچہ بالآخر یہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔

پونا دربار میں رگھوناتھ راؤ کی ساکھ ختم ہو چکی تھی کیونکہ یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ اس کی روش کا ردِ عمل پھوٹ، نقصان اور بے عزتی تھا۔ نانا فرنویس برسرِ اقتدار آ گیا اور اگرچہ کچھ پہلے ہی اس نے

http://www.apnaorg.com

سکھارام باپو اور مرا با فرنویس جیسے حریفوں سے چھٹکارا پایا تھا تاہم جون یا جولائی ۱۷۷۸ء تک اس کا اقتدار مستحکم ہو گیا تھا اور وہ مرہٹہ خارجہ پالیسی کا نگران بن چکا تھا۔ اس نے مفاد کے ربط کو برقرار رکھنے میں پیشوا کا کردار انجام دیا تھا جس نے مرہٹہ وفاق کو ایک رشتہ میں پرو رکھا تھا۔ یہ فطری بات تھی کہ انگریز رگھوناتھ راؤ جیسے موم کی ناک والے حکمران کو زیادہ ترجیح دیتے۔ شاید یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ مغربی ہند میں وہ کردار انجام دے گا جو میر جعفر نے بنگال میں اور محمد علی نے کرناٹک میں انجام دیا تھا۔ رگھوناتھ راؤ کی کمزوری ۱۷۷۶ء میں اس وقت ظاہر ہو گئی تھی جب بمبئی کی حکومت اور رگھوناتھ راؤ کے درمیان ہونے والے معاہدہ کو بنگال کی حکومت نے رد کر دیا تھا اور جب جماعت وزراء سے پورن دھر کا معاہدہ کیا گیا تھا۔ رگھوناتھ راؤ نے یہاں تک پیشکش کی تھی کہ وہ انگریزوں کو پورا کونکن حوالے کرنے، گھاٹ کے مختلف دروں میں سے کسی ایک کو انگریزی فوجوں کے قبضہ میں دینے اور اس کو مرہٹہ سلطنت میں[1] واقع جاگیروں سے سردیش مکھی وصول کرنے کا حق دینے پر تیار تھا۔ رگھوبا کی حمایت میں بمبئی کی حکومت کی گرمجوشی کا عقدہ اس سے کھلتا ہے۔ ہیسٹنگز نے لکھا تھا کہ "ان کے جذبات اس کے مفاد کی تائید کرتے ہیں اور وہ مفاد حقیقت میں خود ان کا اپنا ہے"[2] حیدر آباد میں متعین انگریزی نمائندے نے لکھا تھا کہ "عالیجاہ پونا کی حکومت پر رگھوناتھ راؤ کو متصرف کرنے کی ہماری کوشش کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ان کے مقبوضات پر ہمارے حملہ کا پیش خیمہ ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مرہٹہ سردار کے ساتھ ہمارے تعلقات ان کے خلاف جنگ و جدل کے مرادف ہیں"[3]

ہیسٹنگز نے خود بھی شاید محسوس کر لیا تھا کہ رگھوبا اتنا نامقبول تھا کہ وہ دوبارہ اقتدار نہیں حاصل کر سکتا تھا، یا اقتدار برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ بہرکیف ناگپور کا مدھوجی بھونسلے اس کا اپنا امیدوار تھا۔ مرہٹہ معاملات میں مداخلت کے بارے میں اس کی اور بمبئی کی حکومت میں صرف اس قدر اختلاف تھا کہ کٹھ پتلی کس کو بنایا جائے۔ اسے علم تھا کہ مرہٹہ وفاق میں شگاف ہو چکا ہے۔ ناگپور کے بھونسلوں نے دیدہ و دانستہ اپنے کو پیشوا کے دشمنوں کی صفوں میں شامل کروا لیا تھا۔ وارن ہیسٹنگز کے پرائیویٹ سیکرٹری ایلیٹ کو ۱۷۷۸ء میں ایک معاہدہ کی گفت و شنید کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن راستے میں ہی وہ مر گیا۔ جنوری ۱۷۷۹ء میں گفت و شنید

---

(۱) گرانٹ ڈف جلد دوم ص ۳۲۳

(۲) 〃 〃 〃 ۳۶۱

(۳) ایم ایم۔ سی مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۷۷۸ء ص ۱۳۰۱، ۱۳۰۷

http://www.apnaorg.com

پھر سے ویڈ ہرسٹن کے ذریعہ شروع کی گئی لیکن مدھوجی پونہ کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا وہ برطانوی پیشکش کو محض سودے بازی کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ ہیسٹنگز نے اپنی غلطی جلد ہی محسوس کر لی اور منصوبے کو ترک کر دیا جسے گرانٹ ڈف نے "نامنصفانہ، نامناسب، پیچیدہ اور غیر دانشمندانہ" قرار دیا ہے۔

نانا فرنویس نے مرہٹہ ریاست کی جانب انگریزی حکمت عملی میں پنہاں خطرہ کو چاہے وہ بمبئی کی طرف سے ہو، یا کلکتہ کی طرف سے محسوس کر لیا۔ جس قدر اس نے مرہٹہ ریاست میں کٹھ پتلی دعویداروں کو کھڑا کرنے کی برطانوی کوششوں کا سدِ باب کیا اتنا ہی وہ مرہٹہ ریاست کے استحکام کے لیے برطانوی خطرے سے مزید متفق ہوتا گیا۔

پونا میں ایک فرانسیسی قسمت آزما سینٹ لوبن کی موجودگی سے خوف اور شبہ اور گہرا ہوتا گیا۔ وہ نومبر ۱۷۷۷ء میں وہاں پہنچا تھا۔ انگریز فرانسیسیوں کے اس منصوبہ سے خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں وہ ہندوستان میں اپنی طاقت کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش نہ کریں اور اس وقت یورپ میں دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کشیدہ تھے۔ پیشوا کی جانب سے گورنر جنرل کو اطلاع دی گئی کہ "فرانسیسی سفیر اس کی درخواست پر نہیں آیا ہے بلکہ اپنے فرمانروا کے حکم پر آیا ہے جس کی وجہ سے وہ عزت کا حق دار تھا۔ لہٰذا وہ آسانی سے نکالا نہیں جا سکتا چنانچہ اس وقت تک انتظار کرنا پڑے گا جب تک کہ وہ اپنی روانگی کے لیے خود درخواست نہ کرے۔"(۱) لیکن انگریزی حکومت کے خدشات اس وضاحت سے دور نہیں ہوئے۔ فرانسیسیوں سے جنگ شروع ہو جانے کا خدشہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا(۲) اور اس کے لیے کرنل لزلی کی قیادت میں ایک فوج بری راستے سے کالپی بھیجی گئی تاکہ وہ بمبئی حکومت کی فوجوں کو تقویت پہنچائے۔ مارچ ۱۷۷۸ء میں لزلی نے جمنا پار کی اور مرہٹہ علاقوں سے گذرا۔ برطانوی نمائندے نے دربار پونا اور سندھیا کو بھی پروانہ راہداری کے لیے درخواست دی تاکہ کوچ میں آسانیاں ہو جائیں۔ پیشوا نے جواب دیا کہ "گورنر جنرل کو چاہیے تھا کہ پہلے سے اپنی اس خواہش سے مطلع کرتے کہ وہ انگریزی افواج کے ایک حصے کو بھیجنا چاہتے ہیں اور اس کی جانب سے جواب موصول ہونے پر اس کے راستے کا تعین کرتے۔ زمانہ قدیم سے کمپنی کی فوجیں بری راستے سے کبھی

---

(۱) جی۔ پی۔ جی جلد ۵ نمبر ۲، ۹۔ اس فرانسیسی نے آخر کار پونا ۱۲ جولائی ۱۷۷۸ء کو چھوڑا۔ بہر صورت نانا فرنویس کے اقتدار پر محفوظ طریقے سے حاوی ہو جانے کے بعد یہ سوچنے کی کوئی وجہ نہیں کہ فرانسیسیوں کی مرہٹہ حکومت کی طرف سے کوئی ہمت افزائی ہو رہی تھی۔

(۲) ۷ اگست ۱۷۷۸ء کو بنگال کی حکومت کو جنگ کی سرکاری طور پر اطلاع ملی۔

http://www.apnaorg.com

نہیں گذری ہیں۔ انگریزی فوج کے لیے یہ بہتر ہوتا کہ اس نے اپنی منزل مقصود بجُوکی کے لیے قدیم راستہ اپنایا ہوتا (۱)۔ لیکن ہیسٹنگز نے جواب میں لکھ بھیجا کہ "وہ فوجوں کو واپس بلانے پر راضی نہیں ہو سکتا کیونکہ بمبئی والوں کو ان کی ضرورت ہے" (۲)۔ کرنل لزلی نے قلعوں میں محافظ فوج متعین کی اور مرہٹہ علاقے میں رقوم و اشیاء وصول کیں۔ اس نے پونا کی حکومت کو برانگیختہ اور چوکنا کر دیا جس کو دوسری اور شکایات بھی تھیں۔ مثلاً یہ کہ معاہدۂ پورن دھر کی ایک شق پر بھی عمل نہیں کیا گیا تھا اور انگریزوں نے رگھوناتھ راؤ کو پناہ دی تھی اور پیشوا کے علاقوں میں انتشار برپا کرنے کی کوشش کی تھی (۳)۔ لہٰذا اب جنگ ناگزیر ہو گئی تھی۔

یکم جنوری کو پانچ ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک انگریزی فوج نے رگھوناتھ راؤ کی معیشت میں پونا کی جانب پیش قدمی کی۔ وہ اس کے بیس میل کی حدود تک آگئی لیکن ایک برتر فوج کی موجودگی کی وجہ سے اُسے پسپا ہونا پڑا اور ۱۴ر جنوری کو اسے معاہدۂ وارگاؤں پر دستخط کرنے پڑے۔ فوج کو یرغمال چھوڑ کر واپس جانے کی اجازت دے دی گئی اور رگھوناتھ راؤ نے اپنے آپ کو مہادجی سندھیا کے حوالے کر دیا۔ معاہدہ کو بمبئی کی حکومت نے رد کر دیا اور کرنل لزلی کا جانشین کرنل گوڈرڈ فروری کے اختتام سے پہلے سورت پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ معاہدۂ پورن دھر کی بنیاد پر فرانسیسیوں کے خلاف کچھ مزید تحفظات کے ساتھ ایک نئے معاہدے کے لیے گفت و شنید از سرِ نو شروع کی گئی (۴)۔ لیکن بمبئی کی حکومت نے اعلیٰ حکومت کی منظوری سے فتح سنگھ گائیکواڑ کی حمایت کرنے کا ارادہ کیا۔ مرہٹہ معاملات میں مداخلت کی برطانوی پالیسی نئی راہوں کی تلاش میں تھی اور مرہٹوں میں اختلاف اور پھوٹ سے فائدہ اٹھانے کے لیے وہ کسی موقعہ کو کھونا نہیں چاہتے تھے۔ دوسری جانب مرہٹوں نے اپنی فتح سے ہمت پا کر سیلسٹ (SALSETTE) کے تخلیہ کا مطالبہ کیا۔ نظام کا یہ رویّہ

---

(۱) C.P.C.V ۱۰۸۰ (۲) C.P.C.V ۱۲۲۷ (۳) جان اپٹن کی روانگی کے بعد سرچیر تعطل کا شکار تھا اور پونا میں تھامس موسٹن نے نانا فرنویس کو اطلاع دی تھی کہ بمبئی کے گورنر کے حکم کے بغیر وہ اس کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا C.P.C.V ۱۲۲۲ (۴) اس تمام وقت میں پونا کی حکومت انگریزوں اور مرہٹوں کی پکی دوستی قائم ہو جانے کی توقع کر رہی تھی اور حیدر علی کے خلاف اپنی پوری فوج کو بھیجنے کو سوچ رہی تھی۔ رگھوناتھ راؤ کے مہادجی سندھیا کی حراست میں ہونے کے سبب شاید ان کا یہ احساس تھا کہ انگریزوں کے پاس جنگ شروع کرنے کا اب کوئی بہانہ نہیں ہے لیکن ان کی حکمت عملی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لڑائی کے امکانات سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ وہ حیدر کے ساتھ خط و کتابت بھی کر رہے تھے انھوں نے اس سے پیشکش کی بقایا کا مطالبہ کیا تھا اور اس کو انگریزوں کے خلاف اتحاد کرنے کی دعوت دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پونا کے وزراء کی طرف سے ایک خط موصول ہونے کے فوراً بعد حیدر نے تبصرہ کیا تھا کہ غالباً انگریزوں کے سر پر بدبختی کا بادل پھٹنے والا ہے۔ C.P.C جلد ۶ نمبر ۔

http://www.apnaorg.com

ان کی طرف دوستانہ تھا اور اس کا مشیر اعلیٰ معین الدولہ مرہٹہ نواز تھا۔ وہ برار کے حکمران مدھوجی بھونسلے پر اس کے دیوان دیواکر پنڈت کے ذریعہ خاصا اثر رکھتا تھا۔ اس مرحلے پر رگھوناتھ راؤ اپنے نگرانوں کو فریب دے کر بڑوچ کی جانب فرار ہوگیا اور ۱۲ جون کو گوڈرڈ کے لشکرگاہ میں پہنچ گیا۔ انگریزوں نے اس کا استقبال کیا اور اس کو شاہانہ نذر دی اور فیاضانہ وظیفہ مقرر کیا۔ مرہٹوں نے اس کو حوالے کرنے اور سلیسیٹ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس نازک مہینوں جولائی سے ستمبر ۱۷۷۹ء کے درمیان پیدا ہونے والی صورت حال کو لبعد میں مدھوجی بھونسلے نے اس طرح بیان کیا: "جب رگھوناتھ راؤ مہادجی سندھیا کی قید سے فرار ہوگیا اور سورت میں کرنل گوڈرڈ کے پاس جا پہنچا تو اتفاق سے اس وقت دیواکر پنڈت پونا میں موجود تھا۔ پیشوا کے وزیر نے اس کو بتایا کہ اس کو بیک وقت دو دشمنوں کا سامنا تھا۔ ایک حیدر علی جو جنوب میں اس کے علاقوں پر غاصبانہ تسلط جماتا جا رہا تھا اور دوسرے انگریز تھے جو رگھوناتھ راؤ کی حمایت میں لڑ رہے تھے انھوں نے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے بارے میں اس کی رائے پوچھی۔ پنڈت نے ان کو بتایا کہ ان کو انگریزوں کے ساتھ دوستی کرنی چاہیئے اور دونوں کو مل کر حیدر علی کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ وزیر اس پر راضی ہوگیا اور فوراً کرنل گوڈرڈ کے ساتھ گفت وشنید شروع کر دی گئی لیکن وہ ناکام ہی رہی۔ دوسرا کوئی راستہ نہ دیکھ کر اس نے اپنے پرانے دشمن حیدر علی سے سمجھوتہ کر لیا۔"(۱) ۱۷۷۹ء کے مانسون کے ختم پر گوڈرڈ نے بمبئی حکومت کو مرہٹوں، نظام اور حیدر کے درمیان ہونے والے ایک خاص وفاق کی اطلاع دی۔ ستمبر ۱۷۷۹ء میں نواب ارکاٹ نے بھی اس اتحاد کے بارے میں لکھا کہ "نظام حیدر کے ساتھ ایک سمجھوتہ کر رہا ہے اور پونا کے وزیر کے ساتھ اس کا اتحاد ہے۔"(۲) اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ کس نے پہل کی تھی۔ بعد میں ہیسٹنگز نے نظام علی کو سرزنش کی کہ "اسی کی درپردہ اجازت اور تحریک سے مرہٹے اور حیدر علی متحد ہوگئے تھے"(۳) لیکن یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پیشوا کی طرف خود قدم بڑھائے ہوں۔ محمد علی کے کارندوں اور نمائندوں کی یہی اطلاع تھی۔ مرہٹوں نے کچھ مدت تک کوئی قطعی جواب نہیں دیا کیونکہ انھیں توقع تھی کہ انگریز ان کی شرائط کو قبول کریں گے لیکن جیسے ہی ان کو معلوم ہوا کہ بمبئی کی حکومت ان کی شرائط تسلیم نہ کرے گی انھوں نے جلدی کی اور حیدر کی پیشکش قبول کر لی۔ سرنگاپٹم میں متعین مرہٹہ سفیروں کے مراسلات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد ماہ اسوج (ستمبر اکتوبر) میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔(۴)

---

(۱) C.P.C جلد ۶ (۲) C.P.C جلد ۵ نمبر ۱۶۰۷ (۳) C.P.C جلد ۶ نمبر ۹۳

(۴) اتہاس سنگرہ ۱۷۷۹ء نمبر ۶۸

http://www.apnaorg.com

نانا فرنویس کا دوسرا مدعا نظام کو شامل کرنا تھا۔ اس کو اس وقت انگریزوں سے کچھ شکایات تھیں جنھیں شمالی سرکار کی پیش کش کی دست برداری کے لیے ملا۔ اس حکومت کے مطالبے نے (جون ۱۷۷۹ء) بسالت جنگ سے اُن کے معاہدے (اپریل) اور بعد میں حیدر اور نظام کے علاقوں سے کرنل ہارپر (HARPER) کی فوج کے کوچ نے شدید کر دیا تھا۔ مدراس کی حکومت نے گنٹور سرکار نواب ارکاٹ کے حوالے کر کے نظام کو اور مشتعل کر دیا تھا۔[1]

خود نظام نے صورت حال کو اس طرح بیان کیا تھا: "پونا کے حکمرانوں کے میرے ساتھ تعلقات ہیں مدھوجی بھونسلے میرا حلیف ہے اور وہ پونا کے حکمرانوں اور حیدر نایک کے ساتھ ہے جو انگریزوں کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور ابھی جلد ہی پونا کے وزیروں کے ساتھ جنھوں نے معاہدہ کیا ہے وہ بھی ہمارے ساتھ تمام معاملات پر متفق ہیں"[2] لیکن حیدر نظام کی طرف اچھی طرح مائل نہیں تھا۔ اس نے شکایت کی کہ جب وہ انگریزوں سے لڑ رہا تھا تو نظام نے اسے دھوکہ دیا۔ صرف دو سال پہلے دھونسہ نے اس کے علاقے پر حملہ کیا تھا اور غارتگری مچائی تھی اور اس کے چند مالدار آدمیوں کو اغوا کر لے گیا تھا جو اب بھی قیدی تھے۔ پیشوا کے نمائندوں اور سندھیا کے وکیل نے یہ دلیل دی تھی کہ جنوبی ہند کی تین طاقتوں کے اتحاد کی صورت میں فتح یقینی ہوگی۔ تاہم حیدر نے یہ کہا تھا کہ اگر نظام نے ان کے ساتھ اشتراک نہ کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انگریزوں سے اشتراک کرے گا۔[3] مگر آخر کار وہ بھی راضی ہو گیا۔ نظام نے ہالینڈ کو ۱۷۸۰ء میں بتایا تھا کہ اس کا وفاق میں سب سے بڑا حصہ بھونسلے کی شمولیت ہے۔" راجہ برار پونا وزارت کی جانب سے موصول ہونے والی امداد کی درخواست پر ان اشتراک کے لیے تیار ہو گیا اور اس سے یہ جاننے کے لیے درخواست کی کہ ایسا کرنے میں اس کو اپنے مقبوضات کے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔ عالیجاہ نے اچھی طرح غور و خوض کر کے اعلان کیا کہ اگر برار کے راجہ نے ہمارے خلاف پیش قدمی کی تو اس کی ریاست کو اس کی طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"[4] یہ سوچنا غلط ہوگا کہ نظام اس حکمت عملی میں مرکزی حیثیت

---

(۱) نواب ارکاٹ نے لکھا ہے کہ "یہ نظام علی کی طاقت کے باہر ہے کہ مرہٹوں کی مخالفت میں انگریزوں کا ساتھ دے اور اگر اس کے ساتھ کوئی اتحاد ہو بھی جائے تو یہ انگریزوں کو مرہٹوں سے جنگ کرنے سے روک بھی نہیں سکتا۔ C.P.C.7 نمبر ۱۹۰۷

(۲) C.P.C.7 نمبر ۴۹ ۱۷۸۰ (۳) اتہاس سنگرہ (۴) انگریزوں کے ساتھ اپنی خط و کتابت میں نظام نے ایک مرحلہ پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ وفاق کے قیام کے سلسلہ میں وہ مشیر اعلیٰ رہا ہے لیکن ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں غلط نہ ہوں کہ اس نے یہ دعویٰ اس امید پر کیا تھا کہ برطانوی حکمت عملی پر اس کا پسندیدہ اثر مرتب ہوگا۔ جہاں تک مرہٹوں اور حیدر کے سمجھوتے کا تعلق ہے اس میں نظام کا کوئی تعلق نہ تھا۔

http://www.apnaorg.com

رکھتا ہے جو وفاق کے قیام کا سبب بنی۔

لڑائی چھیڑنے کے بعد نظام کی سرد مہری اس نتیجے کی تائید کرتی ہے۔ منصوبہ یہ تھا کہ نظام چکاکول اور راجہ منڈری پر حملہ کرے، حیدر مدراس پر، مدھوجی بنگال پر اور مرہٹے انگریزوں کا مقابلہ مغربی ساحل پر کریں۔ لیکن ہیسٹنگز کا ایک دوستانہ خط نظام کے نام عین وقت پر پہنچ گیا۔ اس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ ”آپ کے خط کے آنے میں کافی تاخیر ہوئی اور اس دوران مدراس کونسل اور اس کے گورنر کی زیادتی بڑھتی گئی۔ میں ان سے اس کا مناسب انتقام لینے والا ہی تھا کہ آپ کا خط موصول ہوا اور اس کے مضمون کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد میں نے اپنی تیاریاں ختم کر دیں۔“(۱) گنٹور اسے بحال کر دی گئی اور پیشکش کا وعدہ کر لیا گیا۔ لیکن اگرچہ نظام نے عملی طور پر اتحاد سے قطع تعلق کر لیا تھا مگر وہ حیدر کے خلاف انگریزوں کے ساتھ اشتراک نہیں کر سکتا تھا۔ وہ رگھوناتھ راؤ کے اقتدار کی بحالی سے اب بھی خوفزدہ تھا اور اس وقت وہ بہت خوش ہوا جب گوڈرڈ کو اپریل ۱۷۸۲ء میں گھاٹ سے پسپا ہونا پڑا۔ وہ غیر جانبدار رہا اور اگر نہ بھی رہتا تو کسی طرف بھی اس کی امداد کچھ زیادہ مددگار نہ ہوتی۔ ہالینڈ نے (۱۳ ستمبر ۱۷۷۹ء کو) اطلاع دی کہ اس کی ساٹھ ہزار سواروں کی سوار فوج کمزور اور غیر تربیت یافتہ اور اس کے پیادے جن کی تعداد آٹھ ہزار کے قریب تھی، عام چپراسیوں سے بھی کم خدمت کے لائق تھے اور اس کی تیاریاں اتنی ناقص تھیں کہ اس نے حیدرآباد کی فصیلوں پر ایک بھی توپ نہیں نصب کی تھی۔“(۲) لیکن ہیسٹنگز وفاق کے ایک اور مذبذب رکن مدھوجی پر اس کے اثر سے واقف تھا۔ ہیسٹنگز مشرقی ساحل کو انگریزوں کے لیے محفوظ دیکھنا چاہتا تھا۔

مدھوجی بھونسلے اس پر دل سے راضی نہیں تھا اگرچہ وہ تخریب و انتشار کی کافی طاقت رکھتا تھا۔ ”مڈناپور سے جلیسر تک پھیلے ہوئے برطانوی بنگال کی وسیع جنوبی سرحد پر کم سے کم ۱۰ لاکھ مسلح آدمی درکار تھے۔ جن کے بغیر اس کو ہلکے سواروں اور پنڈاری لٹیروں سے محفوظ نہیں رکھا جا سکتا جو ناگپور سے ذرا سا اشارہ ملنے پر کسی حصے میں بھی لوٹ مار مچا سکتے تھے۔ سرحد کی ایسی خلاف ورزی چاہے جتنی مختصر اور فوجی اثرات کے لحاظ سے چاہے جتنی غیر مؤثر ہوتی بنگال کے جنوبی اضلاع کے محفوظ امن و امان اور معاشی زندگی کو بے انتہا نقصان پہنچا سکتی تھی۔“(۳) اس نے ۳۰ ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک فوج اپنے بیٹے چمنا جی کے زیر کمان کٹک

---

(۱) C.P.C. 6 سنہ ۱۷۸۰ء ۱۹ جنوری

(۲) M.M.C یہ نظام کی اہمیت کا احساس تھا جس نے مدراس حکومت کو مشتعل کرنے والا بنا دیا تھا لیکن ہیسٹنگز بہتر طور پر سمجھتا تھا۔

(۳) پونا ریزیڈنسی کی خط و کتابت، ناگپور کے معاملات، مقدمہ

http://www.apnaorg.com

کی طرف اکتوبر ۱۷۸۰ء میں سچ مچ بھیج دیا لیکن فوج کی رفتار سست تھی۔ وہ کٹک مئی ۱۷۸۱ء میں پہنچی حکومت نے کلکتہ، بردوان، مڈناپور کے برطانوی افسروں کے نام احکامات جاری کیے کہ کٹک میں مرہٹہ لشکر گاہ کو غلہ رسد اور دوسری ضروری اشیاء فراہم کریں اور ان کے کارندوں کی ان کی فراہمی میں مدد کریں[1] ہیسٹنگز نے اس کو تین لاکھ اکتوبر ۱۷۸۰ء کو اور تیرہ لاکھ اپریل ۱۷۸۱ء کو ادا کیے چنانچہ اس کے مطابق چمناجی نے بنگال پر حملہ نہیں کیا بلکہ ڈھنکنل کے راجہ کے خلاف الٹ پڑا جبکہ کرنل ہف پیرس (HUFH PEARSE) نے بنگال سے پولی کٹ کی طرف پیش قدمی کی۔ اپنے راستہ میں پیرس کو ناگپور کے کارندوں اور نمائندوں سے ضروریات کا سامان اور دوسری مدد ملتی رہی۔ مدھوجی نے نہ صرف پیرس کو ایک ایسے علاقے سے آزادی سے گزرنے کی اجازت دے دی جہاں محض ضروریات کا روک لینا اس کے بڑھتے قدموں کو روک دینے کے لیے کافی ہوتا[2] بلکہ اس کے لیے اس نے جنگلات بھی صاف کرا دیے۔ نانا فرنویس نے بیکار میں مدھوجی کے سامنے منڈلا کے عطیہ کا امکان پیش کیا جس کو وہ بہت پسند کرتا تھا بشرطیکہ وہ انگریزوں کے خلاف جنگ کرے[3] غالباً حیدر بھونسلے کے کردار کو زیادہ بہتر طور پر سمجھتا تھا۔ اس نے اس کی جانب سے یقین دہانی کا مطالبہ نہیں کیا تھا لیکن اس نے صرف تنہا سندھیا کے تعاون کی درخواست کی تھی جس نے بنگال پر حملے کے آزادانہ منصوبے کی تجویز رکھی تھی۔ مدھوجی کی عملی طور پر غداری نے پونا کے وزراء کو پریشان کن حالت میں مبتلا کر دیا اور انھوں نے سباجی کے سابق دیوان بھوانی شیورام کو بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ بنگال کے خلاف بھیجنے کا بھی خیال کیا[4]

---

(۱) دیکھو روداد ۱۷۸۱ء ۲۲ جون ص ۹۵۰، ۹۵۲

(۲) پیرس نے لکھا "میں ایک ایسے علاقے سے گزر رہا ہوں جو اتنا غیر معروف ہے جیسے وہ چین کے اندرونی علاقے میں واقع ہو وہ ایسا علاقہ ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ DAME NATUE کی دکان کے حصوں اور ٹکڑوں سے بنا ہو اور جس میں سوائے ریت اور اونچی نیچی چٹانوں کے اور کھاری پانی اور مہلک ہواؤں کے اور کچھ نہیں ملتا۔" فلی مور، ہندوستانی دستاویزات کا جائزہ جلد اول ص ۵۰، ۵۱

(۳) C.P.C اس نے اس کو اپنی روانگی کی ایک شرط نہیں قرار دیا تھا کہ مدھوجی بھونسلے اور ہولکر اسے یقین دہانی کرائیں لیکن وہ مرہٹہ وفاق کے دوسرے تمام اراکین میں سندھیا کی جانب سے یقین دہانی پر ضرور اصرار کیا تھا۔

(۴) C.P.C.V ۳۹۰ ۵ مارچ ۱۷۸۱ء

http://www.apnaorg.com

نانا فرنویس حیدر کے تعاون کا اتنا مشتاق تھا کہ وہ مراعات دینے پر راضی ہو گیا۔ رگھوناتھ راؤ کے دیے ہوئے عطیوں کی منظوری دے دی گئی۔ جس کا عملی لحاظ سے مطلب یہ ہوا کہ حیدر کی شمالی سرحد کرشنا تک وسیع ہو گئی تھی۔ ان قطعات کے لیے حیدر کو سال بھر میں صرف گیارہ لاکھ ادا کرنے تھے اور مرہٹوں نے اپنے بقایا خراج کا دعویٰ بھی ترک کر دیا۔ عہدنامہ (جنوری ۱۷۸۰ء) یا دستاویز معاہدہ نے یہ صراحت کر دی تھی کہ اس وقت ادا کردہ رقوم کا اندراج سال آئندہ کے لیے کیا جائے گا جو وسط اپریل سے شروع ہونے والا تھا[۱] اور مشترکہ مقصد کے حصول کے لیے کثیر فوجی اخراجات کے پیش نظر مرہٹہ حکومت نے بقایا خراج کا اپنا مطالبہ بھی چھوڑ دیا۔ انگریزوں کو امید نہیں تھی کہ مرہٹے اس قدر چھوڑنے پر تیار ہو جائیں گے اور جب نواب ارکاٹ کے ذریعے اتحاد کی پہلی خبر پہنچی تو مدراس کی حکومت نے اعلان کیا کہ "خبر رسانی کاغذات میں جن تفصیلات کا ذکر ہے وہ اتنی ناقابلِ یقین ہیں کہ ان پر ہم زیادہ بھروسہ نہیں کر سکتے"[۲] لیکن سرنگاپٹم میں مرہٹہ سفیر نے بہت مسرت کا اظہار کیا اور اس نے اپنے جوش کی حالت میں لکھا کہ "معاہدہ کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ ہم مشترکہ طور پر ایک خطرناک مہم کا بیڑا اٹھانے جا رہے ہیں۔ ایسا سمجھوتہ اور ایسی دوستی آنجہانی پیشوا (مادھو راؤ) کے عہد میں نہیں قائم ہو سکتی تھی"[۳]

لیکن یہ مراعات محض انگریزوں کے خطرے کو روکنے کے لیے دی گئی تھیں اور اس کی مشکل ہی سے توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ ذہنی تحفظات و شرائط کے ساتھ نہیں دی گئی تھیں۔ جیسے ہی حالات بہتر ہوئے نانا کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ دی ہوئی رعایتیں واپس لے لے[۴] شمال میں جنگ مرہٹوں کے لیے موافق نہ تھی۔ برطانوی

---

(۱) اتہاس سنگرہ خط نمبر ۴۹ ۱۷۸۰ء (۲) فورٹ سینٹ جارج ۲۹ نومبر ۱۷۷۹ء

(۳) " " جلد ۱۹ خط نمبر ۱۳۲ مورخہ ۲۲ مئی ۱۷۸۰ء۔

(۴) ویدھرسٹن نے پونا سے جنوری ۱۷۸۰ء میں تحریر کیا "وزیر نے ہری پنت سے اس خط کے مضمون پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا جو حیدر نے اس کے دربار میں اپنے وکیل لچھمن راؤ استیا کے ذریعے بھیجا گیا تھا اور جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ پہلے خط میں پیش کردہ تجویز سے بہت زیادہ مختلف تھا۔ ہری پنت کی پیش کردہ دلائل کے جواب میں کہ اس غلطی کا ازالہ اگلے خط میں کر دیا جائے گا وزیر نے ذرا گرمی سے اپنی بے اطمینانی کو دہرایا اور اس نے اعلان کیا کہ وہ حیدر کی اس درخواست کو کبھی نہیں منظور کرے گا کہ استیا اس کی خدمات کے لیے اپنی جاگیر میں ایک فوج تیار کرے جو غالباً کرناٹک کی سمت میں دریائے کرشنا کے کناروں پر واقع ہے لیکن اگر اس نے اسے پسند کیا تو اس کے ایسا کرنے کے ارادے کی خبر کو شائع عام کر دے گا۔

http://www.apnaorg.com

فوجیں سندھیا کے علاقوں کے قلب تک جا گھسیں اور اس کو کرنل موئر (MUIR) کے ساتھ اگست ۱۷۸۱ء میں گفت و شنید شروع کرنے پر مجبور کر دیا۔ سندھیا کے ساتھ ایک معاہدہ ۱۳ اکتوبر کو پایا اور سندھیا نے پونا کی حکومت اور انگریزوں کے درمیان ثالثی کرنے کا وعدہ کر لیا۔(۱) معاہدہ کی شرائط نورالدین محمد اور پنڈت نرسنگھ راؤ پونا میں حیدر کے وکیلوں کو معلوم ہو گئیں اور انھوں نے فوراً بلا تاخیر حیدر کو مطلع کر دیا۔ انگریز حیدر کے خلاف مرہٹوں کی امداد یا کم سے کم ان کے ساتھ الگ ایک معاہدۂ صلح کرنا چاہتے تھے۔ نانا فرنویس نے واضح طور پر تسمیہ کہا کہ پیشوا حقیقت میں حیدر کا دشمن تھا لیکن چونکہ ان دونوں کے درمیان معاہدۂ اتحاد تھا اور حیدر کی جانب سے ابھی تک اس کی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی لہٰذا" یہ عزت و وقار اور عوام کے اعتماد کے خلاف تھا کہ اس کے خلاف جنگ شروع کر دی جائے اس لیے حسب ذیل منصوبہ ہی اس کی سمجھ میں آیا ہے جو انگریز اور مرہٹہ ریاست دونوں کے خیالات کا جواب دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ فوری طور پر ایک عام معاہدہ کر لیا جائے جس میں حیدر بھی شامل ہو اور تب اس صورت میں پیشوا تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو گا۔ اور حیدر کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دینے میں آزاد ہو گا"۔(۲)

ویدھرسٹن کے ساتھ اپنی گفتگو میں نانا نے کسی بھی معاہدۂ صلح میں حیدر کی شمولیت کو ضروری شرط قرار دیا۔(۳) لیکن اس نے برطانوی پیشکش کو حیدر پر دباؤ ڈالنے کے لیے استعمال کیا۔ حیدر کے وکیل نورالدین سے اس نے مہادجی کے ثالثی کو قبول کرنے کے اپنے ارادے کا اظہار کیا اور حیدر کو ایک معقول صلح کرنے پر مجبور کرنے کے لیے انگریزوں کے ساتھ اشتراک کرنے کی بھی دھمکی دی۔(۴) لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ وہ حیدر تنگ بھدرا کے شمال میں واقع علاقوں کا تخلیہ کر کے اور اس کے جنوب میں پالیگاروں پر اپنے وعدوں کو ترک کر کے اس کو روک سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جنگ جاری رہے گی۔ فطری بات تھی کہ حیدر گفت و شنید کو طول دینا چاہتا تھا۔

---

(۱) اس وقت میدان میں کئی صلح کرانے والے تھے۔ گوڈرڈ نے ویدھرسٹن کو فروری ۱۷۸۲ء میں پونا بھیجا۔ سر آئر کوٹ، مسٹر ایڈورڈ ہیوز، میکفرسن اور میکارٹنی نے پیشوا کے نام ایک خط تحریر کیا اور اسے محمد علی کے وکیل کے پاس بھیج دیا جس میں صلح کی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا۔

(۲) ویدھرسٹن کا خط بنام میکارٹنی مورخہ ۲۶ فروری ۱۷۸۲ء

(۳) ، ، ، ، ، ، ،

(۴) ولکس جلد دوم ص ۳۶۳

http://www.apnaorg.com

۱۷ مئی ۱۷۸۲ء کو معاہدہ سلبائی (SALBAI) عمل میں آیا جس کا حکم اور رضامن مہادجی سندھیا تھا۔ اور کلکتہ میں ۶ جون کو اس کی تصدیق ہو گئی۔ شق نمبر ۹ اور ۱۰ کا مفہوم کچھ یوں تھا:

"پیشوا تسلیم کرتا ہے کہ جیسے ہی نواب حیدر علی اس کے ساتھ معاہدہ کرے گا اس کو ان علاقوں کو چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا جو بدامنی کا شکار ہیں اور جو انگریزوں اور اس کے حلیفوں سے چھینے گئے ہیں اور ان کو کمپنی اور نواب محمد علی خاں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ حیدر علی خاں کو انگریزوں اور اس کے حلیفوں کے ایسے تمام علاقوں کو چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا جس پر اس نے ۹ رمضان ۱۱۸۱ھ کو پیشوا کے ساتھ معاہدہ ہونے تک کی مدت کے دوران قبضہ کیا ہوگا۔ انگریز اس صورت میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ جب تک حیدر علی خاں اس کے بعد ان کے اور ان کے حلیفوں کے خلاف جنگ کرنے سے احتراز کرے گا اور جب تک وہ پیشوا سے دوستی برقرار رکھے گا وہ کسی طرح بھی اس کے خلاف کوئی معاندانہ کارروائی نہیں کریں گے۔"

"پیشوا اپنی جانب سے اور اپنے حلیفوں نواب نظام علی خاں، رگھوجی بھونسلے اور نواب حیدر علی خاں کی جانب سے بھی اقرار کرتا ہے کہ وہ انگریزوں اور ان کے حلیفوں کے ساتھ ہر لحاظ سے دوستی برقرار رکھے گا"(۱) معاہدہ سلبائی کی شرائط سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جیسے مرہٹوں کا ایک ماتحت تھا۔

لیکن پونا کی حکومت نے مہر تصدیق ثبت کرنے میں تاخیر کر دی۔ گرانٹ ڈف کے خیال میں اس کی وجہ سلیسٹ کی بحالی کی امید کی طرف تھی لیکن غالباً اس کا مقصد حیدر کو نرم پڑنے پر آمادہ کرنا تھا۔ حیدر کی پریشانی بجا تھی۔ مرہٹوں اور انگریزوں میں معاہدہ نظام کی وابستگی کو تقریباً یقینی بنا دیتا۔ اس کا امکان ہے کہ نانا نے پہلے ہی اس کے خلاف نظام کے ساتھ معاہدہ کرنے کو سوچا ہو تاکہ کھوئے ہوئے مرہٹہ علاقوں کو واپس لیا جا سکے۔ یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ وہ حیدر کی اس کامیابی سے بھی فائدہ اٹھانا چاہتا ہو جو وہ مشرقی ساحل پر فرانسیسیوں کی مدد سے انگریزوں کے خلاف حاصل کر لیتا۔ وہ انگریزوں کی اس سیاسی تحریک سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جو ان سے تصدیق معاہدہ کے تبادلے کی تاریخ نہ مقرر کرنے سے زند ہوئی تھی۔

ستمبر ۱۷۸۲ء میں حیدر نے اپنے وکیل سو بھارام کو قیمتی تحائف کے ساتھ نظام کے پاس بھیجا اور

AITCHISON Ⅲ (1)

بعد میں وکیل سری نواس راؤ پنڈت حیدر راور لسبی کی طرف سے خطوط لے کر پہنچا۔ نظام کے نزدیک اس عظیم فرانسیسی کی بہت عزت تھی وہ اس کے دربار میں تقریباً ایک روایتی شخصیت بن گیا تھا۔ اس نے نظام کو خبر بھیجی کہ وہ موریشس ایک بیڑے کے ساتھ پہنچ چکا ہے اور ایک فوج انگریزوں کے خلاف حیدر کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کے لیے جلد ہی ہندوستان کے لیے روانہ ہونے والی ہے۔ حیدر نے اپنے وکیل نرسنگھ راؤ کو سندھیا کے پاس بھی بھیجا اور گرانٹ ڈف کے مطابق تعاون کے عوض فیاضانہ امداد کی پیشکش کی۔ اس میں شک ہے کہ آیا ان تجاویز سے واقعات کے رُخ میں کوئی تبدیلی آتی۔ لیکن حیدر اچانک ۷ دسمبر کو وفات پا گیا اور پونا کی حکومت نے ۲۰ دسمبر کو معاہدہ کی بسرعت توثیق کر دی۔ بخت خاں کی موت نے سندھیا کے لیے دہلی میں امکانات کا دروازہ کھول دیا کہ وہ انگریزوں کی غیر جانبداری سے فائدہ اٹھا سکے۔ مرہٹہ حکمت عملی کا اندازہ تھا کہ ٹیپو معاہدہ سلبائی کو تسلیم کرے گا لیکن ٹیپو نے مرہٹوں کے ماتحت کی حیثیت میں ظاہر ہونا پسند نہیں کیا۔ ۱۱ مارچ ۱۷۸۴ء کے منگلور کے معاہدہ میں معاہدہ سلبائی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مرہٹوں کے ساتھ اپنے سلوک میں حیدر اپنے آپ کو فریب دیتا نظر آتا ہے۔ وہ اور مرہٹے دونوں انگریزوں سے جنگ کرنے کے الگ الگ وجوہ رکھتے تھے اور ان کا اتحاد ایک دوسرے کے مفاد میں تھا۔ ان حالات میں ایک حلیف سے ایک ایسے علاقے کو طلب کرنا جس کو نہ تو فتح کر سکتا تھا اور نہ اس پر اپنا تسلط برقرار رکھ سکتا تھا ایک ایسا قدم تھا جو وفادارانہ تعاون یا مستقل دوستی کو جنم نہیں دے سکتا تھا۔

http://www.apnaorg.com

باب ۲۰

دُوسری میسور۔ انگریز جنگ
پلور کی فتح

حیدر اب جنگ کا فیصلہ کر چکا تھا اور اس نے اپنے ارادوں کو چھپایا نہیں۔ اس نے گرے (GRAY) کے ساتھ جو فروری ۱۷۸۰ء میں صلح کی ایک سفارت پر آیا تھا بالقصد ذلت آمیز سلوک کیا۔* برہمن نجومیوں کی بنائی ہوئی ساعت کے مطابق ۲۰ر مئی کو اس کی فوج کے دستے سرنگاپٹم سے روانہ ہوئے

---

* گرے کی رپورٹ: ——— آپ کے ۱۴ر جنوری کے احکام کی تعمیل میں میں سرنگاپٹم گیا جہاں میں ۱۰ر فروری کو پہنچا۔ نواب حیدر علی خاں نے اپنی مرضی سے ان لوگوں کو آزاد کر دیا جن کی رہائی کے لیے مجھے درخواست کرنے کی ہدایت کی گئی تھی چنانچہ میرے لیے صرف تب شکریہ ادا کرنا رہ گیا تھا.... جب میں شکریہ ادا کر چکا تو اس موقع کو غنیمت جانا اور میں نے نواب سے دوستی اور خیر خواہی کے ان جذبات کا اظہار کیا جو فورٹ سینٹ جارج کی حکومت اور برطانوی قوم کے دل میں عالیجاہ کے لیے موجود ہیں۔ لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اس موضوع پر میرے ادعا کے جواب میں معاہدوں کی متوقع خلاف ورزی پر طنز کیا گیا اور برطانوی قوم پر معاہدہ کی قطعی و صریح خلاف ورزی کا الزام عائد کیا گیا۔ نواب کے ان جذبات کے ناپسندیدہ اور ناخوش کن اظہار کے باوجود میں اس امید پر سرنگاپٹم میں ٹھہرا رہا کہ شاید وضاحت کرنے کا کوئی مناسب موقع مل جائے لیکن مجھے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ اس نے مجھے دوبارہ ۱۰ر مارچ تک اپنی خدمت میں حاضری کی اجازت نہیں دی اور اس وقت بھی اس نے مجھے خاص طور سے صرف رخصت کی اجازت دینے کے لیے طلب کیا تھا۔ میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوں کہ دربار میں میرا استقبال نہ تو دوستانہ تھا اور نہ عزت و احترام کے ساتھ۔ خوش خلقی اور شائستگی کے ایک دو اظہار کے مقابلے میں سرد مہری اور بے گانگی کا اظہار کہیں زیادہ کیا گیا اور میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ موخر الذکر رویّہ قصداً کیا گیا اور جان بوجھ کر برتا گیا۔ M.M.C یکم اپریل ۱۷۸۰ء ص ۳۲۹ — ۳۲۸

http://www.apnaorg.com

اور دوسرے دن وہ خود بھی روانہ ہوگیا۔ بنگلور میں ۲۲ دن قیام کرنے کے بعد اور اپنی فوج کو جمع کرکے اس نے اپنا کوچ جاری رکھا۔[1]

حالانکہ اس کے ارادے اور تیاریوں کا دنیا کو علم تھا تاہم حکومت مدراس نے غفلت میں نہ تو اپنی افواج ایک جگہ جمع کیں اور نہ محافظ افواج کو کمک بھیجی۔ ویلور سے کرنل لینگ نے ۱۰ جولائی کو اور چار دن بعد کرنل کیٹنگ نے امبور سے اطلاع دی کہ میسور کی فوج روانہ ہو چکی ہے۔ لیکن کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا گیا۔ برطانوی فوجیں منتشر رہیں۔ مرکزی افواج میں دو ہزار سپاہی کرنل کوسبی (COSBY) کے زیر کمان ترچناپلی میں تھے۔ ڈیڑھ ہزار آدمی ڈیڑھ ہزار آدمی کرنل بریتھ ویٹ (BRAITH WAITE) کے زیر قیادت پانڈیچری میں، دو ہزار آٹھ سو سپاہی کرنل بیلی (BAILLIE) کے زیر کمان گنٹور میں اور تقریباً پانچ ہزار سپاہی سر ہیکٹر منرو (HECTOR MUNRO) کے تحت مدراس میں تھے۔[2] سرحدی چوکیوں اور شہروں کی قلعہ بندی کمزور تھی اور مدافعت بھی اچھی نہ تھی۔ حیدر کی طرف سے حملے کے خطرے کے باوجود انگریزوں کی خاموشی نے اس کو اور دوسرے مشاہدین کو حیرت میں ڈال دیا۔

حیدر نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ "انھوں نے کچھ بھی انتظام نہیں کیا تھا۔ جب میں نے ان کے علاقے میں حملہ کرنے کے لیے اپنی تمام افواج اکٹھا کرلیں تو ان کی صلاحیت و لیاقت کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں دکھائی دی"۔[3] حیدر کے فرانسیسی سپاہیوں میں سے ایک نے لکھا تھا کہ "انگریز جنھوں نے اپنے فوجی حملوں میں ہوشیاری، مستعدی اور چستی کا مظاہرہ کیا تھا جس نے ایشیا کے تمام حکمرانوں کو حیرت میں ڈال دیا اس وقت انھوں نے اپنے دشمن کی پیش قدمی روکنے کے لیے ایک آدمی بھی نہیں بھیجا .... حیدر کے ساتھ اپنے پہلے مقابلے میں انھوں نے اپنی افواج کو اکٹھا نہ کرکے ناقابل تلافی غلطی کی"۔[4]

---

(۱) نواب حیدر علی خاں کی مہم۔ ترجمہ از سرکار (۲) برطانوی فوج کی تاریخ جلد ۳ ص ۴۴۰۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۳۱

(۳) محمد علی کی طرف سے بے واٹ خبر رسانی مورخہ ۱۵ جولائی ۱۷۸۰ء (۴) نواب حیدر علی خاں کی مہم۔ ترجمہ سرکار ۱۷۸۰ء: —— مدراس کی حکومت کی ناقابل یقین نااہلی کا ۲۵ جولائی ۱۷۸۰ء کو گورنر کی جانب سے اس وقت انا کونڈا میں مقیم بیلی کے نام مراسلہ ہدایات سے زیادہ کہیں اور مظاہرہ نہیں ہوتا —— "چونکہ حیدر نے کرناٹک کے خلاف حملے شروع کر دیے ہیں اس لیے ہماری خواہش ہے کہ تمہارے زیر کمان فوجیں شمالی جانب اس کے علاقے میں اس کو تنگ و پریشان کریں۔ اگر تمہیں کڑپہ کے قلعے کے حالات کے بارے میں اطلاعات ہوں اور ان سے تمہیں یہ اندازہ ہو کہ تم اپنی فوج کے ساتھ اس پر قبضہ کر سکتے ہو تو انتہائی مستعدی سے اس مقصد کے حصول کے لیے کوشش کرو .... اور اگر تمہاری یہ رائے ہو کہ اس پر بھاری توپوں کے بغیر قبضہ نہیں کیا جا سکتا تو تب تک انتظار کرو جب تک کہ بھاری توپیں تمہارے پاس نہ پہنچ جائیں اور اس دوران اپنی فوجوں کو ہماری ہدایات کے مطابق دشمن کو پریشان کرنے کے لیے استعمال کرو جتنا تم اسے پریشان کر سکتے ہو۔"

فوجی مشاورتیں ۲۳ جولائی ۱۷۸۰ء۔

حیدر نے اس مہم کے لیے ایک بڑی فوج اکٹھا کر لی تھی۔ انتہائی قابل اعتماد اندازوں کے مطابق جو ولکس نے پولنیا سے حاصل کیے تھے اور جو حقیقی اطلاعات پر مبنی تھے ــ یہ فوج ۲۵ ہزار پیادوں اور ۲۸ ہزار سوار اور اس کے علاوہ تیر اندازوں اور دوسرے فوجیوں پر مشتمل تھی اور جن کی مجموعی تعداد نوّے ہزار تھی۔ اس کے علاوہ چند سو فرانسیسیوں پر مشتمل ایک فوجی دستہ جن میں کچھ سوار بھی تھے پومورن (PUYMORIN) اور لالی کے زیر کمان تھا اور کچھ توپیں بھی تھیں۔ حیدر کے ساتھ اس کے دو بیٹے ٹیپو اور کریم بھی تھے اور ان میں سے مؤخر الذکر پہلی بار کمان کر رہا تھا۔(۱)

۲۱ر جولائی کو جیسے ہی حیدر نے گھاٹ پار کیے اور چنگما (CHANGAMA) کے درّے کے قریب میدانوں میں اترا۔ اس نے چار ڈویژنوں میں ۱۵ ہزار سواروں کو الگ کرکے برطانوی محافظ فوجوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ انھوں نے بیک وقت پورٹو نوو، کانجی ورم اور ترنامالی کو لوٹا اور آگ لگادی ــ دیہی علاقوں میں بے امتیاز اور وحشت آمیز تباہی کے الزام کی ولکس نے تردید کی۔ پہلے تو حیدر نے مدراس اور ویلور اور رسل و رسائل کے راستوں کے اردگرد کے علاقوں تک تباہی و بربادی محدود رکھی۔ بعد میں اس نے ساحل سمندر پر کڈالور اور نیگا پٹم کے آگے تک کے علاقے کو آگ لگادی لیکن اس کا ایک فوجی مقصد تھا اور وہ برطانوی فوجوں کی نقل و حرکت کو ممکن حد تک مشکل بنانا تھا۔

۳۰ر جولائی کو وہ برق رفتاری سے ترنامالی پہنچا۔ انگریزوں نے ترونامالی کے مندر کے چار برجوں میں چڑھ کر اور اس کی دیواروں پر پانچ توپیں نصب کرکے اس کی مدافعت کرنی چاہی لیکن حیدر کی آمد پر چند گولے پھینک کر انھوں نے اُسے خالی کر دیا۔ یہاں کریم حیدر کے ساتھ آملا۔ مشہور تھا کہ وہ اپنے ساتھ پورٹو نووکا مال غنیمت دو سو اونٹوں پر لاد کر لایا تھا۔ ۶ر اگست کو حیدر چیت پٹ پہنچا جس کی محافظت کے لیے تین سو

---

(۱) MS. EUR. E. 84 ــ ۱۰۰ یورپی سوار دستہ' ۶۰۰ پیادے پومورن اور لالی کے زیر کمان' ۱۵سو TOPASSES' ۲۰ ہزار باقاعدہ مسلح سوار' چالیس ہزار بے قاعدہ سوار' بیس ہزار سپاہی' تیس ہزار بندوقچی' آٹھ ہزار دیسی ملاح اور ۴۹ توپیں تھیں ــــــــــ افواہوں نے حیدر کی فوج کی تعداد کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا تھا اور غالباً برطانوی تخمینہ کی اور کوئی بنیاد نہیں تھی۔

نواب حیدر علی خاں کی مہم سنشکرہ ــــــــــ بیس ہزار سپاہی' بیس ہزار سوار' دس ہزار بیدر (BEDARS)' سولہ ہزار چپراسی (PEONS)' چھ ہزار COMATIS' ڈھائی ہزار پٹھان' چالیس توپیں PIECES OF ORDNANCE* لالی اور پومورن کے زیر کمان چار سو پچاس یورپی بھی تھے۔

http://www.apnaorg.com

آدمیوں پر مشتمل ایک فوج تھی اور جو بارہ برجوں والی فصیل اور ایک خندق کے عقب سے اس کا دفاع کر رہے تھے۔ اس پر اسی شام قبضہ ہو گیا۔ ایک ہفتہ کی مزاحمت کے بعد ارنی نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔ ان تمام شکستوں کا سبب غداری اور بزدلی بتائی جاتی ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے کوئی زیادہ دنوں تک کیسے مزاحمت جاری رکھ سکتا تھا۔ ارکاٹ کی فوج ایک پریشان بھیڑ تھی۔ موسلادھار بارش نے حیدر کی پیش قدمی میں رکاوٹ تو ڈالی لیکن اسے روک نہ سکی۔ پھر ڈوبی گڑھ اور چمبر گڑھ کی زوال کی باری آئی اور ۲۰ ر تاریخ کو وہ ارکاٹ کے اہم شہر کے سامنے موجود تھا اور اس کے محاصرے کے لیے اس نے مورچے تعمیر کیے لیکن آخر کار انگریزوں نے نقل و حرکت شروع کی اور منرو کی آمد کی خبر سن کر حیدر نے محاصرہ اٹھا لیا۔ ارکاٹ میں ٹیپو جو کاویری کے دور دراز علاقے تک چلا گیا تھا پھر اپنے باپ سے آملا۔(۱)

انگریز جنگ کا پہلا دور اور اس کے ساتھ پہل کی استعداد کھو چکے تھے۔ انھیں کئی قلعوں اور محافظ فوجوں کا نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ آخر کار وہ حرکت میں آئے۔ منرو کا منصوبہ یہ تھا کہ کوبی کی فوج کو حیدر کی رسل و رسائل کے ذرائع کو درہم برہم کرنے کے لیے استعمال کرے۔ بریتھ ویٹ کو پانڈیچری سے چنگل پٹ کی راہ سے مدراس کی طرف بھیجے اور مدراس کے تحفظ کی خاطر بیلی کی فوج اور اپنی افواج کو کانجی ورم میں اکٹھا کرے اور جنگ شروع کرے۔ منرو کے ماتحت کمانڈر لارڈ میکلیوڈ نے اعتراض کیا۔ اس نے فوج کو مدراس کے بالکل قریب اکٹھا کرنے کی بجائے کانجی ورم جیسے کھلے علاقے میں جو میسوری سواروں سے پٹا پڑا تھا فوجی اجتماع کے خطرات کی طرف توجہ دلائی۔ منرو نے جواب دیا کہ "اگر کمیٹی کی رائے میں صرف مدراس اور جگیر کی حفاظت مقصود ہے تو پریسیڈنسی میں یا اس کے قریب فوجوں کے اجتماع کے سلسلہ میں لارڈ میکلیوڈ کی رائے صحیح ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ صرف مدراس کی حفاظت مقصود نہیں بلکہ اگر ممکن ہو تو حیدر علی کو کرناٹک میں اہم قلعوں پر قبضہ کرنے سے روکنا بھی مقصود ہے لہٰذا میں نے کمیٹی کے ایک رکن کی حیثیت سے رائے دی تھی اور اب بھی میری رائے ہے کہ فوجوں کو میدان جنگ کے قریب جمع کرنا چاہیئے یا اس جگہ جمع کرنا چاہیئے جہاں اس مہم کے حملوں کا سب سے زیادہ امکان ہے نہ کہ پریسیڈنسی میں یا اس کے قریب"۔(۲)

اس منصوبہ کے کچھ حصہ پر کامیابی کے ساتھ عمل کیا گیا۔ بریتھ ویٹ نے شمال میں مدراس کی طرف کوچ کیا اور کرنگلی سے کیپٹن فلنٹ کو سو سپاہیوں کے ساتھ ونڈی واش کو بچانے کے لیے روانہ کیا۔ فلنٹ

---

(۱) نواب حیدر علی خاں کی مہم ۱۷۸۰ء

(۲) M.M.C. یکم اگست ۱۷۸۰ء ص ۱۰۷۵، ۱۰۷۹

http://www.apnaorg.com

قلعہ پر عین وقت پر پہنچ گیا۔ اور اس کو سپرد کرنے سے روک دیا۔ میلیسن (MALLESON) نے مبالغہ آمیز خطابت کے ساتھ لکھا کہ "فلنٹ نے ونڈی واش کے لیے وہی کارنامہ انجام دیا جو پاٹنگر نے ہرات میں ۱۸۳۸ء میں انجام دیا تھا۔ وہ ایک ڈھال تھی جو مدراس کی حفاظت کرتی تھی۔ بریتھ ویٹ نے جب پیش قدمی کی تو اس کو کمک پہنچ گئی اور وہ ۱۱ راگست کو تین ہزار سات سو آدمیوں کے ساتھ مدراس پہنچ گیا اور غالباً حیدر سے چوک ہو گئی جو اس نے دوران کوچ اس پر حملہ نہیں کیا۔(۱)

بیلی کو پہلے یہ احکام بھیجے گئے تھے کہ وہ کڈپہ کی جانب پیش قدمی کرے، اس جانب سے میسور پر حملہ کرے اور حیدر کے رسل و رسائل کا سلسلہ درہم برہم کر دے۔(۲) بہرکیف یہ فیصلہ کیا گیا کہ کرناٹک میں ایک عظیم فوجی اجتماع بہت عقلمندی ہے اور بیلی کو کانجی ورم میں منرو سے آملنے کا حکم دیا گیا۔ منرو ماؤنٹ سے ۵ ہزار دو سو فوجیوں اور ۲۷ توپوں کے ساتھ روانہ ہوا اور ۲۹ راگست کو کانجی ورم پہنچا لیکن لالی نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے اس کی نگرانی کر رہا تھا جس کو حیدر نے اس مقصد سے بھیجا تھا۔(۳) اس پر حیدر نے ارکاٹ سے اپنے خیمے اکھاڑ لیے اور کانجی ورم سے چند میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔

وہ ۲۵ راگست کو دریائے کرٹلبار کے کناروں پر واقع ونگل پہنچا۔(۴) دریا خشک تھا لیکن وہ شمالی کنارے

---

(۱) MS. EUR. F. 87 : جب حیدر ارنی اور چنگلپٹ کے درمیان خیمہ زن تھا تو یہ سوچا گیا تھا کہ وہ کرنل بریتھ ویٹ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ "یہ کہنا مشکل ہے کہ حیدر نے اتنا اچھا موقع کیوں کھو دیا کیونکہ اس فوج کے خلاف اس کی کامیابی کی یقینی ہونے کی وجہ تھی جیسے اس کو کرنل بیلی پر فوج حملہ کرنے میں تھی جب اس سے کرنل فلیچر اور سر ہیکٹر منرو کے دستی بم پھینکنے والے سپاہی آکر ملے تھے۔"

(۲) چارلس اسمتھ نے مورخہ ۳۰ ر جولائی ۱۷۸۰ء کی اختلافی روئداد میں لکھا تھا کہ "مجھے انتہائی خلوص سے یہ افسوس ہو رہا ہے کہ کمیٹی کی اکثریت کرنل بیلی کو کڈپہ کے علاقے میں پیش قدمی کرنے کے حکم دینے کے فیصلہ پر بھی ہوئی ہے۔ اس فوج کو واپس نہ بلانے کی صورت میں کرناٹک کے لیے شدید خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کڈپہ اور وہ تمام علاقہ بہت اہم نہیں ہے اور حیدر علی اس پر اپنی فرصت کے اوقات میں پھر قبضہ کرے گا۔"

(۳) لالی نے حیدر کو اطلاع بھیجی تھی کہ منرو کو نہ صرف سامان خورد و نوش لانا پڑا تھا بلکہ چارہ اور ایندھن بھی لانا پڑا تھا ——— نواب حیدر علی خاں کی مہم۔

(۴) ۲۴ راگست کو الوکے بالترتیب مقامات کے مطالعہ سے جب بیلی سینٹ تھامس ماؤنٹ میں مقیم منرو کے پڑاؤ سے ۲۰ میل کی حدود کے اندر گمڑا پونڈی میں موجود تھا ولکس یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ فوجوں کا اجتماع آسانی سے کونیٹور میں ۲۶ تاریخ کو ہو سکتا تھا ولکس جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ اس خیال کے مطابق یہ اس لیے نہیں کیا گیا تھا تاکہ ایک غلط رائے کو صحیح ثابت کیا جائے کیونکہ میکلیوڈ کی تنقید سے منرو کے پیشہ ورانہ غرور کو ٹھیس لگی تھی۔

پر ٹھہر گیا۔ رات کو موسلا دھار بارش ہونے سے دریا میں پانی بڑھ گیا چنانچہ ۲ ستمبر تک حیدر اُسے عبور نہ کر سکا۔ جو بیت وسل کی ایک اچھی مثال اور عظیم ثبوت تھا۔ ۵ تاریخ کو وہ پیرم بوکم[1] پہنچا جہاں اس پر ٹیپو کی زیر کمان میسور کی سوار فوج نے حملہ کیا لیکن تین گھنٹے کی جنگ کے بعد اس نے انھیں مار بھگایا۔[2] منرو نے جو وہاں صرف ۱۰ میل دُور تھا توپوں کی گرج سنی اور شمال کی طرف دو میل اور بڑھا۔ حیدر اس سے تھوڑے فاصلے پر اس کی نگرانی کر رہا تھا اور رُک رُک کر تیر اور گولیاں چلا رہا تھا۔ ۸ تاریخ کو منرو نے مدراس حکومت کو لکھا کہ "کرنل بیلی نے مجھے خبر دی ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ پیرم بوکم کے اپنے پڑاؤ سے کوچ کرے مجھے اس سے جا ملنا چاہیے۔ میں آج شام اس کے پاس ایک فوجی دستہ بھیجوں گا اور بقیہ کے ساتھ دشمن کی نگرانی کروں گا اور کانجی ورم کی حفاظت کروں گا۔ دشمن ہم سے دُو میل دُور ہے۔ ہم ایک دوسرے کی نگرانی کر رہے ہیں"۔[3] یہ ایک مہلک فیصلہ تھا۔ کانجی ورم کے تحفظ کی خواہش کی بنا پر منرو کو اپنی فوج کو تقسیم کرنا پڑا تھا اور بیلی کو کمک بھیجنی پڑی جو اس کو نجات دلانے کے لیے کافی نہیں تھی اور اس نے محض معیبت میں اضافہ ہی کیا۔ ولکس تبصرہ کرتا ہے کہ "تقسیم کی بنیادی اور بے ضرورت غلطی کو تیسری تقسیم کے امکان پیدا کر دیے تھے کیونکہ مرکزی فوج بہت کمزور ہو گئی تھی اور اس طرح خطرہ بجائے کم ہونے کے بڑھ گیا۔

۸ تاریخ کی شب کو منرو نے اپنے بہترین سپاہیوں میں سے ایک ہزار سپاہی فلیچر کے زیر کمان بیلی سے اشتراک کرنے کے لیے بھیجا۔ اجتماع ۹ تاریخ کی صبح کو ہوا اور بیلی کے پاس اب تین ہزار تین سو بیس

---

(۱) بیان کیا جاتا ہے کہ بیلی نے مدراس کی حکومت کو لکھا تھا کہ وہ دریا کے دہانے پر اترے گا اور وہاں سے کشتی کے ذریعے اینوڑ تک جائے گا۔ اس کو اپنے خط کا کوئی جواب نہیں موصول ہوا (ولکس جلد ۲ ص ۲۶۹)۔ پالیلور یا پلور ترپاسور سے ۷ میل شمال مغرب میں واقع ہے، پیرم بوکم ترپاسور سے ۹ میل شمال مغرب میں اور تکلم، پیرم بوکم سے ساڑھے پانچ میل دور ہے۔

(۲) بیلی نے ۶ ستمبر کو تین بجے شام کو مدراس کونسل اور پریسیڈنٹ کے نام لکھا کہ "میں نے حیدر کی افواج کے ایک حصّہ سے جو اس کے بیٹے ٹیپو کے زیر کمان تھا آج گیارہ بجے سے دو بجے تک مقابلہ کیا اور خوش بختی سے ان کو مار بھگایا"۔ M.M.C. ۱۷۸۰، ۷۱ الف ص ۱۳۶۱

(۳) M.M.C. 1780 جلد ۷۱، الف ص ۱۳۶۵۔ خفیہ رسم خط میں اس خط کی تاریخ جو کانجی ورم کے قریب کے پڑاؤ سے بھیجا گیا تھا تعجب انگیز طور پر ۹ ستمبر شبنہ ہے۔ یہ یقیناً نقل کنندہ کی غلطی ہو گی کیونکہ دوسرے خطوط ثابت کرتے ہیں کہ فلیچر بیلی سے ۹ تاریخ کی صبح کو آملا تھا۔

http://www.apnaorg.com

سپاہی اور پانچ سو یورو پین تھے۔ کہا جاتا ہے کہ فلیچر کا رہنما حیدر کا تنخواہ دار تھا لیکن فلیچر نے عقلمندی سے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ جب معلوم ہوا کہ فلیچر بحفاظت بیلی تک پہنچ گیا ہے تو حیدر کے افسروں نے اور فرانسیسیوں نے اس کو پسپائی کا مشورہ دیا تاکہ میسوری فوج منرو اور بیلی کے درمیان پھنس نہ جائے۔ حیدر نے دفاع کے لیے ضروری پسپائی کے انتظامات کر لیے لیکن اس کو اس کے بہترین محکمہ خبر رسانی کے ذریعے خبر ملی کہ منرو پیش قدمی کی تیاری نہیں کر رہا ہے۔ چنانچہ حیدر نے بیلی پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ایک خطرناک قدم تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ حیدر نے منرو کے محتاط اور غیر فیصلہ کن رویے کا بالکل صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔

جب اندھیرا ہو گیا تو اس نے بھاری توپیں اور پیادے ٹیپو کے پاس بھیج دیے اور اپنے پاس صرف سوار اور ہلکا توپ خانہ رکھا تاکہ اگر منرو ذرا بھی نقل و حرکت کرے تو وہ اس کی توجہ ہٹا سکے۔ چونکہ برطانوی پڑاؤ میں خاموشی چھائی رہی اس لیے ۱۰ کی صبح وہ بھی روانہ ہوا۔ اس نے اچانک حملہ کے خلاف تمام ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ اس معرکہ کے دوران جو ۱۰ ستمبر کو واقع ہوا منرو کی نقل و حرکت کی تمام صحیح خبریں اس تک برابر پہنچتی رہیں۔

بیلی نے ۹ تاریخ کی صبح اپنے کوچ کو پھر شروع کیا۔ دو یا تین گھنٹے بعد ٹیپو کے ایک کمانڈر محمد علی نے عقب پر حملہ کیا اور بیلی اپنے ساز و سامان کی حفاظت کی خاطر رُک گیا۔ یہ قیام صبح تک رہا۔[1] صبح تک بیلی کے قیام کی وجہ ولکس یہ بتاتا ہے کہ "وہ سامان کا ذرا بھی نقصان اٹھائے بغیر فوج سے آملنا چاہتا تھا اور جو رات کے وقت ممکن نہیں تھا۔" بہر حال انگریزوں کی سستی نے ٹیپو کو توپیں نصب کر کے سڑکوں پر اپنا تسلط جمانے کا موقع دے دیا۔ جب بیلی نے اپنا کوچ شروع کیا تو اس کے دونوں بازوؤں پر شدید گولہ باری شروع ہو گئی اور محمد علی نے عقب پر اپنا حملہ سخت کر دیا۔ حیدر کی مرکزی فوج بھی اب قریب تھی۔ ۹ بجے صبح بیلی کی دو فوجی گاڑیاں تباہ ہو گئیں اور اس کے پاس صرف لوہے کی سلاخوں کے علاوہ کوئی ہتھیار باقی نہ رہا۔ بیلی نے اپنی فوجوں کو روک دیا اور دستی بم پھینکنے والے سپاہیوں کی ایک کمپنی کو عقب میں چلے جانے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے حکم کو غلط سمجھا اور وہ تیزی سے پسپا ہونے لگے۔ حیدر کے ایک سوار دستے نے سپاہیوں پر حملہ کیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے یا گاڑیوں اور سامان میں جا چھپے۔ بیلی کی فوج میں کوئی نظم و نسق باقی نہ

---

(۱) کہا جاتا ہے کہ فلیچر اس قیام کے خلاف تھا۔ کچھ افسروں کے پوچھنے پر کہ کرنل بیلی کیوں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس نے طنزاً جواب دیا تھا کہ کرنل بیلی ایک شہرت یافتہ افسر ہے اور بلاشبہ وہ اپنے برتاؤ اور رویے کی وجہ رکھتا ہے۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۵۳۔

رہا اور صرف یوروپیوں کا دستہ تھوڑی دیر میدان میں جما رہا لیکن ان پر ہر طرف سے گولیوں کی تیز بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ اب مزاحمت بیکار ہے بیلی نے سفید رومال ہلایا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیں لیکن اس وقت بھی انتشار جاری تھا اور اکا دکا گولی چلتی رہی۔ اس میں میسوری گھس پڑے اور بہت آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پو موزن نے غیظ و غضب اور غلط فہمی کے بعض شکاروں کو بچانے کے لیے مداخلت کی۔ قیدیوں میں بیلی بھی تھا جس کو ایک زخم آیا تھا۔[1] فلیچر لڑتا ہوا مارا گیا۔ تقریباً پچاس انگریز افسر پکڑے گئے۔ بیلی کی فوج کا نام و نشان مٹ گیا۔[2] منرو نے جنگ کے نقارے سن لیے تھے۔ اور بیلی کی مدد کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اگر وہ ذرا تیز رفتاری سے آتا تو شاید شکست نہ ہوتی۔ لیکن جب وہ کچھ میل قریب پہنچا تو خبر ملی کہ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ لڑائی صرف ۹ بجے صبح سے ۱۰ بجے صبح تک جاری رہی تھی۔[3]

اس فتح نے حیدر کی بہترین قائدانہ صلاحیتوں کو اجاگر کر دیا یعنی اس کی صحیح خبر رسانی[4] دشمن کی ذہنی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ اور ایک عظیم فتح حاصل کرنے کے لیے خطرہ مول لینے کی اس کی آمادگی ہندوستانی جنگوں میں انگریزی فوج کی شکست ایک نادر کارنامہ تھا۔ حیدر کے ایک فرانسیسی افسر نے لکھا تھا کہ "اس قسم کی شکست کی ہندوستان میں کوئی مثال نہیں ہے"۔[5] یہ صحیح ہے کہ فوجیں ایک دوسرے کے مدِ مقابل نہیں تھیں۔ فوج کی تعداد، سوار فوج (انگریزوں کے پاس کوئی سوار فوج نہیں تھی) اور توپ خانہ میں حیدر

---

(۱) بیلی نومبر ۱۷۸۲ء میں جیل ہی میں مر گیا۔

(۲) M.M.C. 1780 جلد ۷، الف ص ۱۳۳۰، ۱۳۳۱

(۳) منرو کو بیلی کی فوج پر بڑا بھروسہ تھا کیونکہ اس کو فلیچر کی کمک مل چکی تھی نیز اس کے پاس فوج کے بہترین فوجی تھے اور ان کی قیادت آزمودہ اور تجربہ کار لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔

(۴) "جو کچھ بھی برطانوی لشکر گاہ میں ہوتا تھا حیدر کو اس کی متواتر اور بالکل صحیح خبر ملتی تھی .... وہ کرنل فلیچر کی روانگی کے وقت اس کی فوج کی تعداد جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے پاس کوئی توپ نہیں ہے"۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۰۵
اس اطلاع کے بعد جب دو ہرکارے یہ خبر لے کر آئے کہ منرو کی فوج روانگی کی کوئی نقل و حرکت نہیں کر رہی ہے تو اللی کو یہ خیال گزرا کہ شاید وہ میسوری فوج کو دھوکہ دینے کی غرض سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ (ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۰۶)
لیکن حیدر کو یقین تھا کہ وہ اپنی خبر پر اعتماد کر سکتا ہے۔

(۵) نواب حیدر علی خان کی مہم ۱۷۸۰ء۔

http://www.apnaorg.com

کو برتری حاصل تھی اور یہ انگریزوں کی غلطی اور منرو کی سستی تھی جو اس سانحے کا سبب بنی تھی۔ بہرحال حیدر نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اس کو شاندار طریقے پر استعمال کیا تھا۔ اس کا اخلاقی اثر بہت گہرا پڑا۔ فلپ فرانسس نے ایک ماہ بعد گاڈفرے کو لکھا تھا کہ "سر آئر کوٹ ساحل کی طرف کرناٹک کی بازیابی کے لیے جا رہا ہے یا مدراس کو بچانے جا رہا ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے تو اس کو خدا کا خاص بندہ سمجھا جائے گا۔"[1]

(۱) انڈیا آفس لائبریری میں یوروپی مخطوطے جلد ۲ حصہ دوم از کے (KAYE) اور جان اسٹون (JOHN STONE)، ص ۵۷۱

ولکس تبصرہ کرتا ہے کہ "اگر ان دونوں فوجوں میں کسی کے کمانڈر نے وہ تاریخ کو فوجی تجربے کے عام قواعد و ضوابط سے رہنمائی حاصل کی ہوتی تو دونوں فوجیں غالباً محفوظ ہو جاتیں اور دونوں نے بروقت اور صحیح طور پر کام کیا ہوتا تو انگریزوں کی بجائے میسوریوں نے ہزیمت کا منہ دیکھا ہوتا۔"

ولکس اس کارنامے کی اپنی "اگر مگر" سے وقعت گھٹانا چاہتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

باب ۲۱

پلور سے پورٹو نووو تک

پلور (پولیلور) کی شکست سے انگریزوں کا وقار بہت گر گیا۔ یہ وقار اور بھی گھٹ گیا ہوتا اگر حیدر فوراً منرو کے خلاف کارروائی کر لیتا یا مدراس کی جانب پیش قدمی کرتا۔ لالی نے حیدر کو منرو کے تعاقب پر آمادہ کرنا چاہا تھا جو سخت خطرہ میں تھا لیکن حیدر کی سستی نے منرو کو بحفاظت لیکن بعجلت پسپا ہونے کا موقع فراہم کر دیا۔[1] اس نے اپنا بھاری توپ خانہ اور سامان کانجی ورم کے بڑے تالاب میں پھینک دیا اور پہلے دن صبح سے شام تک اور دوسرے دن صبح ہونے تک مسلسل سفر کر کے وہ ۱۲ تاریخ کو چنگل پٹ پہنچا۔ یہاں اس سے کوسبی دو ہزار آدمیوں کے ساتھ آملا جو ترچناپلی سے آرہے تھے۔ چنگل پٹ میں سامان رسد کی کمی تھی اور ۱۵ تاریخ کو منرو مدراس آپہنچا۔

---

(۱) منرو نے ۱۲ ستمبر کو چنگل پٹ سے لکھا کہ "اس قلعہ پر پہنچنے والی فوجوں نے دو دن صبح سے شام تک پہلے دن اور دوسرے دن صبح کے تڑکے تک برابر کوچ جاری رکھا۔ یہاں چاول نہیں ہے اس لیے انھیں دھان سے چاول نکالنے پڑے۔ براہ کرم اس خط کے ملتے ہی کچھ چاول بھیجیے جو ہم کو ماؤنٹ میں مل جائیں اور کچھ کشتیوں میں سدراس (SADRAS) بھیجیے اس لیے کہ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کون سا راستہ اختیار کروں گا جب تک کہ دشمن کے لشکرگاہ سے یا اس کے قریب سے ہرکارے دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع لے کر نہ آجائیں۔ M.M.C. ۔ ۷۱ الف ص ۱۳۷۸، ۱۳۷۹

انیس منرو (INUES MUNRO) کا بیان ——— ساحل کورومنڈل پر جنگ کا بیان ——— کانجی ورم اور چنگل پٹ کے درمیان تقریباً پانچ سو سپاہی یا تو مارے گئے یا زخمی ہوئے۔

http://www.apnaorg.com

حیدر نے اسے جانے دیا اور صرف ٹیپو کو اسے پریشان کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ خود گول کنڈوں کی جانب روانہ ہوا اور کاویری پک میں اس نے اپنے زخمیوں کے لیے اسپتال قائم کیا۔ بیلی اور چار دوسرے افسروں کو فوج کے ساتھ رکھا گیا اور بقیہ قیدیوں، ۵۵ افسروں اور چار سو تیس فوجیوں کو بنگلور بھیج دیا گیا (۱)

ایسا لگتا ہے کہ حیدر غلبہ حاصل کرنا اور لوٹ مار کرنا چاہتا تھا اور قطعی فتح نہیں چاہتا تھا۔ کوٹ نے نومبر میں مدراس میں آنے کے بعد لکھا کہ "مجھے یقین ہے کہ اگر حیدر علی نے اس وقت مدراس کے دروازوں تک اپنی فتوحات جاری رکھی ہوتیں تو وہ اس اہم قلعے پر قابض ہو جاتا لیکن اس نے وہ موقع کھو دیا"۔ میلسن کا خیال ہے کہ "عمر کے اثرات حیدر پر ظاہر ہونے لگے تھے"۔ بہر صورت حیدر نے مدراس پر چڑھائی کرنے کے بجائے ۲۰ ستمبر کو ارکاٹ کا محاصرہ پھر سے شروع کر دیا۔ شہر کا قطر سات میل کا تھا اور اس کی محافظ فوج کمزور تھی کیونکہ وہ صرف ڈیڑھ سو انگریز، ڈیڑھ سو سپاہیوں اور نواب محمد علی کی ڈیڑھ ہزار فوج اور کچھ بے قاعدہ فوجیوں پر مشتمل تھی۔ گہری خندقیں کھودی گئیں اور آخر کار پشتے میں دو شگاف پڑ گئے۔ شہر دشمن کے قبضہ میں آ گیا۔ اور ارکاٹ کے بہت سے سپاہی اس کے ہاتھ لگے جن کے کچھ خاندانوں نے دشمن سے اپنی قسمت وابستہ کر لی۔ ۳ر نومبر کو سولہ توپوں کے ایک مورچے نے قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی۔ مزاحمت بیکار تھی اور کمانڈر کیپٹن جان ڈوپنٹ (DUPONT) نے اس شرط پر قلعہ حوالے کر دیا کہ تمام یوروپی و دیسی سپاہیوں کو پورے جنگی اعزاز کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے اور افسروں کو مدراس یا چنگل پٹ تک اس وعدے پر پہنچا دیا جائے کہ وہ جنگ میں نہیں لڑیں گے اور ان کو خیمے اور سامان رسد بھی فراہم کیا جائے۔ بقیہ انگریزی فوج کو بھی بطور جنگی قیدیوں کے مدراس بھیجا جانا تھا۔ نواب محمد علی کے کچھ افسروں اور ان کے خاندانوں کو بھی مدراس پہنچانا تھا۔ مجموعی طور پر حیدر نے ان شرائط کو پورا کیا لیکن زیادہ تر دیسی سپاہیوں کو ترغیب دے کر ملا لیا گیا اور ڈیڑھ سو سپاہیوں میں صرف تیس مدراس پہنچے (۲)

---

(۱) نواب حیدر علی خاں کی مہم۔ حیدر کے ساتھی فرانسیسی افسروں کی رائے تھی کہ اگر میسوری حکمران نے منرو کا تعاقب کیا ہوتا تو برطانوی جنرل اپنے ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو جاتا اور اپنے کو جنگی قیدیوں کے روپ میں اپنی فوج سمیت پیش کر دیتا۔"

(۲) M.M.C. ۶۲ ب ۳ر دسمبر ۱۷۸۰ء ص ۳۰۳۲، ۳۰۳۸

ایک فرانسیسی روایات کے مطابق صلح کی بات چیت کرنے والے ممبر کیپٹن ثالث بہت منزلگری کے کنایاتی انداز اور بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر حیدر ہتھیار ڈالنے کی مجوزہ دفعات کو ماننے پر تیار ہو گیا تھا۔ MS.EUR.E.67 کے مطابق وہ کیپٹن پنڈرگاسٹ (PENDERGAST) تھا لیکن وہ بہت سخت زخمی ہو گیا تھا اور پھاٹک اطاعت پر ڈوپنٹ نے دستخط کیے تھے۔ ولسن، مدراس فوج کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۲۔ (بقیہ اگلے ص پر)

حیدر نے ارکاٹ کو اپنا صدر مقام بنایا۔ فصیلوں کی مرمت کی اور اس کی قلعہ بندی مستحکم کی۔ اس نے کرناٹک کے دوسرے مقامات پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی اور وہ سب کے سب خطرہ میں تھے اور ان کا دفاع کمزور تھا۔ جنجی اور کرنٹ گرلہ نے بغیر کسی مزاحمت کے گھٹنے ٹیک دیے۔ کرنگل اور چدبرم پر نومبر میں قبضہ ہوگیا پرماکولی کا اسی ماہ میں اور ویلور اور ونڈی واش کا دسمبر میں محاصرہ کر لیا گیا۔ ۱۵ جنوری کو امبور نے اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیا۔ کیپٹن کیٹنگ کو پوری جنگی اعزاز کے ساتھ قلعہ سے نکلنے اور مدراس جانے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن ولسن کا بیان ہے کہ محافظ فوج کو ارکاٹ جانے پر مجبور کیا گیا جہاں کیٹنگ کو یہ وعدہ کرنے پر مجبور کیا گیا کہ وہ آئندہ مہم میں شرکت نہیں کرے گا اور سپاہیوں کو حیدر کی فوج میں شامل کر لیا گیا۔[۱] ساحل پر ایک فرانسیسی بیڑے کی آمد متوقع تھی اور حیدر ساحل کے ساتھ اپنے رسل و رسائل کے تعلقات قائم کرنے کے لیے کوشاں تھا۔

اسی دوران ۵ نومبر کو کوٹ کچھ کمک لے کر مدراس پہنچا۔[۲] انگریزوں کی حالت اچھی نہیں تھی۔ بری راستوں پر حیدر کی فوج کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ علاقے کے پالیگار اور نواب محمد علی کے افسر بھی جن کو ان کے متعلقہ عہدوں پر برقرار رکھا گیا تھا اس کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ وہ اپنے اور انگریزوں کے درمیان کے تقریباً تمام اہم مقامات عملی لحاظ سے قبضہ کرنے اور ان کو مستحکم بنانے میں کامیاب ہو گیا۔[۳] مانسون نے دریا کے استعمال کو مشکل بنا دیا۔ نظام گنٹور کی بحالی کے بعد بھی اور ناگپور کے بھونسلے کا رویہ اب بھی غیر یقینی تھا۔ انگریزی فوج کی ہمت پست تھی اور چند سپاہی جن کے خاندان یا رشتے دار حیدر کے قبضہ میں تھے حیدر سے آملے اس لیے کوٹ کا اولین فرض یہ تھا کہ وہ مدراس میں اپنی فوج کو تربیت دے۔ اس نے

(بقیہ پچھلے ص سے (۲))

نواب ارکاٹ کی فوج کے بارے میں کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا لیکن تحریری معاہدہ میں ہم کو حیدر کی مہر کے ساتھ یہ ملتا ہے کہ نجیب خاں، ارشد بیگ خاں، اکبر بیگ، ہاشم الدین خاں، ہاشم اللہ خاں کو مع ان کے خاندانوں کے مدراس پہنچانا تھا اور اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ محمد علی کے افسر تھے۔ M.M.C.72 ۲۰۳۴، ۲۰۳۸

(۱) ولسن II ص ۱۲ "حیدر نے اپنے کو اس بنیاد پر حق بجانب قرار دیا کہ محافظ فوج کے پاس صرف ایک دن کا گولہ بارود رہ گیا تھا جبکہ جنگ کی روایات کے مطابق کیٹنگ کو اس وقت اطاعت کر لینی چاہیے تھی جب اس کے پاس صرف تین دن کے لیے کافی مقدار رہ گئی تھی۔"

(۲) ۳۴۰ پیادے، سو آدمی فی کمپنی پر مشتمل توپ خانے کی دو کمپنیاں، ۴۳۰ LASEARS اور چالیس اور پچاس کے درمیان شہری رضاکار (پیرس کی یادداشت)۔

(۳) SEE PROGS. ۱۸ دسمبر ۱۷۸۰ء۔

http://www.apnaorg.com

جنوری ۱۷۸۱ء میں لکھا کہ "دشمن کی سوار فوج چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں ہمارے گرد پھیلی ہوئی ہے۔ وہ روزانہ کبھی نہ کبھی علاقہ میں گھس آتے ہیں۔ کل انھوں نے اتنی جرأت کی کہ وہ شہر کی فصیل پر نصب کی ہوئی توپوں تک آگئے، انھوں نے دھوبیوں کے تمام عمدہ کپڑے چھین لیے اور فورٹ سینٹ جارج کے باشندوں کے استعمال کے لیے شمال میں چند میل کے فاصلے سے آنے والی سبزیوں اور پالتو جانوروں کے گوشت کی فراہمی کی راہ بھی مسدود کردی لیکن جب تک میں پیش قدمی کرنے کے قابل نہ ہوں اور فوج کارروائی کرنے کے لیے تیار نہ ہو یہ دانشمندی کے خلاف ہوگا کہ میں کچھ میل تک جاؤں اور اس طرح تھوڑا بہت جو اثر ہے اس کو بھی ختم کردوں۔"(۱)

بہرحال پرماکولی اور ونڈی واش کو دشمن کے سامنے نہیں جھکنے دیا گیا اور ۱۷ر جنوری ۱۷۸۱ء کو کوٹ آٹھ ہزار پیادوں، آٹھ سو سواروں اور ۶۲ توپوں کے ساتھ میدان میں اترا۔(۲) حیدر نے مستعدی سے ویلور، ونڈی واش اور پرماکولی کا محاصرہ اٹھالیا اور کوٹ ساحل کے قریب آنے پر مجبور ہوگیا کیونکہ اس کو رسد کی فراہمی سمندر کی راہ سے ہو رہی تھی۔ ایک چھوٹے بحری بیڑے نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کا نشانہ پانڈیچری تھا جس نے حیدر کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ ونڈی واش کے فوراً بعد ہی اس کو فرانسیسی بیڑے کی آمد کی خبر ملی اور تیزی سے وہ کرنگل کی جانب اُلٹے پاؤں لَوٹ گیا۔ اس نے مدراس واپس جانے کے سفر کی تیاری کی تاکہ اگر یہ معلوم ہوا کہ حیدر اور فرانسیسی شہر پر حملہ کرنے والے ہیں تو وہ مقابلہ کرسکے۔ کرنگل پر ۲۰ر جنوری کو دوبارہ قبضہ ہوگیا اور میسور فوج کے کیے ہوئے دفاعی استحکامات اور مرمت کی کوٹ نے تعریف کی۔ "دفاعی مورچے جو دوبارہ تعمیر کیے گئے ہیں نہ صرف عمدہ بنائے گئے ہیں بلکہ ان کی تعمیر میں اتنی مہارت سے کام لیا گیا ہے جیسے اس کی نگہداشت بجیب الطرفین یوروپیوں نے کی ہو اگرچہ قلعہ میں ایک بھی یوروپی نہیں تھا۔"(۳)

کرنگل میں کوٹ کو خبر پہنچی کہ لڑنے والی فوج کے سات جہازوں اور تین جنگی جہازوں پر مشتمل فرانسیسی بیڑا پانڈیچری کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس پر کوئی فرانسیسی فوج نہیں ہے۔ کوٹ نے ایک فوجی دستہ بھیجا جس نے دیکھا کہ بیڑے کو خورونوش کا سامان مسولا کشتیوں کے ذریعے پہنچایا جارہا ہے۔ ان میں تینتیس کشتیاں جلا دی گئیں۔(۴)

---

(۱) SEE PROGS ۲۵ر جنوری ۱۷۸۱ء

(۲) ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۸۱

(۳) SEE PROGS ۲۰ر فروری ۱۷۸۱ء ضمیمہ

(۴) " " ۱۶ر اپریل ۱۷۸۱ء - سر آئرکوٹ کا خط مورخہ یکم مارچ ۱۷۸۱ء

http://www.apnaorg.com

کوٹ کا خیال تھا کہ حیدر ارکاٹ میں ہے لیکن اچانک اسے خبر ملی کہ وہ فوجوں کے ساتھ کڈلور کی جانب بڑھ رہا ہے۔ کوٹ تیزی سے کڈلور کی جانب ۷ فروری کو پہنچا اور تین دن بعد دوسری جنگ کے لیے کوچ کیا جو نہیں لڑی گئی۔(۱) حیدر نے اپنا ارادہ ظاہر نہیں ہونے دیا اور انتظار کرتا رہا کیونکہ فرانسیسی بیڑے کے محاذ ساحل پر ہونے کی وجہ سے اور بری راستوں میں چاروں جانب میسور کے سوار دستوں کے پھیلے ہونے کی وجہ سے کوٹ کو نہ تو بحری راہ سے سامان رسد مل سکتا تھا اور نہ بری راستے سے۔ رسد بہت کم ہوگئی تھی۔ فرانسیسی بیڑا جو کڈلور کی شاہراہ تک بڑھ آیا تھا اب مورشیس کے لیے روانہ ہوگیا۔ مدراس اور سدراس سے چاول سے بھرے جہاز ۲۰ تاریخ کو پہنچے۔ کوٹ نے لکھا کہ "اس وقت تک شہر کے باشندے بھکری کا شکار ہونا شروع ہوئے تھے اور فاقوں سے مرنے لگے تھے۔ دو دن کی مزید تاخیر نہایت مہلک اور خطرناک ثابت ہوئی۔ کیونکہ فوجوں کے پاس کھانے کے لیے ایک دانہ بھی نہ بچتا۔ میں نے آخری تین دن کی رسد کے بچ رہنے پر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے تنجور کے علاقے میں مجبوراً جانا پڑے گا لیکن اب میں اپنے مقام پر رہ سکتا ہوں"۔(۲) ہالینڈ روز نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اس مصیبت کے وقت فرانسیسی بیڑا ایڈمرل ڈی اروس (D'ORVES) کی بزدلی یا کاہلی کی بنا پر مفلوج ہو کر رہ گیا تھا اور جس کی پانڈیچری سے آئل نوی فرانس کی جانب روانگی سے حیدر سر آئر کوٹ پر ایک یقینی فتح حاصل کرنے سے محروم رہ گیا تھا۔ یا تو بدانتظامی کی وجہ سے یا بدقسمتی سے فرانس کے پاس نہ تو کوئی قابل جنرل تھا اور نہ کوئی باصلاحیت ایڈمرل تھا"۔(۳)

اس کے باوجود برطانوی فوج ساحل کے ساتھ لگی ہوئی تھی کیونکہ سامان رسد کی فراہمی کی ضرورت اسی طرح پوری ہو سکتی تھی اور پورا اندرونی علاقہ حیدر کے حملوں کے لیے کھلا ہوا تھا۔ اس نے کڈلور سے نیگا پٹم تک آگے کے تمام علاقہ کو غارت کیا اور جلا کر خاک کر دیا۔ اس کے سوار دستے ترو وند پورم اور پانڈیچری کے درمیان کے علاقے میں دندناتے پھر رہے تھے۔ مارچ کے وسط تک کڈلور، تنجور اور ترچناپلی کے درمیان واقع تمام اہم مقامات کا یا تو حیدر نے محاصرہ کر رکھا تھا یا ان پر قابض ہو چکا تھا۔ ٹیپو نے تیاگر (تیاگا درگم)

---

(۱) "حیدر نے پہلے یہ مظاہرہ کیا کہ وہ جنگ لڑنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ تین دن بعد خیمہ لگائے رہا اور ایک مقابلہ کے لیے اشتعال دلانے کے لیے وہ سوار دستوں کو بھیجتا رہا۔ جنرل کڈلور کے قریب اپنے سابق مقام پر پلٹ آیا۔" MS.EUR. E.87

(۲) SEE.PROGS ۲۷ اپریل ۱۷۸۱ء۔ سر آئر کوٹ کا خط مورخہ یکم مارچ ۱۷۸۱ء۔

(۳) ایچ روز — جدید جنگ کا تذبذب — کتاب کا عنوان وکیا ازمی محسوس ہوتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

کا محاصرہ کیا جس کے دباؤ میں آکر دشمن ۵ رجون کو معاہدۂ ارکاٹ کی شرائط قبول کرنے پر مجبور ہوگیا[1] لالہ میاں نے ناگر کا محاصرہ کرکے اویریلیم، اریالور اور پلم کوٹا پر قبضہ کرلیا۔ کوٹ کم وبیش کڈلور تک محدود تھا جس سے وہ کبھی کبھی حملہ کرنے کے لیے نکلتا تھا جیسے ۱۶ر اپریل اور ۲۷ر مئی کو اس نے تروونڈپورم پر کیا تھا۔ ۲۰ر مئی کو سرایڈورڈ ہفس کی زیرکمان ایک بیڑا اسّی یوروپی اور نو سو سپاہی لے کر بمبئی سے پہنچا تو اُسے کمک پہنچی[2] حیدر تنجور اور ترچناپلی سے ۱۰ میل دُور واقع للہ گوڈی کی طرف لوٹ آیا۔ اس کی فوج کو چھوٹی چھوٹی کامیابیاں ہوتی رہیں۔ انھوں نے تنجور کے قریب ویناریں ایک انگریزی سرحدی چوکی اور کچھ توپوں پر قبضہ کرلیا اور کیپٹن ہال کے ۵ سو سپاہیوں کے ایک دستے کو تباہ کردیا جسے وہ ترچناپلی سے غلہ کے قافلوں کی حفاظت لے کر نکلا تھا۔ اس نے اس قلعہ کے محاصرہ کا ارادہ بھی کیا تھا۔

کوٹ کا زیادہ مدّت تک خاموش رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ۱۶ر جون کو اس نے چدبرم پر حملہ کیا، پیٹھ میں داخل ہوگیا اور بگوڈا پر حملہ کیا۔ پہلے دروازہ پر قبضہ کرلیا گیا لیکن دوسرے دروازے سے سپاہیوں کو دھکیل دیا گیا اور ان کے دو سو آدمی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ کوٹ کو پورٹو نوو میں پناہ لینی پڑی اور دوسرے حملے کی تیاری کرنے لگا۔ جب حیدر سو میل کی مسافت تیز رفتاری سے ڈھائی دن میں طے کرکے پورٹو نوو اور کڈلور کے درمیان آپہنچا تو اس نے بڑی مستعدی سے ریت کے ایک تودے پر جو شاہراہ کے اہم مقام پر تھا اپنے مورچے قائم کرلیے[3]

کوٹ کا اب اپنے صدر مقام کڈلور سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا اور اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ قبل اس کے کہ حیدر اپنے مورچے مسلح کرپائے اس پر حملہ کردے۔ حالانکہ حیدر نے فوج کا ایک بڑا حصّہ ٹیپو کے زیرکمان ونڈی واش کے محاصرہ کے لیے بھیج دیا تھا تاہم اس کے پاس ایک بڑا لشکر تھا۔ کوٹ کے تخمینے کے مطابق اس کے پاس ۴۲۰ یوروپی، گیارہ سو TOPASSES، چالیس ہزار سوار، اٹھارہ ہزار تربیت یافتہ پیادے اور ۴۷ توپیں اور دُور مار توپیں تھیں اور ایک بڑی تعداد کدال بردار مزدوروں اور تیراندازوں کی تھی۔ غالباً یہ تخمینہ مبالغہ آمیز تھا اور پوری فوج غالباً چالیس ہزار سے زیادہ نہ تھی کیونکہ بہت سے ان میں بے قاعدہ

---

(۱) مدراس فوج کی تاریخ جلد دوم ص ۱۲ ۔ ولسن کا دعویٰ ہے کہ ہتھیار ڈالنے کی شرائط کی خلاف ورزی صرف ارکاٹ یا بعد میں کڈلور ہی میں نہیں کی گئی تھی۔ یہ بیان کرنا یہاں مناسب ہوگا کہ اطاعت کی شرائط پر تیاگر میں بھی عمل کیا گیا تھا۔

(۲) MS.EUR.E.87 ص ۔ ۳ ۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۸۶ : "سرایڈورڈ ہفس کی انگریزی بحری دستے اور نقل وحرکت کے سامان کے ساتھ ۱۳ر جون کو آمد"

(۳) MS.EUR .87 ص ۳ ، ۴ ، ۵

http://www.apnaorg.com

سوار تھے۔ کوٹ کے ساتھ صرف ساڑھے آٹھ ہزار آدمی تھے (۱)

یکم جولائی ۱۷۸۱ء کو لڑائی ہوئی۔ تقریباً ۸ بجے صبح انگریزی فوج نے سامان کی حفاظت کے لیے ایک دستہ چھوڑ کر پیش قدمی کی۔ سامنے اور داہنے بائیں کی توپوں کی وجہ سے حیدر کی صفیں بہت محفوظ تھیں۔ اس کے دائیں جانب کچھ خندقوں کا ناقابل عبور جال بچھا تھا۔ وسطی حصّہ کی حفاظت کے لیے بھاری توپیں تھیں۔ بائیں جانب سمندر کی طرف حیدر نے بیس توپوں کا ایک مورچہ تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی انگریزوں نے پیش قدمی کی وہ توپوں کی زد پر آگئے اور رُک گئے۔ کوٹ نے محسوس کر لیا کہ صرف ایک موقع ہے اور وہ حیدر کے میسرہ کی طرف بڑھنے سے مل سکتا ہے۔ اس نے ۹ بجے صبح دو قطاروں میں بڑھنا شروع کیا۔ آٹھ توپوں کے ساتھ دو بٹالینوں کی ایک فوج نے اپنا تیسرا محاذ بنا لیا تھا اور بائیں بازو کی حفاظت کر رہی تھی۔ سخت گولہ باری کے دوران انگریزوں کو بائیں طرف ایک سڑک مل گئی وہ اس کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہے اور چند ریت کے تودوں کے پار وہ حیدر کے میسرہ کی جانب سے نکل گئے جبکہ اس کی توپوں کا رُخ بازو کی طرف تھا وہ ان ریت کے تودوں پر جن پر حیدر قبضہ قائم نہیں رکھ سکا تھا۔ دوسری صف نے قبضہ جما لیا۔ حیدر نے ایک فوج مڑ کے بائیں جانب تودوں پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجی لیکن اسٹورٹ کی زیر کمان دوسری قطار نے اُسے پسپا کر دیا۔ بار بار متواتر شدید حملے پسپا کر دیے گئے۔ اپنے عقب کو محفوظ دیکھ کر پہلی قطار نے پیش قدمی کی۔ حیدر نے مڑ کے بائیں بازو پر اپنی سوار فوج سے حملہ کیا لیکن توپ خانے اور بندوقوں کی گولہ باری نے حملہ ناکام کر دیا۔ میسور سواروں کو سامان پر قبضہ کرنے کے لیے اردگرد کے علاقے میں بھیجا گیا تھا لیکن کنارے سے لگی ہوئی سراغ رساں بادبانی کشتی نے گولے برسا کر پیچھے دھکیل دیا۔ اپنے بائیں بازو کو پلٹتے دیکھ کر حیدر نے اپنی توپیں پیچھے ہٹا لیں (۲)

---

(۱) کوٹ کی اطلاع کا ماخذ ایک پرتگالی افسر تھا جو حیدر کی ملازمت چھوڑ کر اس سے آملا تھا۔ انگریز جنرل کا تھوڑا سا رجحان یہ بھی تھا کہ وہ اس فوج کی تعداد میں تھوڑا سا مبالغہ کر دیتا تھا جس کے خلاف وہ نبرد آزما ہوتا تھا۔ کڈلور سے مرسلہ کورٹ کے تحریر کردہ خط مورخہ ۲۰ جون ۱۷۸۱ء کے مطابق ٹیپو نے ونڈی واش کا محاصرہ تیس ہزار فوج اور ۱۰۰ توپوں کے ساتھ کیا تھا۔ حیدر نے اپنی کچھ فوج یقیناً ارکاٹ اور دوسرے مقامات پر چھوڑی ہوگی۔ ولسن کے بیان کے مطابق جس فوج کے ساتھ وہ اس علاقے میں داخل ہوا تھا اس کی تعداد ۲۰۰ ہزار تھی۔ شاید ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں غلط نہ ہوں گے کہ پورٹو نووو میں حیدر کی موثر فوجی طاقت شاید چالیس ہزار تھی۔

SEE. PROGS مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۷۸۱ء۔

(۲) موڑ کی نقل و حرکت کی کامیابی پر ختم ہونے والے اس معرکہ کے ابتدائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے کوٹ لکھتا ہے: "ہم ایک میل سے زیادہ نہیں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

http://www.apnaorg.com

یہ جنگ تمام تر فوجی تدابیر کے ساتھ دس بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک جاری رہی۔ کوٹ کا اندازہ تھا کہ حیدر کو تین ہزار آدمیوں سے زیادہ کا نقصان ہوا ہے ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد سواروں کی تھی"۔ ان میں حیدر کا نسبتی بھائی اور ایک چہیتا جنرل میر صاحب بھی تھا جو زخموں کی تاب نہ لاکر مر گیا تھا۔ انگریزوں کا نقصان چار سو یا پانچ سو کا ہوا لیکن اس میں افسر بہت کم تھے۔"(۱)

برطانوی فوج کا مورخ فورٹسکیو (FORTESQUE) کہتا ہے کہ "کوٹ کی یہ فتح ان معنوں میں کوئی بڑی فتح نہیں تھی کہ اُس کے پاس انعام کے طور پر نہ توپیں تھیں اور نہ قیدی اور دشمن کی فوج تباہ ہوئی تھی لیکن یہ فتح جنوبی ہند کے لیے نجات کا سبب تھی"۔ میلسن نے اس کو ہندوستان کی فیصلہ کن جنگوں میں سے ایک قرار دیا ہے اور اس کو حیدر کی لیپزگ (LEIPZIG) گردانا ہے۔ حیدر کی کثیر فوج اب بھی محفوظ اور نقل و حرکت کے قابل تھی۔ حیدر اب بھی جنگ لڑنے کے قابل تھا اور یہ شکست کسی طرح بھی شکست فاش نہیں تھی۔ ایک

(پچھلے صفحہ سے آگے) (۲):

گئے ہوں گے کہ ہمارے راستے پر نصب دشمن کے مورچوں کا پتہ چل گیا۔ میں تقریباً ایک گھنٹہ ٹھہرا رہا۔ اپنے داہنی جانب راستہ تلاش کرنا ضروری تھا تاکہ آگے بڑھا جاسکے اور دشمن کے مورچوں سے ہونے والی سیدھی گولہ باری سے بھی بچا جاسکے اور ان کے چوکیوں کے بائیں بازو کا رُخ بدلا جاسکے یا ان پر تسلط کیا جاسکے .... ہم کو ایک زبردست گولہ باری کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے اپنی گولہ باری محفوظ رکھی۔ میں نے داہنی جانب پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کر لیا اور نو بجے صبح روانہ ہوا۔ دو قطاریں ایک دوسرے کے متوازی بڑھ رہی تھیں۔ اپنی اصلی ترتیب پر آنے کے لیے ان کو صرف سامنے کی جانب رُخ کرنے کی ضرورت تھی۔ آٹھ توپوں کے ساتھ دو بٹالینوں کو تیسری سمت بنائی تھی اور فوجیوں کے بازوؤں کو دونوں قطاروں کو اس طرح ملانا تھا کہ اس طرف کے کچھ مورچوں سے گولہ باری روکی جاسکے۔ داہنی جانب ایک قابل گذر سڑک ملی جو حیدر نے ساحل سمندر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک عظیم مورچہ تک توپیں لے جانے کے لیے تعمیر کی تھی۔ کام کے مکمل ہونے کے لیے ایک دن اور درکار تھا۔ اس کی گولہ باری سے پریشان ہوتے ہوئے زخم کھاتے ہوئے ہم اس کے میدان کی جانب بڑھے۔ سڑک پار کرنے کے بعد مجھے اپنا مقدم کم کرنا تھا اور جیسے ہی زمین موافق و ہموار ہوئی وہ پہلی جیسی ترتیب میں آگئیں۔ ایک موتے (CALDERA) کی باڑھ ہمارے سینے کی محافظت کر رہی تھی اور بعض ریت کے تودے خوش بختی سے خالی تھے اور وہ میرے منصوبے کے عین مطابق تھے۔ میں دشمن کے مورچوں کے پہلو میں پہنچ گیا اور وہاں رُک کر سازگار موقع کا انتظار کرنے لگا۔ جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میرے عقب کی بلند زمین پر دوسرے دستے نے قبضہ کر لیا ہے تو میں نے پہلے دستے کے ساتھ تیزی سے پیش قدمی شروع کر دی۔"

(۱) M.H.C. ج ۵، الف ص ۱۸۹ تا ۱۹۲

http://www.apnaorg.com

تدبیری فتح جس کے کوئی اہم حربی اثرات نہ ہوں کوئی فیصلہ کن جنگی واقعہ نہیں تصور کی جاسکتی لیکن اس کی راہ میں شدید مزاحمت پیدا ہو گئی تھی۔ انگریزوں نے پلور (پالیلور) میں کھوئے ہوئے وقار کو کافی حد تک بحال کر لیا۔ ٹیپو کو ونڈی واش کا محاصرہ اٹھانا پڑا تھا اور حیدر کو تنجور اور ترچنا پلی کے علاقے کو خالی کرنا پڑا تھا۔ برطانوی فوج کو دوبارہ اپنی نقل و حرکت کی آزادی مل گئی تھی اور غالباً یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اگر انگریزوں کو پورٹو نوو کی فتح نصیب نہ ہوئی ہوتی تو معاہدہ سلبائی وجود میں نہ آیا ہوتا۔

http://www.apnaorg.com

باب ۲۲
پورٹونووسے شولنگورتک

پورٹونووکی جنگ نے حیدر کو بے دست وپا نہیں کر دیا تھا۔ اس کے پاس اب بھی کثیر فوج تھی جو حسب موقع جارحانہ یا دفاعی حملے کرنے کے لیے تیار تھی لیکن انگریزوں کو نقل وحرکت کی کچھ آزادی ضرور مل گئی۔ وہ کوٹ کڈلور اس ارادے سے روانہ ہوا کہ ونڈی واش کو مدد پہنچائے اور بنگال سے پیرس کے زیر کمان آنے والی کمک کے ساتھ جا ملے جو نیلور پہنچ چکی تھی۔ جیسے ہی کوٹ نے پیش قدمی کی حیدر جو سرخ پہاڑیوں سے چند میل کے فاصلے پر پانڈیچری کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا جنجی روڈ کے ساتھ ساتھ پیچھے ہٹ آیا۔ ارکاٹ میں اس سے ٹیپو آ ملا جس نے انگریزوں کی آمد پر ونڈی واش کا محاصرہ اٹھا لیا تھا وہاں سے وہ ارکوٹم کو روانہ ہوا جہاں اس نے حیدر کو آٹھ ہزار سوار، پانچ ہزار پیادے اور ۱۴ توپیں دے کر بھیجا کہ وہ لالہ میاں سے جا ملے اور پیرس کا راستہ مسدود کر دے۔ ۱۰ ر جون کو لالہ میاں نے پولی کٹ جھیل عبور کی اور ارکم پہنچا جو ولندیزیوں کا ایک جزیرہ تھا اور جہاں مدراس کے بہت سے باشندوں نے اپنی قیمتی اشیاء حفاظت کی غرض سے بھیج دی تھیں۔ ارکم اور پولی کٹ کو لوٹنے کے بعد لالہ میاں ستیا وید و چلا گیا۔ جہاں ٹیپو ترو ولور سے آ کر ۲۰ ر جولائی کو پہنچا وہاں وہ ٹھہرا رہا اور اسے اچانک یہ خبر ملی کہ پیرس ۳ ر اگست کو کوٹ سے ملنے میں کامیاب ہو گیا ہے (۱)

ہوا یہ کہ جب ٹیپو ایک راستے کی نگرانی کر رہا تھا پیرس نے دوسری راہ اختیار کی۔ پولی کٹ کی جھیل

---

(۱) MS. EUR. E. ۱۸۶ ص ۹۰ تا ۹۳

http://www.apnaorg.com

حقیقت میں شمال سے جنوب کی جانب تقریباً ۴۰ میل لمبی اور زیادہ سے زیادہ چھ میل چوڑی سمندر کی ایک آبنائے تھی۔ اس کے اور سمندر کے درمیان طویل تنگ خشکی کی پٹی کے دو راستے ہیں ایک جنوبی کنارے پر اور دوسرا شمالی کنارے پر۔ مدراس کو جانے والی شاہراہ عام جس کی نگرانی ٹیپو کر رہا تھا سمندر سے پندرہ بیس میل کے فاصلے پر جھیل کی مغربی جانب کو واقع ہے لیکن پیرس نے وردگر جا پٹرم پہنچنے کے بعد یہ افواہ اڑائی کہ وہ ارکاٹ کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ ادھر جانے کے بجائے وہ وینکٹ گری کے راجہ کی مدد سے (جس نے انگریزوں سے اشتراک کر لیا تھا اور اس کی فوج ۴۴ ہزار تھی) دونوں پٹیوں کو کشتی کے ذریعہ پار کر کے پولی کٹ پہنچ گیا جو خلیج کے جنوبی سرے پر واقع تھا اور وہاں کوٹ کرنگل، چنگل پٹ اور سینٹ تھامس ماؤنٹ کے راستے سے ہو کر پہنچ گیا تھا۔ اس طرح ۱۲ ہزار سپاہیوں پر مشتمل متحدہ فوج مدراس کی طرف پلٹ گئی۔

اس پر حیدر نے ارکونم سے کانجی ورم کو کوچ کیا اور ٹیپو کو واپس بلا لیا جو وینکٹ گری کے علاقہ کو تاراج کر رہا تھا۔ کوٹ کے پاس ایک طاقتور فوج تھی لیکن وہ نقل و حمل کے وسائل کے لحاظ سے کمزور تھا جو صرف ڈھائی دن کی رسد لے جانے کے قابل تھے (۱) وہ تباہ شدہ علاقے پر بھی بھروسہ نہ کر سکتا تھا۔ ترپاسور میں کچھ غلہ حاصل کرنے کی امید میں جو تین سو باقاعدہ اور نو سو بے قاعدہ فوجیوں پر مشتمل ایک میسوری فوج کے قبضہ میں تھا اس نے اس کا ۱۹ اگست کو محاصرہ کر لیا اور ۲۲ تاریخ کو حیدر کی امدادی فوج کے آنے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا۔ جب اس نے قیدیوں کے تبادلے کی تجویز رکھی تو حیدر نے جو محافظ فوج کے ہتھیار ڈالنے پر بہت برہم تھا جواب دیا کہ "ترپاسور میں گرفتار ہونے والے لوگ غدار اور نالائق ہیں۔ وہ میرے پاس آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ وہ آپ کے قیدی ہیں اور میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ ہر شخص کو آپ جلدی سے موت کے گھاٹ اتار دیں۔" (۲) کوٹ کو قلعہ میں جو دھان ملا تھا وہ صرف چھ روز چل سکتا تھا اس لیے وہ قیدیوں کو ضمانت پر چھوڑنے پر مجبور ہو گیا کیونکہ وہ ان کو خوراک نہیں دے سکتا تھا۔ رسد کی کمی کی وجہ سے وہ ارکاٹ کا محاصرہ نہیں کر سکا جس کے دفاع کے بارے میں اس نے سنا تھا کہ حیدر نے دس ہزار فوجی اور ۳۰ توپیں بھیجی تھیں۔ اس کے لیے صرف ایک صورت تھی کہ وہ دشمن کو کھلے میدان میں شکست دے اور اسے کرناٹک خالی کرنے پر مجبور کر دے۔ اس کی خوش قسمتی سے حیدر نے اسے موقع فراہم کر دیا۔

---

(۱) اس کے پاس صرف ڈھائی دن کی رسد کے لیے کافی گاڑیاں تھیں اور سپاہیوں کے پاس صرف چار دن کا سامان خورد و نوش تھا۔

(۲) "ترپاسور کی سپردگی کے صرف ایک گھنٹے بعد دشمن کی ایک بڑی فوج سوار و پیادہ پر مشتمل مغربی جانب پہنچی جیسے کہ ان کا قلعہ کو بچانے کا ارادہ ہو"۔ MS. EUR. E. 87 ص ۴۰، ولکس جلد دوم ص ۳۴۴

http://www.apnaorg.com

۲۴ تاریخ کو کوٹ نے ترپاسو میں سنا کہ حیدر کی پوری فوج "ترپاسو سے ۱۰ میل جنوب میں پولیلور کے مقام پر خاص اس جگہ مقیم ہے جہاں ایک سال پہلے بیلی کو اطاعت کرنی پڑی تھی (۱)" کوٹ پیرم بوکم کی طرف بڑھا جہاں اسے دشمن کی اگلی ٹکڑیاں ملیں جو لپسپا ہو گئیں۔ پیرم بوکم سے ۲۷ تاریخ کو صبح تڑکے کوٹ نے کوچ کیا اور داہنی جانب تکولم کے قلعہ کو چھوڑ دیا۔ ۹ بجے صبح اس نے حیدر کی فوج کو ڈیڑھ میل آگے دیکھا۔ انگریز گھنے درختوں کے درمیان ایک راستے پر پیش قدمی کر رہے تھے۔ تیز ہوا ان کے چہروں پر تھپیڑے مار رہی تھی اور خشک زمین سے اتنی گرد اڑ رہی تھی کہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کوٹ بیان کرتا ہے کہ "ہمارے بالکل سامنے داہنی جانب ایک میدان تھا جس میں جابجا جھاڑیاں تھیں اور جابجا پانی کے نالے تھے۔ ہمارے میسرے کی طرف بھی ایک میدان تھا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں لفٹیننٹ کرنل بیلی کی فوج کی قسمت کا فیصلہ ہوا تھا۔ اس میدان میں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ گہرے نالے تھے" حیدر کی فوج کوٹ کی فوج کے بائیں بازو کے قریب تھی۔ اس کے میسرے کی طرف ایک گاؤں تھا۔ اور میمنہ دوسرے گاؤں سے محفوظ تھا جبکہ سامنے کے حصے کو ٹیپو کے زیر قیادت ایک فوج نے مسدود کر رکھا تھا۔ پہلے کوٹ کا خیال تھا کہ میسور کی مرکزی فوج سامنے ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق اس نے فوج کو ترتیب دی تھی۔ تین بٹالینوں کے ساتھ اس نے ایک گھنے کنج پر قبضہ کیا جو اس مقدمۃ الجیش سے بائیں جانب آٹھ سو گز کے فاصلے پر تھا اس کی تین برگیڈ کی پہلی صف نے جو منرو کے زیر کمان تھی داہنی جانب اپنی ترتیب جمائی جبکہ اسٹورٹ کے تحت دو برگیڈ کی دوسری صف کسی کو بھی مدد پہنچانے کے لیے رکھی گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انگریزی فوجیں حیدر کی مرکزی فوج کے سامنے نہیں تھیں بلکہ وہ اس سے ایک خاص زاویے پر کھڑی تھیں۔ جب پہلی صف متعینہ مقام کی طرف بڑھ رہی تھی تو ٹیپو کے توپ خانے کی زد میں آگئی اور اِس سرے سے اُس سرے تک صفایا ہو گیا۔ پہلی صف کی ترتیب میں تبدیلی ضروری تھی۔ فوجی ایک جنگل میں گھس گئے اور اس کو پار کر کے ایک وسیع میدان میں دوبارہ اپنی تنظیم کی۔ ایک اٹھارہ پونڈ کی توپ کو ایک تالاب کے کنارے تک کھینچ کر لے جایا گیا۔ اس سے برطانوی کمانڈر کو بالادستی حاصل ہو گئی اور دشمن توپوں کی زد پر آگیا۔ ٹیپو پیچھے ہٹ گیا اور مرکزی فوج سے جا ملا۔ دوسری صف کو بھی اپنی صفیں باندھتے وقت میسور کے توپ خانے سے شدید نقصان پہنچا۔ حیدر نے اس مقام پر زبردست گولہ باری جاری رکھی اور کوٹ کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ جگہ پر قابض رہنے کے لیے دوسری صف کی تمام بٹالینوں کو وہاں باری باری بھیجتا

---

(۱) M.M.C. ۱۲ ستمبر ۱۷۸۱ء ص ۲۲۵۲

* توہم کے اصول کے مطابق حیدر نے کوٹ سے مقابلہ کرنے کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں اس نے بیلی پر فتح پائی تھی۔

http://www.apnaorg.com

رہے۔ میسوری پالیگاروں نے بھی کنج پر زبردست گولہ باری جاری رکھی۔ جو کنج کے بائیں جانب جنوبی سمت میں ایک خشک تالاب کے کنارے ڈٹے ہوئے تھے۔ شمالی سرکار کی بٹالینوں کو حکم دیا گیا کہ وہ پالیگاروں کو اس جگہ سے ہٹائیں جو ایک تباہ شدہ گاؤں کی طرف پسپا ہو گئے تھے۔ بٹالینوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کو پسپا کر دیں۔ لیکن وہ افراتفری اور بدنظمی کا شکار ہو گئیں اور ان کو واپس بلانا پڑا۔ دوسری صف کی میسویں سپاہی بٹالین بہرحال جمی رہی اور اس نے تباہی سے بچا لیا۔ حالانکہ کنج ایک زبردست گولہ باری کی زد میں آگیا تھا۔ اپنے میسرہ کی حفاظت کے لیے کوٹ نے اب پہلی صف سے دوسری صف میں ایک برگیڈ بلا لیا۔ میسور سواروں کے راستے کے دوسری طرف انگریزی سامان پر حملہ کا خطرہ بڑھ گیا اور برگیڈ کو بار بار پلٹ کر اس کی حفاظت کرنی پڑی تھی۔ آخر کار توپوں کی گولہ باری نے میسور سواروں کو واپسی پر مجبور کر دیا۔ کوٹ نے اب بخوبی دیکھ لیا کہ حیدر کی مرکزی فوج اس کے بائیں جانب جنوب میں ہے اور اس نے تیسری بار اپنی پہلی صف کی جگہ بدل دی۔ انگریزوں نے پلوری گاؤں پر حملہ کیا جو میسور فوج کے میسرے کی حفاظت کر رہا تھا۔ چھتوں سے گولی برسنے کے باوجود اس نے اس پر قبضہ کر لیا اور مدافعت کرنے والوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ کوٹ نے اب اپنی پوری فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ بہرکیف داہنی جانب اس کی پہلی صف دلدلی زمین اور دھان کے کھیتوں کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اس کا میسرہ آگے بڑھتا رہا جس کو قریب دیکھ کر حیدر نے اپنی توپ گاڑیوں کو باہم جوڑ دیا اور اپنے فوجیوں کو بلا لیا۔[1] جنگ کے دوران انگریزی فوج کئی بار سخت خطرے میں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب منرو نے یہ کہا کہ دونوں فوجوں کے درمیان میدان ناقابل عبور تھا تو کوٹ نے اسے جھڑک دیا۔ "جناب آپ اس وقت مجھ سے گفتگو فرما رہے ہیں جب آپ کو اپنا فرض منصبی انجام دینا چاہیئے۔" دو توپ گاڑیاں اڑ گئیں۔ کم سے کم ایک حملہ افراتفری کا شکار ہوا۔ احکامات میں بھی ابتری پیدا ہو گئی۔ اگر میسوریوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہوتا تو کوٹ کی فوج کا بار بار اپنے رُخ کا بدلنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ کوٹ کا ایک ناقد کہتا ہے کہ "اگر دو گھنٹے میں جب ہم انتہائی خطرناک حالت کا شکار تھے دشمن نے اپنی بے شمار سواروں کے ساتھ بائیں جانب سے ہمارے آدمیوں پر حملہ کر دیا ہوتا تو ہم کو شکست کا منہ دیکھنا پڑتا اور نکولم کے میدان انگریزوں کے زخمی اور مردہ جسموں سے بھرے ہوتے جو وحشی فاتح کے وہم اور سفاکی کو اور مشتعل کرتے۔"[2] لیکن بقول ولکس یہ ایک

---

(۱) توہم کے اصول کے مطابق حیدر نے کوٹ سے مقابلہ کرنے کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں اس نے پہلی بار فتح پائی تھی۔

(۲) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۰۶ — کوٹ اپنے شکست خوردہ دشمن کی فوجوں کی تعداد میں مبالغہ کرنے کا عادی تھا کہتا ہے کہ چلیلو میں حیدر کے پاس ڈیڑھ لاکھ آدمی تھے (ترپاسور کا مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۷۸۱ء کا مراسلہ) جو ایک بعید از قیاس تعداد ہے۔ شکست خوردہ فوج میں مقتولوں کی تعداد کے بارے میں اس کا تخمینہ میدان میں موجود گھوڑوں کی تعداد پر مبنی تھا۔ ہندوستانی عموماً زخمی ہو جانے والے سپاہیوں کو لے جانے کا خاص طور سے دھیان رکھتے تھے۔

http://www.apnaorg.com

"مشکوک فتح" تھی۔ کوٹ کا تخمینہ تھا کہ حیدر کے دو ہزار آدمی کام آئے اور اس کے اپنے صرف چار سو بیس آدمی اِس جنگ سے انگریزوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور رسد کی کمی نے کوٹ کو ۳۰ تاریخ ترپاسور واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ مدراس واپس آنے پر اس نے وسائل نقل و حمل اور رسد کی کمی پر احتجاج کرتے ہوئے استعفا دے دیا لیکن اس کو استعفا واپس لینے پر آمادہ کر لیا گیا اور اس نے پھر میدان جنگ میں اُترنا قبول کر لیا اور ۱۲ ستمبر کو ترپاسور سے ویلور کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔

اس معرکے سے سبق حاصل کر کے حیدر نے پلور (پلیلور) کے مغرب میں تقریباً ۵ امیل کے فاصلے پر شولنگور میں ویلور کو جانے والی شاہراہ پر اپنی فوج جمع کر دی۔ موسلا دھار بارش کوٹ کے سفر میں مخل ہوئی۔ اور ۲۷ تاریخ کو وہ غنیم کی فوج کا جائزہ لینے کے لیے آگے روانہ ہوا۔ اس نے چٹانوں کے ایک طویل سلسلہ میں حیدر کی فوج کے دستوں کو بکھرا ہوا پایا۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے ایک برگیڈ بھیجا جس نے اگلے دستوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا اور اب پہاڑی سلسلہ کی بلندی سے انگریز اپنے دشمنوں کو جنوب میں تقریباً تین میل کے فاصلے پر پوری فوج کے ساتھ دیکھ سکتے تھے۔

حیدر پر ایک بار بے خبری میں حملہ ہو گیا۔ اس کا اندازہ تھا کہ رات کی موسلا دھار سخت بارش کوٹ کو اگلے دن کوچ کرنے میں مانع ہو گی۔ اس کے بہت سے سپاہی نواحی گاؤں میں اس کی تلاش میں گئے تھے اور چوپایوں کو چارے کے لیے ہانک دیا گیا تھا۔ حیدر نے بہرکیف اپنی جگہ بڑی سمجھداری سے منتخب کی۔ اس کی فوج ایک طویل پہاڑی سلسلہ کے پیچھے پھیلی ہوئی تھی جس کے سامنے تقریباً ۵۰ اسوگز تک چٹیل اور دلدلی زمین تھی اور جس کے بیچ میں ایک چھوٹی سی ندی کو ام (COOUM) تھی[1]۔ جہاں کہیں بھی چٹانوں یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر جگہ ملی توپیں نصب کر دی گئیں۔ کوٹ نے چاہا کہ حیدر کو اپنا رُخ بدلنے پر مجبور کر دے تاکہ اگر کوئی افراتفری اور گڑبڑی کا موقع آئے تو وہ اپنی چھوٹی سی فوج کے ساتھ اس کا فائدہ اٹھا سکے۔ اس کی ترکیبیں پہلی جنگوں کی ترکیبوں جیسی تھیں یعنی ایک بازو دشمن پر حملہ کرے اور دوسرا بازو اس کی مدد کے لیے تیار کھڑا رہے۔" اس کی پہلی صف دونوں بازوؤں اور عقب کی جانب سے پہاڑیوں اور چٹانوں سے محفوظ تھی لیکن دوسرا برگیڈ بہت آگے بڑھ گیا

---

(۱) MS. EUR. E. ۸۴، ص ۴۳: وہ میدان جس میں معرکہ ہوا ارکاٹ سے شمال شمال مغرب میں تقریباً ۵ امیل کے فاصلہ پر تھا۔

حیدر نے اس طرح ایسی جگہ منتخب کی تھی کہ اگر وہ چاہتا تو جم کر مقابلہ کر سکتا تھا اور اگر چاہتا تو اس کے راستے کے علاوہ جس سے کوٹ پیش قدمی کر رہا تھا دوسرے راستوں سے فرار ہو سکتا تھا اور انگریزوں کے پہنچنے سے پہلے ارکاٹ یا ویلور پہنچ سکتا تھا۔

http://www.apnaorg.com

اور سخت گولہ باری کی زد میں آگیا۔ کوٹ نے اسے حکم دیا کہ وہ بلیزرڈ کے بائیں جانب مڑ جائے۔ اس کے بعد اُس نے پیش قدمی کا اشارہ دے دیا۔ کوٹ کہتا ہے کہ میسوری سواروں نے پلٹ کر اس ثابت قدمی اور استقلال سے حملہ کیا جس کا انھوں نے کبھی مظاہرہ نہیں کیا تھا۔" کوٹ کے آدمی صف توڑنے اور پرے بنانے پر مجبور ہو گئے تاکہ اپنے راستے کی چٹانوں سے بچ سکیں اور بٹالینوں کے درمیانی جگہوں میں حیدر نے اپنے سوار دستوں کو میدان میں اتار دیا لیکن انگریزوں نے سنورتھم کے سواروں اور حیدر علی کے اصطبل کے گھوڑوں کے چیدہ دستوں کا انتہائی مستعدی سے مقابلہ کیا انھوں نے اپنی گولہ باری اس وقت تک روکے رکھی جب تک کہ گھوڑے ان کی سنگینوں کی زد پر نہ آگئے۔ چیدہ دستوں کے دو پرچم چھین لیے گئے اور چھ پونڈ کی اس توپ پر بھی قبضہ ہو گیا جو پہلی سے چھینی گئی تھی۔

اسی دوران دوسری صف پر ٹیپو نے حملہ کیا اور جنگ جاری رہی یہاں تک کہ بعض بٹالینوں کا بارُود ختم ہو گیا۔ حریف کے میمنے سے میسرے تک مقابلہ کرنے کے لیے کوٹ نے صف کو سامنے کا رُخ بدلنے کا حکم دیا۔ "دشمنوں کے بائیں جانب پوری فوج مقابلہ کرے اور سامان کے ساتھ ضروری رابطہ قائم رکھے۔ اگر بہت زیادہ ضروری ہو تو وہ اپنے میمنہ سے مدد لے سکتے تھے اور پہلی صف سے پھر مل سکتے تھے۔" سامنے کے رُخ کی اس تبدیلی کے بعد میسوری فوج منظم نقل و حرکت میں ماہر نہیں تھی چنانچہ اسے انگریزی توپوں سے بہت نقصان پہنچا۔ تقریباً اسی وقت ٹیپو مرکزی فوج کے ساتھ ساتھ کاویری پک کی جانب پسپا ہو گیا۔

انگریزوں کا نقصان ایک ہزار سے زیادہ نہیں تھا۔ حیدر کی فوج کے سات سو پچاس سوار اور چار سو سپاہی میدان میں ہلاک ہوئے۔ کوٹ کا تخمینہ ہے کہ مرنے والوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ دوسرے تخمینے کے مطابق یہ تعداد ۵۰۰ اور ایک ہزار تھی۔ ان کے علاوہ کافی بڑی تعداد میں گھوڑوں کا نقصان ہوا تھا۔ ولکس کا یہ بیان جس کا ماخذ مجھے نہیں معلوم ہے کہ حیدر نے پانچ ہزار آدمیوں سے زیادہ کھوئے انتہائی مبالغہ آمیز ہے۔(۱)

شولنگور میں شکست سے حیدر کے وقار کو بہت گزند پہنچا۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کروٹ نگر اور کل ہستی کے پالیگار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ کوٹ نے رسد کی تلاش میں کروٹ نگر کے سردار کے علاقے میں پیش قدمی جبکہ حیدر نے اپنی جانب سے سردار کو سزا دینے کے لیے غارتگر دستے بھیجے۔ کروٹ نگر کے صدر مقام آتی مجری سے کوٹ نے میکارٹنی کی جنگ کے بارے میں اپنے مراسلات بھیجے۔

---

(۱) حیدر کی فوجی تعداد اور اس کے نقصان کے بارے میں کوٹ کے مبالغہ کرنے کا رجحان شولنگور کی جنگ کے سلسلے میں ارسال کردہ مراسلات سے بھی واضح ہوتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

باب ۲۳

شولنگور سے اناگڈی تک

شولنگور کی جنگ کے بعد لڑائی پرانے بے ترتیب اور غیر فیصلہ کن انداز میں گھسٹتی رہی۔ حیدر کوٹ اور مرکزی انگریز فوج کو کبھی شکست دینے کے قابل نہیں ہوسکا اور اس نے بڑی دانشمندی سے کسی نئے معرکے میں ملوث ہونے سے گریز کیا۔ جب تک انگریز سمندر پر اپنا تسلط قائم کیے ہوئے تھے تب تک نہ مدراس اور نہ اور دوسرے انگریزی قلعوں پر حملہ کرنا ممکن تھا۔ جو کچھ حیدر کرسکتا تھا وہ یہ تھا کہ دشمن کی فوجوں اور خورونوش کے قافلوں، الگ تھلگ سرحدی چوکیوں اور قلعوں پر اچانک حملے کرکے ان کو پریشان اور تنگ کرتا رہے اور جہاں تک ممکن ہو ان کی طاقت کو ساحلی علاقوں تک محدود رکھے۔ یہ کام اس نے بڑی کامیابی سے انجام دیا۔

دوسری جانب انگریز خاص طور پر مدافعت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ساحل پر ان کے مورچے مضبوط تھے اور میدان جنگ میں کوٹ ناقابل تسخیر تھا۔ بہرحال اس کی فوج اتنی بڑی کبھی نہیں ہوسکی جو حیدر کو کڑی شکست دے سکتی اور سوار فوج کی کمزوری اور سامان کی نقل و حمل کی دقت ہمیشہ اس بات میں مانع رہی کہ وہ کسی فتح سے فائدہ اٹھا کر دشمن پر کاری ضرب لگا سکے یا دشمن کو شکست فاش دے کر اس کا فوجی نظام درہم برہم کرکے اسے مکمل پسپائی پر مجبور کرسکے۔ بھاری اور بوجھل باربرداری انگریزوں کی ہمیشہ کمزوری رہی جس کا اثر ان کی رفتار اور جنگی صلاحیت پر پڑتا تھا اور جس کی وجہ سے دشمن کے تعاقب میں رکاوٹ پڑتی تھی۔ حیدر کی فوج اس سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھی اور اکثر جنگ میں پہل اسی کے ہاتھ رہتی تھی۔

شولنگور کے بعد حیدر نے کوٹ سے دس میل کے فاصلے پر کاویری پک کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ جب انگریز بمروز کے علاقے میں بڑھے تو لالہ میاں کے زیر کمان میسور کے ایک سوار دستے نے بمروز کے پولم پر حملہ کیا۔

http://www.apnaorg.com

لیکن کوٹ نے لالا میاں کے پڑاؤ پر اچانک تین رجمنٹوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اگرچہ سوار دستے بچ کر نکل گئے لیکن وہ اپنے ہتھیار، ساز و سامان اور کچھ گھوڑے اور بیل چھوڑ گئے۔[۱]

دل چری درّے کے راستے سے حیدر کو پہنچنے والی رسد کو مسدود کرنے کے لیے کوٹ نے لفٹننٹ کرنل اوون کو چھ بٹالینوں، دو سو سواروں اور بارہ توپوں کے ساتھ بھیجا۔[۲] یہ ایسا موقع تھا جس کا حیدر کو ہمیشہ انتظار رہتا تھا اور وہ اوون کے پیچھے تیزی سے روانہ ہوا۔ اوون کو تعاقب کا کوئی علم نہیں تھا۔ اسے اس بات کا اس وقت پتہ چلا جب حیدر کی فوج سامنے نظر آنے لگی۔ ۲۲ر اکتوبر کی صبح جب انگریز ویراکنڈلور درّے سے تقریباً ڈیڑھ میل دور تھے میسوری ظاہر ہوئے اور اوون اور درّے کے درمیان حائل ہونے کے لیے تیزی سے بڑھنے لگے۔ اوون نے درّے تک جلدی پہنچنے کے لیے اپنے خیموں اور سامان کو چھوڑ دیا۔ حیدر کی فوج کا ایک حصّہ ساز و سامان کی لوٹ مار میں مشغول ہو گیا لیکن ایک پہاڑی کی چوٹی پر نصب دو میسوری توپوں نے بڑھتی ہوئی انگریز فوج کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک صفایا کر دیا اور توپیں اوپر نصب کر دی گئیں اور میسوری سوار دستوں نے بار بار حملے کیے۔

درّے کے داخلی دروازے پر نصب ایک انگریزی توپ خانے نے اس اُمڈتے سیلاب کو روکے رکھا۔ اسی دوران مرکزی میسور افواج پہنچ گئیں اور طرفین کی فوجیں درّے میں داخل ہو گئیں جو تین چوتھائی میل چوڑا تھا۔ ایک گڈمڈ معرکہ شروع ہو گیا۔ کیپٹن واکر کی ایک بٹالین پوری طرح تہس نہس ہو گئی۔ واکر خود مارا گیا اور ایک چھ پونڈ والی توپ چھن گئی لیکن کیپٹن مور نے دستی بم اندازوں کی ایک کمپنی کی قیادت کرتے ہوئے اس کو پھر واپس چھین لیا۔ قرب و جوار کی پہاڑیوں سے میسوریوں نے دیسی بندوقوں سے مسلسل گولہ باری جاری رکھی۔ اوون بہر کیف آگے بڑھتا ہی رہا اور دو بجے دن کو وہ زیادہ کھلے ہوئے علاقے میں پہنچ گیا جہاں میسوری فوج کی گولہ باری سست پڑ گئی۔[۳] اوون دوپہر کے قریب پہلے ہی ایک افسر کو کوٹ کو اس حملے سے آگاہ کرنے کے لیے بھیج چکا تھا لیکن جب شام کو کوٹ پہنچا تو حیدر ارکاٹ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ انگریزوں کے دو افسر مارے گئے اور پانچ زخمی ہوئے۔ ان کے علاوہ تقریباً تین سو آدمی قتل یا زخمی ہوئے۔ یا غائب تھے۔ ان کا حیدر کے نقصان کے بارے میں اندازہ تھا کہ کم سے کم اس کے سات سو آدمی مارے گئے۔[۴]

---

(۱) MS. EUR. E. 87 ص ۷۸ (۲) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۱۴

(۳) " " " ص ۸۰، ۸۲ (۴) " " "

اس کے بعد کرناٹک میں جنگ معمولی محاصروں کی شکل میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ ویراکنڈور سے
کوٹ پال پٹ (دلی پٹہ) لوٹ آیا اور پھر وہ ویلور کی امداد کے لیے روانہ ہوا اور وہاں سے چتور پر حملہ کرنے کے
لیے پیش قدمی کی۔ قلعے کے جنوب میں واقع ایک پہاڑی پر نصب دو بارہ پونڈ والی توپوں نے تباہ کن گولہ باری
جاری رکھی۔ گولے قلعے کے اندر گرتے رہے لیکن محصورین نے مزاحمت جاری رکھی۔ بیٹہ پر دشمن کا قبضہ
ہو گیا اور محصورین اور دروازے اور فصیلوں کے درمیان صرف تین سو گز کا فاصلہ رہ گیا۔ قلعہ میں ایک شگاف
پڑ گیا اور کماندار حسین علی بیگ نے اس شرط پر قلعہ حوالے کر دینے کی پیشکش کی کہ محافظ کو ہتھیار، ساز و سامان
اور سرکاری مملوکہ ہر چیز کے ساتھ قلعے سے باہر جانے کی اجازت دے دی جائے۔ کوٹ نے اس کو تسلیم
کرنے سے انکار کر دیا اور دوسرے دن شگاف ایک گذرگاہ میں تبدیل ہو گیا لہٰذا حملے کا حکم دیا گیا۔ تب قلعدار
نے یہ درخواست کی کہ محافظ فوج کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کی شکل میں ان کے گھروں کو جانے کی اجازت دی جائے
"کیونکہ ہتھیاروں کے چھن جانے کی صورت میں وہ فوجی خدمات سے ہمیشہ کے لیے محروم قرار دیے جائیں گے"۔
کوٹ اس امید پر راضی ہو گیا کہ شاید قلعے میں اسے رسد مل جائے۔ محاصرہ چار دن تک جاری رہا تھا۔[1]

اسی وقت لالہ میاں نے لفٹننٹ پیرسن کے زیر کمان ایک فوج کو تہس نہس کر دیا تھا جو پرنگول کے
عامل دار سے مل کر ترویدہ (ترو ویلد پورم) پر حملہ کرنا چاہتی تھی۔ پیرسن اور عامل دار شیو چدمبر پلے کو قیدی
بنا لیا گیا۔[2]

کوٹ نے پول پٹ اور پولور میں سامان کی حفاظت اور غلہ حاصل کرنے کے لیے کچھ فوجی دستے چھوڑے
اور خود ویلور کی طرف پیش قدمی کی۔ جب چتور کا محاصرہ جاری تھا حیدر نے پول پٹ پر حملہ کیا۔ باہری مورچے
پر قبضہ کر لیا اور کیپٹن ٹیمپل کو اپنی توپیں اور سامان چھوڑ کر اندرونی احاطے میں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ حیدر
نے اس پر حملہ نہیں کیا بلکہ وہ لوٹ گیا کیونکہ کوٹ کو چتور کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کرنے کا اس کا خاص مقصد
حل نہیں ہوا تھا۔ بہر کیف اسی دوران ٹیپو اور لالی کو لفٹننٹ برکماٹر پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا جس کو پولور میں
بھاری توپ خانے کے ساتھ تعینات کیا گیا تھا۔ برکماٹر نے اپنی توپوں میں دوگنی مقدار میں بارود بھر کر اڑا دیا
اور رات میں قلعہ چھوڑ کر شمال کی طرف سرعت کے ساتھ روانہ ہو گیا اور اس کے تعاقب میں میسور سوار چل پڑے۔
اس نے ایلور پولم کا رُخ کیا۔ وہاں سے وہ نگری کوٹہ گیا اور تب وہ بمروز خاندان کے ساتھ جا ملا اور بمروز خاندان

---

(۱) ایشیا میں جنگ جلد اوّل ص ۲۱۴

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃

http://www.apnaorg.com

کے ساتھ کل ہستی کے علاقے میں جانکلا جس کو میسوری سواروں نے تاخت و تاراج کیا تھا۔ آخر وہ اپنی بچی کچی جماعت کے ساتھ مدراس پہنچ گیا۔(۱)

چونکہ انگریز اب تک چتور میں تھے لہذا حیدر نے ٹیپو اور لالی کو ترپاسور کے محاصرہ کے لیے بھیجا جس کی حفاظت کیپٹن بشپ کے سپرد تھی۔ محاصرہ ۱۷ نومبر کو شروع ہوا۔ جلد ہی فصیل میں شگاف پڑ گیا۔ لیکن محافظ فوج نے بڑی جرأت سے مزاحمت کی۔ جب کوٹ ۲۲ نومبر کو براہ پول پٹ اور نگری وہاں آ پہنچا اور ٹیپو وہاں سے محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گیا اور انگریز فوج بہ حفاظت اپنی چھاؤنیوں میں چلی گئی۔

——— اس اثنا میں حیدر نے بر وز کے علاقے کو اور کل ہستی کے علاقے کو تاخت و تاراج کیا اور ٹیپو کو چتور کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ۱۰ دسمبر کو شہر کا محاصرہ کر لیا گیا اور ۲۲ تاریخ کو جب ایک قابل گزر شگاف پڑ گیا تو کیپٹن لیمٹ کی زیر قیادت محافظ فوج نے قلعہ حوالے کر دیا۔ ٹیپو نے تب چندرگری پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور نواب کی محافظ فوج کو قتل کر دیا۔(۲) شروع جنوری میں کوٹ ویلور کی مدد کے لیے روانہ ہوا جو رسد کی کمی کا شکار تھا۔ حیدر نے اس کے عقب پر حملے کرنے اور سامان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور کوٹ کی واپسی پر اسی خاص مقام پر دوسرا حملہ بھی اسی طرح ناکام اور غیر مؤثر رہا۔ کوٹ پھر مدراس چلا گیا۔

کرناٹک میں چھوٹے قلعے کم ہی اتنے مستحکم ہوتے تھے کہ وہ شدید حملوں کا مقابلہ کر سکیں یا طویل محاصرہ کے سامنے ٹھہر سکیں لیکن ویلور کا قلعہ سب سے زیادہ مستحکم تھا اور سر آرتھر ولزلی کی رائے میں وہ ہندوستان کے مضبوط ترین قلعوں میں سے ایک تھا۔(۳) امبور وادی کے دہانے پر واقع جو میسور کے اہم ترین دروں میں سے ایک

---

(۱) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۱۳

(۲) SEE PROGS. MANUEL مورخہ ۲۰ فروری ۱۷۸۱ء کوٹ کا مراسلہ مورخہ ۱۱ جنوری ۱۷۸۱ء شمالی ارکاٹ ضلع کا کتابچہ۔ کوکس نواب ارکاٹ کا بھائی عبدالوہاب خاں چندرگری میں تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی حیدر کے ساتھ غدارانہ خط و کتابت میں مشغول تھا اور حسب عملاً بغیر کسی مزاحمت کے قلعہ حوالے کر دیا گیا تو حیدر نے سابقہ غداری اور بے وفائی کا الزام لگا کر پورے خاندان کو قیدی بنا کر سرنگا پٹم بھیج دیا۔

(۳) اوون ۔ ولزلی کے مراسلات کا انتخاب ص ۲۰۰

جب ہم ویلور کے طویل محاصرہ یا اس کی ناکہ بندی پر غور کرتے ہیں تو ہم کو دوسرے قلعوں کو امداد پہنچانے کے برطانوی اقدامات کو بہت کم چھوٹی سطح کا سمجھنا چاہیے۔ یہاں یہ مطالعہ غالباً غیر متعلق نہ ہوگا کہ ٹیپو سلطان کے جاری کردہ فوجی قواعد و ضوابط کے دستور العمل میں بغیر نام لیے سر آئر کوٹ کے برتر فوجوں کی موجودگی میں ویلور کو بار بار رسد پہنچانے کا حوالہ موجود ہے۔ ولکس جلد سوم ص ۲۵۹

http://www.apnaorg.com

اہم درّے کی جانب جاتی تھی وہ میسور فوج کے سامانِ رسد پہنچانے والے کے ایک بہت اہم راستے پر واقع تھا۔ محافظ فوج کی طرف تجارتی قافلوں کی راہ میں مداخلت کو روکنے کے لیے ان کی سخت محافظت کی ضرورت تھی۔ ایک فوجی افسر نے اس کی قلعہ بندی کو اس طرح بیان کیا ہے: "قلعہ ایک بے قاعدہ چوکور شکل میں تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کی قلعہ بندی ایک مرکزی دمدمے پر مشتمل ہے جس میں جگہ جگہ مدور مینار اور باہر نکلے ہوئے پچھے ہیں۔ اس کے نیچے ایک FAUSSIE BRAIE ہے جس میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر جھرو کے دار برج بنائے گئے ہیں۔ اس میں ایک کافی چوڑی اور پانی سے بھری خندق ہے جس کی چوڑائی کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے خندق کی طرف نکلا ہوا ایک پختہ مضبوط پشتہ ہے اور تین طرف ایک مسقف راستہ ہے۔ مرکزی فصیلیں بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی ہیں جو بڑی خوبصورتی سے کاٹے گئے ہیں اور بغیر گارے کے جوڑے گئے ہیں۔ FAUSSIE BRAIE کا پشتہ مضبوط پتھروں کا بنایا گیا ہے جس کی اوپری قطار کے پتھروں کو نیم مدور شکل میں کاٹا گیا ہے تاکہ سوراخوں سے دفاع کیا جا سکے۔ خندق کی طرف نکلا ہوا پشتہ کلہاڑی نما ہے اور مضبوط پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اس میں کوئی بیرونی فصیل، کوئی چھت دار راستہ، کوئی بغلی راستہ، اور کوئی مسقف حصوں کی حفاظت کرنے والے دمدمے نہیں ہیں۔ اس میں داخل ہونے کے لیے ایک چکر دار سڑک ہے جس پر بھاری دروازے ہیں اور جن کی حفاظت کے لیے ایسے پل تھے جن کو وقت ضرورت اٹھایا جا سکتا تھا۔ جنوب میں پیدل چلنے کا راستہ ہے جو خندق کے اوپر سے گذرتا ہے۔ خندق کے اوپر ہو کر قلعہ میں داخلے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"(۱) تین پہاڑیاں جو قلعے سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہیں قلعہ کے بالکل سامنے واقع ہیں اور قلعہ ان کی توپوں کی زد میں آتا ہے۔ ان پہاڑیوں کو بھی مسلح کیا گیا تھا ان میں مرکزی پہاڑی جو بعد میں "سارکی پہاڑی" کے نام سے مشہور ہوئی صرف ایک میل کے فاصلے پر واقع تھی ۱۷۸۰ء کے اواخر میں میسوریوں نے اس پر حملہ کیا اور ۲۳ دسمبر کو میر صاحب نے سرنگیں اڑادیں اور قلعہ سے اتنی شدید گولہ باری کی کہ محاصرین کی پیش قدمی کی بہت سست ہو گئی۔ آخر کار ایک طرف فصیل کا ایک حصہ تباہ ہو گیا اور شگاف سے بیس گز کے اندر اندر حملے کے لیے خندقیں بنالی گئیں۔ ۱۴ جنوری ۱۷۸۱ء کو ایک حملہ ناکام بنا دیا گیا اور اسی طرح سیڑھیوں کے ذریعے قلعہ پر چڑھنے کی دو کوششیں ناکام بنا دی گئیں۔ جب کوٹ اپنی فوج کے ساتھ بڑھا تو حیدر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا لیکن اس نے ویلور کے محاصرہ کو ایک قسم کی ناکہ بندی میں تبدیل کر دیا۔ کرنل لینگ ویلور میں کمان کر رہا تھا اس وقت اس کے پاس ڈھائی سو یوروپی، پانچ سو دیسی

---

(۱) شمالی ارکاٹ ضلع کا کتابچہ۔ کوکس ص ۱۸۸

http://www.apnaorg.com

سپاہی اور بارہ سو نواب ارکاٹ کے سپاہی تھے۔ اس نے اس وقفہ کا بخوبی فائدہ اٹھایا اور پہاڑی قلعہ کی مرمت کرائی اور مدراس سے آنے والی رقم سے چاول کا ذخیرہ کر لیا۔ بہر حال وہ ویلور سے چھ میل دور واقع کیلاس ورگ کے پہاڑی قلعہ پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا۔ اس پر قبضہ کی وجہ سے حیدر ناکہ بندی جاری رکھ سکا۔ اس کے فوجیوں نے انگریزوں کی فوج کے لیے رسد لانے والے لوگوں کی ناکیں کاٹ دیں۔ جب ۲ نومبر ۱۷۸۱ء کو کوٹ پہنچا تو رسد بہت کم ہو چلی تھی۔ وہ اپنے ساتھ تازہ ذخائر لایا تھا جو بہر صورت آٹھ یا دس ہفتوں کے لیے ہی کافی تھے۔ چنانچہ ۳۱ دسمبر ۱۷۸۱ء کو کوٹ مدراس سے ۱۴ سو قلیوں پر سامان، رسد کے ساتھ دوبارہ ویلور کی امداد کے لیے روانہ ہوا۔ وہ ۱۱ جنوری ۱۷۸۲ء کو تین ماہ کی رسد اور بیس ہزار پگوڈا سمیت قلعہ پہنچا۔ تازہ رسد بیشتر وینکٹ گری کے راجہ اور کل ہستی کے راجہ کے بیٹے کے ذریعے ۴ جون کو مہیا ہوئی تھی۔ حیدر کی فوجیں صرف واپس آنے والے قلیوں اور بیلوں کو روک سکیں۔ کوٹ ایک بار پھر ۱۲ اگست ۱۷۸۲ء کو آیا۔ پولی کٹ میں تقریباً تین چار ہزار بیلوں پر لدے سامانِ رسد کے ایک میسوری قافلے پر قبضے سے محافظ فوج کو اتنا غلہ مل گیا جو مارچ ۱۷۸۳ء تک کے لیے کافی تھا۔(۱)

اسی دوران تنجور اور ترچناپلی کے علاقے میں بھی لڑائی جاری رہی۔ انگریز اور محمد علی عملاً اس علاقہ پر پورا تسلط رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ فرانسیسیوں کے تعاون کی امید حیدر کو فروری ۱۷۸۱ء میں کڈلور کھینچ لائی۔ لیکن پورٹونووو کی شکست کے بعد وہ شمال کی طرف پلٹ گیا۔ جب یورپ میں ولندیزیوں کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی تو لارڈ میکارٹنی نے کرنل بریتھ ویٹ کو نیگاپٹم پر حملہ کرنے کے لیے فوجیں اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں میجر گالوے نے جو کلا کوٹہ میں ارکاٹ کی فوجوں کی کمان کر رہا تھا بریتھ ویٹ کو ترکٹاپلی (ترکٹوپلی) پر ایک حملہ کرنے میں تعاون دینے کی درخواست کی۔ گالوے کو ترچناپلی واپس طلب کر لیا گیا تاہم بریتھ ویٹ نے ڈھائی ہزار سپاہیوں اور چھ توپوں کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ۱۳ اگست ۱۷۸۱ء کو فصیل میں دو شگاف پڑ گئے تاہم رات میں ایک حملہ کو شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ محصورین بڑی جرأت کا ثبوت دے رہے تھے۔ بریتھ ویٹ تنجور چلا گیا لیکن ۲۲ اگست کو کرنل نکسن کو خبر ملی کہ میسوریوں نے ترکٹوپلی کو چھوڑ دیا ہے اور وہ کولرون کے شمال کی جانب چلے گئے ہیں چنانچہ اس نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے اپنی فوج بھیج دی۔ بریتھ ویٹ نے دوبارہ تنجور سے پیش قدمی کی اور سمندر سے اپنے رسل و رسائل کے ذرائع قائم کرنے کے لیے

---

(۱) شمالی ارکاٹ ضلع کا کتابچہ۔ اے۔ ایف کوکس ۱۸۸۱ ص ۶۴، ۶۸، ۱۸۸ء۔ MS. EUR. E. ۸۶ ص ۱۹، ۷۶، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۸۸، ۲۰۶، ۲۰۸ء۔ SEE. PROGS مورخہ ۲۵ فروری ۱۷۸۲ء ص ۸۰۶، ۸۲۲

http://www.apnaorg.com

پٹو کوناٹے کا (۳۰ اگست کو) محاصرہ کرلیا لیکن اسے ناکامی ہوئی اور وہ زخمی بھی ہوگیا۔ میکارٹنی نے جنوبی افواج کو یوروپی کمک بھیجی۔ اسی دوران ولندیزیوں نے حیدر کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا اور کہا جاتا ہے کہ ٹاؤن علی کے غیر مطمئن پالیگاروں کے ساتھ بھی ایک معاہدہ کیا۔ خبر ملی کہ انھوں نے کمبا کونم میں حیدر کی افواج سے جا ملنے کے لیے چار سو سپاہیوں، دو سو گھوڑ سواروں اور چھ توپوں پر مشتمل ایک فوج بھیجی تھی لیکن وہ نہ جانے کن وجوہ سے واپس بلالی گئی (۱)

تنجور فوج کے عارضی کمانڈر نکسن نے منار کوٹلی (منار گوڈلی) پر حملہ کیا اور آسانی سے اس پر قابض ہوگیا۔ پھر کئی بار پسپا ہونے کے بعد وہ مہادیو پٹنم پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا کیونکہ محافظ فوج میں پھوٹ پڑ گئی تھی اور اس نے اس پھوٹ کا پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ اڈریا پٹنم میں اسے مدراس سے رسد موصول ہوئی لیکن اسے منار گوڈی واپس آنا پڑا کیونکہ اس پر میسوریوں کے حملہ کا خطرہ بڑھ گیا تھا۔

بریتھ ویٹ نے اپنے زخموں سے صحتیاب ہوکر، ۲ ستمبر ۱۷۸۱ء کو پھر اپنی افواج کی کمان سنبھال لی۔ اس کا ارادہ ناگور اور نیگاپٹم پر حملہ کرنے کا تھا۔ راستے میں اسے خبر ملی کہ ایک میسوری فوج کا دستہ الن گوڈی میں غلہ جمع کررہا ہے چنانچہ اس نے گاؤں پر قبضہ کرلیا۔ دشمن کو مار بھگایا اور ایک توپ اور دو فرانسیسی

---

(۱) حیدر علی اور ولندیزی کمپنی کے ڈائرکٹر اور گورنر رینیر وان ولیسنگن کے درمیان ہونے والے معاہدہ کی دفعات میں تین بہت اہم ہیں :۔ چونکہ تنجور اور ترچناپلی سے دشمن کمبا کونم میں خیمہ زن عالیجاہ کی فوجوں کے خلاف اقدام کرسکتے ہیں۔ عزت مآب کمپنی اپنی جانب سے یہ وعدہ کرتی ہے کہ وہ یہاں سے وہاں دو ہزار فوج جو یوروپیوں، ملائے اور سپاہیوں پر مشتمل ہوگی اور جس کے ساتھ پانچ یا چھ توپیں اور یوروپی افسر بھی ہوں گے نواب کے مذکورہ بالا سپاہیوں کی مدد کے لیے اور دشمن کو مار بھگانے کے لیے بھیجے گی اور اگر انگریز نیگاپٹم کا محاصرہ کریں تو عزت مآب نواب ان کو یہاں سے نکالنے کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں گے۔ کمپنی یہ وعدہ کرتی ہے کہ نواب کی مذکورہ بالا فوجوں کی آمد پر وہ ان کے لیے اچھی قیام گاہوں کا انتظام کریں گے۔

دفعہ ۹: چونکہ عزت مآب نواب نے ولندیزی کمپنی کو تنجور کے متعلقہ علاقہ جات مثلاً کیوالور کا صوبہ، ویڈیم کون، ٹوپاکوٹا اور ناگور مع ان کے ماتحت گاؤں کے ازراہ کرم عطا فرمادیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی کوشش کریں گے کہ ان مذکورہ بالا علاقوں میں سے کسی جگہ سے بھی کچھ بھی غلہ یا رسد دشمن کو نہ برآمد کیا جاسکے اور عزت مآب کمپنی کی جانب سے نواب کی مدد کے لیے مرسلہ فوج کے سلسلہ میں جو اخراجات آئیں گے وہ بعد میں طے کرلیے جائیں گے (قلعہ نیگاپٹم میں متفقہ طور پر منظور کردہ۔ ۴ ستمبر ۱۷۸۱ء۔ .M S . EUR . E ص ۸۶، ۱۰۹، ۱۰۷)

http://www.apnaorg.com

بٹالین کمانداروں کو قید کرلیا۔ اس ڈر سے کہ نیگاپٹم پر برسات سے پہلے حملہ ناقابل عمل ہوگا وہ تجوز لوٹ گیا اور نکسن کو ناگور بھیج دیا۔ راستے میں اس نے کمباکونم کے پگوڈا کو تباہ کردیا اور بندرگاہ سے ایک جنگی جہاز کی مدد سے دشمن کو ناگور سے نکال باہر کیا اور ان کی چار توپوں پر قبضہ کرلیا۔ اسی دوران ۵ نومبر کو منرو نے نیگاپٹم کا محاصرہ کرلیا تھا اور محافظ فوج نے ایک ہفتے بعد قلعہ حوالے کردیا۔

جنوب میں ولندیزی طاقت لگ بھگ ختم ہوگئی تھی لیکن اسی دوران کورمنڈل ساحل پر ایک فرانسیسی بیڑا نمودار ہوا۔ اس پر حیدر نے ونڈی واش کی جانب پیش قدمی کی اور ٹیپو کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بریتھ ویٹ کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا۔ ٹیپو کے پاس تیرہ سو سوار، ڈھائی ہزار پیادے اور چھ توپیں تھیں اور پنڈلور سے چار میل شمال مشرق میں دریائے کولرون کے جنوبی کنارے پر واقع اَناگڈی میں مقیم تھا اور منرو کی جانب سے اسے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ فصلوں کی حفاظت کرے جو اب کٹائی کے لیے بالکل تیار تھیں۔ ٹیپو کے پاس چھ ہزار سوار، بارہ ہزار پیادے اور بیس توپیں تھیں۔ بریتھ ویٹ ٹیپو کی تیز پیش قدمی سے بے خبر تھا۔ یہاں تک کہ ۱۷ فروری ۱۷۸۲ء کو اس پر چاروں جانب سے حملہ ہوا۔ وہ میدان میں جما رہا لیکن رات کے وقت پسپا ہونے کا اس نے فیصلہ کرلیا۔ دشمن کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے اس نے اپنے پیچھے سواروں اور سپاہیوں کی ایک بٹالین چھوڑ کر صبح دس بجے وہ سپاہیوں کی دو بٹالینوں کے ساتھ میاورم کی طرف روانہ ہوگیا لیکن ٹیپو ہوشیار تھا اور وہ بریتھ ویٹ اور اس کے عقبی نگران دستوں کے بیچ حائل ہوگیا۔ بریتھ ویٹ بہت مشکلوں سے لڑتا بھڑتا نکل گیا اور پھر اس سے جا ملا۔ میسوریوں کی گولہ باری اور تیر اندازی نے انگریزی صفوں میں بڑی ابتری پھیلادی۔ لڑائی جاری رہی اور گیارہ بجے کے قریب بریتھ ویٹ ایک میل کے فاصلے پر واقع ایک پگوڈا کی طرف روانہ ہوا لیکن جب وہ قریب پہنچا تو اس کی ایک بٹالین نے دشمن کو حملہ کرتے دیکھا تو صف توڑ دی اور اپنی بندوقیں چھوڑ کر پگوڈا کی طرف بھاگ نکلے۔ پوری فوج میں بدنظمی اور افراتفری پھیل گئی اور میسوری صفوں کے درمیان گھس گئے۔ بریتھ ویٹ کی پشت پر ایک زخم لگا۔ سپاہی تقریباً دو دنوں سے مسلسل لڑ رہے تھے۔ افسروں نے دانشمندی سے ہتھیار ڈال دینے کا فیصلہ کرلیا۔ صلح کے جھنڈے پھہرانے کے بعد کوئی شخص قتل نہیں کیا گیا لیکن بقیہ فوج کو قیدی بنا لیا گیا۔ ایک بٹالین جو پگوڈا پہنچ گئی تھی اسے بھی اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگلے کچھ دنوں میں تقریباً سات سو سپاہی اور کچھ ہندوستانی افسر نکل بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن یوروپیوں کو سرنگاپٹم بھیج دیا گیا۔ بریتھ ویٹ کو حیدر اپنے لشکری خیمہ میں رکھتا تھا۔[1] اس شکست سے انگریزوں کو بہت دھکا

---

(۱) M.M.C. مورخہ ۲ مارچ ص ۱۷۸۱، ۸۳، ۸۴ SEE. PROGS. مورخہ ۱۱ مارچ ۱۷۸۲ء۔ ای ایم فالو فیلڈ کا خط

http://www.apnaorg.com

پہنچا اور اس نے پورٹو نوو کے کیمپ کے دھرے پر پانی پھیر دیا۔ جنوب پر انگریزوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور اب وہ تنجور کے سرسبز شاداب میدانوں سے مزید غلہ اور مویشی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

مغربی ساحل پر لڑائی جاری تھی۔ اگست ۱۷۸۲ء سے میجر ابنگٹن کی قیادت میں ایک چھوٹی سی انگریز محافظ فوج نے تیلی چری میں سردار خاں کے زیر کمان حیدر کی فوج کے خلاف بڑی جرأت سے مدافعت جاری رکھی۔ محافظ فوج کو ۱۷۸۱ء کے موسم بہار میں کمک پہنچی۔ ۸ ر دسمبر کو ابنگٹن نے ایک شبخون مارا اور حیدر کے ایک چہیتے افسر سردار خاں کو شکست فاش دی۔ اس کی فوج بالکل تہس نہس ہو گئی اور وہ اپنے خاندان اور افسروں سمیت گرفتار ہو گیا۔ اس کی تمام توپیں، گولہ بارود اور سامان کے ذخیرے انگریزوں کے ہاتھ لگے۔ ابنگٹن نے اپنی فتح جاری رکھی اور کالی کٹ پر قبضہ کر لیا لیکن وہ منگلور پر قبضہ نہ کر سکا اور اس طرح ساحل پر اب بھی حیدر کے قدم جمے رہے۔

اناگڈی کی فتح کے باوجود حیدر نے محسوس کر لیا تھا کہ مستقبل بہت اچھا نہیں ہے۔ اس کے اصل منصوبے نظام اور مرہٹوں کے ساتھ اتحاد عظیم پر مبنی تھے۔ اس کو شاید یہ توقع تھی کہ یہ حلیف انگریزوں کے ساتھ ڈٹ کر جنگ کریں گے اور ہر طرف سے حملہ کی صورت میں انگریز جنوب میں کافی تعداد میں فوج رکھنے کے قابل نہ رہیں گے۔ بہر صورت شمال میں اس کی سرحد محفوظ رہے گی اور اسے صرف ایک دشمن کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ جنگ کے جاری رہنے سے یہ بات صاف ظاہر ہو گئی تھی کہ وہ مرکزی انگریزی فوج کو نہ تو میدان جنگ میں شکست دے سکتا ہے اور نہ ہی اسے مدراس تک محدود رکھ سکتا ہے۔ شاید یہی وقت تھا۔ یعنی اناگڈی کی فتح کے بعد اور ۱۰ ر مارچ کو فرانسیسی فوج کے یقینی آمد سے پہلے ــ کہ اس نے پورنیہ کو بتایا تھا جو پورنیہ نے بعد میں ولکس کو بتایا کہ "انگریزوں اور اس کے درمیان شاید باہمی بے اطمینانی اور نزاع کی وجوہ موجود تھیں لیکن جنگ کی کافی وجہ موجود نہیں تھی"۔ اس نے مزید کہا تھا کہ کئی ہیلیوں اور بریتھ ویٹوں کی شکست سے وہ تباہ نہ ہو جائیں گے۔ میں بری راستوں پر ان کے وسائل تباہ کر سکتا ہوں لیکن میں سمندر خشک نہیں کر سکتا اور میں اس جنگ سے یقیناً تنگ آ جاؤں گا جس میں مجھے سوائے لڑائی کے اور کچھ حاصل نہیں"۔(۱) واقعات سے بھی صاف ظاہر تھا کہ اس کے حلیفوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ نظام کی جانب سے اسے یوں بھی کبھی بہت زیادہ امید نہیں رہی تھی۔ مدھوجی بھونسلے شروع ہی سے ڈھیلا تھا اور اب حیدر کو خبر مل گئی تھی کہ مہادجی سندھیا نے انگریزوں کے ساتھ ایک

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۲۰۷، ۲۰۸

معاہدہ کر لیا ہے اور پونا کی حکومت بھی کسی وقت کرے گی۔ وہ جانتا تھا کہ مرہٹے ان علاقوں کو دوبارہ فتح کرنے کی کوشش کریں گے جو انھوں نے اسے اتحاد میں شامل ہونے کی ترغیب دینے کے لیے اس کے حوالے کر دیے تھے۔ حیدر تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیانی علاقے کو میسور کی حدود اور مرہٹوں کے حملوں کے درمیان ایک وسیع سدراہ بنانا چاہتا تھا لیکن اب اُسے ایسا لگ رہا تھا کہ اس کو انگریزوں کے ساتھ ساتھ مرہٹوں سے بھی لڑنا پڑے گا۔ اس نے ایک مہنگا سودا کیا تھا اور دوسرے فریق سے اسے امید نہیں تھی کہ وہ اسے تسلیم کریں گے جبکہ وہ ان کے اب موافق بھی نہیں تھا۔ اس نے پورنیہ سے کہا تھا کہ "عام سوجھ بوجھ کا کوئی بھی آدمی مرہٹوں پر بھروسہ نہیں کر سکتا اور وہ خود بھی یہ توقع نہیں کرتے کہ کوئی ان پر اعتماد کرے گا۔ مرہٹوں کا موجودہ رویّہ اس کے نزدیک ایک مشترکہ مقصد سے غداری کے مترادف تھا۔ لیکن اس حقیقت سے بھی آنکھ نہیں بند کی جاسکتی کہ اس نے ان کی خیر سگالی حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کیا تھا اور نہ ان کے اعتماد کو حاصل کرنے کی کوئی کوشش کی تھی۔ حقیقت میں مشترک مقصد جیسی کسی چیز کا وجود ہی نہیں تھا۔

ایک اور حلیف جس سے اسے بہت امید تھی فرانسیسی تھے۔ ایک فرانسیسی بحری بیڑے نے انگریزوں کی بحری طاقت کو غیر مؤثر بنا دیا ہوتا اور ایک فرانسیسی بری فوج نے اس کی اپنی فوج کو کافی تقویت بہم پہنچائی ہوتی لیکن وی اور وس کڈلور میں اسے کشمکش میں چھوڑ گیا تھا۔ اس نے فضول لمبی کا مہینوں انتظار کیا تھا اور اگر وہ آتا بھی تو بھی حیدر کو شمال میں مرہٹوں کے حملے کی سرکوبی کے لیے جانا پڑتا اور فرانسیسی عدم اعتماد کی شکایت کرتے۔ اس نے پورنیہ کو بتایا تھا کہ "مجھ کو مرہٹوں کے خلاف تنہا ہی جانا چاہیے اور چاہے اس کے لیے مجھے فرانسیسیوں کی ناراضگی مول لینی پڑے۔ میں ان پر اعتماد نہیں کرتا اور ان کی فوج کو میسور میں داخلے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" فرانسیسی انگریزوں کے خلاف تو مفید ثابت ہو سکتے تھے لیکن ہندوستان میں ان کو ایک بڑی طاقت بننے دینا خطرناک بات تھی لیکن ان شرائط پر وہ فرانسیسیوں کا پورا تعاون مشکل ہی سے حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود سفرن کی قیادت میں ایک فرانسیسی بیڑے کی آمد سے ایسا لگا کہ اس طویل اور غیر فیصلہ کن جنگ میں یہ کامیابی کا آخری موقع ہے۔ اس نے اپنی بعض چوکیوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ارکاٹ کے مورچوں میں سرنگیں بچھادی تھیں کہ اسی اثنا میں اس کو فرانسیسی بیڑے کی آمد کی خبر ملی اور اس کی امیدیں ایک بار پھر زندہ ہو گئیں۔

باب ۲۴

اناگڈی کی جنگ سے حیدر کی وفات تک

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں حیدر اس جنگ سے پریشان ہو گیا تھا جس کے بارے میں اس نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ طویل اور غیر فیصلہ کن ہو گی۔ اسے یہ بھی ڈر تھا کہ اگر شمالی سرحدوں پر مرہٹوں نے جارحانہ کارروائیاں شروع کر دیں تو مزید خطرہ بڑھ جائے گا لیکن اسی وقت کورومنڈل ساحل پر ایک فرانسیسی بحری بیڑا فرانس سے پہنچ گیا جس کی قیادت انتہائی تجربہ کار اور شہرت یافتہ امیر البحر کر رہا تھا۔ اگر ایم۔ ڈی سفرن برطانوی بیڑے کو ہندوستانی سمندر سے نکال سکتا اور کافی فرانسیسی فوج سے اس کی فوج کو تقویت دے سکتا تو جنوبی ہند میں انگریزی طاقت کا خاتمہ یقینی تھا۔

انگریزوں کی خوش بختی تھی کہ اس وقت ان کے پاس تقریباً برابر کا ایک بیڑا ایک لائق افسر کی کمان میں موجود تھا۔ دونوں بیڑوں کے درمیان پہلا معرکہ ۱۵ فروری کو پولی کٹ کے پاس پیش آیا اور فیصلہ کن رہا لیکن برطانوی بیڑے کو سری لنکا میں ٹرنکوملی کو مرمت کے لیے جانا پڑا۔ سفرن پورٹونوو پہنچا لیکن اس وقت تک اس نے لنگر نہیں ڈالا جب تک کہ حیدر سے معاہدہ کی گفت و شنید مکمل نہ ہو گئی۔ حیدر نے ارکاٹ سے ونڈی واش کا رخ کیا۔ کوٹ کو فطری طور پر یہ خیال گذرا کہ وہ جنوب میں خاص طور پر بریتھ ویٹ کی شکست کے بعد دہشت کا بازار گرم کرے گا۔ اس نے تین ہزار بیلوں، دو ہزار قلیوں اور چاول سے لدی تقریباً سو گاڑیوں پر مشتمل ایک رسد کا قافلہ چنگل پٹ بھیجا جس کی حفاظت میجر بائرن (BYRNE) کی قیادت میں کچھ بٹالینیں اور سپاہیوں کی ایک رجمنٹ کر رہی تھی۔ واپسی پر میسور سواروں اور تیر اندازوں کا ایک دستہ نمودار ہوا اور بائرن نے اسے غلطی سے میسور کی مرکزی فوج سمجھ لیا اور بیلوں کو حیدر کے آدمیوں کے ہاتھوں میں پڑ جانے کے لیے پیچھے چھوڑ کر تیزی

http://www.apnaorg.com

سے روانہ ہو گیا (۱) اس نقصان نے جس کی تلافی آسانی سے نہیں کی جا سکتی تھی کوٹ کے نقل و حمل میں سخت رکاوٹ پیدا کر دی۔ اس کے بعد دو ہزار میسوری فوج ماؤنٹ کے قریب انگریزوں کے ارد گرد منڈلاتی رہی تاکہ چارے کے لیے نکلنے والی ٹولیوں کو اور ان کے بیلوں کا راستہ کاٹنے کی کوشش کرے۔ کوٹ نے رات کی تاریکی میں منی منگم میں ان پر حملہ کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی لیکن وہ تھوڑا سا نقصان اٹھا کر بچ نکلے۔

۱۰ مارچ کو دو ہزار فرانسیسی سپاہی پورٹو نوو پر لنگر انداز ہوئے جو ڈچی من (DUCHIMEN) کے زیر قیادت تھے اور انھوں نے یکم اپریل کو کڈلور کا محاصرہ کر لیا جسے ۴ اپریل کو بغیر ایک گولی چلائے دشمنوں کے حوالے کر دیا گیا۔ ٹیپو، لالی اور اس کے مختصر فرانسیسی دستے کے ساتھ بریتھ ویٹ کی شکست کے بعد کرور چلا گیا تھا۔ وہ تقریباً وسط مارچ میں واپس ہوا اور فرانسیسیوں کے ساتھ مشترکہ کارروائی کرنے کے لیے کڈلور روانہ ہوا۔ قرب و جوار میں اس کی موجودگی کی وجہ سے کڈلور نے فرانسیسیوں کے سامنے جلد ہتھیار ڈال دیے (۲)

پرماکوئل اور ونڈی واش کے خلاف حیدر کے ارادوں کو خاک میں ملانے کے لیے ۱۰ اپریل کو کوٹ ماؤنٹ سے روانہ ہوا۔ ۱۴ اپریل کو اس نے سینٹ تھامس سے ایک برطانوی رجمنٹ طلب کی۔ حیدر نے جو ونڈی واش کے جنوب مشرق میں تقریباً ۲ میل کے فاصلے پر موجود تھا چار ہزار سوار، دو ہزار سپاہیوں اور دو ہزار پالیگاروں اور چھ توپوں پر مشتمل ایک فوج اپنے بیٹے کریم صاحب کی قیادت میں بھیجی۔ تاکہ وہ اس رجمنٹ کا راستہ روکے لیکن وہ اس کے عقب کو پریشان کرنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔ تب کریم صاحب نے مدراس کی طرف پیش قدمی کی۔ مدراس سے کچھ میل ادھر پوناملی سڑک پر واقع ایک مورچے پر حملہ کیا جس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی اور پھر وہ شہر کی طرف بڑھا۔ محمد علی کے فرزند ثانی امیر الامراء کی ماتحتی میں فوجوں نے باغوں اور گھروں کی حفاظت کی۔ چونکہ دشمن کو کمک پہنچ گئی تھی اس لیے کریم صاحب

---

(۱) SEE. PROGS مورخہ ۱۱ مارچ ۱۷۸۲ء ص ۸۰۰

"سینٹ تھامس ماؤنٹ اور پالر کے دوسرے کنارے پر واقع خطے کے درمیان کے انگریزی علاقے کے لیے چنگل پٹ کو کلیدی حیثیت حاصل رہی۔"

چنگل پٹ ضلع کا کتابچہ۔ سی جے کرول (CROLE)

(۲) SEE. PROGS ۹ اپریل ۱۷۸۲ء ص ۱۵۹۰

http://www.apnaorg.com

پیچھے ہٹ آیا اور پیرم بوکم کے راستے کانجی ورم لوٹ آیا۔ مدراس کو خطرہ میں دیکھ کر کوٹ دوبارہ پالار کو عبور کر کے واپس لوٹ آیا تاکہ وہ کریم صاحب کو روک سکے۔ لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ حیدر نے اپنے بیٹے کو پسپائی پر سرزنش کی اور کریم صاحب نے ایک بار پھر پیش قدمی کی لیکن اسے ایک بار پھر جلدی سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ واضح ہو گیا تھا کہ کریم صاحب بطور سپاہی کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں کر سکا۔(۱)

کوٹ کی حالت بڑی تشویشناک تھی۔ اس نے بتایا کہ جنوب میں اس کی کسی پیش قدمی کے لیے رسد کافی نہیں ہے اور سمندر کی راہ سے رسد کی فراہمی کا اس کو یقین نہیں ہے۔ مزید برآں اُسے یہ بھی ڈر تھا کہ فرانسیسیوں اور حیدر کے درمیان وہ اتحاد پیدا ہو جائے گا جو اب تک چند آداب و رسوم کی پابندی اور ایک دوسرے پر بھروسہ کی کمی نے نہ ہونے دیا تھا اور جو اس کی پیش قدمی کے بعد دونوں کے مفاد میں ضروری ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسا معرکہ ہو گا جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ ہمیں کامیابی ہو گی تب بھی رسد کی کمی کی وجہ سے ہم اس کامیابی کو پایۂ تکمیل تک استحکام نہ دے سکیں گے اور ہم کو پسپائی پر مجبور ہونا پڑے گا اور اس سے نہ صرف ہماری کمزوری ظاہر ہو گی بلکہ ہمارے دامن پر ایسا داغ لگے گا جو ہماری متوقع فتح کے فوائد اور حاصل شدہ عزت و وقار سے بھی نہ دُھل سکے گا۔"(۲)

کوٹ تبرم سے ۱۰ مئی سے پہلے روانہ نہ ہو سکا اگرچہ اسے یہ اطلاع مل گئی تھی کہ حیدر نے ارکوپرماکوئل کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس وقت اس کے میکارٹنی سے شدید اختلافات تھے اور ایک مرحلہ پر تو اس نے کمان سے استعفا دے دینے کی سوچی تھی۔ حیدر ۱۰ مئی کو پرماکوئل کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے آسانی سے پیٹھ کو تباہ کر دیا اور مرکزی دروازے تک اپنی خندقیں بنا کر اس نے ۱۵ تاریخ کو ایک سرنگ اُڑا دی۔ دوسرے دن ایک شگاف ہو گیا اور ارکو لفٹیننٹ پلو (PLOW) نے جو کمان کا نگران تھا قلعہ حوالے کر دینے کی پیشکش کی۔ بشرطیکہ تمام یوروپیوں کو ایک نگران دستے کے ساتھ مدراس واپس جانے کی اجازت دے دی جائے۔(۳)

اسی اثنا میں ۱۲ اپریل کو ہفس اور سفرن نے ایک اور غیر فیصلہ کن جنگ سری لنکا کے قریب لڑی تھی اور دونوں فریق جزیرے کے مختلف بندرگاہوں میں مرمت کے لیے چلے گئے تھے۔ فرانسیسیوں اور حیدر نے حالات سے مجبور ہو کر ایک معاہدہ کر لیا تھا اور پرماکوئل کی سپردگی کے بعد مشترکہ متحدہ فوج نے

---

(۱) .MS. EUR. E ۸۶ ص ۱۵۸ (۲) SEE. PROGS ۳ جولائی ۱۷۸۲ء ص ۲۰۲۳

(۳) ۸۶ ص ۱۶۴ " " " "

http://www.apnaorg.com

ونڈی واش پر چڑھائی کر دی۔

بہرحال کوٹ روانہ ہوا۔ جب وہ کرنگل سے ونڈی واش کی جانب بڑھا تو حیدر اور اس کے اتحادی پانڈیچری کی جانب پلٹ گئے۔ کوٹ اور قریب آیا اور اس نے انھیں ویلی نور اور سرخ پہاڑیوں کے درمیان ایک طویل صف کی شکل میں مورچہ بند پایا۔[1] ان کو اس مضبوط مقام سے باہر نکالنے کے لیے کوٹ نے حیدر کے ذخائر کے صدر مقام ارنی پر حملہ کرنا چاہا۔ یکم جون کو وہ ارنی کے قریب تھا۔ حیدر کو تیزی سے واپس آنا پڑا اور اس نے فرانسیسیوں کو اپنے پیچھے چھوڑا جن کو لبی کی جانب سے یہ ہدایات ملی تھیں کہ وہ اس کی آمد تک کوئی عام جنگ نہ لڑیں۔

۲ر جون کو ارنی کی جنگ کے بارے میں ولکس نے بیان کیا ہے کہ "یہ ایک سخت تھکن اور گھٹتی بڑھتی گولہ باری کا دن تھا۔ یہ جنگ دانشمندانہ جنگی تدابیر کا دن نہیں تھا جس کا مقصد ساز و سامان کے ضروری تحفظ کے ساتھ ساتھ دشمن سے قریب پہنچنا رہا ہو۔

چٹ پٹ کی جانب ایک چھوٹی سی ندی ایک ہلکے سے نشیب کی طرف جاتی ہے۔ جس کے درمیان ایک چھوٹی سی گھاٹی ہے جو رفتہ رفتہ ارنی کی جانب بلند ہوتی جاتی ہے۔ حیدر نے ٹیپو کی ماتحتی میں محافظ فوج کی امداد کے لیے ایک چھوٹی سی فوج تیز رفتاری کے ساتھ روانہ کی تھی۔ جب انگریزی ہراول دستہ صبح سویرے قلعے پہنچا تو اس پر قلعہ سے اور ٹیپو کی فوج کی جانب سے گولہ باری ہوئی اور حیدر کی فوج نے عقب سے اس پر توپوں کے دہانے کھول دیے۔ کوٹ نے اپنا ساز و سامان نیچے کی طرف ڈھال پر رکھا اور اس کی حفاظت کے لیے سپاہیوں کی پانچ بٹالینوں اور پوری سوار فوج کو متعین کر دیا۔ حیدر اب بائیں جانب نمودار ہوا اور کوٹ کو اپنا رُخ داہنی جانب موڑنا پڑا۔ وہ ارنی کی جانب سے اپنا راستہ طے نہیں کر سکتا تھا۔ حسب دستور اس کے فوجیوں کی دو قطاریں بنائی گئی تھیں۔ دوسری قطار نے تیزی سے اس گاؤں پر قبضہ کر لیا جس کا پورے علاقے پر اثر پڑتا تھا۔ تب پہلی صف نے چاول کے کھیتوں کو عبور کیا اور حیدر کی فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اسی دوران حیدر انگریزی سامان کے لیے خطرہ بن گیا تھا چنانچہ کوٹ کو اپنی فوج کی ترتیب و تقسیم پھر سے درست کرنی پڑی۔ اس نے لکھا: "چنانچہ میں نے حکم دیا کہ پہلی صف دوسری صف کے عقب میں پہنچے اور پہلی صف کے دائیں طرف سے پیش قدمی کرے۔" حیدر کے آدمی پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن مشکل سے انگریزی فوج دو میل ہی ہو گی کہ انھوں نے میسوری سواروں کو

---

(1) MS. EUR. E ص ۱۷۶

http://www.apnaorg.com

سامان پر حملہ کرنے کے لیے قریب آتے دیکھا چنانچہ وہ خود ٹھہر گئے اور ساز و سامان کو آگے بڑھا دیا گیا۔" ایک میسوری دستے نے ان کے ٹھہرنے سے فائدہ اٹھا کر ونگی منگلم میدان میں صبح کو انگریزی لشکرگاہ پر قبضہ جمالیا۔ یہ مقام اس جگہ سے کہیں بہتر اور فوجی لحاظ سے اہم تھا جہاں اب تھے۔ میسوری توپ خانے نے پھر گولہ باری شروع کر دی۔ چونکہ ساز و سامان محفوظ تھا اس لیے انگریزوں کی پہلی صف نے تیزی سے کاروائی کی اور حیدر کو جلدی پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ ایک دریا کے کناروں پر جسے انھیں پار کرنا تھا انھوں نے ایک طویل پیتل کی چھ پونڈ والی توپ اور کچھ گولہ بارود رکھ دیا۔ اس وقت جب کہ تعاقب جاری تھا میسور سوار فوج کے ایک دستے نے ساز و سامان پر پھر حملہ کرنا چاہا لیکن ان کو بروقت روک دیا گیا۔ انگریز تعاقب سے صبح کو تقریباً چھ بجے واپس آئے۔ دونوں جانب نقصانات بہت ہلکے ہوئے کیونکہ دست بدست لڑائی کے بجائے یہ کافی دور سے ایک دوسرے پر گولہ باری تک ہی محدود تھی۔[1] کوٹ کو صدمہ تھا کہ رسد کی کمی کی وجہ سے وہ ارنی پر حملہ کا دباؤ نہ بڑھا سکا۔ اس نے ۲ تاریخ کو ایک بار پھر نمائشی حملہ کیا کہ اس طرح شاید وہ حیدر کو ایک اور جنگ پر مجبور کر دے لیکن حیدر سنجیدگی سے ارکاٹ کی جانب شاہراہ پر بڑھتا رہا۔ جب انگریز وانڈی واش کے راستے میں تری وٹور کے مقام پر خیمہ زن تھے حیدر اس کے ایک حصّے پر گھات لگانے میں کامیاب ہوگیا۔ برطانوی فوج کا بڑا نگران دستہ کاٹ ڈالا گیا۔ انگریزی نقصان ۱۶۶ پیادے، ۵۹ سوار اور دو تین پونڈ والی توپوں پر مشتمل تھا۔ حیدر ٹیپو، لالی اور چھ سو چیدہ سواروں کے ساتھ اس معرکہ میں خود موجود تھا اور جو بقول کوٹ اتنا شدید اور تیز و تند تھا کہ پانچ منٹ کے اندر اندر ختم ہوگیا۔ جب حیدر اپنے لشکرگاہ میں پہنچا تو اس نے اپنی اس کامیابی کے اعزاز میں سلامی کی توپیں داغیں۔ انگریزی فوج منی منگلم لوٹ آئی۔[2]

کوٹ کوئی واضح قدم نہیں اٹھا سکا کیونکہ اسے حیدر کے ارادوں اور بحری بیڑے کے صحیح مقام کا علم نہیں تھا۔ "میری کامیابی اور میرے ارادے دونوں پر ایک ناگزیر روک لگ گئی تھی۔" اس نے لکھا تھا اسی دن یعنی ۶ جولائی کو ایک اور غیر فیصلہ کن بحری جنگ کڈلور کے قریب لڑی گئی لیکن ہفس کی راہ میں حالات

---

(۱) کوٹ نے لکھا کہ "دشمن کے نقصان کا جائزہ اور اندازہ میں نہیں کر سکا لیکن میں نہیں سوچتا کہ وہ کچھ بہت زیادہ رہا ہوگا"۔

M.H.C ۱۵ جون ۱۷۸۲ء ص ۱۸۲۵، کوٹ کا خط مورخہ ۱۰ جون، SEE. PROGS مورخہ ۴ جولائی ص ۲۰۵۴

MS. EUR. E ۸۶ ص ۱۷۷ — ۱۸۱

(۲) کوٹ کا خط، لشکرگاہ آوٹرا طور مورخہ ۱۳ جون ۱۷۸۲ء۔ MS. EUR. E. ۸۶ ص ۱۸۲ — ۱۸۴

http://www.apnaorg.com

نے اتنی رکاوٹیں پیدا کیں کہ سفرن سری لنکا کے لیے روانہ ہوگیا اور اس نے ترنکوملی پر حملہ کر کے اس پر انگریزوں کے پہنچنے سے پہلے قبضہ کر لیا۔ ۳ ستمبر کو چوتھی فیصلہ کن جنگ کے بعد ہغس کو مرمت کے لیے بمبئی اور سفرن کو سماترا جانا پڑا۔

شروع اگست میں حیدر فرانسیسی بحری فتح کی امید میں ترویدی (تروونیدپورم)، گڈلیم اور پونیتر کے بیچ واقع سینٹ ڈیوڈ میں پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ فرانسیسی فوج کڈلور، ٹیپو گدیرون کے شمال میں (چدمبرم سے ۱۵ میل جنوب مغرب میں) لالی پیٹ میں خیمہ زن تھی اور اسے پار کر کے نیگاپٹم پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنارہی تھی[1] کرنل ہمبر سٹون کی فتوحات نے میسوری فوج کو کمبا کونم اور کولیرون کے جنوب میں واقع علاقے کو چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ حیدر کو لبی کی آمد کی توقع تھی۔ جیسا ہم دیکھ چکے ہیں کوٹ نے ویلور میں سامان خورد نوش کے ذخائر جمع کر لیے تھے اور وہ ویلور سے چھ میل کے فاصلے پر واقع قلعہ کال گھڑی کو تباہ کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ ۲۰ اگست کو کڈلور پر حملہ کرنے کے لیے انگریزوں نے تبرم کی جانب پیش قدمی کی اور ان کا ایک جنگی جہاز کشتیوں کی مدد سے فوج کے لیے رسد لے کر آپہنچا۔ اس وقت حیدر کڈلور میں فرانسیسیوں کی مدد کے لیے موجود نہیں تھا بلکہ ارنی اور ڈوبی گرہ کے درمیان خیمہ زن تھا۔ جیسے ہی اس نے انگریزوں کی جنوب میں پیش قدمی کی خبر سنی اس نے کڈلور میں مقیم فرانسیسیوں کی مدد کے لیے دو بٹالینیں بھیج دیں اور کوٹ کو یہ محسوس کرایا کہ وہ تریاسور کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کلیانور میں کوٹ نے ٹرنکوملی کی شکست کی خبر سنی۔ جلد ہی وہ خود بیمار ہوگیا اور چونکہ رسد وقت پر نہیں پہنچی لہذا وہ پانڈیچری کے قریب واقع سُرخ پہاڑیوں سے مدراس کی جانب لوٹ گیا۔ ایک ہمعصر سوانح نگار نے اس جنگ کا موازنہ "جاگیردارانہ نظام کے دنوں کی اس مہم سے کیا ہے جب بادشاہ ۳۰ یا ۴۰ دن تک میدان میں جمے رہتے تھے"۔[2] بحری جنگ کے غیر تصفیہ کن ہونے کی وجہ سے بری جنگی اقدامات میں بھی غیر فیصلہ کن ہو گئے تھے۔

شمالی محاذ پر بہت زیادہ تیزی اور سرگرمی تھی۔ اپنی فتح کے بعد میجر ابنگڈن کو ٹمبور کی جانب پیش قدمی کرنا چاہتا تھا لیکن بمبئی کی حکومت برطانوی فوجوں کو جگہ جگہ بانٹنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ زمورن اور دوسرے سرداروں کی جو حیدر کے خلاف علم بغاوت بلند کر چکے تھے مدد کرے لیکن یہ منصوبہ عملی جامہ نہ پہن سکا۔ مالابار میں موجود انگریزی فوج کو کمک سے تقویت پہنچائی گئی اور کرنل ہمبر سٹون کو

---

(1) M.M.D ۱۶۸۲ جلد ۸۱ ج ۳ ، اگست ۱۷۸۲ء ص ۲۳۱۶، ۲۳۱۷

(2) ایشیا میں جنگ جلد اوّل ص ۴۰۹

http://www.apnaorg.com

سپہ سالار بنایا گیا۔ اس کا بنیادی منصوبہ یہ تھا کہ وہ انجنگو کے راستے سے تنجور میں پیش قدمی کرے اور حریف کو مغالطہ میں ڈال دے تاکہ حیدر کی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے" لیکن اپریل ۱۷۸۳ء میں اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے وہ پال گھاٹ پر، اس کے بعد پلاکوٹ پر حملہ کرے جو پلاکیچری سے تقریباً ایک میل اور کالی کٹ سے اسی میل کے فاصلے پر واقع ایک مضبوط و مستحکم قلعہ تھا اور وہاں سے کوئمبتور جائے"۔ کالی کٹ کے جنوب میں ۲۰ میل کے فاصلے پر ترکالور میں اس کا مقابلہ ایک میسوری فوج سے ہوا جو تقریباً ایک ہزار سواروں اور ساڑھے تین ہزار پیادوں پر مشتمل تھی اور مخدوم علی کے زیر قیادت تھی۔ انگریزوں کی پیش قدمی اتنی تیز رفتار اور خوفناک تھی کہ میسوری افراتفری کا شکار ہو گئے۔ کمانڈار اور اس کے تین سو آدمی مارے گئے اور دو سو گرفتار ہوئے لیکن ایک تیز آندھی و طوفان نے اس کے گولہ بارود اور سامان کے ذخائر کو نقصان پہنچایا اور ہمبرسٹون کو برسات کی وجہ سے کالی کٹ چھوڑنا پڑا۔ ولکس کے مطابق یہ برطانوی کاروائی موافق حالات اور اتفاقات کا نتیجہ تھی اور وہ کوئی طے شدہ اور سمجھے بوجھے اقدام نہیں تھے۔

۲ر ستمبر کو وہ میدانِ جنگ میں دو ہزار بمبئی کے سپاہیوں اور نو سو انگریزوں کے ساتھ ایک بار پھر میدان میں اترا۔ وہ ترتلا تک بڑھ گیا جبکہ اس کے سامان کے ذخائر پونانی دریا تک ہی پہنچ سکے تھے۔ رام گری میں اپنا بھاری ساز و سامان چھوڑ کر اس نے میسوریوں کو پیچھے دھکیل دیا اور پال گھاٹ تک پیش قدمی کی لیکن ایک دھاوے میں اس کی تقریباً رسد جاتی رہی۔ بارش ایک بار پھر شروع ہو گئی تھی۔ اور بمبئی سے آنے والی ہدایات نے اسے ساحل پر پہنچنے کا حکم دیا تھا اور وہ تیزی سے پلٹا کیونکہ مزید اندرونی علاقے میں آنے پر ٹیپو اس پر حملہ کرنے کا انتظار کر رہا تھا۔ ٹیپو لالی اور ۲۰ ہزار آدمیوں کے ساتھ تیز رفتاری سے آ رہا تھا۔ منکرائے میں وہ دشمن کو نہیں پا سکا لیکن پونانی میں اس نے ان کو جا پکڑا جہاں ان پر اس نے ۲۹ر نومبر کو حملہ کیا۔ اس طرح ہمبرسٹون دریائے پونانی کو رات کے وقت عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا چونکہ پانی زیادہ گہرا نہیں تھا اس لیے وہ بریتھ ویٹ جیسے انجام سے بچ گیا۔(۱) کرنل میکلیوڈ نے کمان سنبھال لی تھی۔ ٹیپو اب اپنے بھاری توپ خانے کا انتظار کر رہا تھا لیکن اپنے باپ کی موت کی خبر سن کر تیزی سے واپس لوٹ گیا۔ انگریزوں کو اس کی واپسی کا اندازہ بھی نہ ہو سکا۔ وہ تیزی سے اپنے باپ کی لشکر گاہ میں پہنچا جہاں حیدر کی موت کو ٹیپو کی آمد تک پوشیدہ رکھا گیا اور پھر اس کی تاج پوشی کا اعلان کر دیا گیا۔

جنگ کے آخری دور میں حیدر نے انگریزوں کو زیادہ تر ساحل تک محدود رکھا اور اس طرح کوٹ کی

---

(۱) MS.EUR.E ۸، ص ۱۶۵، ۱۷۰، ایشیا میں جنگ جلد اوّل ص ۳۹۲، ۳۴۲

http://www.apnaorg.com

نقل و حرکت کو مسدود رکھا۔ ولسن کا یہ تبصرہ کہ اگر فرانس کے ساتھ صلح نہ ہو گئی ہوتی تو انگریزوں کے ہاتھ سے جنوبی ہند نکل جاتا اور مدراس ٹیپو اور فرانسیسیوں کے قبضہ میں آجاتا غالباً مبالغہ آمیز تبصرہ ہے لیکن یہ کہنا مناسب ہوگا کہ حیدر کے ہاتھ میں پہل عام طور سے رہی اور اس نے جو زخم انگریزوں کو پہنچائے تھے وہ اس کی فوج کو انگریزوں کے ہاتھوں پہنچنے والے زخموں سے کہیں زیادہ گہرے تھے [1] اگر سفرن نے سمندر میں تسلط حاصل کر لیا ہوتا تو غالباً حیدر کے بری اقدامات اور زیادہ بہادرانہ اور فیصلہ کن ثابت ہوتے۔

---

(۱) ایشیا میں جنگ جلد اوّل ص ۲۰۹

http://www.apnaorg.com

باب ۲۵

حیدر اور فرانسیسی

سپاہی کی حیثیت سے حیدر یورپی اقوام کی فوجی لیاقت اور کارکردگی کو بنظرِ تحسین دیکھتا تھا۔ فوجی فتوحات کے لیے وہ چاہتا تھا کہ کچھ یورپی سپاہیوں کے ذریعے اپنے فوجی دستوں کو مضبوط بنانے اور توپیں اور گولہ بارود حاصل کرے۔ انگریزوں سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ۱۷۷۰ء میں بمبئی کی حکومت نے ایک معاہدہ کے تحت اسے توپیں، شورہ اور جستہ فراہم کرنے کی ذمہ داری لے لی تھی لیکن کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اس معاہدہ کو نامنظور کر دیا۔ ماہی کے زوال کے بعد بریتھ ویٹ نے لکھا تھا کہ "مجھے ہر طرف سے یہ خبر ملی ہے کہ اس کا مقصد توپ خانہ اور اس کے ذخائر کو حاصل کرنا ہے۔ ولندیزیوں سے اس کے کوئی تعلقات نہیں، پرتگالیوں کے بارے میں اس کی کوئی رائے نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ اس فوجی ساز و سامان کے لیے کہاں جائے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ انگریز اسے فراہم نہیں کریں گے"[1] ولندیزی کبھی کبھی انگریزوں سے جنگ کرتے تھے لیکن ہندوستان میں ان کی طاقت اتنی کمزور تھی کہ وہ مؤثر اور کارآمد حلیف نہیں بن سکتے تھے۔ حیدر سے انھوں نے ان چند توپوں کی باربرداری کا انتظام کرنے کو کہا تھا جن کی فراہمی کا انھوں نے وعدہ کیا تھا[2]۔ مرہٹوں کے خلاف پرتگالی کسی کام

---

(۱) M.M.C مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۷۷۹ء ص ۱۴۰۳ — ۱۴۱۲

(۲) ۱۷۸۱ء کی انگریز ولندیزی جنگ میں قدرتی طور پر حیدر اور نیگاپٹم کے ولندیزیوں کے درمیان کچھ نہ کچھ تعاون ہو گیا تھا اور ولندیزی گورنر اور حیدر علی کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا تھا جس کی رو سے ولندیزی اس بات پر راضی ہو گئے تھے کہ وہ

(بقیہ اگلے ص پر)

http://www.apnaorg.com

نہیں آسکتے تھے۔ حکومت گوا نے منگلور میں متعینہ اپنے سفیروں کے ذریعے اس کو مطلع کیا تھا کہ گوا مرہٹہ علاقوں سے گھرا ہوا ہے اور اگر وہ حیدر کے ساتھ پیشوا کے خلاف کوئی اتحاد کرتے ہیں تو نہ صرف گوا خطرہ میں پڑ جائے گا بلکہ ان کی تجارت بھی تباہ ہو جائے گی اور وہ کسی جنگ کے بھاری اخراجات بھی نہیں برداشت کر سکیں گے[1] وہ انگریزوں کو اشتعال نہیں دلا سکتے کیونکہ سمندر پر ان کا مکمل اقتدار تھا۔ ۱۷۶۸ء میں تو انھوں نے منگلور میں انگریزوں کے خلاف اپنے کارخانے کی مدافعت تک نہ کی تھی۔

اب لے دے کر فرانسیسی ہی ایسے تھے جو ایک طاقتور قوم تھے اور جن کے ہندوستان میں مقبوضات بھی تھے اگرچہ ان کا ایشیائی طاقت بننے کا خواب انگریزوں نے ختم کر دیا تھا تاہم یہ آرزو اب بھی ان کے دل میں پل رہی تھی۔ انگریزوں کے دشمن ہونے کی وجہ سے حیدر اور فرانسیسی ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ انفرادی طور پر کچھ فرانسیسی (جیسے الین اور ہیوگل) شروع ہی سے میسوری فوج میں رہے تھے اور لعد میں لالی اور پیومورن کے زیر کمان تقریباً چار سو سپاہیوں پر مشتمل ایک فرانسیسی دستہ بھی بن گیا تھا۔ بقول باؤرنگ یہ صحیح بھی ہو سکتا ہے کہ "ہندوستانی باشندوں کے ساتھ فرانسیسیوں کا رویہ اور سلوک ان کے موروثی دشمنوں یعنی انگریزوں کے مقابلے میں زیادہ ہمدردانہ تھا"[2] لیکن حیدر کی زندگی کے آخری دَور میں میسور اور فرانسیسیوں کے تعلقات کی یہ توجیہ سیدھی سادی اور بہت زیادہ سطحی ہے۔ حقیقت میں وہ دونوں کے مشترکہ مفادات تھے جنھوں نے حیدر اور فرانسیسیوں کو متحد کر دیا تھا۔ وہ ماہی کے ذریعے اسے ہتھیار اور فوجی ذخائر فراہم کرتے تھے اور اس کے عوض مالابار میں مخصوص مراعات حاصل کرتے تھے۔ جب ۱۷۷۸ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان اور ۱۷۸۰ء میں حیدر اور انگریزوں کے درمیان جنگ بھڑک اٹھی تو یہ لازمی بات تھی کہ حیدر اور فرانسیسی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے۔

ہندوستان میں جنگ جاری رکھنے کے سلسلہ میں بہرحال فرانسیسیوں کو مشکلات کا سامنا تھا اس کا سبب سے قریبی بحری اساس موریشس تھا جس کو فرانسیسی بحرِ ہند کی کلید سمجھتے تھے لیکن کو نکن ساحل سے

(بقیہ پچھلے ص سے)

فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر انگریزی بیڑے کو مار بھگانے میں مدد کریں گے اور حیدر کو توپیں، بندوقیں اور گولہ بارود مہیا کریں گے لیکن وہ واضح طور پر اتنے کمزور تھے کہ کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ جب نیگاپٹم انگریزوں کے قبضہ میں آگیا تو معاہدہ کی دفعہ ۲۰ کی رُو سے حیدر علی کی فوجوں کو آزادانہ گذرنے کے لیے راستہ دیا گیا اور حیدر علی کی لشکرگاہ میں چار ولندیزی نمائندوں کو معاہدے کے تحت مکمل آزادی اور اختیار حاصل ہوگا۔ MS. EUR. E. ۸۶

(۱) پرتگالی دستاویز ۷ (۲) باؤرنگ ص ۱۰۶

تقریباً ڈھائی ہزار میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ ایک ایسا اڈہ جو لڑنے والی فوج فراہم نہ کر سکے اُس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بلا سپاہی کے فوجی چوکی۔ ہندوستانی سمندروں پر انگریزوں کا تسلط تھا۔ ہندوستان میں فرانسیسیوں کی فوجی طاقت زیادہ نہیں تھی۔ ہندوستان میں انگریزوں پر مؤثر حملے کے لیے ضروری تھا کہ سمندر پر اقتدار حاصل ہو اور کسی طاقتور ہندوستانی حکمران کے ساتھ اتحاد ہو۔ سر رابرٹ ہرلینڈ نے ۱۷۷۲ء میں لکھا تھا کہ "جو یورپی یہاں لنگر انداز ہوئے ہیں اگرچہ وہ تعداد میں کافی ہیں لیکن کسی دیسی طاقت کی مدد کے بغیر ان کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا اور ان سے کسی بڑے نقصان کا خدشہ تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔"(۱) حیدر کی نومولود بحریہ اتنی کمزور تھی کہ وہ ہنفس کے زیرکمان انگریزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن آخرکار ۱۷۸۰ء میں ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ یہ کمی پوری ہو جائے گی۔

حیدر نے فرانسیسیوں سے ہمیشہ رابطہ قائم رکھا تھا۔ پانڈیچری میں بیلی کومب کے پاس اس کا وکیل رہتا تھا اور دونوں میں مسلسل خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔(۲) جب حیدر نے کڈپہ پر قبضہ کر لیا اور لبالت جنگ کے دربار میں فرانسیسیوں کا اثر بڑھ گیا تو انگریزوں کو خدشہ ہوا کہ وہ دونوں کورومنڈل ساحل پر بھی روابط

---

(۱) رچمنڈ ص ۵۰

(۲) مدراس کے گورنر وہائٹ ہل نے ہیسٹنگز کو ۱۷۸۰ء میں (M.M.C. جلد ۱۹۱ الف) لکھا تھا کہ "مسٹر بیلی کومب سے اسے وہ تمام مدد ملتی ہے جو اس وقت فرانسیسی اسے دے سکتے ہیں۔" C.P.C.V. ۱۹۰۸ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۷۷۹ء۔ حیدر کی لشکر گاہ میں تعینات ایک خبر رساں نے نواب ارکاٹ کو لکھا تھا کہ "چند دن پہلے حیدر نے شاہ فرانس کو ایک خط اور چند تحائف بھیجے ہیں۔ اس کا جواب مورشیس سے اسے موصول ہوا ہے جس کے ساتھ کچھ تحائف بھی ہیں اور وہ ایک جوڑ پستول، تین خانوں والی ایک جوڑ رائفل، ایک قلم تراش چاقو جس کے دستے پر ہیرے جواہرات لگے ہیں اور بڑے عرض کی نفیس سیاہ بانات اور مخمل کے چند ٹکڑے ہیں۔" خط یہ بھی بتاتا ہے کہ مورشیس میں ایک طاقتور فرانسیسی فوج بھی جمع ہو گئی ہے۔ ۲۱ اپریل کو پانڈیچری کے کمانڈار کو جنرل بیلی کوم کا ایک خط موصول ہوا جس میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ کوٹ کرشنا نامی ایک برہمن جو حیدر علی خاں کی لشکرگاہ میں موخر الذکر کا نمائندہ تھا اپنے فرائض کامیابی سے بجا کر اس کے پاس لوٹ آیا ہے۔ اس خدمت کے عوض برہمن کو کونڈاپلی کے ضلع میں کئی تعلقوں پر مشتمل ایک جاگیر ملی ہے۔ اس کے علاوہ اُسے ایک پالکی، ایک چتر شاہی اور ایک خلعت ملا ہے اور حیدر کے دربار میں اس کی بحیثیت مستقل سفیر کے تقرری ہو گئی ہے۔ جنرل بیلی کوم ماہی سے روانہ ہو چکا ہے اور جلد ہی پانڈیچری کے قلعہ پہنچ جائے گا۔" C.P.C.V. ۹۰۰، مورخہ ۱۵ جون ۱۷۸۰ء۔

http://www.apnaorg.com

قائم کریں گے۔ گنٹور سرکار کو حاصل کرنے کے لیے انگریزوں کی بے تابی کو شاید اس خدشہ سے تحریک ملی تھی(۱) مدراس کی کونسل اور پریسیڈنٹ اس کی بحالی کے سلسلہ میں اتنے متامل تھے جیسے انھیں خوف رہا ہو کہ حیدر اس ضلع پر قبضہ جمانے کی کوشش کرے گا لیکن انگریزوں نے پانڈیچری پر اکتوبر ۱۷۷۸ء میں اور ماہی پر مارچ ۱۷۷۹ء میں قبضہ کر لیا اور اپریل ۱۷۸۰ء میں بسالت جنگ کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا۔

ستمبر ۱۷۷۹ء میں ہی افواہیں گرم تھیں کہ موریشس سے ایک فوج آرہی ہے لیکن ۹ اکتوبر ۱۷۸۰ء تک واقعتاً ڈی اروس نے موریشس نہیں چھوڑا۔ اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے چینی جہازوں کو روکنے کے خاطر مشرق کی جانب ادھر اُدھر چکر لگایا اور ۲۸ فروری ۱۷۸۱ء کو مدراس پہنچا۔ اس کو ہدایات دی گئی تھیں کہ اپنے آدمیوں کو ساحل پر نہ اتارے۔ اپریل تک واپس آجائے اور وہ صرف ایک سیاسی مظاہرہ کرے جس سے ہندوستانی حکمرانوں کو ہماری حکومت و قوت پر اعتماد ہو سکے"۔(۲) جب وہ وہاں پہنچا تو ساحل پر کوئی انگریزی بیڑا نہیں تھا۔ کوٹ نے پانڈیچری کی طرف پیش قدمی کی جس کے قریب فرانسیسی موجود تھے لیکن حیدر نے ایک متوازی راستہ اختیار کیا۔ فرانسیسی بیڑے کے کڈلور کی شاہراہ کے پاس ہونے اور قرب و جوار کے علاقے میں حیدر کی موجودگی سے کوٹ بڑی خطرناک صورت میں تھا۔ ڈی اروس کو سال کے بہترین موسم میں لنگر انداز ہو کر اپنے دشمنوں کو بھوکا مرتے دیکھنا تھا"۔(۳) یہ صحیح ہے کہ کوٹ نے ان طوفانی کشتیوں کو تباہ کر دیا تھا جو بیڑے کو پانی مہیا کرتی تھیں لیکن ڈی اروس کسی بھی ولندیزی بندرگاہ پر پورٹو نوو میں دریا میں جہازوں کی کشتیوں کے ذریعے پانی حاصل کر سکتا تھا۔(۴) حیدر نے اس سے ٹھہرنے کی درخواست کی تھی اور سمندر میں کوئی دشمن بھی نہیں تھا کہ جس کا اسے ڈر ہوتا لیکن ڈی اروس میں جرأت اور حوصلہ کی کمی تھی۔ اس نے بہانہ تراشا اور واپس چلا گیا۔ موریشس کے گورنر نے لکھا تھا کہ "ایم ڈی اروس کی حیرت انگیز ضد کی وجہ سے جس کی اس وقت حکومت کو اطلاع ملی ہے ہم نے ایک ایسا موقع کھو دیا ہے

---

(۱) برتھ ویٹ نے ماہی سے اگست ۱۷۸۰ء میں لکھا تھا (M.M.C. ۱۷۷۹ جلد ۶۸ الف) کہ "مجھے ایک فرانسیسی نے بتایا ہے کہ جب حیدر نے یہ دیکھا کہ بنگال اور مدراس دونوں مالابار ساحل پر اتنی بڑی فوج بھیج رہے ہیں تو اسے اپنی حالت بڑی دگرگوں نظر آئی چنانچہ اس نے کڈپہ اور بسالت جنگ کے علاقہ کو زیر کرکے سمندر میں اس سے رابطہ قائم کرنا چاہا تاکہ وہ پھر فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر مشترکہ کاروائی کر سکے اور اس علاقہ کی فتح کے فوراً بعد منگلور سے موریشس ایک خط بھیجا گیا ہے جس میں مجوزہ اقدامات کا ایک منصوبہ بتایا گیا ہے"۔

(۲) میلیسن ص ۹ (۳) میلیسن ص ۸ (۴) رچمنڈ ص ۱۰۸، ۱۰۹

http://www.apnaorg.com

جو ہمیں اب بھی نہیں ملے گا جب ہم کورومنڈل ساحل کے پورے طور پر مالک بن سکتے تھے۔"(۱) کہا جاتا ہے کہ اگر اس نے کڈلور میں صرف دو جنگی جہاز چھوڑ دیے ہوتے تو وہ انگریزوں کے لیے مہلک ثابت ہوتے۔

ما اہل ڈی اروس ایک بار پھر ۷ دسمبر ۱۷۸۱ء کو موریشس سے روانہ ہوا لیکن ۹ فروری ۱۷۸۲ء کو اس کی موت پر سفرن امیر البحر بن گیا۔ پیری انڈرژی ڈی سفرن تمام فرانسیسی بحری افسروں میں سب سے عظیم تھا لیکن وہ ایک سال دیر سے آیا۔ ہندوستان میں تمام جگہ انگریزوں کی طاقت مستحکم ہو چکی تھی اور حیدر علی کا ستارہ بھی اب عروج پر نہیں تھا۔ مزید برآں ساحل پر انگریزوں کا اپنا ایک بحری بیڑا تھا جو فرانسیسیوں سے کسی طرح کم نہ تھا اور اس کی کمان ایک لائق امیر البحر کے ہاتھ میں تھی۔ سفرن کی نمایاں ممتاز صلاحیت نے "اس زمانے کے واقعات کو نمایاں کر دیا اور اپنی کارکردگی سے واقعات و اشخاص کو ایک غیر قدرتی جلابخشی اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ تیز رفتار زمانے پر کوئی خاص نقش چھوڑے بغیر غائب ہو گیا۔"(۲)

سفرن کے پاس گیارہ بحری جنگی جہاز تھے جن پر سات سو پچاس توپیں نصب تھیں اور ان میں پانچ ہزار نو سو سترہ جہازی تھے۔ چار دوسرے جنگی جہاز تھے جن میں ایک سو اٹھارہ توپیں تھیں، ۱۳۹۰ سپاہی اور ساڑھے تین سو آدمیوں پر مشتمل تین مستول کشتیاں تھیں، ایک تیل بردار جہاز، ایک شفاخانہ اور آٹھ نقل و حمل کے جہاز تھے جو ۲۲۵۳ یوروپی فوجوں، KAFNS ۱۱۵۷ اور ۴۰۷ سپاہیوں کو لائے تھے۔ راستے میں فرانسیسی بیڑے نے اس انگریزی جہاز ہنی بال کو پکڑ لیا تھا جو سینٹ ہلینا سے مدراس جا رہا تھا۔ ہنس کے پاس نو بحری جنگی جہاز تھے جن میں پانچ سو اٹھاسی (۵۸۸) توپیں تھیں اور دو جنگی جہاز تھے جن میں ۴۲ توپیں تھیں۔(۳) فرانسیسی بری افواج کی قیادت ڈچی من کر رہا تھا۔ سفرن کا پہلا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی فوجوں کو اتار دے اور تعاقب میں آنے والے جہازوں سے اپنا پیچھا چھڑائے۔ پانڈیچری سے گذرتے ہوئے اس نے لفٹیننٹ کرنل کناپل (CANAPLE) کو حیدر کے پاس اپنے عزائم سے مطلع کرنے بھیجا۔ تعاقب کرنے والے جہازوں کا راستہ کاٹنے کی انگریزی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۷ فروری ۱۷۸۲ء کو سدراس میں ایک معرکہ ہوا جو ساڑھے تین بجے بعد دوپہر سے سات بجے شام تک جاری رہا۔ اگرچہ پانچ فرانسیسی کپتانوں نے اس کے احکام کی تعمیل نہیں کی۔ پھر بھی اس نے انگریزوں کو

---

(۱) بحوالہ میلسن۔ بعد کی فرانسیسی کشمکش ص ۹ فرانسیسی بحریہ آرکائیو ایک یادداشت

(۲) پانیکر ص ۹۸ (۳) MS.EUR.E. ۸۷ ص ۱۳۰، ۱۳۱

http://www.apnaorg.com

شدید نقصان پہنچایا۔ اس دوران حیدر ونڈی واشش کی جانب پیش قدمی کر چکا تھا۔ فرانسیسی فوجیں ۱۰ مارچ ۱۷۸۲ء کو پورٹو نوو میں لنگر انداز ہوئیں۔ حیدر نے بحری بیڑے کو رسد فراہم کی۔ لالی سفرن سے اکثر ملتا رہا تاکہ حیدر کے ارادوں کی وضاحت کر سکے اور معاملات کسی حد تک طے ہو گئے اور حیدر نے سفرن کی تعریف کی[۱] تاہم وہ فرانسیسیوں کو ان کا صدر مقام بنانے کے لیے چدمبرم حوالے کرنے پر تیار نہیں ہوا بلکہ ان کو مشورہ دیا کہ وہ کڈلور پر قبضہ کر لیں۔ ۱۳ مارچ کو سفرن حیدر کو اطلاع دینے کے بعد جنوب کی طرف چلا گیا تاکہ وہ ہیوز کے لیے آنے والی کمک روک سکے جس سے اس کو کافی تقویت اور ہمت حاصل ہو گئی۔

سفرن کی غیر موجودگی میں غلط فہمیاں بڑھ گئیں۔ فرانسیسی ایک معاہدہ کرنے کے لیے گفت و شنید کر رہے تھے جبکہ حیدر ایک فوری حملہ کرنے کا خواہاں تھا۔ اس نے ایک لاکھ روپیہ بھیج دیا لیکن وہ فرانسیسیوں کی تمام شرائط ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ تین برہمنوں نے اس کی نمائندگی کی۔ جہاں تک غیر مفتوحہ علاقوں کی تقسیم کا سوال تھا حیدر ان کو سب دینے پر تیار تھا جو اس کا نہیں تھا یا اس کا ہو نہیں سکتا تھا لیکن اس نے تین ہزار یورپیوں کے لیے ماہانہ ایک لاکھ روپے سے زیادہ دینے سے انکار کر دیا۔ اگرچہ فرانسیسی دینے اور بعد ادائیگی کرنے کا وعدہ کرنے پر تیار تھے۔ حیدر تمام افسروں کی ایک فہرست مع ان کی تنخواہوں کے چاہتا تھا۔ چنی وائل (CHENNIVILLE) فرانسیسی سفیر طویل گفت و شنید سے تنگ آ کر واپس جانا چاہتا تھا لیکن کچھ عرصہ تک حیدر سے اس کی ملاقات نہ ہو سکی اسے واپس جانے کی اجازت نہ مل سکی۔ حیدر نے آخر کار اسے جانے کی اجازت دے دی اور وعدہ کیا کہ معاہدہ کرنے کے لیے وہ ایک سفیر بھیجے گا۔ فرانسیسیوں نے ۳ اپریل کو کڈلور پر قبضہ کر لیا۔ لیکن چونکہ سپاہی بڑی تعداد میں مر رہے تھے اس لیے فرانسیسی فوج منڈی یم پکم کو روانہ ہو گئی[۲] بناجی پنڈت اب لشکرگاہ میں حیدر کے سفیر کی حیثیت سے آیا لیکن اس کو فرانسیسی مطالبات

---

(۱) جے بی ص ۱۰۸

(۲) حیدر کو توقع تھی کہ فرانسیسیوں اور میسور کے اتحاد کا مرہٹوں پر کچھ اثر پڑے گا۔ ایک مرحلے پر تو اس نے کھلے دربار میں مرہٹہ کی موجودگی میں فرانسیسی سفیروں کو اس طرح بولنے پر اصرار کیا تھا: "اگرچہ فرانسیسی بحری اور بری جنرلوں نے اپنے خطوط میں ان وجوہ سے آپ کو باخبر کر دیا ہے جو ان کو یہاں لے کر آئے ہیں تاہم مجھ کو آپ کو دوبارہ یہ بتانے کا فرض سونپا گیا ہے کہ بادشاہ سلامت نے اپنی فوجیں اس لیے ہندوستان بھیجی ہیں کہ انگریزوں نے اعلان جنگ کیے بغیر پانڈیچری پر قبضہ

(بقیہ اگلے ص پر)

http://www.apnaorg.com

کو آگے بڑھانے کے علاوہ کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ تنخواہ کے سوال نے ناقابل بیان مشکلات پیدا کر دیں۔ خاص طور پر جوں جوں یوروپی سپاہیوں کی تعداد گھٹتی گئی۔ حیدر نے خدشہ ظاہر کیا کہ یوروپ میں کسی وقت بھی صلح ہو سکتی ہے اور وہ فرانسیسی امداد سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے اس بات پر بھی اصرار کیا کہ جب تک وہ انگریزوں کے ساتھ نبرد آزما ہے ہندوستان میں فرانسیسی اس کی مدد کرتے رہیں۔ لہذا یہ شرط معاہدہ کی راہ میں ناقابل عبور رکاوٹ بن گئی۔

اس اثنا میں طویل مدت سے فوجوں کی تنخواہ کی ادائیگی نہیں ہو رہی تھی جس سے فوج کا نظم و نسق خراب ہو گیا۔ جب ڈچی من نے حیدر سے ملاقات کرنی چاہی تو حیدر نے اس کی راہ میں مزید رکاوٹیں کھڑی کر دیں[1] بالآخر دونوں فوجیں ٹنڈی ونم اور ونڈی واش کے درمیان جمع ہوئیں اور دوسرا دن ملاقات کے لیے مقرر ہوا لیکن حیدر نے یہ بہانہ کر کے کہ انگریز ونڈی واش کی طرف بڑھ رہے ہیں فرانسیسیوں سے ان کے پہلے پڑاؤ پر واپس جانے کی درخواست کی۔ واپسی اتنی جلدی میں ہوئی تھی کہ وہ بھگدڑ معلوم ہوتی تھی اور فوج کے حوصلے پست ہو گئے۔ تنخواہ نہ ملنے پر سپاہیوں نے جنرل کو کوسا اور بعض قلی تو ان کا ساتھ بھی چھوڑ گئے۔

اس تذلیل و تحقیر کے بعد حیدر نے ڈچی من کو دو یا تین بار شرف ملاقات بخشا۔ اس نے فوج سے تو ولڈور میں خیمہ زن رہنے کو کہا اور ڈچی من اور چند افسروں کو اس سے ملنے کی دعوت دی تاکہ وہ ویلور کو جانے والے ایک انگریزی رسد کے قافلے پر اس کے حملے کا مشاہدہ کر سکیں۔ ۲۹ مئی کو ڈچی من روانہ ہوا لیکن ۲۴ گھنٹوں کے سفر کے بعد بھی وہ حیدر کو جا لینے میں کامیاب نہیں ہوا اور تھکا ماندہ اور بیمار واپس ہوا۔

(بقیہ پچھلے ص سے آگے)

لے کے فرانسیسی قوم کو جو صدمہ پہنچایا ہے اس کا انتقام لیا جائے اور ہندوستان کی مختلف قوموں کو استحصال کے بوجھ سے نجات دلانے کے لیے ان کی مدد کی جائے اور ان کے جائز اور قانونی حکمرانوں کو ان کے وہ علاقے واپس دلائے جائیں جن پر دوسروں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ جے۔ بی

(۱) حیدر نے فرانسیسیوں سے مدد کی درخواست کے بغیر پرماکوئل کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہ آ گئے تو فرانسیسیوں سے یہ کہا گیا کہ وہ پرماکوئل کے دامن میں پڑاؤ ڈالیں جہاں وہ بیکار پڑے رہے۔ یہاں تک کہ پرماکوئل نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا۔ ڈچی من کو تب خبر ملی کہ نواب پرماکوئل کے شمال مغرب میں خیمہ زن ہو گا اور وہاں جنرل اس سے ملاقات کر سکے گا لیکن جب ڈچی من ایک دستے کے ساتھ روانہ ہوا تو اسے ایک خبر رساں نے اطلاع دی کہ نواب اپنے لشکر کو واپس لے جا چکا ہے۔

آخر کار وہ ۱۳ر ستمبر کو مرگیا اور کمان کومٹے ہافلز (COMTE HOFFLIZ) کے ہاتھوں میں آگئی۔(۱)

دریں اثنا ۲۰ر جون کو سفرن اپنی مرمت کا کام پورا کر کے کڈلور میں لنگر انداز ہوا اور اس نے ڈچی من کے لشکر سے گولہ بارود وغیرہ کی کمی کو پورا کیا جس سے اس کی طاقت مزید کم ہوگئی۔(۲) اس نے نیگاپٹم پر قبضہ کر لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا نتیجہ ۶ر جولائی کو کری کل میں تیسری بحری جنگ کی شکل میں نکلا۔ یہ جنگ غیر فیصلہ کن رہی۔ لیکن اس نے فرانسیسیوں کو ترنکیبور پر حملہ کرنے سے روک دیا۔ سفرن مرمت کے لیے کڈلور لوٹ آیا اور حیدر جو اتنی مدت تک ڈچی من سے ملنے سے کتراتا رہا تھا۔ سفرن سے ملنے کے لیے تیزی سے روانہ ہوا۔ عظیم فرانسیسی امیر البحر کا بہت شاندار استقبال ہوا اور عزت و احترام میں کوئی فروگذاشت نہیں کی گئی۔ ۲۶ر جولائی کو ملاقات ہوئی۔(۳) دوسری ملاقات میں حیدر نے ایک فرانسیسی اتحاد پر اپنی مایوسی ظاہر کی اور اپنی طرف سے مرہٹوں سے نپٹنے کے لیے کرناٹک چھوڑنے کے لیے کہا۔ بڑی مشکل سے سفرن نے اسے لبی کی آمد کا انتظار کرنے پر راضی کر لیا۔ سفرن نے اپنی روانگی سے پہلے تمام برطانوی قیدی جن میں ۶۰ افسر اور چار سو سپاہی تھے حیدر کے سپرد کر دیے۔ اس نے مدراس کے گورنر کو قیدیوں کے تبادلے کے لیے لکھا لیکن انگریز تبادلہ میں ان انگریز قیدیوں کی شمولیت بھی چاہتے تھے۔ جو حیدر کے قبضے میں تھے۔ یہ سفرن کی طاقت سے باہر تھا۔ وہ ان کو مورشس نہیں لے جانا چاہتا تھا اور نہ ہی فرانسیسی فوج کے لیے قیدیوں کی بنا پر مشکلات بڑھانا چاہتا تھا کیونکہ اس صورت میں ان کی حفاظت کے لیے نگراں دستہ مقرر کرنا ضروری ہوتا۔ وہ حیدر کی خیر خواہی بھی چاہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے مورشس کے گورنر سوالیک (SOUILLAC) کے نام لکھا تھا: "اس بات سے اس کو مجھ پر بہت اعتماد ہو جائے گا۔ بجائے اس کے کہ میں میکارٹنی، ہیوز اور کوٹ کے خطوط کا جواب دوں کہ میں انگریز قیدیوں کو نواب کے حوالے کر رہا ہوں۔"(۴)

---

(۱) ترن کیبر میں فرانسیسی کیپٹن چین (CHANN) ڈچی من کے ایک خط میں لکھتا ہے کہ "جنرل ۹ر مئی کو رات میں بیس افسروں کے ساتھ حیدر کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوا جس نے اس کے پاس اطلاع بھیجی تھی کہ وہ انگریزوں کا تعاقب کرنے جا رہا ہے۔ جنرل ۲۴ گھنٹے تک گھوڑے پر سفر کرتا رہا لیکن حیدر تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جب وہ واپس پہنچا تو تھکا ماندہ اور تیز بخار میں مبتلا تھا۔"

(۲) کولمبو دستاویزات بحوالہ رچمنڈ ص ۵ مصدقہ جے۔ بی ص ۲۲۴۔

(۳) گاڈرٹ کیٹلاگ ٹوم ۶ نمبر ۵۲۷۵۔

(۴) جے۔ بی ص ۲۲۳

سری لنکا میں واقع ترنکو ملی پر سفرن کے قبضے کے بعد چوتھی جنگ ۳ ستمبر کو ہوئی۔ ہغس دوبارہ بندرگاہ پر قابض نہ ہو سکا۔ سفرن کڈلور آیا اور سماٹرا میں واقع اچین کی جانب روانہ ہونے سے پہلے اس نے کچھ فوج اتاری۔ اس نے حیدر سے درخواست کی کہ وہ بسی کا انتظار کرے جس کی آمد نومبر کے آخر تک متوقع تھی۔ حیدر بسی کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ ۱۷ مارچ سے پہلے لنگر انداز نہیں ہو سکا۔ تب تک حیدر وفات پا چکا تھا اور ٹیپو مغربی ساحل پر تھا۔

حیدر نے غالباً محسوس کر لیا تھا کہ وہ سفرن پر اعتماد کرنے میں حق بجانب ہے کیونکہ سفرن نے اس کو بسی کی آمد پر ہونے والی فرانسیسی کارروائی سے یقیناً آگاہ کیا ہوگا۔ وہ منصوبہ سفرن کے الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے: "اگر حیدر اس وقت بھی ارکاٹ میں موجود ہو تو فوجیں مسولی پٹم میں اتریں تاکہ ایک ایسے علاقہ میں وہ تعاون کر سکیں جو اب تک تاراج نہیں کیا گیا ہے اور وہاں سے رسد وغیرہ دستیاب ہو سکتی ہے۔ وہ مسولی پٹم اور پلیا کوٹہ پر قبضہ کرے گا اور ساحل کے نچلے علاقے میں مدراس کی جانب پیش قدمی کرے گا تاکہ حیدر کی افواج اور کڈلور کے فرانسیسیوں کے ساتھ مل سکے۔ مدراس پر قبضہ آخری ضرب ہوگی اور صلح کی راہ کھل جائے گی"۔ (سفرن کا خط بنام ڈی کاسٹریز (DE CASTRIES)۔ "جنوب سے کڈلور کی فوج کی طرف سے، شمالی جانب سے بسی کی جانب سے اور مغرب سے حیدر کی طرف سے حملہ ہونے کی صورت میں مدراس پر ۲۵ دنوں کے اندر قبضہ ہو جائے گا" (سفرن بنام پورن مورخہ ۷ اکتوبر)[1]۔ مجموعی طور پر اس اتحاد نے حیدر اور فرانسیسیوں کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ ان میں اختلافات بڑھا دیے۔ حیدر سفرن کی جرأت، صلاحیت اور لیاقت کی قدر کرتا تھا اور اس کا مداح تھا۔ لہٰذا اس نے اس کے ساتھ بڑا اچھا رویّہ رکھا تھا۔ ۳ مئی کو سفرن نے لکھا تھا کہ "بہادر مجھے کثیر مقدار میں رسد فراہم کر رہا ہے"[2]۔ جب سفرن نے

---

(۱) رچمنڈ ص ۳۱۴

(۲) ، ، ۲۲۳ — پیرس میں متعینہ برطانوی سفیر لارڈ ڈورسیٹ نے برطانوی وزیر خارجہ لارڈ کارمارتھن کو مورخہ ۱۳ جولائی ۱۷۸۴ء کو لکھا تھا کہ "میرا خیال ہے کہ ٹیپو کے پاس سفیروں کو اس مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ ٹیپو سلطان سے ۸۰ لاکھ کی وہ رقم معاف کروالیں جو کہ فرانسیسیوں نے اس کو سامان اور رسد وغیرہ کی ادا کرنی ہے۔ یہ رسد اور سامان ٹیپو سلطان نے سفرن کے بیڑے کو فراہم کیا تھا جبکہ وہ جنگ میں حصہ لے رہا تھا"۔

مجھے یہ برطانوی آرکائیوز کا اقتباس ٹیپو سلطان (۱۷۹۹—۱۷۸۳) پر ڈاکٹر ایس۔ کے۔ دت کے لندن یونیورسٹی ڈاکٹریٹ کے غیر مطبوعہ مقالہ سے ملا ہے۔

http://www.apnaorg.com

ستول وغیرہ بنانے کے لیے لکڑی چاہی تو حیدر ان کو منگلور میں تیار کروا کر بھجوانے پر رضامند ہوگیا۔ یہ حیدر کے مفاد میں تھا کہ فرانسیسی بیڑا ساحل پر موجود رہے۔ اس فوجی ضرورت کا خیال اور ذاتی احترام کی وجہ سے سفرن سے اس کے ذاتی تعلقات نہایت خوشگوار ہوگئے لیکن وہ دوسرے فرانسیسی قائدین کو بہت کم پسند کرتا تھا اور ان کا بہت کم احترام کرتا تھا۔ دی اروس کی روانگی نے حیدر کے ذہن میں ان کی جانب سے بداعتمادی پیدا کردی تھی۔ دس ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک فوج کی یقین دہانی کے بعد محض تین ہزار کے ساتھ ڈچی من کی آمد نے اسے ایک بار پھر مایوس کردیا۔ اس کم تعداد فوج کے پیش نظر حیدر یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کی ملازمت میں آجائیں جیسے لالی اور اس کے دستے نے کیا تھا۔[1] یہ فطری بات تھی کہ فرانسیسی اس پر راضی نہیں ہوسکتے تھے۔ وہ امدادی فوج یا حیدر کی پالیسی کے آلہ کاروں کی حیثیت سے نہیں آئے تھے۔ ان کے اس ملک میں اپنے عزائم اور مقاصد تھے اگرچہ حیدر کا خیال درست تھا کہ ان کی طاقت ان کے دعووں کے برابر نہیں ہے۔ وہ ایک معاہدہ کی بات کرتے تھے کہ "کولیرون سے کرنگل، چٹپٹ اور تیاگڑھ تک کا تمام علاقہ اور اپنے تمام قلعے اور ورگ ان کے حوالے کردیے جائیں اور (حیدر) ان کے لیے پانڈیچری دوبارہ تعمیر کرے اور دس ہزار سپاہیوں کو ان کی کمان میں دے دے اور ان کی اور حیدر کی فوجیں الگ الگ رہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ زمین مالابار ساحل پر حاصل کی جائے جس کی قیمت کم سے کم ایک لاکھ پگوڈا ہو۔"[2] وہ اس وقت تک لڑنا نہیں چاہتے تھے جب تک ایک معاہدہ کے ذریعے ان کی باہمی ذمہ داریاں واضح نہ ہو جائیں۔ نہ ڈچی من اور ہافلز ایسی ہستیاں تھیں جو حیدر کا احترام حاصل کرسکتے اور نہ ہی ان کی فوج اتنی بڑی تھی کہ وہ ان کو قابل عزت سمجھتا۔ حیدر نے ان کے انتظام و انصرام، ان کی رسد اور اسپتالوں کے اخراجات کی شکایت کی اور اس نے تحقیر آمیز انداز میں تبصرہ کیا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ سفید فام سیاہ فاموں سے زیادہ کھاتے ہیں۔ مارچ سے اکتوبر ۱۷۸۳ء تک اس نے ان کو ۵ لاکھ روپیے سے زیادہ فراہم نہیں کیے تھے۔[3]

فرانسیسی بری فوج کی نااہلی اور روپیے کے مسلسل مطالبہ نے اس کو حیدر کی نگاہ میں اور بھی حقیر بنادیا تھا۔ ایک مدت تک فرانسیسی امداد کی امید پر وہ کرناٹک میں رکا رہا جب کہ وہ کسی دوسری جگہ جاسکتا

---

(۱) SEE. PROGS ۲۷ / اگست ۱۷۸۳ء ص ۴۰۶، ۴۰۷

(۲) ″ ″ ″ ″ ″ ″

(۳) جے۔ بی ۲۹۹

http://www.apnaorg.com

تھا جہاں اسے زیادہ فائدہ ہوتا۔ اگر حیدر نے کڈلور میں چھوٹی سی فرانسیسی فوج کی حفاظت نہ کی ہوتی تو انگریز اسے تباہ کر دیتے۔"(۱)

اس نے ایک بار غصے سے پورن سے کہا تھا کہ انگریز اس سے صلح کرنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ وہ فرانسیسیوں سے قطع تعلق کرے۔ اس کو شکایت تھی کہ فرانسیسی ایک کمزوردل قوم ہیں جن کا کوئی کردار نہیں ہے اور جن کو اپنے وعدوں کا کوئی پاس نہیں ہے۔(۲) حقیقت یہ ہے کہ حیدر اور فرانسیسی ایک دوسرے کے ساتھ صرف اس وقت تک تعاون کرنے پر تیار تھے جب تک کہ ان کے مفادات مشترکہ تھے۔ ان میں کوئی پائدار اور ٹھوس تعاون ناممکن تھا کیونکہ حیدر انگریزوں کو ہندوستان سے نکال کر فرانسیسیوں کا تسلط برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

---

(۱) اگر اس فوج کی نگرانی کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ یقیناً شمالی صوبوں میں لوٹ مار کر کے ان کو تباہ کر سکتا تھا اور اپنے مالی نقصان کی تلافی کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ مالابار بھی جا سکتا تھا۔ زیادہ تر انگریزوں کی جارحیت اور سرگرمیاں تیز تر تھیں۔ (پورن بنام سفرن مورخہ ۳ر اکتوبر ۱۷۸۲ء)

(۲) جے۔ بی ۱۴۳

شروع شروع میں بیشتر ایسے مواقع پیدا ہوئے جن سے جذبات بھڑک اٹھتے تھے۔ ایسے ایک واقعہ کی طرف ایک برطانوی نمائندہ ڈینیل فلپس نے اپنے خط میں لکھا ہے۔ یہ خط ۱۲ر اپریل ۱۷۸۲ء کا لکھا ہوا ہے: "غالباً ۲۷ر مارچ کو چدمبرم کے پگوڈا میں حیدر کے آدمیوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ایک تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ فرانسیسی اپنا پرچم اس پگوڈا پر لہرانا چاہتے تھے برہمن نے ان کو مطلع کیا کہ وہ اپنے آقا کے حکم کے بغیر اس کی اجازت نہیں دے گا جس پر ایک فرانسیسی افسر نے تلوار نکال لی اور برہمن کو تین چار جگہ سے کاٹ دیا۔ جب اس کی تفصیل حیدر کو بھیجی گئی تو اس نے حکم دیا کہ فرانسیسیوں اور ان کا ساز و سامان پگوڈا سے باہر نکال دیا جائے۔ جس پر عمل کیا گیا اور فرانسیسی قلیوں کی مدد سے اپنی توپ پورٹو نوو واپس لے جانے پر مجبور ہو گئے۔

SEE. PROGS مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۷۸۲ء ص ۱۰۰۱

http://www.apnaorg.com

باب ۲۶
شہری نظم و نسق

حیدر ایک طاقتور مطلق العنان فرمانروا تھا لیکن وہ نئی نئی راہیں نکالنے والا حکمراں نہیں تھا۔ اس نے اپنی حکومت میں عموماً تسلیم شدہ روایات اور ہر خطّے کے مقامی قوانین اور روایات ہی پر عمل کیا۔

میسور میں اس نے ویدیاروں کی نام نہاد حکومت کو برقرار رکھا۔ دسہرے کے سالانہ تیوہار کے موقع پر راجہ یا کرتار کو جو کہ سرنگاپٹم کے حکمراں کا لقب تھا عوام کے سامنے آنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ ایک غیر ملکی مشاہد لکھتا ہے کہ "ستمبر ۱۷۸۱ء کے آخری زمانے تک ایک عظیم دعوت منعقد ہوئی جس میں میسور کا راجہ موجود تھا۔ وہ تقریباً ۱۲ برس کا بچہ تھا۔ اس شاہی قیدی کو عوام کے سامنے صرف تیوہاروں کے موقعوں پر ظاہر ہونے کی اجازت دی جاتی ہے"۔[1] حیدر نے "دلوائی" اور "سرواد ھیکاری" کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔ ۱۷۶۳ء کے ایک کتبہ میں اس کو "کاریہ کرتا" یا "ولی بادشاہ" کہا گیا ہے۔[2] اس لحاظ سے ویدیار راجہ سرکاری قیدیوں کے طور پر غالباً حیدر کے لیے اسی طرح مفید تھے جس طرح ستارا کے رام راجہ اور اس کے جانشین پونا کے پیشواؤں کے لیے اور ۱۷۷۳ء کے بعد

---

(۱) ایشیا میں جنگ دوم ص ۴۹ : وہ ٹیپو کے انتظام حکومت کے دوران ۱۷۸۲ء کے دسہرہ کے تیوہار میں اس نام نہاد بادشاہ کے سامنے خراج عقیدت پیش کرنے کے بارے میں بھی لکھتا ہے۔

(۲) میسور آرکیالوجکل رپورٹ ۱۹۲۴ ص ۵۶ – ۵۸

http://www.apnaorg.com

دہلی میں شاہ عالم ثانی مہادجی سندھیا کے لیے کارآمد تھے۔ اس طرح اس نے روایت سے قطعی انحراف نہیں کیا تھا اور نام نہاد حکمراں کی موجودگی میں اس نے اپنی غصب شدہ حکومت کے لیے جواز حاصل کر لیا تھا۔

چکا کرشنا راجہ ویدیار کی حکومت کے دوران ہی (۱۷۳۴ء تا ۱۷۶۶ء) حیدر نے اپنی طاقت مستحکم کر لی تھی۔ اس کے بعد نام نہاد جانشینی کا شرف اس کے بڑے بیٹے ننجا راجہ ویدیار (۱۷۶۶ء تا ۱۷۷۰ء) کو ملا لیکن وہ اچھا کٹھ پتلی حکمران ثابت نہیں ہوا کیونکہ اس نے ایک مرحلہ پر مرہٹوں کے ساتھ سلسلہ جنبانی شروع کر دی تھی۔ آخر کار ۱۷۷۰ء میں اس کا گلا گھونٹ دیا گیا[1] اس کا بھائی چما راجہ ویدیار کو کٹھ پتلی حکمراں بنایا گیا اور ۱۷۷۶ء میں اپنی موت تک ایک نام نہاد حکمران بنا رہا۔ چونکہ وہ لاولد مر گیا تھا اس لیے مختلف شاہی خاندانوں کے بچوں کو اکٹھا کیا گیا اور ان میں سے حیدر نے ایک کو بلا جواز چن لیا۔ اس شہزادہ کا بھی نام چماراجہ تھا اور یہ حیدر کی موت کے بعد تک زندہ رہا۔ حیدر بڑی آسانی سے اس قصے کو ختم کر سکتا تھا جو بعض مشاہدین کے نزدیک محض وقت گذاری کا کھیل تھا۔ وہ پوری طرح مستحکم و مضبوط تھا لیکن غالباً وہ سمجھتا تھا کہ یہ ڈھونگ اس کی اکثریت ہندو رعایا کو مطمئن رکھے گا۔ سفارتی گفت و شنید میں جب بھی کبھی اس کی جارحانہ پالیسی متقاضی ہوتی وہ سابقہ معاہدوں کی بنیاد پر دعوے کرتا تھا کیونکہ نظریاتی طور پر بہر حال اس کی حکومت ویدیار وں کی حکومت تھی۔ ترچناپلی پر اس نے بار بار میسور کے حکمرانوں کے حق کا حوالہ دیا۔

حیدر کی قدامت پسندی اس کے سکّوں میں بھی ظاہر ہے۔ اس کا سب سے پہلا سکّہ نام نہاد بہادری پگوڈا تھا۔ وہ بدنور کے پہلے اکیری راجہ کے پگوڈا کی نقل تھا جس نے خود وجیانگر کے سدا سیو راجہ کے پگوڈا کی نقل کی تھی۔ حیدر سکّہ جاری کرنے کے مقتدر حق کا پہلی بار مظاہرہ میسور میں نہیں بلکہ بدنور میں کرتا ہے جس کا نام اس نے حیدر نگر رکھا تھا اور جہاں مشہور حیدری پگوڈا اور FANANS ڈھالے گئے تھے۔ میسور میں وہاں کے لوگ صدیوں سے اپنے گھروں اور بازاروں میں جو سونے کا سکّہ دیکھتے آئے تھے اس پر ہندو دیوتا کی شکل بنی تھی اور دوسری طرف اس کی بیوی پاروتی کی شکل کندہ تھی۔ حیدر نے ان ہندو دیوتاؤں کی شکلوں کو سکّوں میں برقرار رکھ کر شاندار رواداری اور انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کیا۔ حیدری پگوڈا میں فارسی رسم خط میں اس کے دستخط کندہ تھے۔ پچھلی طرف آدھے پگوڈا میں بیٹھے ہوئے وشنو کی شکل بنی تھی اور اس کے داہنی جانب ایک چکر تھا اور اس کے بائیں طرف ایک سنکھ تھا۔ پشت کی جانب حیدر کے پہلے نام کا حرف "ح" ایک دانے دار جگہ میں کندہ تھا۔ چتل ورگ میں اس نے بیدر کے پالیگار کے نمونے کو اپنے سکّوں میں اپنایا تھا۔

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۱۵۲

http://www.apnaorg.com

بہر کیف بیدر پالیگار نے کرشنا رائے کے وجیا نگر کے نمونے کی تقلید کی تھی۔ گوٹی میں حیدر کا جاری کردہ پگوڈا مرار راؤ کے سکہ کی نقل تھا۔ وہ اس ٹکسال کے ایک سابق مثل پگوڈا کا ایک مکرر جاری کردہ پگوڈا تھا۔ سکے جو کناری اعداد کے جاری کیے گئے تھے وہ میسور کے راجاؤں کے سکوں جیسے مکرر اجرا تھے۔ چار خانے دار پشت پر حیدر کے نام کے ابتدائی حروف پائے تو جاتے ہیں لیکن ان سے یہ اشارہ نہیں ملتا کہ وہ حیدر کے جاری کردہ تھے یا ٹیپو کے جاری کردہ۔ سابقہ سکوں کی نقل کرنے کی حیدر کی پالیسی ہر جگہ ملتی ہے۔ ۱۱۹۰ھ (۱۷۷۶ء) کے ایک سکے میں ایک ہاتھی کی شکل دیکھی جا سکتی ہے جسے آگے بڑھتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور اس کی دم اوپر کی طرف اٹھی ہوئی ہے۔ اس گج پتی پگوڈا کا آغاز میسور کے گنگا خاندان کے عہد میں ہوا تھا۔ کالی کٹ میں نقلوں کے دائرہ میں حیدر کے طرز والا ہن اور ادا ہن مشہور ہو گیا تھا۔ مالابار میں حیدر سے پہلے طلائی FANAMS جو کنا نور اور ویراری کہلاتے تھے کثرت سے استعمال ہوتے تھے میسور کی حکومت کے قیام کے بعد حیدر نے حکم جاری کیا کہ FANAM کے ایک جانب فارسی حرف "ح" کندہ کیا جائے لیکن اس نے اس کا خیال رکھا تھا کہ حیدری FANAM ویراری سے اور کسی طرح مختلف نہ ہو۔ نسبتاً بہت کم قسمیں حیدر نے جاری کی تھیں۔ ۱۱۹۵ ہجری (۱۷۸۱ء) میں حیدر نے تانبے کے پیسے (ڈوڈو) سرنگا پٹم میں جاری کیے جس کے چہرے کے رخ پر ہاتھی کی شکل کندہ تھی۔ اس کے ذاتی اقتدار کا صرف نشان "ح" تھا۔ اس نے پگوڈوں اور فنم میں ہندو سکوں کو اختیار کیا تھا۔ اس کے بیٹے ٹیپو نے "مہر" اور روپیہ کا طریقہ رائج کیا تھا۔ رام چندر راؤ کے مطابق حیدر نے نگر میں چاندی کے روپیے چلائے تھے لیکن یقیناً یہ ایک غلطی ہے۔ "حیدر کے جاری کردہ روپیے سکوں کے ماہرین کے علم میں نہیں ہیں۔" چاندی کے سکے پہلی بار ٹیپو نے جاری کیے تھے جس نے سلطانی اشرفی بھی جاری کی تھی اور اس نے مقامی ناموں کے علاوہ عربی حروف استعمال کیے اور ٹکسال کے شہروں کو نئے اور غیر معروف نام دیے۔ ٹیپو کی سلطانی اشرفی میں تحریر تھا: "دین احمد در جہان روشن ! ز فتح حیدر است" یعنی پیغمبر کا دین حیدر کی فتوحات کی وجہ سے دنیا میں روشن ہو گیا ہے لیکن حیدر جس کے نام کو اس کے بیٹے نے زندہ جاوید کرنا چاہا تھا اپنے جانشین کی طرح طمطراق والا نہیں تھا۔(۱)

حیدر کے دورِ حکومت میں مغربی مشاہدین کے مطابق ملکی نظم و نسق میں "ایک ایسی مضبوطی نظر آتی ہے

---

(۱) ایلن۔ ہندوستانی میوزیم میں سکوں کا کیٹلاگ جلد چہارم۔
جے، آر، ہینڈرسن۔ حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے سکے۔
رائس۔ میسور اور کورگ گزیٹیر جلد اول ضمیمہ

http://www.apnaorg.com

جس کی ہندوستان میں مثال نہیں ملتی"۔ اس مضبوطی کا واحد سرچشمہ اس کے حکمراں کی صلاحیت ولیاقت تھی۔ ڈی لاتور حیدر کی روزانہ مصروفیات کے بارے میں اس طرح لکھتا ہے:

"حیدر عموماً نصف شب کے بعد آرام کرنے جاتا ہے اور صبح ۶ بجے بیدار ہو جاتا ہے۔ جیسے ہی وہ اٹھتا ہے گذشتہ شب و روز کے فرائض انجام دینے والے فوج کے میجر اور جوان کی جگہ لیتے ہیں داخل ہوتے ہیں، روئداد پیش کرتے ہیں، وزیروں اور جنرلوں کو پہنچانے کے لیے احکامات حاصل کرتے ہیں تو وہ خود بھی اس کے کمرے میں داخل ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ جب کسی غیر معمولی یا اہم واقعہ کی خبر اس کو پہنچانی ہو، پیغام رساں بھی رات یا صبح اس کے پاس آتے ہیں اور اپنے مراسلات اس کے قدموں میں رکھتے ہیں۔ آٹھ اور نو بجے کے درمیان وہ اپنی رہائش گاہ چھوڑ دیتا ہے اور ایک کمرے میں جاتا ہے جہاں سکریٹریں کی ایک بڑی تعداد اس کی آمد کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں وہ موصول شدہ مراسلات و خطوط دے دیتا ہے اور ان کو جوابات کے لیے ہدایات دیتا ہے۔ اس کے بیٹے اعزا اور وہ امرا جو اس کے قرب کا شرف رکھتے ہیں داخل ہوتے ہیں اور اگر نو بجے کا وقت ہوتا ہے تو وہ معمول کے مطابق ناشتہ کرتے ہیں۔ اگر اسے فرصت ہوتی ہے تو وہ جھروکے پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنے ہاتھیوں کی سلامی لیتا ہے دوپہر کے کھانے کے بعد جو تقریباً ساڑھے دس بجے ختم ہو جاتا ہے حیدر دربار عام میں داخل ہوتا ہے اور اگر فوج میں ہوتا ہے تو بڑے خیمے میں آتا ہے۔ وہ تمام لوگ جن کو اجازت ہوتی ہے یا جن کی رسائی ہوتی ہے اور جن کی تعداد کافی بڑی ہوتی ہے آ سکتے ہیں اور وہ لوگ جنھیں کوئی داد فریاد کرنی ہوتی ہے عصا برداروں کے ذریعے انھیں پیش کر سکتے ہیں یا اپنی درخواست ان افسروں کے ہاتھوں میں دے دیتے ہیں جو انھیں افسر اعلیٰ کے پاس لے جاتے ہیں اور جو انھیں حکمرانوں کے قدموں میں رکھ دیتا ہے جہاں انھیں فوراً پڑھا جاتا ہے اور ان کا جواب دیا جاتا ہے۔ یہاں یہ رواج نہیں ہے کہ جب حاکم باہر جائے تو اسے عریضے پیش کر کے اسے روکا جائے جب تک کہ معاملہ انتہائی فوری اور غیر معمولی نہ ہو۔ دربار عام میں تیس یا چالیس سکریٹری اس کے بائیں جانب دیوار سے لگ کر بیٹھتے ہیں جو مسلسل لکھتے رہتے ہیں پیغام بر تقریباً ہر لمحے پر آتے رہتے ہیں اور بڑے شور و شغب کے ساتھ ان کو فرمانروا کے قدموں تک پہنچایا جاتا ہے۔ جہاں وہ اپنے مراسلات رکھتے ہیں۔ ایک سکریٹری جھک کر اس پلندہ کو اٹھا لیتا ہے اور حکمران کے سامنے اپنی کہنی کے سہارے بیٹھ کر اسے کھولتا ہے اور خط پڑھتا ہے۔ حیدر فوراً جواب لکھواتا ہے اور پھر خط ایک وزیر کے دفتر بھیج دیا جاتا ہے۔ مشرقی حکمرانوں کی روایات کے برعکس جو مہر لگا کر اپنا نام اس پر ثبت کرتے ہیں حیدر ان پر اپنے دستخط کرتا ہے اور اس کے علاوہ بہت سے نجی احکامات پر بھی دستخط کرتا ہے۔ بہت سے

http://www.apnaorg.com

مصنفین اس کے برعکس باتیں لکھتے ہیں جس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھیں حیدر کو زیادہ دیر تک قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ وزراء کے دفتر سے جاری کردہ احکامات پر بڑی مہر کے سوا اور کوئی دستخط نہیں ہوتے اور مراسلہ کو متعلقہ وزیر کی ذاتی مہر سے بند کیا جاتا ہے۔ وہ خطوط جن پر حیدر کے دستخط ہوتے ہیں ان کو حیدر کی مہر سے بند کیا جاتا ہے جس کا نگران سکریٹری اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس دربار میں وزراء، جنرل سفراء اور دوسرے بڑے لوگ شاذ و نادر ہی حاضر ہوتے ہیں جب تک کہ ان کو حکم نہ دیا جائے یا کوئی اہم معاملہ نہ ہو۔ یہ ان کے وقار و عزت کی ایک ممتاز خصوصیت ہے کہ وہ حکمراں کی خدمت میں صرف شام کو حاضر ہوتے ہیں جب اہم آدمیوں کے سوا اور کسی کو داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ یہ ملاقات تین بجے کے بعد تک جاری رہتی ہے جو اس کے سونے کا وقت ہے اور وہ تب اپنی رہائش گاہ چلا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ساڑھے پانچ بجے کے قریب وہ پھر دربار عام یا کسی بڑے کمرے میں داخل ہوتا ہے جہاں وہ بیٹھ کر اپنی فوجوں کو قواعد کرتے اور اپنی سوار فوج کو صفیں بناتے دیکھتا ہے۔ سکریٹری خطوط پڑھنے یا لکھنے میں مشغول رہتے ہیں۔ بڑے وزراء، سفراء، نواب سے صرف رات میں شرفِ ملاقات حاصل کرتے ہیں۔ عام طور پر ہر رات ایک ناچ رنگ کی محفل جمتی ہے جو آٹھ بجے سے شروع ہوتی ہے اور گیارہ بجے رات تک جاری رہتی ہے۔ حیدر کو اسٹیج کی تفریح پسند نہیں آتی اور وہ اپنے وزراء اور سفراء سے گفت و شنید اور معاملات پر بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ رازدارانہ انداز میں ایک کابینہ سے گفتگو کرتا ہے اور صبح کی طرح کام کرنے کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ کوئی کام نہیں کر رہا۔ جب وہ ایک ماہ تک لشکر گاہ میں یا کسی دوسرے شہر میں رہنے پر مجبور ہو جاتا ہے تو وہ عام طور سے ہفتہ میں دو بار شکار کے لیے جاتا ہے۔"(۱)

عیسائی مشنری سوارٹز بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ حیدر کے دربار میں کام نہایت مستعدی، تیزی اور باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ حیدر خود لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ وہ ایک آدمی کو خط لکھنے اور پھر اسے اس کے سامنے پڑھنے کے لیے حکم دیتا تھا پھر وہ دوسرے آدمی کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتا تھا تاکہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ اس کی ہدایات صحیح طریقے سے تحریر کی گئی ہیں یا نہیں۔(۲) لیکن ڈی لاتور بہت زور دے کر حیدر کے خطوط پر دستخط کی طرف حوالہ دیتا ہے لیکن وہ صرف اپنے نام کا پہلا حرف "ح" ہی دستخط میں استعمال کرتا تھا۔(۳)

---

(۱) M.M.D.L.T. ص ۱۷ ـ ۲۴

(۲) ولکس جلد دوم ضمیمہ ثانی

(۳) راٹیس جلد اول ص ۴۹۶ انعام دفتر میں ایک جاگیر کی طرف حوالہ

http://www.apnaorg.com

مرکزی انتظامیہ اٹھارہ شعبوں پر مشتمل تھا۔ چکا دیوا راجہ ویدیار نے اپنی بادشاہت کو دو حصوں میں بانٹ دیا تھا جن کے الگ الگ صدر مقام میسور اور سرنگاپٹم قائم کیے تھے اور اس نے اٹھارہ شعبے قائم کیے تھے۔ یہ شعبہ جاتی تنظیم حیدر نے بھی برقرار رکھی تھی:

۱۔ اٹھاونم یا محکمہ مال: پایکاروں وغیرہ سے محصول کا جمع کرنا۔ انتظام و انصرام اور حسابات کا ذمّہ دار تھا اور افسران اور عملہ کی تقرری کے اختیارات رکھتا تھا۔

۲۔ کنداچرم: فوجی حسابات کا شعبہ جو پیادہ فوج کے معاملات کا ذمّہ دار تھا اور فوجی افسروں سرداروں وغیرہ کے تقرر کے اختیار رکھتا تھا۔

۳۔ چھا گلا کنداچرم: فوجی حسابات کا محکمہ جو سوار فوج سے متعلقہ معاملات کا ذمّہ دار تھا اور سلطنت کے مختلف علاقوں میں محافظ افواج کی دیکھ بھال کے اختیارات رکھتا تھا۔

۴۔ سنکام: درآمدات برآمدات سے متعلق کسٹم کا محکمہ۔

۵۔ دیوا ستھنم: مذہبی اوقاف مثلاً مندر کی جائدادیں وغیرہ مندر کی آمدنی وغیرہ کا محکمہ۔

۶۔ پوٹو: پارچہ جات پر محصول لگانے اور وصول کرنے کا محکمہ۔

۷۔ میسور ہبالی وچارنا چوڈی: یہ وہ محکمہ تھا جو میسور کے دائرہ اختیار میں صوبوں کے تمام حسابات اور انتظامیہ سے متعلق تمام خط وکتابت کا مرکزی دفتر تھا اور اس سے متعلق تمام مراسلات بادشاہ کے سامنے احکام کے لیے پیش کیے جاتے تھے جن کو الگ الگ مضامین کے مطابق تقسیم کرکے دوسرے محکموں کو بھیج دیا جاتا تھا۔

۸۔ پٹنم ہبالی وچارنا چوڈی: مذکورہ بالا محکمہ کی طرح یہ بھی سری رنگاپٹم کے دائرہ اختیار میں واقع صوبے کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

۹۔ میسور بیہم چوڈی: یا محکمہ اطلاعات عامہ جو صوبۂ میسور کے ہر گاؤں کے روزمرہ کے واقعات سے متعلق اطلاعات وصول کرتا تھا۔ اطلاعات مقامی افسروں کے ذریعے حاصل کی جاتی تھیں جنھیں وہ ہرکاروں کے ذریعے پرگنہ کے صدر مقام کو بھیج دیا جاتا تھا اور وہاں سے آخر کار اسے مرکزی دفتر یا دفتر اطلاعات عامہ یعنی بیہم چوڑی بھیج دیا جاتا تھا۔

۱۰۔ سرنگاپٹم بیہم چوڈی: مذکورہ بالا محکمہ کی طرح سری رنگاپٹم کے دائرۂ اختیار میں واقع صوبے کا محکمہ تھا۔ مرکزی محکمہ ڈاک اسی محکمہ سے متعلق تھا۔

۱۱۔ اواکٹو چوڈی: یہ وہ محکمہ یا دفتر تھا جہاں ریاست کے بڑے بڑے دفاتر اور شعبوں کے متعلق

http://www.apnaorg.com

حسابات اور خط و کتابت کی جانچ پڑتال کی جاتی تھی اور رپورٹ بادشاہ کو پیش کی جاتی تھی جو روزانہ دفتر میں آتا تھا۔ یہ شعبہ بادشاہ کے محل کے قریب واقع تھا۔

۱۲- پٹنم چوڈی : یہ مرکزی عدالت تھی جہاں تمام دیہی و شہری مقدمات سنے جاتے تھے اور جہاں وجنے نیسورا قوانین کے مطابق فیصلے کیے جاتے تھے۔ اور سزائیں دی جاتی تھیں۔

۱۳- ڈوڈا اگرانم یا تجارتی (مدنی) محکمۂ اسٹور: جہاں شہر میں غلہ کی درآمدات اور دوسرے ذخائر کے حسابات رکھے جاتے تھے۔ فوج، مندروں CHANLTRIES اور عوام نے اجناس میں سے کس قدر خرچ کیا۔ اس کے حسابات تیار کیے جاتے تھے اور محفوظ رکھے جاتے تھے۔

۱۴- کھبیسم چوڈی یا فوجی ذخائر کا محکمہ: جہاں فوجی ساز و سامان مثلاً توپوں، رائفلوں، بارود، توپ کے گولوں، تلواروں، تیروں وغیرہ سے متعلق حسابات، مختلف محافظ افواج اور فوجی ڈیژنوں میں ان کی تقسیم کا ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ اسلحہ جات کی مرمت کا کام اسی محکمہ کی ذمہ داری تھی۔

۱۵- اٹرو۔ ہبالی چوڈی (محکمۂ امور خارجہ)۔ یہ ان چھاؤنیوں کا نظم و نسق سنبھالتا تھا جہاں غیر ملکی فوجیں رکھی جاتی تھیں۔ عام طور پر یہ غیر ملکیوں کی دیکھ بھال کا ذمہ دار تھا۔

۱۶- چکاّونٹری یا بادشاہ کی ذاتی حفاظت کا شعبہ۔

۱۷- ارازوبگی یا انتی الیگم سکریٹری کا دفتر: اس دفتر کا فرض یہ تھا کہ وہ حکومت سے متعلق تمام کاموں اور افسروں کے رویّہ کی روئدادیں وصول کرے اور ان پر غور کرے۔ ان کو بادشاہ تک پہنچائے اور اس کے احکام حاصل کرے۔

۱۸- اسٹاگرامم چوڈی یا محکمہ زراعت: جو فوجی محافظ دستوں کو رسد کی فراہمی کا ذمہ دار تھا۔ غلہ کی پیداوار سے متعلق ریکارڈ وغیرہ وہاں رکھے جاتے تھے اور محکمہ کی طرف سے رعایا کو کاشتکاری وغیرہ کے معاملات میں مشورے دیے جاتے تھے (۱)

حیدر نے ان انتظامات کو تقریباً پوری طرح باقی رکھا۔ حکومت کے مدنی معاملات میں دو سب سے اہم محکمے مالیات اور پولیس تھے۔ اس کا پہلا دیوان یا وزیر مالیات کھانڈے راؤ تھا۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے اس نے حیدر کے خلاف سازش کی اور ناکام رہا۔ کھانڈے راؤ کا جانشین ایک دوسرا برہمن وینکٹ اپّا تھا جو ۱۷۶۵ء میں مرگیا۔ ملازمت کے دوران اس نے جو دولت حاصل کی تھی وہ ضبط کرلی گئی اور اس کی پیانداری

---

(۱) میکنزی مخطوطہ سری رنگاپٹم کا بیان

http://www.apnaorg.com

کی وجہ سے اس کے خاندان کو اذیت نہیں دی گئی۔ ایک اور برہمن چنّا اس کا جانشین ہوا جس کی ۱۷۷۹ء میں املاک ضبط کرلی گئی اور اسے برخواست کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا جانشین ایک نوایت اسد علی خاں ۱۷۷۷ء میں سخت اذیت کی بنا پر مرگیا۔ دوسرا آدمی بھی ایک نوایت صلاحیت خاں تھا۔ وہ اس منصب کا اہل نہیں پایا گیا اور قید کر دیا گیا اور وہ دولت جو اس نے ایمانداری سے جمع کی تھی اس کی موت پر ضبط کرلی گئی۔ اس کا جانشین میر صادق تھا جو اس منصب پر خاندان کے خاتمہ تک سرفراز رہا۔

۱۷۷۹ء میں حیدر کی تنظیم نو کے بعد محکمۂ پولیس میں جاسوسی کے ساتھ ساتھ ڈاک کا محکمہ بھی شامل تھا۔ اس کا صدر ایک شمیا نامی برہمن تھا جو زبردست صلاحیت کا مالک تھا۔ یہ دونوں محکمے متحد ہوکر غبن کی تفتیش کرتے تھے۔ حیدر کی موت کے بعد شمیا کو ٹیپو کے معزول کرنے کی ایک سازش میں ملوث پایا گیا اور اس کا انجام بڑا ہولناک ہوا۔ غبن کے بارے میں حیدر کی تفتیش بہت کامیاب رہی لیکن بہت سے معتمد عوامی افسروں کو بھی ملوث ہونے کے الزامات کی جوابدہی کرنی پڑتی تھی۔ ولکس نے اپنے پاس موجود ایک مخلوطہ کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ "وہ لوگ جو اپنے فرض پر پوری طرح تعمیل کرنے اور مطلوبہ رقم کی ادائیگی کے قابل نہیں تھے سخت اذیتوں سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے تھے۔ صرف وہ لوگ بچ جاتے تھے جو استحصال بالجبر سے دولت جمع کرتے تھے اور جن کو روپیہ ادا کرنے پر مجبور کر دیا جاتا تھا"[1] یہاں تک کہ اپاجی رام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے پورنیا کو بتایا تھا اور بعد میں پورنیا نے ولکس کو بتایا تھا کہ حیدر کے عہدِ حکومت میں میسور میں دیانتداری ناقابل عمل خوبی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حیدر بے حد لالچی تھا اور ۱۷۶۹ء میں اس نے یہاں تک کیا کہ مہاجنوں پر بہت بھاری محصول عائد کردیا۔ یہ معمول کے بالکل خلاف بات تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ "جہاں محاصل عائد کیے جاتے ہیں وہاں صنعت کے سوتے خشک ہوجاتے ہیں"۔[2] ۱۷۷۹ء میں اس نے جو کچھ کیا وہ اعتماد و بھروسہ کے لیے ایک شدید چوٹ تھی۔

ان حالات میں انتظامیہ کیسے چلایا جاسکتا تھا اور کام میں مستعدی اور سرگرمی کیسے برقرار رکھی جاسکتی تھی۔ بعد میں برطانوی انتظامیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے منرو نے اس کا جواب دیا ہے۔ اس نے ۱۸۰۶ء میں لکھا تھا کہ "یہ فرض کرنا غلط ہوگا کہ کمپنی کی حکومت کے اعلیٰ احکام کی کوئی قدر و قیمت بھی ہے بلکہ وہ کبھی

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۲۰۱ - ۲۰۲

(۲) ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۲۵

http://www.apnaorg.com

دیسی حکومت چاہے وہ مسلمان ہو یا ہندو کی ملازمت کو ترجیح دیں گے کیونکہ ان حکومتوں کے تحت وہ نہ صرف دولت جمع کر سکتے ہیں بلکہ وہ ریاست کے سب سے اونچے فوجی اور ملکی عہدوں پر بھی فائز ہو سکتے ہیں۔ اگر چہ وہ اپنی دولت کے بڑے حصّے سے زبردستی محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی آزادی بلکہ زندگی سے انتہائی بے بنیاد وجوہ کی بنا پر محروم کر دیے جاتے ہیں۔ وہ دیسی حکومتوں کے خطرات پر دولت اور امتیازات کو کمپنی کی معمولی مگر محفوظ نوکری سے بہتر سمجھتے ہیں۔ تجار، صنعت کار اور کاشتکار اپنے پیشوں سے آگے کچھ اور نہیں دیکھتے اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے کاروبار سکون و اطمینان کے ساتھ کرتے رہیں لیکن ایسے لوگوں کا تعلق بہت کم اہمیت رکھتا ہے کیونکہ برہمن جو ان کی قیادت کرتے ہیں خود غیر مطمئن ہیں"[1] ایسٹ انڈیا کمپنی کا یہ دُور اندیش ملازم پوری طرح سے اس حقیقت کی وضاحت کر دیا ہے کہ حیدر علی کی ملازمت میں لوگ ایسٹ انڈیا کمپنی سے بہتر خدمات کیوں انجام دیتے تھے باوجودیکہ وہ اپنے وزراء مالیات، خزانچی اور کلکٹرز سے خوب روپیہ اینٹھتا تھا۔ حیدر کے درباری وزراء جیساکہ سوارٹز تصدیق کرتا ہے زیادہ تر برہمن تھے۔

صوبائی حکومتیں:

صوبائی گورنر بہت کم تھے۔ دو سب سے اہم گورنر صوبے بدنور اور مالابار کے تھے۔ بدنور یا نگر کے یکے بعد دیگرے حسب ذیل گورنر مقرر ہوئے:[2]

(۱) اڈوئی ونیکا اپیا (۲) راجہ رام

(۳) گولا بہادر و تما صرف چار ماہ کے لیے (۴) شیخ ایاز

مالابار کی صوبائی حکومت پہلے سری نواس راؤ کے حوالے کی گئی جس کا معاون سردار خاں کو متعین کیا گیا۔ پھر وہ ارشد بیگ خاں کے حوالے ہوئی۔ حیدر کا رجحان یہ تھا کہ پرانے نظم و نسق کو جہاں تک ممکن ہو باقی رکھا جائے لیکن طاقتور پالیگاروں کو جہاں تک ممکن ہو، یا تو کمزور کر دیا جائے یا اُن کو اُن کے عہدوں سے ہٹا دیا جائے۔

پالیگار پالیسی:

پالیگار وہ فوجی سردار تھے جن کو فوجی خدمات کے عوض ان کے اضلاع دیے جاتے تھے۔ ایک پالیگار کو اپنے علاقے کو ایک ناڈو یا ایک ملک نہیں تصوّر کرنا چاہیے تھا بلکہ اسے پلیم یا فوجی پڑاؤ سمجھنا

---

(۱) منرو۔ ہندوستان میں برطانوی سیاست دانی کا نظام۔ بلاری ضلع کے دستاویزات کا انتخاب مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۸۰۶ء

(۲) میکنزی مخطوطہ (کناری) حیدر کیفیات

http://www.apnaorg.com

چاہیے تھا"(۱) لیکن ان میں کچھ لیٹرے سردار تھے، دوسرے اپنا سلسلۂ نسب پرانے راجاؤں سے ملاتے تھے یا ان افسروں سے ملاتے تھے جو سابقہ خاندانوں کے دورِ حکومت میں ان منصبوں پر فائز تھے۔ ڈنڈیگل اور بعدازاں غصب شدہ علاقوں کے سلسلہ میں حیدر کی پالیگار پالیسی کے بارے میں ہمیں تفصیلی حالات ملتے ہیں۔ ڈنڈیگل کے فوجدار کی حیثیت سے حیدر کی پالیگار پالیسی کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔ اپنے علاقوں کے شمالی حصہ میں اس نے باغی پالیگاروں کو جڑسے اکھاڑ پھینکا اور صلح جو پالیگاروں سے مصالحت کری اور عام طور پر پیشکش میں اضافہ کر دیا۔ حیدر کے زمانے میں جو پالیگار نکال باہر کیے گئے وہ واپس ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے اور عامل داروں سے مل کر وہ بھی طور پر اپنا قبضہ جمائے رکھتے تھے۔ لیکن ٹیپو کے دورِ حکومت میں ایسا نہیں ہوا۔

شمالی اضلاع میں کاویلی کا نظام اور بعدازاں غصب شدہ خطے ایک ہی تھے۔ کاولیگر کو ایک عطیہ دیا جاتا تھا اور اس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ غصب شدہ جائداد کا معاوضہ ادا کرے گا لیکن کاولیگر کے نقصانات کا معاوضہ پورا کبھی نہیں ملتا تھا جب تک کہ وہ کسی دوسری جگہ ڈاکہ زنی نہ کرے۔ عموماً اس نظام کی بدولت کاولیگر کے پاس اتنی بڑی فوج جمع ہو جاتی تھی جو دوسری صورت میں وہ اپنے موروثی اضلاع میں نہیں اکٹھا کرسکتا تھا۔ حیدر نے اس کا وظیفہ بند کر دیا۔ اس پالیسی سے بدامنی اور انتشار میں اضافہ ہوا۔ اس سلسلہ میں غصب شدہ خطے کے کلکٹر اعلیٰ کا ۱۸۰۲ء کا تبصرہ قابلِ ذکر ہے۔ اس نے لکھا تھا: "تمام دیسی حکومتیں پالیگاروں کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ یہ پالیگار ایک برتر و اعلیٰ پالیگار کے تحت ہوتے ہیں جو اگرچہ سب پر نگرانی رکھتا ہے تاہم ان کے اندرونی انتظام و انصرام میں بہت کم دخل دیتا ہے۔ حیدر علی تنہا وہ ہندوستانی حکمران تھا جس نے اپنے تمام چھوٹے موٹے جاگیردار سرداروں کو زیر کیا تھا اور حقیقت میں وہ ملک کا مالک تھا۔ وہ کاولیگروں سے حاصل ہونے والے تمام فوائد جانتا تھا اور اس نے ان کو ختم کرنا بہتر سمجھا"(۱) لیکن حیدر نے کاویلی نظام کو ڈنڈیگل میں باقی رکھا اور اسے پولم سے آزاد رکھا اور بعض علاقوں میں تو اس نے پالیگاروں کو کاویلی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ ان معاملات میں حیدر کی انتظامی پالیسی میں یکسانیت تلاش کرنا بے سود ہوگا۔ ہر چیز مقامی ضروریات اور مقامی تدبیروں کے اس کے اپنے جائزے اور اندازے پر منحصر ہوتی تھی۔ اس نے بالاگھاٹ میں جاگیروں اور زمینداریوں کو ضبط کر لیا تاہم بارہ محل میں ان کے حقوق اور آزادی میں دست اندازی نہیں کی۔ وہ لازمی طور پر معاملات میں ایک عملی شخص تھا اور ناقابلِ عمل یکسانیت پیدا کرنے کا قطعی خواہاں نہیں تھا۔

---

(۱) پانچویں روئداد جلد ۳ ص ۴۲۸

http://www.apnaorg.com

نظام مالیہ:

حکومت کا سب سے اہم کام زمین کا مالیہ جمع کرنا اور اس کی تقسیم تھی جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ حیدر نے ہر جگہ قدیم مروج روایات کا اتباع کیا تھا لیکن ہمیشہ وہ حکومت کے مطالبہ کے بڑھانے اور جو بھی ہوشیار عامل اپنی جاگیر میں اضافہ کرتا اس کو اپنی حکومت میں شامل کرنے کا خواہاں رہتا تھا۔ مالیے کی مدات عام طور سے یہ تھیں: — لگان، سائر(۱) بشمول اکبری جو اس زمانے میں پنج ابواب (پانچ مدیں جو تاڑی، عرق، گانجہ، پان اور تمباکو پر مشتمل تھیں) کے نام سے مشہور تھا اور "باج باب" جو دوسری قسموں کے محاصل پر مشتمل تھے۔ سائر محاصل کے اجارہ دار یا پٹے دار بھی تھے لیکن بعض مدوں میں سائر امانی یعنی حکومت کے زیر انتظام تھا۔ مالابار میں برآمدی محصول جسے لامی کہا جاتا تھا عائد کیا گیا تھا۔ ۱۷۷۰ء کے درمیان انگریزوں کو کسٹم محصول چنگی ڈیڑھ فی صدی کی شرح سے ادا کرنے کی رعایت حاصل تھی(۲)

زمین کی عام قبضہ کی میعاد کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ "کاشتکاری کا موروثی حق یا ایک آسامی اور اس کے ورثہ کا حق تھا کہ اس وقت تک وہ ایک مخصوص قطعۂ زمین پر قبضہ رکھے جب تک وہ اس کا مقررہ کرایہ وصول ادا کرتا رہے۔" دیوا ستھنم اور اگراہرم کے بارے میں تفصیلات جو انگریزوں کی میسور کی فتح کے بعد پورنیا نے کمشنروں کو مہیا کی تھیں ان سے حیدر کی ان رعایتوں کی ایک جھلک ملتی ہے جو اس نے میسور میں دے رکھی تھیں۔

دیوا ستھنم اور اگراہرم	۱,۹۳,۹۵۹
برہمنوں کے مٹھ	۲۰,۰۰۰

اسی طرح کی مسلمان تنظیموں کو ٹیپو نے بیس ہزار کی رعایت دے رکھی تھی(۳)

انعام جاگیروں کے سلسلے میں عام طور پر حیدر اور ٹیپو نے بارہ محل میں، جو پالیسی اپنائی تھی وہ برطانوی کاغذات و دستاویزات میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ حیدر نے کم و بیش میسور خاص میں بھی یکساں اصول مدِ نظر رکھے تھے۔ الیگزینڈر ریڈ، کیپٹن میکلوڈ اور تھامس منرو کی روئدادوں کی بنا پر ہم انعام جاگیروں کو مختلف اقسام کا ایک خاکہ پیش کر سکتے ہیں(۴)

---

(۱) متنوع درآمدات جو لگان سے مختلف تھے جو کسٹمز، چنگی محصول، سامان تجارت کا لائسنس اور محاصل پر مشتمل تھا۔

(۲) لوگن۔ مالابار میں برطانوی معاملات سے متعلق معاہدات و ...... کا مجموعہ۔ ص ۱۔۷۔۳۔

(۳) ولکس کی رپورٹ ص ۴۳

(۴) بارہ محل دستاویزات حصہ ۵ ص ۸، ۹، ۳۲، ۳۳، ۴۴، ۴۵، ۷۴، ۱۱۹، ۱۳۶، حصہ ۶ بھی۔

http://www.apnaorg.com

اِکا بھوگم- محاصل سے بری گاؤں جو مکمل طور پر صرف ایک شخص کی جائداد تھے۔

اگراہرم- وہ گاؤں یا محلے جو محصول سے بری تھے یا کچھ محصول (جوڈی) ادا کرتے تھے۔ اور برہمنوں کی جائدادتھے۔

سرومنی یم اگراہرم- برہمنوں کی ملکیت میں ہوتے تھے اور ہمیشہ محصول سے بری ہوتے تھے۔

اردھ منیم- سابقہ علاقے جن پر نصف محصول تھا۔

سَرُد بریم- وہ گاؤں جو دوامی پٹے پر تھے اور ایک مقررہ محصول ادا کرتے تھے۔

کرایہ اگراہرم- حیدر کی مسند اقتدار پر متمکن ہونے سے پہلے جن کو تاجروں یا برہمنوں نے بیسود راجہ سے خرید لیا تھا۔ ایسے سودے بازی میں واجب الادا رقم سالانہ محصول کی دس گنی ہوتی تھی۔

دیوا ستھنم- (پگوڈا انعام) یعنی وہ انعام جاگیر جو اہم عبادت گاہوں کو عطا کی جاتی تھی۔

اِلیگا مینَم- وہ سرکاری زمینیں جو مالیہ کے نچلے عہدے تک کے افسروں کو تنخواہ کے عوض دی جاتی تھیں۔

خیراتی جاگیریں- انعام گاؤں میں محصول سے بری خیرات کی زمین جو حیدر اور ٹیپو نے مسلمانوں کو دی تھیں۔

اپنی قدامت پسندانہ انتظامیہ پالیسی پر قائم رہتے ہوئے حیدر نے ان میں سے بیشتر مراعات کو جاری رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اگراہرم بھی محصول سے بری رہے۔ ٹیپو نے ان میں سے بیشتر مراعات واپس لے لیں سوائے ان کے جن کو انگریزوں نے پگوڈا انعام بیان کیا ہے لیکن اس نے اتنی مہربانی کی تھی کہ ان واپس لی ہوئی زمینوں میں سے بیشتر کو سروتریم میں بحال کر دیا تھا۔ اس کے امین پیمائش برہمن تھے اور ان کے اعلیٰ مسلمان افسر رشوت لے کر ان کی اقربا پروری پر چشم پوشی کرتے تھے۔ حیدر کے زمانے میں اس قسم کی چشم پوشی ممکن نہ تھی۔ جب حیدر صاحب اقتدار ہوا تو اس نے کریا اگراہرم میں سے بیشتر کو ضبط کر لیا تاکہ ان کے مالکوں کو بقایا کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے اور بیشتر صورتوں میں اس نے خرید کی رقم میں اضافہ پر بھی اصرار کیا۔ اسی صورتوں میں جن میں اصلی محصول کو سندوں میں درج شدہ محصول سے بڑھا ہوا پایا تو اس نے زمین ضبط کر لی۔ لیکن کریا اگراہرم، خیراتی اگراہرم اور مندر کی اگراہرم کی طرح کبھی مقدس و متبرک نہیں سمجھی جا سکی۔ جہاں تک ان انعام جاگیروں کی ضبطی کا تعلق ہے منرو کی رائے کو بیان کرنا ضروری ہے: "یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انعام جاگیریں ضبط کرنے میں ہندو راجہ ٹیپو سے زیادہ محتاط تھے...... کیونکہ اگر حکمرانوں نے انعام جاگیریں دی ہوتیں اور ضبط نہ کی ہوتیں تو پورا ملک مختصر عرصے میں انعام جاگیروں میں بدل گیا ہوتا۔"(1)

(1) بارہ محل دستاویزات حصہ ۵ اور ۷، ص ۱۰۱

http://www.apnaorg.com

عام طور سے حیدر نے قدیم ہندو حکومتوں کی روایات پر عمل کیا۔ اگراہم پر محصول لگانے کے سلسلہ میں اس نے یہ اصول اپنایا کہ اس جیسی زمینوں پر سود رعاں کے اداکردہ محصول کا نصف یا ایک تہائی محصول مقرر کردیا۔ ایک حدتک اس طرح برہمن انعام دار تھے۔

حیدر کا لگان جمع کرنے کا طریقہ سابق حکومتوں جیسا تھا۔ وہ وسیع اضلاع و خطے عامل دار کو پٹے پر دیتا تھا۔ وہ عموماً باقاعدگی اور پابندی سے ادائیگی کرتے تھے۔ طے شدہ سرکار لگان کے علاوہ وہ بھی چندہ بھی وصول کرتے تھے۔ حیدر بہترین جاسوسی انتظام کی بنا پر ان جبری چندوں کی مقدار کو بالکل ٹھیک جانتا تھا۔ ان کو دربار میں حاضری کا حکم دیتا تھا اور جبریہ وصول کردہ چندوں کو اگلنے پر مجبور کرتا اور ان میں سے ہر ایک کو چھوٹے موٹے تحفے دیتا اور ان کو دوسرے اضلاع میں منتقل کردیتا تھا تاکہ وہ وہاں بھی وہی طریق کار اختیار کریں۔ حیدر کے یہاں ہمیشہ شکایتوں کا دروازہ کھلا رہتا تھا اور اپنے ناجائز مطالبات کو جرمانہ سمیت وصول کرنے میں وہ کبھی ناکام نہیں رہا گیا(۱)

غصب شدہ اضلاع کے بارے میں منرو نے اپنی روداد میں لکھا تھا: "ہر گاؤں ایک قسم کی جمہوریہ ہے جس کا سربراہ پٹیل ہے۔" ایک دوسری روداد میں اس نے لکھا تھا: " جس کی صوبے پر حکومت ہوتی ہے وہی گاؤں پر حکومت کرتا ہے۔"(۲) پٹیل گاؤں اور صدر مقام کی سیاسی سرگرمیوں کے درمیان رابطہ کا کام کرتا۔ کس کی حکومت ہے یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ بارہ گاؤں کے افسروں کو ملاکر "باربلوتی" یا "آیان گڈی" کہا جاتا تھا۔ ان میں سے چار اہم ترین گوڈا یا پٹیل ہوتے تھے جو جج اور مجسٹریٹ، کرنم یا عوامی اکاؤنٹنٹ، تلاری یا پولیس افسر ٹوٹی یا فصلوں کے نگراں کے سارے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کے علاوہ نرگنتی یا بہشتی اور نجومی، لوہار، بڑھئی، کمہار، دھوبی، نائی اور سونار ہوتے تھے۔(۳)

دس، بیس، چالیس یا ایک سو گاؤں پر ایک زمیندار ایک پالیگار یا ایک عامل دار اپنے پائیک یا چپراسیوں سمیت ہوتا تھا جو گاؤں کے پٹیل سے محصول وصول کرتے تھے۔ مالیہ کا منتظم مجسٹریٹ اور جج کے اختیارات رکھتا تھا۔ سب سے اہم روایتی ادارہ پنچائت تھا جو مقامی آدمیوں پر مشتمل مجلس ہوتی تھی اور مقامی مقدمات سنتی تھی۔ پنچائت کی تشکیل مقدمات کی نوعیت کے اعتبار سے کی جاتی تھی۔

بدنور اور سنڈا:

بدنور اور سنڈا علاقے میں زمین کا حق ملکیت زمیندار کو موروثی طور پر حاصل تھا۔ موروثی جائداد

---

(۱) GLEIG منرو۔ جلد سوم ص ۹۰ (۲) منرو نظام ص ۲۲۷ (۳) راٹیس جلد اوّل ص ۵۰۲

http://www.apnaorg.com

اور مقررہ محصول ایسے ادارے تھے جن کے قیام کو بڈنور کے حکمراں سیواپا نایک (۱۵۴۵ء تا ۱۵۶۰ء) کی جانب منسوب کیا جاتا تھا۔ حق ملکیت کی میعاد ملکیت فوجی خدمت کے ساتھ مشروط تھی۔ ۱۷۶۳ء میں بڈنور کی فتح کے بعد حیدر نے زمینداروں کے موروثی حق کو تسلیم کر لیا تھا لیکن بہت جلد ہی حیدر کو قتل کرنے کی ایک سازش جس کو ان زمینداروں کی حمایت حاصل تھی سامنے آئی اور اس نے تین سو سازشیوں کو تختۂ دار پر چڑھا دیا۔ نقد ادائیگی سے فوجی خدمت کو بدل دیا اور سپاہیوں کی ایک محافظ فوج متعین کی۔ رانی کی حکومت کے خاتمہ پر اس نے موجودہ محصول میں سپاہیوں کی تنخواہ کا بھی اضافہ کر دیا۔ شیخ ایاز نے بڈنور اور کنارا کے دیوان کی حیثیت سے تمام ناریل کے باغات کا محصول بڑھا دیا اور اس نے RUSSOOMS یعنی قلعداروں اور عامل داروں کی طرف سے رعیت سے وصول کردہ خدمات کی قیمت کا تخمینہ لگایا اور اسے لگان میں شامل کر کے اضافہ کر دیا۔ برطانوی قبضہ کے بعد یہ محسوس کیا کہ ۱۷۶۳ء میں حیدر کے یہ ضابطے معتدل ہے۔ اس نظام کو برطانوی حکومت نے اپنے تخمینہ کی بنیاد کے طور پر اپنایا۔ زمیندار اپنے علاقے کے ان حقوق کو پٹے پر دیتے تھے جو ان کے مالیہ کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے کافی ہوتے تھے۔ ان کے اپنے کھیتوں میں کسان کاشتکاری کرتے تھے جن کو پناایل، پپی یل، ادمی کہا جاتا تھا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے سلطنت کے بعض علاقوں کے قبضہ سے نکل جانے کے بعد ٹیپو بقیہ علاقوں میں متناسب اضافہ پر مجبور ہو گیا تھا۔ یہ اس کی مالیات کی تباہی کا سبب بنا تھا۔ یقینی طور پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ وہ وصولیابی میں کہاں تک کامیاب ہوا تھا۔ منرو نے ۱۸۰۰ء میں کنارا کے بارے میں لکھا تھا کہ "چھوٹے زمیندار اسی طرح آسودہ و خوشحال تھے جس طرح یورپ کے کسی ملک میں تھے۔ متواتر و مسلسل مانسون اور چاول کی بے حد پیداوار باشندوں کی ضرورت سے زیادہ تھی اور اس نے ان کو قحط کی مصیبت و پریشانی سے ہمیشہ کے لیے بچا لیا تھا چنانچہ محاصل آسانی سے وصول ہو جاتے ہیں۔ میں اس فرق کو دیکھنے پر مجبور ہوں جو اچھی غذا کے اثرات انسانوں اور ان کے جانوروں دونوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کنارا کے زمیندار انگلستان کے زمینداروں سے زیادہ صحت مند و فربہ ہیں۔ مجھے بعض اوقات یہ سوچنا پڑتا ہے کہ شاید ان کو بڑی بڑی جاگیروں پر ان کے موٹا ہونے کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے۔"(۱) کنارا اور سنڈا میں جائدادیں افراد کو دی گئی تھیں نہ کہ فرقوں کو۔ میسور، بارہ محل اور دوسرے علاقوں میں گاؤں کی برادریاں کارپوریشن اور میونسپلٹی کی طرح طاقتور تنظیمیں تھیں سرکار اور ان کے درمیان ملکیت کے حقوق مشترک تھے۔

---

(۱) GLEIG جلد سوم ص ۱۹۲

http://www.apnaorg.com

مالابار:(۱)

مالابار میں میسور کی فتح سے پہلے کوئی مربوط لگان نہیں تھا۔ مقامی سرداروں کے ماتحت برہمن اور نائر زمینداروں کو فوجی خدمات کے لیے طلب کیا جاتا تھا اور غیر معمولی ہنگامی حالات میں وقتاً فوقتاً ان سے عطیات و چندے وصول کیے جاتے تھے۔ کالی کٹ کے زمورن کے ماتحت علاقوں میں اور چیری کول میں سردار آہستہ آہستہ پیداوار کا چوتھائی حصہ وصول کرنے لگا تھا اور اس کے علاوہ چنگی محاصل، ٹکسال محصول اور جانشینی کے محاصل ہوتے تھے۔ قانون شکنوں سے ہرجانے و جرمانے وصول کیے جاتے تھے۔ لاولد لوگوں کی املاک ضبط کرلی جاتی تھی اور ٹلاپنم نامی ایک چنگی کا محصول بھی وصول کیا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ بعض پیشہ وارانہ محاصل جو جولاہے، مچھیرے اور شراب کشید کرنے والے ادا کرتے تھے۔ ان کی آمدنی میں بہت اضافہ کرتے تھے۔ تمام خام سونا شاہی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ ہاتھی اور اس کے دانت اور دوسرے تمام شکار کے جانور بھی شاہی ملکیت قرار پاتے تھے۔ ساگوان کے درخت، بانس، شہد، موم، شارک مچھلی کی کھال و شکستہ جہازوں کے ملبے بھی سردار کی آمدنی میں شامل تھے۔

نمبودری برہمن اور نائر مالابار میں زمین کے مالک ہوتے تھے۔ وہ اپنی زمینیں کاشتکاروں کو پٹے پر دیتے تھے جن کو "کنم کر" کہا جاتا تھا۔ حیدر کے دورِ حکومت میں شمالی مالابار اور جنوبی مالابار میں جب ایک مربوط لگان عائد کیا گیا تو برہمن اور نائر زمیندار کچہری نہیں آتے تھے چنانچہ لگان کا تخمینہ ان کنم کروں سے طے کیا جاتا تھا جو اپنی وفاداری میں جنم کے لیے کچھ مخصوص کرلیتے تھے جو عام طور پر ۳/۵ حصہ ہوتا تھا۔ ۲/۵ وہ حصہ اپنی مدد اور فائدے کے لیے نکال لیتے تھے اور ۱/۵ حکومت کو ادا کرتے تھے۔ غلے کے تخمینے کی بنیاد پر جنوبی مالابار میں ارشد بیگ کے انتظامات کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے: ایک پورہ (PURREH) یا بیج کی مقدار سے ایک سال میں دس پورہ پیدا کرنے کی توقع تھی جس میں ساڑھے پانچ کاشتکار کے حصہ میں آتے تھے، ڈیڑھ جنم کر کے حصے میں اور تین حکومت کے حصے میں آتے تھے۔ یہ اصطلاحی طور پر "دھن موری" کہلاتا تھا۔ چھالیہ، ناریل اور کٹھل اور سیاہ مرچ سے ارشد بیگ کے انتظامات کے مطابق حکومت کو قیمت کا ایک نصف (یا دو برابر کے حصوں میں سے ایک) ملتا تھا کیونکہ حکومت نے یہ تسلیم کرلیا تھا کہ اس میں زیادہ محنت اور اخراجات ہوتے ہیں اور پکنے میں کافی وقت لگتا ہے۔

جنوبی مالابار میں ۱۷۸۳-۸۴ء میں ارشد بیگ کا محصول ۷۶،۸۳،۰۴ روپیہ ۶ آنہ اور ۸ پائی تھا جو حیدر

---

(۱) جوائنٹ کمیشن ۱۷۹۲-۹۳ء کی روئداد۔ سر جان شور کی یادداشت مورخہ ۲۲ فروری ۱۷۹۳ء، پانچویں روئداد جلد سوم نمبر ۲۳

http://www.apnaorg.com

کے پہلے سال کے تخمینے سے تقریباً نوے ہزار پگوڈا کم تھا۔ شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اتنا کم محصول محاصلوں کی بے ایمانی کی وجہ سے تھا۔ ارشد بیگ نے اتنی کمی شاید اس لیے کی ہو کہ وہ لوگوں کو مطمئن کر سکے۔ شمالی اضلاع چیری کل، کوٹی اوٹ اور کارٹناڈ میں حیدر نے کوئی براہ راست تخمینہ نہیں مقرر کیا تھا لیکن ٹیپو کی تخت نشینی کے بعد اس کے افسروں نے ایک باقاعدہ تخمینہ لگایا تھا۔ جہاں تک کالی مرچ کی بیلوں کا تعلق ہے عام طور پر شمالی مالابار سے نصف لیا جاتا تھا کیونکہ وہاں اس کی پیداوار سب سے زیادہ تھی۔

مالابار میں میسور کی حکومت کے زمانے میں کئی انتشار کن عناصر تھے مثلاً زمورن خاندان کے جلاوطن شہزادے اور جنگلی موپلے۔ مالابار پوری طرح سے کبھی مطیع و فرمانبردار نہیں رہا۔" وہ ایسی افراتفری اور انتشار کا شکار تھا جس میں کاروبار کے مالیاتی پہلو کو زیادہ کامیاب نہیں بنایا جا سکتا تھا۔"

حیدر نے چیری کل سے کوچین تک کے علاقے کو فتح کر لیا تھا۔ کوچین کا راجہ باجگذار بن گیا تھا جو میسوری حکمران کو اپنے پورے علاقے کے بدلے، اور جیسا کہ بعد میں کہا گیا کہ ٹراونکور سرحد کے قریب واقع اپنے علاقے کے عوض ۲۰ ہزار پگوڈا دیتا تھا۔ ۱۷۷۶ء کے بعد حیدر کی براہ راست حکومت اور انتظامیہ پورے جنوبی مالابار میں قائم ہو گیا۔ شمالی مالابار میں کارٹناڈ کے راجہ مان ورما نے اطاعت قبول کر لی اور مستقبل میں سالانہ ۵۰ ہزار روپیہ ادا کرنے پر اس کو اس کے علاقے بحال کر دیے گئے۔ کوٹی اوٹ کا راجہ اطاعت کرنے والا نہیں تھا لیکن چیری کل کے راجہ نے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ چیری کل، کوٹی اوٹ اور اروی ناڈ میں ایک لاکھ ۲۵ ہزار سالانہ جمع اور تقریباً چار لاکھ کے نذرانے کی شرط پر بحال کر دیا گیا۔ ۱۷۷۹ء میں چیری کل کے راجہ کو دوسرا نذرانہ پیش کرنا تھا کیونکہ اسے اس کے اپنے اضلاع واپس کر دیے گئے تھے۔ ایک ہزار سواروں کے دو رسالے اس کے علاقے میں تعینات کیے گئے۔ چونکہ اسے اس فوجی انتظام کے بھی اخراجات اٹھانے تھے اس لیے ان کا خرچ سالانہ ایک لاکھ روپیہ ہوتا تھا۔ مان ورما کے بھتیجے شنکر ورما نے اپنے چچا سے کرٹناڈ راجہ کی گدی چھین لی۔ وہ چار لاکھ کا نذرانہ بقایا خراج اور سالانہ ایک لاکھ ۲۰ ہزار روپیے جمع کے طور پر ادا کرنے پر راضی ہو گیا۔ شمالی مالابار کے بہت سے سرداروں نے دوسری میسور جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دیا۔ معاہدۂ منگلور نے مالابار کے سرداروں کو ٹیپو کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ ارشد بیگ نے ایک صلح کن پالیسی پر عمل کیا اور راجاؤں کے ساتھ معاملات طے کر لیے۔ شمالی علاقوں میں اس کی مجموعی آمدنی ۲۱۲۷۵۰ تھی اور جنوبی علاقوں کی آمدنی ۵۰۸۲۸۳۔ لیکن یہ محصول بھی کبھی وصول نہیں کیا جا سکا۔ مقامی اخراجات ہمیشہ وصولیابی سے زیادہ ہوتے تھے اور وہ ایک بار سے زیادہ سرنگاپٹم کو روپیہ نہیں بھیج سکا۔

کُل مالیہ: — حیدر کے مملوکہ علاقوں کی اندازاً آمدنی اناسی لاکھ پگوڈا تھی یعنی جو ۲,۳۷,۰۰,۰۰۰ روپیے

کے برابر تھی۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ میسور کے مالیہ کا جو ۱۷۹۹ء کی تقسیم کے معاہدہ میں تخمینہ لگایا تھا وہ ۱۳،۱۲،۵۵۳ روپیہ تھا لیکن پورنیا کے پہلے ہی برس کے دور انتظام میں اصل آمدنی ۲۱،۵۲،۹۰۷ روپیہ تھی۔ حیدر کے کل مالیہ کا ہمارا تخمینہ چونکہ ٹیپو کے ۱۷۹۲ء کے گوشوارہ پر مبنی ہے اس لیے اس میں خاصی ترمیم کرنی پڑے گی۔ جہاں تک ملائے ہوئے خطوں کا تعلق ہے ٹیپو نے ۱۷۹۲ء کے گوشوارہ میں ان کی مالیت کا اندازہ زیادہ لگایا تھا کیونکہ وہ یہ جانتا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ علاقے نظام کے حصے میں چلے جائیں گے لیکن گرم کنڈا، مل باگل اور بارہ محل کی مالیت کا اندازہ اس امید پر کم کیا تھا کہ آخر کار شاید وہ ان کو اپنے قبضہ میں رکھ سکے گا۔ ان علاقوں کے مالیہ کا اندازہ کم کیا تھا جن کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ اس کے قبضہ میں برقرار رہیں گے۔ ۱۷۹۹ء کے معاہدہ میں مذکور شدہ مالیہ کا بھی بہت کم تخمینہ کیا گیا تھا۔ ہم بہت زیادہ غلطی نہ کریں گے اگر ہم حیدر کے خالص مالیہ کی کل میزان ۱۷۹۲ء کے گوشواروں میں مذکورہ میزان سے کافی زیادہ رکھیں۔

جیمس گرانٹ "شمالی سرکار کے سیاسی جائزے" (۱۷۸۴ء) کے مطابق حیدر کی ملکیت میں علاقہ کم و بیش ۸۰،۰۰۰ مربع میل تھا اور "اس کا سالانہ مالیہ دو کروڑ بیس لاکھ سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ ایک کروڑ سالانہ جنگ کے خرچوں کو پورا کرنے کے لیے اس کے زمانے میں شاید کچھ بچت کی گئی ہو۔"(۱)

اس کی فتوحات کی وجہ سے ماضی میں جمع شدہ بے شمار خزانے اس کے قبضہ میں آگئے اس لیے اس ذریعہ سے اس کی آمدنی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ۱۷۶۳ء کا سال خاص اور اس لحاظ سے خوش بختی کا سال تھا کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس سال اسے جواہرات، سونے چاندی کی سلاخیں اور دوسری قیمتی اشیاء ملیں جن کی قیمت کا اندازہ ۱۰۵ لاکھ کیا جاتا ہے بلکہ امکان ہے اس سے بھی زیادہ ان کی قیمت رہی ہو۔(۲)

انصاف اور پولیس:

عدل و انصاف زیادہ تر مقامی معاملہ تھا۔ حیدر کی حکومت کے دور میں قدیم عدالتی روایات میں کوئی واضح تبدیلی نہیں کی گئی۔ سرنگاپٹم کی مرکزی عدالت اور بادشاہ کی عدل گستری کے کاروبار کا حوالہ دیا جا چکا ہے جو ابتدائی عدالت اور اپیل کی عدالت کی حیثیت سے بھی مقدمات کی سماعت کرتا تھا۔ مالیہ کے افسر

---

(۱) ادورسے مخطوط جلد ۳۳ ص ۱۱۱، ۱۱۳ کے مطابق حیدر کا مالیہ ۱۷۸۱ء میں ایک سو اڑسٹھ [۱۶۸] لاکھ تھا۔ وارن ہیسٹنگز کے نام مدراس کی روداد مورخہ ۱۵ جنوری ۱۷۸۱ء میں حیدر کے مالیہ کا تخمینہ ۳ کروڑ کا کیا گیا ہے۔

(۲) ادورسے مخطوط جلد ۳۳ ص ۱۱۱ – ۱۱۹

http://www.apnaorg.com

اور پاٹیگار بھی جج کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک صدر کی عدالت راجدھانی میں تھی جو مسلمانوں کے مقدمات کو ان کے مذہبی عقائد کے مطابق فیصل کرتی تھی۔ اہم شہروں میں قاضی جانشینی، وراثت اور دوسرے معاملات سے متعلق جہاں تک مسلمانوں کے مقدمات کا تعلق تھا مسلم قانون کے مطابق طے کرتے تھے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فوجداری کے مقدمات میں پنچایتوں کو مقدمات فیصل کرنے کا حق تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چھوٹی موٹی چوریوں کا فیصلہ گاؤں کے افسر ہی کر لیتے تھے۔ زیادہ سنگین جرائم کے مقدمات کی تفتیش عامل کرتے تھے اور حضور کو پھر آخری تصفیے کے لیے حوالے کر دیے جاتے تھے۔ منرو کے مطابق پنچائتیں اپنے عدالتی فرائض تیزی سے اور باقاعدہ انجام دیتی تھیں۔ اگرچہ اس کے نزدیک "وہ پوری طرح سے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ نہیں ہوتی تھی" وہ پنچایتی انصاف کی تعریف کرنے سے کبھی نہیں تھکتا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "یہاں کافی روایات ہیں کہ جن سے ایک قانونِ عامہ مرتب کیا جا سکتا ہے .... ان کے فیصلے روایت اور فہم عام پر مبنی ہوتے ہیں، یہ انصاف اپنے تمام خامیوں کے باوجود اپنی ارزانی کی وجہ سے انگریزی انصاف سے بہتر ہے جس میں بہت دیر لگتی ہے اور گراں پڑتا ہے۔"(۱)

پولیس کے فرائض کی انجام دہی میں پٹیل اور کرنم کی مدد دو ماتحت کرتے تھے۔ ایک تلاری (یا تلیار) تھا اور دوسرا ٹوٹی جن کو انعام اور مینیم جاگیریں دی جاتی تھیں۔ اس کے نام کے خوف اور اس کی سزا کی سختی کے علاوہ ایک اور سبب تھا جس نے اس کی سلطنت میں امن و امان اور سکون قائم رکھا تھا۔ اس نے بڑے مؤثر طور پر ملک سے تمام انتشار پیدا کرنے والے لوگوں کو نکال باہر کیا تھا اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق ملازمتیں دی تھیں تاکہ وہ اپنی روزی کما سکیں۔ کنداچار جو ابتدائی برطانوی عہد کی تاریخ بنگال میں پرگنہ بٹالین کہلاتے تھے۔ ان کی تعداد حیدر کے زمانے میں ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ جگہ جگہ پر اس کے قلعے تھے جن سے امن و امان کے قیام میں مدد ملی ہوگی۔

اقتصادیات و تجارت:

خاص میسور بندرگاہوں سے محروم تھا چنانچہ سمندری تجارت پر اس کی توجہ نہیں گئی۔ اس نے ۱۷۶۳ء میں اپنی پہلی بحری بندرگاہ حاصل کی۔ اس کی سابقہ زندگی کی عادات اور میسورین حکومت کی روایات کے پیش نظر اس سے ایک تجارتی پالیسی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی چونکہ وہ اپنی حکومت کے تقریباً پورے دور میں جنگوں میں مشغول رہا تھا اس لیے اسے یہ الزام نہیں دیا جا سکتا کہ اس نے اپنے اور اپنے

---

(۱) رائیس جلد اوّل ص ۲۲۷، GLEIG جلد اوّل ص ۳۰۵۔ منرو کا خط بنام ایلن مورخہ ۲۳ جولائی ۱۷۹۳ء

http://www.apnaorg.com

عوام کی آمدنی کے ذرائع کے اس پہلو کی ترقی کی جانب کوئی زیادہ توجہ نہیں دی لیکن یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ اس کو صرف "جنگی ذخائر اور مالِ غنیمت کے حصول سے دلچسپی تھی۔ ولکس نے ۱۸۱۰ء میں لکھا تھا کہ "بیوپار کے بارے میں اس کے خیالات کی منفی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ اس کے خیالات اپنے جانشین کی طرح وحشیانہ نہیں تھے۔"(۱)

مالابار سے یوروپی اقوام بشمول انگریز سیاہ مرچ، سُرخ مرچ، صندل کی لکڑی، الائچی اور چاول بھی برآمد کرتے تھے۔ امن کے عام دنوں میں سب سے اہم تجارتی مراکز یہ تھے: بنگلور جو نظام کے علاقے اور ارکاٹ کے ساتھ درآمدی برآمدی منڈی تھا۔ پریاپٹنا جو مغربی ساحل کے ساتھ کے علاقے کی تجارتی منڈی تھی۔ کنڈھول جو مغربی گھاٹ کے زیریں اور بالائی علاقے کے مرکزوں کے درمیان تجارت کے لیے تھا۔ کاویری پورم کی مشرقی گھاٹیوں کے سلسلہ میں بھی ایسی ہی حیثیت تھی۔ حیدر کے زمانے میں مالابار اور میسور کے درمیان واقع ندی کے دیل کے مقام سے سامان کے دو سو بیل روزانہ گذرتے تھے۔ سنڈا میں سرسی کا مقام روئی اور سپاری کا ایک درمیانی بازار تھا۔(۲)

سپاری پر نقد محصول اس کی قسم اور قیمت کے لحاظ سے مختلف اضلاع میں گھٹتا بڑھتا رہتا تھا۔ شاہراہوں کا محصول جو ملکی تجارت سے حاصل ہوتا تھا پورنیا کے زمانے میں ۱۷۹۹-۱۸۰۰ء میں ختم نہیں کیا گیا تھا۔ اس سال میسور کا سائر محصول ۵۹، ۲۶، ۲ تھا (۵، ۸۴۳، ۲۸ تاڑی اور نشہ آور عرقوں اور ۸۰۲۴۴ تمباکو سے حاصل ہوتا تھا)۔ اس سے ہمیں حیدر کے زمانے کے سائر محصول کا جبکہ اس کی سلطنت کافی وسیع تھی ایک ہلکا سا اندازہ ہوسکتا ہے۔ فاضل پیداواروں میں چھالیہ، سیاہ مرچ، الائچی، تمباکو اور صندل کی لکڑی کو شامل کرنا چاہیئے۔ صندل کی لکڑی کے بارے میں میسور میں عام خیال یہ تھا کہ وہ مصنوعی باغات میں پنپ نہیں سکتی۔(۳)

ٹیپو کے دورِ حکومت میں SHROFF اور تاجروں کو بہت دھکا لگا۔ اس کے دَور میں ریاست نے تمام زرِمبادلہ پر اپنا تسلط کرنا چاہا اور اس کی حکومت نے بازاروں میں بطور تھوک بیوپاری کے دخل

---

(۱) ولکس کی روئداد ص ۳۹

(۲) بکانن (BUCHANAN)۔ میسور، کنارا اور مالابار کے علاقوں کے راستے سے مدراس کا سفر جلد اول۔ بکانن کے مطابق حیدر کے زمانے میں بنگلور کی تجارت بہت زیادہ اور اس کے صنعت کاروں کی تعداد کثیر تھی۔ جلد اول ص ۱۹۳

(۳) ولکس کی رپورٹ ص ۳۹

http://www.apnaorg.com

دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت و صنعت کی ترقی رک گئی اور بعض حالات میں تو مفلوج ہو کر رہ گئی۔ حیدر نے بازار کے زر مبادلہ پر کبھی پابندیاں عائد کرنے کی کوشش نہیں کی۔

رفاہ عام کے کام:

دریا دولت یا موسم گرما کا محل اور لال باغ سرنگاپٹم میں حیدر کے کارنامے تھے۔ مشہور تجارتی شہر جو گنجام شہر کے نام سے موسوم تھا سرنگاپٹم میں تھا۔ یوروپی بنگلور کے خوشنما باغات اور کنجوں کا بھی حوالہ دیتے ہیں جو بنگلور ہو کر سرنگاپٹم گئے تھے۔ باغبانی میں حیدر کا مذاق اپنے بیٹے سے زیادہ انگریزوں سے ملتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سرا میں دلاور خاں کا محل اتنا نفیس و شاندار تھا کہ حیدر نے اس کو بنگلور اور سرنگاپٹم میں اپنے محلات تعمیر کرنے کے لیے نمونہ بنایا تھا۔ یہ محل شاندار طریقے سے ملمع کاری اور رنگ آمیزی سے سجے ہوئے تھے۔ مقبرہ یا حیدر کے خاندانی روضہ اس دور کی ایک عظیم تعمیر ہے۔(۱)

رفاہ عام کے اہم ترین کارنامے مالابار کی شاہراہیں تھیں۔ ٹیپو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا اور اس نے وسیع اور شاندار سڑکوں کا منصوبہ بنایا اور ان کا وسیع جال بچھا دیا۔ بڈنور اور سنڈا میں حیدر نے بعض دروں کی سنگ خارا اور لیٹرائٹ پتھر سے فرش بندی کی اور جنگلوں میں پگڈنڈیوں کو قابل گذر بنایا۔ یہ حیدری راستے بنگی اور کدرا پہاڑیوں کے قریب اور کدا واڈ، سداسیوگاڈ اور میرجان میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ تمام سرگرمیاں فوجی ضرورت اور مصالح کی بنا پر عمل میں آئی تھیں۔ حیدر کی تعمیری سرگرمی بڑی حد تک انتہائی اہم قلعہ جات بشمول سرنگاپٹم اور بنگلور کی قلعہ بندی اور استحکام تک محدود تھی۔(۲)

میسور میں پشتہ سازی اور نالوں کی تعمیر قدیم زمانے سے ہوتی چلی آئی تھی جن کو قابل تعریف مہارت کے ساتھ پہاڑیوں کی ڈھلانوں سے ملا ہوا بنایا جاتا تھا اور بعض اوقات چھوٹی چھوٹی ندیوں کے آرپار بنایا جاتا تھا۔ پشتوں سے نکلنے والے یہ پانی کے نالے میسور میں وسیع رقبہ کو زرخیز بناتے تھے۔ ولکس کی شہادت کے مطابق ٹیپو کے دور آخر میں ان کو کافی نظر انداز کر دیا گیا تھا لیکن ہمعصر مورخین کے مطابق حیدر نے یقیناً ان کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔ ۱۷۸۰ء میں سوارٹز نے لکھا تھا کہ حقیقت میں حیدر نے مفاد عامہ کے قدیم کاموں کی برقراری کا خاص دھیان رکھا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "۲۲ جولائی کو اتوار تھا اور میں نے اپنے رواج کے مطابق میڈیئیولی میں ایک خوبصورت شہر میں قیام کیا جہاں ایک مستحکم پل ہے

(۱) حیدر نامہ: ایشیا میں سابق جنگ جلد دوم ص ۱۴۱: رائیس جلد اول ص ۱۲۱۔ بکانن جلد اول۔

(۲) بمبئی گزیٹیر۔ کنارا ص ۲۹، مالابار اضلاع کا گزیٹیر ص ۴۹۳

http://www.apnaorg.com

(جسے دیوراج نے ۱۷۴۳ء میں تعمیر کیا تھا) جس میں بہت ہی عمدہ تیئس محرابیں ہیں۔ ہر بارش کے بعد اس جگہ کے مجسٹریٹ لوگوں کو مرمت کے لیے مقرر کرتے ہیں کہ کہیں کسی جگہ کی مٹی بہہ نہ گئی ہو۔ حیدر کا یہ کفایت شعارانہ اصول ہے کہ بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے نقصانات کی مرمت کر دیتا ہے کیونکہ اس سے ہر چیز اچھی حالت میں رہتی ہے اور اس پر صرفہ بھی کم آتا ہے۔"(۱)

مذہبی پالیسی:

یہ مؤرخین کا معمول رہا ہے کہ وہ حیدر کے روادارانہ جذبے کا مقابلہ اس کے بیٹے کے غیر روادارانہ تعصب سے کرتے ہیں۔ ایسی روایت کی بنا ولکس نے ڈالی۔ اس نے لکھا ہے کہ "حیدر اپنی تمام خامیوں کے باوجود کسی بھی مذہب کے پیروکار کے نزدیک رواداری کا پیکر گردانا جا سکتا ہے۔ ایک ایسے زمانے میں جب کہ مذہبی تعصب اور تشدد ماضی کی داستان بن چکی ہے ٹیپو نے از سر نو انتہائی دہشت کا بازار گرم کر دیا۔" مذہب کی طرف حیدر کے رویّے کو سوارٹز نے اپنے الفاظ میں بہترین انداز میں بیان کیا ہے کہ "اس کا اپنا کوئی مذہب نہیں ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے انتخاب کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔" سوارٹز نے کبھی کی اجازت لیے بغیر عیسائیوں کے ایک گروہ کو مذہبی رسوم ادا کرائی تھیں۔ اگرچہ وہ حیدر کے جاسوسوں سے گھرا ہوا تھا تاہم وہ جانتا تھا کہ وہ رات دن مذہب پر گفتگو کر سکتا ہے اور اس سے حیدر کو ذرا بھی آزردگی نہ ہوگی۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ حیدر برہمنوں اور اہم عبادت گاہوں کو انعام جاگیروں کے پرانے حقوق جاری رکھے۔ یہاں یہ بات کہہ دینی چاہیئے کہ ٹیپو کے زوال کے بعد جب پورنیا کا انتظام و انصرام شروع ہوا تو ہندو عبادت گاہوں کو کھولنے کے لیے جن کو ٹیپو کی حکومت میں بند کر دیا گیا تھا صرف ۲۸۶۹ روپیہ ۸ آنے ۲ پائی خرچ کرنا پڑا۔(۲) جب ہم مالیہ کے کثیر مراعات اور جاگیروں پر غور کرتے ہیں جو بطور گھوڈا انعام حیدر اور ٹیپو کے دور میں بھی دی گئی تھیں تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ویدیار کی اختیار کردہ پالیسی سے کوئی اہم انحراف نہیں کیا گیا تھا۔ ولکس بار بار حیدر کے نیم ہندوانہ رجحانات کا حوالہ دیتا ہے کیونکہ وہ کسی مہم کا بیڑا اٹھانے سے پہلے ہندو مندروں میں 'جپم' کی رسم ادا کرنے کا حکم دیتا تھا۔ ۱۷۸۰ء میں اس نے تروپتی کے مندر کو غیر مشروط طور پر اعانت دے رکھی تھی اور ایسے ہی دوسرے ہندو نواز احکام دیتا اور اعزاز و اکرام سے نوازتا تھا۔ حیدر کے فرانسیسی افسروں نے یہ لکھا ہے کہ "۱۷۶۹ء

---

(۱) ولکس کی روئداد ص ۳۸، ولکس جلد دوم، A.R.P. دوم ص ۵۸۳

(۲) " " ص ۱۱۲

http://www.apnaorg.com

میں عظیم فوج سرنگاپٹم سے اسی وقت روانہ ہوئی تھی جب برہمنوں نے یہ یقین دلایا تھا کہ وہ مبارک دن تھا۔ جیسے ہی نواب باہر آیا ہندو روایات کے مطابق بھینسوں کی قربانی دی گئی۔ ۱۷۷۶ء میں سرنگاپٹم میں قدیم الدین کے مکان میں آگ لگ گئی جو اطراف میں پھیل گئی اور کئی عمارتیں جل گئیں جن میں نگانامتہ مندر کا ایک حصّہ بھی شامل تھا۔ ایک مشہور مسلم پیرزادہ نے ایک بار حیدر کو بتایا کہ سرنگاپٹم کے بعض ہندوؤں نے اس کے پیرؤں کو (جنھوں نے ایک ہندو جلوس پر حملہ کیا تھا) پیٹا ہے اور اس نے حیدر سے بحیثیت ایک مسلمان حکومت کے سربراہ سے اس کی تلافی کا مطالبہ کیا۔ حیدر کا جواب بڑا شاندار تھا۔ "آپ کو یہ کس نے بتایا کہ یہ ایک مسلمان حکومت ہے"۔(۱) ٹیپو نے بھی سرینگیری کے شنکر آچاریہ کو رقوم دیں تاکہ وہ پرسورام بھاؤ کے زیر قیادت مرہٹہ فوج کے پنڈاریوں کے ہاتھوں شاردا مندر کی بے حرمتی ہونے سے اس کی ہٹائی ہوئی مورتیں پھر سے لگا سکے اور اس نے ستا چنڈی جاپا اور سہسرا چنڈی جاپا جیسے یتوہاروں کے منانے کے لیے بھی عطیات دیے۔ سرینگیری کے سوامی کے نام اپنے خطوط میں اس نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اس دعویٰ کو غلط ثابت کرتے ہیں کہ وہ کوئی متعصب آدمی تھا۔ حیدر اور ٹیپو کے پورے دَور حکومت میں سرینگیری کے عظیم مٹھ کو انعام گاؤں کی مراعات مسلسل حاصل رہیں جن کی آمدنی ۱۰۸۰۴ پگوڈا تھی اور وہ اس سے متمتع ہوتا رہا۔(۲) ٹیپو کی ریاکاری اور اس کی سرگرمی اور جوش نے ممکن ہے ان لوگوں کو پریشان کر دیا ہو جو حیدر کے دَور میں پُرسکون مذہبی فضا کے عادی رہے تھے تاہم حقائق اس کی تردید کرتے ہیں کہ اس کے جانشین نے مذہبی تشدد برپا کیا۔

بعد کی تاریخ کی روشنی میں یہ بات تقریباً معمول کے خلاف لگتی ہے۔ ہم اس زمانے سے اتنی دُور ہو گئے ہیں کہ اس کی روح کو سمجھنے و پانے میں مشکل پاتے ہیں۔ بیسویں صدی کے ہندوستان کے حالات سے ایک بالکل مختلف رواداری کی فضا اس وقت جاری و ساری تھی۔ حیدر اور ٹیپو جیسے کرناٹک کے نواب بھی "اپنے مذہبی خیالات میں حیرت انگیز طریقہ پر آزاد رہتے"۔ جوں جوں انگریز الحاق پر الحاق کرتے گئے، انھوں نے دیکھا کہ ہندوستانی روایات کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت نے جس طرح سابق حکمرانوں کی املاک پر قبضہ کیا ہے اسی طرح اسے ذمّہ داریوں کو قبول کرنا چاہیے اور ہندو مسلم عبادت گاہوں کے ریاستی اوقاف کو برقرار رکھنا چاہیے۔ ہندو مسلمانوں کے مذہبی اداروں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی ۱۸۴۳ء تک حاصل رہی۔

---

(۱) ولنشیا کا سفرنامہ VALENTIA جلد اوّل ص ۴۱۷

(۲) ولکس کی روئداد ص ۱۰۹

http://www.apnaorg.com

حیدر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "وہ مناسب صلاحیت اور لیاقت کی بنا پر اپنے افسر منتخب کرتا تھا اور اس میں مذہبی ترجیح کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا تھا"۔ اپنی فوج کے لیے یہ فطری بات تھی کہ وہ مسلمانوں کا انتخاب کرتا لیکن مدنی ملکی نظم و نسق کے لیے وہ زیادہ تر ہندؤں پر بھروسہ کر سکتا تھا۔ سوارٹز نے ۱۷۷۱ء میں یہ تحریر کیا تھا کہ حیدر کے دربار میں زیادہ تر وزراء برہمن تھے۔ دسمبر ۱۷۸۲ء میں حیدر کی وفات کے وقت مختلف شعبوں کے پانچ اہم ترین افسر تھے۔ ابو محمد مروا، میر محمد صادق، کرشنا راؤ، پورنیا اور شمیا۔ اس کے مالیہ کے افسر اور سفراء زیادہ تر برہمن تھے اور سفیروں میں اعلیٰ ترین رکن نامور اپاجی رام تھا۔(۱) اس معاملے میں ٹیپو اپنے باپ سے بہت مختلف تھا۔ اس کے مسلمان تحصیلداروں کے انتخاب نے جن میں سے بیشتر کم تر درجے کے فوجی تھے اس کے شعبۂ مالیات کی مستعدی کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ ولکس کا ٹیپو کے بارے میں یہ کہنا مبالغہ آمیز ہے کہ "ہندؤں میں کتنی صلاحیت کیوں نہ ہو وہ اس کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے تھے اور مسلمانوں سے چاہے کتنا بڑا جرم سرزد ہوا ہو وہ اس کو ناراض نہیں کر سکتا تھا"۔ مسلمانوں کی اس ترجیح سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ مذہبی تشدد کی پالیسی شروع ہو گئی تھی اور اس کا نتیجہ عام بے چینی کی صورت میں نکلا تھا۔ اس کے اثر کو مرزو نے بہترین الفاظ کا جامہ پہنایا ہے کہ اس سے اس کے باپ کے پرانے خدمتگاروں کو اتنا دکھ ہوا کہ وہ عوامی زندگی سے الگ ہو کر اپنے گھروں پر نجی زندگی گذارنے لگے۔ ٹیپو کے مالیات کا انتظام بگڑ گیا۔

حیدر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے مالابار میں عیسائیوں کو ستایا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ تشدد صرف سیاسی وجوہ کی بنا پر تھا۔ اس نے انھیں مراعات دی تھیں* لیکن انھیں مالابار میں ختم کر دیا گیا

---

(۱) اگر میکنزی پر یقین کیا جائے تو اپاجی رام کچھ مدت تک ان علاقوں کا گورنر بھی رہا تھا جو پہلے سنڈا کی سلطنت سے متعلق نہیں۔

جلد ۲ ص ۲۔

* لوگن ص ۷۰

نواب حیدر علی خاں بہادر کے ایک پروانہ مورخہ ۹۴۱ھ مالاباری مطابق ۱۷۶۶ء کے ترجمہ کی ایک نقل۔

پروانہ بنام گورنر کالی کٹ۔ راجہ کو نمبودر جس کا نام مادھی شستم تھا کہ وہ اس کے چرچ کے پادری وکار کو ۳ طلائی فنم روزانہ پرتگالی کارخانہ دار کو دے، ۲ طلائی فنم روزانہ ایک کلرک کو ایک طلائی فنم روزانہ اور نصف طلائی فنم روزانہ ایک مترجم کو یعنی روزانہ مجموعی طور پر ۶½ فنم دے اور پادری کے خادم کو سالانہ ۸۰ فنم دے۔ عام رقم میں سالانہ ۲۲۴۰ فنم ادا کرے کیونکہ یہ قدیم دستور ہے اور میرے پاس پادری کی درخواست آئی ہے اس پر میں حکم صادر کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا

(بقیہ اگلے ص پر)

http://www.apnaorg.com

کیونکہ اس کو محسوس ہوا کہ پرتگالی انگریز نواز تھے اور اس کی جانب سے وہ کسی ایسے سلوک کا حق نہیں رکھتے ہیں دوسرے عیسائی جوان پر بھروسہ کرتے تھے اسی ایک لکڑی سے ہانکے گئے تھے۔

حیدر نے بعض یوروپی قیدیوں کو مختون کرا دیا تھا اور ان کو اپنی ملازمت کرنے پر دباؤ ڈالا تھا۔ اس نے اپنی چیلا بٹالینیں کمسن بچوں کی تبدیلیٔ مذہب کر کے بنائی تھیں جن میں سے زیادہ تر چتل ورگ کے گرفتار شدہ بیدر بچے اور مالابار سے لائے ہوئے نائر بچے تھے۔ مالابار کے سب سے زیادہ ناقابل عبور اور باغی علاقوں کو حیدر اپنی چیلا بٹالینوں کی بھرتی کے مراکز کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ اس کو امید تھی کہ وہ اس بھونڈے طریقے سے اپنی فوج کو بہتر بنا سکے گا۔

جب ہم حیدر کی انتظامیہ کے نظام کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں قدیم تسلیم شدہ روایات کا احترام برقرار رکھا گیا تھا۔ اس نے حکومت کی تھی اور بہت اچھی طرح کی تھی۔ اگر ہم الفنسٹن کے نام منرو کے ۱۸۲۱ء میں لکھے ہوئے خط سے ایک اقتباس نقل کریں تو وہ نامناسب نہ ہوگا: "حد سے زیادہ قواعد و ضوابط کی پابندی ہر چیز تباہ کر دیتی ہے۔ انگریزوں کا خیال ہے کہ انگریزی اداروں کے بغیر کسی ملک کی نجات ممکن نہیں۔ دیسیوں کے خود اپنے ادارے ہیں اور وہ داخلی انتظام و انصرام کے ہر مسئلہ کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں اور اگر ہم ان کو برقرار رکھیں اور ان کی حفاظت کریں تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ اگر طرح طرح کی نئی چیزوں سے خلل نہ پیدا کیا جائے تو ملک میں چند ماہ میں حالات بہتر ہو جائیں گے۔"(۱)

منرو کے مقولے اور حیدر کی واقعی انتظامیہ پالیسی میں بہت سی باتیں مشترک ہیں اور ہمیں احساس ہے کہ ایک کامیاب منتظم ایک ہندوستانی کو وہ کرنے کے قابل بنا دیا تھا جس کے بارے میں ایک انگریز شاید

(بقیہ پچھلے ص سے نشان *)

پر تعمیل کی جائے اور میں یہ بھی حکم دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا گرجا سے متعلق منقولہ جائداد سے حاصل ہونے والے فوائد یا کرایہ اور محاصل بھی نہ چھینے جائیں اور اسی طرح میں پراین گڈی کے گرجا کو بھی مراعات دیتا ہوں۔ قدیم دستور کے مطابق کالی کٹ کی بندرگاہ پر شاہ پرتگال کے جہازوں کی آمد پر ان کو پانی اور رسد وغیرہ کی فراہمی سے ضروری مدد کی جائے۔ عیسائیوں میں سے کوئی اگر غلطی یا جرم کا ارتکاب کرے تو اس کی داد رسی وصل گستری پادری اور کارخانہ دار کو حاصل ہوگی۔ —— پیرو وائزر کی ڈائری مورخہ ۷ جولائی ۱۷۶۶ء۔

(۱) GLEIG جلد سوم ص ۲۵۳

http://www.apnaorg.com

پچھتاوے کے جذبے کے ساتھ سوچتا ہے کہ وہ اس کی حکومت کو کرنا چاہیئے تھا۔ اس سلسلہ میں ٹیپو انگریز جیسا تھا لیکن وہ اپنے مفاد میں اور بدیسی خیالات کی روشنی میں پھر سے تعمیر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ ٹیپو کی ایجادات و اختراعات نے ہر چیز کو بگاڑ دیا تھا۔ اس نے پابندیاں اور توازن کا ایک نظام چلانا چاہا۔ اس کے آصف اس کے صدر کے تحت تھے۔ قلعہ دار صدروں کے ماتحت تھے اور تحصیلدار آصف کے تحت۔ لیکن تمام گروہ عوامی دولت کو آپس میں بانٹ لینے پر متفق تھے جس کا واحد نتیجہ یہ نکلا کہ مالیہ میں خرد برد بڑھتا رہا۔"(۱)

حکمراں کی حیثیت سے حیدر اپنی سلطنت کے صرف ایک حصہ 'مالابار' میں ناکام رہا لیکن وہ ایک ایسا علاقہ تھا جسے مکمل طور پر قابو میں لانا مشکل تھا اور مالابار کو ٹھنڈا کرنے کا مسئلہ سول سے زیادہ فوجی تھا۔ اس کے خوفناک حملے اور انتقام کی ہولناک یادگاریں بھی امن و سکون نہ قائم کرسکیں۔ اس کی تشدد پسندی نے جسے وہ سمجھتا تھا کہ لوگوں کو خوفزدہ کرے گی، لوگوں کو اس سے اور برگشتہ کردیا۔ مالابار ساحل پر انگریزی حملوں نے مالابار کے باغیوں کی بار بار حوصلہ افزائی کی۔ اس کے بحریہ کو انگریزوں نے دو بار تباہ کر دیا تھا اور وہ سمندر پر تسلط قائم کرنے میں ناکام تھا جو مالابار میں فوجی اقدامات کی کامیابی کے لیے ضروری تھا کیونکہ اسی ذریعہ سے فوج کو رسد مل سکتی تھی اور رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رہ سکتا تھا۔ بلاشبہ آرتھر ویلزلی وہاں کامیاب رہا جہاں حیدر ناکام ہوگیا تھا لیکن اسے سمندر کا اقتدار حاصل تھا۔ اور اس کے علاوہ اس کو وقت بھی کافی ملا۔ اس نے جنگلات صاف کرادیے، نائروں کو ان کی کمین گاہوں سے محروم کردیا۔ ان کی مزاحمت کو کچل دیا اور از سر نو مزاحمت کے آثار ہی مٹا دیے۔ ایک معتدل حکومت قائم کی اور اس طرح مالابار کو قابو میں کرلیا۔ دوسرے علاقوں میں جہاں تک عام آدمی کا تعلق ہے حیدر کی سول حکومت معتدل اور نرم خو اور منصفانہ تھی۔ یہاں وہ درشت، تیار اور دہشتناک تھا لیکن مالابار نے اس کی فوجی مہارت کو چکر میں ڈال دیا اور نائر اس کے کبھی پوری طرح مطیع نہیں رہے۔

ایک مطلق العنان انسان حکمراں کے نقطۂ نظر سے سول حکومت کے بارے میں یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے زیر اقتدار تمام وسائل کو عمل میں لائے۔ اس کی حکومت اپنے ڈھانچے کے لحاظ سے بہت سیدھی سادی تھی اور اپنے بعض کاموں میں غیر مہذب بھی۔ لیکن وہ بعض خصوصیات اور خوبیاں رکھتی تھی جن کو ہندوستان کے بہترین سول منتظموں میں سے ایک نے بہترین طریقے پر بیان کیا ہے۔ منرو لکھتا ہے کہ

---

(۱) GLEIG جلد سوم ص ۹۰

http://www.apnaorg.com

"میسور کی حکومت دنیا کی سب سے سادہ اور مطلق العنان بادشاہت ہے جس میں اونچے خاندان کی اپنے بارے میں خوش فہمیوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ تمام خود مختار سرداروں اور زمینداروں کو ماتحت بنایا جاتا ہے یا ان کو نکال باہر کیا جاتا ہے، دادرسی میں سختی کے ساتھ اور غیر جانبداری برتی جاتی ہے ایک کثیر اور عمدہ تربیت یافتہ فوج رکھی جاتی ہے اور تقریباً تمام اہم یا اعتماد کے شعبے ایسے لوگوں کے حوالے کیے جاتے ہیں جن کو گمنامی کے پردے سے باہر نکال کر لایا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں حکومت کو ایک ایسی توانائی اور سرگرمی عطا کرتی ہیں جس کی ہندوستان میں اب تک مثال نہیں ہے"۔(۱)

---

(۱) GLEIG جلد اوّل ص ۸۴، ۸۵

http://www.apnaorg.com

باب ۲۷

فوجی نظام

۱۷۶۷ء میں حیدر کی باقاعدہ فوج گیارہ ہزار سوار، بارہ ہزار سپاہی اور آٹھ ہزار برکاروں پر مشتمل تھی۔ محکمۂ فوج میں سائیس، کاریگر اور محاسب بھی شامل تھے۔ نقل و حمل کے لیے اس کے پاس دس ہزار بیل، سو ہاتھی اور آٹھ سو اونٹ تھے (۱)

باقاعدہ فوج کے علاوہ سرنگاپٹم، سرا، نگر، چتل ورگ، چک بالاپور، دود بالاپور، بنگلور، کولار، ڈنڈیگل، کوئمبٹور اور دوسرے اہم قلعوں میں اس کی محافظ افواج بھی ہوتی تھیں۔ ۱۷۶۷ء کی پائیگار افواج کی صحیح تعداد کا ہمیں علم نہیں کیونکہ عام طور پر حیدر ان کو اپنے خزانے سے تنخواہ نہیں دیتا تھا۔ محافظ افواج پر ہونے والے اخراجات کے قابلِ اعتماد اعداد و شمار نہیں دیے جاتے کیونکہ وہ کئی دوسری مدوں کے ساتھ خلط ملط ہیں۔

ہم کو جولائی ۱۷۶۷ء میں حیدر کی مسلح افواج کی تعداد اور تشکیل کے متعلق قدرے مختلف بیان بھی ملتا ہے۔

۶۰ یوروپی سوار	۵،۰۰۰ دستی بم پھینکنے والے سپاہی
۱۵۰ یوروپی توپچی	۸،۰۰۰ یوروپی بندوق بردار سپاہی
۲۱۰ یوروپی	۱،۰۰۰ گرپاس ؟ دستی بندوق بردار
۸۰۰ بہترین مغل سوار	۴۰۰۰ توڑے دار بندوق بردار
۱۲۰۰۰ دوسرے سوار	۱۸،۰۰۰ پیادہ فوج
۱۳۰۱۰	۴۹ مختلف اقسام کی توپیں۔ بے قاعدہ فوج کا شمار نہیں کیا گیا۔ (۲)

(۱) ادارے مخطوط جلد ۲۲ ص ۱۱۱ — ۱۱۹

(۲) ادارے مخطوط جلد ۲۲ ص ۹۳ — ۱۰۵

http://www.apnaorg.com

مندرجہ بالا دونوں بیانات میں تھوڑے سے اختلاف کے باوجود ہمیں حیدر کی باقاعدہ فوجی طاقت کا اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ دونوں بیان لگ بھگ یکساں اعداد و شمار پیش کرتے ہیں۔ اس طرح ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کی باقاعدہ فوج کی نفری تقریباً تیس ہزار تھی۔ اگر ہم باقاعدہ پیادہ فوج میں توڑے دار بندوق برداروں کو بھی شامل کر لیں تو سوار فوج پیادہ فوج کی ⅓ تھی۔

۱۷۶۷ء میں جب حیدر نے کرناٹک کی مشہور مہم کا بیڑا اٹھایا تو ولکس کے مطابق اس کی باقاعدہ فوج ۴ ہزار گھوڑ سواروں، ۱۵ ہزار باقاعدہ پیادوں، ۱۲ ہزار تجربہ کار ہرکاروں اور دو ہزار راکٹ داغنے والوں پر مشتمل تھی (۱)۔ سلمدار سوار یا کرانے کے سواروں کی تعداد ۱۲ ہزار اور سوانور کے کرانے کے سپاہیوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ اس کے علاوہ عارضی پیادوں اور عارضی سواروں کی بھی ایک بے قاعدہ فوج تھی جس کو پائیگار فراہم کرتے تھے اور اس کی تعداد دس ہزار تھی۔ اس کے علاوہ مختلف مقامی تنظیموں کی طرف سے اٹھارہ ہزار نفوس پر مشتمل فوج بھی فراہم کی جاتی تھی جو محافظی دستوں کی شکل میں استعمال کی جاتی تھی۔ پورنیا کے مطابق ۱۷۸۲ء میں حیدر کی موت کے وقت ۸۰ ہزار فوج کو خزانے سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ جنگ کی وجہ سے ہونے والے جانی نقصان اور کمی کو منتظم ڈھنگ سے پورا کر لیا جاتا ہوگا۔ اس لاکثیر فوج میں ۵ ہزار آدمیوں کی نئی فوج بھی شامل تھی جو شمالی سرحد پر تعینات تھی (۲)۔

اس باقاعدہ فوج کے علاوہ عارضی پیادوں اور سواروں پر مشتمل فوج بھی کافی بڑی تعداد میں تھی۔ اگر ہم پورنیا کے بتائے ہوئے ولکس کے اعداد و شمار صحیح مان لیں تو ۸۰ ہزار فوج میں سے تقریباً ۲۴ ہزار سوار تھے۔ اس سے قریب قریب ۳/۱۰ کا تناسب بنتا ہے جس میں بہترین باقاعدہ سوار اور پیادوں کا تناسب لگ بھگ برابر تھا۔ باقاعدہ جم کر لڑائی کرنے والی فوج کی تعداد کسی زمانے میں بھی ۴۰ ہزار سے زیادہ نہیں رہی۔ بے قاعدہ سوار، پیادہ اور آزمودہ کار ہرکاروں نے یقیناً مہموں میں ایک اہم حصہ لیا ہوگا لیکن جمی ہوئی لڑائیوں کے سلسلے میں ایسی فوج کو قابل لحاظ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ سلمدار فوجی اور پائیگار

---

(۱) ایک بیان کے مطابق راکٹ دکن میں ایجاد ہوئے تھے اور پہلی بار استعمال میں لائے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۰۶ء میں برطانوی فوج نے جو کانگریو راکٹ استعمال کیے تھے ان کا نمونہ ٹیپو سلطان کے ان راکٹوں سے مستعار لیا گیا تھا جو اس کی فوج نے ۱۷۹۹ء میں سرنگا پٹم میں استعمال کیے تھے۔ جہاں کہ کانگریو مشاہد کی حیثیت سے موجود تھا۔

اروِن — ہندوستانی مغلوں کی فوج ص ۱۴۰

(۲) ولکس جلد دوم ص ۴۱۹

http://www.apnaorg.com

سوار قراول کا بہترین کام انجام دیتے تھے، رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھتے تھے، دشمنوں کے رسل و رسائل میں رخنہ ڈالتے تھے اور اس کی رسد کی راہیں مسدود کر دیتے تھے۔ ولکس اور دوسرے مصنفین بھی یہی تصویر پیش کرتے ہیں کہ میسور کی فوج کی تعداد انگریزوں سے آٹھ گنی تھی لیکن بے قاعدہ سواروں، پالیگار پیادوں، ہرکاروں اور توڑے دار بندوق والے سپاہیوں کو بھی جو ئی لڑائیوں میں مؤثر اور کار آمد نہیں گردانا چاہیے حیدر کی فوجی تعداد کوٹ سے بلاشبہ زیادہ تھی لیکن تناسب چار اور ایک کا تھا۔

ایک فرانسیسی نے جس نے چِتپٹ کے قبضہ کے بعد حیدر کی ملازمت چھوڑ دی تھی۔ دسمبر ۱۷۸۰ء میں اس کے فوجی نظام اور اس میں تمام کرر ہے یورپینوں کی کارکردگی بیان کی ہے۔ ہر رسالہ میں ایک ہزار آدمی ہوتے تھے اور اس میں چار، آٹھ اور بارہ پونڈ کی چار توپیں ہوتی تھیں۔ مختلف قطر کی تقریباً ایک ہزار توپیں تھیں۔ ہر توپ کے ساتھ ایک ہاتھی تھا۔ ہر ۲۴ پونڈ کی توپ کے لیے اور دوسری توپوں کے لیے تناسب کے لحاظ سے ۰، بیل تھے۔ اور بہت ہی اچھی نسلوں کے دوسرے جانور تھے جن کی تعداد کافی بڑی تھی۔ پیومورن کے زیر کمان ڈیڑھ سو یورپی تھے اور لالی کے تحت سو یورپی سوار اور دو سو پیادے تھے۔ رسالے کے توپوں پر زیادہ تر یورپی متعین تھے لیکن وہ ایک دستے میں منظم نہ تھے۔ حیدر کی فوج میں یوروپیوں کی کل تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔ ان میں وہ یورپی بھی شامل ہیں جو توپوں، رسالوں اور قلعوں کی حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔(۱) پیومورن کے ہاتھ میں پرانے فرانسیسی سپاہیوں کی قیادت تھی۔ اس کے بارے میں حیدر کے ایک انگریز قیدی نے کہا تھا کہ وہ ایک ایسا فرشتہ صفت کپتان ہے جس کے نام کو احسان، توصیف اور محبت کے انتہائی شگفتہ خاطر جذبات کے بغیر نہیں لیا جا سکتا۔(۲) وہ ارکاٹ کے محاصرہ میں کام آیا۔ اس کے بعد کمان میں رتبہ کے لحاظ سے باؤتھ ناٹ تھا جس کو بسی کے نام لینانے کے خط میں ایک مترجم بتایا گیا تھا جو فرانسیسی تقریباً ایک اسپینی گائے کی طرح بولتا تھا۔ لالی کے علاوہ جو ایک سیویارڈ تھا دوسرے دو فرانسیسی افسر کریرا اور لی بیت کا ذکر کچھ اہم افسروں کی حیثیت سے آتا ہے۔ رسالوں میں یورپی صرف سپاہیوں کو قواعد کی مشق کراتے تھے اور ان کو کمان کچھ بھی نہیں ملتی تھی۔(۳)

---

(۱) SEE PROGS مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۷۸۱ء۔ بالینڈ کا خط مورخہ ۲۹ر دسمبر ۱۷۸۰ء (۲) ایشیا میں جنگ جلد دوم ص ۲۷

(۳) ایشیا میں سابق جنگ کے مصنف سے ملیں۔ یوکیو گوڈڈ ایک فرانسیسی افسر (ص ۵)، موسیو گاسٹرو ایک فرانسیسی جراح ڈاکٹر جس نے ارنی میں انگریز قیدیوں کا علاج کیا تھا (ص ۲۳) کے نام معلوم ہوتے ہیں۔ حیدر کی ملازمت میں یوروپیوں میں ایک ہنگری کے سرجنٹ کا نام (ص ۲۵) بھی آتا ہے اور دوسرا فرانسیسی سرجن موسیو فارثو تھا۔

http://www.apnaorg.com

حیدر کے فوجی نظام کا واضح تصور حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا مقابلہ ٹیپو کی ۱۷۹۰ء سے ۱۷۹۹ء کے فوجی نظام سے کیا جائے۔ اس موازنہ سے دونوں فوجوں کی اہمیت اور کارگزاریاں نمایاں ہو جائیں گی۔ ۱۷۹۰ء میں ٹیپو کے پاس ۴۵ ہزار باقاعدہ پیادے اور تقریباً ۲۰ ہزار سوار تھے۔ ان میں وہ بے قاعدہ ہرکارے شامل نہیں تھے جنھیں کنداچار کہا جاتا تھا[1]۔ ۱۷۹۹ء میں اس کے اصطبل گھوڑ سواروں کی تعداد ۳۵۰۲، سلمدار گھوڑ سوار ۹۳۹۲، باقاعدہ پیادے ۲۳۴۸۳، مسلح رضاکار فوج ۶۲۰۹، توڑے دار بندوق بردار اور ہرکارے ۷،۴۷۴ تھے[2]۔ ۱۷۹۹ء میں ٹیپو کا مالیہ حیدر کے ۱۷۸۰ء کے مالیہ کا نصف تھا لیکن ٹیپو کے باقاعدہ پیادوں کی تعداد ۲۳ ہزار تھی جبکہ ۱۷۸۰ء میں حیدر کی فوج میں صرف ۱۵ ہزار تھے۔ ٹیپو کی فوج میں سواروں اور پیادوں کے تناسب میں جو فرق ہے وہ اس کے باپ کی فوجی تنظیم کے اصولوں سے انحراف کی انتہائی اہم خصوصیت کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ۱۷۹۹ء میں صرف ۳۵۰۲ اصطبل گھوڑ سواروں کے ساتھ حیدر کے جنگی طریقوں پر عمل کرنا ممکن نہیں تھا۔

حیدر کی فوجیں ایک مہم کے فوراً بعد دوسری مہم پر جا کر جنگ کرنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فرانسیسیوں کی وجہ سے افسر اور سپاہی فوجی قواعد سے پوری طرح واقف اور مستعد ہو گئے تھے لیکن پالیگاروں، باغی نائروں، مرہٹوں اور انگریزوں سے متواتر جنگوں اور ۱۷۶۱ء سے ۱۷۸۰ء تک لگ بھگ ہر سال نئی فتوحات حاصل کر کے اس کی فوج کسی بھی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہو چکی تھی۔ اس کی خاص سوار فوج اور سلمدار فوج اس کے فوجی نظام میں اہم کردار کی حامل تھی۔ اس کے مستعد گھوڑ سواروں نے فوج کی نقل و حرکت کی صلاحیت میں خاصا اضافہ کر دیا تھا پہلی اور دوسری انگریز میسور جنگوں کے تجربات بیان کرتے ہوئے سمتھ، منرو اور کوٹی لکھتے ہیں کہ حیدر کی سرحدی چوکیوں کی حفاظت کرنے والے دستے، ہراول دستے، گوریلا دستے، رسل و رسائل سے متعلقہ دستے اور وقت ضرورت منظم اور اعلیٰ ترین فوجی قواعد کے مطابق اپنے آپ کو پسپا کرنے کا کام نہایت قابلِ تعریف تھا۔ اس کے جاسوس، خطرے کے بگل اور فوجی مظاہرے بھی بہت مؤثر تھے۔ کوٹ کی فوج دوبدو اور جم کر ہونے والی لڑائیوں میں اُس کی توپیں اور پیادے بلاشبہ اس کی کثیر سوار فوج سے زیادہ استعمال ہوتی تھی۔ لیکن چھوٹی فوج کے خلاف کیے جانے والے اقدامات اور انگریزی فوج کو تنگ کرنے میں اس کی سوار فوج

---

(۱) برٹش میوزیم ADD مخطوطہ نمبر ۱۳۶۵۹ ص ۹، — ۸۵

(۲) اووِن ۔ ولنگٹن کے مراسلات ص ۰۔

http://www.apnaorg.com

بہت مؤثر تھی۔ پورٹونو میں حیدر کا منصوبہ حسب ذیل بنیاد پر تشکیل دیا گیا تھا۔ انگریزوں کو سامنے کی صفوں پر گولہ باری کرنے میں مصروف رکھا جائے گا۔ اس سے انگریزی صفوں میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ اس کی سوار فوج کا مرکزی حصہ خندقوں کے پیچھے سے تیزی سے حملہ کرے گا جس سے ان میں مکمل بھگدڑ مچ جائے گی لیکن انگریزوں کو داہنی طرف سڑک مل جانے سے اس کے منصوبے پر پانی پھر گیا۔ حیدر نے پھر بھی اپنی سوار فوج کے ساتھ عقب پر حملہ کرنے، ساز و سامان تباہ کرنے اور دونوں صفوں کے درمیان گھس جانے کی کوشش کی۔ اس سب میں وہ ناکام رہا۔ شولنگور میں اس کی سوار فوج توپوں کی زد میں آگئی تھی اور اسے بہت نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ چونکہ اسے عجلت میں پسپائی اختیار کرنی پڑی تھی اس لیے اس کے پیادے اور توپیں کیچڑ میں پھنس گئے تھے۔ انگریزوں نے تیزی سے پیش قدمی کی اور میسوری توپیں فوج کے ہاتھ سے نکل جانے والی تھیں۔ حیدر نے اپنے بہترین سواروں کو انگریزی میسرہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس حملہ سے پیادہ فوج اور توپ خانے کو دلدل سے نکلنے کا موقع مل گیا۔ گھوڑ سواروں پر توپوں کے کئی حملے ہوئے لیکن وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ بھگاتے ہوئے دشمن کی زد سے نکل گئے اور اپنی فوج میں آملے۔

حیدر کی تنظیم میں سوار فوج محض ایک ملحقہ یا امدادی فوج نہیں تھی۔ اس نے پہلی انگریز میسور جنگ میں وڈ کو اور پھر اسمتھ کو اِدھر اُدھر اپنا تعاقب کرنے پر مجبور کر دیا اور اس طرح انگریزوں کو تھکن، آب و ہوا اور خراب غذا" کے ذریعے کمزور کر دیا۔ اس طرح حیدر اسمتھ کو جل دے کر مدراس کی جانب نکل گیا اور انگریز حکومت کو ایک توہین آمیز معاہدہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ حیدر کے بیل، اونٹ اور ہاتھی بھی اس تیز رفتار نقل و حرکت میں اس کے معاون ثابت ہوئے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پہلی انگریز میسور جنگ میں اسمتھ نے اپنے نائبوں کو مطلع کیا تھا کہ وہ حیدر کا تعاقب کرنے میں معذور ہے۔ لہذا اس کے لیے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے جب کہ اس کے نائبوں اور مدراس سرکار کی یہ رائے تھی کہ حیدر کا تعاقب کیا جائے تاکہ اسے سیدھی جنگ کرنے پر مجبور ہونا پڑے۔ ایک بار جبکہ انگریز فوج اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی تو ایک دن حیدر جیسے مذاق کر رہا ہو اپنی فوج کا معائنہ کرنے کے لیے رک گیا جب انگریز صرف تین میل دور رہ گئے وہ پھر آگے بڑھ گیا۔ اپنی برتری، رسد کی کثیر فراہمی اور مکمل جغرافیائی معلومات کی بنا پر اس نے کوٹ کو دفاعی انداز اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور کوٹ اپنی گولہ باری کی فوقیت اور پیادہ فوج کی لیاقت اور طاقت سے بہت زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکا۔ علاقہ کے جغرافیائی معلومات دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اور نقل و حمل کے کام میں آنے والے جانوروں کی ناکافی فراہمی کی بنا پر کوٹ ہر کام آہستہ آہستہ

کرنے پر مجبور تھا۔ حیدر کے پاس بار برداری کے لیے بہترین جانور تھے جو اس کے توپ خانے کو انگریزوں کے حرکت میں آنے سے پہلے کھینچ کرلے جاتے تھے اور اس کی توپیں ایسے علاقہ میں بھی لے جاتے تھے جہاں سڑکیں بھی نہیں ہوتی تھیں۔ حیدر کی سب سے مشہور مویشی تنظیم امرت محل تھی (۱) یہ مویشی تنظیم چکا دیوا راجہ (سنہ ۱۶۷۲ء تا سنہ ۱۷۰۴ء) کے زمانے میں وجود میں آئی تھی۔ حیدر نے اس تنظیم کو مستحکم کر دیا تھا جس میں ساٹھ ہزار بیل تھے جنھیں غلہ بیل، ہل بیل وغیرہ زمروں میں بانٹ دیا گیا تھا۔" اس امرت محل نسل کے گھوڑوں کی حیثیت دوسری ہندوستانی نسلوں کے مقابلے میں وہی تھی جو اچھی نسل کے گھوڑوں کی عام گھوڑوں سے ہوتی تھی۔" سر مارک کبن نے لکھا تھا کہ "یہی تنظیم تھی جس کی بنا پر حیدر ڈھائی دن میں سو میل کا سفر کر کے چدمبرم کی مدد کے لیے پہنچ گیا تھا اور ہر شکست کے بعد وہ اپنی توپوں کو دشمنوں کے سامنے سے کھینچ کر لے جاتا تھا۔ اسی تنظیم کی وجہ سے ٹیپو ایک ماہ میں سطح مرتفع کو پار کر کے بڈنور پر دوبارہ قبضہ کرنے کے قابل بن گیا تھا۔ لہٰذا حیدر کی نقل و حرکت کی تیز رفتاری کی وجہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔

ٹیپو کے فوجی نظام پر تبصرہ کرنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ ٹیپو نے اس وقت غلطی کی تھی جب اس نے اپنی باقاعدہ پیادہ فوج کو بڑھانے کے لیے اپنی سوار فوج کو کمزور کر لیا تھا۔ اس نے دوسری ہندوستانی طاقتوں، پالیگاروں اور مقامی سرداروں کے خلاف اس کو استحکام و مضبوطی عطا کی تھی لیکن اسی بنا پر انگریزوں کے ہاتھوں اس کا زوال عمل میں آیا تھا۔ ٹیپو کو جنگیں لڑنی پڑی تھیں یا محاصروں کا سامنا کرنا پڑا تھا جبکہ حیدر نے دور دراز فاصلہ سے گولہ باری کی اور دشمن کی رسد کی راہیں مسدود کر کے ایک طویل اور پریشان کن جنگ جاری رکھی تھی۔ ٹیپو کی پیادہ فوج کسی دوسری فوج کی طرح اس کی عظیم قوت تھی لیکن وہ انگریزی پیادہ فوج کی طرح عمدہ نہیں تھی۔ حیدر اس بات کو بخوبی سمجھ چکا تھا اور اپنے تمام جنگی منصوبے اس فوجی حقیقت کو سامنے رکھ کر بناتا تھا۔ سنہ ۱۷۹۰ء میں میڈوز کے خلاف مہم میں ٹیپو کی کامیابیاں زیادہ تر اس حقیقت کی بنا پر تھیں کہ اس نے اپنے باپ کی مثال اپنے سامنے رکھی تھی۔ سیتامنگلم میں کرنل فلائیڈ پر ٹیپو کا حملہ، گزل ہٹی درّے کے راستے میسور پر حملہ کے منصوبے کو جس طریقہ سے اس نے ناکام بنایا، میڈوز نے میکسویل کے اجتماع سے پہلے میکسویل پر اس کا حملہ اور اس کا چکر در چکر راستہ اختیار کر کے دوبارہ تاپور درّے کی راہ سے گزرنا اور کورومنڈل علاقے کے قلب میں جا پہنچنا۔ یہ سب اس کی فوجی حکمت عملی کی مہارت بتاتی ہے جو اس کے باپ کی سنہ ۶۹-۱۷۶۸ء اور سنہ ۸۲-۱۷۸۰ء

---

(۱) میسور ضلع گزیٹیر جلد ۵، بیاوون راؤ ص ۲۰، III ص ۱۰۵

http://www.apnaorg.com

کی مہموں کی اعلیٰ خصوصیت تھی۔ اپنے باپ کی طرح ٹیپو نے بھی ۱۷۹۱-۹۲ء کی مہم میں سوار فوج اور توپ خانے پر بھروسہ کیا تھا۔ ٹیپو کے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں لڑنے والے سپاہیوں نے خالص حیدر کے انداز میں کارنوالس کو اس کے مرہٹہ حلیفوں کی پیش قدمی سے غفلت میں رکھا تھا۔ ٹیپو کو ۱۷۹۲ء میں محض انگریز مرہٹہ اتحاد کی وجہ سے شکست ہوئی تھی۔ مرہٹوں نے کارنوالس کو ۱۷۹۱ء میں بچالیا تھا جب اس نے اپنے محاصرہ کے ساز و سامان کو تباہ کر کے اپنی فاقہ زدہ فوج کے ساتھ چنگرال میں پناہ لی تھی۔ جیساکہ منرو لکھتا ہے کہ "مئی میں سرنگاپٹم سے واپسی کے بعد وہ مرہٹوں کی مدد کے بغیر پھر کبھی بنگلور سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا" لیکن ۱۷۹۲ء کے بعد ٹیپو نے حیدر کے فوجی نظام کو مکمل طور پر ترک کر دیا تھا۔ ۱۷۹۹ء کی مہم میں سرنگاپٹم کے دفاع پر بھروسہ کر کے وہ زیادہ تر مدافعت کرتا ہوا ہی نظر آتا ہے۔

فطری طور پر اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرہٹوں کے خلاف حیدر کا فوجی نظام کہاں تک مؤثر اور کارآمد تھا؟ مرہٹوں کی مقابلتاً برتر سوار فوج کو اگرچہ ظاہری طور پر فوجی تدابیر کی تربیت نہیں دی گئی تھی تاہم اس کی ایک اندرونی تنظیم تھی جس سے مرہٹے سردار بظاہر غیر مرتب اور غیر منظم فوج کو متحد کر سکتا تھا۔ نیز اناج اور رسد کے بہترین انتظامات کر سکتا تھا۔ مرہٹہ سوار پہلے سے چارہ اور غلہ جمع کیے بغیر اکثر گزارہ کر سکتے تھے۔ جیسے پہلے کہا جا چکا ہے کہ بجائے سپاہیوں کے وہ ٹڈی دلوں کی طرح علاقوں پر چھا جاتے تھے۔ شمالی سرحد پر میسور کا دفاع بہت کمزور تھا اور جیساکہ ولکنٹن نے بعد میں لکھا کہ "مرہٹہ سواروں کا ایک دستہ بڈنور کے زرخیز صوبے کو تاراج کر سکتا تھا خود بڈنور کو غارت کر سکتا تھا اور سرنگاپٹم کے چند میل کے فاصلہ کے اندر تک تباہی پھیلا سکتا تھا"[1] مرہٹے دریا پار کے علاقوں کو چھوڑ کر ہر جگہ آسانی سے گمس کر وار کر سکتے تھے۔ اسی لیے حیدر مرہٹوں اور اپنی سلطنت کے مرکزی علاقہ یا قلب کے درمیان کرشنا اور تنگ بھدرا دریاؤں کی سرحد بنانے کے لیے بے حد کوشاں تھا۔

۱۷۵۹ء میں حیدر کو میراج کے گوپال راؤ سے، ۱۷۶۰ء میں وساجی پنڈت سے ۱۷۶۴-۶۵ء ۱۷۶۶-۶۷ء اور ۱۷۷۰ء میں پیشوا مادھوراؤ سے، ۱۷۷۱-۷۲ء میں ترمبک راؤ سے، ۱۷۷۴ء میں رگھوناتھ راؤ سے اور ۱۷۷۶-۷۷ء میں پرشورام بھاؤ اور ہری پنت سے لڑنا پڑا تھا۔ وہ مرہٹہ سرداروں کے خلاف بہت زیادہ کامیاب نہیں ہوا تھا اور بعد میں اس کی کامیابی سیاسی وجوہ سے تھی نہ کہ فوجی برتری کی بنا پر۔ مرہٹہ طریق جنگ کے پیش نظر حیدر عام طور پر مدافعت کرتا رہا تھا۔ اس نے قلعوں اور دیوار دار

---

(۱) گروڈ جلد اوّل ص ۲۶۳

http://www.apnaorg.com

گاؤں میں ہرکارہ سپاہی متعین کر رکھے تھے اور ساری باقاعدہ فوج کو میدان جنگ کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اس طرح اس نے مرہٹہ سوار فوج کو شہروں اور گاؤں سے دور رکھنے اور بیک وقت اپنے علاقوں کے فوجی اور غیر فوجی قبضہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کی تھی جیسے کہ ولکس نے بعد میں لکھا کہ "میسور کے عام لوگوں کے دلوں میں مرہٹوں کا ڈر اس طرح سرایت کر گیا تھا کہ اگر کبھی شہر کے پاس اس عذاب سے مقابلے کے وسائل نہیں ہوتے تھے تو وہ تیزی سے شہر خالی کر دیتے تھے"(۱) حیدر کا جنگی منصوبہ یہ تھا کہ مرہٹے اس کے علاقے میں باقاعدہ رسد نہ حاصل کر سکیں۔ اس نے ان کو اپنے بازاروں پر انحصار کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور جیسے جیسے اس کی حکمت عملی کامیاب ہوتی گئی ویسے ویسے مرہٹوں کی مرکزی فوج کی رفتار میں سستی آتی گئی۔ اب وہ اتنی تیزی سے نقل و حرکت نہیں کر سکتی جتنی کہ مرہٹہ میسور جنگ کے ابتدائی مراحل میں انھوں نے کی تھی۔

اس دفاعی منصوبے سے حیدر کو میدانِ جنگ میں کوئی امتیازی کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور یہ طریق کار اسے مہنگا بھی پڑا تاہم وہ اپنی قوت برداشت اور خود اعتمادی کی بدولت آخر میں کامیاب رہا۔ کئی مرتبہ مرہٹوں کو میدان جنگ میں شکست دینے کی کوشش میں اس کو شکست کھانی پڑی۔ فاتح مرہٹوں نے میسور کے علاقوں کو تاخت و تاراج کر دیا لیکن ان کو چھوڑ کر جانا پڑا کیونکہ وہ سرنگاپٹم پر قبضہ نہیں کر سکے تھے جو حیدر کے دفاعی نظام کا گڑھ تھا۔ اس کے علاقے میں قلعے کثیر تعداد میں تھے۔ ۱۷۹۱ء میں ٹیپو کے قبضہ میں ستائیس اہم قلعے اور ۱۱۳ اوسط درجے کے قلعے اور ۲۹۹۲۸ محافظ فوج تھی(۲) یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حیدر کے دورِ حکومت میں اہم قلعوں، اوسط درجے کے قلعوں اور محافظ افواج کی تعداد دوگنی تھی۔ سرنگاپٹم کے مقام کو ولنگٹن کے الفاظ میں بہترین انداز سے بیان کیا گیا ہے: "جو فوج اس کا محاصرہ کرے اس کو چاہیے کہ وہ فوراً دریا کے شمال یا جنوبی طرف سے حملہ کرے یا جزیرہ کی طرف سے حملہ کرے۔ وہاں اتنی زیادہ فوج نہیں لے جائی جا سکتی کہ وہ دو یا تین ڈویژنوں کے لیے کافی ہو اور نہ اتنی بڑی ہو سکتی ہے کہ وہ اس جگہ دو تین حملے کر سکے کیونکہ یہ ڈویژنیں ایک دوسرے سے عملی طور پر الگ کر دی جائیں گی اور ہر ایک اس قابل ہونی چاہیے کہ دشمن کی اس فوج کے خلاف اپنا دفاع کر سکے جو محاصرہ اٹھانے کے لیے استعمال میں لائی جائے گی۔ سرنگاپٹم کے دفاع کے لیے محافظ فوج

---

(۱) ولکس کی روئداد ص ۳۰

(۲) " " " ص ۱۱۲

http://www.apnaorg.com

فراہم کرنے میں اس سے زیادہ لوگوں کی ضرورت نہیں ہوگی جتنی حملہ کے ایک مقام پر دفاع کے لیے لوگوں کی ضرورت پڑے گی لیکن سرنگاپٹم کو ایسی جگہ کے لحاظ سے کہ جس پر حملہ کیا جاسکے وہ ہندوستان کے ہر دوسرے قلعہ کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ ہے کیونکہ جون کے مہینے سے دسمبر کے مہینے تک اس تک پہنچنا ناممکن ہے۔"(۱) ولکگش نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ قرب و جوار کے علاقے میں وہاں سے ایک بڑی محافظ فوج مخالف فوج کے رسل و رسائل کے نظام کو درہم برہم کرنے کے لیے بھیجی جاسکتی ہے۔
جب ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف صرف مدافعت کرنے کا فیصلہ کیا تو اس نے وہی اقدام کیے جو کہ اس کے باپ نے چنگرال کے بعد کیے تھے چنانچہ اس نے بیشتر قلعوں میں اور خاص طور پر سرنگاپٹم میں مرمت کا کام شروع کر دیا۔ ۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۹ء کے درمیان اس نے اس کام پر ۱۲ لاکھ پگوڈا صرف کر دیے اور مہم کے آغاز تک اس نے فوجوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے بہت کم کام کیا جو مارچ میں سرنگاپٹم پہنچیں اور بارشوں سے دریاؤں میں طغیانی آجانے سے پہلے ۴ مئی کو آخری حملہ کیا لیکن اس مرتبہ انگریز ٹیپو کی افواج کی سوار اور پیادہ فوج کی تعداد اور صلاحیت و لیاقت کے اعتبار سے میدان جنگ میں ایک برتر فوج لے کر آئے تھے۔ اگر ٹیپو نے اپنے باپ کے جنگی اصولوں پر عمل کیا ہوتا اور اس کی فوجی تنظیم برقرار رکھی ہوتی تو موسم برسات کے آغاز تک انگریزی فوج کی پیش قدمی روک سکتا تھا اور اس طرح اسے چھ ماہ کی اور مہلت مل جاتی جس میں وہ کچھ سست اور مذبذب مرہٹہ سرداروں کو ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو جاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ سیاسی اور فوجی صورت حال کو یکسر بدل کر رکھ دیتا۔
حیدر کی میدانی فوج کی مستعدی اور کامیابی میں اس کے قابل تعریف جاسوسی محکمہ کی کارکردگی کا کچھ کم حصہ نہ تھا۔ اس سلسلہ میں ہم کو صرف دو برطانوی روئدادیں نقل کرنے کی ضرورت ہے۔ ۲۰ مئی ۱۷۸۱ء کو ایک برطانوی سپاہی نے کچھ خطوط ایک درخت سے متعلق پائے جن میں ایک خط حیدر کا میر صاحب کے نام تھا۔ ان خطوط میں حیدر نے اپنے نائب کو انگریزی بیڑے کی آمد، ان کی تعداد اور دوسری تفصیلات کی بالکل صحیح اطلاع دی تھی۔ "ایشیا میں جنگ" کے مصنف نے لکھا ہے کہ "ہماری فوج کی جانب ایک بٹالین جب بھی روانہ ہوتی تھی تو حیدر کو اس کا پتہ سب سے پہلے چل جاتا تھا۔ حیدر کی اہم نقل و حرکت کی ہمیں ذرا بھی خبر نہیں ملتی تھی۔"(۲)

---

(۱) سرنگاپٹم کے سلسلہ میں عرضداشت۔ گرووڈ جلد اوّل ص ۲۲۳

(۲) ایشیا میں جنگ جلد اوّل ص ۱۵۰

http://www.apnaorg.com

حیدر کے فوجی نظام کی دو دوسری ممتاز خصوصیات بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ایک چیلا بٹالین اور دوسری کنداچار ہرکارے۔ چیلا بٹالین میں زیادہ تر جنگ میں گرفتار شدہ کمسن بچوں اور نوجوانوں کی بھرتی کی جاتی تھی۔ ان میں تقریباً سب کے سب ہندو الاصل تھے۔ یہ دستور مالابار میں شروع ہوا تھا۔ بعض اوقات کم عمر کے ہندو بچوں کا مذہب تبدیل کر دیا جاتا تھا اور ان کو محلات میں بطور غلام تعینات کیا جاتا تھا۔ ان چیلوں میں سب سے زیادہ مشہور نائر نومسلم شیخ ایاز تھے۔ قیدی نومسلموں کی پہلی باقاعدہ فوجی تنظیم کی ابتدا چتل ورگ کی فتح سے ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ وہ بیس ہزار قیدی سرنگاپٹم لے گیا تھا۔ کمسن لڑکوں میں سے پہلی چیلا بٹالین کی تشکیل ہوئی تھی۔ ۱۷۹۰ء میں سوارٹز نے ان "یتیموں" کی ایک بٹالین کو فوجی قواعد کرتے دیکھا تھا۔ حیدر کے جانشین نے چیلوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ ولکس نے ان کا مقابلہ ترکی جان نثار سپاہیوں سے کیا ہے۔ یہ موازنہ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ عثمانی غلام شاہی محافظ دستے جس میں جان نثار سپاہی ایک حصہ تھے۔ وہ ایک غیر ملکی تہذیب کے پورے سماج پر تسلط قائم کرنے کی ایک تدبیر تھی۔ وہ ایک وسیع انداز میں ایک جرأت آمیز تجربہ تھا جس کا لب لباب یہ تھا کہ "نگرانوں کے ذریعے انسانی بھیڑوں کو قانون کی حدود میں رکھا جانے اور اس کے پڑوسیوں کو دور دور رکھا جائے۔ ایک عثمانی عوامی غلام بننا انتہائی مشکل طلب، اہم، خطرناک اور عظیم الشان کام تھا .... لیکن وہ پوری طرح سے ان لوگوں کے لیے مخصوص تھا جو پیدائشی کافر تھے"۔(۱) حیدر اور ٹیپو کے فوجی نظام میں چیلا بٹالینیوں نے کوئی خاص کارنامہ نہیں انجام دیا تھا۔ یہ دستور بعض سرکش علاقوں کو قابو میں رکھنے اور ساتھ ہی ساتھ فوج کے لیے رنگروٹ حاصل کرنے کی تدبیر تھی کہ جن کی جبری تبدیلیٔ مذہب ان کو ان کے ماحول سے کاٹ کر الگ کر دے گی۔ یہ تنظیم بہت ہی نامکمل تھی اور ۱۷۹۲ء میں ٹیپو کے احمدی چیلوں نے سلطان کے مورچے پر اس کی ناکامی سے فائدہ اٹھایا تھا اور اپنے ہتھیاروں، اپنی بیویوں اور بچوں کے ساتھ کورگ واپس چلے گئے تھے۔

حیدر کے زمانے میں کنداچار ہرکاروں کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ یہ بے قاعدہ سپاہی مختلف ہتھیاروں سے لیس ہوتے تھے لیکن زیادہ تر وہ توڑے دار بندوقوں اور نیزوں سے مسلح ہوتے تھے۔ وہ بنیادی طور پر کاشتکار تھے جو خالی مہینوں میں فوجی خدمات انجام دیتے تھے۔ حیدر نے ان کی کثیر تعداد کو اپنی محافظ افواج اور باقاعدہ افواج میں ملازم رکھا تھا۔ اس طرح ان کے غارتگری اور

---

(۱) ٹائن بی تاریخ جلد سوم۔

http://www.apnaorg.com

لٹیرے پن کے رجحانات پر روک لگ گئی تھی اور ان میں اپنی حکومت کے استحکام میں دل چسپی پیدا ہو گئی تھی یہ وہی اصول تھا جس کی بنا پر انگریزوں نے درۂ خیبر کی حفاظت کے لیے خاصہ داروں کو ملازم رکھا تھا۔ ٹیپو نے اپنی باقاعدہ پیادہ فوج کو بڑھانے کے لیے ان کی تعداد کم کر دی تھی بلکہ ٹیپو کے زوال کے بعد بھی پورنیا نے بیس ہزار کنداچار ہرکارے ملازم رکھے ہوئے تھے۔ اس نے تنخواہ کے معاملے میں حیدر کی تقلید تھی۔ کنداچار ہرکارے جب اپنے گھروں پر ہوتے تھے تو ان کو بہت کم تنخواہ ملتی تھی جو کچھ تو بنجر زمین کی شکل میں ملتی تھی یا دو روپیہ تین روپیہ ماہانہ نقد لگان کے عوض میں۔ جب انھیں میسور میں فوجی خدمات کے لیے طلب کیا جاتا تھا تو ایک گھوڑا کا اضافہ کر دیا جاتا تھا اور جب وہ ملک کے باہر فوجی خدمات انجام دیتے تھے تو مستقل تنخواہ کے برابر بھتہ ملتا تھا۔"(۱) خدمات کی انجام دہی کے بعد وہ اپنی واپسی پر نقصان کی تلافی میں مالی تحائف اور انعامات پاتے تھے۔ ان بے قاعدہ سپاہیوں میں سے بہت سے حیدر کی جنگی فوج کے ساتھ جاتے تھے۔ وہ سڑکیں صاف کرنے، خندقیں کھودنے اور مقبوضہ شہروں میں محافظ فوج کے فرایض انجام دیتے تھے یا اسی طرح کی دوسری ضروری فوجی خدمات انجام دیتے تھے۔ اس طرح باقاعدہ فوج جنگی اقدامات کے لیے آزاد رہتی تھیں۔

---

(۱) ولکس کی روداد ص ۱۴۴

http://www.apnaorg.com

باب ۲۸

حیدر کے عروج کی اہمیّت

حیدر علی کی زندگی اور کارناموں کو پوری طرح جاننے کا سب سے بہتر ذریعہ یا تو اس کے جانی دشمن مرہٹوں اور انگریزوں کی دستاویزات ہیں یا پرتگالیوں، ولندیزیوں اور فرانسیسیوں کے موافقانہ ور غیر جانبدار دستاویزات ہیں۔ اصل مواد اگرچہ بہت زیادہ ہے تاہم وہ اس کے کردار پر پوری روشنی نہیں ڈالتے۔ فارسی سوانح اور تامل تیلگو اور کناری مخطوطے بے کیف ہیں۔ ان سے صرف معمولی معلومات ہی مل سکتی ہیں۔ تاریخ کی بنیاد ان واقعات پر ہوتی ہے جو ہمارے پاس ہوتے ہیں لیکن ہمیں ٹھیک طور سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی جس کی ایک تاریخ دان کو ضرورت ہوتی ہے یعنی ہمعصر تبصرے جو تشریحات اور واقعات کی وضاحت کرتے ہیں۔ واقعات سے ہم پوری طرح سے واقف ہیں اور ماحول کا پورا پس منظر بھی جانتے ہیں لیکن اس دور کے لوگوں کی گفتگو اور ان کے مزاج کے بارے میں تاریخی شواہد ٹھیک طور سے ہمارے علم میں نہیں آتے۔ سپاہیوں اور مصاحبوں کی بہت بڑی تعداد میں صرف حسب ذیل اشخاص کچھ امتیاز و شان کے حامل نظر آتے ہیں۔ شیخ ایاز (انگریزی دستاویزات میں ان کا نام حیات صاحب دیا گیا ہے) اپاجی رام، میر رضا، فیض اللہ خاں، لالی، پیو مورن، پورنیا اور میر صادق۔ یہاں بھی ہماری قوت متخیلہ دستاویزات کے مطالعہ سے گزر کر ان مکمل انسانی حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتی جن کی وہ نمائندگی کرتے تھے اور ہم اس کے کردار کی اطمینان بخش تصویر کشی نہیں کر سکتے جو انھوں نے تاریخ کی تمثیل (ڈرامے) میں انجام دیا ہوگا۔ حیدر علی کے سوا دوسری کوئی شخصیت یہاں تک کہ ٹیپو کی شخصیت بھی اتنی وضاحت سے نہیں ابھرتی جس کی ہم کو توقع تھی۔ حیدر اگرچہ صاحبِ صلاحیت اور

http://www.apnaorg.com

لائق تھا لیکن واقعات اور حالات پر حاوی ہو جانا اس کے لیے اس طرح ممکن نہ تھا جس سے محسوس ہوتا کہ صرف وہی ایک زندہ شخصیت تھا اور بقیہ صرف بے جان اور غیر محسوس سائے تھے۔

حیدر جو کہ ایک مطلق العنان سپاہی صفت حکمراں تھا۔ ایک بہت کامیاب منتظم تھا۔ کوئی مفصل تحقیق و تفتیش کسی لحاظ سے بھی اس کارنامہ کی خوبی کو گھٹاتی نہیں ہے۔ یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اس میں بہت سی خرابیاں تھیں۔ وہ نفس پرست اور بدزبان تھا اور اکثر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دریدہ دہنی پر اتر آتا تھا۔ اگرچہ وہ بلاوجہ کبھی بربریت پر نہیں اترتا تھا تاہم اس نے اپنے حریفوں اور دشمنوں کو بہت ہی بے رحمانہ انداز میں ختم کر دیا تھا۔ سوائے چند صورتوں کے مثلاً اپنے نسبتی بھائی میر رضا کے معاملے کے وہ نہ معاف کر سکتا تھا اور نہ بھول سکتا تھا۔ اس کا انتظام و انصرام مانٹیکیو کے مشہور مقولے کی زندہ مثال تھا کہ آمریت کا بنیادی اصول خوف ہے۔ فرض سے کوتاہی کرنے والوں اور استحصال کرنے والے ملازمین کی کھال کوڑوں سے اتار دی جاتی تھی (جی، ایل، ٹی ص ۲۵۹)۔ یہاں تک کہ اس کا بڑا بیٹا بھی اگر فرض ناشناسی دکھاتا تو وہ بھی کوڑوں سے نہیں بچ سکتا تھا لیکن یہ مطلق العنان حکمران احمقانہ غرور یا بے جا فخر میں مبتلا نہیں تھا۔ اس کی گفتگو کے موضوعات عموماً اس کے انتظامیہ کی ترتیب و تنظیم اور تلواریں، توپیں اور جواہرات، گھوڑے، ہاتھی، مقوی باہ دوائیں وغیرہ ہوتے تھے۔ (ڈی، ایل، ٹی ۲۶۰)۔ اس کے دربار میں طمطراق اور کروفر کی کمی تھی۔ وہ چند مالدار کاہلوں کا محض ایک تنگ حلقہ نہیں تھا۔ اٹھارویں صدی میں بیشتر ہندوستانی دربار تھے۔ وہ یقیناً مصلحت خاص سے اپنے دربار اور فوجی قواعد (پریڈ) کو کروفر والا بنا دیتا تھا لیکن اصولی طور پر اس میں، ٹھاٹھ باٹھ تو ہوتا تھا لیکن عیش پسندی کے تکلفات نہیں ہوتے تھے۔ عموماً مطلق العنان حکمران خوشامد پسند ہوتے ہیں اور درباری سوانح نگار عموماً یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان کی خوشامد کی بھوک کبھی نہیں مٹتی لیکن حیدر کے دربار میں مستعدی و چستی کے سوا قدر کا کوئی دوسرا معیار نہیں تھا اور کوئی آدمی صرف خوشامد سے کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے لالی سے جسے معاہدہ سے کم فوجیں لانے پر کم تنخواہ ملی تھی کہا تھا۔ "خاموش رہو اور جتنا پا گئے اس پر شکر گذار رہو۔ میں کسی افسر کو پانچ ہزار روپیہ ماہانہ محض اس کی ناک کی خوبصورتی کی وجہ سے نہیں دیتا ہوں۔" (ولکس جلد دوم ص ۲۰۴) تمام اقدامات اور کاموں کی وہ خود نگرانی کرتا تھا۔ وہ بہت سخت تھا اور بہت چھوٹے چھوٹے احکام بھی خود صادر کیا کرتا تھا "یہاں تک کہ چمڑے، چمڑے کی بوریاں، خیموں اور رسّوں تک کے بارے میں حکم دیتا تھا۔" (ڈی، ایل، ٹی ۲۶۰) وہ بڑا مردم شناس تھا اور کھانڈے راؤ کے علاوہ شاید ہی اُسے کسی دوسرے نے دھوکا دیا ہو۔ اس نے بلاشبہ اپنی حکومت کے کارکنوں میں خوف پیدا کر دیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ انسانی طاقتوں کو کس طرح مہمیز لگائی

http://www.apnaorg.com

جا سکتی تھی۔ عوام اس کے انتظام و انصرام کے لیے اس کی مستعدی کی وجہ سے احترام کے جذبات رکھتے تھے۔ اس کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یقیناً اس کی سخت محنت اور تفصیلات پر مسلسل توجہ تھی۔ اس کے بیٹے میں بھی یہ خوبیاں تھیں لیکن اس میں نہ باپ کی بصیرت تھی اور نہ چیزوں کو پرکھنے کی صلاحیت۔

حیدر نے تاریخ پر جو اپنی چھاپ چھوڑی ہے وہ ایک ایسے شخص کی ہے جو ہندوستان میں انگریزوں کا ایک بڑا دشمن تھا۔ اکتوبر ۱۸۰۱ء میں جب محرری کے ایک امیدوار جان میلکام کو انڈیا آفس لے جایا گیا اور اس کے نامنظور کیے جانے کے امکانات بہت زیادہ تھے۔ اس وقت ڈائریکٹرز میں سے ایک نے کہا کہ "کیوں میرے عزیز، اگر تمھیں حیدر علی سے مقابلہ کرنا پڑے تو تم کیا کرو گے؟" "کیا کروں گا جناب؟ میں اپنی تلوار سونتوں گا اور اس کا سر کاٹ لوں گا۔" "ضرور" کہہ کر ڈائرکٹر نے اُسے جانے دیا۔ (کے، میلکام کی حیات اور خطوط جلد اوّل ص ۸)۔ اس زبانی امتحان کی تحریری یادداشت سے حیدر علی کے بارے میں اس تاثر کا پتہ چلتا ہے جو ایک اوسط درجہ کے انگریز اسکول بچے کے ذہن میں تھا جو ہندوستان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس نے ہندوستان میں ان کو تقریباً تباہی کے غار پر پہنچا دیا تھا۔ لیکن انگریز دشمن پالیسی کا اختیار کرنا محض جذبات، تعصب، کینہ یا توہین کے سبب نہیں تھا۔ اس وقت کی صورت حال میں وہ ناگزیر تھا۔

اس کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے میسور اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے ایک آرام بخش اور گمنام خطہ تھا۔ اچانک اسے ایک سیاسی سرحد کی اہمیت مل گئی۔ جنوب میں مرہٹہ توسیع پسندی کے دباؤ اور ہندوستان میں یوروپی اقوام کی مسلح کشاکش نے میسور میں ایسے حالات پیدا کر دیے تھے جو اس کی تاریخ کے عام رُخ سے میل نہیں کھاتی تھی۔ ایک ہنگامی صورت کے بعد دوسری ہنگامی صُورت پیدا ہوتی گئی اور اس کے کردار نکھرتے گئے۔ وہ ایک بالکل نیا ماحول تھا جو روبہ زوال درباروں کی پُرانی روایات کے خواب پریشاں سے آزاد تھا۔ ان حالات میں حیدر کے لیے اور اس کے بیٹے کے لیے یہ ناگزیر تھا کہ وہ ایک ایسی پالیسی نہ اختیار کریں جو نظام کو قرینِ مصلحت و مفید نظر آئے۔ اٹھارویں صدی میں ایسا لگتا ہے کہ ہندوستان میں تمام چیزیں پستی کی انتہا کو پہنچ گئی تھیں لیکن اس زوال کے دَور میں بھی تنوع اور رنگ آمیزی کی کمی نہ تھی۔ وہ لوگ جو قدیم روایات کے وارث ہوئے تھے انھوں نے انتہائی کاہلی کا مظاہرہ کیا تھا اور بغیر مزاحمت کیے صرف لڑکھڑاتی منتشر ہوتی ہوئی اور مفلوج طرز زندگی کو ترجیح دی تھی۔ نسبتاً نئی طاقتیں انگریزوں کی مخالفت پر اڑی ہوئی تھیں۔ میسور نے چار جنگیں لڑیں اور مرہٹوں نے تین۔

http://www.apnaorg.com

چونکہ حالات بدل گئے تھے اس لیے حیدر کی شروع کی ہوئی انگریز دشمن پالیسی ٹیپو کے زمانے میں ناکام ہوگئی۔ اس تبدیلی کے بارے میں مل کا تجزیہ اہمیت رکھتا ہے۔ "حیدر کو صرف ایسٹ انڈیا کمپنی سے مقابلہ تھا جس کے پاس کافی وسائل نہیں تھے اور جس کی نگرانی ایک حاسد داخلی حکومت کر رہی تھی۔ لیکن ۱۸۵۸ء کے بعد وزارت نے حکومت ہند کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ حقیقت میں یہ ایسٹ انڈیا کمپنی نہیں تھی جس سے ٹیپو کو مقابلہ کرنا تھا بلکہ اب اسے انگریزی حکومت اور ایسٹ انڈیا کمپنی دونوں کا مقابلہ کرنا تھا اور ان دونوں کے وسائل کو اکٹھا کر لیا گیا تھا تاکہ جنگ کی ضروریات فراہم کی جائیں" (مل جلد ۵ ص ۳۲۶) ۔ یہ بیان لارڈ کارنوالس کی ٹیپو کے ساتھ جنگ کے سلسلہ میں دیا گیا لیکن وہ ویلزلی کی جنگ کے سلسلہ میں بھی صحیح ہے۔ حیدر نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے جنگ کی تھی اور ٹیپو نے ایسٹ انڈیا کمپنی اور برطانوی حکومت سے جنگ کی تھی۔

لیکن حیدر کی انگریز دشمن پالیسی کی ناکامی کے اسباب کا یہ تجزیہ ہم کو صحیح صورت حال سے روشناس نہیں کراتا۔ حیدر نے کچھ ایسے اصول بنائے تھے جنھوں نے سیاسیات کے کاروبار کو اس کے ہاتھوں میں محفوظ بنا دیا تھا۔ اس نے اپنے خلاف دشمنوں کی پوری جماعت نہیں کھڑی کر لی تھی جیسی کہ اس کے بیٹے نے کر لی تھی۔ اس کے علاوہ حیدر جس نے غیر ملکوں میں حلیف تلاش کیے تھے۔ اس نے ۱۷۸۴ء اور ۱۷۸۵ء میں ترکی کو وفود بھیجے، ۱۷۸۶-۸۷ء میں ایک وفد فرانس بھیجا اور ۱۷۹۶ء میں ایک وفد شاہ کے پاس بھیجا اور ۱۷۹۸ء میں اس نے فرانس، ترکی اور افغانستان کو وفود بھیجنے کی تیاری کی لیکن ان کی راہ میں انگریزوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی۔ حیدر کی پالیسی کی جڑیں زمین میں زیادہ مضبوطی سے جمی ہوئی تھیں۔ اس کی حکمت عملی کی بنیاد یہ تھی کہ اس کے دشمن اس کے خلاف متحد نہ ہونے پائیں۔ وہ انگریزوں سے اس وقت تک نہیں لڑتا تھا جب تک کہ اس کے تعلقات مرہٹوں سے بہتر نہ ہو جاتے تھے اور وہ مرہٹوں سے اس وقت تک جنگ نہیں چھیڑتا تھا جب تک کہ اُسے یقین نہ ہو جاتا کہ انگریز ان سے نہ جا ملیں گے۔ ٹیپو کی غیر معمولی خود اعتمادی اور ضد نے اس کے باپ کی خارجہ پالیسی کے ان اصولوں کو خاطر میں نہیں لانے دیا تھا۔ فرانسیسی اتحاد نے حیدر کو مایوس کیا تھا۔ تب بھی ٹیپو کو فرانس سے مدد کی امید تھی لیکن اسے وہاں سے مدد جب بھی نہ ملتی اگر بوربون خاندان برسر اقتدار رہتا۔ خارجہ پالیسی میں ٹیپو اور حیدر کے درمیان وہی تضاد تھا جو قیصر ولیم ثانی اور بسمارک کے درمیان تھا۔

اسمتھ نے اورمے کو ۱۷۷۵ء میں لکھا تھا کہ "ہندوستان کی طاقتیں ہماری دلیری سے جلتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ اسے کمزور کریں اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا موقع تلاش کرتے

http://www.apnaorg.com

رہتے ہیں۔ ۱۷۶۱ء اور ۱۷۸۲ء کے درمیان یہ ہندوستانی طاقتیں کچھ حد تک انگریزوں کے خلاف متحد ہوئی تھیں لیکن ان کا انگریزوں سے حسد اتنا قوی نہیں تھا جتنا کہ ان کی باہمی رقابت۔ ہندوستانیوں کی متحد نہ ہو سکنے کی صلاحیت اتنی زیادہ نمایاں ہو کر کبھی سامنے نہ آئی تھی جتنی کہ اٹھارویں صدی کے آخری دس سال ہیں۔ حیدر کو اپنے مرہٹہ دشمنوں پر اتنی بے اعتباری تھی کہ ان سے اس نے سخت سودے بازی کی۔ چنانچہ اتحاد کبھی مضبوط و مستحکم بنیاد پر قائم نہیں تھا اور برطانوی حکمت عملی نے بڑی کامیابی سے اس دراڑ کو اور وسیع کر دیا تھا۔ مرہٹہ میسور تعلقات کی پہلی تاریخ کے پیش نظر بعد کے واقعات کی روشنی میں میسور سے زیادہ فیاضانہ مطالبہ کرنا غالباً کچھ غیر تاریخی ہوگا۔ یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ جہاں اعلیٰ پالیسی کا تعلق تھا حیدر جذبات اور رجحانات کے دھارے میں نہیں بہتا تھا تاہم اس سے یہ توقع رکھنا غلط تھا کہ وہ اس بداعتمادی کو بھول جائے گا۔ یہ بدبختی تھی تاہم شاید یہی تاریخ کی منلق تھی۔

سپاہی کی حیثیت سے حیدر کو بار بار شکست ہوئی لیکن اس نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ اس نے ایک فوجی مدبر کی حیثیت سے بہت زیادہ نمایاں صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا لیکن اس نے بحیثیت ایک منتظم بڑی لیاقت کا ثبوت دیا جس کی مہم کا عام منصوبہ ہمیشہ مستحکم ہوتا تھا۔ اس کی فوج انگریزوں کی فوج کے مقابلے میں قیادت کے لحاظ سے اور سپاہیوں کی جنگی لیاقتوں کے لحاظ سے کم تر تھی لیکن تعداد، رسد کی فراہمی اور فوجی ساز و سامان کے لحاظ سے اسے برتری حاصل رہی لیکن اس سلسلہ میں بھی ہندوستانی حکمرانوں کے بارے میں برطانوی حکومت کے رویہ میں ٹیپو کے عہد میں تبدیلی پیدا ہوئی جبکہ منرو نے بعد میں لکھا تھا کہ "انگریزوں کی فوجی برتری اتنی زیادہ تھی کہ کسی بھی مقابلے میں ان کی برتری غیر مشکوک تھی۔ (GLEIG منرو جلد اول ص ۲۶۱)۔ کوٹ نے حیدر سے جس فوج کے ساتھ جنگ کی وہ بارہ ہزار سے زیادہ نہ تھی لیکن ہارس کے ماتحت ۱۷۹۰ء میں برطانوی فوج کی تعداد پینتیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی جن میں سے ۸۰۰۰ یورپی تھے (گروڈ جلد اول ص ۳۵)۔ گورنر جنرل کے الفاظ میں تنظیم و تربیت کے لحاظ سے اتنی مکمل، ہر محکمہ میں ضروریات کی وافر اور فیاضانہ فراہمی سے اتنی آراستہ، تربیت میں اتنی زیادہ مکمل اور اتنے تسلیم شدہ تجربہ کار، لائق اور باصلاحیت افسروں کے ساتھ اب تک ہندوستان میں کوئی فوج میدان میں نہیں اتری تھی (گروڈ جلد اول ص ۱۴۰)۔ انگریزوں کے خلاف ہندوستانی حکمرانوں کی کامیابی کا واحد امکان مشترکہ کوشش میں تھا لیکن ٹیپو کی حکمت عملی میں اس مقصد کو حاصل کرنے کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ جنگ کے شدائد برداشت کرنے میں حیدر کی قوت نہایت اعلیٰ درجے کی تھی۔ مشکلات

میں اس کی ہمت اور بڑھتی تھی لیکن جب اس کے جانشین پر مصیبت پڑی تو وہ اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آخری شکست کی تاریکی میں صرف ذاتی بہادری کی کرن چمکتی نظر آتی ہے۔ بعد میں اس کو جس تباہی کا سامنا کرنا پڑا اس میں بھی اس نے عزت پر آنچ نہ آنے دی۔

http://www.apnaorg.com

ضمیمہ الف

پیشوا مادھو راؤ اوّل اور پہلی انگریز میسور جنگ

جب انگریزوں اور حیدر و نظام کے اتحاد کے درمیان (۲۵ راگست ۱۷۶۷ء کو) جنگ شروع ہوئی تو مقابلہ کرنے والوں کو پیشوا مادھو راؤ کے رویّہ کا علم نہیں تھا۔ اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں نظام اور حیدر علی بھی لگے تھے اور محمد علی اور انگریز بھی۔ موسٹن بمبئی سے پونا آیا۔ ناگو جی راؤ مدراس سے آیا شیر جنگ نظام علی کا وکیل بن کر اور چاند صاحب کا بیٹا حیدر علی کا ایجنٹ بن کر پہنچا۔

موسٹن کے نام پریسیڈنٹ اور کونسل کی جانب سے جاری کردہ ہدایات میں ہمیں انگریزوں کے اغراض و مقاصد کی ایک دستاویز ملتی ہے۔ لیکن موسٹن نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ وہ کھل کر سامنے آجائے۔ بمبئی کے انگریز ارباب حل و عقد یہ چاہتے تھے کہ مادھو راؤ حیدر کے خلاف جنگ میں حصہ لے اور خاص طور سے اس وقت جب وہ مغربی ساحل پر واقع حیدر کے مقبوضات پر حملہ کریں۔ وہ پیشوا کو بدنور اور سنڈا کی چوتھ دے رہے تھے اور اس کے عوض سلسیٹ اور بسین کی واپسی اور سورت کے محاصل میں مرہٹوں کے حصہ کی امید رکھتے تھے۔ اگر پیشوا اس تبادلہ پر راضی نہ ہوتا تو وہ بدنور اور سنڈا کسی اور کو دے دیتے اور مرہٹوں کو سالانہ چوتھ کی ضمانت دیتے۔ برطانوی سفیر کو یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ آیا حیدر کے خلاف ایک معاہدۂ اتحاد کرنے پر پیشوا کے راضی ہونے کی صورت میں کچھ مرہٹہ سوار فوج مل سکے گی تاکہ مشرقی محاذ پر سوار فوج کی کمی پوری کی جاسکے (۱)۔ چارلس بروم، موسٹن کے ساتھ اس کے ایک ماتحت کی

---

(۱) فارسٹ Selections from the State papers preserved in the Bombay Secretariate, Maratha-Series.

مرہٹوں کی طرف انگریزی وفد ۱۷۶۷ء میں

http://www.apnaorg.com

حیثیت سے گیا تھا تاکہ اگر رگھوبا کی جانب سے کوئی سلسلۂ جنبانی کی جائے تو وہ اس کا جواب دے تاکہ گھریلو جھگڑوں اور اختلافات کو ہوا دے سکے۔(۱) ناگوجی کی عرضداشت میں یکساں شرائط موجود تھیں اور حسب ذیل ہدایت بھی شامل تھی: "اس صورت میں کہ مادھوراؤ مشکلات پیدا کر دے اور حیدر علی خاں اور نظام کی تجاویز تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اسے اشاروں کنایوں میں یہ سمجھا دیا جائے کہ برار کا راجہ بنگال کے انگریزوں اور اس دربار سے دوستی کا متمنی ہے اور اگر مادھوراؤ اس معاہدہ میں نہیں شامل ہوتا تو وہ بلاشبہ اس سے دوستی کر لیں گے"۔(۲) موسٹن کی آمد کے چند دنوں بعد مادھوراؤ نے گوپال راؤ آنند راؤ رستے، بابوجی نایک، وساجی پنت اور ناروجی گھورپڑے کو میرج بھیجا تاکہ وہ ۲۴ ہزار سوار فوج اکٹھا کریں اور پھر سرا اور مداگیری کی طرف کوچ کریں اور وہاں ہدایات کا انتظار کریں۔ ظاہرا طور پر مرہٹہ دربار کسی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے واقعات کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ جب موسٹن نے دریافت کیا کہ گوپال راؤ کے زیر قیادت اتنی بڑی فوج کرناٹک کیوں بھیجی گئی ہے تو اسے بتایا گیا کہ وہ صرف محاصل جمع کرنے کے لیے بھیجی گئی ہے کیونکہ فوج کے بغیر ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ بہرکیف انگریز سفیر کو یہ واضح طور سے بتا دیا گیا کہ مرہٹہ دربار اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا جب تک وہ مختلف ایجنٹوں کی بات نہ سن لے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ شمالی ہند میں یہ افواہیں گرم تھیں کہ مادھوراؤ گوپال راؤ کے زیر کمان بیس ہزار سواروں پر مشتمل ایک فوج وفاق کی مدد کے لیے بھیج رہا ہے۔ الہ آباد میں مقیم رچرڈ اسمتھ نے تو یہاں تک تجویز رکھی تھی کہ ان مرہٹہ سرداروں کو پکڑ لیا جائے جو گنگا جمنا کے سنگم پر اشنان کے لیے آئے تھے اور انھیں اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک کہ گوپال راؤ کی اصل منزل کے بارے میں صحیح پتہ نہ چل جائے۔(۳)

---

(۱) رگھوبا نے بروم کو بتایا تھا کہ اس نے پریسیڈنٹ کی خدمت میں گذارش کی ہے کہ "اس کے پاس ایک اہم شخص بھیجا جائے تاکہ اس کے ساتھ مل کر وہ اپنے مفاد کے تحت انتقام کے اقدام کرے اور اس کو امید ہے کہ انگریز اس کی مدد کریں گے لیکن وہ محض انتظار ہی کرتا رہا۔ اور اسے کوئی تسلی بخش جواب نہیں موصول ہوا چنانچہ بہتر سے بہتر انداز سے جو وہ اختیار کر سکتا تھا وہ معاملات طے کر لینے پر مجبور ہو گیا۔ وہ انگریزوں کو اپنا ہمنوا بنانا چاہتا تھا تاکہ جب وہ ہتھیار اٹھائے تو اسے ان سے مدد مل سکے اور بارش کے بعد جنگ کرنے کا وہ فیصلہ کر چکا تھا۔

(۲) فارسٹ Selections, Maratha-Series.

(۳) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۰ فروری ۱۷۶۸ء۔

http://www.apnaorg.com

لیکن حیدر علی مرہٹوں کا کھلم کھلا دشمن تھا۔ وہ جب بھی مشکلات سے آزاد ہوتا وہ انھیں تنگ کرتا۔ چنانچہ ان سے مدد لینے کے لیے جب تک وہ عملی طور پر ان کے مفاد میں قدم نہ اٹھاتا یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اسے مدد دیتے۔ اس کے علاوہ حیدر کے حالات نے نازک صورت اختیار کر لی تھی۔ اسے خود چنگما اور ٹرنامَلی میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ نظام جو ہمیشہ سے ایک تذبذب اور سست حلیف تھا پہلے ہی اس سے الگ ہو چکا تھا۔ آخری بات یہ تھی کہ پیشوا کو خود اپنی گھریلو مشکلات کا سامنا تھا۔ موسٹن کو اس کا احساس تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ یہ مادھوراؤ کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس سال نبرد آزمائی کر سکے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ رگھوبا کی جانب سے اسے خدشات لاحق ہیں اور اس سے بر سرِ پیکار ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس کی مالی حالت بہت خراب ہے۔"(۱) مخالف اتحاد سے نظام کی علیحدگی(۲) اور پیشوا کے اپنے چچا سے جھگڑے میں مشغول ہونے کی وجہ سے بمبئی کی حکومت نے اپنے کو اس قابل محسوس کیا کہ وہ مالابار ساحل پر حیدر کے مقبوضات کو چھین لینے کے لیے ایک فوج بھیج سکے اور اس نے اس معاملہ میں پیشوا کے دربار کو اطلاع دینا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ مادھوراؤ کے اختلافات اپنے چچا سے روز بروز نازک و شدید ہوتے گئے اور اس کا نتیجہ جون ۱۷۶۸ء میں ایک کھلی جنگ کی شکل میں ظاہر ہوا جس میں رگھوبا کو قید کر لیا گیا۔ اب پیشوا اپنی گھریلو مصروفیات سے آزاد تھا اور انگریز میسور جنگ سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اس اثنا میں مالابار ساحل پر حیدر کے مقبوضات کو فتح کرنے کی بمبئی کی حکومت کی کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ حیدر اور ٹیپو انگریزوں کو سمندر کی طرف دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ابھی تک مرہٹوں کا رویہ غیر واضح اور غیر یقینی تھا اور ستمبر ۱۷۶۸ء میں نبرد آزمائی کا موسم پھر شروع ہو گیا۔ اس مرتبہ بمبئی سے چارلس بروم کو پونا میں رہنے کے لیے بھیجا گیا تاکہ سراغ رسانی کر سکے اور قابل لحاظ واقعات کی اطلاع دے سکے۔ مادھوراؤ اس لحاظ سے قابل تعریف و تحسین تھا کہ اس نے انگریزوں کو کافی عرصہ تک اپنے اصل ارادوں کی ہوا بھی نہ لگنے دی اور ان کو دھوکے میں رکھا۔ مدراس سے یہ تجویز رکھی گئی کہ بدنور پر قبضہ کرنے میں مادھوراؤ کی مدد کی جائے "اگر کوئی دوسرا ذریعہ اسے حیدر کی امداد سے باز نہ رکھ سکے۔ کیونکہ مرہٹوں کی طاقت میں اضافہ کرنا چاہے یہ کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو مرہٹے پہلے ہی سے ایک بڑی طاقت ہیں تاہم ہمیں اس وقت اس میں ہچکچاہٹ نہ محسوس کرنی چاہیے کیونکہ جب دو طاقتوں کی طرف سے خطرہ لاحق

---

(۱) فارسٹ، انتخابات، مرہٹہ سلسلہ

(۲) مدراس کی حکومت اور نظام کے درمیان ۲ مارچ ۱۷۶۸ء کو ایک معاہدہ ہو گیا تھا۔

http://www.apnaorg.com

ہو تو ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہونی چاہیئے کہ ہمیں مستقبل میں پیش آنے والے خطرہ پر فوری خطرہ کو ترجیح دینی چاہیئے۔"

بروم کی اطلاع کے مطابق حیدر نے مادھو راؤ کو پیشکش کی تھی کہ اگر وہ اس کی مدد پر تیار ہو جائے تو وہ پچھلے دو برسوں کا بقایا خراج یعنی ۳۰ لاکھ روپیہ ادا کرے گا جس میں سے ۱۰ لاکھ اس وقت ادا کر دیا جائے گا جب فوج کوچ کرے گی اور ۱۳ لاکھ اس وقت جب وہ حیدر کی فوج سے مل جائے گی۔ اس کے وکیل نے یہ بھی تجویز رکھی تھی کہ فوج کی ضروریات کے لیے فی سوار نصف روپیہ روزانہ ادا کیا جائے گا۔ مادھو راؤ نے کوئی فیصلہ کن جواب نہیں دیا۔ بس یہ کہا کہ وہ انگریز سفیر کی آمد کا انتظار کرے گا لیکن وہ پونا سے ایک کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن ہو گیا۔ سفیر نے اطلاع دی کہ "میرا خیال ہے کہ دربار ہم سے بہت جلد قطع تعلق کرے گا۔"(۱)

فورٹ سینٹ جارج(۲) کے نام کمپنی کے ایک خط میں سفارش کی گئی تھی کہ جانوجی بھونسلے کے ساتھ ایک جارحانہ یا دفاعی معاہدہ فوری طور پر کر لیا جائے بشرطیکہ وہ اڑیسہ کا صوبہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دے اس طرح مدراس کے لوگوں کو انتہائی مؤثر مدد پہنچ سکتی تھی۔ فورٹ ولیم کی پریسیڈنسی کی سلیکٹ کمیٹی اور گورنر نے لکھا کہ "جانوجی سے ہمارے معاہدہ کرنے کا اہم ترین اور خاص مقصد یہ ہے کہ مادھو راؤ کی توجہ ہٹائی جا سکے تاکہ وہ کرناٹک میں داخل ہو کر حیدر علی کی مدد نہ کر سکے۔"(۳) لیکن جانوجی سے انگریزوں کی گفت و شنید ناکام رہی۔ مادھو راؤ نے ایک حد تک انگریزوں کو اپنی فوجی تیاریوں کے مقصد کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس نے اپنے بحری بیڑے کو بمبئی کی بندرگاہ سے روانگی کا حکم بھیجا تھا جب کہ حقیقت یہ تھی کہ اس وقت وہ جانوجی کے خلاف پیش قدمی کے طور پر نظام کے ساتھ معاہدہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسی عرصہ میں حیدر نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔

ہم کو یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ انگریزی ڈپلومیسی مرہٹہ طاقت میں دوبارہ رخنہ ڈالنے میں کامیاب ہوئی۔ ہم یہ سمجھنے میں قطعی حق بجانب نہ ہوں گے کہ مادھو راؤ دراصل انگریزوں کے خلاف حیدر علی کی مدد کرنا چاہتا تھا۔(۴)

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۷۶۸ء

(۲) " " " " ۱۳ مئی ۱۷۶۸ء ص ۹۸۱

(۳) " " " " ۱۳ دسمبر ۱۷۶۸ء

(۴) یہ بمبئی کی حکومت کا خیال تھا۔ بمبئی سے تھامس ہاجز (THOMAS HODGES) مدراس میں مقیم

http://www.apnaorg.com

حیدر علی کی جانب سے خاص طور پر نظام کی علاحدگی کے بعد کوئی ایسی پیشکش نہیں ہوئی تھی جو مادھو راؤ کو اس کے ساتھ اتحاد کرنے پر آمادہ کرتی۔ یقیناً مادھو راؤ بیرونی فتوحات پر نکلنے سے پہلے اپنی ریاست کے اندرونی نظام کو مستحکم اور پائدار بنانا چاہتا تھا۔ رگھوناتھ راؤ اور جانوجی اس کے اندرونی دشمن تھے جن سے پہلے نپٹنا ضروری تھا۔ مادھو راؤ کو دور اندیش آدمی نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ تذبذب کا شکار تھا وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ کون سا کام پہلے کرنا چاہیئے اور کون سا بعد میں کرنا چاہیئے یہ بہت ہی اہم بات ہے کہ جانوجی کی مؤثر روک تھام کے بعد ہی مرہٹہ حکمت عملی شمال اور جنوب میں مؤثر اور فیصلہ کن انداز میں رونما ہوئی۔ حیدر نے مرہٹوں کے زیر اثر علاقوں پر تسلط قائم کرنا شروع کیا تھا اور مستقبل میں وہ مزید غاصبانہ قبضہ کی امید رکھتا تھا۔ حالانکہ حیدر حقیقت میں انگریزوں کے ساتھ نبرد آزما تھا تاہم انگریزوں کے مقابلے میں مرہٹوں سے اس کے مفادات کا تصادم زیادہ فوری اور سنگین تھا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ پہلی انگریز مرہٹہ جنگ کے دوران پونا کی حکومت نے انگریزوں کے خلاف اس کی مدد حاصل کر لی تھی۔ سیاسی حالات میں تبدیلی آجانے سے ۱۷۶۷ء تا ۱۷۶۹ء میں ایسا ممکن نہیں تھا لیکن ۱۷۸۰ء میں مرہٹوں کو نقصان پہنچا کر حیدر اپنی حکومت کو وسعت دینے کے لیے اتنا بیقرار نہیں تھا جس کی وجہ کچھ تو اس کی اپنی فتوحات تھیں اور کچھ یہ کہ اس کی خواہشات کی تکمیل کے لیے پونا دربار اس کی مدد کے لیے آمادہ ہو گیا تھا جبکہ ۱۷۶۷ء — ۱۷۶۹ء میں مرہٹوں سے کسی اتحاد یا مدد کی توقع نہ تھی۔

حیدر اور انگریز ایک دوسرے کے زبردست حریف تھے۔ دونوں ہی مادھو راؤ کو اپنا حلیف بنانے کے لیے کوشاں تھے حالانکہ کسی کو بھی اس کی امید نہیں تھی۔ دونوں حریفوں کو یہ خدشہ تھا کہ وہ دوسرے

(بقیہ پچھلے ص سے)

رچرڈ بورشیر کو ۳۰ ستمبر ۱۷۶۷ء کے اپنے خط میں لکھا تھا کہ "مرہٹوں کے سلسلہ میں ہم فوری طور پر ایسے اقدامات کریں گے جو آپ کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں قطعی طور پر معاون ثابت ہوں گے۔ مادھو راؤ اور اس کے چچا رگھوبا کے درمیان ممکنہ اختلافات پیدا کر کے ہم زیادہ بہتر طریقے سے ان اقدامات کو انجام دے سکیں گے۔ ان کی انجام دہی میں ہم اپنی بھرپور بھرپور کوشش کریں گے اور ہم ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہیں جو کرناٹک کی طرف سے توجہ ہٹانے میں معاون ثابت ہو۔"

گینس اور بناجی (GENSE & BANAJI) بڑودہ کے گائیکواڑ جلد اول (— GAIKWARDS OF BARODA VOL. I)

http://www.apnaorg.com

جانب ساز باز نہ کرے۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ اگر وہ ان کا اتحادی نہ بن سکے تو غیر جانبدار رہے۔ رگھوناتھ راؤ اور جانوجی کی وجہ سے مادھوراؤ غیر جانبدارانہ پالیسی اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اس جنگ کا فائدہ اٹھا کر حیدر کو پوری طرح نیست و نابود کرنے کی کوشش کرتا۔ یہی پالیسی تھی جس پر اس نے ۱۷۶۹ء کے اواخر میں اپنی تیسری مہم کے دوران عمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

http://www.apnaorg.com

ضمیمہ ب

حیدر اور بمبئی کی حکومت

بمبئی کی حکومت کے فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کے مقابلے میں حیدر سے زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ ۱۷۷۹ء اور ۱۷۸۰ء کے دوران بمبئی کے ولیم ہارن بائی (W. HORNBY) اور اس کے رفقاء کے رویّہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں مختلف پریسیڈنسیوں میں انگریزوں کی خارجہ پالیسی میں علاقہ پرستی پہلی انگریز مرہٹہ جنگ تک ختم نہیں ہوئی تھی اور دوسری انگریز میسور جنگ ایک ہی پالیسی میں ضم ہوگئی تھی۔ حکومت مدراس حیدر کی مخالفانہ روش کے سبب مرہٹوں کے ساتھ صلح کی متمنی تھی جبکہ دوسری طرف ہارن بائی کی حکومت مرہٹوں سے برسرِ پیکار ہونے کی بنا پر حیدر کی دوستی کی خواہاں تھی اور اگر ممکن ہوتا تو وہ جنگ میں اس کا تعاون بھی چاہتے تھے۔ بمبئی کی حکومت کی ڈپلومیسی مدراس کی ڈپلومیسی سے نمایاں طور پر متضاد تھی لیکن انگریزوں کے خلاف عظیم وفاق کی تشکیل نے بمبئی کی حکومت کے لیے کسی حکمت عملی کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

مئی ۱۷۸۰ء میں بمبئی کونسل اور پریسیڈنٹ نے حیدر کے دربار میں ایک ریزیڈنٹ مقرر کرنے کی تجویز رکھی تھی تاکہ وہ ولندیزیوں اور فرانسیسیوں کے منصوبوں پر ضرب لگا سکے (ص ۱۶۵) ۱۸ فروری ۱۷۸۰ء اپنی کارروائی کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ہارن بائی جدید سیاسی واقعات کے پیش نظر اس اقدام کی فوری ضرورت پر زور دیتا ہے۔ اس کی تجویز تھی کہ حیدر کے پاس ایک سربرآوردہ شخص کو بھیجا جائے تاکہ اس کی دوستی اور تعاون حاصل کیا جا سکے۔ اُسے یقین تھا کہ اس سے واقعات موافقانہ موڑ لے لیں گے جو گوڈرڈ کے فوجی اقدامات کے موافق ہوگا اور انگریز اپنے نئے مقبوضات میں مؤثر استحکام حاصل کر لیں گے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس طرح حیدر کو انگریزوں کے ہاتھوں میں کھیلنے پر آمادہ کرے گا کیونکہ مرہٹہ طاقت اس کے

http://www.apnaorg.com

رشک اور حسد کا ایک اہم نشانہ تھی لیکن سب سے پہلے مالابار کے علاقے میں تمام سرگرمیاں ختم کرنا اور مالابار میں اس طرح معاملات طے کرنا بہت ضروری تھا جو انگریزوں کے تجارتی مفادات کے مطابق ہوں۔ اس مشن کے لیے اس نے اونور میں جارج ہارسلے (GEORGE HORSLEY) کو متعین کرنے کی تجویز رکھی۔ کونسل نے پریسیڈنٹ سے اتفاق کیا اور مدراس اور کلکتہ سے مشورہ کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس کی فوری منظوری دے کر حیدر کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کر دیا اور اس سے مناسب اجازت نامہ کی درخواست کی لیکن حیدر نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ جارج ہارسلے کی مجوزہ تقرری مجبوراً ختم کرنا پڑی (SEC & POL. DIARY 22/1780 PP. 79-83; 89-91)۔

اگر جارج ہارسلے حیدر سے ملنے گیا ہوتا تو شاید اس کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا جو مارچ ۱۷۸۰ء میں گرے کے ساتھ ہوا تھا جو حیدر کے پاس مدراس سے آیا تھا لیکن ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ تیلی چری میں بمبئی پریسیڈنسی کی ماتحت کام کرنے والی فیکٹری نے مشکلات پیدا کر دی تھیں جس نے حیدر کو مزید مشتعل کر دیا تھا۔ اگرچہ جارج ہارسلے اونور میں بے کار ہی راہ داری کا انتظار کرتا رہا۔ پھر بھی یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ بمبئی حکومت کی ہدایات کے مطابق تیلی چری کے کارخانے داروں نے مالابار میں ہونے والے ہنگامہ کے سلسلے میں ایک دلچسپ عرضداشت تیار کی تھی تاکہ ہارسلے سرنگاپٹم میں ہونے والی گفت و شنید کے وقت اس سے استفادہ کر سکے۔ اس دستاویز کی ایک تلخیص حسب ذیل ہے:

(SEC & POL. DEPT. DIARY NO 22/1780 PP. 297-305)

۱۷۶۶ء میں حیدر نے چیرہ کول کے شہزادہ کو معزول کر دیا جو تیلی چری چلا گیا جہاں وہ مارچ ۱۷۷۴ء تک بیکار پڑا رہا۔ اس زندگی سے تنگ آکر وہ حیدر علی کے پاس چلا آیا جہاں ماہر لسانیات ڈومنگو روڈریگز (DOMINGO RODRIGUEZ) کے رسوخ سے اسے کوٹی اوٹ کا علاقہ مل گیا۔ وہ دوبارہ پھر ۱۷۷۵ء میں سرنگاپٹم گیا اور کولاسٹریا کی جاگیر حاصل کر لی۔ اب وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا مخالف تھا۔ مارچ ۱۷۷۷ء میں اس نے ایک فوجی دستہ بھیجا جس نے انگریزی علاقہ میں لوٹ مار کی اور بعض باشندوں کو پکڑ لیا۔ بہرکیف اس کو اپنی دشمنانہ اور مخالفانہ سرگرمیوں سے باز رہنے پر آمادہ کر لیا گیا۔ اکتوبر ۱۷۷۸ء میں اس کے لوگوں نے پھر مطالبہ کیا کہ ان اضلاع کے سوا جو فرانسیسیوں کے حوالے کر دیے گئے ہیں بقیہ تمام اضلاع کی ملکیت ان کے حوالے کر دی جائے۔ جب مالابار کے علاقے میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی تو اسے حیدر کی جانب سے ہدایت ملی کہ وہ ماہی کے فرانسیسیوں کی مدد کرے۔ کارناڈ کے بوڑھے بادشاہ چار نمبیار اور دوسرے نائر سرداروں نے خفیہ طور سے تیلی چری کے کارخانے داروں کو یقین دلا دیا تھا

کہ اگرچہ حیدر کی جانب سے انہیں فرانسیسیوں کی مدد کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاہم وہ ایسا نہیں کریں گے بلکہ ضرورت پڑنے پر وہ اس کی بجائے انگریزوں سے کھلم کھلا آملیں گے۔ کوٹی اوٹ کے سابق حکمراں نے جو جنگل میں چھپا تھا انگریزوں کا ساتھ دینے کی پیشکش کی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ اس کے علاقے میں جو مراعات چاہیں گے وہ ان کو دے گا بشرطیکہ تیلی چری کے ارباب حل و عقد اس کو تحفظ دیں اور اس کی مدد کریں۔ دوسری طرف چیری کول کے شہزادہ فرانسیسیوں کی مدد کرنے لگا۔ فروری ۱۷۹۰ء میں اس نے اپنے علاقے کے مقبوضات سے انگریزوں کو جانے والی تمام ضروریات اور رسد روک دی۔ کوٹی اوٹ کے بوڑھے حکمراں، کارٹناڈ کے بوڑھے بادشاہ اور چار نمبیاروں نے اکٹھے ہو کر چیری کول پر حملہ کر دیا۔ ان کو انگریزوں کی طرف سے کچھ فوجی ساز و سامان بھی فراہم کیا گیا تھا۔ جب انگریزوں نے ماہی کا محاصرہ شروع کیا تو چیری کول کے حاکم نے ان کے پاس سامان اور رسد پہنچنے نہیں دی۔ انگریزوں کی مدد سے شورش پسند سردار اس کو چیری کول سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب رسد کی فراہمی تیزی سے ہونے لگی اور ۱۹ مارچ ۱۷۹۰ء کو انگریز ماہی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ چیری کول کے حاکم پر حریف سردار کا اتنا شدید دباؤ پڑ رہا تھا کہ اس کو کافی نقصان اٹھانے کے بعد نٹور کی طرف مجبور ہو کر لوٹ آنا پڑا۔ اور اس کو اس وقت نجات ملی جب حیدر کی طرف سے بلونت راؤ کمک لے کر پہنچا۔ پھر چیری کول کا حاکم اور بلونت راؤ کوٹی اوٹ کے راجہ نے اس کے حلیفوں پر حملہ کر کے ان کو منتشر کر دیا۔ اس کے بعد وہ کارٹناڈ گئے اور بوڑھے بادشاہ کو معزول کر کے اس کی جگہ اس کے بھتیجے کو تخت نشین کر دیا۔ کوٹی اوٹ اور کارٹناڈ کے ہنگاموں کے دوران بہت سے باشندوں نے کوٹی اوٹ اور کارٹناڈ کے سرداروں کی ناکامی کے بعد انگریزی علاقے میں پناہ لے لی تھی "کیونکہ پڑوسی علاقوں کے باشندوں کو ہمیشہ اس جگہ تحفظ ملا تھا۔ اور خاص طور سے ۱۷۶۶ء اور ۱۷۷۰ء کے برسوں میں جب نواب بغیر کسی آزردگی و خفگی کے خاص سبب کے اس علاقے میں آگ اور تلوار کا کھیل کھیلتا ہوا داخل ہوا تھا۔" افواہ گرم تھی کہ چیری کول کا حاکم اکتوبر ۱۷۹۰ء میں تیلی چری پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے رہندتیرہ (RHANDETERRAH) کے صوبے میں جنگ و جدل کا آغاز کر دیا تھا۔ ایک طرف انگریز اور دوسری جانب چیری کول کے حاکم اور کارٹناڈ کے نئے حکمراں کے درمیان جنگ جاری رہی۔ بہرکیف وہ انگریزوں پر فوقیت حاصل نہ کر سکے۔ تیلی چری کے دفاع کے لیے فیکٹری والوں نے یہ ضروری خیال کیا کہ کوڈل کے قلعہ سے لے کر مویلان کے قلعہ تک "کے انگریزی علاقے کے ارد گرد دفاعی چوکیوں کا ایک جال بچھا دیا جائے۔ چونکہ ان کی فوجی تعداد کم تھی اس لیے انھوں نے کوٹی اوٹ کے دو ہزار نائروں کی خدمات حاصل کر لیں جو انگریزوں کے مخالف حاکموں کے علاقوں سے گزر کر آئے تھے۔

http://www.apnaorg.com

ان حالات میں بارسلے کو مجوزہ سفارت کے لیے تیار رہنے کو کہا گیا تھا۔ کارخانہ داروں سے مزید کہا تھا کہ "جب چرکا کا حاکم فرانسیسیوں کی مدد کر رہا تھا اُس وقت کوٹی اوٹ کے حاکم نے اس پر حملہ کر دیا جس سے نواب کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ خفیہ طور سے ہم نے اس علاقہ میں انتشار کو ہوا دی ہے"۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ "نواب نے گذشتہ فروری (۱۷۶۶ء) میں ریسیڈنٹ کو لکھا تھا کہ اگر اصلی مجرم حاکم چیری کول کے حوالے کر دیے جائیں تو ہنگامے فرو ہو جائیں گے لیکن یہ بہانہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ ان میں سے بہت سے مر چکے ہیں اور بقیہ اپنے خاندانوں کے ساتھ علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں"۔ یہ واقعات کافی حد تک حیدر کے اس الزام کی تائید کرتے ہیں کہ تیلی چیری کے لوگ مالابار میں ہنگاموں کو ہوا دے رہے تھے۔

http://www.apnaorg.com

ضمیمہ ج

حیدر، کوٹ گفت و شنید

سر آئر کوٹ نے فروری ۱۷۸۲ء میں اپنی حکومت کو مطلع کیا کہ پریسیڈینسی میں مقیم حیدر کے قدیم وکیل نے اپنے ایک ملازم کو ایک خط میں لکھا ہے کہ انگریزوں کے ساتھ مصالحت کرلی جائے۔ حیدر کا خیال تھا کہ اپنی جانب سے سلسلہ جنبانی ہونے . . . . سے اسے انگریزوں کے صحیح جذبات . . . . کا پتہ چل جائے گا۔ کوٹ کے خط کا مفہوم یہ تھا کہ حیدر انگریز فوج، انگریز قوم اور انگریزی بحری طاقت سے آگاہ ہے اور وہ اس سے بھی پوری طرح باخبر ہے کہ کیا کیا ہو چکا ہے۔ قدیم وکیل کے خط کا مطلب یہ تھا کہ "حیدر خاص طور سے امن و دوستی کا ایک معاہدہ کرنا چاہتا ہے" اور وہ انگریزوں کے ارادوں کو جاننے کا خواہشمند ہے۔ کوٹ نے اپنے جواب میں کہا تھا کہ مدراس آنے کے فوراً بعد اس نے تجویز رکھی تھی کہ قیدیوں کا باہمی تبادلہ کرلیا جائے یا اس شرط پر عام رہائی کا اعلان کیا جائے کہ جنگ کے دوران وہ اس کے خلاف نہیں لڑیں گے اور اس نے قیدیوں کے ساتھ عام بے رحمانہ اور غیر انسانی سلوک کا بھی حوالہ دیا تھا۔ حیدر نے تب یہ تجاویز یہ کہہ کر رد کر دی تھیں کہ وہ ہندوستانی اقدار و روایات کے مطابق نہیں ہیں لیکن وہ حیدر کو اس شرط کے منوانے کے لیے اصرار کر رہا تھا تاکہ اس کی دوستی کا ایک واضح ثبوت مل جائے اور وہ بنگال کی حکومت سے درخواست کر سکے کہ اس کے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان ایک دوستانہ معاہدہ کرلیا جائے۔ (خفیہ روئدادیں مورخہ ۴ مارچ ۱۷۸۲ء ص ۴۴۳)۔

کوٹ کے اس مراسلہ کے جواب میں سیکرٹ کمیٹی نے اسے مطلع کیا کہ چونکہ پیشوا کے ساتھ معاہدہ ہو گیا ہے اور ویسا ہی معاہدہ حیدر کرنا چاہتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس گفت و شنید سے پونا کی حکومت کو غلط فہمی ہو جائے لہٰذا اس کو شریکِ معاہدہ کرنے سے پہلے تمام شرائط پیشوا کو بھیج دی جائیں تاکہ وہ ان پر غور و خوض کر سکے۔ مزید برآں وہ اس جنگ میں بغیر کسی ایسے دعوے یا مطالبہ کے شریک

http://www.apnaorg.com

ہوا تھا۔ لہذا انگریز بھی کسی نقصان کی تلافی کا کوئی مطالبہ نہ کریں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ فرانسیسیوں سے قطع تعلق کرے اور اپنی مدد کے لیے بلائی ہوئی فرانسیسی فوج کو معطل کر دے۔ کوٹ کو مزید اطلاع دی گئی تھی کہ "تمہیں اس بات کا بھی دھیان رہنا چاہیئے کہ عین ممکن ہے کہ اس خط کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے مرہٹوں کے ساتھ عملی طور پر معاہدہ کی تکمیل ہو چکی ہو جو ہم کو یقیناً حیدر علی کے ساتھ کسی علیحدہ یا بزور ات معاہدہ کرنے سے باز رکھے گا" (خفیہ روئداد میں ۱۸ مارچ ۱۷۸۲ء)۔ یہاں اس بات کا تذکرہ مناسب ہوگا کہ انگریز، مرہٹہ معاہدہ کے سلسلہ میں گفت و شنید تو کافی عرصے سے چل رہی تھی لیکن یہ معاہدہ مئی ۱۷۸۲ء سے پہلے نہیں ہو سکا اور اس کی توثیق پونا دربار نے مزید سات ماہ بعد کی تھی۔

۱۹ جون ۱۷۸۲ء کو محمد عثمان نامی ایک شخص حیدر کی طرف سے انگریز جنرل سے ملاقات کے لیے پہنچا۔ اس کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ انگریز جنرل کو مطلع کر دے کہ حیدر مصالحت کرنے پر آمادہ ہے اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ایک دوستانہ معاہدہ کرنا پسند کرے گا۔ جواب میں کوٹ نے کچھ عرصہ پہلے ہونے والے معاہدہ سلبائی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ بات چیت کرنے کے لیے اس معاہدہ کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے لیکن اس سے پہلے وہ کرناٹک سے اپنی تمام فوجیں واپس بلائے اور فرانسیسیوں سے رشتہ توڑ لے۔ محمد عثمان نے کہا کہ اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی بشرطیکہ ترچناپلی پر میسور کے مطالبے کی توثیق معاہدہ کی ان شرائط کے مطابق کر دی جائے جو اس ضمن میں مذکور ہیں۔ کوٹ نے اعلیٰ حکومت کو لکھا کہ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں اس وقت جبکہ یوروپ میں حالات سے نپٹنے کے لیے ہمیں توازن کی سخت ضرورت ہے کیا اس قسم کا کوئی معاملہ ہماری قومی اہمیت کو کم تو نہیں کر دے گا" (خفیہ روئداد میں ۸ جولائی ۱۷۸۲ء)۔

وارن ہیسٹنگز اور کونسل نے جواب میں لکھا (خفیہ روئداد میں ۸ جولائی ۱۷۸۲ء) کہ "کرناٹک میں امن کا قیام چاہے جتنا ضروری ہو اور اس مقصد کے حصول کے لیے چاہے جتنی قربانیاں دینی مناسب معلوم ہوں تاہم ہم کو کسی طرح حیدر کے ساتھ ایسی نئی شرائط طے نہیں کرنی چاہئیں جن سے اس علاقہ میں وہ اسی طرح پاؤں جمائے رہے یا ہمیں اس کو مزید علاقہ دینا پڑے۔ ترچناپلی اس کے حوالے کرنے سے کرناٹک کے جنوبی علاقے میں اُسے جو اقتدار حاصل ہو جائے گا اس سے اُسے تقویت ملے گی اور از سرِ نو جنگ چھیڑنے پر آمادہ ہو جائے گا اور وہ اپنے آپ کو برتر سمجھنے لگے گا۔ اس لیے حیدر کی اس درخواست اور اسی قسم کی دوسری درخواستوں کا قطعی جواب نفی میں دیا جائے اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ پیشوا کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی اس دفعہ کو بالکل چُپ چاپ اور بغیر کسی شرط کے تسلیم کر لے جو بحالت موجودہ اس سے متعلق ہے"

http://www.apnaorg.com

کوٹ کے نام حیدر نے اپنے خط مورخہ یکم جولائی ۱۷۸۲ء (SEE. PROGS مورخہ ۸ اگست ۱۷۸۲ء ص ۲۴۴۰ء) لکھا تھا کہ "اس کے خط کے موصول ہونے سے پہلے چار پانچ خط مجھے موصول ہوئے تھے لیکن نہ تو ان میں نہ ہی اس خط میں اور نہ ہی محمد عثمان کے ساتھ زبانی گفت و شنید میں صلح و دوستی کی شرائط واضح کی گئیں۔ یہ پوری طرح ظاہر ہے کہ برسوں کی جنگ جس میں بہت زیادہ خوں ریزی ہوئی ہے بلا وجہ نہیں لڑی گئی تھیں۔ آپ سمجھ بوجھ اور عقل و فہم والے آدمی ہیں اور اگر آپ امن چاہتے ہیں تو سری نواس راؤ کو ان شرائط سے مطلع کر دیجئے جن پر صلح کی جا سکے۔"

کرنل بریتھ ویٹ کو بھی حیدر نے سلسلہ جنبانی کا ذریعہ بنایا تھا اور اسے بھی برطانوی جنرل نے مطلع کیا تھا (SEE. PROGS ۱۲ اگست ۱۷۸۲ء ص ۲۴۷۸) کہ "موجودہ گفت و شنید کی بنیاد وہ سابق معاہدہ ہونا چاہیئے جو ہمارے اور مرہٹوں کے درمیان ہوا تھا اور جس میں نواب بہادر حیدر علی خاں بھی شامل ہیں۔ اگر یہ معاملہ طے ہو جاتا ہے تو دوسرے معاملات پر غور کیا جا سکتا ہے۔"

حیدر علی اور کوٹ کے نمائندہ وکیل سری نواس راؤ کے درمیان ایک ملاقات میں (فارسٹ III) حیدر نے اپنے مطالبات میں نرمی پیدا کر دی تھی اور وکیل سے کہا تھا کہ "میں یہ نہیں کہتا کہ ترچناپلی اور مدورا مجھے دے دیے جائیں لیکن بعض جگہوں پر چونکہ صوبہ ڈنڈیگل کے خطے کی حدود ضلع ترچناپلی کی حدود سے خلط ملط ہیں لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ معاملہ مناسب طریقے سے سلجھا لیا جائے۔" اس نے محمد علی اور سنڈرس کے درمیان ہونے والے واقعات کا ذکر بھی کیا۔

ان حالات میں کوئی واضح تصویر ابھر کر سامنے نہیں آ سکتی تھی اور گفت و شنید کا خاتمہ تقریباً ناگزیر ہو گیا تھا۔ پورنیا کے بیان کی بنیاد پر ولکس لکھتا ہے کہ دسمبر ۱۷۸۱ء میں حیدر نے انگریزوں کے جنگ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔ جو الفاظ اس کی طرف دراصل منسوب کیے گئے یہ ہیں: "میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میں نے شراب کا ایک گھونٹ ایک لاکھ پگوڈا کا خریدا ہے۔ میرے اور انگریزوں کے درمیان رنجش اور بدگمانی تو تھی تاہم جنگ کے لیے کوئی کافی سبب نہ تھا۔ محمد علی کے بجائے میں ان کو اپنا دوست بنا سکتا تھا۔" اگر حیدر کے سوچنے کا انداز سچ مچ یہی تھا تو فروری سے اگست ۱۷۸۲ء کے درمیان جب اسے موقع ملا تھا تو وہ حالات کے پیش نظر جنگ ختم کر سکتا تھا لیکن اس کے برعکس وہ تنجور ترچناپلی کے خطے میں اپنے علاقائی مطالبات کا برابر حوالہ دیتا رہا۔ ایک سیاستدان کو اگر سچ مچ یقین ہو جائے کہ وہ اب تک غلط پالیسی پر عمل پیرا رہا ہے تو وہ اس طرح افسوس کا اظہار نہیں کرتا۔ یہ الفاظ یا تو پریشانی کے عالم میں اس کے منہ سے نکل گئے ہوں گے یا ان کا مفہوم کچھ دوسرا ہوگا۔ سفرن نے اس کا اعتماد بحال کر دیا

http://www.apnaorg.com

تھا اور ایک فوج کے ساتھ لبسی کی متوقع آمد نے اس کی بے جان امیدوں کو نئی زندگی اور تازگی بخش دی تھی۔ وہ اب کوٹ کے ساتھ اپنی گفت و شنید میں ان مطالبات کا حوالہ دے سکتا تھا جو وہ فرانسیسیوں سے کر رہا تھا اور انگریزوں کے مطالبات رد کر سکتا تھا۔

"ایشیا میں سابق جنگ کی یادداشتیں" کے مصنف (دوم ص ۴۳۔۴۴۔۴۲) صلح کی اس گفت و شنید کو ایک نیا رنگ دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کوٹ جسے امن و جنگ کے اختیارات حاصل تھے حیدر کو معاہدہ سلبائی کا پابند بنانا چاہتا تھا اور لارڈ میکارٹنی اور مدراس کی حکومت سے آزاد ہو کر گفت و شنید جاری رکھنے کے لیے کوٹ نے مدراس سے کوچ کیا اور حیدر سے رابطہ قائم کیا لیکن ڈپلومیسی کے فن میں وہ میسوری حکمراں کا مدمقابل نہیں تھا۔ وہ اس سے دھوکہ کھا گیا۔ حیدر نے بات چیت کا سلسلہ اتنا طویل کر دیا کہ کوٹ کی فوج نہ صرف اپنے چاول کے ذخائر کھا گئی بلکہ محافظ افواج کے ذخائر بھی ختم کر دیے۔ اس کے بعد حیدر نے گفت و شنید سے کنارہ کشی کر لی اور جنرل کو بے دست و پا بنا دیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ گفت و شنید فروری ۱۷۸۲ء سے جاری تھی اور ایک مرحلہ پر کوٹ حیدر کی شرائط پر ایک معاہدہ کرنے کے لیے کوشاں تھا۔ جو کچھ یہ مصنف کہتا ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس فقرے کا اطلاق گفت و شنید کے آخری مرحلہ پر ہو سکتا ہے۔

http://www.apnaorg.com

ضمیمہ د

جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک

پلور کی پہلی جنگ اور اناگڈی کے مقام پر بریتھ ویٹ کی شکست کے بعد برطانوی فوج کے کچھ افسر اور سپاہی حیدر علی نے قید کر لیے۔ سفرن نے بھی بہت سے بحری سپاہیوں اور ملاحوں کو قید کر کے حیدر علی کے حوالے کر دیا تھا۔ حیدر نے بنگال فوج کے سرجنٹ کرسٹی کی طرح انگریزوں کی فوج سے بچھڑ جانے والے یا پیچھے رہ جانے والے سپاہیوں کو بھی پکڑ رکھا تھا۔ سنہ ۱۷۸۲ء میں ایروڈ میں پکڑے جانے والے دو انگریزوں نے میسور میں اسلحہ سازی کا پیشہ اپنا لیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو حیدر کا قیدی سمجھتے تھے۔ قید کیے جانے والے بہت سے سپاہیوں نے لالچ میں آ کر حیدر کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ہندوستان میں عام سپاہیوں کو قیدی بنانے کا دستور نہیں تھا۔

"ایشیا میں سابق جنگ کی یادداشتیں" کا مصنف ان یورپی جنگی قیدیوں کی تکالیف کے بارے میں بہت تفصیل سے لکھتا ہے جو حیدر کے ہاتھوں قید ہو گئے تھے۔ پہلا الزام غیر انسانی سلوک کا ہے۔ بیلی کی شکست کے بعد حیدر کے سپاہیوں نے زخمیوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی اور بعض انگریزوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ہم وطنوں کے بریدہ سروں کو لے چلیں لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے (جلد دوم ص ۳) کہ "انسانی جذبہ سے متاثر ہو کر حیدر نے یہ حکم صادر کر رکھا تھا کہ جب انگریز اس کے پاس موجود ہوں تو انگریز فوجیوں کے سر کاٹ کر اس کے سامنے نہ لائے جائیں۔" جب ہم اس پر لگائے جانے والے بہیمانہ سلوک کے الزامات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو چند دلچسپ فقرے ملتے ہیں۔ "بعض انگریز افسروں کو پالکی میں بلا پردہ لے جایا گیا۔" پالکی یا ڈولی غیر انسانی سواری ہے۔ "ہر شخص کو ایک سیر چاول، تھوڑا کچا گوشت، ایک چمچہ گھی، شوربا تیار کرنے کا تھوڑا سا سالن، آدھا چمچہ نمک اور دو یا تین لکڑیاں بطور راشن دی جاتی تھیں" (ص ۲۳) ان افسروں کے ہر ملازم کو روزانہ

http://www.apnaorg.com

تین ٹکے، ایک سیر چاول اور تھوڑا سا نمک" ملتا تھا۔ ایک جگہ وہ بڑی نمایاں مضحکہ خیزی کے ساتھ یہ لکھتا ہے کہ افسروں کو شراب، چائے، شکر یا دوسری سہولیات کے بغیر گذارہ کرنا پڑا۔ سب سے زیادہ سنگین الزامات یہ ہیں کہ ان کو بعض اوقات ننگی زمین پر سونا پڑا اور ان کو بیڑیاں پہنا دی گئیں۔

حیدر نے خود بڑے غصّے کے عالم میں اس الزام کی تردید کی کہ اس نے یوروپی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس نے سر آئر کوٹ کے وکیل سری نواس راؤ کو بتایا تھا کہ "انھیں کھانے پینے اوڑھنے پہننے کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اپنی جانب سے آپ کسی کو معائنہ کرنے کے لیے بھیج دیجیے۔ بریتھ ویٹ جو تنجور کے علاقے میں مقید ہوا تھا وہ لشکرگاہ میں موجود ہے۔ اسے آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔ ایک بھیڑ دو نس آدمیوں کو روزانہ خوراک ہے اور بعض لوگ جب آپ کے ساتھ تھے تو دبلے پتلے تھے اور جب سے وہ میرے پاس ہیں موٹے تازے ہو گئے ہیں۔ انھوں نے جو کچھ بھی آپ کو بتایا ہے وہ سب غلط ہے۔ ان کو یقیناً بڑھیا اور عمدہ کپڑے نہیں مہیا کیے جاتے ہیں۔ ان کو گزارہ لائق سفید سوتی کپڑے فراہم کیے جاتے ہیں"۔ (ذفارسٹ جلد دوم)۔

بعض نوجوان قیدیوں کا ختنہ کرا دیا گیا اور انھیں مسلمانوں کی پوشاک پہنائی گئی اور ان کو یوروپی مسلمان کہا گیا۔ ان میں سے ہر ایک کو رسد اور کپڑوں کے ساتھ ساتھ روزانہ ایک قدیم فنم دیا جاتا تھا اور ان کو چیلا بٹالین کو تربیت دینی پڑتی تھی۔ حیدر نے یوروپی قیدیوں کو ترغیب دی تھی کہ وہ اس کے پاس ملازمت کر لیں۔ حیدر نے "ایشیا میں جنگ" کے مصنّف کو جو اُس وقت اُس کی قید میں تھا یہ پیشکش کی تھی کہ اگر وہ اُس کی ملازمت اختیار کر لے تو وہ اس کو تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ دے گا۔

اس بات کے مدِّنظر کہ اپنے قیدیوں کے ساتھ ٹیپو کی بدسلوکی کے بارے میں بہت کچھ سنا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو زہر دینے کا الزام بھی عائد کیا گیا ہے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ یہی مصنّف کہتا ہے کہ ٹیپو نے اپنے ولیعہدی کے زمانے میں اپنے قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ (ص ۸۳) اور ان کی طرف ضروری توجہ کی (ص ۱۱۴) MS. EUR.E.87 ہم کو یوروپی قیدیوں کے ساتھ حیدر کے سلوک کے بارے میں حسب ذیل بیان دیتا ہے: "حیدر بعض اوقات اپنے قیدیوں کے ساتھ معمول سے زیادہ سختی کا سلوک کرتا تھا۔ اُس نے حکم دیا تھا کہ تمام یوروپی قیدیوں کو بیڑیوں میں رکھا جائے ۴۴ افسروں کو بنگلور میں سو فیٹ کی ایک رہائش گاہ میں قید کیا گیا تھا جس کی دیواروں کے ساتھ انھیں چھوٹی جھونپڑیاں بنانے کی اجازت دی گئی تھی جو دو آدمیوں کی رہائش کے لیے کافی تھیں۔ ہر شام انھیں احاطے میں گھومنے پھرنے کی اجازت دی جاتی تھی تاکہ ان کی صحت ٹھیک رہے۔ ہر شخص کو چاولوں کی ایک

http://www.apnaorg.com

خاص مقدار اور تھوڑا سا گھی ملتا تھا۔ اس کے علاوہ ان کو روزانہ چار بیڑیں دی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ ہر ایک قیدی کو صرف ۹ کیش دیے جاتے تھے جبکہ ۱۲ کیش کا ایک مدراسی فنم ہوتا ہے۔ اُن کی کپڑوں کی الماری میں کھادی کے موٹے کپڑے کی چند قمیصیں اور تہبند ہوتے تھے۔ ان کے پاس جُوتے نہیں تھے لیکن عادی ہو جانے کے بعد انھیں اس پریشانی و دِقت کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ ان کے محافظ ان سے تہذیب سے پیش آتے تھے۔")

http://www.apnaorg.com

ضمیمہ س

کتابیات :

انگریزی : غیر مطبوعہ دستاویزات :

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا

محکمہ خارجہ کی دستاویزات :

سلیکٹ کمیٹی کی روئدادیں ۱۷۶۷ء تا ۱۷۷۲ء

خفیہ روئدادیں ۱۷۷۳ء تا ۱۷۸۲ء

عملی طور پر ۱۷۶۶ء سے پہلے حیدر علی سے متعلق کوئی دستاویز نہیں ہے۔ ۱۷۸۰ء تا ۱۷۸۲ء کی خفیہ روئدادوں میں منسلک سر آئر کوٹ اور سر ایڈورڈ ہنس کے سرکاری خطوط سے دوسری انگریز میسور جنگ کے متعلق انگریزوں کے نظریات اور ان کی رائے یکطرفہ ہونے کے باوجود انتہائی تسلی بخش ہیں۔

حکومت مدراس کا محکمہ دستاویزات :

فوجی مشاورتیں، ۱۷۶۰ء تا ۱۷۸۲ء

فوجی محکمہ : انگلستان کو بھیجے جانے والے مراسلات ۱۷۵۶ء سے

فوجی محکمہ : انگلستان سے آنے والے مراسلات ۱۷۵۹ء سے

مدراس کے محکمہ کی دستاویزات میں حیدر کے متعلق کافی معلومات ہیں۔ ان میں دیسی طاقتوں سے برطانوی تعلقات کا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۷۶۹ء تک انگریزوں اور حیدر کے تعلقات کے بارے میں ہمارا واحد ماخذ مدراس کی دستاویزات ہیں۔

فوجی مشاورتوں میں ہمیں نہ صرف فوجی معاملات کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں بلکہ فرانسیسیوں

http://www.apnaorg.com

کے ساتھ حیدر کے روابط، نظام سے اس کے تعلقات، انگریز دشمن وفاق کی تشکیل، اس کے محاصل، اس کے فرانسیسی ملازمین کا ذکر اور دوسرے اہم موضوعات پر بھی قابل قدر معلومات ملتی ہیں۔

انڈیا آفس:

اورمے مخطوطات:

نمبر ۸ - مورخہ ۵ مارچ ۱۷۶۱ء کو حیدر علی اور مرہٹوں کے درمیان جنگ کے بارے میں مسٹر اسٹوارٹ کی رائے۔

نمبر ۳۳ - گورنر اور بمبئی کونسل کے نام جان اسٹریچی کے اقتباسات مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۷۶۵ء

نمبر ۳۳ (۵) - جوزف اسمتھ بنام اورمے - حیدر علی کے خلاف مہم

نمبر ۳۳ (۷) - ستمبر ۱۷۶۶ء اور اکتوبر ۱۷۶۸ء کے درمیان ہونے والے واقعات - اس کا ثبوت کہ حیدر علی کے ساتھ ہونے والی مہمات میں اورمے اپنی تاریخ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتا تھا۔

نمبر ۳۳ (۹) - جنرل جوزف اسمتھ کے استعفیٰ کی پیشکش سے متعلق خط و کتابت

نمبر ۴۸ - حیدر علی کے ساتھ جنگ کے دوران کرنل وڈ کے فوجی کردار کا خاکہ - مدراس دستاویزات سے اقتباسات۔

نمبر ۹۴ (۲) - ۶ جون سے ۲۵ جولائی ۱۷۶۸ء تک حیدر کے ساتھ ہونے والی پہلی جنگ کا بیان

نمبر ۹۴ (۳) - مل باگل کی پہاڑی پر حملہ کے بارے میں کیپٹن میتھیوز کے تاثرات

نمبر ۱۰ - حیدر کے ساتھ جنگ کا بیان آغاز جنگ سے ۲۳ فروری ۱۷۶۹ء تک مدراس کا ایک خط۔

نمبر ۲۷ - حیدر کے کردار کا ایک خاکہ از پارکنس

نمبر ۹۲ - اورمے کے نام حیدر کا نجی خط حیدر کی بڑھتی ہوئی عظمت کا حوالہ دیتا ہے - بتاریخ فروری ۱۷۷۵ء۔

نمبر ۲۱۵ - بریگیڈیر جنرل جوزف سمتھ کا جرنل اور آرڈرلی بک - ۱۵ فروری ۱۷۶۷ء - ۲ اپریل ۱۷۶۹ء

مخطوطہ FUR.E ۸۶:

حیدر علی خاں کے ساتھ دوسری جنگ کا بیان ص ۲۵۸

یہ بیان ۱۷ اگست ۱۷۸۰ء سے ۲ ستمبر ۱۷۸۱ء تک کے عرصہ کا احاطہ کرتا ہے جو مندرجہ ذیل ادھورے جملے کے ساتھ ختم ہوتا ہے "سات بجے شام فرانسیسی بحری بیڑہ جنوب کی جانب روانہ ہوا۔ وہ اب بھی

http://www.apnaorg.com

ہمارے جہاز کے عقب میں ......"

اس تصنیف کی کوئی تاریخ نہیں ملتی لیکن بعض جنگوں کا بیان سر آئر کوٹ کے بیان سے اس قدر ملتا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ مصنف کی سرکاری رپورٹوں تک رسائی ہوگی۔ دستاویز پر پنسل سے لکھا ہے "میسور کی جنگ سے متعلق میکارٹنی کے کاغذات ۳۲۹"

محکمۂ دستاویز حکومت بمبئی:

بمبئی آرکائیوز میں حیدر علی سے متعلق دستاویزات کی ایک مکمل فہرست مجھے ڈاکٹر وی، جی، دیگھے نے ارسال کی تھی۔ میں نے اس فہرست کے بعض مخطوطات کی ٹائپ شدہ نقلیں بھیجنے کی درخواست کی تھی، جسے فوری شرف قبول ملا۔ بمبئی آرکائیوز میں موجود بعض دستاویزات کی نقول مدراس آرکائیوز میں بھی دستیاب ہیں۔ میرا خیال تھا کہ بمبئی کے دستاویزات انگریزوں کے خلاف وفاق کی تشکیل پر زیادہ روشنی ڈالیں گے لیکن مجھے مایوسی ہوئی۔

انگریزی مطبوعہ تصانیف:

اورمے، ہندوستان میں فوجی معاملات کی تاریخ، جلد اوّل و دوم

اورمے جن واقعات کا بیان کرتا ہے ان کا وہ عینی مشاہد ہے۔ اس تواریخ میں ۱۷۶۱ء تک کے حالات ہی اس میں درج ہیں۔ حیدر کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اصل واقعات پر مبنی ہے اس لیے وہ اور بھی گراں قدر ہیں۔ اس وقت کے حالات میں ابہام کے باوجود اورمے اس دَور کی واضح تصویر کشی کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

آنند رنگا پلائی کی ڈائری:

"اس حوصلہ مند اور ذہین ہندوستانی کا مشاہدہ بہت اچھا تھا۔ وہ پانڈیچری میں ہونے والے واقعات ضبط تحریر میں لاتا رہا اور ایسے دوسرے تاریخی واقعات بھی لکھتا رہا جن کا اثر ہندوستان میں فرانسیسی دار الخلافہ پر ہوتا تھا۔ اس ڈائری کی انگریزی میں ۱۲ جلدیں ہیں لیکن میرے لیے صرف جلد ہفتم و جلد دوازدہم ہی کارآمد ثابت ہوئیں۔ اس ڈائری کا مصنف بعض اوقات بازاری افواہیں بھی قلمبند کر دیتا ہے اور کئی جگہ معمولی واقعات کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کر دیتا ہے۔ ان صورتوں میں ہماری رہنمائی صرف قرائن سے ہی ہو سکتی ہے۔

ولکس: میسور کے تاریخی حالات جاننے کے لیے جنوبی ہند کے تاریخی خاکے تین جلدیں ۱۸۱۰ء تا ۱۸۱۴ء۔ ولکس کہتا ہے کہ تاریخی حالات جمع کرنے کی اسے ترغیب ہوئی لیکن "اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ

http://www.apnaorg.com

ہم عصروں کے پاس جو عینی مشاہدہ پر مبنی تاریخی معلومات ہیں ان کو مستقبل کے مؤرخین کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ تحریری مواد کا جائزہ بھی لینا پڑا۔ ولکس کی جلدیں ہمارے لیے صرف تحریری مواد کے لحاظ سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں لیکن جہاں ہم عصروں کے عینی مشاہدات اور بیانات کا ذکر ہے وہ حصّہ بہت ہی اہم اور قیمتی ہے۔" میں نے صرف انھیں ذہین لوگوں کے بیانات قلمبند کیے ہیں جن کا مشاہدہ بہت تیز تھا اور جنھوں نے واقعات کا خود مشاہدہ کیا تھا۔" یہ کھانڈے راؤ کے خاندان اور خاص طور پر بوچے راؤ کا بیان ہے جو اس وقت ۱۶ سال کا تھا اور جسے پوری صراحت سے تفصیلات یاد ہیں۔" رانی لکھمی جس سے راجہ نے ۱۷۶۱ء میں شادی کی تھی ایک حساس اور دلکش بوڑھی خاتون تھی جس کے اپنی ذاتی زندگی کے واقعات سے متعلق بیانات بہت زیادہ دلچسپ اور ذہانت پر مبنی ہیں"۔ ایسے بیانات ولکس کی تصنیف میں کثرت سے ملتے ہیں۔ اندرونی تاریخ یعنی ذاتی اختلافات اور رقابتوں کا جال جو شاید دوسری صورت میں ظاہر نہ ہو پاتا اب ایک زندہ تصویر کی طرح نمایاں ہے۔ ان میں مختلف طاقتوں کے اپنے مفادات کے لیے وضع کردہ اصولوں، ان کی حکمت عملی اور طریقہ کار کے متعلق بھی کافی مواد جمع ہے۔ معلومات کے یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کہیں کہیں نامکمل، مبہم اور غیر واضح ہیں اور بعض اوقات متضاد بھی ہیں۔ کبھی کبھی ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی متبادل نہیں رہ جاتا کہ ہم موازنہ کریں اور قیاس سے کام لیں۔ تاہم بہت سے نمایاں قصوں کی قیمتی تفصیلات کو صرف اسی طریقے سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے پاس حقائق کی معلومات بہتر ہوں لیکن ولکس ہم کو ایک جیتی جاگتی تصویر فراہم کرتا ہے۔

"ایشیا میں سابق جنگ کی یادداشتیں اور ہمارے افسروں اور سپاہیوں کی تکالیف اور قید و صعوبت کے بیان"۔ اس کا مصنف کرنل بیلی کی فوج کا ایک افسر ہے۔ لندن ۱۷۸۸ء

مصنف کا مقصد یہ تھا کہ وہ "نہ صرف ہماری اپنی بلکہ ہمارے دشمنوں کی بہادری اور شجاعت کو بیان کرے اور ہماری فوج میں اپنے ہم وطنوں اور دوسروں کی خصوصیات اور مشکلات کو خاص طور سے بیان کرے"۔ اس نے مواد اور معلومات کے لیے انتہائی قابل اعتماد تحریری یادداشتوں اور انتہائی دیانتدار اشخاص پر بھروسہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حیدر کے یوروپی قیدیوں کے سلسلہ میں یہ اہم ترین ماخذ ہے۔

۴ ستمبر ۱۷۹۹ء کو گورنر جنرل اور کونسل کے حکم کے مطابق تیار کردہ ملک کے اندرونی انتظام، وسائل اور حکومت میسور کے مصارف کی رپورٹ۔ از لفٹیننٹ کرنل مارک ولکس، فورٹ ولیم مورخہ ۱۳ مئی ۱۸۰۰ء۔

حیدر علی کے عہد میں ملکی انتظام و انصرام کے لیے یہ کتاب ایک ناگزیر ماخذ ہے۔ وہ اکثر و بیشتر

http://www.apnaorg.com

حیدر کے دورِ حکومت میں نافذ انتظامی نظام کا حوالہ دیتی ہے۔ میں نے نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں اس کتاب کا نسخہ دیکھا ہے۔

بارہ محل دستاویزات: حصہ پنجم۔ جائداد۔ مدراس ۱۹۱۳ء

یہ حکومت مدراس کے محکمۂ دستاویز کی اشاعت ہے اور اس میں ۱۷۹۲ء تا ۱۷۹۹ء ارضی محاصل کے انتظام کے متعلق کیپٹن منرو، کیپٹن میکلیوڈ ایسے ماہرین کے بیانات شامل ہیں۔ یہ دستاویزات انعامی امداد پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔ ان میں حیدر کے انتظامیہ کے متعلق کثرت سے حوالے دیے گئے ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات کے متعلق ہاؤس آف کامنز کی سیکرٹ کمیٹی کی پانچویں رپورٹ ۱۸۱۲ء ایڈیشن ڈبلیو، کے، فرمنگر جلد سوم (آر، کیمبرے)

ضمیمہ نمبر ۲۳، ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ مالابار اور کنارا میں حیدر کے انتظامیہ کے بارے میں ہم کو اہم معلومات بہم پہنچاتے ہیں اور حیدر کی پالیگار پالیسی پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔

فارسی خط و کتابت کی تقویم۔ جلد ۵، ۶۔ محکمۂ شاہی دستاویز:

۱۷۷۹ء تا ۱۷۸۲ء کے مرہٹہ میسور تعلقات کے لیے یہ ہماری معلومات کا اہم ترین ماخذ ہے۔ اس میں سب سے اہم خطوط وہ ہیں جو مدھوجی بھونسلے کو لکھے گئے یا مدھوجی بھونسلے کی جانب سے بھیجے گئے تھے۔

۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۳ء میں صوبہ مالابار کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے بنگال اور بمبئی کے مشترک کمیشن کی رپورٹ۔ فورٹ سینٹ جارج گزٹ پریس۔ طبع دوم ۱۸۶۲ء۔

اگر یہ رپورٹ سر جان شور کے ۱۴ر فروری ۱۷۹۳ء کی یادداشت (نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، او، سی، فروری ۱۴ر ۱۷۹۳ء) کے ساتھ پڑھیں تو مالابار میں حیدر کے انتظام و انصرام کی ایک اطمینان بخش تصویر فراہم ہو سکتی ہے۔

ایسٹ انڈیا کا فوجی خزانہ (ڈم ڈم ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۳ء) ٹی۔ ڈی۔ پیرس کے خطوط۔

برطانوی ہند کا فوجی خزانہ ۱۸۳۲ء

بنگال کے توپ خانہ کے متعلق کرنل تھامس ڈین پیرس کی یادداشت۔

فارسٹ، گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے سرکاری کاغذات سے انتخاب، ۳ جلدیں، کلکتہ ۱۸۹۰ء

فارسٹ، خطوط، مراسلات اور دوسرے سرکاری کاغذات کا انتخاب (مرہٹہ سیریز) بمبئی ۱۸۸۵ء

http://www.apnaorg.com

لو، قدیم مدراس کے آثار، ۲ جلدیں، لندن ۱۹۱۳ء

ڈبلیو، جے، ولسن، مدراس فوج کی تاریخ جلدیں اوّل و دوم، مدراس ۱۸۸۲ء

جینس اور بنابی، پونا کو تیسری انگریزی سفارت، مشتمل بر ڈائری و خطوط موسٹن

، ، ، بڑودہ کے گائیکواڑ (انگریزی دستاویزات) جلد ۱۔۳

رام چندر راؤ، حیدر اور ٹیپو کے سوانح (۱۸۴۹ء) مترجمہ سی، پی، براؤن

ہینڈرسن، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے سکے، مدراس ۱۹۲۱ء

کالڈویل، ٹائنی ولی کی تاریخ

پانیکر، مالابار اور ولندیزی، ۱۹۳۱ء

مل، برطانوی ہند کی تاریخ، جلد سوم و چہارم (پانچواں ایڈیشن)

ایم، ایم، ڈی، ایل، ٹی، حیدر شاہ اور ٹیپو سلطان کی تاریخ (ترجمہ پر نظر ثانی اور تصحیح از شہزادہ غلام محمد) کلکتہ ۱۹۰۸ء۔

اسٹوارٹ، حیدر علی کے سوانح، ۱۸۰۹ء

رابسن، حیدر علی، ۱۷۸۶ء

ایشیاٹک سالانہ رجسٹر، ۱۸۰۰ء۔ اس میں حیدر علی خاں کے عروج کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

ولنگٹن کے مراسلات کا انتخاب، اوون، کلیرنڈن پریس ۱۸۸۰ء

فیلڈ مارشل ڈیوک ولنگٹن کے مراسلات، ۱۷۹۹ء تا ۱۸۱۸ء، لفٹیننٹ کرنل گروڈ جلد اوّل لندن ۱۸۳۷ء۔

میسور گزیٹیر، رائیس، دوسرا ایڈیشن ۱۸۹۷ء

شمالی ارکاٹ کا ایک کتابچہ۔ اے، ایف، کوکس ۱۸۸۱ء

جنوبی ارکاٹ ، ، ۔ جے، ایچ، گرسٹن ۱۸۷۸ء

چنگل پٹ ضلع ، ، ۔ چارلس اسٹوارٹ کرول ۱۸۷۹ء

حیاتِ منرو۔ جلد اول، دوم، سوم۔ جی، آر، گلیگ ۱۸۳۰ء

حیات سر آئر کوٹ۔ ایچ، سی، وائلی ۱۹۲۲ء

مالابار کے متعلق معاہدوں، سمجھوتوں اور دوسرے اہم کاغذات کا انتخاب۔ لوگن

ہندوستان میں برطانوی سیاست اور منرو۔ کے، این، وی، شاستری ۱۹۳۷ء

http://www.apnaorg.com

پرتگالی:

ماہر آثار قدیمہ شولیر پنڈورنگا پسرلسنکر نوداگوا نے مجھے نایاب پرتگالی دستاویزات کی نقلیں اور طبع ثانی نوداگوا اور لزبن سے بھیجے ہیں۔ ایک بیانیہ فہرست بھی اس سے منسلک ہے۔ یہ تمام چیزیں اس کی مطبوعہ تصنیف انٹی گلاس جلد اول، فیسی کلو اوّل، حصہ ۲، اور جلد اوّل فیسی کلو دوم میں ملیں گی۔ مسٹر اسٹانسلو میسا فرنٹے سوسا نے ان دستاویزات کا ترجمہ کرنے میں میری مدد کی۔ ان میں حسب ذیل بہت اہم ہیں:

دستاویز نمبر۱: مورخہ جنوری ۱۷۶۳ء، حیدر کی ترقی کی رپورٹ۔ تحریر شدہ از پرتگالی وائسرائے کاؤنٹ آف ایگا۔

دستاویز نمبر۲: وائسرائے کا مورخہ ۲۶ جنوری ۱۷۶۳ء کا سرکاری خط۔ جو حیدر علی کے عروج کا ایک خاکہ پیش کرتا ہے۔ مترجمہ از ڈاکٹر ایس، این، سین اور اس کی کتاب "کنہوجی انگرے کا ابتدائی عہد اور دوسرے مضامین" میں شامل۔

دستاویز نمبر۴، ۵: حیدر علی کے عروج کو بیان کرنے والے ہم عصر بیانات۔

دستاویز نمبر۶: سلطنت سنڈا کے متعلق۔

دستاویز نمبر۷ تا ۱۲: پرتگالیوں کے ساتھ حیدر کے تعلقات کے بارے میں دوسرے ہم عصر کاغذات

پیکسوٹو: نواب حیدر علی خاں بہادر کی تاریخ' مرتبہ چارلس فلپ براؤن MS. EUR. D ۲۹۶ انڈیا آفس۔

براؤن نے ایک ایسے شخص کی انگریزی تصنیف کا ترجمہ کیا ہے جس کو اسلوب پر قدرت حاصل نہ تھی۔ اصل نسخہ پرتگال میں لکھا گیا تھا۔ پیکسوٹو پرتگالی تھا اور غالباً اس کی ماں کناری تھی۔ وہ حیدر کے پاس توپ خانے کا ایک کمان دار بن گیا تھا اور اس حیثیت میں اس نے ۱۷۵۸ء تا ۱۷۶۷ء اور پھر ۱۷۶۹ء سے ۱۷۷۰ء تک خدمات انجام دیں۔ وہ مرہٹہ میسور روابط کے بارے میں اور مالابار میں حیدر کی پہلی مہم کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتا ہے۔ ۱۷۶۰ء اور ۱۷۶۱ء کے نازک برسوں کے مفصل حالات معلوم کرنے کے لیے یہ واحد ذریعہ ہے۔ براؤن جیسا کہ قدرتی ہے اس کتاب میں اپنی اہمیت بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے حالانکہ اس کے کام کی اہمیت دوسرے محققین سے زیادہ مختلف نہیں۔

ولنڈیزی:

مدراس کے محکمۂ دستاویز کی تصانیف نمبر ۵ و ۱۳

http://www.apnaorg.com

مدراس کے محکمۂ دستاویز : کوچین سے مرسلہ خطوط مورخہ : ۵ اکتوبر ۱۷۷۵ء، ۱۰ نومبر ۱۷۷۵ء، ۱۷ دسمبر ۱۷۷۵ء، ۱۷ اکتوبر ۱۷۷۶ء، ۱۳ اگست ۱۷۷۸ء، ۲ اکتوبر ۱۷۸۰ء، ۲۱ اکتوبر ۱۷۸۱ء، ۱۲ دسمبر ۱۷۸۱ء۔

فادر فرد شیر نے میرے لیے ان خطوط کا ترجمہ کیا۔ وہ حیدر کی مالابار مہم کے بارے میں نئی معلومات فراہم کرتے ہیں اور اس خطے میں ولندیزیوں سے اس کے تعلقات پر روشنی ڈالنے والا اہم ترین ماخذ ہے۔

فرانسیسی :

بسی کا جرنل (۲۱ نومبر ۱۷۸۱ء سے ۲۱ مارچ ۱۷۸۳ء) مرتبہ پی۔ اے۔ مارٹینو، پانڈیچری ۱۹۳۲ء

حیدر کے فرانسیسیوں سے روابط کے بارے میں میرا باب بڑی حد تک اسی اصل ماخذ پر مبنی ہے۔ یہ جرنل ڈچی من اور ہافلز کے زیر کمان فرانسیسی فوج کی کاہلی اور سستی کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے صفحہ ۲۱۶ اور ۲۲۶ پر فرانسیسیوں کے ساتھ حیدر کے رویّے کا اس کے جانشین کے رویّے سے موازنہ کیا گیا ہے " ٹیپو نہ تو باپ کی سی سوجھ بوجھ رکھتا تھا اور نہ صلاحیت اور اس پر مستزاد کہ اس کے دوست بہت کم تھے۔ فرانسیسی فوج کو سامان کی فراہمی کے سلسلہ میں بیٹے کے مقابلے میں باپ فیاضی کا پیکر تھا" مجھے اس کے کارآمد اقتباسات کا انگریزی ترجمہ آنجہانی ڈاکٹر پی۔ سی۔ بیگی نے کر کے دیا تھا۔

ہندوستان میں فرانسیسی اقتدار کے متعلق دستاویزات کی فہرست ۔ گوورت، ای

نواب حیدر علی خاں کی مہم، سرنگاپٹم سے واپسی کے بعد (مون کونس کے ورو سے نمبر ۱۶۱ ب، اوراق ۹ ۴۶) فرانسیسی متن لیپرلنکر کے انٹی گوبلاس کی جلد اوّل فیسک دوم میں چھپا ہے اور انگریزی ترجمہ اسلامک کلچر ۱۹۴۲ء میں۔

سر جادو ناتھ سرکار نے اس فرانسیسی تصنیف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جس کا مسودہ انھوں نے ازراہِ کرم عنایت فرمایا ہے۔ اس جرنل کے اندراجات حیدر کی ملازمت میں رہنے والے کسی فرانسیسی کے لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں ۲۸ مئی سے ۴ نومبر ۱۷۸۲ء تک کے حالات ملتے ہیں۔ بدقسمتی سے ارکاٹ کے زوال پر قصہ اچانک ختم ہو جاتا ہے۔

میخاڈ : ہسٹری ڈی پروگریس ایٹ ڈی لا۔ میسور کے دو بادشاہوں حیدر علی اور ٹیپو صاحب کے عروج کی کہانی ۔ پیرس ۱۸۰۱ء تا ۱۸۰۹ء باب دوم۔

میخاڈ کی یہ کتاب ہمدردانہ جذبہ کے تحت لکھی گئی ہے اور میرے مطالعہ میں آنے والی غالباً سب سے اہم کتاب ہے۔ کتاب کے کئی اقتباسات کا ترجمہ ازراہِ کرم آنجہانی ڈاکٹر مہلی، سی بیگی نے میرے لیے کیا تھا۔

http://www.apnaorg.com

مارٹینو: ڈوپلے جلد دوم۔

مراٹھی:

کھرے: ایتہاسک لیکھ سمگرہ (تاریخی مضامین کا مجموعہ) جلدیں دوم تا ہفتم۔

راجوڑے: جلد اول، چہارم و پنجم۔ اتہاس سمگرہ (تاریخی مضامین) از پرس نیس۔

پیشوا کے دستاویزات کا انتخاب: جلد ۲۰، ۲۷، ۲۸، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹۔

مراٹھی ماخذ کے بارے میں مجھے صرف یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ان سے مجھے ایک نیا انداز فکر ملا ہے اور ایتہاسک لیکھ سمگرہ اور پیشوا کے دستاویزات کے انتخاب کا جو وسیع و کافی استعمال میں نے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مواد کتنا ناگزیر ہے۔

تامل، تیلگو اور کناری:

مخطوطات میکنزی: مقامی دستاویزات جلد ۱۱، ص ۵۱

" " جلد ۱۳، ص ۳۴۵

" " جلد ۲۲، ص ۳۴۵

مضامین: سری رنگاپٹم کے کوائف اور حیدر کی کیفیات

دستاویز نمبر ۵-۱۱-۱۷ کرناٹکا راجکل سوسترا چریتم۔ تامل، دو اقتباسات۔

مقامی دستاویزات: جلد ۲۴

حیدر کی کیفیات، بدرارو کی کیفیات

کناری: حیدر کیفیات نمبر ۱۵-۱۸

ہم کو حیدر کے بارے میں مختلف دیہات میں جا بجا بکھرے ہوئے اکا دکا معلومات کو نظر انداز کرنا پڑا ہے۔ ان کا غذات میں موجودہ مواد کو ملکی انتظام و انصرام کے باب میں پوری طرح استعمال میں لایا گیا ہے۔

حیدر نامہ: ایک کناری مخطوطہ جس کے کچھ حصے میسور کے آرکیالوجکل ڈپارٹمنٹ کی سالانہ رپورٹ اور انڈین ہسٹری کانگریس کے تیسرے سیشن کی روئداد میں چھپ گئے ہیں۔ اس تصنیف کی تاریخ ۲۹ جولائی ۱۷۸۴ء تھی۔ مطبوعہ حصوں سے اس دعوے کی تصدیق نہیں ہوتی کہ یہ کتاب مروجہ بیانات کی تصحیح کرتی ہے۔

فارسی:

رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، مخطوطہ نمبر ۲: نشان حیدری از حسین علی کرمانی مترجمہ کرنل مائلس۔

http://www.apnaorg.com

میں نے کرنل ماٹلس کے ترجمہ کو ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ سے موازنہ کرکے دیکھا اور جہاں جہاں میں نے اصل سے بہت زیادہ اختلاف نہیں دیکھا وہاں میں نے ماٹلس کو نقل کیا ہے لیکن اس فارسی تصنیف میں ہمیں وہ خوبی نہیں ملتی جس کی ہمیں بہترین فارسی تصنیفات سے توقع ہو سکتی ہے۔ اس کا سلسلۂ واقعات درست نہیں ہے اور جغرافیائی محل وقوع قابل اعتماد نہیں ہے اور واقعات کی ترتیب اکثر و بیشتر غلط ہے۔ جب بھی مصنف حیدر کے مرہٹوں سے تعلقات بیان کرتا ہے وہاں ارادتاً غلط ترجمانی کی گئی ہے۔ حیدر کے ابتدائی عہد کے بارے میں اس کے بیانات کو میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ قبول کیا ہے۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال مخطوطہ نمبر ۲۰۱: تاریخ کورگ ماخذ از کناری و فارسی ماخذ از حسین علی خاں مہاراج ویراراجندر ویدیار کے حکم پر لکھی گئی تھی۔ اس میں ۱۶۳۳ء سے ۱۸۰۷ء تک کورگ کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

برٹش میوزیم مخطوطہ نمبر ۱۸۵۰ء، تاریخ تصنیف نومبر ۱۸۰۰ء۔

حیدر کی ایک ہم عصر سرگزشت، جو بالکل بیکار ہے۔ اس مخطوطہ سے تاریخی مواد نکالنا "کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے سگریٹ کا ایک ٹکڑہ ڈھونڈ نکالنے کے مترادف ہے"

تزک والاجاہ، پہلی اور دوسری جلد۔ انگریزی ترجمہ اور شائع کردہ مدراس یونیورسٹی۔

میرا خیال تھا کہ اس سے حیدر کے ابتدائی عہد پر کچھ روشنی پڑے گی اور محمد علی کے ساتھ اس کے تعلقات کی کچھ تفصیلات مہیا ہوں گی۔ ہمارے مقصد کے لیے یہ جلدیں کس قدر بیکار ثابت ہوئی ہیں اس کا اندازہ ایک اقتباس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ جلد دوم ص ۱۰۳:۔ حیدر نائک کی تربیت سرا کے قلعہ دار عباس قلی خاں کے گھر میں ہوئی تھی۔ مالک کے گھر میں چوری ہونے کے سبب حیدر سرا کے خوف سے بھاگ نکلا اور کراچوری نندراج کا ایک خادم بن گیا۔" غالباً اس سے زیادہ ارادتاً جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔

ایک فارسی مخطوطہ تاریخ میسور کا تعارف مسٹر عبد القادر نے میسور یونیورسٹی کے ششماہی جنرل کا شمارہ ستمبر ۱۹۳۳ء میں کرایا ہے۔ یہ مخطوطہ ان کتابوں کے مجموعے میں پایا گیا تھا جو ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن کو تحفے میں محمد عباس سیٹھ نے پیش کی تھیں۔ اس کا دعوے ہے کہ اس میں ۱۷۱۳ء سے ۱۷۹۹ء تک میسور کی تاریخ درج کی گئی ہے لیکن اس کے مضامین کی تفصیل سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی نئی چیز بھی ہے۔

http://www.apnaorg.com

فتح المجاہدین: ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا فارسی مخطوطہ نمبر ۱۶۵۰

وہ ٹیپو کی فوج کی مختلف شاخوں کی جنگجوئی، فوجی قواعد اور تنظیم کے بارے میں کچھ معلومات مہیا کرتا ہے۔ حیدر کے فوجی نظام پر میرا باب صرف اس کے عام خاکے دیتا ہے۔ یہ مخطوطہ اس مصنف کے لیے کار آمد ثابت ہو سکتا ہے جو حیدر اور ٹیپو کے فوجی نظام پر زیادہ تفصیلات کے ساتھ لکھنا چاہتا ہو۔

---

http://www.apnaorg.com

حیدر علی سلطان

مولوی سیّد امجد علی اشہری

۹۱

سلسلۂ تالیفات وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

سوانح

حیدر علی سلطان

یعنی

اٹھارہویں صدی کے مشہور اسلامی فاتح میسور کے مفصل واقعات زندگی جو یورپ و ایشیا کی مستند ترین تاریخوں سے مرتب کئے گئے ہیں

از

مولوی سید امجد علی اشہری مرحوم

سنہ ۱۹۱۰ء

مطبوعہ روز بازار اسٹیم پریس امرتسر

قیمت فی جلد ۱۲؎ تعداد جلد ۱۰۰

فہرست مضامین سوانح عمری نواب حیدر علیخان مرحوم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ	۱
۲	حیدر علی خان	۳
۳	ٹیپو سلطان	۸
۴	اس کتاب کا ماخذ	۲۲
۵	معذرت	۲۶
۶	شجرہ ہائے نسب	۲۸
۷	نواب حیدر علیخان بہادر و ٹیپو سلطان کا شجرہ حسب تحقیق لیون۔ بی	۲۹
"	بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور	
۸	میسور کے راجاؤں کا شجرہ	۳۰
۹	متعلق شجرہ میسور	۳۱
۱۰	نظام حیدرآباد کا شجرہ حسب تحقیق لیون۔ بی بورنگ چیف کمشنر میسور	۳۲
۱۱	ارکاٹ کے نوابوں کا شجرہ حسب تحقیق لیون۔ بی بورنگ چیف کمشنر میسور	۳۳
۱۲	پونا کے پیشوا کے خاندان کا شجرہ حسب تحقیق لیون۔ بی بورنگ چیف کمشنر میسور	۳۴
۱۳	نواب حیدر علیخان کے آبائے عظام و ابتدائے عروج کے حالات کا ترجمہ	۳۶
	و اقتباس حسب تحریر نشان حیدری فارسی تا تولد حیدر علی خان	"
	۱۱۳۳ ہجری تک	"

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۱۴	شیخ ولی محمد	۴۷
۱۵	نواب حیدر علی خان بہادر کا نسب نامہ حسب تحقیق حملات حیدری	۴۹
۱۶	ولادت حیدر علی خان واقعات مابعد	۵۰
۱۷	حیدر علی خان کی ترقی اقبال کا آغاز واقعات سنہ ۱۱۶۵ ہجری	۵۶
۱۸	نواب محمد علی خان کی کمک کو نندراج وزیر میسور کا ترچناپلی کو جانا الخ	۵۸
״	حیدر علیخان کا جوہر مردانگی دکھانا۔ واقعہ سنہ ۱۱۶۶ ہجری -	״
۱۹	سوا بنگلور مین گوپال راؤ کا حیدر علی خان سے شکست پانا۔ واقعات سنہ ۱۱۶۸	۶۲
۲۰	نندراج وزیر میسور کی موقوفی اور کھنڈے راؤ برہمن کی ماموری حیدر علیخان	۶۴
״	کی معرفت۔ واقعات سنہ ۱۱۶۹ ہجری	״
۲۱	سرکار حیدر علی خان مین تعلقہ آنی کل اور بارہ محل کا داخل ہونا واقعہ سنہ ۱۱۶۹	۶۵
۲۲	کھنڈے راؤ برہمن وزیر جدید میسور کی حکمرانی اور حیدر علی خان کی مردانہ کارگذاری	۶۷
״	مع واقعات متعلقہ سنہ ۱۱۷۰ ہجری	״
۲۳	بندوبست قلعہ دارالریاست وعلیحدگی راجہ میسور و حکمرانی نواب حیدر علیخان	۷۰
״	واقعہ سنہ ۱۱۷۱ ہجری	״
۲۴	حیدر علی کا عروج اقبال حسب تاریخ حملات حیدری	۷۷
۲۵	پانڈیچری کے واقعات	۸۲
۲۶	نواب حیدر علی خان کی حکمرانی میسور پر حملات حیدری کا اقتباس مع	۸۷
״	فتوح دیگر واقعہ سنہ ۱۱۸۰ ہجری	״

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
٩٠	حیدر علی خان کی فوجی تعلیم	٢٧
٩٢	نظم ملا فیروز مصنف جارجنامہ	٢٨
٩٣	اقوال دیگر	٢٩
٩٦	تسخیر صوبہ سرا	٣٠
٩٩	تسخیر بلاپور خورد و کوہ سرا دنبو کنڈہ وغیرہ سنہ ١١٧٢ ہجری ..	٣١
١٠٢	مرہٹون کا دوسرا حملہ	٣٢
١٠٣	فتح بدنور کے دلچسپ واقعات سنہ ١١٧٣ ہجری	٣٣
١٠٨	اشعار جارجنامہ	٣٤
١١٤	تحقیق مزید از تاریخ بورنگ صاحب	٣٥
١١٧	پرتگیزون سے معاملہ	٣٦
١١٨	قوم مابلہ کا مطیع ہونا اور قوم نائر پر فتح پانا	٣٧
١٢٢	کلیکوٹ کی تسخیر سنہ ١١٨١ ہجری	٣٨
١٢٣	بدنور پر مرہٹون کی لشکر کشی	٣٩
١٢٣	راجہ چتیل درگ پر فوج کشی	٤٠
١٣٢	واقعات سال نوزدہ سنہ ١١٨٥ ہجری	٤١
١٣٦	تسخیر قلعہ رسواری درگ	٤٢
١٣٧	مادہو راؤ پیشوا کی لشکر کشی اور نواب کی فتحمندی	٤٣
١٤٥	رگھوناتھ راؤ کا پیشوا پر دست درازی کرنا اور ناکام جانا واقع سنہ ١١٨٢ھ	٤٤

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۵	قلعہ حویلی دھارواڑ کی تسخیر	۱۴۸
۴۶	مزید توجہ جانب فوج	۱۵۰
۴۷	مادھوراؤ پیشوا کا مکرر حملہ آور ہونا	۱۵۱
۴۸	واقعات تسخیر کورگ اور کلیکوٹ واقع سنہ ۱۱۸۰ ہجری ..	۱۵۷
۴۹	لشکر کشی کرنا تریبک راؤ نانا کا واقع سنہ ۱۱۸۲ ہجری ..	۱۶۰
۵۰	نظام حیدرآباد اور انگریزوں کی موافقت اور نواب حیدر علیخان	۱۸۰
״	اور انگریزوں کی جنگ	״
۵۱	کڑپہ۔ کرنول۔ بلاری پر لشکر کشی وقائع سنہ ۱۱۸۵ ہجری ..	۲۰۱
۵۲	شہزادہ ٹیپو سلطان کی شادی مع شادی دیگر بیگمات واقع سنہ ۱۱۸۵ھ	۲۰۶
۵۳	لشکر کشی کرنا تانتیا مرہٹہ ناظم برج کا باتفاق دیگر اور تسخیر کرنا نواب	۲۰۸
״	حیدر علی خان کا ملک بلاری کو	״
۵۴	تسخیر قلعہ گتی اور گرفتاری مرار راؤ۔ واقع سنہ ۱۱۸۷ھ	۲۱۳
۵۵	تسخیر قلعہ چیتل درگ اور گرفتاری راجہ وقائع سنہ ۱۱۸۸ ہجری لغایت	۲۱۴
״	سنہ ۱۱۹۱ ہجری	״
۵۶	تسخیر بلاد کڑپہ و گنجی کوٹہ وغیرہ واقعہ سنہ ۱۱۹۱ ہجری	۲۲۲
۵۷	چھوٹے شہزادہ کریم کی شادی مع شادی دختر سنہ ۱۱۹۲ھ	۲۲۸
۵۸	نظام حیدرآباد اور پیشوائے پونا کا نواب حیدر علی خان	۲۲۹
״	کو انگریزوں کے خلاف ابھارنا۔ وقائع سنہ ۱۱۹۳ ہجری ..	״

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۹	نتیجہ روانگی کریم صاحب و ٹیپو سلطان	۲۳۳
۶۰	نظام اور پیشوا کی خاموشی	۲۳۴
۶۱	جنرل منرو اور کرنل بیلی سے جنگ کے بعد قلعہ ارکاٹ	۲۳۵
״	کی تسخیر۔ وقایع سنہ ۱۱۹۴ ہجری	״
۶۲	بعد فتح آرکاٹ تبرکات درگاہ ٹیپو مستان کا پیش ہونا۔	۲۴۱
۶۳	نصیر الدولہ عبد الوہاب خان بن نواب انور الدین خان برادر خورد	۲۴۲
״	نواب والاجاہ محمد علی خان ناظم آرکاٹ کی گرفتاری	״
״	مع دیگر واقعات سال مذکور	״
۶۴	جنرل سرایری کوٹ کی لشکر کشی اور نواب حیدر علیخان کی معرکہ	۲۵۰
״	آرائی جنگ محمود بندر میں میر علی رضا خان کا مارا جانا وقایع سنہ ۱۱۹۵ھ	״
۶۵	کرنل گمال اور جنرل کوٹ کے ساتھ نواب حیدر علی خان کے	۲۵۸
״	دوسرے محاربات واقع سنہ ۱۱۹۶ ہجری	״
۶۶	کرنل ریس صاحب بہادر سے نواب حیدر علی خان کی معرکہ آرائی	۲۶۵
۶۷	جنرل سرایری کوٹ کا آنا اور صلح کا قرار پانا	۲۶۷
۶۸	نواب حیدر علیخان کا فرانسیسوں کی اعانت کرنا اور آنریبل	۲۷۲
״	ایسٹ انڈیا کمپنی سے بگاڑ ہونا	״
۶۹	شمایل جسمانی و عادات زندگانی نواب حیدر علیخان بہادر	۲۷۵
۷۰	نواب حیدر علیخان کی سواری کا شاہانہ تزک و احتشام	۲۸۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۱	میرزا علی خان خسر پورہ نواب حیدر علیخان کا مادھوراؤ پیشوا	۲۸۸
″	سے ملجانا اور مادھوراؤ کا باتفاق نظام حیدرآباد و صاحبان	″
″	انگریز کے سرینگ پٹن پر چڑھنا مع معرکہ آرائی نواب موصوف	″
۷۲	تفصیل ممالک نواب حیدر علی خان و تقابل افواج انگریزی	۲۹۹
″	چشم دید نامہ نگار فرانسیسی	″
۷۳	جنرل اسمتھ سے مقابلہ	۳۰۵
۷۴	کبیر پٹن کا محاصرہ۔ راستون کی مسدودی	۳۰۷
۷۵	کبیر پٹن پر حیدر علیخان کا پہنچنا اور قلعہ کا فتح ہونا	۳۰۹
۷۶	شنگومن کی طرف ایلغار اور جنرل اسمتھ سے مقابلہ	۳۱۳
۷۷	ٹیپو سلطان کو تخریب قرب وجوار مدراس پر مامور کرنا ..	۳۱۸
۷۸	نواب حیدر علی خان کی والدہ کا تشریف لانا	۳۲۳
۷۹	قلعہ وانمباڑی سے انگریزون کو نکال دینا مع اقرار نامہ ..	۳۲۴
۸۰	قلعۂ آنبود پر جنرل اسمتھ اور نواب کی فوجون سے مقابلہ اور	۳۲۶
″	راز سازش انگریزی کا افشا	″
۸۱	نظام علیخان کا تعلق انگریزون کے ساتھ	۳۳۰
۸۲	جنرل اسمتھ کا صلح مین کوشش کرنا اور ناکام رہنا اور کرنل	۳۳۱
″	اوڈ کا شریک کیا جانا	″
۸۳	حیدر علیخان کی آمادگی اور انگریزون کا عزم تسخیر بنگلور	۳۳۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۴	جنرل اسمتھ اور میر مخدوم علیخان کی معرکہ آرائی	۲۲۳
۸۵	دیونہلی کے باشندون پر جنرل اسمتھ کی مہربانی سے نواب	۲۲۵
״	حیدر علی خان کا خوش ہونا	״
۸۶	تسخیر منگلور کے بعد حیدر نگر کا عزم	۲۲۶
۸۷	ٹیپو سلطان کا منگلور پر آپڑنا اور انگریزون کو ہزیمت دینا	۲۲۷
۸۸	منگلور کے پرتگیز سوداگرون سے حیدر علیخان کی مزاحمت ..	۲۲۹
۸۹	جنرل اسمتھ کی سرگذشت	۲۴۰
۹۰	مرزا علیخان کا نادم ہوکر پھر آملنا	۲۴۱
۹۱	شرابی کپتان کی حکایت	۲۴۳
۹۲	ولائیت سے مسٹر ڈوپری سابق رکن کونسل مدراس کا گورنر ہوکر آنا	۲۴۵
״	اور نواب حیدر علی خان کے ساتھ مصالحت کا فرمان لانا	״
۹۳	پہلا عہدنامہ	۲۴۷
۹۴	دوسرا عہدنامہ	۲۴۷
۹۵	مدافعت فوج مرہٹہ جوگوپال راؤ ہرا اور بابو رام پھڑنویس کی	۲۴۹
״	سپہ سالاری مین بھی	״
۹۶	فرانسیسیون سے مکرر دوستی پیدا کرنا	۲۵۱
۹۷	سرحد ملیبار پر پیہاؤ۔ رآمی۔ یاست زمورین وغیرہ پر قابض ہونا ۔	۲۵۲
۹۸	قلعہ بلہاری اور گتی پر قابض ہونا	۲۵۳

نواب حیدر علی خان - میسور

تنقید ۱۹۵۹

62269ع

جب اورنگزیب عالمگیر کے بعد آپس کے جھگڑوں نے سلطنت کی بنیاد متزلزل کردی اور اس کے بعد کے بادشاہ قلعہ نشین آرام طلب عیش پرست ہونے لگے تو لازمی طور سے شاہی رعب داب گھٹنے لگا۔ اور ملک کے چاروں طرف خودسرانہ حالتیں پیدا ہونا شروع ہوئیں۔ انگریزوں نے مشیر اور نائب بنتے بنتے بنگال۔ بہار۔ اڑیسہ وغیرہ ممالک اپنے قبضے میں کر لئے۔ پھر بجائے خود سلطنت کا ڈول ڈالا اور ہر حصہ ملک میں سازش اور مداخلت کو تیار ہوئے۔ دوسری طرف سے مرہٹوں نے زور کیا اور تمام ملک میں اپنی رستخیز سے تہلکہ ڈال دیا۔ کہیں اودھ کا صوبہ علیحدہ ہو گیا۔ کہیں ناظم حیدرآباد نظام بن بیٹھے وغیرہ وغیرہ۔ اس حالت کو دیکھ کر ایک بہادر سپاہی کے دل میں بھی اولوالعزمی کے ولولے پیدا ہوئے اور اس کے عزم بالجزم نے ان کو پورا کر دکھایا۔ اس بہادر سپاہی نے نہ تو مثل انگریزوں کے پولٹیکل سازش سے کام لیا اور نہ مثل دوسرے صوبوں کے بادشاہ سے منحرف ہو کر بادشاہی ملک پر اپنا قبضہ کر لیا بلکہ محض اپنی بہادری۔ اور استقلال اور اپنی اولوالعزمی اور عزم بالجزم سے خود کو ایک سپاہی سے بادشاہی کے درجہ تک پہنچایا اور انگریزوں اور مرہٹوں اور نظام حیدرآباد

اور نواب ارکاٹ وغیرہ کو پے در پے شکستیں دیتا رہا۔ یہ کون حیدر علی نایک۔ اُس کے بعد اُس کا فرزند اقبالمند ٹیپو سلطان بھی ویسا ہی نکلا ✤

ہمارے یہ دونو نامور ہیرو حیدر علی اور ٹیپو سلطان فرانس کے نیپولین بوناپارٹ اور ایران کے نادر شاہ کا دل و دماغ لیکر آئے تھے چالیس برس کے اندر جنوبی ہندوستان میں اُن کے فتوحات حیرت انگیز ہیں۔ اور ٹیپو سلطان کا خاتمہ نہایت عبرت خیز۔ حیدر علی نے خود کو سپاہی کے درجے سے نایک[1] اور نایک کے درجہ سے وزیر اور وزیر کے درجہ سے بادشاہ کے درجہ تک پہنچا لیا لیکن اُس کے نام کے ساتھ نایک کا لفظ ایسی شہرت عام حاصل کر چکا تھا کہ وہ آج تک اُسی نام سے یاد کیا جاتا اور اُسی نام سے پہچانا جاتا ہے ✤

ٹیپو سلطان نے گہوارۂ سلطنت میں پرورش پائی اس لئے وہ اور اُس کی اولاد سلطان کے لقب سے ملقب ہے ✤

ہم قبل اس سے کہ ان دونو کی تاریخ لکھیں یا اُن کے سوانح زندگی بیان کریں۔ اس مقدمہ میں عام ناظرین کو اُن کے بعض حالات زندگی سے روشناس کرتے ہیں اور ہمارا یہ بیان زیادہ تر انگریزی تاریخوں اور لیوں۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور کی تحقیقات مزید سے ماخوذ ہے ✤

[1] سنسکرت میں نایک کے معنے ہیں سپہ سالار۔ اور حیدر علی کو یہ خطاب ہندو ریاست میسور سے حاصل ہوا تھا ✤

بورنگ صاحب کہتے ہیں کہ ان کے جنگی کارناموں کے متعلق فرانسیسوں اور انگریزوں کے بیانات میں باہمی عداوت کی وجہ سے ایسا اختلاف ہے کہ غیر طرفداری کے ساتھ قطعی رائے قایم کرنا قریب قریب ناممکن کے ہے اور جب بورنگ صاحب جیسا شخص جس کو خود میسور میں بیٹھ کر ہر طرح کی تحقیقات کا موقع حاصل تھا یہ کہے تو ہم کو دوسرا راستہ اختیار کرنا لازم ہوا۔ اور ہم نے دکن کی تاریخوں کو سامنے رکھ کر واقعات کو اُن سے نقل کیا اور حتے الامکان دونو کی تطبیق و تفریق میں کوشش کی جن کے مؤرخوں کو اپنی قومیت یا جنیت اور زمانہ قریب ہونے کی وجہ سے اطلاع حالات کے مواقع خاص حاصل تھے۔

[illegible]

حیدر علی مادر زاد سپاہی تھا۔ وہ بڑا شہسوار تھا۔ اور فن شمشیر زنی و تفنگ اندازی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ وہ بچپن سے جفاکشی کا خوگر تھا اسی وجہ سے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کر لیتا تھا اور اس کی طبیعت پر ان تکلیفوں کا کوئی اثر محسوس نہ ہوتا تھا۔ جس وقت فوج کی کمان کرتا اپنے ذاتی خطرہ سے بے پرواہ ہو جاتا۔ اس سے دوسروں کی ہمت بڑھ جاتی۔ ہنگامۂ جنگ میں ہرگز نہ گھبراتا اور بڑی دانائی سے کام کرتا۔ اُس کو القا ہوتا تھا کہ غنیم کی فوج پر اپنے رسالوں سے کیونکر حملہ آور ہو۔ اور وہ بڑی سرعت کے ساتھ بڑے بڑے داؤں سے کام لیتا تھا جس سے ہمیشہ کامیاب ہوتا تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں کی پوری قدر کرتا تھا جس سے وہ بڑی جانبازی کے ساتھ اُس کی طرف سے جنگ کرتے تھے۔ فرانسیسوں کی شجاعت و وفاداری پر پورا بھروسہ رکھتا تھا

ظالم اور رشوت خوار عاملوں کو تازیانہ سے پٹواتا تھا جو اُس کا ایک معمولی حکم تھا لیکن وہ ظلم پسند نہ تھا۔ بلکہ اس وقت کا مقتضاء ہی یہ تھا کہ وہ ایسی سزا سے کام لے۔ حیدر علی کو غنیم کی آمد پر اپنے ملک کے سرسبز قطعات برباد کر دینے میں کوئی افسوس نہ ہوتا تھا تا کہ دشمن اپنے واسطے سامان رسد مہیا نہ کر سکے جو لوگ اپنی خدمات کو اُس کی مرضی کے موافق انجام دیتے تھے اُنکو جی کھولکر انعام دیتا تھا۔ یہ لوگ اُس سے بڑی اُلفت کرتے تھے۔ حیدر علی کو کسی کے مذہب اور خیالات مذہبی سے کوئی غرض نہ تھی۔ اُس کو تعصب چھو بھی نہیں گیا تھا +

حیدر علی میانہ قد تھا۔ خط و خال سے نزاکت کا اظہار ہوتا تھا۔ رنگ تمازت آفتاب سے سانولا ہو گیا تھا۔ ناک چھوٹی اور خمدار تھی۔ آنکھیں بھی بڑی نہ تھیں۔ نیچے کا ہونٹ موٹا تھا۔ داڑھی مونچھوں کا صفایا رکھتا تھا لباس کی آستینیں چست رہتی تھیں۔ جسم میں چپکن پھنسی پھنسی ہوتی تھی۔ پوشاک خوب گھیر دار پہنتا تھا۔ اُس کا لباس بہت ہی نفیس ہوتا تھا۔ دستار نہایت لمبی شوخ گلنار اور اوپر سے ہموار ہوتی تھی۔ فوج کے ہمراہ سفید ساٹھن کی قبا پہنتا جس میں نہایت خوب صورتی سے زر کا بیل بوٹے بنے ہوئے ہوتے۔ اسی کپڑے کا پاجامہ ہوتا۔ زرد مخمل کے جوتے پہنتا اور کمر میں سفید ریشمین پٹکا بندھا رہتا۔ داب میں تلوار لٹکتی ہوتی زین کے قبور میں طپنچے رہتے +

اس کے خیمہ یا دولتسرا پر ہر شخص بہت آسانی سے اُسکے حضور میں

جاسکتا تھا وہ بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتا۔ اپنے یاروں سے مذاق کی بھی عادت تھی۔ اس کی دماغی قوتیں ایسی زود رس اور قوی تھیں کہ ایک ہی وقت میں وہ چند کاموں پر متوجہ رہتا تھا۔ یعنی عرضیاں اور خطوط بھی سُنتا جاتا تھا اور اُن کے جواب بتاتا اور حکم احکام بھی دیتا جاتا تھا۔ اُسی کے ساتھ تماشا بھی دیکھتا جاتا تھا۔ یہ کام ساتھ ساتھ ہوتے جاتے تھے۔ اور کسی بات سے اُس کا خیال نہ بٹتا تھا۔ چونکہ وہ ناخواندہ تھا اسلئے وہ اپنے میر منشی کے لکھے ہوئے احکام دوسرے میر منشی سے پڑھوا کر سن لیتا تھا تاکہ کوئی خلاف بات لکھی گئی ہو تو معلوم کرلے۔ تب اپنے دستخط کرتا تھا۔ دستخط میں اپنے نام کا سرحرف (ح) بنا دیا کرتا تھا اُس کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ اُس کو ذرا ذرا سی بات یاد رہتی تھی۔۔ وہ ایک مرتبہ سپاہی کو دیکھ کر مدت کے بعد پہچان جاتا تھا۔ شام کو دل بہلانے کے لئے اُس کے سامنے تماشے ہوا کرتے تھے اور تعلیم یافتہ طوائفیں رقص کیا کرتی تھیں۔ اسی اثناء میں شراب کا دور رہتا تھا جس میں اُس کے نہایت چیدہ احباب شریک رہتے تھے۔ اُس کا حرم وسیع تھا۔ وہ خوب صورت عورتوں کو دل سے پسند کرتا تھا۔ لیکن ایسا عیاش نہ تھا کہ وہ عیاشی کاروبار سلطنت میں مُخل ہوسکتی +

خاص خاص جشنوں میں وہ افسران سپاہ کے ساتھ محفل آرا ہو کر بڑی شان و شوکت کا اظہار کیا کرتا تھا۔ جلوس کے آگے آگے رسالے چلتے تھے جن میں بہت سے یورپین سوار ہوتے تھے۔ اسکے بعد پانسو

جنگی شتر سوار پھر شاہی فیلان کوہ پیکر آتے تھے جن کی زربفتی جھولیں کارچوبی کام سے مغرق ہوتی تھیں۔ اُن کے بعد حبشیوں کے رسالے ہوتے تھے جو شتر مرغ کے سُرخ و سفید پروں سے سجے ہوئے نہایت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ اور یہ سوار فولادی بوڑیوں کے برچھوں سے مسلح ہوتے تھے ان کے عقب میں ریشمی صافے باندھے جانگھیے پہنے اور بھالے ہاتھوں میں لئے پیدل آتے تھے۔ بھالوں میں چھوٹے چھوٹے گھنگرو آویزاں ہوتے تھے۔ ان کے بعد زرق برق پوشاکیں پہنے ہوئے اُمراء کے پرے آتے تھے جن کی پوشاکوں پر فیتوں کا جال ہوتا تھا۔ اس کے بعد خاصہ کے سبا رفتار توسن آتے تھے جو نہایت آراستہ حالت سے نکلتے تھے۔ اور ان کی ریشمی اور کلابتونی باگ ڈوریں سائیسوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھیں۔ ان کے پیچھے ہرکاروں کا گروہ آتا تھا۔ پھر خاندانی افسر آتے تھے جو گلوں میں طلائی زنجیریں پہنے ہوتے تھے۔ ان کے بعد ایک بڑے زرق برق اور شاندار گروہ کے درمیان خود حیدر علی ہوتا تھا۔ اسکی سواری میں سفید ہاتھی ہوتا تھا۔ جو بدنور کے جنگل میں پکڑا گیا تھا۔ پھر حیدر علی کے عقب میں بہت سے دراز قد ہاتھی ہوتے تھے۔ جن پر نشانات شاہی رکھے ہوتے تھے +

(۱) پہلے ہاتھی پر ایک طلائی مسجد ہوتی تھی۔

(۲) دوسرے پر ماہی مراتب۔

(۳) تیسرے پر سونے کی تھالی میں سفید مومی فیتہ ہوتا تھا۔

(۴) چوتھے پر دو طلائی ظروف ہوتے تھے جن کو جمبو کہتے تھے۔

(۵) پانچویں ہاتھی پر ایک گول کرسی ہوتی تھی جس میں ہاتھی دانت کی پچی کاری اور سونے سے منڈھی ہوتی تھی۔

ان کے بعد حبشیوں کے دو اور رسالے ہوتے تھے۔ اور انہیں حبشیوں کی فوج پیدل کا گروہ ہوتا تھا۔ جلوس کی متحرک قطار کے داہنے بائیں پیدل پلٹنیں ہوتی تھیں جو سفید ریشمین وردیاں پہنے ہوتی تھیں۔ اور ہاتھوں میں لمبے لمبے سیاہ برچھے ہوتے تھے جن پر چاندی کا کام کیا ہوا ہوتا تھا اور سروں پر چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں لگی ہوتی تھیں۔ یہ سب عجب ٹھاٹھ کا پُرشکوہ منظر ہوتا تھا جس سے صرف مغل اعظم کا جلوس تو سبقت لے جاسکتا تھا لیکن دوسرے کسی فرمانروا کا جلوس ہرگز فائق نہ ہوسکتا تھا بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ وہ دلیر مادرزاد لائق دل چلا کمانڈر حرب کا ماہر۔ باتدبیر اور عزم و ثبات سے بھرا ہوا شخص تھا شکست کی حالت میں اُس نے کبھی ہمت نہ ہاری اور جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مشرقی شخص تھا اور اسی کے ساتھ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اپنے قول و اقرار کا وہ کیسا سچا تھا تو حیرت ہو جاتی ہے۔ اُس نے اپنی حکمت عملی میں انگریزوں کے ساتھ پیچ و فریب سے کبھی کام نہیں لیا۔ اُس کا نام میسور میں عزت سے لیا جاتا اور اُس کو مدحانہ تعریف کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور اُس کی بہادری اور شجاعت کے کارنامے پُرجوش فخریہ کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ اب ہم حیدر علی خان کے

نہایت اولالعزم اور نامور فرزند ٹیپو سلطان کی پرائیوٹ لائف کا ذکر کرتے ہیں +

ٹیپو سلطان

ہم کو افسوس ہے کہ انگریزی مورخوں نے ٹیپو سلطان کی نسبت اُس فیاض منشی کا اظہار نہیں کیا جو اس کے باپ حیدر علی خاں کی نسبت پایا جاتا ہے۔ سبب یہ کہ حیدر علی کے وقت میں انگریزوں اور فرانسیسوں کے درمیان رقابت تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی حکومت اس قابل نہ ہوئی تھی کہ وہ حیدر علی کا لقمہ چھین سکے۔ اور ٹیپو سلطان کے وقت میں فرانسیس پسپا ہو چکے تھے اور انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے حریف نظام اور راجہ میسور وغیرہ کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی طاقت بڑھا لی تھی باایں‌ہمہ گورنمنٹ انگریزی کو ٹیپو سلطان سے بہت بڑا اندیشہ تھا جو انگریزوں کو تمام ہندوستان سے نکال دینے پر کمربستہ رہتا تھا۔ اس لئے سرکار انگریزی کو اُس کو مغلوب کرنا لازم آیا۔ اور فتح پا لینے کے بعد اُسکی تاریخ میں طرح طرح کے ظلم اور تعصب اور قابل نفرت باتوں کا اعادہ کیا گیا۔ تاکہ تاریخ پڑھنے والے انگریزوں کی بدنیتی پر محمول نہ کریں بلکہ خود ٹیپو سلطان کو قابل عقوبت جانیں +

اس مصلحت کے پورا کرنے کو انگریزی مورخوں نے جو گورنمنٹ کے مصلحت جو عہدہ دار وہمقوم ہیں ٹیپو سلطان کے اکثر اوصاف پر جو لازمۂ سلطنت یا غیر قوموں میں پھنسے ہونے سے اُس وقت کے لئے مناسب مقام سمجھے جاسکتے ہیں تاریک پردہ ڈالا ہے جیسے اورنگزیب عالمگیر کی انگریزی

تاریخ میں بڑی بڑی پولٹیکل استادیاں خرچ کی گئی ہیں جن کی اس وقت میں مسلمانوں کی طرف سے تنقید ہو رہی ہے +

اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان بھی جنوبی ہندوستان کا اورنگزیب ثانی تھا جس کی تاریخ کو پولٹیکل سیاہی سے لکھا گیا ہے +

ٹیپو سلطان انگریزوں کا دشمن بھی ایسا تھا کہ اسکی نسبت جسقدر جلے پھپھولے پھوڑے جائیں کم ہے اور مشکل سے ایک طبیعت گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اپنے ایسے دشمن کو تعریف سے یاد کرے۔

ہم اُس کی نسبت ہر قسم کے خیالات کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱۷۸۶ء میں ٹیپو سلطان نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ وہ خود کو حضور پر نور یا ما بدولت کے الفاظ سے مخاطب کرتا تھا۔ اُس کی فوج لشکر مجاہدین کہلاتی تھی۔ جدت و اختراع کا اُسے شوق تھا۔ اسی جدت پسندی سے وہ اکثر شہروں۔ قصبوں کے نام بدل دیا کرتا تھا۔ اور نئے نام رکھتا تھا جو اُس کے بعد قائم نہ رہے۔ ہندوستانی کوس اور وزن کے باٹ اور پیمانے اُس نے اپنے اختراعی قائم کئے تھے۔ ایک تقویم بھی بنوائی تھی۔

سلطان بہت بڑا منشی تھا۔ وہ کوئی بڑی مراسلت اہم ہوتی تو اپنے آپ لکھتا اور اپنی فوج اور دیوانی کے معاملات و مقدمات میں احکام مناسب لکھواتا۔ ہر صیغہ پر نگرانی رکھتا۔ علوم۔ فنون۔ طب۔ تجارت۔ معاملات مذہبی۔ تعمیر محکمہ جات فوجی اور بیشمار معاملات میں یکساں مہارت سے قطعی رائے دیتا۔ اتنا لکھ کر بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ

"لیکن در اصل اس کو ان معاملات سے واقفیت نہ تھی۔ سلطان کو ہر فن میں مہارت ہونے کا دعوے ہی دعوے تھا۔ واقعی ہر فن سے مہارت مشہور پادری آرچ بشپ ایب سے لن کو تھی جس کا ۱۲۰۲ھ ہجری میں انتقال ہوا۔ یہ وزارت کا کام کرسکتا تھا۔ سپہ سالاری میں طاق تھا۔ امیر البحر تھا اور سب قسم کے علوم میں ماہر تھا"

حالانکہ خود ٹیپو سلطان کے واقعات اور اس کے روشن کارنامے اور خود یورپین مورخوں کی تحریر سے اُس کی قابلیت و جامعیت کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ بورنگ صاحب نے اپنی مغربی غیلگ کی پاسداری سے ایسا لکھا ہے۔ جیسے بعض انگریزی مورخ تاج گنج کی مشہور عمارت کو مشرقی صناعوں سے منسوب کرنے کے بدلے ایک اٹلی کے قیاسی انجنیر کا نام پیش کرتے ہیں +

سلطان نے زبان پارسی کی تکمیل پورے طور سے کی تھی۔ عربی درسیات سے بھی فارغ تھا۔ اپنے دستخط طغرا میں کرتا تھا۔ کھیل تفریح کے لئے اُس کے پاس وقت نہ تھا۔ اُس کے تمام مراسلات بڑے قاعدہ کے ساتھ رجسٹروں میں درج ہوتے تھے +

ٹیپو سلطان نے ایک نیا سکہ رائج کیا تھا جو ۱۱۹۹ھ ہجری میں۔ بمقام سرینگ پٹن ڈھالا گیا +

سلطان نے ایک مجموعۂ حربی تیار کیا تھا۔ اس کتاب کا نام فتوحات غازیاں رکھا تھا۔ اس کتاب میں اٹھارہ باب تھے۔ ورزشوں اور فوجی کرتبوں کے متعلق اُس میں ہدایت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔

فرائض جو ہر ایک افسر سے متعلق تھے اس کتاب میں تصریح کے ساتھ درج تھے۔ وہ تدبیریں اور طریقے لکھے گئے تھے کہ شبخون کس طرح مارا جائے۔ جنگل اور میدان میں کس طرح جنگ کرنا چاہیئے۔ اس کتاب میں محافظت کے طریقے۔ رخصت کے قواعد۔ سپاہیوں کی مشق کے دفعات او اسی طرح کے دوسرے سب امور ضروری درج کر دئے گئے تھے +

سلطان نے ۱۷۹۳ء میں ایک اعلان شائع کیا تھا جس کے موافق سپیدل فوج پانچ قشون پر تقسیم کی گئی تھی اور ہر قشون میں ۱۳۹۲ سپاہی ہوتے تھے۔ ان میں ۱۰۵۶ بندوقچی ہوتے تھے۔ افسروں کی تعداد خاص تھی۔ ان میں جنگجو اور غیر جنگجو دو قسم کے افسر ہوتے تھے۔ ہر قشون کے متعلق بان اندازوں کی ایک جماعت ہوتی تھی جسے جوگ (جوق) کہتے تھے اور ہر قشون کے ساتھ دو توپیں بھی رہا کرتی تھیں۔ سواروں کی فوج تین حصّوں میں تقسیم تھی۔ ایک تو باقاعدہ رسالے۔ دوسرے سلحدار (ان کو گھوڑے خود مہیا کرنے ہوتے تھے) تیسرے قزاق یا غارتگر سوار ہوتے تھے۔ ان ہر سہ مدارج کے سواروں میں پہلے درجہ کے سواروں کو عسکری کہتے تھے۔ ان کے تین ڈویژن تھے۔ ہر ڈویژن میں چھ موکب ہوتے تھے۔ تعداد نہیں لکھی۔ سلحداروں کی تعداد چھ ہزار تھی۔ اور قزاق سوار آٹھ ہزار تھے +

سلطان نے علاوہ آراستگی فوج برّی کے فوج بحری کا بھی سامان کیا تھا۔ اُس نے ۱۷۹۶ء میں امیر البحروں کی ایک جماعت قائم کی جسمیں

گیارہ اراکین تھے۔ ان اراکین کا لقب میر یم تھا۔ ان کے ماتحت ۳۰ امیر البحر تھے۔ اور ۲۰ جہاز کلاں جنگی اور ۲۰ جہاز خورد کا بنانا تجویز ہوا تھا۔ درجہ اول کے ہر جہاز پر ۷۲ توپیں چڑھنے کا حکم تھا۔ اور درجہ دوم کے جہاز پر ۶۲ توپیں چڑھانے کی تجویز ہوئی تھی۔ چھوٹے جہازوں پر ۴۶ توپیں چڑھانے کا انتظام تھا۔ سلطان نے ان امیران یم کے پاس جہازوں کے نمونے بھیجے تھے کہ اُن کے موافق یہ جہاز تیار کرائے جائیں۔ اور جہازوں کی لکڑی کے لئے جنگل بھی نامزد کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس زبردست تجویز کے عمل میں آنے سے پہلے سلطان کی سلطنت کا جہاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہاز سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ فاعتبروا یا اولے الابصار۔

سلطان نے اپنی تمام قلمرو میں شراب فروشی کی ممانعت کر دی تھی۔

۱۷۸۶ء میں سلطان نے ایک تہلکہ انداز فرمان شائع کیا۔ یہ عام مسلمانوں کے نام تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ملحدین کے ممالک چھوڑ کر سلطنت خداداد میں آکر پناہ لیں۔ مابدولت کا عزم ہے کہ یہ کفّار جنہوں نے سچے مذہب کی فرمانبرداری سے روگردانی کی ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے مشرف بہ اسلام ہونگے یا اُن کو جزیہ دینگے۔ راجگان ہند کے بودے پن سے انگریزوں نے یہ خیال پختہ کر لیا ہے کہ مسلمان کمزور ہو گئے ہیں اور اس قوم نے مسلمانوں کے ممالک کو تاراج کر ڈالا ہے۔ اس لئے مابدولت کا قصد ہے کہ اُن سے جہاد کیا جاوے۔ یہ زہر آلود سلسلۂ شکایت پہلے تو خود سلطان کے صوبوں تک محدود رہا لیکن بعد کو نظام کے ملک میں

بھی مستعد ہو گیا تاکہ سچے مسلمان سلطان کے جھنڈے کے شریک ہو جائیں اور انگریزوں کی بیخ و بن کو ہندوستان سے کھود کر پھینک دیں۔ اس تحریک سے سلطان نے مغل اعظم کو بھی اطلاع دی[1]۔

[1] ٹیپو سلطان کے یہ خیالات بیشک ایسے تھے جس پر انگریزی قوم جس طرح سے ممکن تھا اپنے حفظ اور اس کے استیصال کی فکر کرتی۔ جیسا کہ کیا گیا۔ لیکن ایک مورخ کا فرض نہیں کہ وہ اس کی بھلائیوں پر پردہ ڈالے اور اُس کی ہر بات کو بُرا بنا کر دکھائے۔ نیز یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کو یہ خیالات کیوں پیدا ہوئے۔ کیا اس کی ذات میں ایسا سخت تعصب تھا۔ نہیں ایسا نہیں تھا بلکہ مرہٹوں کی بار بار شورش اور مسلمانوں کے ساتھ نہایت متعصبانہ برتاؤ کرنے۔ اور تمام ہندوستان میں تہلکہ ڈالنے سے اُن کے انتقام کا جوش اُس کے دل میں بھرا تھا۔ اور انگریزوں سے مسلمان سلطنتوں کو خطرہ میں دیکھ کر اُن سے بھی بیزار ہو رہا تھا جو اُس کا شاہانہ فعل تھا۔ بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ سلطان نے کورگ کے باشندوں کو لکھا تھا کہ تم لوگوں میں دستور ہے کہ کئی حقیقی بھائیوں میں سے سب سے بڑا بھائی شادی کرتا ہے پھر اُس کی جورو اُن سب بھائیوں کی جورو ہو جاتی ہے پس تم سب ولدالزنا ہو اور اب تم نے ساتویں مرتبہ گورنمنٹ سے نمک حرامی کی ہے اور سرکاری فوجوں کو لوٹا ہے لیکن اب میں نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اگر بار دگر تم نے ایسی نمک حرامی کی تو میں تم میں سے کسی کو نہ ستاؤنگا نہ بُرا کہونگا بلکہ مسلمان کر ڈالونگا اور کسی دوسرے ملک کو بھیج دونگا۔

ہر اہل الرائے کو جو امور سیاست سے واقف ہے خیال کرنا چاہیئے کہ جب سلطان نے سات مرتبہ کی نمک حرامی اور سرکاری فوجوں کے لوٹنے کا قصور معاف کر دیا تو کیا آیندہ کی تہدید کے لئے اس کو ایسا لکھنا بھی اُس وقت کی مشرقی طرز حکومت کے خلاف ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

سلطان اکثر جنگ میں مصروف رہا۔ اس لئے اُس کو اپنی دارالسلطنت میں رہنے کا کم اتفاق ہوا اور عام انتظام[1] ماتحتوں کے ہاتھوں میں تھا۔ پوری نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ ستانی ہوتی تھی اور رعایا ناخوش رہتی تھی۔ اور اس بات کی سلطان کو اطلاع نہ ہوتی تھی۔ باقاعدہ عدالتوں میں قانون کا نفاذ بہت کم تھا۔ ہر ایک عامل اپنی مرضی کے موافق کام کرتا تھا۔ رعایا ڈر کے مارے ظلم کی شکایت نہ کر سکتی تھی۔ سلطان کو

[1] ہر بادشاہ کا انتظام ماتحتوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور ہم سلطان کی اعلےٰ نگرانی بھی اُس وقت پر نظر کرتے ہوئے دوسرے والیان ملک سے بدرجہا زیادہ پاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اُس کی رعایا میں سے بعض خودسر حصہ اُس سے ناخوش ہو جیسا کہ آج کل ۱۹۰۸ء میں گورنمنٹ انگریزی جیسی منصف اور مدبر اور قانونی سلطنت سے بنگالی اور مرہٹے اظہار ناخوشی کر رہے ہیں لیکن سلطان کی عام رعایا کی طرف سے کوئی ثبوت ناخوشی کا پیش نہیں کیا گیا۔ اور باقاعدہ عدالتوں میں نفاذ قانون کی کمی کو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن اسکی تمام عدالتیں ایک قانون کی پابند تھیں۔ گو وہ قانون قانون زمانہ حال سلطنت کی طرح وسیع نہ ہو۔ اور یہ اس وقت کے مقتضیات میں سے ہے۔ چنانچہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی عدالتیں بھی قانون کے لحاظ سے مکمل نہ تھیں۔ بایں ہمہ ٹیپو سلطان کی عدالتوں میں دوسرے والیان ملک کے مقابلہ میں یقیناً انصاف زیادہ ہوتا تھا۔ اور سلطان عمّال کی نگرانی بھی بدرجۂ اتم کرتا تھا۔ بورنگ صاحب سلطان کی اُس رعایا کا حال نہیں لکھتے جو (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵)

اپنے افسروں پر اعتماد نہ تھا۔ اُن کے زن و فرزند سرینگ پٹن میں رہتے تھے۔ اُن کی ڈیوڑھیوں پر جاسوس مقرر کر رکھے تھے کہ ہر آنے جانے والے کی خبر معلوم ہوتی رہے ؛

صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ

"سلطان نہایت سخت مزاج تھا۔ وہ انسان کے قتل میں کچھ خوف نہ کرتا تھا۔ نرگوند۔ کے محاصرہ کے متعلق سلطان نے ایک خط میں لکھا ہے کہ :۔

"اگر اسی امر پر مجبوری ہے کہ قلعہ پر حملہ ہی کیا جاوے تو ایسی حالت میں قلعہ کے اندر کا کوئی جاندار یعنی مرد عورتیں بوڑھے جوان بچے کتے بلیاں اور جو کچھ ہو زندہ نہ چھوڑا جائے کال پنڈت کی البتہ جان بخشی کی جائے[1]" ؛

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴) مارے ڈر کے عمال کی شکایت نہ کر سکتی تھی۔ اور یوں تو ہر جگہ کی رعایا عمال سے ڈرتی اور حتے الامکان اُن کی سختیوں کا استغاثہ نہیں کرتی کیا اس نہایت انصاف اور امن و امان کے زمانے میں ایسی مثالیں موجود نہیں اب رہی افسروں کی تفتیش یہ سلطان کے انتہاے حزم کی دلیل ہے۔ چنانچہ خود گورنمنٹ انگریزی اب تک اس حزم کو بدرجۂ غایت پورا کر رہی ہے۔ اور پولیس اور خفیہ پولیس اور پولٹیکل ڈپارٹمنٹ میں ایسی کثیر مثالیں موجود ہیں ؛

[1] بورنگ صاحب اس تحریر کو بلا تکلف سلطان کی تحریر مانتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ اُس کو ثابت نہ کر سکیں اُس کا صحیح مان لینا دشوار ہے اور (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶

ایک اَور خط میں سلطان نے کورگ کے ایک افسر کو لکھا ہے :-

تم کورگ کے لوگوں پر ایک عام حملہ کرو۔ اور سب کو تہ تیغ کر ڈالو یا اسیر کر لو اور مقتولوں اور اسیروں کو مع زن و بچہ کے مسلمان کر لو[ا]

اس کے بعد کنارا (کنڑہ) کے بلوہ کے متعلق سلطان نے بدر الزمان کو لکھا کہ :-

"دس سال ہوئے اُس ضلع کے درختوں میں پندرہ ہزار آدمی کو لٹکا کر پھانسی دی گئی تھی۔ اُس وقت سے یہ درخت اَور زیادہ آدمیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ لہذا اس بلوہ کے سرغناؤں کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵) ایک سنجیدہ بادشاہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ کتے بلیوں تک پر غصہ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن ایسی غضبناک حالت میں بھی وہ کال پنڈت کی جان بخشی کا خواہاں ہے۔ قیاس کو اس کے صحیح مان لینے سے اُسکے جھوٹ قرار دینے پر زیادہ استوار کرتا ہے ۔

ا؎ کورگ کے لوگ وہی ہیں جنہوں نے پے در پے نمک حرامی سے کام لیا۔ اور سات مرتبہ سلطان کی فوجوں کو لوٹا جس کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے جس پر سلطان نے اُن کو متنبہ کر دیا تھا کہ اب اگر پھر تم ایسا کروگے تو تمہارے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائیگا۔ پس ممکن ہے کہ سلطان نے مجبور ہو کر یہ خط اپنے افسر کو لکھا ہو۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ سلطان نے مقتولوں کی نسبت مسلمان کرنے کا کیوں حکم دیا۔ کیا وہ پھر زندہ ہو سکتے تھے یا بورنگ صاحب نے عبارت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے ۔

انہیں درختوں میں لٹکا کر پھانسی دیں[۱] ؎

صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ کاٹی کٹ کے چند قزاقوں کی نسبت سلطان نے ارشد بیگ خاں کو لکھا ہے کہ اس بغاوت اور بدمعاشی کے بانی مبانی جو لوگ مارے گئے وہ تو مارے گئے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں کہ باقی سرغنہ گرفتار ہونے پر قتل نہ کئے جائیں۔ اُن کی مناسب سزا یہی ہے کہ حسب قاعدہ ان سب کو خواہ وہ گورے ہوں یا کالے سرنگ پٹن بھیج[۲] دو ؎

[۱] اس خط میں اس کی کیا ضرورت تھی کہ سلطان دس برس پہلے پندرہ ہزار آدمیوں کو پھانسی دینا اپنی نسبت تسلیم کرے۔ اور کیا اس کے علم میں وہ درخت باقی تھے جن میں پندرہ ہزار آدمی لٹکا کر پھانسی دئے گئے۔ اور اس خصوصیت کی کیا ضرورت تھی کہ انہیں درختوں میں پھانسی دی جائے۔ پس ہم تو بیچارے سلطان کی نسبت ایسی باتوں کو یاروں کی من گھڑت خیال کرتے ہیں جو دور کے معنی نکالنے کو بنائی گئی ہیں۔

[۲] کوئی بادشاہ بغاوت کے سرغناؤں کی پرورش نہیں کرتا۔ اس لیے اگر سلطان نے اپنے باغی سرغناؤں کو قتل کرادیا تو کوئی اچنبے کی بات نہیں۔ اس حالت میں بھی وہ قاعدہ ملحوظ رکھنا چاہتا ہے جو وہ بقیہ سرغناؤں کو حسب قاعدہ طلب کرتا ہے۔ اور سرنگ پٹن میں ان کا طلب کیا جانا محض اس لئے سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کی تحقیقات کی جائے۔ ورنہ اناپ شناپ حکم دینا ہوتا تو لکھتا کہ وہیں قتل کر دئے جائیں۔ اسی طرح وہ کالے گورے کی تفریق نہ کر سکتا تھا۔ اُس کے نزدیک گورے اور کالے دونو ایک قسم کے مجرم اور ایک سزا کے مستحق تھے ؎

بورنگ[1] صاحب فرماتے ہیں کہ سلطان کے انتقام طلب مزاج کو دیکھ کر طبیعت میں ایک غصہ پیدا ہوتا ہے لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ سلطان اپنے قیدیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا تھا تو اس غصہ میں اور بھی زیادتی ہو جاتی ہے۔ ٹیپو سلطان کو اپنے قیدیوں کے سر قلم کر دینے میں کوئی دریغ نہ تھا۔ یا اُن کو پھانسی دیدینے یا زہر دے دینے میں اُس کو کوئی پس وپیش نہ ہوتا تھا۔ انگریز قیدی اُس کے تیرِ انتقام کا نشانہ بنائے جاتے تھے منگلور کے صلحنامہ کے بعد اُس نے بہت سے انگریزوں کو جو اُس کے پاس قید تھے رہا نہ کیا۔ اِن میں سے بہت سے خوب صورت لڑکوں کے ختنے کرا دئیے۔ اور جو لڑکیاں اضلاع کارومنڈل سے پکڑی ہوئی آئی تھیں۔ اُن کے ساتھ بلاامتیاز شادی کر دی۔ پھر یہ نوجوان یا تو فوج میں بھرتی ہو گئے۔ یا سلطان

[1] بورنگ صاحب کا غصہ کرنا بجا ہے۔ اور ہر انگریز غصہ کر سکتا ہے۔ لیکن ایک مؤرخ کو ناجائز حملہ زیب نہیں دیتا۔ اور اس قسم کے انتقام اُس وقت کی ضرورتوں سے متعلق خیال کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ آگے چل کر خود قبول کرتے ہیں کہ وہ زمانہ ہی وحشیانہ تھا اور مجرموں کو عموماً نہایت سخت سزائیں دی جاتی تھیں اور ٹیپو سلطان کی پرایوٹ لائف سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ پکا دیندار مسلمان تھا۔ اس کو کھیل کود کی فرصت نہ تھی اور نہ وہ عیاش مزاج تھا۔ نہ اُس کے یہاں کوئی کنچن خانہ تھا۔ جہاں ناچ گانے کی تعلیم ہوتی۔ اس لئے خوب صورت لڑکوں کو ناچ گانے کی تعلیم دیا جانا تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہاں وہ بطور خود عیاش سوسائٹی میں پڑ گئے ہوں۔ تو یہ دوسری بات ہے۔

کی تفریح کے لئے اُن کو ناچنا گانا سکھایا گیا +

بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان کے وقت میں سولی کا رواج پھر جاری ہو گیا تھا۔ چنانچہ بدنور میں مجھے وہ پہاڑی دکھائی گئی جہاں سولی دی جاتی تھی۔ پتھر میں دو سوراخ اب تک موجود ہیں جن میں شہتیر کھڑے کئے جاتے تھے۔ اس شہتیر میں پہلے مجرم کو کیلوں سے جڑ دیا جاتا تھا پھر وہی شہتیر مع مجرم کے اس سوراخ میں سیدھا کھڑا کر دیا جاتا تھا تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔ اس قسم کی سزا آمیری کے راجہ کے زمانہ میں جاری تھی +

یہاں بورنگ صاحب ٹیپو سلطان پر مہربان ہوتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ بات انصاف کی نہیں کہ ایسے شدائد کو جو اُس زمانہ کا عام دستور تھا صرف ٹیپو سلطان سے منسوب کیا جائے +

اُس زمانہ میں یہ بھی دستور تھا کہ سازشی مجرم لوہے کے پنجرے میں بند کئے جاتے تھے۔ مجرم کو کاٹھ کے گھوڑے پر چڑھاتے تھے جسکی کاٹھی لوہے کی ہوتی تھی اور اس کاٹھی پر نوکیلی کیلیں جڑی ہوتی تھیں۔ پھر ایک کمانی دبا دی جاتی تھی جس سے یہ کیلیں بدبخت سوار کے جسم میں گھس جاتی تھیں۔ سزا کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ مجرم کے ہاتھ نہایت سخت باندھ دئے جاتے تھے اور پھر اُسکو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ دیتے تھے اور ہاتھی آگے بڑھایا جاتا تھا۔ یہ مجرم پیچھے گھسٹتا جاتا تھا اور بڑی اذیت سے جان نکلتی تھی۔ بعض مجرموں کو بیرحمی سے شیر کے کٹہرے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ ان کو شیر چیر پھاڑ کر کھا لیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ سلطان کے بعض افسر اسی موت مارے گئے ہیں +

ٹیپو سلطان کی بہت سی تصویریں موجود ہیں۔ بعض تصویروں میں سلطان کو زیادہ خوب صورت بنا کر دکھایا گیا ہے۔

ہم نے حملات حیدری میں چھپی ہوئی تصویر کو زیادہ صحیح پایا ہے۔ ...
.... اور حیدر آباد سے آئی ہوئی ایک تصویر سے اس کو مطابق کیا تو اُس کے خط و خال کو زیادہ درست پایا ہے۔

اُس کے چہرہ سے تمکنت ظاہر ہوتی ہے۔ ناک خمدار۔ آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ گردن چھوٹی لیکن فربہ اور جسم دُہرا دکھایا گیا ہے۔ سلطان داڑھی منڈایا کرتا تھا لیکن اپنے باپ کی طرح مونچھوں اور بھووں کا صفایا نہ کراتا تھا۔

سلطان ایسا کامل الحیا تھا کہ سوائے اس کے پاؤں اور گھٹنوں اور کلائیوں کے اُس کے جسم کو کبھی کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔ حمام میں بھی وہ اپنے تمام جسم کو چھپائے رکھتا تھا۔ اور اسی حیا کی وجہ سے اس کا نہایت سخت حکم تھا کہ کوئی عورت سر اور سینہ کھول کر نہ نکلے۔ مغربی ساحل کی عورتیں عموماً اوپر کا جسم نہ چھپاتی تھیں۔ بلکہ اوپر کا جسم چھپانے کو معیوب جانتی تھیں۔ چنانچہ آین گدّی کی رانی نے ایک عورت کی چھاتی اس قصور میں کٹوا دی تھی کہ اُس نے عام رسم کے خلاف کیوں اپنے اوپر کے جسم کو چھپایا۔ یہاں سلطان نے فرمان جاری کیا تھا کہ کوئی عورت سینہ کھول کر نہ نکلے۔

ٹیپو سلطان پکے دیندار مسلمانوں کی طرح سادہ لباس پہنتا تھا۔ اور اپنے ماتحت لوگوں سے بھی اس وضع کی پابندی کرانا چاہتا تھا۔ لیکن سفر میں جاتا تو زردوزی کوٹ پہنتا جس پر شیر کی سی دھاریاں پڑی ہوتیں۔ سلطان اپنی دستار پر اور اپنے گلے میں سفید رومال باندھے رہتا۔ آخر ایام میں سبز دستار استعمال کرتا تھا ۔

سلطان کے اسلحہ پر " اسد اللہ الغالب " کندہ ہوتا ۔

ٹیپو سلطان کا تخت اُس کی سلطنت کا سرمایۂ فخر تھا۔ اُس کے تخت کو پورے قد کے طلائی شیر کے سر سے زینت تھی۔ تخت کے نیچے کی اُبھری ہوئی گُور میں جس تک چاندی کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں مرصع شیروں کے طلائی سر بنے ہوئے تھے۔ اور اوپر ایک ہُما معلّق تھا جس کے خوش نما بازوؤں پر ہیرے لعل زمرد جڑے ہوئے تھے۔ یہ ہُما سلطان پر سایہ افگن رہتا تھا۔ نمگیرہ کے اوپر جس میں موتیوں کی جھالر لگی ہوئی تھی سات فٹ اونچی طلائی چوب پر یہ ہُما نصب تھا ۔

اب ٹیپو سلطان کا یہ شاہی تخت اور یہ مرصّع ہُما ونڈسر کیسل میں محفوظ ہے۔ جو بزمانۂ ایسٹ انڈیا کمپنی علیا حضرت ملکۂ معظّمہ کوئین وکٹوریہ کو بطور تحفہ و علامت فتح کے بھیجا گیا تھا۔ سلطان عبدالعزیز خاں فرمانروائے ترکی جب لندن تشریف لے گئے ہیں تو اُن کے لئے یہی تخت آراستہ کیا گیا تھا اور سلطان موصوف قیام لندن تک اسی تخت پر بیٹھا کرتے تھے ۔

سلطان کی دوسری یادگاروں میں اُس کے خیمہ کا ایک حصّہ چاندی

کی چوبیں۔ ہاتھی دانت کی کرسیاں۔ ہاتھیوں اور گھوڑوں کے زیور ایک پالکی۔ دو مرصّع توپیں۔ انواع واقسام کے اسلحہ ہیں۔ ان میں ایک شمشیر اور سپر بھی ہے جو محاصرہ میں اُس کے جسم پر پائی گئی تھی۔ اور ایک لاثانی قرآن مجید کا وہ نسخہ بھی شامل ہے جو پہلے شاہنشاہ اورنگزیب کے پاس تھا۔ پھر ٹیپو سلطان کے ہاتھ لگا۔ یہ قرآن نوّے ہزار روپے کی لاگت کا بیان کیا جاتا ہے۔ نہایت ہی نفیس خط نسخ سے لکھا۔ اور نہایت ہی اعلےٰ درجے کے نقش ونگار طلائی سے مزیّن ہے۔ اور یہ سب چیزیں لندن کے قلعہ ونڈسر کیسل میں رکھی ہوئی ہیں +

سرِیرنگ پٹن کے پہلے محاصرہ کے بعد سے سلطان نے پلنگ پر لیٹنا چھوڑ دیا تھا۔ ٹاٹ پر سویا کرتا تھا۔ اکثر نماز اور ورد وظائف میں مشغول رہتا۔ کھانا کھاتے وقت کوئی مذہبی کتاب پڑھوا کر سُنتا۔ اُس کی زبان پر کبھی کوئی فحش لفظ جاری نہ ہوتا۔ اکثر مذہبی۔ اخلاقی۔ علمی۔ حربی۔ تجارتی یا اور ایسے ہی مطالب پر گفتگو کرنے کا اس کو شوق تھا۔ اس کی زبان سے اکثر عاقلانہ اور حکیمانہ جملے نکلتے تھے۔ وہ فوجی معاملات میں بڑا ہوشیار اور چالاک تھا۔ لیکن اپنے افسروں پر بہت کم اعتبار کرتا تھا۔ اسی لئے اکثر اس کو مغالطے ہو جاتے تھے۔ اور آخر میں یہی سبب اس کی بربادی کا ہوا تھا +

سلطان کی فوج نے سلطان سے کبھی بیوفائی نہیں کی جس پر وہ ہمیشہ مہربانی کرتا رہتا تھا +

سلطان کا نام اُس کے مذہبی جوش کی وجہ سے جنوبی ہندوستان کے

مسلمانوں میں بڑی عزت کے ساتھ مدتوں یادگار رہا۔ اور اب بھی اس کی عزت برائے نام برقرار ہے ؎

سنہ ۱۲۱۳ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۹ء میں ٹیپو سلطان حالت محاصرہ انگریزی میں شہید ہوا۔ اس کا مادۂ تاریخ یہ ہے ؎

نسل حیدر شہید اکبر شد

اب ہم یہ مقدمہ ختم کرتے ہیں۔ ناظرین آیندہ تفصیلی واقعات ملاحظہ کریں ؎

اس کتاب کا ماخذ

(۱) کارنامۂ حیدری - اس کو پہلے مولوی عبدالرحیم نے جو انگریزی فارسی عربی کے ماہر تھے شاہزادہ محمد سلطان عرف غلام محمد ابن ٹیپو سلطان کے نام پر فارسی میں لکھا - اس کا ترجمہ شیخ احمد علی گوپاموی نے اردو میں کیا اور حملات حیدری نام رکھا - یہ کتاب ۱۲۶۳ھ یا ۱۸۴۷ء میں لکھی گئی جس کی زبان اُس وقت کی ہے - اب اس کو پسند نہیں کیا جاتا - اس میں ان کتابوں سے مدد لی گئی ہے :-

(۲) ہسٹری آف حیدر علی خاں جو موشیر ڈلت نے دو جلدوں میں لکھی اور ۱۸۴۲ء میں بمقام لندن چھاپی گئی - اس کا مصنف نواب حیدر علی خاں کی فوج میں دس ہزار سپاہ کا افسر تھا +

(۳) برٹش ملٹری بیاگرفی جس میں بہادران انگریزی وابستہ لشکر کے حالات ہیں ۱۸۴۱ء میں بمقام لندن طبع ہوئی +

(۴) آتھنٹک مایرس آف ٹیپو سلطان مطبوعہ کلکتہ ۱۸۲۰ء -

(۵) مارکویس ویلزلیس ڈسپاچیز مطبوعہ لندن ۱۸۲۶ء -

(۶) ایسٹ انڈیا گزٹیر مطبوعہ لندن ۱۸۲۸ء مرتبۂ والٹر ہملٹن -

(۷) اسکرس کپٹیویٹی یعنی اسکر کی اسیری کے حالات عہد نواب حیدر علی خاں و ٹیپو سلطان -

(۸) بطنس ڈایری جس میں کرنل بطنس نے جنگ ٹیپو سلطان کے
چشم دید حالات لکھے ہیں +

(۹) جنرل نیول اینڈ ملٹری میگزین جو جہازی اور فوجی روزنامچہ ہے۔

(۱۰) ہسٹوریکل اسکیچ آف سوتھ انڈیا جو دکن کا تاریخی نقشہ ہے۔

(۱۱) کتاب فتوحات حیدری جو لالہ کھیم نراین نے لکھی۔

(۱۲) کتاب نشان حیدری جو میر حسین علی کرمانی نے ۱۲۱۷ھ ہجری میں
لکھی +

(۱۳) جارجنامہ تصنیف ملّا فیروز۔

(۱۴) تواریخ حمید خانی۔ جو منشی حمید خاں میر منشی جنرل مارکویس
کارنواس صاحب بہادر سپہ سالار مہم دکن کی یادگار ہے۔

ہم نے مشرقی تاریخوں میں سب سے زیادہ نشان حیدری کا اعتبار کیا۔ کیونکہ اس کے مؤلف کو ٹیپو سلطان کی سرکار سے خاص تعلق رہا تھا اُس کے علاوہ لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر سابق میسور کی تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان کی دو جلدوں سے تدقیق مزید کی گئی۔ ان سب پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی مصنفوں نے اپنی قوم اور اپنی مصلحتوں کا لحاظ کرکے نتائج پیدا کئے ہیں۔ اور ہندو اور مسلمان مؤرخوں نے واقعات کے بیان کرنے میں حق تاریخ ادا کیا ہے۔ ناظرین کو دونو کے فیصلہ میں بڑی ژرف نگاہی سے کام لینا چاہیئے +

معذرت

واضح ہو کہ ۱۷۶۶ء کے بعد سے نواب حیدر علی خاں کی فتوحات نے جلد جلد ترقی کرنا شروع کی۔ پھر ۱۷۹۹ء میں اُس کے بیٹے ٹیپو سلطان پر اس جوشش حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ قریب چالیس برس میں باپ بیٹوں کی فتوحات تاریخی نے دفتر کے دفتر لکھے جانے کی گنجایش پیدا کر دی لیکن اُن کے بعد انگریزی دَور میں اُن کے تاریخی حالات مدوّن ہونے پر خاص توجہ کی گئی۔ اور انگلش۔ فرانسیس۔ ہندو مسلمان سب نے اُن حالات کے قلمبند کرنے میں دلچسپی ظاہر کی۔ لیکن فرانسیسوں کی تاریخوں سے ہم ناواقف ہیں۔ اور انگریزی کاغذات سے جو مواد تدوین تاریخ کی صورت میں لایا گیا ہے اُس میں فرانسیسوں کے اُن حالات کو جن سے درمیان فرانسیس اور انگریزوں کے بددلی اور ناراضی کی تحریک پیدا ہوتی ہو بالکل قلم انداز کر دیا گیا ہے۔ اور جو واقعات پیشوایان پونا اور نظام حیدر آباد سے متعلق تھے اُن کو بھی مصلحت کی حد سے باہر نہیں دکھایا گیا۔ اور نواب حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان کے واقعات بیان کرنے میں یا تو ایسے اجمال سے کام لیا گیا ہے جو پورے طور سے وہ واقعات روشنی میں نہیں آنے یا چند واقعات کو ایک جگہ ملا کر اپنے مفید مطلب کوئی مشترک نتیجہ پیدا کیا گیا ہے جس سے یکے بعد دیگرے

ترتیب قایم نہیں رہتی۔ اور نیز عام نگاہوں میں حیدر علی یا ٹیپو سلطان کی عظمت قایم نہیں رہتی۔ اور اُن کو متعصب۔ جلاد۔ سفاک ثابت کرنے میں استدلال کی خاص شان اختیار کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے واقعات ظاہر کرنے کو تاریخ نہیں لکھی گئی۔ بلکہ تاریخ کا ایک خاص اثر پیدا کرنے کے لئے وہ واقعات فراہم کیئے گئے ہیں۔ حالانکہ اب تک جنوبی ہندوستان کی عام قومیں اُن کے حالات کو مفاخرت سے بیان کرتیں اور دلچسپی سے پڑھتیں اور کان لگا کر سنتی ہیں۔ اور ہندو مورخوں نے بھی اُنکو تعریف و تعظیم سے یاد کیا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مشرقی تاریخوں میں بھی بعض واقعات کی تقدیم و تاخیر پر لحاظ نہیں ہوا۔ جیسا کہ حملات حیدری میں سنہ کے واقعات سنہ کے بعد بیان ہوئے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ان کا ماخذ زیادہ تر انگریزی کاغذات ہیں جن میں ترتیب کا سلسلہ درست نہیں۔ اور دوسروں کے واقعات لکھنے میں جو انگریزوں سے متعلق نہیں۔ انگریزی مورخوں نے ترتیب تدوین کو ضروری نہیں سمجھا۔

ایسی حالت میں اگر ہم کسی اجمال کی تفصیل نہ کر سکیں یا ہماری نگاہ تقدیم و تاخیر کی تنقید سے چوک جائے تو قابل معافی ہیں +

شجرہ ہائے نسب

ہم کتاب شروع کرنے سے پہلے ٹیپو سلطان۔ راجگان میسور۔ نظام حیدرآباد۔ ارکاٹ کے نوابوں۔ پیشوا کے خاندان کے پانچ شجرے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اجمالاً اسوقت تک ہر خاندان سے واقفیت ہو جائے۔ اور جو نام جس واقع کے متعلق ہے۔ اس کے تلاش کرنے میں ناظرین کو دقت نہ پڑے۔

نواب حیدر علیخاں بہادر اور ٹیپو سلطان کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔جی۔بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور

محمد بہلول

۱ علی محمد یا علی غلام دوست محمد حسن کے شاہ سید پارسا منشی کی دختر کی شادی ہوئی وفات ۱۶۷۸ء

۲ ولی محمد

۱ فتح محمد عرف فتح علی یا شجاع صاحب وفات ۱۷۲۲ء جسکی مجیدہ بیگم دختر میر اکبر علیخاں سے شادی ہوئی

۲ محمد امام

۳ محمد

۴ محمد الیاس — حیدر صاحب

۱ حیدر علیخاں ۱۷۱۷ء یا ۱۷۲۲ء میں پیدا ہوا (۱) فخر النساء دختر معین الدین سے شادی ہوئی (۲) مخدوم صاحب کی دختر سے شادی ہوئی ۱۷۸۲ء میں انتقال ہوا

۲ ولی محمد خورد سالی میں انتقال کر گیا

۳ شہباز خاں یا اسمٰعیل — قادر صاحب

۱ کریم شاہ یا صفدر شکوہ

۲ ٹیپو سلطان یا فتح علیخاں ۱۷۵۳ء میں پیدا ہوا۔ ۱۷۸۲ء لغایت ۱۷۹۹ء حکمران رہا

۱ امام بخش۔ ا پسر

۲ غلام علی ۳ پسر ۱ دختر

۱ احمد سلطان وفات ۱۲۳۹ھ تین دختر

۲ محمد سلطان یا غلام محمد وفات ۱۲۷۷ھ ۶ پسر ۵ دختر

۳ منیر الدین سلطان وفات ۱۲۵۳ھ ۱ پسر ۲ دختر

۴ جمیع الدین سلطان وفات ۱۲۵۵ھ ۱ پسر

۵ سرور الدین سلطان وفات ۱۲۴۹ھ ۲ دختر

۶ شکر اللہ سلطان وفات ۱۲۳۳ھ ۲ پسر ۳ دختر

۷ محمد سبحان سلطان وفات ۱۲۶۱ھ ۵ پسر ۹ دختر

۸ محمد یٰسین سلطان وفات ۱۲۸۹ھ ۸ پسر ۹ دختر

۹ معز الدین سلطان وفات ۱۲۳۳ھ ۱ پسر ۳ دختر

۱۰ محی الدین سلطان یا دشاہ وقت ۱۲۲۶ھ ۵ پسر ۲ دختر

۱۱ عبد الخالق سلطان وفات ۱۲۲۲ھ ۲ پسر

۱۲ فتح حیدر یا حیدر علی سلطان وفات ۱۲۳۳ھ ۷ پسر ۱۴ دختر

ان کے علاوہ ٹیپو سلطان کی ایک لڑکی تھی جو نواب حیدر حسین خاں سے بیاہی گئی۔

میسور کے راجاؤں کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔بی۔بورنگ صاحب چیف کمشنر

وجیراج سنہ ۱۳۹۹ء

راج ودیار سنہ ۱۵۷۸ء۔ سنہ ۱۶۱۷ء

چکا دیوراج یا دیوراج خورد سنہ ۱۶۷۲ء۔ سنہ ۱۷۰۴ء

کنٹی رائے سنہ ۱۷۰۴ء تا سنہ ۱۷۱۶ء۔ گونگا راجہ

دودکرشن راج یا کرشن راج کلاں سنہ ۱۷۱۶ء تا سنہ ۱۷۳۳ء

چام راج متبنٰی سنہ ۱۷۳۳ء تا سنہ ۱۷۳۶ء۔ قید میں مرا

چکا کرشن راج یا کرشن راج خورد متبنٰی سنہ ۱۷۳۶ء تا سنہ ۱۷۶۶ء

چام راج کاروہلی والہ متبنٰی جس کو حیدر علی نے منتخب کیا تھا سنہ ۱۷۷۶ء تا سنہ ۱۷۹۶ء۔

چام راج سنہ ۱۷۷۱ء تا سنہ ۱۷۷۶ء

تیجراج سنہ ۱۷۶۶ء۔ سنہ ۱۷۷۱ء دم گھونٹ کر مارا گیا

ممادی کرشن راج یا کرشن راج سوم سنہ ۱۷۹۹ء۔ سنہ ۱۸۶۸ء

متعلق شجرۂ میسور

میسور پہلے کوئی بڑی ریاست نہ تھی۔ وجیراج مع اپنے بھائی کرشن راج کے دوارکا سے چل کر میسور پہنچا۔ اور میسور کے راجہ کی لڑکی سے شادی کی اور فتوحات کے ذریعے سے دوسروں کے مقبوضات کو میسور میں شریک کرتا رہا۔ دو سو برس تک اُس کی اولاد ایک چھوٹے رئیس کی طرح حکمران رہی ۱۶۱۰ء میں راج وڈیر نے جو وجیراج سے ساتویں پشت میں تھا جہانگیر کی زوال پذیر بادشاہت سے فایدہ اُٹھایا۔ جس کا میسور برائے نام فرمانبردار تھا۔ اور سرنگاپٹم کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اُس کو پایہ تخت بنایا۔ پھر اُس کے جانشینوں نے ملک کو بڑھانا شروع کیا۔

چکا دیو راج نے مغل شاہنشاہ اورنگ زیب کو راضی رکھنے کے لئے ۱۶۹۹ء میں ایک سفیر روانہ کیا۔ اورنگ زیب نے راجہ کو جگدیو کا خطاب عنایت کیا اور ہاتھی دانت کا ایک سنگاسن مرحمت ہوا۔ جس پر میسور میں گدی نشینی کے وقت راجہ مفاخرت سے بیٹھتے تھے۔ اس نسل کا چکا کرشن راج پر خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد کے راجہ کاٹھ کی پتلی رہ گئے جن کو سلطنت کے سربرآوردہ لوگ اپنی مرضی کے موافق گدی نشین کرتے یا گدی سے اُتار دیتے تھے۔

نظام حیدرآباد کا شجرہ

حسب تحقیق لیون بی۔ بورنگ چیف کمشنر میسور

- خواجہ احمد قلیج خاں گورنر گجرات
  - میر شہاب الدین یا غازی الدین خاں گورنر گجرات
    - میر قمرالدین خاں نظام اول
      - میر غازی الدین
مسٹ نواب بلاونی
      - میر محمد ناصر جنگ
نظام دوم
۱۷۴۸ء سے
۱۷۵۰ء
      - میر آصف الدولہ میر صلابت جنگ
نظام چہارم
۱۷۵۱ء سے
۱۷۶۱ء
      - میر شجاع الملک بسالت
جنگ
      - میر نظام علیخاں نظام پنجم
سنہ ۱۷۶۱ء لغایت
سنہ ۱۸۰۳ء
        - میر احمد علیخاں
عالیجاہ
        - میر اکبر علی خاں
سکندر جاہ
نظام ششم
۱۸۰۳ء لغایت
سنہ ۱۸۲۸ء
        - میر سبحان علی خاں
فریدوں جاہ
پنج پسران
      - میر ناصر الملک
مغل علیخاں
      - دختر
        - ہدایت محی الدین
مظفر جنگ نظام سوم
سنہ ۱۷۵۰ء تا سنہ ۱۷۵۱ء

ارکاٹ کے نوابوں کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔بی۔بورنگ چیف کمشنر میسور

محمد سعید یا سعادت اللہ خاں لاولد
سنہ ۱۷۱۰ء لغایت سنہ ۱۷۳۲ء

دوست علی خاں برادرزادۂ نواب سعادت اللہ خاں
سنہ ۱۷۳۲ء لغایت سنہ ۱۷۴۰ء

صفدر علی خاں
سنہ ۱۷۴۰ء لغایت سنہ ۱۷۴۲ء
قتل کیا گیا

دختر
جس کی شادی حسین دوست خاں عرف چندا صاحب سے ہوئی

محمد سعید خاں
سنہ ۱۷۴۲ء لغایت سنہ ۱۷۴۳ء

انورالدین خاں
سنہ ۱۷۴۳ء لغایت سنہ ۱۷۴۹ء

محفوظ خاں

والاجاہ محمد علی
سنہ ۱۷۴۹ء لغایت سنہ ۱۷۹۵ء

عبدالوہاب خاں*

• عمدۃ الامراء سنہ ۱۷۹۵ء لغایت سنہ ۱۸۰۱ء

* یہ نام بورنگ صاحب کے شجرہ میں نہیں۔ دوسری جگہ سے لیا گیا۔

پونا کے پیشوا کے خاندان کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔ بی بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور

بالاجی وشوا ناتھ
سنہ ۱۷۱۴ء لغایت سنہ ۱۷۲۰ء

- ۱ **باجی راؤ بلال**
  سنہ ۱۷۲۰ء لغایت سنہ ۱۷۴۰ء
  - **بالاجی باجی راؤ**
    سنہ ۱۷۴۰ء لغایت سنہ ۱۷۶۱ء
    - **وشواش راؤ**
      سنہ ۱۷۶۱ء
      میں
      پانی پت کی
      جنگ میں
      مارا گیا
    - ۴ **مادھو راؤ**
      سنہ ۱۷۶۱ء
      لغایت
      سنہ ۱۷۷۲ء
    - ۵ **نراین راؤ**
      سنہ ۱۷۷۲ء
      لغایت
      سنہ ۱۷۷۳ء
      قتل کیا گیا
      - ۷ **مادھو راؤ**
        نراین
        سنہ ۱۷۸۲ء
        لغایت
        سنہ ۱۷۹۵ء
    - ۸ **باجی راؤ**
      رگھو ناتھ
      سنہ ۱۷۹۵ء
      لغایت
      سنہ ۱۸۱۸ء
      معزول کیا گیا
      - ۹ **دھوندو پنتھ**
        نانا صاحب
        متبنیٰ
        سنہ ۱۸۵۷ء کے
        غدر میں باغی ہوا
  - ۶ **رگھوناتھ راؤ یا رگھوبا**
    سنہ ۱۷۷۳ء لغایت سنہ ۱۷۸۲ء
- ۲ **چمناجی**

ان پانچوں شجروں کے اسماء متعلقہ واقعات کے بعد تین اور سر برآوردہ مسلمان سردار ہے۔ جن کے نام جابجا مذکور ہونگے۔ نواب کڈاپہ۔ نواب کرنول نواب شانور یا ساونور[1]۔ ہندوؤں میں مراری[2] راؤ گھوڑپارا مرہٹہ گٹی پر حکمران تھا۔ اور یہ سب کم سے کم نظام کے ماتحت تھے ÷

---

[1] یون بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور لکھتے ہیں۔ پہلے دو خاندان تو اب معدوم ہو گئے ہیں۔ لیکن ساونور کا نواب اب بھی ضلع دھارواڑ احاطۂ بمبئی میں ایک ریاست کا مالک ہے۔ جس میں ۱۲۵ موضع ہیں اور ۵۶۶۰ پونڈ مالگزاری ہے ÷

[2] سندور کا راجہ اسی سردار کی اولاد میں ہے۔ سندور احاطہ مدراس ضلع بلاری میں واقع ہے۔ اس ریاست کا رقبہ ۱۴۰ میل مربع ہے اور ۲۴۵۰۰ پونڈ آمدنی ہے۔ رامن درگ کا بلند مقام جہاں لوگ موسم گرما میں تبدیل آب و ہوا کے لئے جایا کرتے ہیں سندور ہی میں واقع ہے ÷

نواب حیدر علی خاں کے آبائے عظّام اور ابتدائے عروج کے حالات کا ترجمہ و اقتباس حسب تحریر نشان حیدری فارسی تا تولد حیدر علی خاں ۱۱۳۳ھ تک

دلّی کی سلطنت اور دکن کے حکمرانوں کا شہرۂ قدردانی و آوازۂ فیض رسائی دور دور تک پہنچا ہوا تھا۔ اور شرفا عرب کے ساتھ اُن کی عقیدت لازمۂ مذہب بن رہی تھی۔ اکثر الوالعزم طبیعتیں اُن کی جانب متوجہ ہونے کو اپنا ذریعہ کامیابی جانتی تھیں۔ اس لئے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ٹیپو سلطان کے اجداد والا نہاد بھی جو قریشی النّسب عرب تھے اپنے وطن سے چل کر پہلے دلّی پھر دلّی سے چل کر دکن میں پہنچے۔ اور قصبۂ کولار[1] میں اقامت گزین ہوئے۔ وہ اس وقت میں زیادہ نامور نہ تھے جو تاریخوں میں اُن کے نام مذکور ہوتے۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ قصبہ کولار

[1] قصبہ کولار ریاست میسور میں واقع ہے۔ آج کل معدن طلا کی وجہ سے سرکار میسور کو اس سے نفع کثیر حاصل ہوتا ہے اور فی زماننا ریاست میسور اپنے حسن انتظام سے تمام ہندوستانی ریاستوں میں ضرب المثل ہو رہی ہے ۔

میں رہتے اور عزت و احترام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بعض قضاء کے منصب پر سرافراز ہوئے۔ ان میں ایک شیخ ولی محمدؒ بھی تھے۔ جن سے سلسلۂ نسب شروع ہوتا ہے[1]۔

شیخ ولی محمدؒ

شیخ ولی محمدؒ زیارت بقاع متبرکہ کی نیت سے صوفیانہ لباس میں دلّی سے چل کر وارد گلبرگہ[2] ہوئے۔ محمدؐ ابراہیم عادلشاہ کے فرزند سلطان محمود

[1] تاریخ لکھنے والے کے لئے یہ بات دشوار ہے کہ وہ اپنی قوم کے مقابلہ میں دوسری قوم کو اچھی آنکھوں سے دیکھے۔ یا ٹھنڈے دل سے دوسرے کی برتری پسند کرے خصوصاً اُس حالت میں کہ جب تاریخ سے اپنی قوم کی بات بنانا منظور ہو۔ اسی لئے حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی تاریخ میں۔ جو چالیس برس کے اندر پوری ہو جاتی ہے۔ مسلمان اور انگریزی مورخوں میں وہ اختلاف پایا جاتا ہے جو صرف قومی طرفداری کا خاصہ سمجھا جا سکتا ہے۔

لیون بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اس بات کے بھی روادار نہیں۔ کہ اپنے قومی حریف ٹیپو سلطان کو قریشی النسب ثابت ہونے دیں صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ ہند یا دوسرے ملک میں جب کوئی شخص (دیکھو صفحہ ۳۸)

[2] گلبرگہ شاہان بہمنیہ کا پایۂ تخت ہے۔ پھر شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کی فتوحات میں داخل ہوا۔ اب حضور نظام حیدر آباد خلد اللہ ملکہٗ کے (دیکھو صفحہ ۳۹)

حکمرانِ بیجاپور کا زمانہ تھا۔ یہاں پہنچ کر شاہ بندہ نواز گیسو دراز کی عالیشان درگاہ کے قریب سکونت اختیار کی۔ اور عبادت۔ ریاضت۔ تلقین و ارشاد میں جو صوفیۂ کرام اور مشائخ عظام کا مسلک ہے مشغول ہوئے اور اپنے ہونہار فرزند محمد علی کو جو ساتھ لائے تھے علوم ظاہری و باطنی کی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷ سے) ایک تخت کا مالک ہو جاتا ہے تو اس کی عالی نسبی کا پتہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اور اسی لئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ ہندوستانی مورخوں نے حیدر علی کے نسب کو مشہور خاندان قریش سے ملا دیا ہو۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حیدر علی کے اجداد میں ایک شخص "حسن" نامی جو بیجاپور کو اپنا مورث کہتا تھا۔ بغداد سے چل کر اجمیر میں آیا۔ یہاں اُس کے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام اُس نے ولی محمد رکھا۔ پھر وہ گلبرگہ کو چلا آیا۔ یہاں ولی محمد کے ایک فرزند تولد ہوا۔ اس کا نام علی محمد رکھا گیا۔ علی محمد آخر میں میسور کے مشرقی حصہ میں بمقام کولار چلا آیا۔ اور یہاں سکونت اختیار کی اور یہیں ۱۶۹۸ء میں انتقال کیا۔

(نوٹ) مسٹر ولکس اپنی تاریخ جنوبی ہندوستان میں لکھتے ہیں کہ حیدر علی کا پردادا محمد بہلول ایک مسلمان درویش تھا جو تلاش معاش میں پنجاب سے دکن کو آیا تھا۔ اس کے دو بیٹے علی محمد اور ولی محمد اُس کے ہمراہ تھے۔ اور صوبہ حیدر آباد میں آلند کے مقام پر آباد ہوا۔ یہاں سے اُس کے بیٹے میسور میں بمقام سیرا چلے گئے اور گورنر کی ماتحتی میں نوکری کر لی۔ وہاں سے وہ کولار کو چلے آئے۔ یہاں علی محمد کا انتقال ہوا۔ تب اُس کے بیٹے فتح محمد کو مع والدہ کے خاندانی مکان سے نکال دیا۔

تحصیل میں مشغول کیا۔ چند سال میں فضائل صوری و معنوی سے آراستہ نظر آیا۔ جلوت نے خلوت چاہی۔ اور متولی درگاہ کی صاحبزادی سے نکاح ہوگیا۔ زاں بعد شیخ ولی محمدؒ نے آخر عہد حکومت علی عادلشاہ میں بمقام گلبرگہ انتقال فرمایا۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یہیں شیخ محمد علی کے چار بیٹے پیدا ہوئے:۔ شیخ محمد الیاس۔ شیخ علی محمد عرف علی صاحب۔ شیخ محمد امام۔ شیخ فتح علی۔ شیخ محمد علی صاحب ایک مدت تک گلبرگہ میں اقامت گزین رہے۔ اپنے باپ ولی محمد کے بعد ان کا دل یہاں نہ لگا اور بی بی بچوں سمیت گلبرگہ سے روانہ ہوکر بیجاپور گئے۔ اور محلہ مشائخ پورہ میں مقیم ہوئے۔ یہاں ان کے سات سالے

(بقیہ نوٹ ص۳۷ کا) قلمرو میں داخل ہے۔ صوبہ دار رہتا ہے۔ حضرت شاہ بندہ نواز گیسو دراز کا سنگین مقبرہ و مزار مع درگاہ و مسجد نہایت مستحکم اور عالیشان عہد قدیم کا یادگار ہے۔ شاہ بندہ نواز شاہ نصیر الدین چراغ دہلی کے خاص مریدوں میں ہیں۔ پہلے اس درگاہ میں ہر درجہ اور طبقہ کے لوگ نہایت عقیدت سے حاضر ہوتے تھے اب بھی ارباب دکن کو خاص دلچسپی ہے۔ اور عام سیاح اس درگاہ کی زیارت کو جاتے ہیں نظام حیدرآباد کی طرف سے لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مصارف درگاہ کے لئے مقرر ہے اور ہر سال بڑی دھوم سے عرس ہوتا ہے۔ امراء و عہدہ داران سرکاری بھی شریک ہوتے ہیں۔ اور حضرت بندہ نواز کے احترام و تقدس سے گلبرگہ کو گلبرگہ شریف بولا جاتا ہے۔ گلبرگہ میں عہد قدیم کا مضبوط قلعہ ہے۔ جو اب گرتا جاتا ہے۔ اس قلعہ میں شاہنشاہ اورنگ زیب کی بنوائی ہوئی نہایت عریض و طویل مسجد (دیکھو صفحہ ۴۰)

یعنی اُن کی بی بی کے سات بھائی "شیخ منہاج الدین سپہ سالار" والئے بیجاپور کی رفاقت میں رسالہ دار تھے۔ وہ شیخ محمد علی کے آنے اور بہن بھانجوں کے دیکھنے سے نہایت خوش ہوئے۔ اور بہن کو عید ہوگئی۔ لیکن وہ کیا جانتی تھی کہ آج جس گھر میں عید ہو رہی ہے کل محرم کی صورت نظر آئے گی۔ اور ساری خوشی غم سے مبدل ہو جائیگی۔ شادی خانہ عزا خانہ بن جائیگا حسرت و ارمان سر پیٹتے نکلیں گے۔ جن بھائیوں کو دیکھ کر دل کی اُمنگیں جوش آرزو بن کر نکل رہی ہیں وہ گریہ ماتم بن کر آنکھوں کو خون رلائیں گی۔ جن بچھڑے ہوئے بھائیوں کو خدا نے ایک مدت میں ملایا ہے وہ ایسے بچھڑیں گے کہ پھر قیامت تک نہ مل سکیں گے تفصیل اس کی یہ ہے :- کہ بادشاہ دہلی کی فوج جو بیجاپور کی سرکوبی کو آ رہی تھی۔ اُس کے مدافعہ اور مقابلہ کے لئے والئے بیجاپور نے شیخ منہاج الدین سپہ سالار کو مامور کیا اور شیخ منہاج الدین نے ان ساتوں بھائیوں کو اپنے ساتھ لیا۔ جن کی رفاقت اور بہادری پر پورا بھروسہ رکھتا تھا۔ آگے بڑھ کر سواد گلبرگہ میں مقابلہ ہوا۔ اور بہت سخت لڑائی ہوئی۔ اور اتفاق سے یہ ساتوں کے ساتوں وہیں کام آئے منہاج الدین کو ان کے مارے جانے سے دلی صدمہ پہنچا۔ ایسے بہادر رفیق

دیکھیو نوٹ صفحہ ۳۹ ہے جس میں ہزاروں آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس مسجد کے انجنیرنگ کو انگلش انجنیر بھی تعریف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اعلےٰ حضرت میر محبوب علی خاں بہادر فرمانروائے سلطنت آصفیہ حیدرآباد نے اس مسجد کی استرکاری کو از سرِنو درست کرادیا ہے جو اب بالکل نئی معلوم ہوتی ہے ۔

کہاں ملتے ہیں۔ تمام فوج میں ان کی بہادری افسانہ ہوگئی۔ جو سنتا افسوس کرتا۔ بیجاپور میں اُن ساتوں بھائیوں کے مارے جانے کی خبر سے شیخ محمد علی کے گھر میں کہرام مچ گیا۔ غمزدہ بہن اپنے سات سورما بھائیوں کے مارے جانے پر سر پیٹنے لگی ؎

سات بھائی جسکے مارے جائیں تیغ و تیر سے
ایسے دردِ لادوا کو پوچھیئے ہمشیر سے
واہ کیا پاسِ نمک کا تھا جراحت میں مزا
لذتِ زخمِ جگر پوچھے کوئی شمشیر سے

سارا محلہ سوگوار خاتون کی ہمدردی کرتا تھا۔ لیکن اُس کو کسی بات سے تسکین نہ ہوتی تھی۔ گھر کے در و دیوار بھیانک معلوم ہوتے تھے۔ لاچار شیخ محمد علی صاحب اپنی بی بی اور تمام لواحقین کو لیکر بیجاپور سے روانہ ہو کر کرناٹک بالاگھاٹ ہوتے ہوئے قصبہ کولار میں پہنچے۔ جہاں پہلے بود و باش تھی۔[۱] شاہ محمد دکھنی نے جو صوبہ دار سرا کی طرف سے اس سرزمین کا حاکم تھا اگلی شناسائی کی وجہ سے شیخ محمد علی کو نہایت تعظیم سے لیا۔ اور ایک بڑا مکان اُن کے رہنے کے لئے مقرر کر دیا۔ بعد چندے جب اس کو شیخ محمد علی کے خصایل حمیدہ اور فضایل پسندیدہ پر اطلاع ہوئی۔ تو اُس نے

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں بھی شیخ محمد علی کے عزیز اور شناسا قصبہ کولار میں موجود تھے جن کی کشش سے شیخ نے وہاں جانے کا قصد کیا اور شیخ کو گلبرگہ اور بیجاپور سے زیادہ وہاں کی بود و باش پر دلچسپی اور امنیت کا بھروسہ تھا ؞

اپنے تمام کاروبار شیخ کے سپرد کردئے اور سارا نظم و نسق شیخ کے اختیار سے ہونے لگا۔ مدت مدید تک شیخ نے عزت و حرمت سے عمدہ طور پر گذران کی ۱۰۹۰ ہجری میں شیخ محمدؐ علی کا انتقال ہوا۔ اِنّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ صاحب کتاب حملات حیدری لکھتے ہیں کہ شیخ محمدؐ علی نے قصبۂ کولار کے ایک معزز سید پارسا کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا اُس کا نام فتح علی رکھا گیا۔ اور ایک لڑکی شیخ محمدؐ علی کے انتقال کے بعد پیدا ہوئی فتح علی نے اپنے نانا کے گھر تعلیم و تربیت پائی۔ اس کے نانہالی سیادت کی وجہ سے اُس کو میر فتح علی کہتے تھے +

شیخ الیاس[۱]۔ شیخ علی محمدؐ[۲]۔ شیخ امام[۳]۔ شیخ فتح محمدؐ[۴] یا میر فتح علی خاں

کولار میں جب شیخ محمدؐ علی کا انتقال ہوا۔ اُن کے چار بیٹے تھے۔ شیخ الیاس۔ شیخ علی محمدؐ۔ شیخ امام۔ شیخ فتح محمدؐ۔ جب یہ سن تمیز کو پہنچے۔ اُنکو اپنی ترقیات اور معاش خانہ داری کی فکر ہوئی۔ ان میں شیخ فتح محمدؐ کرناٹک (پایاں گھاٹ) کی طرف چلے گئے۔ چندے ترپاملی میں ٹھیرے۔ پھر روانہ ارکاٹ ہوئے وہاں ابراہیم خاں قلعہ دار کی وساطت سے نواب سعادت اللہ خاں صوبہ دار سے ملاقات کی اور دو سو پیادہ اور پچاس سوار کی جمعداری پر مامور ہوئے۔ محمدؐ الیاس نے فوجی ملازمت کو اپنی خاندانی مشیخت کے خلاف سمجھا اور وہ پیرزادہ سید برہان الدین کی ملاقات کو تجاور چلے گئے۔ لیکن اپنی بی بی اور اپنے چار دہ سالہ لڑکے حیدر صاحب کو وہیں کولار میں چھوڑ گئے۔

وہاں جاکر ۱۱۵۱ھ ہجری میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ تب شیخ فتح محمدؐ نے پیرزادہ موصوف کو آرکاٹ میں طلب کر کے اُن کی لڑکی سے اپنا نکاح کر لیا۔ اور اپنی سالی سے اپنے چھوٹے بھائی امام صاحب کا نکاح کر دیا۔ اور دونو بھائی ارکاٹ میں رہنے لگے +

بعد چندے حیدر صاحب بن شیخ محمدؐ الیاس کو راجہ میسور نے طلب کیا۔ اور وہ وہاں جاکر چار سو پیادہ اور ایک سو سوار کی افسری پر بہ لقب نایک[۱] مامور ہو گئے۔ اور ارکاٹ میں شیخ محمدؐ سے کئی کام عمدہ بن پڑے جس سے نواب سعادت اللہ خاں کے دل میں زیادہ گنجایش ہو گئی اور جنگ چینجی متعلق کرناٹک (پایاں گھاٹ) میں ایک خاص بہادری اور جان نثاری ظاہر ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ تینگ اور نواب سے مخالفت نے بڑھ کر مخاصمت کا درجہ حاصل کیا۔ وہ نواب کو خیال میں نہ لاتا تھا۔ اس لئے نواب نے ندی سکرا تیرتھ کے اس کنارے چار پانچ ہزار سوار اور بارہ تیرہ ہزار پیدل صف بستہ کر کے اُس پر اپنا اثر ڈالنا چاہا۔ راجہ نے نہایت جوش جوانمردی سے عقل و ہوش گم کر کے صرف چودہ سواروں کے ساتھ اپنا گھوڑا اس چڑھی ہوئی پُرزور ندی میں ڈال دیا۔ اور نواب کے ہاتھی تک آ گیا۔ قریب تھا کہ نواب کے سینہ پر بھالا مارے۔ اس میں شیخ فتح محمدؐ نے بڑھ کر اپنی تلوار سے

---

[۱] پالیگاران دکن کی اصطلاح میں نایک سپہ دار فوج پیادہ کو کہتے تھے۔ اور یہ ایک خطابی اعزاز سمجھا جاتا تھا +

اس کا کام تمام کردیا۔ اس بہادری کے جلدو میں نواب نے علم اور نقارہ مع فیل عنایت کیا۔ پھر نواب موصوف کا انتقال ہو گیا اور دوست علی خاں صوبہ دار ہوئے جو نواب کے بھتیجے تھے۔ اُن سے اور نواب مرحوم کے لڑکے صفدر علی خاں سے مناقشہ واقع ہوا۔ شیخ فتح محمدؐ نے یہ حال دیکھ کر نوکری سے استعفا دیدیا اور متعلقات کو کولار پہنچا کر میسور چلے گئے۔ یہاں اپنے بھتیجے حیدؔر صاحب نایک کے ساتھ رہنے لگے۔ راجہ میسور نے اُن کے آنے کی خبر سُن کر اُن کو بھی نایک کا درجہ عنایت کیا۔ لیکن اتفاق سے وہاں بھی ارکان و اعیان میں خلاف پایا گیا۔ اور نظم ونسق ریاست میں برہمی نظر آئی۔ اس لئے یہ وہاں سے کولاؔر میں واپس آگئے۔ یہاں ۱۱۳۱؁ھ میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ شہباز صاحب نام رکھا گیا۔ دو سال بعد دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام ولی محمدؐ رکھا لیکن وہ جلد انتقال کر گیا اور شیخ فتح محمدؐ کا دل بیکار بیٹھے بیٹھے گھبرایا +

کولار سے نکل کر شیخ فتح محمدؐ نایک نواب درگاہ قلیخاں صوبہ دار سرا کے پاس گئے۔ اور منصب چار سو پیادہ اور ایک سو سوار پر مامور ہوکر قلعداری قلعہ بالاپور پر مقرر کئے گئے۔ یہاں کی آب وہوا عمدہ تھی شیخ موصوف نے اپنے اہل و عیال کو بھی یہیں طلب کر لیا۔ یہاں ۱۱۳۴؁ھ میں ایک صاحبزادہ پیدا ہوا۔ اس کا نام حیدؔر علی رکھا گیا +

صاحب تاریخ حملات حیدری نشان حیدری کے اس بیان کے مقابلہ میں اپنی تحقیق کو یوں ظاہر کرتے ہیں کہ :—

اتفاق سے شیخ فتح محمدؐ اوران کی جمعیت سوار و پیادہ کی تنخواہ کا
زرکثیر صوبہ دار سرا پر چڑھ گیا۔ تب اُس نے میر علی اکبر خاں
زمیندار خطۂ سرا کے نام زر مذکور ادا کرنے کا پروانہ لکھا۔ میر
علی اکبر خاں فی الفور روپیہ نہ دے سکا اور چھ مہینے میں روپیہ
ادا کرنے کا تمسک لکھ دیا۔ چھ مہینے پورے ہونے نہ پائے تھے
کہ میر علی اکبر خاں کا انتقال ہو گیا۔ اور صوبہ دار سرا نے اُنکا
سب اثاث البیت اور نقد و جنس اپنے بقایا کے نام سے ضبط
کرلیا۔ تب شیخ فتح محمدؐ نے مرحوم کی بی بی سے اپنی بیباقی چاہی۔
اس نے اپنی لاچاری کا اظہار کیا۔ اُس پر شیخ فتح محمدؐ نے جنکو
بوجہ سیادت خاندان والدہ کے میر فتح علی کہا جاتا تھا مرحوم کی بی بی
کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اگر روپے کی سبیل نہیں ہو سکتی تو مجھ کو
اپنی دامادی میں قبول کیجئے۔ اُس نے یہ درخواست منظور کر لی
اوراس کی لڑکی "مجیدہ بیگم" سے میر فتح علی کی شادی ہو گئی اور
اس نیکبخت اور پارسا بی بی کے آتے ہی آسمانی برکات کا نزول
میر فتح علی کے گھر پر ہونے لگا۔ اور بعد چندے ۱۱۲۹ھ ہجری میں
بمقام موضع "دیونہلی" قریباً قصبہ کولار فرزند بخت بلند پیدا ہوا
اور حیدر علی نام رکھا گیا +

غالباً یہ روایت صحیح ہو۔ سی۔ بی بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور نے بھی
اپنی تاریخ میں مجیدہ بیگم کے بطن سے حیدر علی کا پیدا ہونا لکھا ہے اور

اس نام کے متعلق صاحب تاریخ حملات حیدری لکھتے ہیں کہ میر فتح علی نے ایام حمل میں اپنی بی بی کو حیدر علی شاہ درویش کی خدمت میں بھیجا اور فرزند کی دعا چاہی۔ حیدر علی شاہ نے دعا دی کہ انشاء اللہ فرزند بخت بلند پیدا ہوگا۔ اُس کا نام میرے نام پر رکھا جائے۔ مطابق اُس کے جب ولادت واقع ہوئی۔ تو صاحب زادہ کا نام حیدر علی رکھا گیا۔

مؤلف حملات حیدری نواب حیدر علی خاں کے خاندانی حالات کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں :۔

نواب حیدر علی خاں بہادر کا نسب نامہ حسب تحقیق حملات حیدری

حسن بن یحیےٰ جو عرب کے امیروں اور قریش کے رئیسوں میں جمال صورت اور کمال معنی کے اوصاف سے موصوف تھا ۳۵ برس کی عمر میں سلطنت عثمانیہ کی طرف سے شریف مکہ مقرر ہوا۔ اُسکے دو بیٹے محمد بن حسن اور علی بن حسن پیدا ہوئے۔ ان میں علی بن حسن نے دس برس کی عمر میں انتقال کیا اور محمد بن حسن نے ایک فرزند احمد بن محمد نام یادگار چھوڑ کر ۸۴۲ھ ہجری میں انتقال کیا۔ زاں بعد حسن بن یحیےٰ شریف مکہ بھی ۱۵ رمضان ۸۷۵ھ ہجری روز پنجشنبہ کو انتقال کر گیا۔ جب یہ خبر بارگاہ خلافت میں پہنچی تو فرمان

سلطانی داؤد پاشا کے نام شریف مکہ مقرر کرنے کے لئے صادر ہوا
داؤد پاشا نے احمد بن محمدؐ کو جو پندرہ برس کی عمر رکھتا تھا کمسن جانکر
سید عبدالملک بن ابو عبداللہ کو شریف مکہ مقرر کیا۔ احمد بن محمدؐ یہ
ماجرا دیکھ کر یمن کی طرف چلا گیا۔ کچھ دنوں عدن میں ٹھیرا پھر شہر
صنعا میں داخل ہو کر وہاں کے حاکم کا مشیر با توقیر بن گیا۔ بعد چندے
حاکم صنعا نے اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح کر دیا اور تمام انتظام اُس
کے ہاتھ میں سپرد کر دئے۔ بیس برس اس حال میں گذرے۔ پھر
حاکم صنعا نے پانچ برس کا ایک لڑکا اپنے داماد کو سپرد کر کے
انتقال کیا۔ وہ بعد انتقال فرمانروائے صنعا کے تین سال تک
احمد بن محمدؐ کی صلاح میں رہا۔ پھر شیخ سالم بخرانی نے جو ایک چلتا
ہوا شخص تھا۔ احمد بن محمدؐ کی طرف سے اس کو مشکوک کر دیا۔ آخر
سنہ ۱۱؟ ہجری میں اُس شریر النفس نے نوجوان والئے صنعا کی
مشورت سے اُس کو قتل کر دیا۔ اُس پر یہ بھی عرض کی کہ داناؤں
کا قول ہے۔ آتش کشتن و اخگر گذاشتن کار خردمنداں نیست
اس لئے مناسب ہے کہ اُس کا بیٹا محمدؐ بن احمد بھی قتل کر دیا جاوے
اتفاق سے قنبر نام ایک حبشی غلام اُس مقتول بیگناہ کا وہاں موجود
تھا۔ اُس نے پس پردہ سے یہ باتیں سُن لیں اور اپنے ایک دوسرے
رفیق ریحان نامی سے کہا کہ تو جیسے ہو محمدؐ بن احمد کو بغداد لے جا۔
میں ابھی آتا ہوں چنانچہ وہ اس کو لے کر بغداد کو روانہ ہو گیا۔

ادھر شیخ سالم محمد بن احمد کے گرفتار کرنے کو چلا۔ تاکہ اُس کو پکڑ کر اس کا کام تمام کرے۔ لیکن نمک حلال قنبر نے موقع پاکر دیں اپنے مالک کا بدلہ لے لیا یعنی اس کو تلوار سے قتل کر دیا۔ لیکن پھر وہ بھی گرفتار ہو کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا گیا۔ اُدھر ریحان منزل بمنزل چلتا ہوا محمد بن احمد کو بغداد لے پہنچا اور طاہر آفندی کے گھر میں اُتار دیا۔ طاہر آفندی نے اس کو بڑی خاطر سے رکھا۔ بعد چندے اس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اُس سے تین لڑکے عبدالوہاب۔ عبدالرزاق۔ عبدالغنی پیدا ہوئے۔ اور ۹۶۸ھ میں محمد بن احمد نے انتقال کیا۔ زاں بعد عبدالوہاب اور عبدالرزاق لاولد فوت ہوئے۔ اور عبدالغنی جس کی شادی آغا محمد طاہر نام ایک سوداگر کی لڑکی سے ہوئی تھی ایک بیٹی اور ایک بیٹا چھوڑ کر ۱۰۳۰ھ ہجری میں انتقال کیا۔ پھر سوداگر کے بیٹے ابراہیم نے ۱۰۴۷ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اس کے تین لڑکیاں اور ایک برس کا ایک لڑکا حسن بن ابراہیم نام تھا۔ اس کے بچپن میں سوداگری کے گماشتوں نے تمام روپیہ خورد برد اور ہر سامان کو تغلب و تصرف سے ضایع کر دیا۔ جب یہ لڑکا سن تمیز کو پہنچا تو اپنے باپ کے تموّل اور اپنی موجودہ حالت پر غیرت کھا کر جو دو تین ہزار روپیہ بچ رہا تھا اُس کو لیکر اپنی ماں بہنوں سمیت ہندوستان کو روانہ ہوا۔ اور اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ کے زیر اثر رہنے

رہنے لگا۔ آخر کار متولی درگاہ نے اُس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کردیا۔ اُس کی بی بی کو چھ مہینے کا حمل تھا کہ حسن بن ابراہیم نے ۷۵۰ھ ہجری میں رحلت کی۔ اُس کے بعد اُس کی بی بی کے لڑکا پیدا ہوا۔ نانا نے اُس کا نام ولی محمدؐ رکھا۔ جب وہ سن شباب کو پہنچا۔ تو اُس کی پھپیری بہن کے ساتھ شادی ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بعد اُس کے ولی محمدؐ بسبب ناچاقی کے جو اُس کے اور اُس کے خسر کے درمیان واقع ہوئی وہاں سے برداشتہ خاطر ہوکر مع اپنے فرزند کے جس کا نام محمد علی تھا شاہ جہان آباد کو چلا گیا۔ چندے وہاں قیام کیا۔ پھر وہاں سے گلبرگہ شریف میں آیا۔ اور یہاں اپنے لڑکے محمدؐ علی کی شادی سید معصوم صاحب (سجادہ نشین سید محمدؒ گیسو دراز) کی لڑکی سے کردی اور خود وہیں انتقال کیا۔ محمدؐ علی بعد انتقال اپنے والد کے اپنی بی بی کو لیکر بیجاپور۔ کرناٹک۔ بالاگھاٹ ہوتا ہوا قصبہ کولار میں مقیم ہوا +

اس کے چار لڑکے پیدا ہوئے :۔

شیخ محمدؐ الیاس۔ شیخ محمد۔ شیخ امام۔ شیخ فتح محمدؐ +

محمدؐ علی نے ان کو یادگار چھوڑ کر ۱۰۹۰ھ ہجری میں رحلت کی۔ اُس کا بڑا بیٹا محمدؐ الیاس اپنے چھوٹے بھائیوں کا خبرگیراں رہا۔ بعد چندے فتح محمدؐ وہاں سے برخاستہ خاطر ہوکر کرناٹک کو چلا گیا۔ اور محمدؐ الیاس اپنے

بھائیوں کو مع ایک فرزند کے جس کی عمر چار برس کی تھی اور حیدر صاحب نام تھا وہیں کولار چھوڑ کر تنجاور کو گیا۔ اور سنہ ۱۱ ہجری میں انتقال کیا تب شیخ فتح محمد نے جو شہر ارکاٹ میں تھا تنجاور سے برہان الدین پیرزادے کو بلا کر اُس کی لڑکی سے جو ابراہیم صاحب کی بہن تھی اپنا نکاح کیا اور اپنی بی بی کی بھانجی کے ساتھ اپنے بھائی امام صاحب کی شادی کردی۔ بعد از اں وہ عورتوں کو کولار میں چھوڑ کر میسور کو چلے گئے وہاں دو سال میں اُن کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک شہباز صاحب دوسرا ولی محمد۔ لیکن ولی محمد نے ایام شیر خوارگی ہی میں انتقال کیا۔ اُس کے صدمہ سے شیخ محمد کا دل وہاں نہ لگا اور بالاپور میں جا رہے۔ اور سنہ ۱۱۲۹ ہجری میں بمقام دیون ہلّی اور ایک فرزند فرید و فرخ پیدا ہوا اور حیدر علی نام رکھا گیا +

ولادت حیدر علی خاں

واقعات مابعد

حیدر علی کے پیدا ہونے پر نجومیوں نے کہا کہ اگرچہ یہ لڑکا صاحب تخت و تاج ہو کر رہے گا۔ لیکن اس کا باپ جلد مر جائے گا۔ اس زائچہ کو سُن کر عورتوں نے کہا کہ اس لڑکے کو مار ڈالنا چاہیئے۔ لیکن میر فتح علی نے

کہا کہ میں اس سے اپنی جان کو زیادہ عزیز نہیں جانتا اور نہ ایک معصوم کا خون لینا گوارا کرسکتا ہوں۔ اور نہ مشیت ایزدی کے خلاف کچھ ہوسکتا ہے تب اس کی پرورش اور حفاظت بڑی سرگرمی سے ہونے لگی[1]۔

جب درگاہ قلی خاں معزول ہوئے تو نواب عابد خاں حاکم سرا کے وقت میں راجگان میسور و بڈنور نے متفق ہوکر قلعۂ بالاپور کو مسخر کرلینا چاہا۔ اور حیدر صاحب کی معرفت میر فتح علی کو پیغام دیا گیا کہ وہ قلعہ سپرد کردیں۔ میر فتح علی نے کہا کہ جب تک جان میں جان ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ بات شیوۂ نمک حلالی سے دور ہے۔ اور آخر کو میر فتح علی نے آئی ہوئی فوج کو شکست دی اور سردار فوج واپس گیا۔ اور میر فتح علی نے جو سامان اُس کا بذریعہ غنیمت جنگ حاصل کیا تھا وہ صوبہ دار سرا کے پاس بھیج دیا۔ عابد خاں صوبہ دار میر فتح علی کی اس نمک حلالی اور بہادری اور دیانت سے بہت ہی خوش ہوا اور منصب دو ہزار پیادہ اور پانسو سوار مع فیل و نقارہ و علم پر سرفراز کیا۔ اور ان سے ہر باب میں صلاح و مشورہ کرنے لگا۔ جب درگاہ قلی خاں دوسری مرتبہ صوبہ دار مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے تمام مہمات صوبہ داری کو میر فتح علی کے سپرد کردیا۔ لیکن وہ مارا گیا۔ تب میر فتح علی اُسکے بیٹے

[1] دکن میں ہندوؤں کی کثرت اختلاط سے نجوم و رمل کا بڑا چرچا تھا۔ عوام میں یہ عقیدہ اب بھی موجود ہے۔ ایک مرتبہ ایک نجومی پنڈت نے کہہ دیا کہ اب کی عید اگر روز مقررہ پر کی جائیگی تو اعلیٰ حضرت پر بھاری ہوگی۔ اُس کے کہنے سے تاریخ بدل دی گئی۔ اور حیدرآباد میں دوسرے دن عید منائی گئی۔ لیکن اب ان خیالات میں کمی ہوتی جاتی ہے۔

عبد الرسول خاں کے شریک ہو گئے۔ اور عبد الرسول نو مہینے تک کام کرتا رہا۔ پھر نواب طاہر محمد خاں صوبہ دار آ گئے جو رخصت پر تھے۔ اور عبد الرسول خاں حیدر آباد چلے گئے۔ اور یہاں ان صوبہ داروں کے متوسلوں میں ایک دوسرے کے خلاف شورش پیدا ہوئی اور نوبت بجنگ پہنچی۔ اس دو عملی میں شیخ فتح محمد یا میر فتح علی بھی مارے گئے۔ اور یہ واقع ۱۱۳۷ھ ہجری میں واقع ہوا۔ شیخ فتح محمدؒ کے اہل و عیال دہیں بالا پور میں تھے۔ جب یہ خبر عباس قلی خاں بن درگاہ قلی خاں کو پہنچی جو بالاپور کا حاکم تھا اُس شقی ظالم نے اُن کو اور زیادہ مبتلائے مصیبت کیا۔ اور تمام سامان ثروت و امارت حتےٰ کہ اجناس و ظروف پارچہ ہائے پوشیدنی بھی لوٹ لئے گئے۔ اس ظلم کے علاوہ شیخ فتح محمد کے دونو صاحبزادوں یعنی شہباز صاحب کو جو آٹھ نو برس کے تھے۔ اور حیدر علی کو جو تین چار برس کا بچہ تھا دو بڑے بڑے نقاروں میں قید کر کے اوپر سے چمڑا منڈھوا دیا۔ ہوا جانے کو نقاروں میں سوراخ کرا دئے۔ اور وہ نقارے بجانے کا حکم دیا۔ اہلیہ شریفہ شیخ فتح محمدؒ (مادر فرزندان موصوف) اس درماندگی اور لاچاری میں اٹھارہ ہزار روپیہ زر بقایا کی فکر نہ کر سکی جو اُس ظالم حاکم نے باقی بتایا۔ آخرکار اُس عفیفہ نے یہ خبر حیدر صاحب کے پاس سرینگ پٹن کو بھیجی۔ وہاں سے انہوں نے راجہ میسور کی سفارش کرائی اور روپیہ بھیجا اور شہباز صاحب اور حیدر علی کو مع مادر گرامی کے اپنے پاس سرینگ پٹن میں

طلب کیا۔ دوسری روایت ہے کہ ارکاٹ کے ایک ساہوکار نے وہ زر تو
دیا۔ اور ان دونو لڑکوں کو اُس کے بدلے اپنے پاس بطور رہن کے
رکھ کر ارکاٹ لے گیا۔ اور اُن کی والدہ کو حیدر صاحب کے پاس
سریرنگ پٹن کو بھیج گیا۔ پھر حیدر صاحب نے وہ اٹھارہ ہزار روپیہ اُس
ساہوکار کو ادا کرکے لڑکوں کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ اور اپنے بچوں
کی طرح اُن کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوا۔ فنون سپہ گری مثل شمشیر
زنی۔ کمند افگنی۔ نیزہ بازی۔ اسپ تازی۔ تفنگ اندازی وغیرہ میں
ایسا مشاق کر دیا کہ سپاہیوں کی نگاہیں پڑنے لگیں۔ پھر شہباز صاحب
اپنے چھوٹے بھائی حیدر علی کو اپنے ساتھ لیکر پایاں گھاٹ چلے گئے اور
نواب عبدالوہاب خاں برادر خورد نواب محمد علی خاں والاجاہ کے
پاس سرداری ہزار پیادہ اور دو سو سوار پر مامور ہو گئے ÷

اس عرصہ میں راجہ میسور نے سات ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ
سے پالیکاران (راجگان) شرقی میسور پر فوجکشی کرکے اُن کے ممالک
پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ رفتہ رفتہ صوبۂ سرا کے قریب ہی ایک علاقہ پر قابض
ہو گیا اور علی صاحب نایک بن حیدر صاحب (کلاں) کو تین سو پیادہ
اور شتر سوار مع فیل و نقارہ دیکر اُس طرف کے بندوبست پر مامور
کیا۔ اُس وقت حیدر صاحب نے موقع دیکھ کر شہباز صاحب اور حیدر علی
کو پھر اپنے پاس طلب کر لیا۔ اور نند راج وزیر میسور سے ملاقات کرائی
وزیر مذکور نے شہباز صاحب کو سو پیادہ اور پچاس سوار کی افسری

پر مقرر کردیا۔ بعد چندے حیدر صاحب دیون ہلّی تعلقہ بالاپور خورد کے محاصرہ کو گئے۔ وہاں زخمی ہوئے۔ اور اُس زخم سے انتقال کیا۔ تب اُن کا منصب اور کاروبار بھی شہباز صاحب کے سپرد ہوا۔ اور بندوبست تعلقۂ مذکور پر مامور رہے۔ اور اپنے متعلقوں کو کولار سے وہیں بُلالیا۔ اور حیدر علی نے سرینگ پٹن میں وہ سلامت روی اور خودداری اختیار کی کہ سب ارکان و اعیان خصوصاً نندراج وزیر جو راجہ کا خسر بھی تھا نہایت خوش رہے۔ نندراج ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا تھا۔ جب ۱۹ برس کی عمر ہوئی تو پیرزادہ شاہ میاں ساکن صوبہ سرا کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لیکن بعض بے احتیاطیوں سے ماں کو فالج ہو گیا۔ تب بعد چندے اُس نیک بی بی نے اپنے خاوند حیدر علی کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دی۔ اور میر علی رضا خاں کی ہمشیر سے شادی ہو گئی۔ اور حیدر علی نے اپنی بی بی کی لڑکی کو میر علی رضا خاں سے بیاہ دیا۔

خیر یہ تو ایک درمیانی جملہ تھا۔ اب پھر میسور میں حیدر علی کی ترقیات کا حال سُنیئے کہ نندراج کو پایاں گھاٹ (جنوبی میسور) کلی کوٹ کوئمبٹور پال گھاٹ ونڈکل وغیرہ کا انتظام پیش آیا۔ کیونکہ وہاں کے نایاروں نے بڑی شورش مچا رکھی تھی۔ اس لئے نندراج حیدر علی خاں کو مع لشکر ساتھ لیکر روانہ ہو گیا۔ وہاں حیدر علی خاں سے ایسے بہادرانہ کام ظہور پذیر ہوئے کہ نندراج نے عام دربار میں تعریف کی اور اُسکے

جلدو میں فیل۔ علم۔ نقارہ۔ پالکی نشان عنایت ہوا۔ اور حیدر علی کو باقاعدہ فوج بھرتی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حیدر علی نے چار ہزار سپاہی اور ڈیڑھ ہزار سوار نوکر رکھ کر اُن کو فوج خاص سے نامزد کیا۔ اور انگریزی قواعد کا مشّاق بنا دیا +

۲۰۔ ذیحجہ اول ساعت روز شنبہ ۱۱۶۳ھ ہجری قصبہ دیوَن ہلی میں صاحبزادہ پیدا ہوا۔ چونکہ اس سے پہلے ٹیپو مستان درویش سے لڑکا پیدا ہونے کی التجا کی گئی تھی۔ اس لئے اس لڑکے کا نام اُن کے نام پر ٹیپو[۱] سلطان رکھا گیا +

اسی سال کے آخر میں نواب نظام الملک ناصر جنگ نے نواب انورالدین خاں ناظم آرکاٹ کے قتل کا انتقام لینا چاہا۔ جو بے سبب ہدایت محی الدین خاں مظفر الدولہ ہمشیرہ زادۂ نواب موصوف کے دست ظلم سے بہ اغوائے حسین دوست خاں عرف چندا صاحب میدان

[۱] لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور سی۔ ایس آئی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ وضع حمل سے کچھ قبل فخر النسا (خطاب زوجۂ ثانی) درویش صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا چاہی۔ جب لڑکا پیدا ہوا تو درویش صاحب ہی کے نام پر اُس کا نام رکھا گیا۔ اُس کے مزار کے کتبہ میں ٹیپو لکھا ہوا ہے درویش صاحب کا نام ٹیپو مستان اولیا تھا۔ اُن کا مقبرہ ارکاٹ میں ہے جس پر تاریخ تعمیر ۱۱۴۲ھ ہجری مطابق ۱۷۲۹ء لکھی ہوئی ہے۔ یہ مقبرہ نواب سعادت اللہ خاں کا تعمیر کرایا ہوا ہے جس کا ۱۷۳۲ء میں انتقال ہوا +

آمبور گڑھ سنہ ۱۱۶۲ ہجری میں قتل ہوا۔ اور چندا صاحب نے فرانسیسوں کی حمایت سے تمام صوبہ آرکاٹ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اور اُس صوبہ کا انتظام خود کرنا قرار دیکر کرناٹک کو روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر بالاگھاٹ کے سب پالیکاروں اور نواب دلاور خاں صوبۂ سراکو مع سامان جنگی حضور میں طلب فرمایا۔ اُن میں نندراج وزیر میسور بھی تھا۔ جو ایک عمدہ لشکر لیکر مع حیدر علی خاں کے نواب نظام کے سامنے حاضر ہو کر شریک معرکہ ہو گیا۔ لیکن نواب موصوف فتور و سازش افاغنۂ کڑپہ۔ کنول سے میدان جنگ چنجی میں مارا گیا۔ یہ واقع سنہ ۱۱۶۴ ہجری میں پیش آیا۔ تب سب پالیکار اپنے اپنے مستقر کو لوٹ گئے۔ لیکن حیدر علی خاں نے تھوڑا توقف کر کے تین چار اونٹ خزانہ عامرہ کے لوٹ کر خرچ راہ پیدا کیا۔ اور وہاں سے سرینگ پٹن پہنچ کر وہ رقم اپنے خزانہ میں داخل کی۔

حیدر علی خاں کی ترقی اقبال کا آغاز

واقعات سنہ ۱۱۶۵ ہجری

چک کرشن راج مسند آرائے میسور کے زمانہ میں راجہ کی غفلت اور بے پروائی اور نندراج کی خود مطلبی اور خویشتن آرائی سے تمام

دربار بیقاعدہ ہو رہا تھا۔ اور تمام ممالک میسور میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی ماتحت پالیکاروں نے شورش برپا کر رکھی تھی۔ محاصل ملک کا روپیہ وصول نہ ہوتا تھا۔ پونا کے مرہٹے اور حیدرآباد کے نظام ملک میسور پر دانت لگائے ہوئے تھے۔ دیوراج برادر نندراج نشۂ خودسری میں مست ہو رہا تھا۔ وہ راجہ تک کو خیال میں نہ لاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اُس نے راجہ کے محل کے سامنے توپ لگا کر نواس میں کئی گولے چھوڑے تھے جس سے رانیوں میں تہلکہ پڑ گیا تھا۔ راجہ کی بات نہ مانی جاتی تھی اُس کا کچھ رُعب نہ تھا۔ اکثر بُرائیاں نندراج کی وجہ سے دبا دی جاتی تھیں۔ مگر اس سے بھی لوگ رنجیدہ تھے۔ کیونکہ اکثر فوج کی تنخواہ آٹھ آٹھ نو نو مہینے چڑھ جاتی تھی۔ چنانچہ جب نندراج میدان جنگ سے لوٹا تو اثناء راہ میں گنگارام فوجدار باغی ہو گیا۔ اور دوسرے کئی پالیکارو اور زمینداروں کو اپنی طرف ملا کر عام بغاوت پھیلا دی۔ تب نندراج نے شہباز صاحب اور حیدرعلی خاں کو اُس شورش کے دور کرنے کو روانہ کیا۔ یہ دونو مع فوج کے گئے اور گنگارام کو قید کر لیا۔ اور کتنے فتنہ پرداز قتل کر ڈالے۔ اور دو مہینے میں کوبچہ۔ ہولی ورگ۔ چن ورگ۔ زتن گیری رائے کوٹہ۔ ہسور کا انتظام کر کے اپنے تھانے مقرر کر دئے۔ اور قلعوں پر معتمد قلعدار مامور کئے۔ اور کئی ہاتھی اور اونٹ روپیوں سے بھر کر لے آئے۔ نندراج اس کارگذاری سے بے انتہا خوش ہوا +

نواب محمد علی خاں کی کمک کو نندراج وزیر میسور کا ترچناپلی کو جانا اور حیدر علی خاں کا جوہر مردانگی دکھانا

واقع سنہ ۱۱۶۶ ہجری

سراج الدولہ والاجاہ نواب محمد علی خاں بن نواب انورالدین خاں شہید جو اپنے باپ اور نواب نظام ناصر جنگ کے مارے جانے سے قلعہ تھرنگر (عرف ترچناپلی) میں پناہ گزین تھا۔ اور حسین دوست خاں (عرف چندا صاحب) فرانسیسوں کی حمایت سے تمام ملک آرکاٹ پر قبضہ پاچکا تھا۔ اب چندا صاحب کو یہ خیال ہوا کہ نواب محمد علی خاں کو یہاں سے بھی نکال دینا چاہیئے۔ اس ارادہ سے چھ ہزار سوار اور بارہ ہزار پیادہ لیکر مع ایک بدرقہ فوج فرانسیس کے ترچناپلی کو گیا۔ اور قلعہ مذکورہ کا محاصرہ کرلیا۔ تب نواب محمد علی خاں نے اپنے بڑے بھائی نواب محفوظ خاں شہامت جنگ کو نندراج وزیر میسور کے پاس روانہ کیا۔ اور پیغام

دیا کہ اگر تم اس وقت میری مدد کروگے تو بعد ہزیمت غنیم و بندوبست صوبہ آرکاٹ قلعہ ترچناپلی مع اُس کے متعلقات توابع کے تم کو دیدیا جائیگا۔ اسی طرح انگریزوں کو بصورت کمک کے چند تعلقے دینا قبول کرکے کمک طلب کی۔ راجہ میسور اس زحمت میں نہ پڑنا چاہتا تھا۔ لیکن نندراج وزیر اپنی خود مختاری کے حوصلہ پر سات ہزار سوار اور بارہ ہزار پیادہ مع توپخانہ و سامان حرب وضرب لیکر روانہ ترچناپلی ہوا حیدر علی خاں کو بھی مع ان کی جمعیت کے ساتھ لے گیا۔ حیدر علی خاں ہر لڑائی میں دوسروں سے آگے ہوتا تھا۔ اور فرانسیسوں کے لشکر اور چندا صاحب کی فوج پر بار بار شبخوں مارتا تھا۔ اور جو ملتا تھا لوٹ لاتا تھا۔ ایک مرتبہ فرانسیسوں سے دو توپیں چھین لایا۔ اس عرصہ میں منکارانی نام ایک عورت کی بابت چنداصاحب قتل کردیا گیا۔ جس سے اُس کی سب آرزوؤں کا خاتمہ ہوگیا۔ اور نواب محمد علی خاں کی بن پڑی۔ فرانسیس پھلچری کو چلے گئے ✦

لیکن حیدر علی خاں نے بطور خود اُن کو اپنا دوست بنا لیا تھا۔ اب نندراج وزیر میسور نے نواب محمد علی خاں سے اُس کے اقرار کے موافق قلعہ ترچناپلی خالی کردینے کی درخواست کی۔ محمد علی خاں دوسرے پیرایہ میں اُس سے انحراف کرنے لگا۔ اُس سے طرفین میں رنج پیدا ہوا۔ اور ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے۔ اس وقت نندراج کو بڑی خجالت پیدا ہوئی کیونکہ اس نے راجہ کے خلاف تین لاکھ ہون (سکۂ طلاء)

خرچ کر دئے۔ اور کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس شرم سے وہ میسور کو نہ گیا۔ ستی منگل میں جا بیٹھا۔ راجہ نندراج کی خودسرانہ کارروائی سے سخت ناخوش ہوا کیونکہ اُس نے نو مہینے سے فوج کی تنخواہ نہ بھیجی تھی۔ اس لئے فوج اپنی تنخواہ کے لئے بیچین تھی +

انہیں دنوں میں بالاجی راؤ نانا سپہ سالار افواج پونا نے دریائے تنگ بھدرا کے اس طرف آکر صوبہ سرا کا بندوبست کیا۔ اور نواب دلاور خاں کو پرگنہ کولار جاگیر میں دیکر بلونت راؤ مرہٹہ کو صوبہ دار مقرر کیا۔ اور ملک میسور کے تفرقہ کا حال سنکر میسور کی جانب متوجہ ہو گیا۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کرکے اپنے قلعدار مقرر کر دئے۔ راجہ میسور نے دیکھا کہ غنیم نہایت زبردست ہے۔ اور میری فوج نندراج کے پاس ہے اور اب میرے پاس سوائے قلعہ بنگلور اور ماگری ورگ اور سرینگ پٹن کے کوئی بڑا مقام باقی نہیں۔ تب اُس نے ایک کروڑ روپیہ دینا منظور کرکے اُس بلا کو دور کیا +

ستی منگل میں نندراج کو فوج والوں نے بہت ستایا۔ تب اُس نے حیدر علی خاں سے اپنی عزت بچنے کی صلاح پوچھی اور اُس سے ایسے وقت میں کچھ کام آنے کی درخواست کی۔ حیدر علی خاں نے فوج والوں کو شرارت اور گستاخی سے روکا۔ اور لوٹ مار سے کچھ روپیہ فراہم کرکے دیا۔ پھر مع اپنی جمعیت کے چند متموّل اور متمرّد پالیگاروں کے علاقے میں پہنچ کر اُن سے روپیہ وصول کیا۔ اور ایک سال میں اقوام نایمار اور

مالیلہ کو جو تجارت پیشہ تھیں زیروزبر کر کے زر کثیر حاصل کیا۔ اور چند ممالک کو فتح کر کے اپنا انتظام قایم کیا۔ اور اُن راجوں کے اسباب و خزاین کو ضبط کر کے اُن کو گرفتار کر لایا۔ وقس علے ہذا ✦

آخر کو اُن فتوحات کے بعد نندراج کے سامنے آیا۔ نندراج بے انتہا خوش ہوا۔ اور رفع شرم و خجالت کو ایک خط مبارک باد و تسخیر ممالک پالیکاران باغی کا لکھ کر مع ایک کروڑ روپے کے اپنے آقا و داماد راجہ میسور کے نام روانہ کیا اور بعد چندے حیدر علی خاں کو ڈنڈگل اور پال گھاٹ وغیرہ کے انتظام کو مع فوج روانہ کیا۔ جب نندراج کا خط مع کروڑ روپیہ راجہ کے پاس پہنچا تو وہ عقدہ فرو ہوا۔ اور نندراج کو دارالریاست میں آنے کے لئے لکھا گیا۔ وہ دو برس کے بعد دارالریاست میں آکر اپنے اہل و عیال سے ملا۔ پھر حیدر علی خاں بھی اپنے کار مفوضہ کو جلد ختم کر کے سرینگ پٹن میں آگیا۔ اور مانا منڈف میں مقیم ہوا۔ اُس وقت میسور کا یہ حال تھا کہ راجہ میسور نے مرہٹوں کو ایک کروڑ روپیہ دینا کہہ کر واپس کر دیا تھا۔ لیکن اُن کے تھانے جابجا قایم اور اُنکے قلعدار تمام قلعوں کے حاکم بن رہے تھے۔ اور علاقہ جات کا روپیہ بجبر وصول کرتے تھے۔ اور دربار پونا کی طرف سے بلونت راؤ صوبہ دار صوبہ سرا موقوف ہو کر اُس کی جگہ گوپال راؤ مرہٹہ ناظم ہو کر انتظام صوبہ داری سرا کے لئے مقرر ہوا تھا۔ اور اُس گوپال راؤ نے قلعہ بنگلور کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن سرنیواس راؤ قلعدار بنگلور نمکخوار دولت میسور

کی تندہی سے فتح ہونے میں کچھ دیر باقی تھی۔ جب نندراج اور حیدر علیخاں سریرنگ پٹن میں پہنچ گئے تو راجہ اور اہل دربار کو ایک نئی زندگی کی اُمید ہوئی ؎

سواد بنگلور میں گوپال راؤ کا حیدر علی خاں سے شکست پانا

واقعات سنہ ۱۱۶۸ ہجری

راجہ نے حیدر علی خاں کی سرگرم اور بہادرانہ خدمات پر خان بہادر کا خطاب مع خلعت فاخرہ وجواہر گراں بہا عنایت فرما کر گوپال راؤ کی ہزیمت کو روانہ کیا۔ حیدر علی خاں بہادر پانچ ہزار سوار اور بارہ ہزار سپاہی قواعد دان اور سات ضرب توپ مع ساز وسامان لیکر روانہ بنگلور ہوئے۔ اور وہاں جاکر سواد چن پٹن میں ٹھیرے۔ گوپال راؤ پندرہ ہزار سوار سے معرکہ آرا ہوا۔ حیدر علی خاں نے دن کو طرح دیکر رات کو شبخون مارا۔ اس شبخون کا یہ اثر ہوا کہ فوج مرہٹہ کے سوار اپنا اپنا اسباب چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اور اکثر سامان فوج حیدری کے قبضے میں آیا۔ پھر حیدر علی خاں نے وہاں سے کوچ کرکے سواد بنگلور میں

کیمپ قایم کردیا۔ اور قلعۂ بنگلور سے حیدر علی خاں کے آجانے کی خوشی میں توپیں سر کی گیئں۔ تب گوپال رائو نے اپنا کیمپ وہاں سے اُٹھا کر کئی میل دور لیجا کر قایم کیا۔ صبح کو حیدر علی خاں نے گولہ باری سے کام لیا۔ نتیجہ یہ کہ وہ بہت سا اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا اور حیدر علیخاں وہ سب اسباب اُٹھوا کر اپنے کیمپ میں آگئے۔ اس عرصہ میں پونا سے خبر آئی کہ وسواس راؤ بھاؤ فرزند بالاجی راؤ نانا نے جو تین لاکھ سوا وپیادہ لیکر دلی پر گیا تھا۔ پانی پت کے میدان میں احمد شاہ درانی کی فوج سے شکست پائی اور تمام فوج مقتول ومجروح ہو گئی۔ اس خبر کو سُن کر بالاجی راؤ پیشوا مجنون ہو کر مر گیا۔ تمام پونا میں تہلکہ برپا ہے۔ یہ خبر سُنکر گوپال راؤ کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ اور مع مابقی لشکر سرا کو مراجعت کی۔ اور ملک میسور سے اپنے سب تھانے اُٹھا لئے۔ اور جس جس قلعہ میں فوج مرہٹہ یا جس جس پرگنہ میں مرہٹہ عامل موجود تھے۔ اُن کو حیدر علی خاں نے کسی کو تہدید سے اور کسی کو جنگ کر کے وہاں سے نکال دیا اور اپنا انتظام قایم کیا۔

اور ایسی نمایاں فتح وکامیابی سے سرینگ پٹن میں واپس آیا۔

نندراج وزیر میسور کی موقوفی اور کھنڈے راؤ برہمن کی ماموری حیدر علی خاں کی معرفت

واقعات سنہ ۱۱۶۹ ہجری

جب حیدر علی خاں نے غنیم کو شکست دیکر گئے ہوئے ملک کو واپس لیا اور انتظام ضروری سے فرصت پائی۔ ایک اندرونی جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا۔ یعنی راجہ میسور نے اپنے وزیر اور خسر نندراج کی تمام بے اعتدالیوں، اور اُس کی خودسرانہ کارروائیوں کو یاد کرکے دُہرایا۔ اور ترچناپلی میں لاکھوں روپے بیسود ضایع کردینے کا طعنہ دیا۔ ان معاملات سے نندراج آشفتہ ہوکر دو ہزار پیادہ اور پانسو سوار اور پانسو سپاہی قواعددان لیکر قلعہ میں جا بیٹھا اور عذر کیا کہ اب میں بوڑھا ہوا مجھ سے کام نہیں ہوسکتا۔ اس پر راجہ نے اس سے اسناد وزارت طلب کیں۔ اُن کے دینے میں اُس نے عذر کیا۔ تب راجہ

نے بڑے تملق سے حیدر علی خاں کو اپنا بیٹا کہہ کر اُس کے پاس واپس لانے اسناد کے بھیجا۔ حیدر علی خاں نے اُس کو بہت سمجھایا کہ اسناد میں سوائے کاغذوں کے کیا رکھا ہے تم دیدو۔ آیندہ جب راجہ کا مزاج رُو باصلاح ہو جائیگا پھر تم اپنا کام کرنے لگو گے۔ لیکن نندراج نے نہ مانا۔ حیدر علی خاں نے یہ روداد راجہ سے عرض کی۔ راجہ نے حکم دیا کہ قلعہ کو محصور کر کے جبر سے سب سندیں مع لبتۂ وزارت اُس سے لے لی جائیں۔ چنانچہ بعد ایک جنگ مختصر کے تمام اسناد دیوانی اس سے لے لی گئیں۔ اور وہ شرم سے متاثر ہو کر اپنی جاگیر میں جا رہا۔ اور اسکی جگہ بصلاح ارکان و اعیان و استصواب رائے حیدر علی خاں کھنڈے راؤ برہمن کو جو نمک خوار قدیم تھا اور حیدر علی خاں نے بتدریج اُس کو سپہ سالاری کے درجہ تک پہنچا دیا تھا خلعت وزارت سے سرافراز کیا گیا۔

سرکار حیدر علی خاں میں تعلقہ آنی کل اور بارہ محل کا داخل ہونا واقع ۱۱۶۹ھ ہجری

سراج الدولہ والاجاہ نواب محمد علی خاں نے پھلچری کو مسخر کر لینے

کے لئے انگریزوں کی سازش سے فوجکشی کی۔ تب فرانسیسوں نے
ایک وکیل حیدر علی خاں کے پاس بھیجا کہ آپ ہماری کمک کریں معاوضہ
کمک میں پرگنہ جینجی اور پرگنہ تیاک گڑھ چھوڑ دئے جاتے ہیں حیدر علی خاں
نے تین ہزار سوار اور چھ ہزار پیادہ قواعدداں اور دو ہزار پیادہ
کرناٹکی بسرداری سید مخدوم (برادر نسبتی) مع سامان حرب و آذوقہ
روانہ پھلچری کئے۔ راستہ میں دریافت ہوا کہ پالیکار آنی کل نے
رعایا کو سخت ستا رکھا ہے اور اپنے نوکروں بھی زیادتی کرتا ہے جس
سے وہ ناخوش ہیں۔ سید صاحب نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس
پر تاخت کی اور پالیکار کو گرفتار کر کے دارالریاست کو روانہ کر دیا پھر
راہ چلتے اور ایک شکار مل گیا یعنی بارہ محل کی رعایا عزیز خاں
حاکم کے ظلم سے سخت نالاں اور سب ملازم سخت پریشان تھے۔ ان
میں بعض نے سید صاحب سے استغاثہ بھی کیا۔ سید صاحب نے خان
مذکور پر حملہ کر دیا۔ وہ بغیر جنگ کے کڑپہ کو بھاگ گیا۔ اور سید صاحب
نے قلعہ جات بارہ محل میں اپنے تھانے قایم کر کے اسد خاں مہکری
کو وہاں کا فوجدار مقرر کر دیا اور خود کوچ در کوچ پھلچری پہنچے۔ اور
انگریزی فوج پر شبخون مار کر داخل قلعہ ہو گئے لیکن پرگنہ جینجی نواب
محمد علی خاں کی ضبطی میں تھا اور تیاک گڑھ مسافت بعید پر واقع تھا۔
اس سے لشکر کو گھاس لکڑی و غلہ وغیرہ کی تکلیف ہونے لگی جس کو
لشکر نے جفاکشی سے برداشت کیا۔

کھنڈے راؤ برہمن وزیر جدید میسور کی نمک حرامی اور حیدر علی خاں کی مردانہ کارگزاری مع واقعات متعلقہ

۱۱۷۰ھ ہجری

کھنڈے راؤ برہمن وزیر جدید میسور بہت ہی بدباطن محسن کش احسان فراموش۔ عیّار۔ مکّار۔ دغاباز۔ فتنہ پرداز شخص تھا جس نے اپنی خباثت نفس کو مدتوں تک چھپائے رکھا۔ سچ کہا ہے :۔

کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

جب اُس کو وزارت کا موقع ملا تو وہ ایک طرف حیدر علی خاں سے ملاوٹ کی باتیں کرتا تھا۔ دوسری طرف رانیوں کو بھڑکاتا تھا۔ تیسری طرف راجہ کو ورغلاتا تھا۔ چوتھی طرف مرہٹوں سے سازباز رکھتا تھا۔ ایک روز خلوت میں راجہ سے عرض کی کہ حیدر علی نایک ایک بے مقدور شخص تھا۔ آپ کی بدولت اس درجہ پر پہنچ کر آپ کا

ہمسر بنتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک اجنبی مسلمان سارے ملک کا مالک بن بیٹھے۔ اس لیئے اگر آپ اجازت دیں تو اس کے استیصال کی فکر کی جائے۔ ناعاقبت اندیش اور کم عقل راجہ نے کہہ دیا کہ اچھا۔ اتنی اجازت پاکر اُس نے دربار پونا کو خط لکھا کہ ایک ادنےٰ مسلمان ریاست میسور پر متصرف ہو رہا ہے۔ اگر آپ اس وقت ہماری مدد کریں تو دو لاکھ روپیہ سالانہ نذر اور پانچ لاکھ روپیہ صرف لشکر کا دیا جائیگا ؛

مرہٹوں کو کیا دیر تھی۔ وہاں سے مادھو راؤ بن نانا نے ایساجی پنڈت بینی کو چالیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ اور توپخانہ کا سردار بنا کر روانہ کر دیا۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ حیدر علی خاں کی فوج پھلپری و بارہ محل وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ جب ایساجی کا مع فوج روانہ ہونا معلوم ہوا تو کھنڈے راؤ نمکحرام نے قلعہ کے اوپر سے توپوں کا رُخ حیدر علی خاں کی فرودگاہ کی جانب پھروا دیا۔ اور توپوں سے چند گولے سر ہوئے۔ تب تو حیدر علی خاں دریائے حیرت میں ڈوب گیا کہ اس نمکحرام نے خلاف امید کیا کیا۔ لیکن تدبیر و استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور وہاں سے شب کو اپنا تمام سامان مع فوج کے اٹھا کر صبح ہوتے سواد آنی کل میں داخل ہو گیا اور وہاں سے بنگلور میں جا کر تمام ملازمان قلعہ اور قلعدار کو جو پہلے سے موافق تھے گانٹھ لیا اور قلعہ بنگلور میں اپنا انتظام جدید قایم کر کے بنگلور کے ساہوکاروں کو بلایا اور اُن سے پچاس لاکھ روپیہ قرض لیا۔ اور سے بالفور میر علی رضا

اور سید مخدوم علی خاں کو جو پھلچری میں تھے مع افواج طلب کیا۔ چنانچہ سید صاحب مع دو ہزار سپاہی قواعد دان اور تین سو سوار اور ایکہزار پیادہ اور پانچ ضرب توپ کے آپہنچے۔ اس عرصہ میں ایساجی بھی آ گیا۔ اور کھنڈے راؤ نے تسخیر قلعہ بنگلور اور گرفتاری حیدر علی خاں کی شکایت کی۔ آیساجی بنگلور کو روانہ ہوا۔ اس کے بعد خود بھی نو ہزار سوار اور چودہ ہزار پیادہ کے ساتھ اتواپ قلعہ شکن لیکر روانہ ہو گیا۔ سواد بنگلور میں پہنچ کر ان فوجوں نے اپنے ظلم و ستم سے تمام آس پاس کے گاؤں بیچراغ کر دئے۔ بڑی بڑی توپوں سے قلعہ پر گولہ باری کرنے لگے لیکن اس کا کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ اس اثنا میں مخدوم علی خاں بھی اپنی فوج اور درمیان سے سامان حرب و ضرب لیکر یلغار کرتے ہوئے آنی کل تک پہنچے۔ وہاں مرہٹوں کی فوج نے گھیر لیا۔ یہاں کوہ اجنٹی ورگ میں نندراج سابق وزیر کا تھانہ تھا۔ حیدر علی خاں نے اس واقعہ سے نندراج کو خبر دی۔ نندراج نے اپنے رفیق قدیم کا خیال کر کے جان لیا کہ میرے ساتھ جو معاملہ ہوا یہ بھی اسی نمکحرام کے سبب سے پیش آیا۔ اور اپنے قلعدار کو ہر طرح کی اعانت کی تاکید کی۔ قصہ مختصر میر مخدوم علی نے بڑی جوانمردی اور استقلال سے دو روز لڑ بھڑ کر کاٹے اور تیسری شب کو قلعدار نندراج کی کمک پا کر تین طرف سے شبخوں مارا۔ جس سے فوج غنیم میں سخت انتشار پھیل گیا۔ اور ہر صف نے ایک طرف کو بھاگ چلنے کی راہ نکالی اور آیساجی پتی اور کھنڈے راؤ شتی جو

فتح کے متمنی ہو رہے تھے - سر و پا برہنہ بھاگ گئے - اور دونو کے
ارباب لشکر جو سو رہے تھے اُن میں اُس فوری خبر نے یہ تہلکہ ڈال
دیا کہ وہ تلوار و تفنگ لیکر بھاگے اور آپس میں اکثروں کو ایکدوسرے
نے مار لیا - صبح ہوتے ہی میر صاحب نے تودہ تودہ سامان و اسلحہ و اقوام
جو فراری چھوڑ گئے تھے اپنی فرودگاہ میں اٹھوا لیا - اُدھر وہ دونو سردار
اپنے بڑے خیمے میں جا کر پھر کوئی مشورہ کرنے لگے - اس عرصہ میں
نندراج نے آیساجی کے پاس قاصد بھیجا اور اس مضمون کا خط لکھا کہ
کیا آپ حیدر علی خاں کو نہیں جانتے - وہ اس ریاست کا محسن اور
نوکر نہیں بلکہ مالک ہے اور کھنڈے راؤ برہمن اُسی کی مہربانی و
عنایت سے اس درجہ تک پہنچا ہے - آپ کو ہرگز زیبا نہیں کہ ایک
ایسے نمک حرام و محسن کش کے کہنے سے حیدر علی خاں کے متابعت اور ریاست
کی بدنظمی اور انتشار رعایا اور ہلاکت بندگان خدا کے روادار ہوئے
اس لئے میں دوستانہ اور خیر خواہانہ صلاح دیتا ہوں کہ آپ اُس مکار
کے فریب میں نہ آئیں اور اپنی فوج واپس لے جائیں - اور اگر کچھ
روپیہ درکار ہے تو اُس کی کچھ تدبیر کر دی جائے گی - آیساجی یہ
خط دیکھ کر حقیقت حال سمجھ گیا - اور کئی لاکھ روپے کا طالب ہوا -

لے ایساخیال کریں کہ جب اُسکے ایک سردار نے راستہ چلتے اپنی تھکی ہوئی اور محاصرہ
میں گھری ہوئی فوج کا یہ کام کیا تو حیدر علی خاں اپنی قواعددان اور مجموعی فوج
سے کیا کچھ نہیں کر سکتا ؛؛

حیدر علی خاں نے جواب دیا کہ ایسی حالت میں میرے پاس روپیہ کہاں
میں نے خود قرض لیکر تیاری کی ہے۔ تب ایساجی نے کہا کہ اچھا نقد
نہیں ہوسکتا۔ تو بارہ محال دیدو۔ اس پر حیدر علی خاں نے قلعہ دار
بارہ محال کو ایک خط بلا لفافہ لکھ کر ایساجی کو دیدیا۔ اس میں بارہ محال
تفویض ایساجی کر دینے کو لکھا۔ ایساجی نے وہ خط خوش ہوکر رکھ
لیا اور وہاں سے کوچ کر کے قبضہ کرنے کے لئے بارہ محال جا پہنچا۔ ادھر
حیدر علی خاں نے اُس سے پہلے قلعدار کو مطلع کر دیا کہ میں نے ایک
خط بلا لفافہ اُس کو دیا ہے اگر وہ اس کے موافق تم سے قبضہ چاہے
تو تم کہہ دینا کہ یہ خط ضابطہ کے موافق سربمہر نہیں ہے۔ اگر وہ نہ مانے
تو تم اس کو مقابلہ کی دھمکی دینا۔ میں بھی پیچھے سے آتا ہوں۔ اور جب
ایساجی بارہ محال کو روانہ ہوا۔ تو گھنڈے راؤ برہمن نہایت شرمناک
مایوسی کے ساتھ سرنگ پٹن میں واپس آیا اور چھپ کر بیٹھ رہا۔
جب ایساجی نے بارہ محال پہنچ کر وہ خط اپنے معتمد کے ہاتھ قلعدار
کے پاس بھیجا اور قلعدار سے قبضہ چاہا تو اس نے جواب دیا کہ یہ خط
باضابطہ نہیں۔ اور یہ اتنا بڑا معاملہ ہے کہ جب تک اس خط کا لفافہ
نواب حیدر علی خاں بہادر کی مہر سے مزین نہ ہو اس کی تعمیل ناممکن
ہے۔ اس پر ایساجی نے قلعدار سے وہ اصل خط طلب کیا تو قلعدار
نے کہا کہ میں اپنے نام کا کاغذ آپ کو نہیں دے سکتا۔ ان باتوں
سے ایساجی بہت چکرایا +

اس عرصہ میں جاسوس خبر لائے کہ حیدر علی خاں نے بنگلور کے باہر میدان میں اپنی تمام فوج آراستہ کی اور تمام سازوسامان حرب وضرب وازوقہ لشکر بار کرا کر مع افواج میر رضا علی خاں وسید مخدوم علی خاں باتوپخانہ آتشبار تیار بیٹھا ہے کہ بارہ محل میں آکر فوج مرہٹہ پر تاخت کرے اور شبخون مارے اور اُس کا تمام اسباب لوٹ کر واپس جائے۔ اس خبر نے ایساجی کو سخت پریشان کیا۔ اور وہ نے الفور وہاں سے مع فوج کوچ کر گیا۔

ادھر حیدر علی خاں نے مع فوج ضروری کوچ کر کے ماکڑی درگ۔ ماتری درگ۔ چن راج پٹن۔ چن پٹن وغیرہ میں اپنے تھانے قایم کر دئے۔ پھر موتی تالاب کے اوپر سے چرکولی ہوتا ہوا پریاپٹن میں اپنے شفیق قدیم نندراج کے پاس گیا۔ اور بعد مشورہ اُس سے آگے کو روانہ ہوا۔ اس درمیان میں راجہ میسور کی دادی کا مخفی خط معہ دوسری رانیوں کے خفیہ خطوط کے نواب حیدر علی خاں کے پاس اس مضمون کا پہنچا کہ

آج کل یہ ریاست بے تمیزی اور نفاق اعیان وارکان سے ایسی متزلزل اور بے انتظام ہو رہی ہے کہ اکثر لوگ بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ بعض اس ریاست کا چھین لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں تم کو اپنا فرزند سعادت مند جانکر یہ لکھتی ہوں کہ تم یہاں آؤ اور ہماری بےکسی اور بےبسی کا حال دیکھو۔ اور ہم کو ایک ٹھکانے بٹھا کر ملک ومال کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لو اور رعایا

کو اس زحمت اور تباہی سے پناہ دو +

نواب نے یہ خط دیکھ کر اپنی جیب میں رکھا۔ اور راجہ کی جدّہ ماجدہ کو تسلّی و تشفی اور اپنے حاضر ہونے کا جواب لکھ بھیجا اور سرینگ پٹن کے قریب پہنچ کر مانامنڈف میں قیام کیا۔ دوسرے روز ایک بڑی توپ کو دمدمہ پر رکھوا کر چند گولے راجہ کے دیوان خانۂ خاص اور محلسرائے زنانہ پر اُتار دئے۔ وہاں ہل چل مچ گئی۔ راجہ نے اپنا چوبدار بھیج کر حیدر علی خاں سے دریافت کیا کہ آپ کے مرکوز خاطر کیا ہے۔ حیدر علیخاں نے جواب دیا کہ میں آپ کا ویسا ہی خیر طلب اور ریاست کا ویسا ہی ترقی خواہ ہوں لیکن آپ نے میری خدمات کو فراموش کر کے میرے دشمن کو پناہ دی۔ اس لئے بدرجۂ لاچاری ایسا کرنا پڑا۔ آپ اُسکو میرے حوالہ کر دیں پھر مجھ سے ایسی بے ادبی نہ ہو گی۔ راجہ نے کھنڈے راؤ کی پاسداری سے کئی دفعہ پیام سلام بھیجے لیکن حیدر علی خاں اپنی بات کے پورا کرنے پر اڑا رہا۔ آخر کار راجہ نے اُس سے جان بخشی کا اقرار لیکر کھنڈے راؤ کو اُس کے حوالہ کیا۔ حیدر علی نے ایک لوہے کے کٹہرے میں بند کرا کر قلعہ بنگلور پر بھیج دیا +

لہ لیون بی بورنگ صاحب اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ میسور کا نام جیکا کرشن اپنے وزیر ننجراج کی غلامی سے بہت تنگ تھا۔ اور حیدر علی نے ننجراج کو ملا لیا تھا۔ اس لئے بڑی رانی نے کھانڈے راؤ کی طرف خیال دوڑایا۔ کھانڈے راؤ برہمن مرہٹہ ایک چالاک ہوشیار لکھا پڑھا آدمی تھا

بندوبست قلعۂ دار الریاست و علیحدگی راجہ میسور و حکمرانی نواب حیدر علی خاں

واقع سنہ ۱۱۷۱ ہجری

جب حیدر علی خاں اس فتح و کامیابی کے بعد چین سے بیٹھا تو چند راس اسپ مع جواہر و تحائف راجہ کی نذر کو قلعہ میں بھیجے۔ اور خود اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسکو حیدر علی نے معمولی درجہ سے ترقی دیتے دیتے ایک بڑی فوج کا افسر کر دیا تھا۔ اور حیدر علی اُس پر خاص بھروسہ کرتا تھا۔ اس کو رانی نے توڑ لیا۔ اور مرہٹوں سے امداد مانگی تاکہ حیدر علی پر حملہ کیا جائے۔ اس خیال کے موافق دغاباز کھانڈے راؤ جو صرف حیدر علی کی عنایتوں سے اس مرتبہ پر پہنچا تھا حیدر علی کے مقابلہ پر آمادہ ہو بیٹھا اور اُس نے حیدر علی کو بہت تکلیف دی لیکن آخرکار حیدر علی نے اُس پر فتح پائی۔ اور اُس کی سب توپیں اور سامان اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر حیدر علی نے ایسی سخت دغابازی کا انتقام لینے کو

ڈکی پر دانگی مانگی۔ بعد اجازت دوسرے روز صبح کو اپنی فوج سے سردار اور سوار و پیادہ منتخب کرکے اپنے ساتھ لئے اور قلعہ پر پہنچ کر ہر دروازہ اور کھڑکی پر مامور کئے۔ اسی طرح ڈیوڑھی دیوانخانہ اور محل زنانہ پر پہرے بٹھلادئے کہ کوئی چیز بلا اطلاع اندر سے باہر اور باہر سے اندر نہ جانے پائے۔ صاحب نشان حیدری اس موقع پر لکھتے ہیں کہ:۔

چرا چنیں نخواہد کرد کہ دولت نیم جان میسور را از سر نو زندہ ساختہ بارہا محض بطرفداری آں دولت از مرہٹہ و دیگر باغیان جنگہا کردہ بزور بازوے تدابیر عدو مالِ شکستہا داد۔ و ملک از دست رفتہ را بہ نفس نفیس باتدبیر صائبہ باز بقبضۂ اقتدار خود آورد۔ باوصف ایں بدلحاظاں کور باطن در شکست آں دولتخواہ حیلہ ہا انگیختند وخراج راجہ سادہ منش را از آں جناب والا شورانیدہ فتنہ و فساد برپا ساختند وایں ہمہ محنت ہا و صعوبتہا راکہ درامر ملکداری بظہور رسانیدہ بود مفت ضایع و

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سرنگاپٹن پر لشکرکشی کی اور راجہ کے مصارف کا انتظام کرکے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ راجا کو لکھا کہ اُس کا مکرم دوست کھانڈے راؤ اُس کے حوالہ کیا جائے۔ راجہ کے ایوان کی مستورات نے اُس کی بہت سفارش کی اُس پر حیدر علی نے جوابدیا کہ وہ مارا نہیں جائیگا بلکہ طوطے کی طرح پرورش کیا جائیگا تب وہ اسکے پاس بھیج دیا گیا۔ وہ وعدہ اس طرح پر پورا ہوا کہ ایک لوہے کا پنجرا بنوایا گیا اور کھانڈے راؤ کو اس میں بند کیا گیا اور تمام عمر اُس کو دودھ چاول کھلائے گئے۔

برباد کردن مے خواستند لہذا آں ہمہ را زیر کردہ راجہ را از کشمکش ملکداری بساحل نجات رسانیدہ۔ وخود متوجہ انتظام ملکداری شُد ۔

القصہ جب قلعہ کا اندرونی انتظام ہو گیا تو راجہ کو کام سے سبکدوش کر دیا گیا۔ اور حیدر علی خاں نے بہ نفس نفیس ایک مدت تک درستی انتظام و تنبیہ سرکشاں منافقت پیشہ اور جریمانۂ متصدیان بسیار خوار اور فراہمی سپاہ جدیدہ مزید اور تعلیم قواعد اور عدل و انصاف میں رات دن کوشش کی۔ اُس کی عام فیاضی اور سپاہیوں کی قدردانی کا شہرہ بہت جلد چاروں طرف پھیل گیا۔ اور سرینگ پٹن اور اُس کے اطراف جو پامال مظالم ہو رہے تھے اور اُن میں ایک باغ خزاں دیدہ کی کیفیت نظر آتی تھی اُن کو لہلہاتا ہوا باغ بنا دیا۔ اور ہر پیشہ و فن کی قدر کرنے لگا جس سے ہر پیشہ و فن کے آدمی چاروں طرف سے آآ کر وہاں جمع ہو گئے۔ اُس کی فوج کثیر کا حساب دشوار ہو گیا ۔

زاں بعد حیدر علی خاں نے علاقہ جات جنوبی میسور یعنی ما بین گھاٹ کوئمبٹور وغیرہ میں شور و شر سُنکر سید اسمعیل صاحب (برادر نسبتی) کو مع فوج ضروری وہاں کا انتظام قایم رکھنے کو روانہ کیا۔ اور اپنے شفیق قدردان نندراج کو مع متعلقات و زن و فرزند طلب کر کے ایک حویلی خاص میں نہایت عزت و احترام سے جگہ دی۔ اور ایسے غیر متوقع فتوحات اور ایسی غیر معمولی کامیابی پر خدا کا شکر بجا لایا

میر مخدوم علیخاں کو قلعہ سریرنگ پٹن کا قلعدار مقرر کیا۔ پھر ایک روز راجہ مسند نشین اور نندراج کی محلسرائوں پر جاکر چند طبق جواہر پیش کئے اور رانیوں اور عورتوں کی بہت کچھ تشفی کی۔ اور اُن کے حسب دلخواہ تمام مصارف مقرر کردئے۔

پھر نواب نے بنگلور جاکر ساہوکاروں کا وہ پچاس لاکھ روپیہ ادا کر دیا جو جنگ ایساجی کے متعلق قرض لیا تھا۔

حیدر علی کا عروج اقبال حسب

تاریخ حملات حیدری

حیدر علی خاں کی ترقی اقبال کا مقدمہ تاریخ نشان حیدری[1] کے موافق اوپر لکھا گیا۔ مگر صاحب تاریخ حملات حیدری[2] اُس کی تفصیل

[1] تاریخ نشان حیدری فارسی میر حسین کرمانی کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ صاحب ٹیپو سلطان کے سرکاری نوکر بھی رہے ہیں اور ٹیپو سلطان کے انتظام سلطنت کے تھوڑے روز بعد تاریخ کا لگا لگا دیا۔ اور سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں اپنا یہ فرض نہایت اختصار و امانت سے پورا کیا۔

[2] حملات حیدری ٹیپو سلطان کے ایک شاہزادہ موسوم بہ شاہزادہ سلطان کے نام کلکتہ میں تاریخ مذکور کو دیکھ کر سنہ ۱۲۶۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۸ء میں لکھی گئی۔ اور اس میں کچھ واقعات بھی بڑھائے گئے۔

یوں کرتے ہیں :-

میر فتح علی کے بعد باپ کا ترکہ ان کے دونو بیٹوں (شہباز خاں اور حیدر علی خاں) میں تقسیم ہوا اور دونو اپنے اپنے حصۂ فوج کے سپہ سالار رہے۔ بعد چندے تقدیر نے چاہا کہ یہ متفرق طاقت ایک جگہ جمع کردے شہباز خاں کا انتقال ہوگیا اور حیدر علی نایک تمام متروکۂ آبائی پر قابض اور متصرف ہوکر تمام فوج پر حکومت کرنے لگا۔ اور میسور کے سب سردار و اور سپہ سالاروں میں سربرآوردہ و ممتاز سمجھا جانے لگا۔ تمام فوج اس کے برتاؤ سے خوش تھی۔ خصوصاً مسلمان سپاہی تو اسکے پسینے پر خون بہانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ وزیر بالکل اُس کی مٹھی میں تھا۔ کوئی خاص کام بغیر اُس کے مشورے کے نہ کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ بیجانگر کا انتظام سیاست درہم و برہم ہوچکا تھا۔ معمولی درجہ کے زمیندار خود سر راجہ بن رہے تھے۔ بنگلور کا راجہ بھی راج سب میں مالدار اور نشۂ غرور و نخوت میں سرشار تھا۔ اُس کے پاس فوج تھی مگر اتنی نہ تھی جو علاوہ انتظام ملکی کے کسی غنیم کے مقابلہ میں کام آسکے۔ اور جو تھی وہ بھی متفرق اور منتشر تھی۔ حیدر علی نایک نے وزیر میسو کو سمجھایا کہ یہ وقت بنگلور کو حاصل کرنے کا ہے۔ اور میں ہر طرح کی بجا آوری خدمت کو حاضر ہوں۔ وزیر نے اُس کا کہنا مان لیا۔ راجہ میسور بھی راضی ہوگیا۔ اور حیدر علی نایک نے ۱۷۴۶ء میں تین ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت لے کر سرینگ پٹن سے واسطے تسخیر بنگلور کے

کوچ کیا۔ اُدھر جاسوسوں نے راجا کو خبر دی کہ بلائے ناگہانی سرپر آرہی ہے جو کرنا ہو کیجئے۔ راجہ اپنی بے سروسامانی سے مجبور ہو کر "سیورن ورگ" کے قلعہ میں جو اُس کی عملداری میں نہایت مضبوط قلعہ تھا جا بیٹھا۔ حیدر علی نایک کی فوج نے چاروں طرف سے اُسکو گھیرلیا۔ اور آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا۔ ایک مہینے کے بعد اس شرط پر محاصرہ اٹھانا چاہا کہ راجہ بنگلور چار لاکھ روپے اُس وقت دے اور آٹھ لاکھ روپے سالانہ کا خراج راجہ میسور کو ادا کرتا رہے۔ راجہ بنگلور نے اُس کو غنیمت سمجھ کر منظور کر لیا۔ اور چار لاکھ روپے فی الفور ادا کر دئے۔ تب حیدر علی نایک نے سنبھو ناتھ نامی اپنے ایک معتمد کو اپنا نایب مقرر کر کے بنگلور میں چھوڑا اور خود مع فوج نقارہ فتح بجاتا ہوا سرینگ پٹن میں واپس آیا۔ راجہ میسور حیدر علی نایک کی اس کارگذاری سے بہت خوش ہوا۔ بڑے جاہ و احتشام سے اس کا استقبال کیا۔ اور "فرزند ارجمند" کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اب اس طرف کا حال سُنیئے کہ جب راجہ بنگلور کو حیدر علی نایک سے ہزیمت پانے پر شرمندگی ہوئی اور اُس کے ناعاقبت اندیش رفیقوں نے اُسکو بدلا لینے پر اُبھارا تو اُس نے حیدر علی کے نایب سنبو ناتھ کو قید کر دیا اور اپنی فوج کو جمع کر کے آمادۂ بغاوت ہوا۔ جب یہ خبر میسور میں پہنچی تو حیدر علی بیس ہزار پیادہ و سوار نیزہ گزار لے کر سرکوبی کو جا پہنچا۔ ۶ صفر ۱۱۶۱ھ ہجری مطابق ۱۷۴۷ء کو بنگلور سے بیس میل ادھر ایک

میدان میں راجہ بنگلور کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ راجہ کی ناآزمودہ کار جمعیت حیدر علی کی مشاق و پختہ کار فوج سے سر بر نہ ہو سکی۔ اس لئے پسپا ہونے پر مجبور ہوئی۔ اور راجہ بنگلور اسیر ہو گیا۔ تب حیدر علی نایک نے شہر بنگلور کا محاصرہ کیا۔ شرفا شہر نے شہر حیدر علی کو سپرد کر دیا۔ اور اُس کی اطاعت قبول کر لی۔ اُس کے متعلق جو قلعے اور پرگنے تھے اُن پر بھی فوجی قبضہ کیا گیا۔ سنبھوناتھ نایب کو قید سے مخلصی دیکر اپنی طرف سے حاکم بنگلور مقرر کیا۔ اور راجہ میسور کو فتح بنگلور کی اطلاع دی۔ اور بنگلور پر باقاعدہ حکومت کرنے کے لئے وہاں کے رسم و رواج اور رضامندی رعایا کے مناسب حال ایک دستور العمل بنایا اور سنبھوناتھ کو دیا کہ تحصیل محاصل اور پابندی ضابطہ میں اس کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اُس کی ایک نقل وزیر میسور کے پاس روانہ کی۔ وزیر میسور حیدر علی نایک کی اس فتحمندی اور لیاقت سے بہت خوش ہوا۔ لیکن دل میں سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو جو راجہ بنگلور کے عزیز و اقربا اور فوجی سردار اتفاق کر کے شورش پیدا کریں جس سے میسور کو ایک مشکل میں پھنسنا پڑے۔ اس لئے اس چالاک وزیر نے وہ ریاست مفتوحہ حیدر علیخاں نایک کی سپاہ کے معاوضہ تنخواہ میں لکھ دی

عطائے تو بہ لقائے تو

حیدر علی اس رمز کو سمجھ گیا اور اُس نے خوشی سے قبول کر کے اپنی فوج کو دو چند تک بڑھا دیا۔ جس سے سب پر اُس کی دھاک بیٹھ گئی اور

کسی کو سر اُٹھانے کی مجال نہ ہوتی۔ اور آہستہ آہستہ چاروں طرف کے راجوں اور زمینداروں کو اپنا مطیع کرنے لگا جس سے اُس کا ملک اور احاطۂ اثر اور زیادہ وسیع ہوگیا[1]۔

سنہ ۱۷۵۱ء میں چندا صاحب اور فرانسیسوں کی فوج نے محمد علیخاں نواب کرناٹک کو بہت دق کیا۔ اور ترچناپلی کے قلعہ میں محصور کرلیا۔ تب نواب کرناٹک نے اپنا ایک سفیر باتوقیر نندراج وزیر میسور کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ اگر میں تمہاری کمک سے کامیاب ہوجاؤں تو قلعہ ترچناپلی مع اُس کے پرگنات متعلقہ کے تم کو دیدونگا۔ چنانچہ وزیر مذکور نے جنوری سنہ ۱۷۵۳ء میں بارہ ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادہ لیکر کرناٹک کی طرف کوچ کیا اور ۶ فروری سنہ ۱۷۵۳ء کو اپنی کارآزمودہ فوج کے ساتھ سواد ترچناپلی میں داخل ہوا۔ جو فوج قلعۂ ترچناپلی کو گھیرے تھی اُس سے سخت مقابلہ ہوا۔ طرفین سے کئی ہزار آدمی کام آئے۔ آخر میں فوج میسور نے میدان جیتا۔ حیدر علی خاں سپہ سالار میسور بھی مع اپنی جمعیت کے اس جنگ میں شریک تھے۔ اور انہوں نے اس موقع پر ایسی بہادری دکھائی کہ بڑے بڑے مردان کارزار اُن کا لوہا مان گئے۔ کئی مرتبہ مخالف کی فوج میں گھوڑا ڈپٹا کر گھس گئے اور کئی سرداروں اور افسروں کے سر کاٹ لائے آخر کو چندا صاحب مارا گیا اور فرانسیسوں کی

[1] اس سے پہلے گوپال راؤ کے تمارۂ میسور کا حال لکھا وہ واقعہ اس کے بعد واقع ہوا ہے جبکہ بنگلور میسور میں شامل ہوگیا۔

کی جمعیت نے شکست کھائی اور بھاگڑ پڑ گئی۔ زاں بعد وزیر میسور نے نواب محمد علی خاں[۱] سے تفویض قلعہ کا مطالبہ کیا تو نواب کرناٹک اُسکے بدلے مدرا کا قلعہ مع پرگنات متعلقہ اور زر خطیر کے دینے لگے جو وزیر میسور نے منظور نہ کیا۔ اور اب دونو کی دوستی دشمنی سے مبدل ہو گئی اور نئی چالیں شروع ہو گئیں +

---

[۱] لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی سابق چیف کمشنر میسور اپنی کتاب "حیدر علی و ٹیپو سلطان" میں لکھتے ہیں کہ ۱۷۵۱ء میں حیدر علی نے بڑی چاق و چست خدمات انجام دیں۔ میسور کی فوج کے ہمراہ وہ رسالہ کا افسر تھا۔ محمد علی نے وعدہ کیا تھا کہ ترچناپلی اور جنوب کا ملک مشرق میں گھاٹوں تک وہ میسور کو دے دے گا۔ میسور کے کمانڈر تیج راج نے دو رُخا کام کیا۔ یعنی انگریزوں اور فرانسیسوں دونو سے سازش کرتا رہا۔ لیکن آخر کار فرانسیسوں کا شریک ہو گیا۔ چونکہ محمد علی کی دغابازی سے تیج راج کو ترچناپلی پر قبضہ نہ ملا تھا۔ اس لئے ناچار ۱۷۵۵ء میں وہ میسور لوٹ آیا اور اس مہم میں بہت روپیہ صرف ہوا +

[۲] صاحب موصوف نے وزیر کا نام تیج راج لکھا ہے۔ حالانکہ تیج راج میسور کے راجہ کا نام ہے۔ جو ۱۷۶۶ء میں مسند نشین ہوا۔ اور یہ معرکہ ۱۷۵۵ء کا ہے جب چکا کرشن راج میسور کا راجہ تھا۔ اور حسب تحریر مورخ حملات حیدری "گوراجی نند راج" وزیر با اختیار تھا (دیکھو صفحہ ۵۹ حملات حیدری) +

نذراج وزیر میسور جس کو نواب محمد علی خاں کی بد عہدی نے ناراض کر دیا تھا۔ اُس نے قلعۂ ترچناپلی کو بزورِ شمشیر حاصل کرنے کی نیت سے اُس کا محاصرہ کیا۔ لیکن چند اصاحب کے انتقال سے فرانسیس نواب محمد علی خاں سے مل گئے اس لئے وزیر میسور کی مشکلات بڑھ گئیں۔ اور محاصرہ کا کوئی مفید نتیجہ دیکھنے میں نہ آیا۔ اس میں وزیر کے پاس میسور سے یہ خبر پہنچی کہ مرہٹوں نے سرحد میسور پر تاخت تاراج کا طریق اختیار کیا ہے۔ اور اُن کا ارادہ میسور پر بڑھ کر میسور سے خراج لینے کا ہے تم جلد آؤ۔ اور اس کام کو سب پر مقدم جانو۔ وزیر نے فی الفور قلعہ مذکور کا محاصرہ اٹھا کر مع لشکر دار الریاست میسور کی طرف مراجعت کی۔ اور کوچ در کوچ داخل میسور ہوا۔ راجۂ میسور داخلۂ وزیر سے خوش ہوا۔ میسور میں فوج کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ ایک روز سب سرداروں کے مشورہ سے یہ صلاح ٹھیری کہ مرہٹوں کی مدافعت کو فوج بھیجی جائے۔ لیکن فوج نے اپنا جانا منظور نہ کیا۔ کیونکہ اُس نے کئی مہینے سے تنخواہ نہیں پائی تھی۔ تب وزیر اور حیدر علی خاں نے نہایت حُسن تدبیر سے فی الفور تقسیم تنخواہ کا بندوبست شروع کیا۔ اور تالیف قلوب سپاہیان فوج کی راہ نکالی۔ اور تمام سردارانِ میسور کو جمع کر کے استفسار کیا کہ آپ صاحبوں میں مرہٹوں کی مدافعت کو کون آمادہ ہوتا ہے۔ سب جانتے تھے کہ مرہٹوں نے بڑی تعداد فوج سے چڑھائی کی ہے۔ اُن سے مقابلہ کرنا آسان کام نہیں۔

اس لئے کوئی سردار حوصلہ مندانہ طور سے اُن کے مقابلہ اور مدافعہ کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ آخر کار حیدر علی خاں کو جو اُس وقت حفاظت سرحد ملک جنوبی میں مصروف تھے۔ طلب کیا گیا لیکن قبل اس کے کہ فوج میسور کو فوج مرہٹہ سے مقابلہ کا اتفاق ہو اور مرہٹہ سردار حیدر علی خاں کی تیغ آتشبار کا معاینہ کریں ماہ اپریل ۱۷۵۶ء میں ارکان دولت میسوریہ نے مرہٹوں کو قریب دار الملک کے پہنچا ہوا دیکھ کر اس شرط پر فیصلہ کر لیا کہ وہ بیس لاکھ روپیہ لیکر واپس جائیں۔ اس لئے اب اس شرط کے خلاف ہنگامہ آرائی کا موقع نہ رہا۔ اور وہ بلا بیس لاکھ روپیہ لے کر میسور سے دفعہ ہوگئی۔

ماہ اکتوبر ۱۷۵۷ء میں حیدر علی خاں اپنی فوج لیکر محال ڈنڈیگل میں پہنچے۔ ایک مہینہ وہاں رہ کر قلعہ شولاوندن کو لے لیا جو محال مدرا میں قریب محال ٹینوالی کے جانب شمال واقع تھا لیکن اس مقام میں محمد یوسف کمیدان لشکر انگریزی نے مقابلہ کر کے حیدر علی خاں کو ڈنڈیگل واپس کیا۔ حیدر علی خاں نے ڈنڈیگل

لہ لیون بی بورنگ صاحب سی۔ ایس آئی چیف کمشنر میسور لکھتے ہیں کہ مارچ ۱۷۵۷ء میں بالاجی باجی راؤ پیشوا یکایک سرنگاپٹم کے سامنے ظاہر ہوا۔ اور اُس نے ... روپیہ جبر سے وصول کر لیا منجملہ اس رقم کے پانچ لاکھ روپیہ تو نقد دیا گیا۔ اور بقایا ۲۷ لاکھ کی ضمانت میں چند اضلاع حوالہ کر دئے گئے۔

پہنچ کر ایک سال تک فرانسیسوں کی فوج کے آنے کا انتظار کیا۔ جب وہ جماعت[1] جمعیت میسور کے ساتھ آملی تو دونو نے ملکر شہر مدرا اور اس کے مضاف پر تاخت کی ہنوز حسب مقصود کوئی بڑا نتیجہ حاصل نہ ہوا تھا کہ دولت میسوریہ کی جانب سے حیدر علی خاں کے نام یہ خط پہنچا کہ غارتگر مرہٹوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے اور پھر اس ملک میں داخل ہو کر طرح طرح کے ظلم کر رہے ہیں اور میسور سے چوتھ[2] طلب کرتے ہیں۔ اس لئے تم ممالک بعیدہ کی تسخیر چھوڑ کر جلد سرینگ پٹن میں داخل ہو۔ اور ان کے ہاتھوں سے ملک کو بچانے اور ان کو ملک سے نکالنے کی تدبیر کرو۔ حیدر علیخاں اس خط کو دیکھتے ہی قصد تسخیر ممالک سے باز آئے اور مع اپنی فوج کے سرینگ پٹن کو روانہ ہوئے۔ فرانسیسی جماعت بھی ساتھ ہوئی۔ اس لئے کہ یہ جماعت اپنی اُس جماعت سے ملنا چاہتی تھی جو قلعہ ترچناپلی کو گھیرے ہوئے تھے لیکن نواب حیدر علیخان کے سرینگ پٹن میں پہنچنے سے پہلے ارکان دولت میسوریہ نے مرہٹوں کو روپیہ دیکر ٹال دیا تھا۔ اسلئے حیدر علیخاں نے اپنا بیکار پڑا رہنا فضول سمجھا اور اپنی جاگیر دا بنگلور کے نظم و نسق اور اُسکی دیکھ بھال کے لئے روانہ ہوئے +

---

[1] یہ جماعت فرانسیس آخر جنوری ۱۷۵۸ء میں باتحتی موسیو ۔۔۔ شہر ڈنڈیگل میں پہنچی تھی [2] رقم محاصل کی چوتھائی +

[3] مسٹر لیون بی بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ اسی سال ۱۷۵۵ء میں جبکہ میسور کی افواج مہم سے واپس طلب کی گئیں حیدر علی ڈنڈیگل کا فوجدار مقرر کیا گیا یہ ڈنڈیگل اب ضلع مدورا احاطہ مدراس میں واقع ہے

پانڈیچری کے واقعات

سنہ ١٧٦٠ء میں پانڈیچری پر انگریز اپنا اثر ڈال رہے تھے یہ مقام فرانسیسوں کا ایک صدر مقام تھا۔ تب موشیر لالی نے جو فرانسیسوں کی طرف سے پانڈی چری کا حاکم تھا حیدر علی خاں سے مدد چاہی۔ حیدر علی خاں نے سات ہزار سوار اور پیادے مع توپخانہ اپنے بہ۔ اور نسبتی میر مخدوم علی خاں کی سرکردگی میں روانہ کئے۔ میر مخدوم علی خاں دو مہینے تک وہاں ٹھیرے اور کئی مرتبہ موشیر لالی سے کہا کہ فرانسیسی فوج کو قلعہ سے باہر لاکر انگریزوں کے ساتھ میدانی جنگ کرے لیکن اُس پر انگریزی فوج کا رعب غالب ہوچکا تھا اس لئے وہ باہر نکلنے سے خائف رہا۔ اور آخرکار وہ مضبوط قلعہ انگریزی فوج کے افسروں کو سپرد کرکے چلا گیا۔ اور تمام فرانسیسی سوار۔ اور اہل حرفہ و پیشہ ور جو وہاں رہتے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸۵) اس قلعہ پر میسور نے ١٧٥٥ء میں قبضہ کیا تھا۔ یہاں حیدر علی نے فرانسیسی افسروں کی نگرانی میں جن کو اُس نے پانڈیچری سے بلوایا تھا۔ ایک سلح خانہ قائم کیا اور اُس نے اپنی فوج کی تعداد کو بھی بڑھا لیا۔ اور قرب و جوار کے سرداروں کو لوٹ کر اُس نے ایک بڑا خزانہ بھی قائم کرلیا اور یہی رتبہ جواب حیدر علی کو حاصل ہوا۔ اُس کے آنے والے اقتدار کا آغاز تھا۔

تھے میر مخدوم علی خاں کی فوج سے آملے۔ اور وہ میر مخدوم علیخاں کے ساتھ بنگلور کو آگئے۔ ان میں توپ ڈھالنے والے زرہ جوشن بنانے والے لوہار۔ بڑھئی۔ قواعد دان ہر قسم کے آدمی تھے۔ حیدر علی خاں نے ان کو دولت غیر مترقبہ سمجھا۔ اور جو جس کام کے لائق تھا۔ اُس کو اُس کام میں لگایا۔ لیکن میر مخدوم علی خاں کی نسبت اس بات پر بڑی خفگی ظاہر کی کہ وہ بغیر لڑے کیوں واپس آئے۔ اس پر اُن کا درجہ بھی گھٹا دیا۔ آخر کو جب معلوم ہوا کہ وہ موشیر لالی کی بزدلی سے مجبور رہے تو تمام فوج کے سامنے اُن سے معذرت چاہی اور اُن کے جاہ و منصب میں ترقی کی۔ فوج والوں کے لئے یہ ایک تازیانہ تھا۔

نواب حیدر علیخاں کی حکمرانی میسور پر

حملات حیدری کا اقتباس مع فتوح دیگر

واقع سنہ ۱۱۷۱ہجری[1]

معنف حملات حیدری کا بیان ہے کہ :-

سنہ ۱۷۶۰ء میں جب بسواجی پنڈت فوج مرہٹہ لیکر حسب تحریر سابق

---

[1] یہ بعد کتاب نشان حیدری سے کہا گیا ہے۔

سرینگ پٹن کے نواح میں داخل ہوا تاکہ قرارداد کے موافق چوتھائی حصہ خراج میسور کا وصول کرے۔ تو راجہ میسور نے اخفا کے ساتھ اپنا ایک سفیر اُس کے پاس بھیجا تھا۔ اور بسواجی پر ظاہر کیا تھا کہ میں اس موذی مسلمان (حیدرعلیخاں) کے ہاتھوں بڑی ذلت سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔ تم مجھ پر رحم اور مذہب کا خیال کرکے اس کے چنگل سے مجھ کو چھڑاؤ میں معقول رقم پیش کرونگا۔ اس پر بسواجی مع اپنی تمام فوج کے سرینگ پٹن میں داخل ہوا۔ اب تک حیدرعلی خاں کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ وہ میری گرفتاری کے قصد سے آیا ہے۔ اُس میں اتفاقیہ اُس کو ایک درباری دوست نے اس راز سے آگاہ کیا لیکن اس موقع پر جمعیت کے ساتھ وہ کوئی زبردست تیاری نہ کرسکتا تھا۔ اور خیال تھا کہ شاید ایسی شہرت ہونے سے لوگ بسواجی سے مل جائیں اس لئے وہ مع اپنے چند رفقاء کے چپ چاپ بنگلور کو روانہ ہوگیا جہاں اُس کی اعتباری سپاہ موجود تھی۔ اُس کے چلے جانے کے بعد بسواجی کو معلوم ہوا تو اُسکے سواروں نے پیچھا کیا لیکن شکار ہاتھ نہ آیا۔ اور وہ بنگلور جا پہنچا اور وہاں پہنچتے ہی فراہمی سامان جنگ و جمعیت میں مصروف ہوگیا میر مخدوم علی خاں مع اُس فوج کے جو پانڈیچری گئی تھی ان دنوں ارکاٹ میں مقیم تھے۔ ان کو لکھا کہ تم مع فوج کے جلد آجاؤ۔ ادھر

میسور کے راجہ نے اس خیال سے کہ حیدر علی خاں کو جمعیت سپاہ کی زیادہ مہلت نہ دینا چاہیئے۔ بنگلور پر فوجکشی کا عزم کر لیا۔ اور کناری راؤ کو اپنی فوج موجودہ سرینگ پٹن سپرد کرکے حکم دیا کہ وہ بنگلور پہنچ کر قلعہ بنگلور کا سخت محاصرہ کرے جو حیدر علی کا صدر مقام بن رہا ہے۔ جب کناری راؤ پہنچا تو حیدر علی نے اُس کو محاصرہ کا موقع ہی نہ دیا۔ اور اپنی فوج کو باہر لاکر ایسے پُرشوکت حملے کئے کہ فوج میسور کو شکست ہوئی۔ اور بعد معرکہ جدال وقتال کناری راؤ پکڑا گیا۔ راجہ میسور کو اس خبر کے سُننے سے سخت پریشانی اور پشیمانی ہوئی۔ چندروز کے بعد میر مخدوم علی خاں بھی مع فوج قاہرہ بنگلور پہونچ گئے۔ اب تو حیدر علی خاں کا دل بہت بڑھ گیا اور اپنی سب فوج کو درست کرکے سرینگ پٹن کو روانہ ہوا۔ اور بغیر مقابلہ ومجادلہ کے راجہ میسور کو حرم سرا میں قید کر لیا۔ اور سپہ سالار میسور کو لوہے کے پنجرے میں بند کر دیا۔ قلعہ میسور پر قابض ومتصرف ہوکر خود حکمران ریاست بن گیا۔ حیدر علی خاں کو یہ عظیم الشان کامیابی سنہ ۱۷۶۰ء میں حاصل ہوئی ؛

اسی کے ضمن میں دوسری بہت بڑی خداداد کامیابی کا حال سُنئے کہ اس سے چند ماہ پیشتر موشیر لالی حاکم پانڈیچری نے اپنا ایک باقتدار سفیر موشیر آبین نام بسواجی پنڈت

سپہ سالار افواج مرہٹہ کے پاس بھیجا تھا جو اُن دنوں ارکاٹ پر زور ڈال رہا تھا اور اپنی شان وشکوہ کی نمایش کو تین ہزار سپاہی فرنگی موشیر آلین کے ساتھ کر دئے تھے۔ اور بسواجی سے کمک طلب کی تھی۔ لیکن بسواجی نے خشک جواب دیکر ٹال دیا۔ اس عرصہ میں موشیر آلین کو خبر پہنچی کہ پانڈیچری پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ اور موشیر لالی نکل گیا تو اس کا جی چھوٹ گیا اور وہ پانڈیچری واپس جانے کے بدلے مع جمیعت مذکور سرنگ پٹن میں آگیا۔ یہاں نواب حیدر علی خاں نے اُن سب کو نوکر رکھ لیا۔ ان لوگوں کے ذریعہ سے اُس کو اپنی فوج کو قواعد داں بنانے اور توپخانے کو آراستہ کرنے میں غیر معمولی مدد پہنچی اور اُس نے نہایت مستعدی سے اپنی تمام فوج کو درست اور تمام سپاہ کو چاق وچست بنا لیا اور خود بھی تمام قواعد جنگ سے واقف ہو کر پورا جنرل بن گیا۔

حیدر علی خاں کی فوجی تعلیم

یوں تو حیدر علی خاں بہادر قوم کی نسل بہادر باپ کا بیٹا تھا۔ گہوارۂ شجاعت میں جھولا۔ بہادری کی لوریاں سنیں۔ نیزہ وشمشیر کے کھیل کھیلا۔ مردانِ کارزار کے ساتھ رہا۔ اخلاق وادب کی

تعلیم پائی۔ باپ کے ساتھ رہ کر بچپن سے قوانین سیاست کا مطالعہ کرتا رہا۔ قدرت نے اُس کی صورت بھی سپاہیانہ بنائی تھی۔ صورت سے رعب و جلال ظاہر ہوتا تھا۔ اُس کا اخلاق سپاہیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں خاص قسم کا تھا جس سے ہر فرقہ و ملت کا سپاہی اُس کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ وہ جابجا کی خبریں لینے میں غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا۔ شجاعت کے اظہار میں اُس کے اوصاف رُستمانہ تھے جنوبی دکن کی تاریخیں اُسکی رستخیز سے مملو ہیں۔ اُس کا نام تاریخ میں ایک خاص حصہ لیتا ہے لیکن افسوس کہ مشرقی تاریخوں میں بیوگرفی لکھنے پر بہت کم توجہ ظاہر کی گئی ہے۔ اور جب تک پوشیدہ واقعات معلوم نہ ہوں فلسفۂ تاریخ کی روشنی نہیں پڑتی۔ منجملہ اور باتوں کے ایک بڑی بات یہ ہے کہ اُس نے انگریزی قواعد کی مشق کہاں کی جو انگریزوں کے ساتھ معرکہ جنگ میں اُس نے برابر کی قابلیت ظاہر کی۔ بلکہ بعض موقع پر اُن سے بڑھ گیا۔ اُس وقت کی فارسی تاریخوں میں اس کا ذکر نہیں۔ ہاں مُلا فیروز مصنف جارج نامہ[1] کے اشعار سے یہ پتہ ملتا ہے کہ حیدر علی خاں تیس برس کی عمر میں اپنے

---

[1] مُلا فیروز نے فتوحات برطانیہ کے متعلق نظم میں یہ کتاب تصنیف کی ہے جو معتبر تاریخوں میں شمار ہوتی ہے۔ اور حیدر علی کا ٹلچری جانا لکھا ہے۔ لیکن لیون بی بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور کی کتاب میں پانڈیچری لکھا ہے اور فرانسیسوں کے ہیڈکوارٹر کا بھی نام مشہور ہے۔

باپ کے کہنے سے پچاس سوار اور دو سَو پیادہ لے کر فلچری گئے۔ وہاں فرانسیسوں کے قواعد جنگ انگریزی معلوم کئے۔ اور وہیں فوج کے زرق برق آلات اور قواعد جنگ کے روزانہ مشق کا معاینہ کر کے ہر بات کو دل میں جگہ دی۔ آئندہ اُسی اصول پر کاربند ہونے سے اُن کی بہادری آگ سے بجلی بن گئی۔ ہم اس موقع کے چند اشعار نقل کرتے ہیں۔

نظم مُلّا فیروز مصنف جارجنامہ

چو سے تافت زو فرہ بہادری
بپرورد تا شد زخوردی بزرگ
دہ و بیست سالہ چو شد نامور
بہمراہ او بود پنجہ سوار
کہ بودہ فرانسیس را پایہ گاہ
رسیدہ بدانجا یگہ سرفراز
بدیدار آن شہر بنہادہ روے
ز بس گونہ گون ساز و سامان جنگ
سپہ دیدہ ہر روز در مشق کار
درخشاں چو آئینہ آلات حرب

ورا نام بنہاد حیدر علی
بہ رزم و بہ پیکار گردن سترگ
سوے فلچری شد بہ گفت پدر
دو صد ہم پیادہ ورا بود یار
پدید آورد رسم در راہ تنگ
بیاسود از رنج در راہ دراز
بدیدہ دژ و بارہ و شہر و کوے
ہماں راہ و آئین جنگ فرنگ
فراواں شگفتید و کرد آفریں
ہماں راہ و آئین پیکار و حرب

چو بیدار بدبخت ہشیار مرد | پسندید آں رسم و راہ نبرد
خود و لشکر خویشتن نامور | دل و جاں بپرداخت از خواب و خور
ہنرہا کہ آید گہ کارزار | دلیران بیکار جو را بکار
یکایک بیاموختہ آں ہنر | بہ پیش فرانسیس پرخاشخر
چناں شد کہ در ہند از ہند یا | نہ بد کس کہ با او بہ بند د میاں

اقوال دیگر

ملا فیروز مصنف جارجنامہ کے بعد انگلش مورخین کی تصنیف سے پتہ لگایا گیا۔ تو مسٹر چارلس اسٹوارٹ تذکرۂ نواب حیدر علیخاں اور ٹیپو سلطان میں لکھتے ہیں کہ نواب حیدر علی خاں نے انگریزی قواعد کے فنون جنگ مسٹر لارنس اور کلیو کی پہلی لڑائیوں سے سیکھے تھے جن کے ساتھ اس کو معرکہ آرائی کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد وہ ان اصول کو ترقی دیتا رہا جو بڑے بڑے معرکوں میں اس کی کامیابی اور تفاخر کا ذریعہ ثابت ہوئے +

لہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ فارسی تاریخوں میں حیدر علی خاں کی تعلیم کے ایسے مبسوط حالات تحریر نہیں جن سے نتائج کا استنباط کیا جائے۔ لیکن میں ملا فیروز یا مسٹر چارلس اسٹوارٹ کے اس بیان کو بھی حیدر علی کی تمام فتوحات کی علت قرار نہیں دے سکتا کہ صرف فرانسیسی تعلیم یا مسٹر لارنس (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۴)

چارلس اسٹوارٹ لکھتے ہیں۔ کہ حیدر علی نے ایک مرتبہ انگریزی فوج کی دو پلٹنیں یکبارگی جنگ میں نیست نابود کردیں۔ اور جب کوئی انگریزی فوج اُس کے مقابلہ میں آئی وہی سربرا اور چہرہ دست نظر آیا +

۱۷- اگست ۱۷۸۱ء کو ترچناپلی کے پاس انگریزوں اور فرانسیسیوں میں جنگ عظیم واقع ہوئی۔ اس جنگ میں طرفین نے اپنے اپنے دوستوں کو بھی اپنی حمایت کے لئے یاد کیا تھا۔ فرانسیسوں کی کمک

(بقیہ نوٹ صفہ ۹۳) اور کلیو کی لڑائیوں سے استنباط قواعد کرنے پر حیدر علی خاں کو لاثانی سپہ سالار بننے کا موقع ملا۔ بلکہ یہ خیال ایسا ہی ہے جیسے مغربی مصنف اکبر آباد کے لاثانی روضۂ تاج گنج کو اٹالین انجینئر کی طرف کھینچ لیجاتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو انگریزوں کے متعدد نامی افسروں کو۔ بحالت موجودی فوج کثیر کے ایک وقت میں شکست دینا اور فرانسیسوں کا مغلوب کرنا (جس کے واقعات آیندہ سامنے آئیں گے) اُس کی طاقت سے باہر ہوتا۔ بلکہ اُسکی فتوحات کا اصلی راز اُس کی معلومات مشرقی و مغربی دونو سے وابستہ ہے۔ اور مغربی اور مشرقی اوصاف نے ملکر اُس کی بہادرانہ طبیعت اور پولٹیکل دماغ میں ملک گیری اور ملکداری کا ملکہ خاص پیدا کر دیا تھا۔ یہی سبب ہے جو اس کی مکمل طاقتوں کے سامنے کسی سردار و افسر یا راجا و نواب یا افسران فوج انگریزی و فرنچ کی ناکمل طاقتیں جو اُس وقت میں اُنکو حاصل نہ تھیں مغلوب ہو جاتی تھیں +

کو حیدر علی خاں میسور کی طرف سے آئے تھے۔ انہوں نے پہلے اپنی فوج کو باقاعدہ انداز سے ایک مناسب موقع پر جمایا۔ انگلش افسران فوج کی نگاہیں خصوصیت سے اُن کی جانب متوجہ تھیں۔ اس میں اُس مشاق سپہ سالار نے اپنے سواروں کے ایک حصہ کو انگریزی سواروں کے بڑھے ہوئے لشکر ہراول پر آپڑنے کا حکم دیا۔ یہ سوار انگریزی فوج میں آکر غٹ پٹ ہو گئے۔ تلواروں کی بجلیاں چمکنے لگیں۔ انگریزی فوج کے سب افسر اس طرف متوجہ تھے کہ حیدر علیخاں اپنی جگہ دوسرے کو چھوڑ کر ایک کار آزمودہ رسالہ کے ساتھ پیچھے ہٹتے تا معلوم ہو کہ یہ اپنی فوج کے کسی انتظام میں مصروف ہیں اور پیچھے سے راستہ کترا کر چیدہ اول فوج انگریزی پر اچانک یوں آ پڑے کہ انگریزی فوج کو باقاعدہ پھرنے اور مقابل ہونے کی مہلت نہ ملی۔ اور افسروں نے فوج کو بدحواسی کی حالت میں دیکھا۔ اور حیدر علیخاں کے دستہ فوج ہمراہی نے صف بندی کے قاعدہ کو توڑ کر ایسی ہل چل برپا کی کہ انگریزی فوج کو میدان چھوڑنا پڑا۔ حیدر علی پینتیس ۳۵ چھکڑے ہتھیار مع ساز و سامان جنگ کے فوج انگریزی کے قبضہ سے نکال لے گیا۔ جو اُس وقت اُسکی فوج کیلئے بیحد غنیمت تھے[۱]۔

[۱] اس زمانہ کی دیسی فوجوں میں اکثر لمبی نال کی توڑہ دار یا چانپ دار پتھر کلا بندوق کا رواج تھا۔ انگریزی یا فرنچ ٹوپی دار بندوق ایسی سمجھی جاتی تھی جیسی آج کل بھری مار تینی رائفل کی قدر ہے اُس لئے انگریزی ہتھیار جو ہاتھ لگے۔ وہ اُس وقت میں بڑی قدر کے لائق سمجھے گئے ہونگے۔

تسخیر صوبۂ سرا

واقعہ ۱۱۷۱ ہجری

جب حیدر علی خاں میسور کے مستقل حکمران ہو گئے تو تمام محالات اور پرگنے جو بہ سبب بدنظمی ریاست اور غفلت راجہ اور وزیر میسور کے دوسروں نے دبا لئے تھے وہ اُن سے پھیر کر شامل ریاست کئے۔ اور کانور و کرپہ و شانور کو بھی افغانوں کے قبضہ سے نکال کر ممالک محروسہ میسور میں شامل کیا۔ زاں بعد نواب بسالت جنگ برادر نظام علیخاں صوبۂ دار دکن نے جو خطہ آدھونی کے حاکم تھے حیدر علی خاں کی شرکت سے فایدہ اُٹھانا چاہا۔ وہ ان دنوں صوبہ سرا کی تسخیر میں مشغول تھے جو پہلے حیدر آباد میں داخل تھا پھر بالاجی راؤ پیشوا کے پاس چلا گیا تھا۔ اب جو بالاجی کے بیٹے بسواس راؤ نے پانی پت کے میدان میں احمد شاہ دُرانی سے نہایت سخت شکست پائی اور اُس سے مرہٹوں کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی تو بسالت جنگ اُسکے واپس لینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن قلعہ کشائی کے ڈھنگ سے ناواقف تھا اسلئے اُسکی کوشش کامیاب نہ ہوتی تھی تب اُس نے حیدر علیخاں کو یاد کیا۔ حیدر علیخاں نے مع فوج کار آزمودہ و لشکر فرانسیس و توپخانہ آتشبار وہاں پہنچ کر تھوڑے عرصے میں قلعہ کو فتح کر لیا۔ اور معاہدہ کے موافق اُس کا

ساماں و آلات جنگ وغیرہ جو اُس قلعہ میں بھرے ہوئے تھے نواب بسالت جنگ کو دیکر قلعہ پر مع اُس کے پرگنات متعلقہ کے اپنا قبضہ کیا نواب بسالت جنگ نے حیدرعلی خاں سے آیندہ دوستی و اتفاق کا اقرار کرکے وعدہ کیا کہ وہ بادشاہ دہلی کے حضور میں عرضداشت لکھکر حیدرعلی خاں کی بنیاد اخلاص قایم کریگا۔ چنانچہ بعد گزرنے چند روز کے محمد شاہ بادشاہ دہلی کا سفیر مع اتحاد نامہ کے آیا اور سپر اور شمشیر مرصع کار اور پالکی جھالردار اور چتر جواہر نگار اور ماہی مراتب اور نقارہ و نشان اور انواع و اقسام کے ہدیے اور نادر چیزیں حیدرعلی خاں کے لئے لایا۔ اور اب سے حیدرعلی خاں نواب حیدرعلی خاں لکھا جانے لگا۔ اور بعد تسخیر قلعہ ہکوٹہ مرہٹوں سے لڑبھڑ کر قلعہ مرگسرا اور گھیری کو جو صوبۂ سرا کے بڑے بھاگ تھے بزور چھین لیا۔ اور نیز آبتگر کے خطے کو جسے باسا بھی کہتے ہیں اپنے قبضے میں کرلیا۔ صاحب تاریخ نشان حیدری لکھتے ہیں۔ کہ ساماں قلعہ مفتوحہ میں سے تین توپ کلاں نواب بسالت جنگ نے لے لیں۔ باقی سب ساماں حیدرعلی خاں کو دیدیا۔ اور نواب حیدرعلی خاں بہادر چقماق جنگ سے مخاطب کیا۔ اور سند نظامت تمام صوبہ سرا کی مع خراج پالیکاران ماتحت نواب حیدرعلی خاں کے نام لکھدی بلکہ ضلع گرم کنڈہ مع قلعہ اُس پر اور اضافہ کیا اور سند دیتے وقت کہا کہ تم اس ملک کی سرداری اور حکومت

کے لایق ہو۔ خدا یہ ملک و دولت تم کو مبارک کرے۔ زاں بعد واب بسالت جنگ روانہ ادھونی ہو گئے۔ اور حیدر علی خان نے چقماق جنگ کے خطاب کو تو اپنے نام کے ساتھ شامل نہیں کیا۔ لیکن نواب کا لفظ نام سے پہلے لکھنے لگا اور پندرہ بیس روز قلعہ میں رہ کر میر اسمٰعیل حسین کو وہ صوبہ اپنی طرف سے سپرد کر کے مراجعت کی

نوٹ لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ نظام سلابت جنگ کے دو بھائی تھے۔ یعنی بسالت جنگ اور نظام علیخاں نظام علیخاں نے صلابت جنگ کو معزول کر کے قید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۷۶۱ء کا ہے۔ دوسرے بھائی بسالت جنگ نے جس کی سپرد میسور کی سرحد پر ادونی کا ضلع تھا اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ کہ اپنے مقبوضات کو بڑھاوے۔ اس لئے اس نے سیرا کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس مقام کو مرہٹوں کے قبضہ میں پاکر جنہوں نے چند سال قبل سیرا پر قبضہ کیا تھا۔ ہوس کوٹ پر جو بنگلور سے زیادہ دور نہ تھا یورش کی۔ حیدر علی نے یہ یقین کر کے کہ بسالت جنگ اس مقام کو فتح نہیں کر سکتا اس سے خط و کتابت کی۔ اور یہ نتیجہ ہوا کہ تین لاکھ روپیہ سالانہ ادا کرنے کے معاوضہ میں وہ سیرا کا نواب مقرر ہوا اور اپنے تئیں نواب حیدر علی خاں بہادر مشتہر کیا۔ یہ خطاب ایسا نہ تھا جس کے عطا کرنے کا بسالت جنگ کو اختیار ہو لیکن اس کو حیدر علی نے بطور خود

علانیہ اختیار کیا۔

بسالت جنگ کے چلے جانے پر حیدر علی نے ہسیرا پر قبضہ کیا اور پھر چکّا بلّا پور رائے درگ۔ ہرپن ہلی اور چیتل درگ کے پالی گر سرداروں کی طرف عنان پھیری۔ اور یہ سب حیدر علی کی اطاعت قبول کر لینے اور خراج ادا کرتے رہنے پر مجبور ہوئے۔

تسخیر بالاپور خورد و کوہ سرائے و نیوکنڈہ وغیرہ

۱۱۷۲ھ

جب نواب حیدر علی خاں نے صوبہ سرا کے بندوبست سے فرصت پائی۔ آٹھ ہزار سوار اور دس ہزار فوج باقاعدہ اور بارہ ہزار پیادہ کرناٹکی مع توپخانہ و دیگر سامان جنگ لیکر بالاپور خورد کی جانب کوچ کیا۔ پانیکار بالاپور خورد لشکر حیدر علی کے آنے کی خبر سُنکر قلعہ نشین ہوگیا۔ اور مرارراؤ گھوڑپا کو اپنی کمک کے لئے طلب کیا۔ وہ بارہ ہزار سوار و پیادہ لیکر آیا اور میدان غربی نندی گڑھ میں لڑائی ہوئی نواب حیدر علی خاں کی فوج نے پہلے ہی حملہ میں شکست دی۔ اور

دو ہزار گھوڑے چھین لئے۔ پھر قلعہ پر گولہ باری کرکے دروازہ توڑ دیا۔ تب راجہ نے صلح کا پیغام دیا اور سات لاکھ روپیہ پیشکش پر صلح قرار پا گئی۔ لیکن مرار راؤ کے غرور و حماقت نے اُس کو اس سے باز رکھ کر یہ صلاح دی کہ اپنے ناموس اور خزانہ اور زر و جواہر کو قلعہ سے نکال کر کوہ نندی میں چھپ جانا چاہئے۔ اور جو روپیہ نواب کو دیتے ہو۔ وہ مجھے دو تاکہ میں نئی فوج نوکر رکھ کر نواب کو شکست دوں۔ چنانچہ چار پانچ لاکھ روپیہ جو اُس نے نواب کے دینے کو رکھا تھا وہ مرار راؤ کو دیدیا۔ اور قلعہ بھی اُس کی حفاظت میں چھوڑ کر خود کوہ نندی کو چلتا ہوا جب نواب کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت زیادہ سختی سے گولہ باری کی گئی۔ اور بعد قتل و خونریزی وہ قلعہ فتح کر لیا۔ اور میر علی رضا خاں کو وہاں کا ناظم مقرر کرکے کوہ نندی کی طرف روانہ کیا اور خود مرار راؤ کی سرکوبی پر متوجہ ہوا۔ مرار راؤ اپنے علاقہ گوڑی بندہ میں بھاگ گیا۔ نواب نے تعاقب کرکے سات روز کی لڑائی میں گوڑی بندہ کی بھی فتح کر لیا پھر نوکنڈہ کو روانہ ہوا جہاں مرار راؤ کا ایک بڑا قلعہ اور تھانہ تھا۔ اُس کو ایک مہینے میں فتح کر پایا۔ یہاں قلعہ اور پہاڑ کے استحکام اور جانبازی دستہ سپاہ فوج مخالف سے نواب کے گولہ اندازوں کو بڑی زحمت پیش آئی۔ لیکن آخر میں قلعہ دار نے لاچار و مایوس ہوکر وہ قلعہ نواب کے معتمدین کو سپرد کر دیا اور اُن کی آڑ میں پناہ لی۔ اُدھر میر

علی رضا خاں جو کوہ نندی کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اپنی تدبیرات صایب اور کوشش مردانہ سے اس فراری راجہ اور جمعیت محصور پر غالب آئے اور نواب حیدر علیخاں کے حکم کے موافق راجہ کو مع متعلقات اسیر کر کے بنگلور کو روانہ کیا۔ راجہ کے لڑکوں میں سے دو لڑکے مسلمان ہوگئے۔ اُن میں سے ایک مرگیا۔ دوسرے کی نسبت جس کا نام صفدر علی خاں رکھا گیا۔ صاحب تاریخ نشان حیدری لکھتے ہیں کہ اب تک زندہ ہے۔ اور بدر الزمان کو قلعہ نو تسخیر کی قلعداری پر مامور کیا گیا +

اِس فتح و انتظام کے بعد نواب حیدر علی خاں صوبۂ سرا کے انتظام مزید کو واپس آئے +

مرہٹوں کا دوسرا حملہ

جب نواب حیدر علی خاں نے صوبہ سرا پر قبضہ پالیا۔ اور نواب بسالت جنگ کی کارروائی سے خود مختار نواب بن گیا۔ اور مرہٹوں کے کئی مقام چھین لئے۔ تو مادھو راؤ پیشوا اس توہین کو برداشت نہ کر سکا۔ اور اُس نے چاہا کہ حیدر علی کو وہ ملک واپس دینے پر مجبور کرے +

لیون بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اپنی

تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب حیدر علی نے ساوانور اور دھاڑواڑ کا قلعہ بھی لے لیا جو دریائے تنگ بھدرا کے دوسرے کنارہ پر واقع ہے تو حیدر علی کی ترقی کو روکنے کے لئے مادھوراؤ نے گوپال راؤ کو آگے بڑھایا جو میراج کا سردار تھا کہ ایک بڑی فوج سے حیدر علی پر حملہ کرے۔ لیکن حیدر علی نے اپنی تھوڑی فوج سے اُسکو شکست دی۔ اس میں مرہٹوں کی نمائش فوج حیدر علی کے مقابلہ کو آ پہنچی اور رتی ہلی کے قریب جو ساوانور کے جنوب میں ہے بڑی خونریز جنگ واقع ہوئی جس میں حیدر علی مغلوب ہو گیا۔ اور اُس کی فوج کا بہترین حصہ کام آیا۔ اور وہ بدنور کے جنگل میں بھاگ کر اپنی جان بچا سکا لیکن مادھوراؤ نے دریائے تنگ بھدرا کو عبور کرکے بڑے شد و مد سے اس کا مقابلہ کیا۔ اور چاروں طرف سے حیدر علی کو گھیر لیا۔ اور حیدر علی صلح کی درخواست پر مجبور ہوا۔ تب مادھوراؤ اس شرط سے صلح پر راضی ہوا کہ وہ تمام علاقہ جو پہلے مراری راؤ والئے گتی کے قبضہ میں تھا واپس کر دیا جائے اور ساوانور مرہٹوں کو دے دیا جائے اور ۳۲ لاکھ روپیہ خرچہ جنگ ادا کیا جائے لیکن مادھوراؤ نے صوبہ سرا یا اُن علاقوں کی بابت جو اُس نے پالیگروں سے چھینے تھے کوئی تعرض نہیں کیا۔ مگر دوسری تاریخ یا بورنگ صاحب کی اسی تاریخ سے کچھ پتہ نہیں ملتا کہ معاہدہ مصالحت کے بعد حیدر علی نے کیا عملدرآمد کیا اور نہ دوسری تاریخوں میں حیدر علی کی ایسی

قطعی شکست کا چند سطروں میں بیان مذکور ہے۔

فتح بدنور کے دلچسپ واقعات

سنہ ۱۱۷۴ ہجری[1]

یہاں تک نواب حیدر علی خاں نے کئی فتوح عظیمہ پر دسترس حاصل کیا۔ اور بتدریج قلاع و پرگنات صوبہ سرا بھی مرہٹوں سے لڑ بھڑ کر نکال لئے۔ اب اس کی یاوری قسمت نے شہر بدنور دار الحکومت ملک کنڑہ کو فتح کرنے کی بھی راہ پیدا کی۔ جو صوبۂ سرا کے مضافات میں واقع تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نواب حیدر علی خاں قلعۂ ہس درگ یا آبنگر (متعلق صوبۂ سرا) میں فروکش تھا۔ اس میں ایک نوعمر لڑکا اس کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ میرا قصہ عجیب ہے۔ میں بیدر سنبھو راجہ بدنور دار الملک کنڑہ کا متبنےٰ ہوں۔ راجا مر گیا (یہ راجہ سنہ ۱۷۶۳ء میں فوت ہوا) اس کے ملک پر اس کی شہوت پرست اور جوان رانی حکمرانی کرتی ہے۔ اس کے بطن سے کوئی لڑکا نہیں دونوں کو اپنے عیش کے سوا ملک کی پروا نہیں۔ برہمن دیوان سے پھنسی ہوئی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ملک برباد ہو رہا ہے

[1] یہ سن کتاب نشان حیدری سے لکھا گیا ہے۔

میں نے رانی سے عرض کی کہ ایسی حالت میں آپ کی بدنامی متصوّر ہے۔ اور ملک کی بے بندوبستی کا حال سُن کر ممکن ہے کہ کوئی غنیم اس پر حملہ کرے اور اس ملک پر قبضہ کر لے۔ رانی میری ان باتوں سے کھٹک گئی۔ اور اپنے آشنا کے مشورہ سے میرے مار ڈالنے کی تدبیر کی۔ اور اپنے معتمد رازدار آدمیوں کو حکم دیا کہ اس چھوکرے کا گلا گھونٹ کر قلعہ کے باہر فلاں مندر میں دفن کر دیں۔ اُن آدمیوں نے مجھ کو سوتے میں آدبایا۔ اور رات کے وقت جلدی جلدی میرا گلا گھوٹنے لگے۔ میں دم سادہ کر رہ گیا۔ گویا مر گیا ہوں۔ تب انہوں نے ایک کمل میں مجھ کو بطور گٹھری کے باندھا اور اُس مندر میں جہاں پہلے سے گڑھا کھود لیا تھا مجھے ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔ اور چلے گئے۔ وہاں کا جوگی اس راز سے واقف تھا۔ یا اُس وقت یہ ماجرا دیکھ کر چُپ چاپ ہو گیا۔ اور جب وہ چلے گئے۔ تو اُس نے مٹی ہٹا کر مجھ کو نکالا۔ اور اُس کے حکم سے اُس کے چیلے نے میری گردن کی مالش کی۔ تب میں کئی دن میں بات کرنے کے لایق ہوا۔ جوگی نے میرا افسانہ سُنکر مجھ سے کہا۔ کہ تیرا یہاں رہنا مناسب نہیں۔ تو یہاں سے فقیرانہ بھیس بدلکر رات کو نکل جا۔ چنانچہ میں اُس رحمدل جوگی کا شکرگزار ہو کر رات کو وہاں سے چل دیا۔ کئی روز میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ اور اب آپ سے اپنا انصاف چاہتا ہوں کہ راجا متوفیٰ کی جگہ مجھ کو دلائی جائے۔ تھا بڈہی میرا

نام ہے۔ نواب حیدر علی خاں نے ان حالات کو بڑی دلچسپی سے سُنا۔ اور کسی بہانہ سے ایلچی بھیج کر رانی کو طلب کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ حیدر علی اپنے ملک کا نواب ہے۔ میں اپنے ملک کی رانی ہوں۔ وہ مسلمان ہے میں ہندو۔ میں اُس کے سامنے نہ جاؤنگی۔ جب ایلچی یہ جواب لایا تو حیدر علی خاں نے رانی کی اس سرکشی و تمرد سے برافروختہ ہوکر بدنور پر فوجکشی کا ارادہ کیا۔ اور

لہ بدنور کی نسبت مصنف حالات حیدری نے اپنی تحقیق میں لکھا ہے۔ کہ بدنور دارالحکومت کنڑہ کا مشہور شہر ہے۔ اُس زمانہ میں پچاس ہزار آدمی رہتے تھے مگر اُس کا دَور تین فرسنگ سے زیادہ ہے۔ اس مناسبت سے یہ آبادی کم معلوم ہوتی ہے لیکن اکثر کوچے بہت لمبے اور مکانات بہت وسیع بنے ہیں۔ اُن مکانات کے اندر باغ اور باغوں میں حوض اور تالاب واقع ہیں۔ اور سڑکوں پر اقسام سایہ دار درخت لگے ہوئے ہیں۔ تمام شہر میں کوچوں کے دونو طرف میٹھے پانی کی نہریں جاری ہیں۔ اور تمام کوچوں میں سنگین یا سنگریزوں کا فرش ہے +

یہ شہر ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے جسکی چوٹی پر نہایت مضبوط اور دشوار گزار قلعہ بنا ہوا ہے۔ جو چاروں طرف بیس بیس فرسنگ جھاڑی جنگل سے گھرا ہے۔ صرف ایک تنگ راستہ قلعہ کو جانے کا ہے۔ اُس کے دونو طرف بھی چھوٹے چھوٹے قلعے غنیم کے روکنے کو بنے ہوئے ہیں۔ اور چاروں طرف کوسوں تک بانس کی جھاڑی ہے جس کا کاٹنا بہت ہی دشوار ہے۔ اور وہاں کے تنگ راستوں اور پگ ڈنڈیوں کو سوائے واقفکار لوگوں کے ہر شخص نہیں جان سکتا۔

ایک ہزار سوار مع تجربہ کار فوج پیادہ کے جو دشوار گزار مقامات کو آسانی سے طے کر سکیں ہمراہ لیکر آبسنگر سے بڈنور کی طرف کوچ کیا۔ مہابدھی ساتھ تھا۔ جب یہ جمعیت سرحد بڈنور میں داخل ہوئی اور وہاں کے لوگوں نے معلوم کیا۔ کہ ہمارا متبنےٰ راجہ نواب حیدرعلیخاں کے ساتھ ہے اور نواب اُس کی عقدہ کشائی کو آیا ہے تو اُن سنے راستہ دیدیا بلکہ ہر طرح اُس کی خدمات پر آمادہ ہوگئے۔ جب حیدرعلیخاں سواد بڈنور میں پہنچا۔ تو رانی اپنی فوج لیکر سامنے آئی۔ طرفین کی فوجوں سے لڑائی ہوئی۔ لیکن نواب کی پختہ کار فوج نے اُس فوج کو جلد مغلوب کر لیا۔ اور رانی گرفتار ہو کر نواب کے سامنے لائی گئی +

دوسری روایت یہ ہے کہ رانی اُس قلعہ میں پناہ گزین ہوگئی اور ۲۷ روز کے محاصرہ سے تنگ آکر نواب کے سامنے حاضر ہوئی۔ اور اپنی جگہ مہابدھی کو حکمران کرنا منظور کر لیا۔ جب مہابدھی گدی نشین ہوگیا تو نواب حیدرعلی خاں نے اپنی تھوڑی فوج واسطے بندوبست و انتظام کے وہاں چھوڑی باقی جمعیت کے ساتھ منگلور کو روانہ ہوگیا اور کہہ گیا کہ مراجعت کے وقت پھر یہاں رہ کر جائے گا۔ مہابدھی نے لڑائی سے پہلے نواب سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ وہ مسند نشینی کے بعد اس امداد کے شکریہ میں بندر منگلور کو مع اُس حصہ ملک کے جو مملکت میسور کے متصل ہے نواب کو حوالہ کریگا +

رانی نے بعد چلے جانے نواب حیدرعلی خاں کے مہابدھی کو اپنے

جال میں پھانسا اور اُس سے کہا۔ اے بے وقوف لڑکے تو نے غضب کیا جو حیدر علی کو یہ موقع دیا۔ تو نہیں جانتا کہ وہ مسلمان ہمارے مذہب کا دشمن ملک گیری کی ہوس رکھتا ہے۔ آج تجھ کو مسند پر بٹھایا ہے۔ کل تجھ سے ملک چھین لیگا۔ اور اس طرح یہ ملک مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ جب نواب منگلور سے واپس آئے تو اُس کا کام تمام کر دیا جائے۔ مہابدھی نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ رانی نے جواب دیا کہ نواب راجہ کی دولتسرا میں ٹھیرا تھا اور جب واپس آئے گا تب بھی وہیں ٹھیرے گا۔ اُس دولتسرا کے اندر سے بڑے مندر کو راستہ گیا ہے جس سے کوئی واقف نہیں۔ اُس کو بارود سے بھروا دیا جائے۔ اور جب نواب آرام میں مصروف ہو تو ایک دم اُڑا دیا جائے۔ بدنصیب مہابدھی نے اس کو مان لیا۔ تب اُس رانی نے اپنے آشنا پنڈت کے ذریعہ سے یہ منصوبہ پورا کیا۔ لیکن جب نواب واپس آیا تو قبل داخلۂ مکان ایک رازدار پنڈت نے اُس کو اس راز مخفی سے آگاہ کر دیا۔ نواب نے اُس کے محاصرہ و تحقیقات کا حکم دیا۔ جب معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح ہے۔ تو اُس نے رانی اور اُس کے آشنا برہمن کو وہیں قتل کرا دیا۔ اور مہابدھی کو گرفتار کر کے قلعہ مکھیری میں بھیج دیا۔ اور سارے ملک پر قبضہ کر لیا۔ مُلّا فیروز صاحب مصنف جارجنامہ نے اس واقعہ کو نظم میں لکھا ہے۔ اس میں رانی کی

اُس سفاکی کا ذکر نہیں جو مہادجی نے اپنی تدبیر ہلاکت کی نسبت نواب حیدر علی خاں سے بیان کی باقی اور تمام واقعہ اس صراحت سے درج ہے :-

اشعار جارجنامہ

شگفتے ز کردار حیدر شنو — نوائے نوآئینِ دیگر شنو
چو آورد بوم سرا[۱] را بدست — سرِ سرکشاں کردہ یکبار پست
کنارا[۲] کہ بد کشورے بس بزرگ — نشیمنگہِ راجگانِ سترگ
درختش ہمہ صندل و ساج و عود — کشیدہ ہمہ سر بچرخ کبود
پُر از مینک و فلفل و جوز و ہیل — ہمہ بیشہ و دشت و راغ سبیل
درانجا یکے راے بد کدخداے — چو زین خاکدان شد بدیگر سراے
بجایش یکے خورد کودک گذاشت — بجز وے دگر جانشینے نداشت
پسر نارسیدہ بدہ زانش مام — گرفتہ بکف کارہا را زمام
رسیدہ چو شد کودکِ نارسید — دلش مہر پیوند شاہی گزید
نشستن بجاے پدر کرد راے — ز مادر نشد آرزویش روائے
چو زن از جوانی سرِ شاہی کشید — بجز خود سزاوار شاہی ندید
سخن بود زور راستی ناپدید — ز مادر چو فرزند شد ناامید

---

۱ علاقہ و محالات صوبہ سرا جو مرہٹوں سے لڑ بھڑ کر حاصل کیے گئے +

۲ کنارا یعنی کنڑہ جس کو مصنف نے فارسی تلفظ میں کنارا لکھا +

بیا نزد از مام و پژمرده روے   ز حیدر ازاں در و شد چاره جوے
بگفت آز بمردی به بندی کمر   مرا بر نشانی بجاے پدر
سپاس ترا پاس دارم بجاں   بگنج پدر آنچه باشد نهاں
سپارم فراواں ازاں خواسته   بگوهر همه چیز آراسته
جدا کرده از کشورم منگلور   به بخشم نباشم ز فرمانت دور
مر آن شهر باشد۔ بفرمانِ تو   کسے سر نه پیچد ز پیمانِ تو
چو بشنید حیدر سپه بر نشاند   بسوے کنارا به تندی براند
به نزدِ دژ آمد چو از دور راه   زن رانی آمد بروں با سپاه
دو لشکر چپ و راست سر بر زده   زمیں گل شد از خونِ هر دو رده
پس از آنکه بسیار پیکار شد   زن از بختِ واژوں گرفتار شد
بر خویشتن خواندش آں سرفراز   نه کرده دمے دست بر وے دراز
پسر را بیاورد نزدیک مام   سوے آشتی نیز بسپرده گام
دل هر دو از کینه پرداخته   دو سینه ز کینه تهی ساخته
دلِ مام خوشنود شد از پسر   بآئین بدو داد جاے پدر
نشیمن شدش جایگاهِ مهی   کشاده دو دستش ز فرماندهی
ز بازوے حیدر سیاه او بکام   همش مهربان گشت آشفته مام
چو شد رائے زاده به رائے بلند   به عهد و پیمان شد کاربند
وفا پیش خواند و جفا کرد دور   سپردش دژ و باره منگلور
جدا گشته ز و حیدر نامجوے   بدانسوے با لشکر آورد روے

که آن جایگه را بگیرد بدست
بد انسان که شاید دهد بند و بست

نشاند ز خود مرزبان جابجا
گمارد ز نزدیک خود پیشوا

چو شد حیدر از زادهٔ رادِ دور
برِ غمش سخن راند مادر بپور

چو گفتش بگفته که ای پور خام
ندانسته از سروری جز که نام

نبایست با او ترا گشت دوست
ترا در جهان بدترین دشمن اوست

بود او مسلمان و بیگانه دین
به بیگانه دینان بود پر زکین

مسلمان اگر چون فرشته به خواست
چو وا بنگری بدتر از دیو اوست

بگیرد همه کشورت را بدست
به کیش نیاکانت آرد شکست

شود زو نه کشور و دینِ ما
بر افتد ازو نام و آیینِ ما

اگر تو بگردون برائی بلند
کشد بر زمینت به خم کمند

شوی گر بدریا نهیمش نهان
چو ماهی بشست آردت بیگمان

چو او باز گردد بدین جایگاد
ورا ساخت باید نهانی تباه

وگر نه تو مر خویشتن را مرده گیر
سر و تن بخون اندر آورده گیر

جوان چون ز مادر شنید این سخن
فرو شد به اندیشه سر تا به بن

بگفتار مادر نهاده دو گوش
سپرده روان و دل و جان و هوش

سگالیده باهم دگر مام و پور
که چون وا رسد حیدر از منگلور

بکاخی برآورده او را فرود
گسسته نهان کاخ را تار و پود

فرود آوریم آن سرا بر سرش
بخاک اندر آید سر و افسرش

سگالش بدینگونه آمد بجای
میانِ زن و پورِ ناپخته رای

کنون حال زن بشنو اینگونه — که چون بود کارش پس از مرگ حی
چو جوینده کام بود و هوا — چنان چون بود در ره ناپارسا
گزیده بکامش یکے برهمن — از و شاد زانسان که از بت شمن
درا خواند نزدیکش آن چاره گر — بگفت آنچه بودش بدل سربسر
برهمن پرستار بتخانه بود — بنزدش یکے خانه شاهانه بود
فراوان بآذین بیاراسته — بزینت چو فردوس پیراسته
پئے حیدر آن خانه کرد پسند — که بر جانش آرد بدانجا گزند
بگفتش ز بتخانه تا آن سرا — نماید زمین را تهی جا بجا
کشاید بزیر زمین ره فراخ — رساند سر نقب تا زیر کاخ
بدان سان که فرمود آن شوم زن — بانجام آورد آن برهمن
چو حیدر بپرداخت از منگلور — بیامد بجائے که بد مام و پور
پذیره شده پور و مام و سپاه — دران کاخش آورد از گرد راه
بپیوسته با او ز هرگون سخن — همی جست هنگام آن خیره زن
که ایوان ز مردم چو ماند تهی — بحیدر فرود آرد از ابلهی
کسے را که ایزد بدارد نگاه — نگردد ز دستان دشمن تباه
بفرمان دارندهٔ جان و تن — بکاخ اندر آمد یکے برهمن
نشسته دران جا بدرائے نو — همان مادر کشور آرائے نو
جز ایشان سران سپه سربسر — نشسته یکے ایستاده دگر
بحیدر سخن گفتن آغاز کرد — سر راز پوشیده را باز کرد

نهان بخیه افگند بر روی کار بر او نقب پنهان نمود آشکار

شنید و روانش برآشفت سخت بر آن مادر و پور گم کرده بخت

کسانیکه بودند انباز کار بفرموده بستند و کشتند زار

همان دم زن و رانده داران او در آن کار انباز و یاران او

بدژخیم فرمود کز تیغ تیز برانگیزد از جانشان رستخیز

ببسته به بند گران پای رای فرستاده در شهر و بوم سرای

برو کرده زندان یکی از حصار نشانده بپاسش بسی استوار

سوی شهر بدنور شد با سپاه که آن شهر بد رای را تختگاه

شد آن شهر و کشور مر او را رهی ز رهمند را شد فزون فرهی

بدست آمدش خواسته بیشمار ز رایان و نام آوران یادگار

که آن را کران و کناره نبود شمردی اگر کس شماره نبود

زر و سیم آموده انبارها ز هر گون گهر بود خروارها

طرایف ز هر گون به انبوه بود نفایس بسی توده چون کوه بود

نگاور هیونان و پیلان مست ز در و گهر آموده جای نشست

چو الماس شمشیر زرین نیام ز زرین و سیمین رکیب و ستام

ز درع و ز خنجر ز خفتان و خود ز بس هیچ اندازه پیدا نبود

ز بس کس گنج اندوخته بمانده و دشمن در جگر سوخته

چو فرخنده بدر و ز فیروز مرد بدستش میفتاد بی رنج و درد

از آن کشمع گنج و آن خواسته فراوان بشمکازش آراسته

زگردون ورا بود چون یاوری | رسانندہ بہ شاہان سرِ ہمسری
مہانِ جہان زو گرفتہ شمار | زنامش ہراسان بسے نامدار
چو زان بوم آمد بدستش زمام | بگرواندہ از رانہ بڈنور نام
بفرمود تا مردمان سربسر | مرآن شہر خوانند حیدر نگر

الغرض حیدر علی خاں کو یہ خداداد فتح ایسی حاصل ہوئی کہ اُس نے حیدر علی خاں کو دفعتہً کرسی سے تخت پر بٹھا دیا ❖

ملک انواع برکات سے بھرا ہوا پایا۔ علاوہ پیداوار چاول کے مرچ سیاہ دارچینی۔ جاے فل۔ لونگ۔ الائچی۔ موتی۔ مونگا صندل عود۔ ہاتھی دانت کا معدن تھا۔ ملک کے پہاڑ۔ سونے۔ الماس۔ یاقوت کی جھولیاں بھرے کھڑے تھے۔ قلعہ بڈنور کے خزاین کی حد نہ تھی سونے چاندی کی اینٹیں۔ مرصع پتلیاں۔ زیورات۔ موتی اور جواہرات کے اتنے بڑے بڑے ڈھیر لگائے گئے تھے کہ اس طرف کا سوار اُس طرف سے نظر نہ آتا تھا۔ اور یہ زروجواہر بطور غلّہ کے منوں اور پنسیریوں سے تولے گئے۔ حیدر علی خاں نے اس لاانتہاہی خزانہ سے اپنی تمام فوج اور اپنے سب ملازموں کو ڈیڑھ ڈیڑھ برس کی تنخواہ بطور انعام عنایت کی۔ اور نام منگلور کا کوڑیال یا شاہ بندر اور بڈنور کا حیدر نگر رکھا۔ اور اپنے آپ کو بادشاہ کنڑہ و کارگس

۱؎ کارگس بھی ایک ریاست سرحد کنڑہ پر واقع تھی۔ اُس کے پہاڑ اسکو مملکت کنڑہ اور میسور اور ملک ملیبار سے جدا کرتے ہیں ❖

کارگس کے لقب سے ملقب کیا۔

تحقیق مزید از تاریخ بورنگ صاحب

یون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور اپنی تاریخ "حیدرعلی اور ٹیپو سلطان" میں لکھتے ہیں کہ:۔

موضع کلادی[1] میں دو بھائیوں نے ۱۵۶۰ء میں ایک خزانہ پایا تھا۔ وہ خود نو نایک کہتے تھے۔ اُنھوں نے موضع ایکیری میں حکومت کی بنیاد ڈالی۔ پھر اُن کے جانشینوں میں سوآیا نایک نے ۱۶۴۰ء میں ایکیری کو محفوظ خیال نہ کرکے بڈنور یا بدرور کو جس کے معنی بانس کا شہر ہے۔ اپنا مستقر قرار دیا۔ یہ مقام دشوار گزار پہاڑوں میں واقع اور جنگل جھاڑی سے گھرا ہوا تھا۔ اور خود اُس نے اُس کو اور زیادہ مستحکم بنالیا۔ اس سردار کے قبضہ میں صرف بڈنور کا کوہستانی ملک ہی نہ تھا بلکہ پہاڑوں کے نیچے کا میدان بھی تھا جو مغربی ساحل تک پھیلا ہوا تھا اور اب اس کا نام کنارا (کنڑہ) ہے۔ اس ملک میں بے شک و شبہ دس ہزار میل زمین شامل تھی۔ اور سالھارھویں صدی کے شروع میں یہ نایک میسور کے راجاؤں سے زیادہ قوی تھے۔ اس محفوظ مقام پر نایک دو سو برس سے زیادہ بہ اطمینان حکومت

---

[1] یہ گاؤں میسور کے شمال و مغرب میں واقع ہے۔

کرتے رہے۔ لیکن سواپا نایک کے انتقال کے بعد کوئی اولعزم حکمران پیدا نہیں ہوا۔ اس لیئے اس کے جانشینوں نے اُسی قدر ملک پر قناعت کی جو سواپا نایک نے چھوڑا اور فتح کیا تھا۔ ۱۷۵۵ء میں بسواپا نایک نے جو اُس وقت حکمران تھا انتقال کیا۔ اور اپنے متبنے بیٹے چینا بسویا کو جو کم عمر تھا اپنی رانی ورماجی کے سپرد کر گیا۔ تاکہ اس کے جوان ہونے تک اس کی پرداخت کرے اور ملک کے کاروبار کی نگراں رہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مبتلائے عیش ہو گئی اور اُس نے اپنے آشنا کے اتفاق سے چینا بسویا کو قتل کرا دیا۔ لیکن نو دعویدار جو حیدر علی کے سامنے پیش ہوا یہی کہتا تھا۔ کہ وہ خود چینا بسویا ہے۔ اور ورماجی اور اُس کے آشنا کے ظلم سے بچنے کے لئے وہ فرار ہو کر آپ کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ بعد فتح سرا و اقعہ نواب بسالت جنگ بیتیل دروگ کے قریب حیدر علی کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ اس میں ایک شخص آیا اور اُس نے خود کو متوفی راجہ کا متبنے اور مستحق ریاست بدنور قرار دیا اور اپنی ماں کی ناجایز حرکات کا اظہار کیا اور حیدر علی سے امداد کا طالب ہوا۔ حیدر علی نے اُس کو گدی نشین کرنے کے بہانہ سے ۱۷۶۳ء میں بدنور پر حملہ کر دیا۔ اور چینا بسویا کو ساتھ لیا۔ آگے بڑھ کر کوسی کے ویران ملک میں راجہ متوفی کے اگلے وزیر کو مقید پایا (جس کو غالباً رانی کے آشنا نے قید کرا دیا ہوگا) حیدر علی نے اس وزیر کو رہائی دیکر اپنا رہبر بنایا۔ اُس کی رہبری نے

اُس کو جنگل جھاڑی کے بیچ ہو کر ایک خفیہ راستہ بتادیا۔ وہ اُس راستے سے ایکدم شہر بدنور کے سر پر جا پہنچا۔ تھوڑی دیر میں ایک تلاطم برپا ہو گیا۔ شہر کے آدمی شہر چھوڑ کر جنگل کو بھاگے اور رانی کا گارد خوف سے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور محل میں آگ لگادی۔ حیدرعلی نے فوراً یہ آگ بجھوائی۔ اور تمام محلات سرکاری کو مقفل کرادیا۔ اور پہرے بٹھلادئے۔

کہا جاتا ہے کہ یہاں حیدرعلی کے ہاتھ بارہ ملین پونڈ یعنی ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ کی دولت ہاتھ لگی۔ اور حیدرعلی نے رانی کے متبنے بیٹے سوماسک ہرا اور جھوٹے دعویدار کو مع رانی اور اُس کے آشنا کے مدگری کے کوہی قلعہ میں جو میسور کے مشرقی حصہ میں واقع ہے بھیج دیا۔ آگے چلکر لکھتے ہیں کہ حیدرعلی کو ایک بڑی سازش دریافت ہوئی۔ سازش کے شرکاء میں سے تین کو پھانسی دی گئی۔

لہ ہم بیون۔ بی۔ بورنگ صاحب کی اس تحقیق کو مورخ محلات حیدری او رمصنف جارجنامہ کے خلاف اور نیز حیدرعلی کی مناسب وقت سیاست کے مقابلہ میں صحیح تسلیم نہیں کرسکتے اور جو صاحب موصوف نے رانی کا مع آشنا و متبنے کے مدکری کے قلعہ میں بھیجا جانا۔ اور پھر اجمالاً بلا اظہار نام تین شخصوں کو پھانسی دیا جانا لکھا ہے۔ صاحب موصوف کی تحقیق پر صحیح روشنی نہیں ڈالتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہی روایت صحیح ہے۔ جس کے موافق رانی اور اُس کے آشنا کو قتل کرادیا گیا۔ اور متبنے کو قلعہ میں قید کیا گیا۔

پرتگیزوں سے معاملہ

جب نواب حیدر علی خاں نے ممالک کنڑہ کے ضروری انتظاموں سے فرصت پائی۔ اُن کو خیال ہوا کہ پرتگیزوں نے ممالک کنڑہ میں سے کچھ قلعے اور پرگنے چھین لئے ہیں وہ اُن سے واپس لینے چاہئیں تب نواب موصوف نے اُن پر فوجکشی کردی۔ اور آگے بڑھ کر علاقہ کارواڑ اور اُس کے قلعہ کو جو پہلے مملکت کنڑہ میں داخل اور اب پرتگیزوں کے علاقہ ہند میں شامل تھا عاملان پرتگیز کے قبضہ سے نکال کر اپنا انتظام قایم کردیا۔ اور قلعہ رآمہ کی طرف بڑھے۔ یہ قلعہ پرتگیزوں کے صدر مقام گوا کے راستے پر واقع تھا جو دشمن کو گوا پر چڑھنے سے روکتا تھا۔ اُس موقع پر انگریز اور فرانسیسوں نے پرتگیزوں کی طرفداری میں نواب حیدر علی خاں کو مدد دینے سے عذر کیا۔ تب مصلحت اندیش نواب نے مصالحت کا ڈول ڈالا۔ پرتگیزوں نے بھی مصالحت کو مصلحت وقت سمجھا اور کارواڑ کا علاقہ نواب حیدر علی خاں کے حق میں چھوڑ کر جان بچائی۔ اور نواب موصوف کامیابی کے ساتھ مراجعت فرمائے منگلور ہوئے۔

قوم ماپلہ کا مطیع ہونا اور قوم نایر پر فتح پانا

ماپلہ قوم ماپلہ خود کو عربی النسل کہتی ہے۔ اور تمام سواحل ملیبار پر لاکھوں کی تعداد میں پھیلی ہوئی ہے۔ خشکی اور تری کی تجارت پر قابض ہے۔ سود بہت زیادہ مقدار میں لیتی ہے۔ اس لیے اُس کا تمول بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ دوسری قوم

نایر سواحل ملیبار کے قدیم باشندوں سے مرکب ہے۔ ان کی قومی رسمیات عجیب ہیں۔ بیٹے کی جگہ بھانجے کو اپنا وارث کرتے ہیں۔ اور جیسے مسلمان مردوں کو چار نکاح جائز ہیں ویسے ہی اُن کی ایک عورت چار مرد اختیار کرتی ہے۔ جب ایک مرد اندر جاتا ہے تو دروازہ پر آدمی کو بٹھا دیتا یا اپنے جوتے یا کوئی ہتھیار چھوڑ دیتا ہے تاکہ دوسرا مرد آئے تو اندر جانے کا قصد نہ کرے۔ ہفتہ میں ایک روز چاروں مرد عورت کے گھر میں جمع ہوتے اور ایک جگہ کھانا کھاتے ہیں۔ اور ہر مرد اپنی حیثیت کے موافق ہفتہ کا خرچ عورت کو دیدیتا ہے۔ اولاد کی پرورش عورت کے ذمہ ہے۔ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ ماموں کو باپ بناتا ہے اور عورت کے چاروں شوہر ق

کو باپ کہتا ہے۔ یہ قوم بھی لاکھوں کی تعداد میں بستی ہے۔ اتفاق سے
کاتانور کے نایر راجہ کی لڑکی علی راجہ پر عاشق ہو گئی جو قوم ماپلہ کا نوجوان
اور خوب صورت سردار تھا۔ جب اُس کا عشق ظاہر ہوا تو نایر راجہ
نے باوصف اختلاف دین ومذہب اپنی خوشی اور رضامندی سے اُس
لڑکی کی شادی علی راجہ سے کردی۔ اور مرتے وقت علی راجہ کو اپنا جانشین
بنایا۔ اور کاتانور کی حکومت اُس کو سپرد کردی۔ اس پر قوم نایر کے
دوسرے سردار برافروختہ ہوئے۔ اور قوم ماپلہ کے ادائے قرضہ میں
تساہل اور تجاہل کرنے لگے جو قوم ماپلہ کے سخت نقصان کا باعث تھا
علی راجہ کی شادی قوم نایر کی عام برافروختگی کا سبب ہوئی۔ اور
قوم نایر کے لوگ قوم ماپلہ کے ساتھ زیادہ شرارتیں کرنے لگے۔ تب
قوم ماپلہ کے سرداروں نے علی راجہ کو متفق کرکے اپنا ایک سفیر نواب
حیدر علی خاں کے پاس روانہ کیا۔ اور عرضداشت میں لکھا۔ کہ ہم
مسلمان ہیں۔ ہماری حمایت کا خیال رہے۔ ہم سب اطاعت کو حاضر ہیں
حیدر علیخاں نے اس سفارت کو بڑی خوشی سے قبول اور سفیروں کو
خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا۔ اور قوم ماپلہ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔
ماپلے جہاز رانی کے کام سے بخوبی واقف تھے۔ خشکی اور تری میں
اُن کی تجارت ترقی پر تھی۔ اور علی راجہ کے تجارتی جہاز مال لیکر ادھر
اُدھر جایا کرتے اور دوسری جگہ کا مال وہاں لایا کرتے تھے۔ اس لئے
حیدر علی نے علی راجہ کو اپنا امیر البحر مقرر کیا۔ اور اُس کے بھائی شیخ

علی کو اپنے ملک کے بندروں اور دریائی تجارت کا سربراہ کار بنایا اور نئے جہاز بنانے کے لئے زر کثیر عنایت کیا +

علی راجہ نے ایک بیڑہ جہازوں کا جمع کر کے اُن پر نواب حیدر علیخاں کے نام کا باوٹا چڑھایا۔ اور مناسب سپاہ لیکر روانہ ہوا۔ دریا کے رستے سے جہاں جاتا وہاں کے لوگ اُس سے بہ تعظیم پیش آتے۔ آخر کو وہ جزائر مالدیوہ میں داخل ہوا۔ یہاں بھی موپلے تجارت کرتے تھے۔ یہاں اس نے اس بہانہ سے کہ جزایر کے لوگ موپلوں پر ظلم کرتے ہیں جزایر مالدیوہ کے راجہ کو گرفتار کر لیا اور اُس کی دونو آنکھیں نکلوا ڈالیں۔ اور نواب حیدر علی خاں کی حکمرانی کا نشان بلند کیا۔ پھر جزایر کے راجہ کو جہاز پر چڑھا کر نواب حیدر علی خاں کے حضور میں منگلور پہنچا تا کہ اپنی اس کارگزاری پر شاباش کا مستحق ہو +

نواب حیدر علیخاں نے بے قصور راجہ کی روئیداد سُنکر اور اُس کو دونو آنکھوں سے اندھا دیکھ کر علی راجہ کو سخت ملامت سے یاد کیا۔ اور منصب امیر البحر اُس سے واپس لیا۔ اور راجۂ جزایر مالدیوہ سے معافی چاہی۔ اور مکانات شاہی میں سے ایک مکان سکونت راجہ کے لئے خالی کرا دیا۔ اور ایک جاگیر معقول اُس کی بقائے عزت اور مصارف ضروری کے لئے مقرر کر دی +

قوم نایر جو قوم موپلہ کی زیادہ ستانی و سخت گیری سے تنگ اور علی راجہ کی ترقیات سے خون در جگر تھی۔ اُس نے جب سُنا کہ علی راجہ

کو امیر البحر کی خدمت سے معزول کیا گیا ہے۔ تو اُس نے قوم ماپلہ کے برباد کر دینے کا عزم کیا۔ یہ نہ سمجھی کہ علی راجہ کا منصب امیر البحری سے معزول ہونا اَور بات ہے۔ اور قوم ماپلہ سے نواب حیدر علیخاں کا معاہدۂ حمایت کرنا دوسری چیز ہے۔ اور بلا لحاظ پس و پیش نایروں نے موپلوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اور جا بجا ہزاروں موپلوں کو مار ڈالا۔ اُن کے گھروں کو آگ لگا دی اور لوٹ لیا۔ جب موپلوں نے یہ آفت برپا دیکھی۔ اُن کے چند سردار کپڑے پھاڑ کر روتے پیٹتے نواب حیدر علی خاں کے پاس منگلور میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی قوم کی روئیداد غم بیان کی۔ نواب نے اُن کو تسلی دی۔ اور فی الفور بیس ہزار سوار و پیادہ لیکر روانہ ہوا +

اثنا راہ میں علی راجہ نے استقبال کیا۔ اور پیادہ ہو کر اُس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ نواب نے اُس کی عزت کی۔ اور سواری کے ساتھ لے لیا۔ جب شہر کنانور کے قریب پہنچا۔ ندی کے کنارے کیمپ قایم کیا۔ ندی کے دوسری طرف نایروں نے صف آرائی کی۔ دوسرے دن صبح سے لڑائی شروع ہوئی۔ نایروں کی کیا طاقت تھی جو نواب کی فوج سے معرکہ آرا ہوتے۔ اس لئے ان کی سپاہ و جمیعت بہت جلد بھاگ جانے پر مجبور ہوئی۔ اور بہتوں کو نواب کی سپاہ نے قتل کر کے نقارہ فتح بجا دیا۔ اور نواب حیدر علی خاں نے موپلوں کا دل ٹھنڈا کر کے مراجعت فرمائی۔ لیکن نایروں کی قوم میں جوش انتقام

آتشِ غضب زیادہ بڑھ گیا۔ اور وہ بڑے پیمانہ پر اپنا بدلہ لینے کی تدبیروں میں مصروف ہوئے ۔

کلیکوٹ کی تسخیر

۱۱۸۱ ہجری

نواب حیدر علیخاں نایروں سے موپلوں کا انتقام لیکر کنانور سے کلیکوٹ (پایۂ تخت ملک ملیبار) کو روانہ ہوئے۔ یہاں نایروں کا راجہ حکومت کرتا تھا۔ ساموری اُس کا لقب تھا۔ جب نواب کلیکوٹ کے قریب پہنچے تو ساموری اس خیال سے کہ تمام ملک ملیبار تو نواب کے قبضہ میں آہی گیا ہے۔ اب صرف یہ شہر میرے پاس رہ گیا ہے۔ ایسی حالت میں مجھے سوائے اطاعت کے اور کیا ہو سکتا ہے نواب کے استقبال پر آمادہ ہوا۔ اور شہر سے باہر نکل کر نواب کا استقبال کیا۔ اور نواب کو بڑی تعظیم و تکریم سے شہر میں لاکر نہایت آراستہ مکان میں فروکش کیا۔ اور بہت سے قیمتی تحائف نواب کے حضور میں بطور اظہار نیازمندی پیش کئے۔ نواب ساموری کے اس طرزِ عمل سے بہت خوش ہوئے۔ اور راجہ کے ساتھ تعظیم تمام پیش آئے۔ لیکن جب راجہ (ساموری) اپنے گھر گیا تو اُس کے ایک کمبخت برہمن نے اُس کو سخت لعنت ملامت

کی اور کہا کہ تو ایک گائے کھانے والے مسلمان کے ساتھ اس فروتنی سے کیوں پیش آیا۔ اب تمام قوم نایر جیتے جی تیری شریک نہ ہوگی۔ اور نہ مرنے کے بعد تیرا کریا کرم کریگی۔ اور ساموری کے دو بھانجوں نے بھی ایسی ہی باتیں کیں۔ ساموری ان باتوں سے بہت متاثر ہوا اور اس نے رات کو مکان بند کر کے مکان میں آگ لگا دی اور بی بی بچوں سمیت جل مرا۔ جب شعلے نکلے اور دھواں بلند ہوا۔ لوگ دوڑے اور خواب گاہ کی طرف گئے۔ راجہ کو خاکستر پایا۔ پھر تو رونے پیٹنے والوں نے ایک قیامت برپا کر دی۔ نواب حیدر علی خاں بھی اس واقع کو سنکر بہت بیچین ہوا۔ اور ساموری کی افسوسناک موت پر سخت افسوس کیا۔ اور اُس ملعون برہمن اور ساموری کے دونو بھانجوں پر جو ساموری کو ایسی سخت غیرت دلانے کا باعث ہوئے تھے نہایت غضبناک ہوا۔

نوٹ:۔ تحریر حملات حیدری کے موافق:۔

کلیکوٹ کے راجہ ساموری کا یوں جل کر مرنا عقل قبول نہیں کرتی۔ کیا راجہ کا محل کوئی خس پوش جھونپڑا تھا جو یوں جل گیا۔ یا راجہ کے محل میں اَور کوئی نہ رہتا تھا جو راجہ کو محل جلا دینے اور خود جل جانے کا کافی موقع مل گیا اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اور راجہ اور اُسکی رانی اور بچوں نے چپ چپاتے جلنا قبول کر لیا۔ اس لئے جب اُسکی تحقیق مزید سے کام لیا گیا۔ تو اس واقعہ کی دوسری صورت معلوم ہوئی۔ نواب حیدر علی خاں کی ایک دوسری تاریخ فتوحات حیدری میں لکھا

ہے کہ جب حیدر علی کلیکوٹ میں داخل ہوا تو راجہ چرکل اور قوم نایر نے مخالفت اور مزاحمت کی۔ اُس نے راجہ اور اکثر نایروں کو قتل کیا۔ پھر متوجہ کلیکوٹ کا ہوا۔ راجہ نے ایک وکیل ہوشیار مع تحایف گراں بہا کے اُس کے حضور میں بھیج کر جان کی امان طلب کی۔ نواب نے اُس کے پچھلے قصور معاف کر دئے اور ملازمت حضوری سے اعزاز بخشا۔ پھر ملک ملیبار سے گزرتا ہوا کویمباتور کو واپس گیا۔ ممکن ہے کہ راجہ چرکل کو راجہ کلیکوٹ سمجھا گیا ہو۔

مورخ حملات حیدری نے آگے بڑھ کر جہاں اس بیان کو حسب تاریخ فتوحات حیدری کے دُہرایا ہے یہ فقرہ لکھا ہے کہ:۔

راجہ چرکل مانند پروانہ کے شمع پر شمشیر درخشاں کے آگے آگرا اور جل کر خاکستر ہو گیا۔

پس عجب نہیں کہ اس استعارہ کلام نے جل کر خاکستر ہو جانے سے وہ روایت تصنیف کرا دی ہو۔

اُدھر قوم نایر اپنے راجہ کے اس واقعہ سے سخت متغیر اور متاثر ہوئی اور چاروں طرف سے کلیکوٹ میں آکر جمع ہونے لگی۔ اور کلیکوٹ کے سرداروں نے ٹراونکور اور کوچین کے راجہ پر اپنی بیکسی کا حال ظاہر کیا۔ اور اُن سے مدد لے کر ایک بڑی جمعیت اور سپاہ پانیانی ندی کے کنارے جو کلیکوت سے بارہ فرسنگ ہے جمع کی اور نواب پر ہجوم کرنا چاہا۔ تب نواب نے اپنی فوج لے کر اُن پر حملہ

کیا۔ تلوار کے سامنے وہ سب اپنا جوش و خروش بھول گئے اور تھوڑے مقابلہ کے بعد بھاگ نکلے۔ اسی حالت میں نواب نے ندی کو عبور کر قلعۂ پانیانی پر حملہ کیا اور قلعہ والوں نے بغیر جنگ کے اطاعت اختیار کر لی زاں بعد نواب حیدر علی خاں نے کوچین کی طرف رُخ کیا۔ راجہ کوچین نے اطاعت قبول کی۔ پھر تو سب نایر دل شکستہ ہو کر نواب کے مطیع ہو گئے۔ اور نواب کو خراج دینا قبول کر لیا۔ نواب نے سالانہ خراج منظور کر کے جو ملک اُن سے چھینا تھا اُن کو واپس کر دیا۔ اور کلیکوٹ اور قلعہ پانیانی میں اپنی مناسب فوج متعین کی۔ اور چونکہ بارش کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ اور سواحل ملیبار میں کثرت سے بارش ہوتی اور سیلاب رہتا ہے۔ اور نواب اس جدید فتح اور اندیشۂ بغاوت نایران سے زیادہ دور جا کر رہنا مناسب نہ جانتا تھا اس لئے کوئمباٹور پہنچ کر راجہ کوئمباٹور کی دولتسرا میں فروکش ہوا (یہ راجہ ذات کا برہمن نواب کا خیر خواہ اور ایک ریاست واقع مضاف میسور کا حاکم تھا) تاکہ وہاں بیٹھ کر ہر طرف کی خبر رکھ سکے۔ اور کلیکوٹ کا جو علاقہ فتح کیا تھا وہ اس کے زیر اثر کر دیا تاکہ وہ راجہ اپنی حکومت سے رعایا کو راضی اور ملک پر قابو رکھے۔ نواب کو خیال تھا کہ اب نایر سر نہ اُٹھائیں گے۔ لیکن اُن کے دلوں میں جوش انتقام باقی تھا۔ اور راجہ ٹراونکور اور ساموری متوفی کے بھانجوں نے تمام نایروں کے سرداروں کو بھڑکایا اور خود کو آمادہ حمایت ظاہر کیا۔ اُدھر ماپلوں نے اُن کو اور زیادہ ستانا

شروع کیا جس پر وہ برافروختہ ہوکر "ہر کہ تنگ آمد بجنگ آمد" پر آمادہ ہوئے اور سب نایروں نے صلاح کی۔ کہ یہ بارش کا زمانہ ہے۔ ہم لوگ ہر طرح کے کاروبار میں اس موسم کی حالتوں میں واقف اور تکلیفات کے خوگر ہیں۔ نواب کی فوجیں ایسی حالت میں نہیں آسکتیں۔ اور آئیں تو ہم اُن کو بڑی مشکل میں ڈال سکیں گے۔ اس خیال پر نازاں ہوکر اُنہوں نے نواب کے کئی عاملوں کو مار ڈالا اور شہر کلیکوٹ اور قلعہ پانیانی کا محاصرہ کرلیا۔ تب قلعدار نے نواب حیدر علیخاں کے پاس پوشیدہ قاصد دوڑائے اور میر رضا علی خاں کو جو اپنی جمعیت کے ساتھ مادیکھری میں مقیم تھے۔ اطلاع دی۔ میر رضا علی خاں مع اپنی جمعیت کے جو ناکافی تھی بہت جلد جا پہنچے۔ اور نایراں سے لڑتے اور اپنی حفاظت کرتے رہے۔ اُدھر نواب نے فی الفور سوار بھیج کر سرحد میسور سے فوج طلب کی اور اپنی فوج ہمراہی کے ساتھ شریک کر کے تین ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ کا لشکر جرار لیکر آندھی کی طرح اُس طوفانِ آب میں کوچ کیا۔ تمام سواروں کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر زین نہ رکھیں ننگی پیٹھ پر سوار ہوں۔ اور پیادوں کو ایک ایک بارانی۔ اور سپاہ فرنگ کو موم جامے کی ایک ایک چھتری عنایت ہوئی۔ بارہ توپیں میدانی ہاتھیوں پر لدائی گئیں۔ یہ لشکر رات دن کی جھڑی میں کوچ کرتا۔ اور جب دھوپ نکلے تو اُس کی سخت گرمی برداشت کرتا۔ کوہستان کے پرزور وشور ندی نالوں کو عبور کرتا اور اندھیری راتوں میں ویران اور سنسان دہات

میں جن کو وہاں کے رہنے والے خالی کر کے بھاگ گئے تھے۔ ٹھیرتا ہوا نایروں کی جمعیت کے سر پر جا پہنچا۔ نواب بھی ایک سپاہی کی طرح لشکر کے ساتھ تھا۔ نایروں نے اپنے ایک قصبہ کو جائے پناہ بنایا۔ اور اُس میں ہر قسم کا سامان جمع کیا تھا۔ اُس کے گرد چاروں طرف بہت چوڑی اور گہری خندق کھودی تھی۔ اور نیز لشکر کے گرد خندق کھودی اور مورچے باندھے تھے۔ اور لکڑیوں کا احاطہ بنا کر گولیاں چلانے کے لئے جھانکیاں بنائی تھیں۔ اور ایک ٹیکری پر توپخانہ جمایا تھا۔ اور نایروں کے فوجی دستے کئی مقامات پر مضبوطی سے قایم تھے۔ جب نواب کے جاسوسوں نے نایروں کے مضبوط مورچوں کے حالات بیان کئے تو نواب نے ایک پرتگیز لفٹنٹ کرنل کو چار ہزار پیادوں کا افسر بنا کر داہنی طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور دوسری ٹکڑی کو ایک انگریز افسر کی ماتحتی میں دیکر بائیں طرف سے حملہ کرنے پر مامور کیا اور خود قلب کا سپہ سالار بنا۔ سپاہ فرانسیس اور اپنے جاں نثار طبقۂ امراء و اکابر کو پیچھے رکھا۔ اور سواروں کی جمعیت سب کے بعد رہی۔ کیونکہ اس موقع پر اُس کا کام نہ تھا۔ پرتگیز سپہدار نے اپنی فوج لیکر داہنی طرف سے حملہ کیا۔ اور خندق تک جا پہنچا۔ اور فوج کو گولیاں چلانے کا حکم دیا۔ فوج دو گھنٹے تک گولیاں چلاتی رہی۔ لیکن حصار کے اندر کا کچھ حال معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ ان گولیوں سے نایروں کا کیا نقصان ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے نایر لوگ جو حصار کی جھانکیوں سے گولیاں چلاتے تھے اُن سے نواب

کے سپاہی زیادہ گرتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

نواب ایک بلند مقام سے یہ کیفیت جنگ مشاہدہ کر رہا تھا۔ اور سرداران فوج اُس کے دہنے بائیں حکم کے منتظر تھے۔ نواب کی صورت سے ایک غصہ کی علامت ظاہر ہوتی تھی۔ جیسے وہ اپنی فوج کی تاخیر کامیابی سے متاثر ہو۔ اس میں ایک فرانسیس افسر نے دست بستہ عرض کی کہ اگر حکم ہو تو جاں نثار اپنی جمعیت سے آگے بڑھے۔ نواب نے منظور کر لیا۔ اور وہ افسر اپنی فرانسیسی فوج اور دیسی سپاہ کو لیکر آگے بڑھا۔ اور اپنی فوج کو خندق میں ڈال دیا۔ اور خندق کو عبور کر کے حصار کے نیچے پہنچا۔ اور اُس کی فوج نے حصار کے تختوں کو توڑ ڈالا۔ اور نایروں پر جا پڑی۔ اور نایروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں بہت سے نایر قتل کر ڈالے۔ پھر اس گاؤں میں داخل ہو کر گاؤں کو آگ لگا دی۔ اور اُن کا توپخانہ چھین لیا۔ یہ حالت دیکھ کر ہزاروں نایر بھاگ گئے۔ اور جنگل جھاڑی میں جا چھپے۔ اس فتح سے نواب حیدر علیخاں کو بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اور تمام فوج میں بڑے زور شور سے فتح کے باجے بجائے گئے۔ جن کی آوازوں نے دور دور تک کے نایروں کے دل ہلا دئیے۔ اور قدردان نواب نے اُس فرانسیس افسر کو ایکدم دس ہزار سوار کا سپہ سالار اور افسر توپخانہ بنا دیا۔ اور ہر ایک سپاہی کو تیس روپے اور ہر زخمی کو ساٹھ روپے بطور انعام مرحمت

ہوئے۔

اس فتح سے نواب کی ہیبت اُس ملک کے چاروں طرف چھا گئی۔ اور ہر شخص نواب کے سپاہی سے ڈرنے اور اُس کو ایک خونخوار درندہ سمجھنے لگا۔ مرہٹوں کو بھی نواب کی اس کامیابی پر رشک اور اُس کی فوج قہار سے اندیشہ پیدا ہوا۔ تمام نایر اپنے گھروں کو خالی کرکے جنگل جھاڑی میں جا چھپے تھے اور اُن کے تمام دہات سنسان حالت میں تھے۔ اور کتنے گاؤں نواب کی فوج نے جلا دئے تھے۔ اُن کے واپس لانے اور از سرِ نو آباد ہونے اور نواب کے زیر اطاعت رہنے کو نواب نے بہت سے برہمن جابجا روانہ کئے۔ لیکن انہوں نے برہمنوں کی بات پر اعتماد نہ کیا۔ اور اپنے گھروں کو واپس آنے پر راضی نہ ہوئے۔ تب نواب نے یہ احکام جاری کئے:-

(۱) نایروں کا درجہ برہمنوں کے بعد تھا لیکن آیندہ سے وہ کمتر درجہ میں دیکھے جائیں گے۔

(۲) پہلے سب ملیباری نایروں کے جلو میں دوڑتے تھے۔ آیندہ نایر اُن کی جلو میں دوڑا کریں۔

(۳) پہلے صرف نایر ہتھیار باندھتے تھے۔ آیندہ سب ہتیار باندھیں مگر نایر لوگ ہتیار نہ باندھیں۔ جو نایر ہتیار بند پایا جائے اُس کو قتل کر دیا جائے۔

یہ احکام نافذ کر کے نواب نے کوئمباٹور کو مع رسالہ مراجعت فرمائی اور کئی رسالے اور پلٹنیں وہاں متعین رکھیں تاکہ نایر پھر اجماع کر کے فتنہ وفساد برپا کرنے نہ پائیں۔ باقی سپاہ پیادہ کو مادیگھری کے قریب رہنے کا حکم دیا۔ جب اس سختی سے بھی کام نہ نکلا تو نواب نے یہ دستور جاری کیا کہ جو نایر مسلمان ہو جائے اُس کے خاندان پر تمام حقوق قدیمہ بحال و برقرار رہیں۔ اس حکم کو سُن کر بہت سے شرفاء نایر مشرف باسلام ہوئے۔ اور بہتوں نے جلاوطنی کو برداشت کیا۔ اور کتنے اپنے گھروں کو واپس آکر شرمگین حالت میں رہنے لگے ؛

بورنگ صاحب اس واقعہ کے متعلق یوں داد تحقیق دیتے ہیں کہ رہبٹوں کے دوسرے حملے کے بعد جب میسور کے مشرقی حصہ میں امن قائم ہو گیا تو اُس نے فتح ملیبار کی طرف اپنی نگاہ اُٹھائی اور یہ تمہید کی کہ چونکہ ملیبار پہلے نور کی حکومت سے متعلق تھا۔ اب بھی اس کو اُس کے ماتحت ہونا چاہیئے ؛

اس ملک ملیبار کو اصل میں کیرلہ کہتے تھے۔ اور یہ چیرومال چیرامان نائیر۔ دار کی زیر حکومت تھا جو چیرا خاندان کے بادشاہوں کا نائب تھا۔ ان نائبوں میں آخری نائب سنہ ۸۲۹ء میں مسلمان ہو گیا۔ اور حج کو جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن حج کو نہ جا سکا۔ اور مرنے سے پہلے اُس نے اپنے ملک کو اپنے سرداروں

پریوں تقسیم کردیا +

(۱) چرکل یاکوتری کو اپنا شاہی سامان اور ملک کا شمالی حصہ عنایت کیا۔

(۲) آروتیاورکو جو راجہ ٹراونکور کا مورث ہوتا ہے ملک کا جنوبی حصہ حوالہ کیا +

(۳) پرمی ماپتا کو جو اُس کا بیٹا خیال کیا گیا ہے۔ ریاست کوچین کا مالک بنایا +

(۴) زمورن کو اپنی تلوار اور اراضی کا اُسقدر حصہ جہاں تک مرغ سحر کی آواز جائے بخشش کیا +

یہاں نایر لوگوں میں ایک طرفہ رواج ہے کہ سردار کے مرنے پر اُس کے بیٹے حق وراثت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بھانجے جانشین ہوتے ہیں۔ اور اگر اولاد نہ ہو تو لڑکی ہی متبنے کیجاتی ہے۔ اور ایک ہی عورت کئی بھائیوں کی بی بی ہوتی ہے +

حیدرعلی اس ملک میں علی راجہ کنانور کے بولانے سے اس طورپر داخل ہوا کہ حیدرعلی نے زمورن (راجہ ملیبار) سے بہت سا روپیہ بقایا سے سابق میسور اور معاوضہ حمایت کا جو ایک وقت میں اُسکی فوج نے زمورن کو دی تھی طلب کیا جب اُس نے نہ دیا تو وہ فوج لیکر چڑھ گیا۔ نایر لوگوں نے بڑی بہادری سے اُس کا مقابلہ کیا۔ اور اُس کی فوج کو جنگل جھاڑی میں بڑی تکلیف اُٹھانا پڑی اور

اُس کا بہت نقصان ہوا۔ لیکن وہ باوجود ایک بھاری نقصان اور بہت بڑی خونریزی کے کلیکوٹ جا پہنچا۔ اور زمورن کو اطاعت قبول کرنا پڑی۔ اور چار لاکھ صرفۂ جنگ دینا منظور کیا۔ حیدر علی اُس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ لیکن اُس کے واپس آنے سے چند ہی روز بعد زمورن اُس اطاعت سے پھر گیا۔ تب اُس نے خودکشی کرکے کالیکوٹ پر قبضہ کرلیا اور زمورن نے مکان میں آگ لگالی اور جل کر مر گیا۔ کوچین اور پالی گھاٹ کے راجاؤں نے فاتح کے حضور میں گردن اطاعت جھکادی۔ اور حیدر علی کالیکوٹ کے قلعہ پر مستحکم قبضہ قایم کرکے کوئمباٹور پر بڑھا۔ لیکن اُس کو گئے ہوئے تین مہینے ہوئے تھے کہ نایر لوگوں نے پھر مفسدہ برپا کردیا۔ اور حیدر علی کے نایب رضا صاحب کو گھیر لیا۔ جب یہ خبر پہنچی تو بہت سخت بارش کا موسم تھا۔ ملک میں سیلاب آیا ہوا تھا لیکن پھر بھی حیدر علی بڑی دلیری سے ملک کے اندر گھس پڑا۔ اُس کی فوج پر موسلادھار مینہ برستا تھا اور سیلابی دریا تابگلو پانی میں پار کرنا پڑتے تھے۔ نایر لوگوں نے خندق کے پار اپنی فوج جمع کی تھی۔ نایروں کی جمیعت نے حیدر علی کی فوج کو بڑا نقصان پہنچایا۔ لیکن ایک فرانسیسی افسر جو حیدر علی کا ملازم تھا ایک حملہ آور گروہ کو بڑی بہادری سے آگے بڑھا لے گیا اور دشمن کا مورچہ فتح ہوگیا۔ پھر حیدر علی نے اُن لوگوں کو جو اُس کے ہاتھ پڑے یا تو قتل کروادیا۔ یا پھانسی دیدی۔ اور بقیہ بدنصیب

لوگوں کو کھدیر کر میسور کے میدانوں میں پہنچا دیا۔ جہاں ہزاروں بیچارے مصیبت کے مارے مر گئے ÷

بڈنور پر مرہٹوں کی لشکر کشی ÷

بڈنور والوں نے دیکھا کہ نواب آج کل نایروں کے جھگڑوں میں اُلجھا ہوا ہے۔ اور نواب کی فوجیں اُس طرف کی جنگ اور انتظام میں مصروف ہیں۔ اس لئے مرہٹوں سے درخواست کی کہ وہ بڈنور کو نواب کے چنگل سے نکال لیں۔ ہم ساتھ دینے کو موجود ہیں۔ مرہٹوں نے ۱۷۶۳ء میں ایک لشکر ساٹھ ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیدل کا واسطے تسخیر ممالک مفتوحہ نواب حیدر علی خاں کے روانہ کیا۔ یہ خبر سنکر نواب مع فوج مناسب بڈنور کو روانہ ہوا۔ اور اُس نے بڈنور کی حفاظت کو سب پر مقدم جانا۔ مرہٹوں نے اپنی بیقاعدہ فوج سے بڈنور کو گھیر لیا۔ لیکن اس سے زیادہ ان کی مجال نہ ہوئی۔ اس عرصہ میں بارش کا زمانہ آگیا۔ اور وہ محاصرہ اُٹھا کر چلتے ہوئے ÷

راجہ چینتل ورگ پر فوج کشی ×

۱۷۶۵ء میں نواب حیدر علی خاں بہادر نے پالیکاروں اور راجہ

چیتل ورگ کے علاقہ جات پر لشکرکشی کی۔ اور اُس نواح کو بہت آسانی سے اپنے تصرف میں لایا۔ لیکن قلعۂ چیتل درگ پانچ مہینے تک محاصرہ کرنے پر فتح نہ ہوسکا اُس کا فتح کرنا دوسرے وقت پر موقوف رکھا گیا۔

واقعات شانور

۱۱۷۵ھ

صاحب تاریخ حملات حیدری بحوالۂ تاریخ فتوحات حیدری تالیف لالہ کھیم نراین کے رقمطراز ہیں کہ اُس زمانہ میں شانور کے نواب کو اقتدار خاص حاصل تھا۔ اور نواب عبدالحکیم خاں حاکم شانور اپنے زور و طاقت پر مغرور ہو رہا تھا۔ جب نواب حیدر علیخاں نے بڈنور پر لشکرکشی کی تو عبدالحکیم خاں نے بڈنور کی رانی کو دو ہزار سوار اور چار ہزار پیادہ کی کمک بھیجی تھی اور خود بلاری ندی کے کنارے نواب حیدر علیخاں کی رسد روکنے کے لئے مع فوج افغان کے خیمہ زن ہوا تھا۔ نواب حیدر علیخاں کو اپنے مقابلہ میں اُس کی طرف سے رانی کی اعانت ہونا سخت ناگوار گزری تھی اس لئے اُس کے انتقام کو وقت کا منتظر تھا۔ اور اپنے بخشی ہیبت جنگ کو اُس کے پیچھے لگا دیا تھا کہ وہ اُس کو اپنی طرف معروف رکھے۔ ہیبت جنگ نے

۱؎ یہ سن نشان حیدری سے لکھا گیا۔

دو برس تک اُس کو مصروف جنگ رکھا۔ لیکن بعض دقتوں سے اُس پر فتحیاب نہ ہو سکا۔ جب نواب حیدر علی خاں کو بڈنور کی فتح کے بعد اُسکے انتظام سے فرصت ہوئی۔ تو اُس نے ایک لشکر جرار سوار و پیادہ کا ساتھ لیکر دفعتہً کوچ کر دیا۔ اور ہیبت جنگ کی فوج سے جا ملا۔ پھر تمام فوج کے ساتھ اچانک اُس کے سر پر جا پہنچا۔ اور توپ و تفنگ سے اُس کے لشکر میں ہل چل ڈال دی۔ پھر سواروں نے نیزہ اور شمشیر سے آفت برپا کر دی۔ اور اُس کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی۔ اور نواب عبدالحکیم خاں اپنا تمام سامان مع توپخانہ کے وہیں چھوڑ کر قلعۂ شانور میں جا چھپا اور قلعہ کا دروازہ بند کرا دیا۔ نواب حیدر علی خاں نے فی الفور اُس کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور توپیں لگانے کے لئے دمدمے بننا شروع ہوئے۔ عبدالحکیم نے دیکھا کہ میری فوج پریشان ہو گئی اور میں بُری طرح اس قلعہ میں محصور ہو چکا ہوں۔ اب اظہار عجز کے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ اس نے اپنا سفیر بھیج کر اپنی پشیمانی ظاہر کی اور اپنی جان بخشی اور معاوضۂ زحمت نواب کے لئے ایک کروڑ روپیہ دینا منظور کیا۔ لیکن اتنے روپے کی سبیل نہ ہو سکی۔ تب اپنا تمام سامان اور سربلند ہاتھی اور قیمتی گھوڑے اور قلعہ شکن توپیں مع نصف روپے کے نواب حیدر علیخاں کے حضور میں حاضر کیا۔ نواب نے اُس کو قبول فرما کر چند مقامات توابع شانور پر اپنے فوجی دستے مقرر کرنے کے بعد حصۂ غربی حیدرنگر

(بڈنور) کی جانب کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر انتظام قلاع سواحل دریا متعلق بڈنور میں مشغول ہوا اور شاہزادہ کریم شاہ کے بڑے ماموں میرزا حسین علی بیگ کو واسطے تسخیر قلعۂ بسواری درگ کے مع فوج مناسب روانہ کیا ✦

تسخیر قلعہ بسواری درگ

جب میرزا حسین علی بیگ مع اپنی فوج کے ساحل پر پہنچا تو دیکھا کہ قلعہ بسواری درگ دریا کے کنارے سے دو میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کے اوپر واقع اور اُس کے چاروں طرف سمندر موجیں مارتا ہے۔ اس فوج سے اُس کا فتح ہونا ممکن نہیں اور خالی واپس جانا بھی نواب حیدر علی خاں کی ناراضی کا باعث ہو سکتا ہے اس لئے کشتیاں منگوا کر اپنی فوج کو اُن میں سوار کیا اور قلعہ کے نیچے پہاڑی کے دامن میں جا اُترے۔ اور ایک خط قلعہ دار کے نام اس مضمون کا لکھا کہ نواب حیدر علی خاں کے نہیب صولت سے تم واقف ہو گے۔ اُن کی فوج نے بڑے بڑے نامی قلعے سر کر ڈالے ہیں۔ اور کتنے راجہ اُن کے مطیع و فرماں بردار ہو چکے ہیں۔ بڈنور کی رانی بھی اسیر ہو گئی ہے۔ اور تمام ممالک بڈنور پر نواب کا قبضہ ہے۔ اس لئے اب تم یہ قلعہ ہمارے حوالہ کر دو۔ اور تم طبقۂ خیر خواہاں نواب مستطاب میں داخل ہو۔ ورنہ تمہارا بھی وہی

حال ہوتا ہے جو دوسروں کا ہوا۔ یہ خط لکھ کر سفیر کو حوالہ کیا اور سفیر نے قلعدار کو پہنچا کر ہر طرح کے نشیب و فراز سمجھائے۔ آخر کار قلعدار نے وہ قلعہ میرزا حسین علی بیگ کے تفویض کر دیا۔ اور رانی کے متوفی شوہر کا اسباب جو اس قلعہ میں محفوظ تھا۔ بطور پیشکش حاضر کیا:۔

یاقوت و مروارید کے بھرے ہوئے صندوق ۱۰۔ جڑاؤ زیورات کے صندوق ۱۰۔ ہاتھی کی زرتار جھولیں ۲۔ ہاتھی کے پاؤں کی طلائی زنجیریں ۲۔ ہاتھی کے گلے کے مرصع گلوبند ۲۔ گھوڑوں کے مرصع زین ۲ +

میرزا حسین علی بیگ نے قلعدار کو پروانہ خوشنودی کا عنایت کیا۔ اور اپنی طرف سے فوج مناسب اُس قلعہ میں چھوڑ کر مراجعت کی۔ نواب حیدر علیخاں نے میرزا حسین علی بیگ کی اس بہادرانہ اور عاقلانہ کارروائی سے خوش ہو کر عطیہ معقول سے اُن کو سرافراز کیا +

مادھوراؤ پیشوا کی لشکر کشی اور نواب کی فتحمندی

پہلے دو مرتبہ پونا کے پیشواء میسور پر چڑھائی کر چکے ہیں۔ جن کے حالات اوپر بیان ہوئے۔ اب اُن کو حیدر علی خاں کی فتوحات پر

خاص غصہ آرہا ہے۔ اور وہ اس کی فکر میں ہیں تفصیل یہ کہ نواب حیدر علیخاں انتظام ممالک مفتوحہ میں معروف تھے کہ اُن کو ایک نہایت زبردست دشمن سے معرکہ آرائی کے آثار پیدا ہوئے۔ یعنی مادھوراؤ پیشوا (خلف باجی راؤ متوفی) ایک لاکھ سوار مرہٹہ اور ساٹھ ہزار پیادہ وسواران بینڈارہ اور پچاس ہزار تفنگ انداز ان دکھنی اور بہت بڑا توپخانہ لیکر پونا سے اس عزم پر روانہ ہوا کہ نواب حیدر علی خاں نے جو ملک فتح کئے ہیں اُن سے چھین لے۔ پہلے شانور میں آیا۔ شانور کا نواب اُس سے مل گیا پھر سواد چیتل درگ میں خیمہ زن ہوا۔ وہاں کے راجہ نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ زاں بعد صوبہ سرا کی طرف رُخ کیا اور قلعہ کو گھیر لیا۔ یہاں نواب حیدر علی خاں کی طرف سے میر علی رضا خاں ناظم تھے۔ اُنہوں نے بارہ روز تک توپ و تفنگ سے مقابلہ کیا۔ پھر وہ قلعہ مادھوراؤ کے سپرد کر کے اُس کی نوکری منظور کر لی۔ پھر مادیگھڑی کی طرف کوچ کیا۔ یہ قلعہ ایک مہینے کے جنگ و محاصرہ کے بعد فتح کر پایا۔

یہ خبریں نواب حیدر علی خاں کو وقتاً فوقتاً پہنچتی تھیں۔ آخرکار نواب نے خدا پر بھروسہ کر کے سرینگ پٹن سے بنگلور کو کوچ کیا اور یہاں کی فوجوں سے جتنی فوج سوار و پیادہ ساتھ لے سکتے تھے وہ ساتھ لی۔ اور بنگلور پہنچ کر وہاں کی فوج کو شریک کر کے ایک کارآزمودہ لشکر تیار کیا۔ جو اُس تعداد کثیر کے مقابلہ میں نہایت کم معلوم ہوتا تھا۔

اور اپنے سواران رسالہ خاص اور سواران پنڈارہ کو حکم دیا کہ تم شیر چیتوں کی طرح ماکڑی درک کے جنگل میں چھپ جاؤ۔ اور وہیں بیٹھے بیٹھے مرہٹوں کے لشکر پر جب موقع پاؤ حملہ کرتے اور فوجی شکار کھیلتے رہو۔ اور خود مع فوج سوار و پیادہ و توپخانہ بنگلور کے قلعہ میں بیٹھ کر دمدموں اور کمین گاہوں کے بنوانے میں مصروف ہوا۔ جب مادھو راؤ ماکڑی درک کے سواد میں پہنچا۔ سردار خاں قلعدار کے نام ایک خط لکھا کہ تم کو میرے لشکر کثیر کا حال معلوم ہو گا۔ بہتر ہے کہ تم قلعہ میرے سپرد کر دو۔ اور یہ خط ایک افسر کے ہاتھ روانہ کیا۔ سردار خاں نے جواب دیا کہ یوں چپ چاپ قلعہ سپرد کر دینا حق نمکخواری و شیوۂ مردانگی سے بعید ہے۔ تب مادھو راؤ نے غضبناک ہو کر افسران فوج کو حکم دیا کہ جو پہاڑی قلعہ کے سامنے ہے اُس پر چڑھ کر توپ و تفنگ سے قلعہ کو فتح کیا جائے۔ افسروں نے اُس پہاڑی پر چڑھنے کے لیئے فوج بڑھائی۔ لیکن سردار خاں کی توپوں نے اُن کو پہاڑی پر چڑھنے نہ دیا اور بہت آدمی نشانہ توپ و تفنگ ہوئے۔ دوسرے روز فوج مرہٹہ نے اُس سے زیادہ سرگرمی دکھائی۔ اس وقت سردار خاں نے باہر نکلکر توپ و تفنگ اور نیزہ و شمشیر سے اُس کا مقابلہ کیا۔ اور اس تیزی سے بان مارے کہ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور افسران فوج مرہٹہ اُس روز بھی ناکام رہے۔ تیسرے روز خود مادھو راؤ پیشوا نے ہاتھی پر چڑھ کر اپنی فوج کو پہاڑ پر چڑھا لیجانے کا ارادہ کیا۔ اور خود

قلب فوج میں رہ کر اگلے حصہ کو پہاڑی پر چڑھ جانے کا حکم دیا۔ اس موقع پر بھی سردار خاں نے حیرت انگیز بہادری اور مستعدی ظاہر کرکے اس سرعت سے گولے گولیاں برسائیں کہ فوج مرہٹہ کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اور مادھوراؤ اس شرم سے عرق عرق ہوگیا۔ راجہ چیتل درگ نے یہ حال دیکھ کر کئی جنگلی آدمیوں کو جو پوشیدہ راہوں سے واقف تھے پوشیدہ راستوں سے قلعہ تک پہنچ کر نردبان لگانے کی ہدایت کی۔ اُن لوگوں نے اس ہدایت کے موافق ایک پوشیدہ حصہ کی طرف پہنچ کر نردبان لگا دئے۔ اس طور پر سردار خاں کی لاعلمی میں فوج مرہٹہ کے سپاہی قلعہ میں اُتر گئے۔ جب سردار خاں نے دیکھا کہ دشمن کے سپاہی اس دھوکے سے قلعہ میں داخل ہوگئے تو مع رفقاء کے تلوار سے لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ اُس کے زخم لگا اور وہ گر گیا۔ اور اُس کے ساتھ کے سب بہادر سپاہی وہیں لڑتے لڑتے مر رہے۔ آخر کو سردار خاں بڑی عزت سے مادھوراؤ کے سامنے لایا گیا۔ مادھوراؤ نے اُس کی بہادری اور نمک حلالی کی بڑی تعریف کرکے اُس کو اپنے کیمپ میں رکھا۔ اور کئی جراحوں کو اُس کے زخموں کی مرہم پٹی پر مامور کیا۔ اور اپنی طرف سے ایک دستہ فوج اُس قلعہ میں مامور کرکے آگے بڑھا۔

ل بورنگ صاحب نے اس واقعہ کو مادھوراؤ کے حملۂ آیندہ میں لکھا ہے جو آگے آئے گا۔

اور چونکہ اُس کی بیشمار فوج چاروں طرف دور دور پھیلی ہوئی تھی اس لئے جو فوج پنڈارہ وسواران رسالہ خاص ماکڑی درک کے جنگل میں چھپی پڑی تھی اُس نے کئی مرتبہ تاخت کر کے ہزاروں آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن ایسی بیشمار فوج میں چند ہزار کے قتل سے کوئی کمی محسوس نہ ہوتی تھی ؛

آخر کار مادھو راؤ بالاپور کلاں۔ بالاپور خورد۔ کڑپہ۔ کولار۔ مرواکل۔ گرم کنڈہ پر قبضہ کرتا ہوا سرینگ پٹن کی طرف سیدھا ہوا تاکہ قلعۂ سرینگ پٹن کا محاصرہ کرے۔ نواب حیدر علی خاں نے یہ خبر پاتے ہی اپنے سب لشکر جرار اور فوج آزمودہ کار کو کوہ ماکڑی کے جنگل میں چھپا دیا۔ اور مادھو راؤ کا افسر فوج ہراول مع پچاس ہزار سوار و پیادہ فوج کے بھاری توپخانہ سمیت نواب کی اس کمینگاہ سے غافل اتری درگ کے قریب خیمہ زن ہوا تاکہ دوسرے روز کوچ کر کے قلعہ سرینگ پٹن کا محاصرہ کرے۔ اور مادھو راؤ چنتامنی میں ٹھیرا۔ تمام اطراف میں مادھو راؤ کی رستخیز سے ہل چل مچی ہوئی تھی۔ اور ہندوؤں میں اُس کی بیشمار فوج کے حالات پر فخر کیا جاتا تھا۔ اب خدا کی قدرت نواب حیدر علی خاں کی جسارت۔ اُس کے سوار و پیادہ کی جانبازی دیکھنے کے قابل ہے کہ نواب حیدر علی خاں نے شام سے سرداران لشکر کو مستعد رہنے کا حکم دیا۔ اور آدھی رات کو مرہٹہ فوج کے پیچھے سے شبخون مارا اور حیدری جوانوں نے مادھو راؤ

کے سوتے اور جاگتے سپاہیوں کو تلواروں پر دھر لیا۔ اور دو ٹکڑیاں دُو طرف سے تیر اور گولیاں برسا رہی تھیں۔ اس آفت خیز تہلکہ میں مادھو راؤ ہوش باختہ ہو گیا اور اُس کی فوج سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلی۔ جس کو جس طرف راہ ملی اُس طرف کو بھاگا۔ اور فرودگاہ لشکر سے خالی ہو گئی۔ بہت سا سامان اور ہتیار گھوڑے وغیرہ حالت اضطرار میں وہاں چھوٹ گئے۔ صبح کو اذاں ہوتے ہی نواب حیدر علی خاں نے نقارہ فتح بجوایا۔ اور اُس تمام سامان پر قبضہ کیا۔ اُس میں سے جانباز سپاہیوں کو انعام معقول دیا گیا باقی سرینگ پٹن کو روانہ کر دیا تاکہ ملک میں حیدر علی کا رُعب قایم رہے۔ اس فوج کے علاوہ مادھو راؤ نے پانچ ہزار سوار بارامحال کی طرف تاخت کے لئے بھیجے تھے۔ اُن کو حیدر علی خاں کی فوج پنڈارہ و سواران نے جو جنگل میں چھپی ہوئی تھی اپنی تیر اندازی اور گولہ باری و شمشیر زنی سے بہتوں کو مار کر اُن کے ہتیار اور گھوڑے لے لئے باقی بحال خستہ اُفتاں و خیزاں مادھو راؤ تک پہنچے۔ مادھو راؤ نے فوج کی اس بربادی اور سامان کے اتلاف پر سخت افسوس کیا۔ اور چنتامنی سے اُٹھ کر انباجی درگ واقع دامن کوہ میں خیمہ زن ہوا اور رفع ندامت کی تدبیریں سوچنے لگا۔

جب نواب حیدر علیخاں کو معلوم ہوا کہ وہ اس معرکہ سے بہت بے دل ہو رہا ہے تو اُس نے خط لکھ کر ایک شایستہ سفیر روانہ کیا۔ اور خط میں لکھا کہ آپ کی فوج کثیر نے تمام کھیتیاں پامال کر ڈالی ہیں۔

گھاس چارہ ڈھونڈھے نہیں ملتا۔ ملک کے مویشی مر رہے ہیں۔ تمام کاروبار رُکے ہوئے ہیں۔ مجھ کو آپ کی فوج سے لڑنے میں دریغ نہیں مجھ کو اپنی بہادر فوج پر پورا بھروسہ اور ہر طرح کا سامان کثیر موجود ہے جب تک مجھ میں اور میری فوج میں دم ہے آپ کی فوج کو دم نہ لینے دینگے۔ لیکن آپ کی فوج نے لُوٹ مار کا طریقہ جاری کر رکھا ہے۔ یہ طریقہ پسندیدہ نہیں۔ اور خلق خدا کی خونریزی بڑا گناہ ہے۔ اس لئے میں آپ کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اپنے دار الملک پونا کو واپس تشریف لے جائیں اور اپنے ملک کی نگہداشت اور انتظام میں مصروف ہوں۔ اگر آپ اُس سے دُور رہے تو اُس میں طرح طرح کے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ اگر آپ کسی معرکہ میں پھنس گئے تو آپ کو جان سلامت لے جانا مشکل ہوگا۔ اور پھر خدا جانے کیا نتائج پیدا ہوں۔ میں حتے الامکان آپ سے اتحاد رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے سات لاکھ روپے مع چند نفایس امتعہ کے بطور ضیافت پیش کرتا ہوں۔ انکو قبول کیجئے۔

مادھوراؤ تو ایک حیلہ کا منتظر ہی تھا۔ اُس نے اس پیام کو غنیمت جانا اور نواب حیدر علی خاں کے جو لوگ اُس نے قید کر رکھے تھے۔ اُن کو انعام و خلعت دیکر سفیر مذکور کے ہمراہ کر دیا اور خود اپنی فوجیں اُٹھا کر پُونا کو کُوچ کر گیا۔ جب یہ ملک افواج مرہٹہ سے خالی ہوگیا تو نواب اپنے دہات اور محالات کے انتظام میں مصروف ہوئے جو مرہٹوں کی رستخیز سے تباہ ہوگئے تھے۔ تقسیم تقاوی سے آ

کی دستگیری کی۔ اور کتنے مقامات پر تین سال کے لئے خراج معاف کر دیا +

انہیں دنوں میں فیض اللہ خاں ہیبت جنگ نواب دلاور خاں سابق صوبہ دار سرا حصول ملازمت نواب کے لئے آئے ہوئے تھے نواب حیدر علی خاں نے اُن کو نہایت عزت سے لیا اور ہزار روپیہ یومیہ مصارف روزانہ کے لئے مقرر کر دیا۔ پھر نواب دلاور خاں کے بھتیجے نواب نور الابصار خاں کو اپنے دامادی میں قبول فرما کر افتخار مزید بخشا پھر چھ مہینے بنگلور وغیرہ میں رہ کر مستقر حکومت میں رونق افزا ہوا۔ اور یہاں پہنچ کر فوج کو نئی وردی اور نئے ہتھیاروں سے از سر نو آراستہ کیا۔ اور کئی ہزار سوار و پیادہ اور ملازم رکھ کر اُن کو فن سپہ گری سے واقف کیا۔ اور بہت سے ہتھیار اور سامان جنگ کا ذخیرہ فراہم کیا گیا

بہ دل؛
اور خطیر

رگھوناتھ راؤ کا پیشوا بنکر دست درازی کرنا اور ناکام جانا

واقع ۱۱۸۳ھ ہجری

اب پونا کا حال سُنئے کہ مادھو راؤ مر گیا۔ پھر نراین راؤ بیٹھا اس وقت میں اُس کا چچا راگھو راؤ پیشتر سے قید میں تھا۔ اُس نے سازش کرکے نراین راؤ کا قتل کرا دیا اور خود ۱۱۹۵ء میں مسند نشین ہو گیا۔ یہ بات مرہٹہ سرداروں کو نہایت ناگوار گزری لیکن راگھو راؤ نے بہتوں کو اپنی طرف ملا لیا اور بعد چندے فوج بیشمار اور توپخانہ آتشبار لیکر حیدر آباد کا رُخ کیا اور غیرچی تاخت سے نظام کے علاقہ کو تاراج کرنا شروع کیا۔ نظام کی فوجیں اس وقت آرام طلب ہو رہی تھیں اس لئے دشمن کو دفع نہ کرسکیں۔ تب نظام نے عاجز ہوکر بیدر اورنگ آباد۔ احمد آباد۔ برار دیگر رگھناتھ راؤ سے مخلصی حاصل کی۔ اب کیا تھا رگھناتھ کا غرور حد سے زیادہ بڑھ گیا اور علاقہ بالاگھاٹ کی طرف متوجہ ہوا جو نواب حیدر علی خاں کے قبضہ میں تھا +

اس عرصہ میں نانا پھرنویس رکن اعظم پونا کا ایک ایک مخفی مراسلہ نظام حیدرآباد اور نواب حیدر علی خاں کے نام اس مضمون کا پہنچا کہ رگھناتھ راؤ دیوانہ ہے وہ مدت سے قید میں تھا۔ آخر کو اُس نے سازش کے ذریعہ سے اپنے بھتیجے کو قتل کرا کر خود کو پیشوا ظاہر کیا ہے ہم سب اُس سے ناراض ہیں۔ آپ سے جیسے بنے اُسکو قتل کر دیں یا گرفتار کر لیں۔ اس پر پونا کی طرف سے شکرگزاری کے ساتھ معقول معاوضہ دیا جائیگا۔ ہم سب آپ کو مدد دینے کے لئے آمادہ ہیں۔ اور ایک ایک خط سرداران و افسران ہمراہی رگھناتھ راؤ کے نام لکھا کہ تم کو ایسے ظالم اور غاصب شخص کی اطاعت کرنا نہ چاہیئے جو اپنے لائق اور نوجوان بھتیجے کو قتل کرا کر پیشوا بنا ہے۔ تم اس کو چھوڑ کر یہاں چلے آؤ اور مقتول راجہ کی رانی جو حمل سے ہے اُس کی نوکری اختیار کرو۔ ان خطوط کے آنے سے سب مرہٹہ افسر اور سوار و سپاہی اُس سے طرح طرح کے بہانے کرکے پونا کو چلے گئے اور صرف دس ہزار پنڈارے جو اُس نے خود نوکر رکھے تھے اُس کے پاس باقی رہ گئے۔ اُدھر سے نظام نے اُس کو دبانا چاہا۔ تب اُس نے نواب حیدر علی خاں سے التجا کی کہ یہ وقت آپ کی شرکت کا ہے۔ اگر آپ اسوقت میں دس لاکھ روپے دیدیں تو اُس کے عوض میں تمام صوبہ سرا اور کشنا ندی کے اُس طرف باد امی و جالی مال وغیرہ تک کے

ممالک آپ کو تفویض کردئے جائیں گے۔ نواب نے اس کو منظور
کرلیا تب رگھناتھ راؤ نے باجی راؤ اپنے برادر نسبتی کو مع تین ہزار
سوار اور ایک پروانہ کے باپوجی سیندھیا صوبہ دار سرا کے پاس
بھیجا تاکہ قلعہ خالی کردیا جائے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں رگھوناتھ
راؤ کے حکم کی تعمیل نہ کرونگا۔ وہ ہوتا کون ہے جس کے حکم سے
قلعہ خالی کردیا جائے۔ باجی راؤ نے یہ کیفیت نواب سے عرض کی
اور نواب سے کمک مانگی۔ نواب نے شاہزادہ فیروز بخت کو فوج
شایستہ دیکر واسطے فتح کرنے قلعہ سرا کے روانہ فرمایا۔ تین مہینے
کے محاصرہ میں وہ قلعہ فتح ہوگیا۔ پھر شاہزادہ موصوف (ٹیپو سلطان)
نے مدگیری۔ بچن راے درگ کے قلعے بھی مرہٹوں کے قبضہ سے
نکال لئے۔ یہ خبریں سُنکر اور اپنی حالت دیکھ کر رگھوناتھ راؤ
نے ارادہ کیا کہ سولہ ہزار سوار جو اُس کے پاس باقی رہ گئے ہیں۔
اُن کو لیکر ہندوستان کی طرف چلا جائے۔ لیکن پونا سے آئی ہوئی
فوجیں اُس کی نگرانی کررہی تھیں اور نظام کی فوج بھی تعاقب میں
لگی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ بُرہان پور۔ خاندیس ہوتا ہوا گجرات کو
نکل گیا۔ نواب حیدر علیخاں نے اس موقع کو غنیمت جان کر چند
قلعوں اور چند محالات پر قبضہ کرلیا۔ راجہ سرہٹی نے اطاعت اختیار
کرلی +

زاں بعد نواب موصوف نے حویلی دھاڑوار پر فوج بڑھائی۔

یہ واقعات ۱۱۸۳ھ ہجری کے بیان کئے گئے ہیں +

قلعہ حویلی دھاڑواڑ کی تسخیر

پہلے یہ قلعہ اور قطعۂ ملک آصف جاہ حیدر آباد کے تحت تصرف میں تھا۔ پھر آصف جاہ کے قلعدار میر رستم علی خاں نے نواب حیدرعلیخاں کی کو تفویض کر دیا۔ اور نواب کی ملازمت اختیار کر لی۔ زاں بعد مادھوراؤ پیشوا کے تحت تصرف میں آیا۔ اب جو نواب حیدر علی خاں اُس طرف سے نکلے تو اُن کی حمیعت نے گوارا نہ کیا کہ اپنا ایک مشہور قلعہ مرہٹوں کے پاس دیکھیں اور لوگ کہیں کہ نواب حیدر علی خاں سے چھینا ہوا قلعہ ہے۔ اس لئے اس کا محاصرہ کم کر دیا۔ لیکن اس کا تسخیر کر لینا آسان نہ تھا۔ اس پر غور کر کے اُس دانشمند نواب نے اپا جی رام کارپرداز نواحی مرچ کی طرف سے بسونت راؤ قلعدار حویلی دھاڑواڑ کے نام ایک خط لکھوایا۔ اُس کا مضمون یہ تھا کہ نواب حیدرعلیخاں نے تمہارے قلعہ کا محاصرہ کیا ہے تم اس سے بد دل نہ ہونا۔ ہم تمہاری مدد کے لئے عنقریب فوج بھیجتے ہیں۔ اور دو ملازمان معتمد کو مرہٹی لباس پہنا کر یہ سربمہر خط حوالہ کیا تا کہ بسونت راؤ کو پہنچا دیں۔ جب بسونت راؤ نے یہ خط دیکھا بہت خوش ہوا اور حفاظت قلعہ میں اور زیادہ اظہار مستعدی کرنے لگا۔ چوتھے روز نواب حیدر علی خاں نے رات کے وقت دو ہزار

پیادہ اور تین سَو سوار مرہٹہ اور راجپوت کو اپنے لشکر سے منتخب کر کے تین ضرب توپ کے ساتھ ایک معتمد سپہدار کی ماتحتی میں باہر نکالا۔ اور حکم دیا کہ تم جنگل میں چھپتے ہوئے اُس راستہ پر جا پہنچو جو ملک مرچ سے قلعہ کی طرف آتا ہے۔ اور ایک رسالہ اُس کے پیچھے لگا دیا۔ اس فوج کا سپہدار جب اُس راستہ کے ناکہ پر پہنچا۔ اُس نے حسب ہدایت نواب چند فیر خالی توپ کے سر کئے اور بندوقوں کی ایک باڑہ آسمانی چھوڑ دی۔ بسونت راؤ نے جانا کہ اُس خط کے موافق کمک آگئی اور خوشی خوشی قلعہ کا دروازہ کھُلوا دیا۔ اور سپہدار حیدری مع اپنی فوج کے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور بسونت راؤ سے کہا کہ تم قلعہ کی فوج کو نواب کے لشکر پر شبخوں مارنے کے لئے روانہ کرو۔ ہم قلعہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ بدنصیب قلعہ دار رات کے وقت اپنی کچھ خوشی اور کچھ گھبراہٹ میں اپنے پرائے کی تمیز نہ کر سکا اور فی الفور فوج قلعہ کو شبخوں مارنے کے لئے ایک افسر کی ماتحتی میں باہر نکالا۔ جیسے ہی وہ باہر نکلی سپہدارِ فوج حیدری نے دروازہ بند اکر اکر بسونت راؤ کو گرفتار کر لیا۔ اور تمام اسباب قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ صبح کو نواب داخل قلعہ ہوئے۔ اور اپنی سپاہ کی ایسی کامیابی پر انعام تقسیم کیا۔

مزید توجّہ جانب فوج

یوں تو نواب کو ابتدا سے فوج کی آراستگی کا شوق تھا۔ لیکن مرہٹوں کی رستخیز دیکھ کر اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ تاکہ ضرورت کے وقت بڑے سے بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکے۔ اور ہر لحاظ سے بھروسہ کرنے کے قابل ہو۔ چنانچہ ہزاروں سوار و پیادہ اپنی نگاہ سے منتخب کر کے جدید بھرتی کی۔ اور تمام فوج کی نئی وردیاں بنوائی گئیں۔ اور ہر قسم کا سامان جنگ اور بیشمار اسلحہ فراہم کئے گئے جن کی تعداد کا حصہ نہیں ہوسکتا۔ اور فوج میں ہر ملک اور ہر قوم کے آدمی نوکر رکھ کر اُن کے رسالہ یا پلٹن کو اُن کی قومیت یا جائے سکونت سے منسوب کیا گیا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ نواب حیدر علی خاں کی آراستہ فوج جب طرح طرح کی وردیاں پہن کر اور ہتیار لگا کر باہر نکلتی تو ایک خاص قسم کا لالہ زار نظر آتا تھا۔ اور اُس کی فوج کے باجے جنگل کے جانوروں تک کو مست کر دیتے تھے۔ ۱۱۸۵ھ ہجری میں اُس کی فوج اس تعداد کو پہنچ چکی تھی:۔ سواران جرّار۔ پیادہ پلٹنیں۔ کرناٹکی برق انداز

۵۸ ہزار ۔ ۶۰ ہزار ۔ ۳۵ ہزار

باندار۔ گولہ انداز و فوج توپخانہ۔ شتران شترتال۔

۵ ہزار ۔ ۱۰ ہزار ۔ ۲۰ ہزار

مادھوراؤ پیشوا کا مکرّر حملہ آور ہونا

جب مادھوراؤ واپس گیا تو صوبہ سرا کے ناظم کو جو مادھوراؤ کی طرف سے مقرّر تھا خیال ہوا کہ یہ صوبہ نواب حیدرعلیخاں نے فتح کیا تھا اُن سے مرہٹوں نے لے لیا۔ لیکن ممکن نہیں کہ نواب اس کو واپس لینے کے بغیر دم لے۔ بلکہ وہ بدنور وغیرہ کے انتظام کے بعد ضرور اُسکی تسخیر کا ارادہ کریگا۔ اس وقت مجھ کو سخت آفت میں مبتلا ہونا پڑیگا یہ سب خیالات جمع کرکے اُس نے مادھوراؤ پیشوا کو حفظ ماتقدم کے لئے آگاہ کیا۔ مادھوراؤ نے بھی خیال کیا کہ نواب حیدرعلیخاں چپ بیٹھنے والا آدمی نہیں۔ وہ ضرور اپنے قلاع و محالات مرہٹوں سے واپس لینے کی کوشش کریگا اس لئے اُس نے حیدرعلی خاں کو ایسا موقع ملنے سے پہلے سوار و پیادہ کا لشکر عظیم جمع کرکے مکرر یورش کی۔ تاکہ قلاع مقبوضہ نواب کو فتح کرلیا جائے اور اُسکی طاقت توڑدی جائے جس سے وہ مرہٹوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہے۔ چیتل ورگ کا راجہ نواب کے ساتھ۔ اور شانور کا نواب مادھوراؤ کے ساتھ تھا۔ نواب نے اس کے آنے کی خبر پاکر تمام فوج پیادہ و سوار کو ساتھ لے اور دریائے تنگ بھدرا کو عبور کر چرملی نوزلی اور چراگی کے مقام پر کیمپ قایم کیا۔ جس کی پُشت پر

ایک بہت بڑا گھنا جنگل تھا۔ اور مادھوراؤ نے دو میل کے فاصلہ پر
ڈیرہ ڈالا۔ اُس کی بیشمار فوج کوسوں میں پھیلی تھی۔ چار چھ روز
معمولی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور نامہ و پیغام آتے جاتے رہے پھر
مادھوراؤ نے اپنے زبردست توپخانہ کے فیروں سے اُس زمین پر زلزلہ
ڈال دیا۔ اور حیدر علی کے لشکر پر گولے اولوں کی طرح برسنے لگے۔
اس سے حیدر علی کی فوج کے بہت لوگ کام آئے تب وہ حجاب شب
میں پانچ ہزار بندوقچی اور پندرہ سَو سوار اور چار توپیں میدانی لیکر
جنگل کے اندر اپنی کمینگاہ میں پہنچا۔ ارادہ تھا کہ پہلے مادھوراؤ
کے توپخانہ پر شبخوں مارا جائے لیکن جنگل سے نکلتے نکلتے رات تمام
ہوگئی۔ اور نواب کو ناکامی سے اپنے لشکر میں آجانا پڑا۔ اُدھر صبح
ہوتے ہی پھر گولے گولیاں برسنے لگے۔ اور مادھوراؤ کی فوج بڑھتے
بڑھتے نواب کی فوج پر آگری۔ نواب نے اپنے گولندازوں کو
توپیں مارنے کا حکم دیا۔ لیکن اتفاق سے ایک توپ بھی نہ چلی۔ نواب
نے خود مہتاب دکھائی۔ لیکن اُس سے بھی کام نہ نکلا۔ تب بندوقچیوں
نے مرہٹہ فوج کو بڑی تیز باڑھیں ماریں لیکن فوج کی یہ کثرت تھی کہ
سَو گرتے تھے تو دو سَو آجاتے تھے۔ یہاں تک کہ نواب کے لشکر کا
بہت نقصان ہوا اور بہت جانباز کام آئے۔ جو باقی رہے وہ اضطراری
طور سے بھاگ نکلے۔ کیونکہ فوج مرہٹہ کے تداخل سے صف بندی ٹوٹ
چکی تھی۔ نواب ایک درخت کے نیچے عاجزی سے کھڑا ہوا خدا سے

مذبذب رہا تھا۔ اور اپنی فوج کے تتر بتر ہونے سے ناخوش تھا۔ اس میں کچھ طنبورچی اس درخت کے سامنے سے نکلے اور اپنے مالک کو درخت کے نیچے کھڑا دیکھ کر آداب بجالائے۔ نواب نے فی الفور طنبور بجانے کا حکم دیا۔ طنبورچیوں نے اس غضب کا طنبور بجایا کہ سارے جنگل میں اُس کی آواز گونج گئی۔ مرہٹوں نے جب سُنا کہ پیچھے سے طنبور کی آواز آرہی ہے۔ وہ سمجھے کہ نواب کی اَور فوج کمک کو آگئی اس لئے وہ اسی حالت پر قناعت کرکے اپنے لشکر کو لوٹ گئے۔ اور نیز نواب کے لشکر کے سراسیمہ سوار اور سپاہی اُس طنبور کی آواز پر وہاں پہنچنے لگے۔ اسی عرصہ میں حسن اتفاق سے بخشی ہیبت جنگ تازہ دم لشکر اور توپخانہ لیکر بطور ایلغار کے آپہنچا۔ نواب نے فی الفور مخالفوں کی فوج کا پیچھا کیا۔ اور مرہٹوں کے لشکر پر توپوں کے گولے اور بندوقوں کی گولیاں برسنا شروع ہوئیں۔ پھر رفتہ رفتہ تلوار پر نوبت پہنچی اور قتل عام کا حکم دیا گیا۔ اور فوج مرہٹہ کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ یہ حالت دیکھ کر مادھوراؤ نے خیال کیا۔ کہ اس بلائے بے درماں سے نجات پانا مشکل ہے ہم ایک طرف سے اُسکو برباد کرنا چاہتے ہیں وہ دوسری طرف سے ہم کو تباہ کرتا ہے۔ اور یوں پونا کو واپس جانا بھی شرم کی بات ہے اس لئے مادھوراؤ نے وہاں اپنا کیمپ اُٹھا کر بنکاپور میں نصب کیا۔ اور نواب نے اُسکے کیمپ کی جگہ اپنا کیمپ قائم کیا۔ اور بنکاپور میں بیٹھ کر مادھوراؤ

نے گوپال راؤ حاکم مرچ کے نام حکم بھیجا کہ جس طرح سے ممکن ہو دریا ے
تنگ بھدرا کو عبور کر نواب کے ملک کو تاراج کرے۔ گوپال راؤ نے
فوج لیکر دریا کو عبور کیا اور نواب کے جو دہات اور علاقے سامنے آئے
اُن کو لوٹا اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور راجہ ہرپن پلی اور راے
درگ سے بجبر زر کثیر وصول کرکے چیتل درگ کے علاقہ پر زور ڈالنے لگا
جب یہ خبریں نواب حیدر علی خاں کو پہنچیں نواب بہ نفس نفیس
چھ ہزار سوار جرار اور چار پلٹن پیادہ اور دو ہزار سواران خاصہ اور
چھ ضرب توپ لیکر اُس بارش کے زمانہ میں برق و رعد کی طرح اچانک
گوپال راؤ کے سر پر جا پہنچا۔ اور توپخانہ سے آگ برسانا شروع کر دی
آخر کار گوپال راؤ اپنا اور دوسرے راجاؤں اور زمینداروں کا
لوٹا ہوا سامان وہیں چھوڑ کر مع اپنے رفقا کے بھاگا۔ اور قلعہ سیرا میں
پناہ گزین ہوا جو مادھو راؤ کے قبضہ میں تھا۔ یہاں پانچ ہزار گھوڑے
انیس ہاتھی نوّے اونٹ مع سامان دیگر نواب کے ہاتھ لگے۔ جب
مادھو راؤ نے دیکھا کہ یہ گولی بھی خالی گئی تو صلح پر آمادہ ہوا۔ اور
دو لاکھ روپیہ پر مصالحت کر لی۔ اس طرح ایک سال چند ماہ خراب
خستہ ہو کر اور اپنی بیشمار فوج اور بھیر و بنگاہ سے دوسرے علاقوں کو
پامال کرا کر دار الحکومت پونا کو واپس گیا۔ اور نواب بامن و عافیت
حیدر نگر (بدنور) ہوتے ہوئے سرینگ پٹن میں داخل ہوئے[1]۔

[1] لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی سابق چیف کمشنر میسور نے اسی طرح

اُس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مرہٹوں نے چوتھی مرتبہ زبردست حملہ کی تیاری کی۔ اس وقت حیدر علی نے گورنمنٹ مدراس سے اعانت طلب کی۔ لیکن اُس کو کچھ مدد نہ دی گئی اور وہ مرہٹوں کا صدمہ برداشت کرنے کو تنہا چھوڑ دیا گیا۔ حیدر علی کو خوب معلوم تھا کہ وہ کھلے میدان میں مرہٹوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا اس لئے وہ اپنے پایہ تخت کی طرف ہٹتا گیا۔ اور جیسا ہٹتا گیا ملک کو ویران کرتا گیا اور اپنی حالت نازک دیکھ کر اُس نے صُلح کے لئے وکیل بھیجا۔ مادھوراؤ نے اس خیال سے کہ حیدر علی نے لوٹ کا روپیہ خوب جمع کیا ہے۔ اور نیز میسور کے خراج کا بقایا باقی تھا ایک کروڑ روپیہ طلب کیا لیکن اُس نے انکار کیا۔ تب مادھوراؤ ملک پر قبضہ کرنے کو بڑھا۔ اور شمالی اور مشرقی اضلاع کو برباد کردیا۔ اور ضروری مقامات پر فوجیں متعین کردیں اور جو کچھ اس کے سامنے آیا سب کو فتح کرلیا۔ لیکن نج گل[1] کے مقام پر اس کو شکست فاش ہوئی۔ نج گل کا قلعہ بنگلور کے شمال و مغرب تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن تین ماہ کے محاصرہ کے بعد یہ قلعہ بھی چینتل ورگ کے پالی گر کی رستمانہ شجاعت سے جو اپنے بیدر والوں کے ساتھ زینہ

[1] مصنف حالات حیدری نے نجگل کے نام کی جگہ ماکڑی ورک کے تحت میں سردار خاں قلعدار کی بہادری اور جانبازی کا حال مادھوراؤ کے حملۂ گزشتہ میں لکھا ہے جس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

٦٢٦٩

لشکر قلعہ کی فصیلوں پر چڑھ گیا تھا فتح ہو گیا۔ قلعہ کی باقیماندہ فوج کو مادھو راؤ نے ناک کان کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ مگر سردار خاں قلعدار مس اپنی دلیری اور شجاعت کی وجہ سے جو اُس نے اس موقع پر ظاہر کی منظور رہا۔ اور مادھو راؤ برابر کامیاب ہوتا رہا۔ لیکن آخر میں بیمار ہو کر پونا کو لوٹ گیا اور اپنے ماموں ترمیک راؤ کو اپنا قائمقام سپہ سالار چھوڑ گیا۔ اس سردار نے کئی مقام جدید فتح کئے۔ لیکن اس اثنا میں حیدر علی نے سواروں اور پیدلوں کی بڑی جرار فوج قایم کر لی تھی۔ اس لئے اُس نے اس یورش کے روکنے کا عزم بالجزم کر لیا۔

سرنگاپٹم سے ۲۰ میل شمال میلوکوٹ ایک تیرتھ گاہ ہے۔ حیدر علی ساون ورگ کے زبردست کوہی قلعہ کے قریب بیفایدہ کوشش کر کے میلوکوٹ کی پہاڑیوں کے مشرقی درہ میں گھس پڑا اور اپنی فوج کو ہلالی وضع سے قایم کیا جس کا مغرب کو رُخ تھا اور اُس کے بازو پر حفاظت کے واسطے نہایت ہی بے گزر پہاڑ واقع تھے۔ مگر اتفاق سے داہنی جانب ایک پہاڑی سب سے علیحدہ کھڑی ہوئی تھی جہاں سے مرہٹوں نے برابر آٹھ روز تک گولے برسائے۔ حیدر علی کے پاس پہاڑی توپیں نہ تھیں وہ اُسکا جواب نہ دے سکا اور آخر میں اُسکو ایسا نقصان پہنچا کہ کوہستان [illegible] پٹم چلے جانے کا عزم کیا اُسکی

فوج نے رات میں کوچ کیا۔ اتفاق سے ایک توپ سر ہو گئی جس سے مرہٹوں کو معلوم ہو گیا کہ میسور کو فوج جاتی ہے۔ اور فوراً تعاقب کا حکم دیا گیا۔ مرہٹہ سواروں نے چند توپوں کی مدد سے جو دشمن کے تعاقب میں ان کے ساتھ تھیں موتی تال سے گولہ باری شروع کر دی اور حیدر علی کی بیدل سپاہ کو پریشان کر دیا۔ اور وہ بڑی دقت سے چرکولی کو پہنچی۔ یہاں بڑی ابتری پھیلی ہوئی تھی اور اسی پریشانی کی حالت میں مرہٹہ سواروں نے فراریوں پر حملہ کر کے اُن کا قتل عام کیا۔ یہ دیکھ کر کھیل سب بگڑ گیا۔ حیدر علی تنہا سرینگ پٹن کو فرار ہو گیا۔ یہاں سے سرینگ پٹن ۱۱ میل تھا۔ یہ واقع سنہ ۱۷۷۱ء میں واقع ہوا۔

واقعات تسخیر کوڑگ اور کلیکوٹ

واقع سنہ ۱۱۸۰ ہجری[۱]

اگلے زمانے میں کوڑک اور کلیکوٹ سلاطین بیجاپور کے ماتحت تھے۔ اُن کے بعد نواب آصفجاہ حیدر آباد (صوبہ دار بادشاہ دہلی) کے خراجگزار رہے۔ جب آصف جاہ پر مرہٹوں نے قابو پایا تو آصفجاہ

---

[۱] نشان حیدری میں یہ واقعات سنہ ۱۱۸۱ ہجری میں لکھے ہیں۔

کےصوبہ دار سرا نے رشوت لیکر اس نواح کے راجوں کو بحال خودچھوڑ دیا۔ وہ بطور خود راجہ بن گئے۔ خراج دینا موقوف کردیا۔ جب یہ ملک نواب حیدرعلی خاں کے قبضہ میں آیا تو حیدرعلی سے اظہار نیازمندی شروع کیا۔ لیکن جب مرہٹوں نے حیدرعلی کو دوسری طرف متوجہ کردیا تو یہ اس سے منحرف ہوگئے۔ اور سرکشی کا اظہار کرنے لگے۔ نواب حیدرعلی خاں کو یہ بات کیونکر گوارا ہوسکتی تھی۔ اُس نے فوج جمع کرکے تسخیر کورگ اور کلیکوٹ اور سرکوبی زمینداران و راجگان متمرد وسرکش کا عزم بالجزم کرلیا اور فوج پیادہ سوار مع توپخانہ لیکر اسطرف کو روانہ ہوا۔ پہلے بیل کے راجہ کی خبرلی۔ اُس نے اپنے اہل عیال کو مع سامان نقد وجنس قلعہ سے نکال کر جنگل میں بھیج دیا اور اپنی فوج لیکر نواب کا مقابلہ کیا۔ اور کئی روز بہت سختی سے مقابلہ کرتا رہا۔ ہنوز دونو فوجیں لڑ رہی تھیں کہ شاہزادہ ٹیپو سلطان نے جو باپ کے ساتھ تھا اپنی فوج کے ساتھ جنگل میں راجہ بیل کے بھیجے ہوئے اہل عیال اور بدرقہ سپاہ ہمراہی پر تاخت کی۔ اور اچانک اُن کے سر پر پہنچ کر سب کو مع سامان گرفتار کرلیا۔ اور اسی طرح اُن کو نواب کے کیمپ میں باندھ لایا۔ نواب اس کارروائی سے بہت خوش ہوا۔ بیٹے کو جو اُس وقت اٹھارہ برس کا تھا چھاتی سے لگایا۔ جب راجہ بیل نے اپنی عورتوں کی گرفتاری اور تمام مال ومتاع کے ہاتھ سے نکل جانے کا حال سنا بیقرار ہوکر لڑائی موقوف کی اور نواب

کے حضور میں حاضر ہوکر معافی چاہی۔ اور اپنی جان بخشی کے عوض میں
پچاس اونٹ خزانہ سے لدے ہوئے پیش کئے۔ نواب نے اُسکی معذرت
قبول فرماکر اُس کے ناموس کو اُس کے حوالہ کیا۔ اور آئندہ کے لئے
عہد اطاعت بہ حلف لیکر اُس کا ملک اُس پر بحال رکھا۔ کوڑگ کے راجہ
نے راجہ بیل کا یہ حال سُن کر قبول اطاعت کو مناسب جانا اور بہت
سے تحایف گراں بہا اور زر نقد پیش کرکے پناہ حاصل کی۔ نواب نے
اُس سے قلعۂ بڑکرڑا جس سے بہتر اس نواح میں کوئی قلب مقام نہ تھا
لیکر اُس میں مناسب سپاہ متعین کردی اور آگے بڑھا۔ توکنانور کے
معتمد رحکمران علی راجہ نے بڑی طمطراق سے اُس کا استقبال کیا۔ نواب
نے اُس کو اس ملک کا واقف حال سمجھکر اپنے ساتھ لیا۔ اور دو تین
دن سپاہ کو آرام دیکر کلیکوٹ میں داخل ہوا۔ بہت سے نایر جو نہایت
سرکش ہو رہے تھے قتل کئے۔ راجہ چرکل مقابلہ میں آیا اور لڑائی کے
اثناء میں مارا گیا۔ نواب نے اُس کا مال و اسباب ضبط کرکے اُس کے
فرزند ہفت سالہ کو قید کردیا۔ وہ مسلمان ہوگیا۔ اور ایاز خاں خطاب
دیا گیا۔ اور نواب راجہ مقتول کے ملک کا انتظام کرکے قلعہ کلیکوٹ کے
محاصرہ پر متوجہ ہوئے۔ راجہ کلیکوٹ نے خود کو نواب کے مقابلہ کے لائق
نہ پایا۔ اور نذر و پیشکش بھیجکر طالب امان ہوا۔ نواب نے مجدداً عہدنامہ
کرکے اسکی عزت افزائی کی اور اپنے دربار میں جگہ دیکر عطاو بخشش سے
شکر گزار کیا۔ نواب کا شہرہ کرم سُنکر قوم ماپلہ اور قوم نایر دونوں نے نواب

کی اطاعت اختیار کرلی۔ اور اس طور سے وہ نواح سرکشوں سے بالکل پاک ہو گئی۔ اور نواب نے کنجی بندر تک جاکر بلیبار کا عزم کیا۔ وہاں کے حاکم نے اٹھائیس ہاتھی اور سات لاکھ روپے نقد بطور پیشکش حاضر کرکے اپنے ملک کو نواب کی دار و گیر سے بچا لیا۔ تب نواب نے بعض نایروں کو جو کوئمبا تور کی طرف پہاڑوں میں چھپ کر شرارتیں کر رہے تھے نیست و نابود کرکے سردار خاں کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کیا اور بہت سی فوج انتظام کے واسطے چھوڑی۔ زاں بعد مدکل کے سرکشوں کی تنبیہ و استیصال کو روانہ ہوئے +

لشکر کشی کرنا ترمبک راؤ نانا کا

واقع سنہ ۱۱۸۲ ہجری[1]

جب مادھو راؤ پیشوا کو ممالک بالاگھاٹ میں دو مرتبہ ناکامی ہوئی۔ اور نواب حیدر علی خاں سے بازی نہ لے جاسکا تو پونا میں واپس جاکر پیچ و تاب کھاتا رہا اور اسی حالت میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اُسکے بعد اُس کا بھائی نارائن راؤ مسند نشین ہو کر پیشوا بنا۔ اور اُس نے ترمبک راؤ نانا کو جو اُس کا ماموں تھا ایک لاکھ بیس ہزار سوار نیزہ گزار اور ساٹھ ہزار پیادہ اور ایک سو ضرب توپ قلعہ شکن کیواسطے

[1] نشان حیدری میں یہ واقعات ۱۱۸۳ ہجری میں لکھے ہیں +

تسخیر ملک میسور اور تمام دیار بالاگھاٹ کے روانہ کیا۔ جب وہ سرحد بالاگھاٹ میں پہنچا۔ اُس کے اس جاہ و احتشام کو دیکھ کر راجگان جتیل درگ و رتن گیری و مرگسی و کالستری او زیر نواب شانور جو مارتے کے پیچھے اور بھاگتے کے آگے رہنے کے خوگر تھے اُس سے مل گئے۔ تب ترمیک راؤ واسطے تسخیر قلعۂ سریرنگ پٹن کے روانہ ہوا۔ جس زمین پر اُس کے لشکر کا گزر ہوا۔ گھاس کا تنکا تک دیکھنے کو باقی نہ رہا۔ اور تمام سرسبز کھیتیاں پامال کر ڈالیں۔ گاؤں کو طرح طرح کے ظلم سے برباد کیا۔ اتفاق سے اُس وقت نواب حیدر علی خاں کی اتنی فوج جو اس ٹڈی دل کو روک سکے اس موقع پر موجود نہ تھی۔ اسلئے نواب نے جلد جلد جا بجا سے فوجیں اور سامان جنگ طلب کر کے چینلپٹن کی راہ سے دامن کوہ مکڑی ورگ میں کیمپ قایم کیا تا کہ جب فوج مرہٹہ دارالحکومت کے محاصرہ میں مشغول ہو تو پیچھے سے حملہ کیا جائے۔ ترمیک راؤ کو اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ سیدھا نواب کی طرف بڑھا۔ نواب نے اُس کو آتا دیکھ کر اپنے لشکر کو کوہ میلکوٹہ پر چڑھا دیا۔ تب ترمیک راؤ نے اس پہاڑ کا محاصرہ کیا۔ لیکن نواب ہر روز پہاڑ سے اُترتا اور اپنے بہادر سواروں کے ساتھ مرہٹہ فوج کو کانٹ چھانٹ کر واپس جاتا۔ کبھی پہاڑ پر سے گولے اور گولیاں برساتا۔ بیس روز تک یہ حال رہا۔ اس میں سپاہ مرہٹہ کا بہت نقصان ہوا۔ تب ترمیک راؤ نے محاصرہ کے حدود

کو اور بھی تنگ کر دیا۔ اور اس پہاڑ کو اپنے لشکر کی گود میں لے لیا۔ اور چاروں طرف سے رسد بند کر دی۔ جب یہ حال دیکھا۔ تو نواب نے اپنے لشکر سوار و پیادہ کو مع توپخانہ کے پشت کوہ کی طرف سے جنگل کی راہ ہو کر نکال لینا چاہا۔ اور کئی کوس نکل گیا۔ تب ترمیک راؤ کو خبر ہوئی کہ نواب مع فوج کے نکلا جا رہا ہے۔ ترمیک راؤ نے فی الفور اپنے توپخانہ کو مع چند رسالہ کے سیدھے راستہ سے جا کر ناکہ روکنے کا حکم دیا۔ اور آگے بڑھ کر آٹھ ضرب توپ موتی تالاب کے بند پر لگا دی گئیں۔ لیکن لشکر حیدری کی یلغار نے کچھ پرواہ نہ کی اور تیر و تفنگ سے فوج مرہٹہ کو تتر بتر کر کے وہ توپیں چھین لیں۔ اور دار الامارہ کی طرف جو تین چار کوس رہ گیا تھا کوچ کر دیا۔ جب یہ خبر ترمیک راؤ کو پہنچی اُس نے فی الفور دوسرا توپخانہ مع فوج سوار و پیادہ کے پاشنہ کوب روانہ کیا۔ اور اس توپخانہ نے نواب کے لشکر پر علی الاتصال گولے برسانا شروع کئے۔ اتفاق سے ایک گولہ نواب حیدر علیخاں کی فوج کے اونٹوں پر آ گرا جن پر بان لدے ہوئے تھے اور ایک اونٹ کے بانوں میں آگ لگ گئی پھر کیا تھا۔ ایک سے دوسرے میں اور دوسرے سے تیسرے میں یہ آفتناک سلسلہ ترقی کر گیا۔ اس پر یہ اور غضب ہوا کہ کئی بان اُڑ اُڑ کر بارود کی گاڑیوں پر جا پڑے اور بارود کے اُڑنے سے ہنگامہ محشر برپا ہو گیا۔ اور آن واحد میں کئی ہزار پیادہ و سوار لقمۂ اجل ہوئے۔ پیچھے سے فوج

مرہٹہ کے سواروں نے کئی ہزار آدمیوں کو مار لیا۔ گویا ایک لشکر کا لشکر
فنا ہو گیا۔ لالہ میاں داماد شہباز صاحب بھی لڑتے لڑتے کام آئے اور
میر علی رضا خاں اور علی زمان خاں جو رفقاے حیدری میں داخل تھے
مرہٹوں کے دام کمند میں اسیر ہو گئے۔ یسین خاں نام ایک جاں نثار
خاص تھا اور اُس کی صورت نواب کی صورت سے ملتی جلتی تھی۔ وہ
زخم کھا کر گرا۔ غنیم کے سوار جو ذی وجاہت صورتوں کے زخمیوں کو
ڈھونڈھتے پھرتے تھے جب اُس کے قریب آئے تو اُس کی شکل و
صورت دیکھ کر ٹھٹکے اور نام و نشان دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ کہ نواب
حیدر علیخاں میں ہی ہوں پھر وہ تجسس مزید سے باز رہے۔ اور اُس کو
ترمبک راؤ کے پاس بھجوا دیا۔ اور خود مال و اسباب کی لوٹ میں مصروف
ہوئے۔ اور تمام لشکر کی چیزوں کو لوٹ کر لے گئے۔ نواب اُس
اتفاقی حادثہ کو دیکھ کر سخت ملول تھا۔ خصوص اس لئے کہ اس کا بیٹا
ٹیپو سلطان جو اُس وقت اُس کے ساتھ تھا۔ اس دھواں دھار تاریکی
میں اسکی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ لیکن خدا پر بھروسہ کرکے اس
رستخیز سے نکلا اور کوہ چرکولی پر چڑھ گیا۔ یہاں صرف چودہ سوار اُسکے
ساتھ تھے۔ ان کو لیکر متصل قلعہ سریرنگ پٹن کے پہنچا اور میر اسمعیل
قلعدار کو اپنے آنے کی خبر دی اور خود قادر ولی کی درگاہ میں ٹھیر کر
خدا سے امداد غیبی چاہنے لگا۔ تھوڑی دیر میں شاہزادہ ٹیپو سلطان
مرہٹہ لباس پہنے ہوئے سامنے آیا۔ نواب نے گلے لگایا اور خدا کا

شکراد اکرتا ہوا قلعہ مبارک میں داخل ہوا۔ اور یہاں آتے ہی خزانہ کا دروازہ کھول دیا۔ ہر پیادہ سپاہی کو ایک مٹھی اشرفی اور ہر سوار کو ایک مٹھی اور پانچ مٹھی اشرفی انعام دینا شروع کیں۔ اور جو لوگ اس حادثہ میں کام آئے اُن کے تمام اہل و عیال کی خبرگیری کو احکام نافذ کئے۔ کئی روز تک محتاجوں کو روپے اشرفی تقسیم ہوتے رہے۔ پھر تمام فوجی عہدہ داروں اور ملکی افسروں کی ایک مجلس ترتیب دیکر جو کلمات زبان سے ارشاد فرمائے اُن کو مُلّا فیروز نے نظم میں ادا کیا ہے۔ ہم اُن اشعار کو ناظرین کی دلچسپی کے لئے نقل کرتے ہیں ؎

اگر سوخت باروت بان و شتر	ازاں جنس دارم بسے قلعہ پُر
چو باشد بعالم خدا مہرباں	ندارم غم از سوخت باروتُ باں
امیراں من نیک خواہ من اند	ہوادار فرق کلاہِ من اند
خوانین بمن دادہ حق بیشمار	بیاسیم بفرق یلاں وقتِ کار
چو یکدل شتابیم در روز جنگ	شود دشمن ما دو دل بیدرنگ
چناں رخنہ بندیم بر بدسگال	کہ ترمک چو کرمک شود پایمال
فراہم کنم لشکر تازہ زور	کہ از جان اعدا برآرند شور
بنفروزم آتش ز تیغ و سناں	کہ ترمک چو کرمک بسوزد دراں
نباشد اگر خیمہ ام نیست ننگ	بود خیمہ ام آسماں روز جنگ
وگر فرش نبود ازاں ننگ نیست	بمرداں بسیط زمیں تنگ نیست
بہ حورِ بہشتی مرا نیست کار	عروس ظفر یابیدم در کنار

اگر تن نیارا ستم نیست غم — بود زینت مرد تیغ و علم
نماید اگر دشمنم خیبری — نمایم باو حملۂ حیدری
سوپاے دشمن بہ بند آورم — بچرخ ار رود در کمند آورم
زاموال رفتہ نہ گردم دژم — زکاتے گر از مال کم شد چہ غم
دگر گنج و گوہر بدست آورم — بزنجیر فیلانِ مست آورم
گراں خواب را بر عدو بشکنم — سر نیزہ در چشم او بشکنم
چو اول مدد کردہ اقبالِ من — بہ آخر ہمایوں بود فالِ من

یہ کہہ کر اپنی فوج اور سردارانِ لشکر سے کہتا ہے ؎

الا اے سواران شمشیر زن — جوانان شیر افگن و پیلتن
سواری بر اسپانِ تازی کنید — زفرق عدو گوے بازی کنید
برآرید شمشیر کیں از نیام — کہ از خصم لازم بود انتقام
بہ نخچیرگہ گرم آرید او — بفتراک بندید فرق عدو
بہ بندید بر بارہ برگستواں — بگیرید بر دوش گرز گراں
بپوشید خفتان خود و زرہ — بگیرید پس ناچخ ناگرہ
ببخشید طعمہ ز تیر و سناں — جگر بند دشمن بہ زاغ کماں
حرام است آرام در روز جنگ — برائید از خانہا چوں خدنگ
سناں ہا بردے خساں برکشید — شرر بہر دفع خساں برکشید
بہ بندید پرچم بہ زین ددرفش — سیاہ و سفید و کبود و بنفش
بفوج عدو تیر باراں کنید — ہوا را چو ابر بہاراں کنید

بہ پیلاں بہ بندید کوس و درائے　　کہ تا گاؤ و ماہی بجنبد ز جائے

چو سر بر کشد آفتاب بریں　　من و ترمک و تیغ میدان کیں

نواب کی اس تقریر نے سرداران فوج کے دلوں میں ایک نئی رُوح پھونکدی اور سب نے آگے بڑھ کر دست بستہ عرض کی کہ غلاموں کے تن میں جب تک جان ہے نشان حیدری کے سائے سے ہٹنے والے نہیں۔ اب اُس آفت زدہ لشکر کے پسماندوں کا حال سُنئے جو جلنے مرنے سے بچ رہے تھے۔ انُھوں نے جیتے جی مرہٹوں کے ہاتھ میں پڑ جانا قبول نہ کیا۔ اور باوصف تین روز کی بھوک اور بے انتہا تکان کے محمد علی کُمیدان کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مرہٹوں نے پہاڑ پر چڑھنے کا قصد کیا تو محمد علی نے بندوقوں کی تیز باڑھیں مارنا شروع کیں۔ ترمیک راؤ کو محمد علی کمیدان کی یہ جسارت اور دلیری بہت پسند آئی اور اُس نے اپنی فوج سے اُس کے ہمنام محمد علی اور محمد یوسف کمیدان کو سفیر کے طور پر اُس کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس کو مع بہادران ہمراہی عزت سے اپنے ساتھ لے آئے۔ اُن دونوں نے جاکر محمد علی کمیدان کو ترمک راؤ کا پیغام پہنچایا۔ اور محمد علی کُمیدان مع سولہ سو سوار کے ترمک راؤ کے سامنے حاضر ہوا۔ ترمک راؤ نے سب کے ہتھیار لیکر اُن کو کھانا تقسیم کیا اور محمد علی کمیدان سے پیشوا بہادر کی ملازمت اختیار کر لینے کو کہا۔ محمد علی نے جواب دیا کہ میں پہلے اپنے اہل وعیال کو سرنگ پٹن سے نکال لاؤں تب کچھ عرض کر سکتا ہوں۔ ترمک راؤ نے اُسکو اجازت

دیدی۔ دوسرے روز محمد علی کمیدان مع سو لہ سو سوار بے ہتھیار کے شام کے وقت سرینگ پٹن کو روانہ ہوا۔ اور مرہٹوں پر ظاہر کیا۔ کہ میں بے ہتیار ہونے کی شرم سے رات کو جا رہا ہوں۔ صبح سے پہلے وہ اُس مقام پر پہنچا۔ جہاں مرہٹوں نے دو ہزار سپاہیوں کا بکٹ قایم کر رکھا تھا۔ اُن سپاہیوں نے اپنی اپنی بندوقیں سہ پایہ بنا کر کھڑی کر دی تھیں اور آرام کی نیند سو رہے تھے۔ چند سپاہی برائے نام پہرہ پر اُونگھ رہے تھے۔ محمد علی نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ جھٹ پٹ ان کی بندوقوں پر قبضہ کر کے ان کا کام تمام کر دو۔ چنانچہ وہ فی الفور بندوقوں پر جا پڑے اور بندوقیں ہتیا کر اُن کے فیر داغنا شروع کر دئے۔ ان میں سے جس نے سر اُٹھایا اُسی کے بندوق ماردی یہاں تک کہ اُن سب کو وہیں ڈھیر کر دیا اور اُن کے ہتیار اور اُن کا سامان اپنے ہمراہیوں کو تقسیم کر کے سرینگ پٹن پہنچا اور نواب حیدر علی خاں کے حضور میں حاضر ہوا۔ نواب نے اُس کو عطاے خلعت فاخرہ اور جواہر سے سرافراز کیا۔ اور سب کو نئے ہتیار مع انعام مرحمت ہوئے۔ اور ہر ایک کو شاباش دی کہ بہادر سپاہی ایسے ہی وفادار ہوتے ہیں۔ اور محمد علی کمیدان اور فوج کے تمام بخشیوں کو نئی فوج بھرتی کرنے کا حکم دیا۔ اور ہر سوار و پیادہ کو تنخواہ پیشگی دئے جانے اور ہتیار سرکاری سلخانہ سے عطا کئے جانے کا ارشاد فرمایا۔

اس انتظام کے بعد نواب حیدر علیخاں نے گھوڑے پر سوار ہو کر

چاروں طرف سے قلعہ کا معاینہ کیا۔ اور تمام بُرجوں پر توپیں چڑھوادیں اور ہر طرف بندوقوں کی جھانکیاں درست کی گئیں۔ اور ہر مقام پر حرب کا ضروری سامان فراہم کر دیا گیا تاکہ ضرورت پر ہر چیز وہیں میسر آسکے قلعہ کے اندر کھانے پینے کا سامان بھی ضرورت سے زیادہ بھر لیا گیا۔

اُدھر مادھو راؤ نے محمد علی کمیدان کا حال سُنا کہ اُس نے دو ہزار سپاہیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس پر میر علی رضا خاں کو طلب کر کے اُن کے اور محمد علی کی نسبت کلمات ناشایستہ زبان سے نکالے اور کمال غضب سے میر موصوف اور دوسرے اسیران لشکر نواب کو جو اُس کے ہاتھ پڑ گئے تھے پونا کو روانہ کر دیا گیا۔ جب یسین خاں کا نمبر آیا جو نواب سید رعلیخاں سمجھ کر علیحدٰہ خیمہ میں رکھے گئے تھے اور اُن کے بھیجنے کا بھی حکم دیا اور اُس کے ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ یہ نواب حیدر علی خاں نہیں بلکہ اُن کے ہم شکل اُن کا ایک فدوی جاں نثار ہے۔ تب تو وہ شرم ندامت سے پانی پانی ہو گیا۔ اور اپنی حماقت سے متاثر ہو کر دم بخود رہ گیا۔ پھر اپنی تمام فوج قلعہ سرینگ پٹن کے گرد پھیلا دی۔ اور بڑے بڑے دمدمے اور مورچے قایم ہو کر زلزلہ خیز توپ داغی گئی۔ قلعہ پر سے بھی توپ کا جواب دیا گیا۔ کئی روز تک یہ گولہ باری ہوتی رہی۔ اس میں ترمک راؤ کی فوج کے کئی سردار نواب حیدر علیخاں کی قدر دانی اور بخشش کا حال سُنکر نواب سے آملے اور بارہ ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل نئے بھرتی ہو گئے۔ ایک روز محمد علی کمیدان نے

دوہزار برق انداز لیکر میسور کے دروازہ سے باہر عید گاہ کے متصل راجہ چیتل ورگ اور مرار راؤ پر جو دوہزار پیادہ اور ایک ہزار سوار اور چار ضرب توپ کے ساتھ ناکہ روکے پڑے تھے اچانک ناخت کی اور پہنچتے پہنچتے گولیاں برسانا اور تلواریں مارنا شروع کیں۔ اُن میں اکثر مارے گئے بہتیرے بھاگ نکلے۔ باقیماندوں کو گرفتار کرلیا۔ اور مقتولوں کے ہتیار اور اسباب اُن کے سروں پر رکھوا کر نواب کے حضور میں حاضر کیا۔ اس واقعہ سے ترمک راؤ نے پیچ و تاب کھاکر کوہ کری گٹھ کی طرف دمدمہ وسیع اور بلند بندھوایا اور مورچہ خاص نام رکھا اور بڑی بڑی توپیں چڑھوا کر گولہ باری شروع کی۔ اس گولہ باری سے قلعہ کے اندر نقصان محسوس ہونے لگا۔ تب پھر محمد علی کمیدان پانچ ہزار سپاہی بارآور اور ایک ہزار پیادہ کرناٹکی ساتھ لے جنگل کے راستہ سے ہوتا ہوا اس خاص مورچہ کی پشت پر ظاہر ہوا اور افسر مورچہ سے یہ کہا کہ ترمک راؤ نے ہم کو واسطے تبادلہ سپاہ کے مورچہ کے بھیجا ہے۔ سپاہ متعینہ مورچہ اس خبر سے بیحد خوش ہوئی۔ کیونکہ وہ ہر وقت توپوں کی زد پر رہتی تھی۔ اور ترمک راؤ کا شکریہ ادا کر کے مورچہ سے باہر نکلی اور مورچہ اس جعلی سپاہ کے حوالہ کردیا۔ پھر کیا تھا محمد علی کمیدان نے ان سب کو وہیں مارلیا۔ تھوڑے لوگ بھاگ گئے۔ اور اس مورچہ کی بڑی بڑی توپوں کو زمین میں دفن کرادیا اور اس مورچۂ خاص کو کھدوا کر زمین کے برابر کر دیا اور چھوٹی چھوٹی توپوں کو ہمراہ لے

نواب کے حضور میں حاضر ہوا۔ ترمک راؤ نے جب اس چالاکی سے موچہ خاص نکل جانے کا حال سُنا مورچہ بندی چھوڑ کر پنڈاروں کی فوج کو علاقہ جات متعلقہ بالا گھاٹ کی تاخت وتاراج کا حکم دیا اور خود معہ فوج کثیر دامن کوہ جتتر باسی میں خیمہ زن ہوا۔ یہاں دو تین روز بعد وہ موقع آیا جب ہندو لوگ دو دریاؤں کے سنگم پر اشنان کرتے ہیں۔ اور ترمیک راؤ کے کیمپ میں اشنان کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ادھر نواب کے پرچہ نویس نے ظاہر کیا کہ کل ترمیک راؤ اور اس کی اکثر فوج اشنان میں مصروف ہوگی۔ نواب نے اس موقع سے فایدہ اٹھانے کو مع سپاہ کے رات کو قلعہ سے نکل کر مانامنڈف کے قریب قایم کیا۔ اور شاہزادہ ٹیپو سلطان کو مع سواران جنگ آزمودہ کے ایک دوسری کمینگاہ میں بٹھایا۔ اور محمد علیخاں کمیدان کو غازی خاں سردار مع فوج پنڈارہ اور دلیر خاں کابلی کو مع چار پلٹن اور چار ضرب توپ کے ہراول کے طور پر آگے بھیجا۔ اور یہ سب اپنے اپنے تجویز کردہ نشیبوں اور جنگلوں میں چھپ رہے۔ جب صبح کا وقت ہوا۔ ترمیک راؤ مع سرداران ہمراہی ہاتھیوں پر بیٹھ کر اشنان کو روانہ ہوا۔ اُس کے پیچھے اُسکی مرہٹہ فوج اور ہندو سپاہ بے فکری کی حالت میں آہستہ آہستہ ہنستی بولتی چلی آتی تھی۔ جب ندی کے کنارے میدان میں یہ لالہ زار جمع ہوگیا۔ غازی خاں نے مع فوج پنڈارہ بڑھ کر بسم اللہ کی۔ اور تیر فیر داغے۔ فوج مرہٹہ گھونگٹ کھا کر اُس کی طرف لوٹی تو وہ محمد علی کمیدان کی کمینگاہ پر لگا لایا۔ محمد علی

کیدان نے کمینگاہ سے مع فوج باہر آکر توپوں اور بندوقوں سے آگ برسانا شروع کی۔ جب مرہٹہ فوج بھاگی تو شاہزادہ ٹیپو سلطان نے اسکا تعاقب کیا۔ اور اس طور سے کئی ہزار سپاہی فوج مرہٹہ کے مارے گئے اور پانچ ہزار سوار اور دو ہزار پیادے اسیر کرلائے گئے۔ ترمیک راؤ اس آفتناک رستخیز کو دیکھ کر بھیگی دھوتی پہنے ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور بھاگ کر جان بچائی۔ پھر اس نے موتی تالاب کے سواد میں اپنی پریشان فوج کو جمع کیا۔ اور نواب حیدر علی خاں شادیانہ فتح بجواتے ہوئے قلعہ مبارک میں داخل ہوئے۔ اور ترمیک راؤ سپاہ نواب کی ایسی تاخت سے تنگ آکر محاربہ اور مقابلہ سے باز آیا۔ اور نواب کے علاقہ جات پائیں گھاٹ اور بالاگھاٹ کی لوٹ پر آمادہ ہوا۔ اور ہر طرف اُس کی فوجیں لوٹ مار کے لئے پھیل گئیں۔ جہاں گزر ہوا اُس نواح کو خاک سیاہ کر کے چھوڑا۔ سینکڑوں گاؤں بے چراغ ہوگئے۔ رعایا گاؤں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئی۔ اور سینکڑوں آدمی نواب کے پاس فریاد لیکر آگئے۔ تب نواب حیدر علی خاں نے ٹیپو سلطان کو آٹھ ہزار سوار جوشن پوش اور بائیس ۲۲ ضرب توپ دیکر آگے بڑھایا۔ اور محمد علی کمیدان کو چار ہزار سپاہی بار آور اور دو ہزار پیادہ کرناٹکی اور چھ ضرب توپ دیکر روانہ فرمایا۔

ٹیپو سلطان نے میدان کاویری میں خیام نصب کرائے۔ اور محمد علی کمیدان نے کشن گری میں کیمپ قایم کیا۔ اس اثنا میں نیلاجی

جاسوسوں کی معلوم ہوا کہ ترمیک راؤ کی فوج نے جو مال و اسباب پائیں گھاٹ میں اور بالاگھاٹ میں لوٹا ہے اور جو خزانہ اور اسباب لشکر نواب سے ہاتھ لگا۔ وہ پانچ ہزاروں کی حفاظت میں پونا کو جارہا ہے۔ اور کتنے ساہوکار بھی مع نقد و جواہر اس بدرقہ کے ساتھ ہیں اس خبر کو سنکر محمد علی کمیدان مع اپنی نصف سپاہ کے کنکڈی کی راہ سے کرن پاٹ کے ایک پہاڑ کے دامن میں کمینگاہ کے برجوں میں جا بیٹھا جو پہلے سے تیار تھے۔ یہ بُرج ندی کے کنارے شارع عام کے قریب واقع تھے۔ اور ادھر کے سب لوگ نواب کے حلقہ بگوش تھے جب دوسرے روز جماعت غنیم کے ساتھ مال و اسباب سے لدے ہوئے اونٹ اور گھوڑے کمینگاہ کے سامنے آئے محمد علی کمیدان اور اس کی جانباز سپاہ اور دوسرے لوگوں نے جن کو محمد علی نے ملا لیا تھا بندوقوں کی شلکوں سے آگ برسانا شروع کی۔ ہمراہیان قافلہ ایسے ہوش باختہ ہوئے کہ ان سے بعد تھوڑے مقابلہ کے سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آیا۔ تب محمد علیخاں نے ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو ہلاک کیا۔ اور جو بچے وہ جنگل جھاڑی میں چھپ کر نکل گئے اور کچھ گرفتار ہوگئے۔ زاں بعد محمد علی کمیدان وہ سب نقد و جنس اور گھوڑے اونٹ مواشی وغیرہ مع اسیروں کے حلقۂ فوج میں لیکر اپنے کیمپ میں کشن گری میں آداخل ہوا۔ اور ٹیپو سلطان کو اطلاع دی۔ ٹیپو سلطان نے وہ سب اسباب سرینگ پٹن کو روانہ کرادیا۔ جب ترمیک راؤ کو یہ خبر معلوم

ہوئی وہ سخت پریشان ہوا۔ اور اُس نے خیال کیا کہ کرن پاٹ صوبہ ارکاٹ سے متعلق ہے۔ نواب ارکاٹ کے سپاہیوں کا مزاحم نہ ہونا تعجب کی بات ہے۔ ایسا نہ ہو جو وہ بھی نواب حیدر علی خاں سے ملجائے یا مل گیا ہو۔ اب یہاں رہنا ٹھیک نہیں اس لئے وہ وہاں سے کوچ کر کے قصبہ اوتال گیر کے سواد میں جا ٹھیرا ۔

ٹیپو سلطان نے اُس کے نقل و حرکت کی خبر پاکر چار ہزار سوار سے پاشتہ کوب تعاقب کیا۔ آگے بڑھ کر دیکھا کہ فوج مرہٹہ دھرم پوری کو لوٹ رہی ہے اور کسی گاؤں کی لوٹ کا سامان ہاتھی گھوڑوں پر لدا ہوا اُس کے ساتھ موجود ہے۔ یہ حال دیکھ کر خود بھی لوٹ میں شریک ہو گیا۔ گویا وہ بھی فوج مرہٹہ کا کوئی سردار ہے۔ جب وہ لوگ لوٹ سے فارغ ہو کر بہت سے گھوڑوں۔ اُونٹوں اور ہاتھیوں پر سامان لیکر چلے۔ شاہزادہ والا جاہ نے اپنی فوج سے اُن پر گولیاں برسانا شروع کیں۔ اور بہادر سپاہیوں نے سینکڑوں کو تلواروں سے کاٹ ڈالا۔ آخر کو غنیم کی جمعیت سب اسباب کو وہیں چھوڑ کر اپنے لشکر کی طرف بھاگی۔ تب شہزادہ ٹیپو سلطان نے چار ہزار گھوڑے اور سینکڑوں بیل اور اُونٹ جن پر ترمبک راؤ کے توشکخانہ کا لوٹا ہوا سامان لدا ہوا تھا مع بیس ہاتھی کے اپنے حلقۂ اثر میں لے کر صحرائے ناکوڑی درک کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور اپنے خیمہ گاہ میں آرام فرمایا ۔

جب ترمک راؤ نے سُنا اُس کا چہرہ زرد ہوگیا۔ اور وہاں سے اُٹھ کر کاویری پتن کے سواد میں خیمہ کیا۔

محمد علی کمیدان جو اپنی جمعیت کے ساتھ اُس طرف چھپا ہوا تھا اُس نے رات کو اچانک شبخوں مارا۔ اس شبخوں سے فوج مرہٹہ کے ہزاروں آدمی ہلاک و مجروح ہوئے۔ ترمبک راؤ کے توشکخانہ پر قبضہ کرلیا۔ جو لوگ نواب حیدر علیخاں کی طرف کے اُس کے پاس اسیر تھے اُن کو چھوڑالیا۔ اور خیمہ گاہ کو آگ لگادی۔ ترمبک راؤ بھاگ گیا۔ محمد علی کمیدان پانسو گھوڑے۔ چھ ہاتھی اور گیارہ اونٹ خزانہ سے لدے ہوئے اور جملہ اسیر اپنے ہمراہ لیکر طلوع آفتاب سے پہلے اپنی خیمہ گاہ رائے کوٹہ میں داخل ہوگیا۔ پھر دن بھر آرام کرکے رات کو مع فوج انی گل میں پہنچا۔

اس واقعہ سے ترمبک راؤ بالکل ہوش باختہ ہوگیا۔ لیکن اظہار بہادری اور رفع ندامت کو اپنی فوج لیکر محمد علی کمیدان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ محمد علی نے ایک چھوٹے سے قلعہ میں پناہ لی۔ ترمبک راؤ نے اُس کی محافظت کو فوج مقرر کی اور اپنی فوج کے ایک ایک سپاہی کو آگاہ کردیا کہ محمد علی کمیدان بڑا چالاک شخص ہے۔ اُس کی چالاکی سے ہوشیار اور ہر وقت کمربستہ رہیں۔ لیکن محمد علی نے دن میں اُس قلعہ کے پشت کی طرف سے نکل کر جنگل میں چلے جانے کی راہ تجویز کرلی اور اپنے ہمراہیوں کو بتادی تھی اس لئے جب رات ہوئی تو اُس نے

کچھ سفید کپڑے قلعہ کے برجوں اور دیواروں پر پھیلا دئے۔ اور گھاس لکڑی جمع کر کے آگ لگوادی۔ اُس کے شعلے اُٹھنا شروع ہوئے غنیم کے لوگوں نے جانا کہ قلعہ کے اندر سپاہی کھانا پکا رہے ہیں۔ کل صبح ہوتے ہی دھاوا کر کے گرفتار کر لیں گے۔ اُدھر محمد علی کمیدان مع اپنی جانباز سپاہ کے قلعہ کے پیچھے سے اُتر کر جنگل میں ہوتا ہوا فوج غنیم کے سر پر آپڑا جو کچھ کھانا پکا رہی تھی اور کچھ کھانا کھا کر سونے کے لئے دراز ہو چکی تھی۔ اس شبخوں سے فوج مرہٹہ میں بڑی گڑبڑ پڑ گئی مگر جلد ہوشیار ہو گئی اور پانچ چھ ہزار فوج مخالف نے محمد علی کو گھیر لیا۔ محمد علی لڑتا بھڑتا ان کی توپوں تک پہنچ گیا۔ اور انہیں کی توپوں میں گراب بھر کر ایسے فیر داغے کہ ہزاروں آدمی مُرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگے۔ محمد علی کی فوج سے بھی پانچ چھ سو آدمی کام آئے۔ لیکن اُس کی طرف سے جانفشانی میں قصور نہ ہوا۔ یہاں تک کہ فوج مرہٹہ کے بقیۃ السیف بھاگ نکلے اور محمد علی کمیدان سب مال و اسباب سمیٹ کر سرینگ پٹن پہنچ گیا۔ نواب نے عطائے جواہر اور خلعت فاخرہ سے اُس کی عزت افزائی فرمائی +

ترمک رائو نے جب دیکھا کہ قلعہ سرینگ پٹن کی تسخیر ممکن نہ ہوئی۔ اور جو سامان لُوٹا تھا۔ وہ بھی یہاں کا یہیں رہا۔ اور میری فوج کے ہزاروں آدمی ضائع ہوئے۔ اور سوائے نظلم و قتل و غنیمت میری کامیابی کی کوئی شکل نہ نکلی۔ اور اس طور سے پُونا کو واپس

جانا نہایت شرمناک بات ہے۔ تو اُس نے بڈنور کی تسخیر کا ارادہ کیا نواب حیدر علیخاں کو جب اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو نواب نے اس مہم کا سپہ سالار بھی محمد علی کیدان کو بنایا۔ اور چھ ہزار بندوقچی اور بارہ ہزار سوار خاصہ اُس کے ساتھ کئے اور بیس ضرب توپ لے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ کوڑک کی سرحد میں پہنچا۔ وہاں کے راجہ نے جو نواب کی اطاعت سے منحرف ہوکر مرہٹوں سے مل گیا تھا جنگ و پیکار سے سدراہ ہونا چاہا۔ لیکن محمد علی نے اس کو آیندہ کا نشیب و فراز سمجھا کر اپنے نکل جانے کا راستہ پیدا کر لیا۔ اور چونکہ جنگل کے راستہ سے توپخانہ کا لے جانا دشوار تھا۔ اس لئے وہ توپیں اسد خاں کیدان اور جہاں خاں رسالدار کے ساتھ مع بدرقۂ مناسب واپس کردیں۔ اور خود مع جمعیت روانہ ہوکر جب فوج مخالف کے قریب پہنچا تو ایک پہاڑی کے عقب میں ٹھیر رہا۔ ترمیک راؤ نے جب سنا کہ سرینگ پٹن کو توپخانہ جاتا ہے تو اُس نے ایک دستہ فوج کو حکم دیا کہ اُس توپخانہ پر تاخت کرکے توپین چھین لائے۔ اور وہ دستہ روانہ ہوگیا۔ محمد علی نے الفور اطلاع پائی۔ اور اپنی فوج کے بندوقچیوں کو حکم دیا کہ سو دو سو بندوقیں بھر کر خالی چھوڑ دیں اور چار ہزار سپاہیوں کو ایک نشیب کی کمینگاہ میں بٹھا دیا اور خود مع سواروں کے جنگل کی طرف چل نکلا۔ بندوقوں کی آواز سنتے ہی سواروں کا وہ دستہ اس جانب پھر پڑا اور ترمیک راؤ بھی میدان میں جا پہنچا

جب مرہٹہ فوج اس کمینگاہ کے سامنے ہو کر گزری۔ چار ہزار سپاہیوں
نے ایسی تیز باڑھیں ماریں کہ فوج مرہٹہ کی صفیں ٹوٹ گئیں اور کئی ہزار
آدمی زمین پر لوٹ گئے۔ پیچھے سے محمد علی کمیدان مع سواروں کے
فوج مرہٹہ پر آگرا اور فوج مرہٹہ کو تلواروں پر دھر لیا۔ تھوڑی دیر
میں فوج مرہٹہ بدحواس ہو کر بھاگنے پر مجبور ہوئی۔ ترمیک راؤ
نے توپخانہ آگے بڑھا کر شلک کا حکم دیا۔ محمد علی نے حکم دیا۔ کہ فوج
مرہٹہ کے تمام مقتولوں کی لاشیں جمع کر کے دمدمہ بنایا جائے۔ اور
اُسکی آڑ سے گولیاں برسائی جائیں۔ اس تدبیر سے دو فایدے پہنچے
ایک تو آڑ مل گئی۔ دوسرے فوج مرہٹہ کے سپاہی اپنی فوج کے
مقتولوں کا دمدمہ دیکھ کر دل باختہ ہونے لگے۔ شام تک لڑائی جاری
رہی۔ شام کو ترمیک راؤ اپنی لشکرگاہ کو واپس گیا جو اُس موقع
سے تین کوس پر تھی۔ اور محمد علی کمیدان مع سب سوار و پیادہ کے
میسور کو روانہ ہو گیا۔ اور جو زخمی اُسکی فوج کے میدان میں پڑے
تھے اُن سے کہہ گیا کہ میں استارہ کی طرف جاتا ہوں۔ وہاں سے
تمہارے لینے کو ڈولیاں بھیجنے کا بندوبست کرونگا۔ جب صبح کو
ترمیک راؤ مع تازہ دم فوج کے پھر نمودار ہوا اور محمد علی کو وہاں
نہ پایا تو اُن زخمیوں سے استفسار کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ استارہ کی
طرف گیا ہے۔ ترمیک راؤ نے اپنی فوج کو استارہ جا کر محمد علی کی
فوج پر تاخت کا حکم دیا۔ اور اُس نے وہاں جا کر بیفایدہ کی زحمت

اٹھائی۔ اس ناکامی کے ساتھ اسی روز دوسرا واقعہ یہ پیش آیا۔ کہ صحرائے ماکڑی میں ٹیپو سلطان مع چھ ہزار سوار۔ اور تین ہزار پیادہ اور توپخانہ آتشبار کے خیمہ زن تھا۔ اور رائے پتن کی ندی کے قریب غنیم کی رسد کا قافلہ آکر اُترا تھا۔ اس قافلہ میں اٹھتیس ہاتھی اور کئی اُونٹ خزانہ سے بھرے ہوئے مع سیکڑوں بیل گولے باروت کے دس ہزار پیادہ اور سات ہزار سوار کی محافظت میں جارہے تھے اور کئی سوداگر اور ساہوکار مع اشیاء و اجناس گراں بہا اُسکے ساتھ ہو لئے تھے۔ شاہزادہ بیدار بخت نے اچانک رات کو اس قافلہ پر شبخون مارا۔ اور قتل عام شروع کردیا۔ صبح ہوتے ہوتے سب کو کاٹ ڈالا۔ بہت تھوڑے لوگ بھاگ سکے۔ کیونکہ اُن کے پیچھے نامعلوم گنجان جنگل تھا۔ جس میں ایک دفعہ بہت سے آدمی نہیں سما سکتے اور نہ غیر واقف لوگ راہ پا سکتے ہیں اور سامنے ندی واقع تھی۔ آخرکار صبح ہوتے ہی اُس تمام سامان اور بار برداری اور اسلحہ وغیرہ پر ٹیپو سلطان نے قبضہ کرکے سرینگ پٹن کو روانہ کردیا۔ اور خود بدنور کو روانہ ہوگیا +

جب یہ خبر نزمیک راؤ کو پہنچی۔ اُس کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور فکر و تردد سے ہوش باختہ ہوگیا۔ اسی عرصہ میں پونا سے ایک درباری افسر آیا اور یہ پیغام لایا کہ تمہارے بھانجے نارائن راؤ پیشوا کو اُس کے چچا رگھناتھ راؤ عرف راگھوجی نے قتل کرادیا اور خود

پیشوا بن بیٹھا - اور نارائن کے امیروں پر نہایت سختی کر رہا ہے - یہ خبر سُنتے ہی اُس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے - اور نواب حیدرعلیخاں کے وکیل حاضر باش دربار سے کہا کہ اس خونریزی اور رستخیز ہر روزہ سے صلح ہو جانا بہتر ہے - نواب کو لکھو کہ تاوان جنگ دیکر صلح کرلیں وکیل نے نواب کو لکھا - نواب نے جواب دیا کہ تمہاری لڑائیوں میں دولت کثیر خرچ ہو گئی اور تمہاری فوجوں نے میرے ملک کو برباد کر دیا - اس پر اُلٹا تاوان جنگ مانگتے ہو - آخر کار دو لاکھ روپیہ دینے پر صلح قرار پا گئی - اور ترمبک راؤ مع اپنی جمعیت کثیر کے پونا کو روانہ ہو گیا - اور نواب کو اس بلائے بے درماں سے فرصت حاصل ہوئی -

---

لیون - بی - بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ ترمبک راؤ نے سرنگاپٹم کا محاصرہ کیا - اور ناکام رہا - لیکن دوسری سطر میں لکھتے ہیں کہ فوج مرہٹہ نے ایک سال سے نواب حیدرعلی خاں کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر رکھا تھا - اس لئے نواب نے مایوس ہو کر صلح کا پیغام دیا اور جون ۱۷۷۲ء میں صلح ہو گئی - حیدرعلی نے ایک دفعہ سے پندرہ لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کر لیا - اور اسی قدر بعد کو دینے کا اقرار کیا - اُس کے بعض نہایت زرخیز اضلاع ضمانت میں لے لئے گئے - مگر یہ دونو باتیں واقعات تاریخ سے ثابت نہیں ہوتیں - نہ بورنگ صاحب نے واقعات کا بیان کیا ہے *

نظام حیدرآباد اور انگریزوں کی موافقت

اور

نوّاب حیدر علیخاں اور انگریزوں کی جنگ

نواب نظام علیخاں ناظم حیدرآباد اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ نظام علیخاں کو انگریزوں کے غلبہ سے سخت اندیشہ تھا۔ اور انگریز نظام علیخاں کے ملک پر دانت لگائے ہوئے تھے۔ اور اُس وقت کی طاقت اور مصلحت کے موافق پھیر پھیر کر ہاتھ نکالتے اور پاؤں بڑھاتے تھے۔ اور جس سے لڑتے تھے اُس سے تھوڑا کام نکالکر ایک عارضی مصالحت کو پسند کر لیتے تھے۔ چنانچہ جب نظام علیخاں بعض کشاکش سے مجبور ہوئے۔ تو اُنہوں نے سیکاکول اور راج بندری کا ملک جمعی تیس لاکھ روپیہ انگریزوں کو تفویض کر دیا۔ اور انگریزوں نے اُن کو اپنا دوست بنا لیا۔ تب جنرل اسمتھ نے حسب تحریک نواب نظام علیخاں ملک بالاگھاٹ مقبوضۂ نواب حیدر علیخاں کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اور اپنی فوج باقاعدہ و فتحیاب کو جمع کر کے نواب محمد علیخاں والئے کرناٹک کو بھی مع اُسکی فوج کے ساتھ لیا۔

نواب حیدر علیخاں نے بھی فراہمی لشکر کی تیاریاں شروع کیں۔ اور ایک لشکر جرّار اپنے زیر کمان رکھ کر اور کئی لشکر مرتب کیئے۔ ایک لشکر ٹیپو سلطان کے ماتحت رکھا۔ دوسرا ہیبت جنگ بخشی کے سپرد ہوا تیسرا اور چوتھا میر علی رضا خاں اور محمد علی کمیدان کے زیر کمان رکھا گیا۔ اور نواب نے اپنی جمعیت سے فوج انگریزی اور اُسکی بہیر و بنگاہ پر جنگل کی اوٹ میں رہ کر تاخت شروع کی۔ کبھی دن کو اُس پر تاخت کرتا۔ کبھی رات کو شبخوں مارتا۔ اور سپاہیوں کو قتل کر کے مال و اسباب لوٹ لے جاتا۔ اُس میں ہرکارے خبر لائے کہ انگریزی رسد اور بہت سا سامان نتھر نگر کی طرف سے ایک پلٹن انگریزی اور چار سَو سوار اور دو ضرب توپ کے ساتھ انگریزی فوج کے لیئے جارہا ہے۔ اور بہت سے مویشی اُس کے ساتھ ہیں۔ نواب نے فی الفور مع سواروں کے اُس پر تاخت کر اُس جمعیت کو پریشان کر دیا اور سب سامان رسد اور مواشی کو لیجا کر جنگل میں محفوظ کر دیا۔ تب جنرل اسمتھ نے نواح تریاتور میں مقام کر کے سامان رسد مع بدرقہ فوجی کے مدراس سے منگوایا۔ اسی عرصہ میں خبر آئی کہ فوج انگریزی نے بمبئی سے ایلغار کر کوڑیال بندر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور قلعہ نگر پر بڑھنے والی ہے۔ اور ایک زبردست فوج راجہ ملیبار کی سازش اور شرکت سے اُس ملک کی تسخیر پر کمربستہ ہو رہی ہے۔ تب نواب حیدر علیخاں نے شہزادہ ٹیپو سلطان کو نگر کی جانب جانے کا ارشاد کیا۔ ٹیپو سلطان

مع دو ہزار سوار اور چار ہزار سپاہ اور ایکہزار پیادہ کرناٹکی کے منزل
مقصود کو روانہ ہوا۔ اور بخشی ہیبت جنگ کو مع چار ہزار سوار کے
واسطے مقابلہ اور حفاظت ملک کوئمباٹور اور کلیکوٹ کے روانہ کیا گیا۔
جب شہزادہ بندر گوڑیال میں پہنچا۔ معلوم ہوا کہ سردار لشکر انگریزی
آذوقہ اور ذخیرہ جنگ کے فراہم کرنے اور قلعہ کو مستحکم بنانے میں مصروف
ہے۔ اور انگریزی فوج بھی کافی مقدار میں جمع ہے۔ تب ٹیپو سلطان
نے نواب حیدر علیخاں کو عرضداشت لکھی کہ میں اپنی اس جمعیت سے
فوج انگریزی کو شکست نہیں دے سکتا۔ اس پر نواب نے چار ہزار
تفنگچی قادر انداز اور دو ہزار سوار منتخب و آزمودہ کار اور چودہ ضرب
توپ ساتھ اور باقی سامان اور لشکر میر علی رضا خاں اور محمد علی کمیدان
کے سپرد کر بڑی تیز روی سے قلعہ نگر میں داخل ہوا۔ اور دو ہفتہ میں
آٹھ ہزار بندوق چوبیں آبنوسی تیار کرا کر آٹھ ہزار سپاہی نوکر رکھے
اور وہ بندوقیں اُن کو دیں تاکہ ایک بڑی نمود کا سامان ظاہر ہو۔
اور رنگ برنگ کے پھریرے علموں اور نشانوں پر لگوا کر گوڑیال بند
کی طرف روانہ ہوا۔ یہ فوج جہاں جاتی۔ دو۔ دور تک لالہ زار معلوم
ہوتا۔ جیسے رنگ برنگ کے نشانوں کا دریا لہریں مارتا چلا جاتا
ہے۔ اور گوڑیال بندر میں پہنچ کر انگریزی دمدموں کے سامنے اپنا
کیمپ قایم کر دیا اور مورچے تیار ہونے لگے۔ اور نواب نے ٹیپو
سلطان کو انگریزی دمدمہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ انگریزوں نے قلعہ

پر دوربین لگا کر دیکھا تو حیدر علیخاں کے چوبین بندقچی دوسری فوج کے ساتھ ملکر ہیبت کا باعث ہوئے۔ اور انہوں نے خیال کیا۔ کہ حیدر علی خود اس عزم سے آیا۔ اور ہمارے مورچوں کے سامنے کیمپ لگایا اور اپنے بیٹے کو آگے بڑھایا ہے تو یہ جسارت بغیر استحکام خاص کے نہیں ہے۔ اس عاقلانہ خیال سے باہر کے سب عہدہ دار انگریز قلعہ کے اندر چلے جانے کو آمادہ ہوئے۔ انگریزی فوج کے دو سپاہیوں نے اس راز سے ٹیپو سلطان کو آگاہ کیا۔ ٹیپو سلطان نے اُن کو انعام کا متوقع کر لشکر میں رکھا۔ اور خود سواروں کا رسالہ لیکر قبل داخل ہونے اُن کے قلعہ میں جا داخل ہوا۔ اور جو لوگ وہاں تھے اُن کا قتل شروع کر دیا۔ جب نواب نے بیٹے کی اس جسارت کا حال سُنا فی الفور مع سواروں کے گولیاں مارتا اور تیر برساتا قلعہ میں داخل ہوا۔ اور توپخانہ نے دمدموں پر آگ برسانا شروع کی۔ سپہ سالار فوج انگریزی یہ حال دیکھ کر سب بیرونِ قلعہ کے انگریزوں کو لیکر ساحل کی طرف روانہ ہو کر جہاز پر سوار ہو گیا۔ جو اسی احتیاط کے لئے پہلے سے تیار رکھا تھا۔ وہ جہاز سب انگریزوں کو لیکر بمبئی کو چلتا ہوا۔ اور نواب نے قلعہ پر قبضہ کر کے سوار و پیادہ کی معقول فوج اپنے ایک سردار کی ماتحتی میں قلعہ کی حفاظت کو متعین کی اور ڈیڑھ مہینے میں یہ نمایاں کامیابی حاصل کر کے مع فرزند ارجمند واپس آکر سواد بنگلور میں خیمہ زن ہوا۔ اس درمیان میں جنرل اسمتھ اور دوسرے

افسران انگریزی کو اپنی پیش قدمی کے لیئے کافی موقع مل گیا تھا اسلئے انہوں نے اس وقت سے فایدہ اُٹھایا۔ اور قلعہ جات وانم باڑی تڑپاتور۔ گلکن گڑھ۔ چکدیو۔ دھرم پوری۔ ہوزو باسنی۔ مورڈاکر۔ کولار۔ ہکوٹہ کو فتح کر ڈالا۔ اور عبدالرشید خاں دیوان نواب محمد علی کو انتظام بارہ محال کے لئے مامور کیا۔ اور خود نواب محمد علیخاں نے کولار میں بیٹھ کر انتظامی کام شروع کئے۔ اور مرار راؤ حاکم گُنی کو اپنے پاس بُلالیا۔ تاکہ وہ ہر طرح کے امور انتظامی میں اُن کی مدد کرے[له]۔ اس عرصہ میں نواب حیدر علیخاں بہادر بنگلور سے روانہ ہوکر اُس لشکر سے جاملا جو میر علی رضا خاں وغیرہ کے ماتحت چھوڑ گیا تھا۔

له نواب محمد علی خاں کا یہ ایک کمینہ خیال تھا کہ اُس نے کولار مسکن آبائی حیدر علیخاں میں بیٹھ کر بے حقیقت مرار راؤ کے ہاتھوں نواب حیدر علیخاں کے مقبوضات مفتوحہ کا انتظام شروع کیا تاکہ حیدر علیخاں پر اسکا اثر پڑے اور وہ اپنے حریفوں کے ہاتھ میں یہ انتظام دیکھ مایوسانہ متاثر ہو۔ لیکن نواب حیدر علیخاں پر یہ باتیں اثر کرنے والی ہی نہ تھیں وہ ایسے چھچھورے خیالات سے متاثر ہونے والا آدمی نہ تھا۔ ہاں اس بات سے وہ ضرور متاثر و متاسف ہوا ہوگا کہ نواب محمد علیخاں نے مسلمان ہوکر اور اُس سے دوستی کا عہد پیمان کرکے کیسا دھوکہ دیا اور وہ آج انگریزوں کی دوستی پر کیسا اترا رہا ہے۔ اور مرار راؤ کو اپنا معین بنا کر کیسے غیر متوقع خیال میں مصروف ہے۔ اور اصل یہ ہے وہ اپنی رائے میں بھی کمزور پایا جاتا ہے۔ جو حیدر علیخاں کے زور و جبروت اور عزم و رزم اور طیش و جنبش کا صحیح اندازہ نہ کرسکا۔

اور جنرل اسمتھ نے سواد نرسی پور میں کیمپ قایم کیا۔ اس کے بازو پر مرار راؤ اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن ہوا۔ ایک شب کو نواب نے اچانک مرار راؤ کے لشکر پر شبخون مارا۔ اور بہتوں کو قتل کر کے تمام لشکر کو بدحواس کر دیا۔ مرار راؤ بھی زخمی ہوا۔ اس رستخیز میں کچھ آدمی لشکر انگریزی کے اور بہت سے سوار نواب محمد علیخاں کے بھی مارے گئے۔ اور نواب کے سپاہی بہت سامال و اسباب لوٹ کر نواب کے ہمراہ اپنے مقام پر واپس آئے اور مرار راؤ اپنے زخموں کی مرہم پٹی کے بہانہ سے چلتا ہوا۔ اور نواب حیدر علیخاں کچھ روز دم لینے اور اپنی سپاہ کو آرام دینے کے لئے سات گڑہ میں جا بیٹھے اور اپنے نایب کو بھی بارا محال سے اپنے پاس بولالیا۔ یہاں خبر پائی کہ لشکر انگریزی نے ڈنڈیگل۔ کوئمباتور۔ بالاگھاٹ۔ ڈاہرور۔ دھاراپور پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اب اُس کا ارادہ بعد پہنچنے رسد اور سامان حرب کے جو قلعہ کرڈوڑ میں جمع ہے۔ کمل ہٹی کے معبر سے اتر کر میسور پر تاخت کرنے کا ہے۔ اس خبر کو سُنتے ہی نواب نے اپنا تمام لشکر شاہزادہ ٹیپو سلطان کے سپرد کیا اور خود دس ہزار سوار و پیادہ اور پندرہ ضرب توپ لیکر دھرم پوری پر تاخت کی اور توپوں کے گولے سے قلعہ کی دیوار توڑ ڈالی۔ قلعہ کے سپاہی دوپہر تک داد مردانگی دیتے رہے۔ لیکن جب دیوار ٹوٹ گئی۔ تو قلعہ سے نکل بھاگے اور نواب نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں انگریزی رسد کے چار ہزار بیل لوٹ

لئے۔ اور جو سوار و سپاہی اُن کے ساتھ تھے۔ اُن میں سے بہتوں کو
توپ کے چھرّے اور بندوقوں کی گولیوں سے ہلاک کیا۔ اور فی الفور
ہڑوڑ کی طرف کوچ کر دیا۔ آگے بڑھ کر ایک انگریزی فوج سے مڈبھیڑ ہوگئی
جو چھ سَو سپاہی اور دو سَو سوار۔ اور چار ضرب توپ پر مشتمل تھی۔ اُس کو
توپوں کے غراب سے مبتلائے آفت کیا۔ آخر کو کرناٹکی پیادوں نے پناہ
مانگی تو اُن سے ہتھیار لیکر اُن کو رخصت کر دیا گیا۔ لیکن دو سَو سپاہی
ولایتی قتل کر دئے گئے۔ اسی رستخیز میں نو دس برس کے دو لڑکے سفید
رنگ اسیر ہوئے۔ نواب نے اُن کی بڑی خاطر کی اور بڑے آرام سے
رکھ کر اُن کو چھوڑ دیا۔ اور چلتے وقت کچھ اشرفیاں دیکر اُن سے کہا کہ
تم کپتان فوج انگریزی کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ تمہاری سب
رسد لوٹ لی گئی۔ اور تمہارے بہت سے سوار و سپاہی کام آئے اور
دو سَو ولایتی سپاہی قتل کر دئے گئے۔ اب اپنی خیر چاہتے ہو تو میرے
پاس آکر صلح کے طالب ہو۔ ورنہ صبح ہوتے ہی آفت برپا ہوگی۔ اور
تمہارے آنے سے تم کو کچھ گزند نہ پہنچے گا۔ جب لڑکوں نے کپتان سے
یہ پیغام کہا اور تمام سرگذشت بیان کی تو وہ پالکی پر سوار ہو کر مع مختصر
بدرقہ کے نواب کے کیمپ میں چلا آیا۔ نواب نے اُس کی بڑی عزت
کی۔ اور علیحدہ خیمہ میں اُس کو ٹھیرایا گیا۔ بعد آرام پانے کے یہ پیغام
دیا گیا کہ قلعہ کڑوڑ مجھ کو دیدیا جاوے۔ اس کے قبول کر لینے میں کپتان
کو بہت کچھ پس و پیش ہوا اور کئی طرح کی باتیں بنائیں۔ لیکن کوئی بات

منظور ہوئی۔ آخر کار جب کپتان نے دیکھا کہ ہماری رسد لوٹ لی گئی اور تازہ رسد پہنچنے کا سامان نہیں۔ اور ہم پنجۂ اجل میں اسیر ہیں تو قلعدار کے نام چٹھی لکھ کر نواب کے معتمد کو حوالہ کی وہ قلعدار کے پاس لے گیا۔ اور پانچہزار سپاہ اور چار ضرب توپ ساتھ لیتا گیا۔ قلعدار نے وہ چٹھی دیکھ کر اور یہ حال مشاہدہ کرکے قلعہ مع تمام سامان کے نواب کے معتمد کو سپرد کر دیا اور خود باہر نکل آیا۔ پھر نواب نے بعد انتظام قلعہ انگریز قیدیوں کو جو ان مواقع پر اسیر ہوئے تھے۔ جا بجا دوسرے قلعوں پر روانہ کر دیا۔ اور خود مع لشکر ہمراہی روانہ ہوا اپنے شہزادہ سے آملا۔ زاں بعد دو تین روز میں سب سامان درست کر جنرل اسمتھ کے مقابلہ کو روانہ ہوا +

جنرل اسمتھ سواد قصبۂ کولار میں خیمہ زن تھے۔ اور دو پلٹنیں اور چار سو گورے مسکوٹہ سے رسد لانے کو بھیجے گئے تھے۔ نواب نے یہ خبر پاتے ہی محمد علی کمیدان کو مع چار ہزار سپاہی اور چند ضرب توپ کے قلعہ ہسنوڑ کی تسخیر کو روانہ کیا۔ اور خود اپنے سواروں کی جمعیت لیکر اُس جماعت پر جا گرا۔ جو رسد لئے مسکوٹہ سے آتی تھی۔ اور گولیوں کی بارش سے

ا عقل قبول نہیں کرتی کہ کپتان فوج انگریزی صرف دو لڑکوں کے کہنے سے نواب کے کیمپ میں چلا آیا ہو۔ ممکن کہ نواب نے اپنا کوئی معتمد اُن لڑکوں کے ساتھ بھیجا ہو اور اُس نے کپتان کو کیمپ کے آنے پر ابھارا۔ اور جان کی امان کا اطمینان دلایا ہو +

اُس کو تتر بتر کر سب سامان چھین لیا۔ اُدھر محمد علی کمیدان نے ھسوڑ کا قلعہ فتح کر لیا۔ اور بہت لوگ اسیر کر ڈالے۔ زاں بعد مناسب تعداد کے سپاہی مع ایک افسر کے وہاں چھوڑ کر اسیران قلعہ کو نواب کے حضور میں ملاحظہ کرایا۔ پھر دوسرے قلعہ پر متوجہ ہوا جو انگریزوں کا خاص مامن تھا۔ اُس قلعہ پر گولہ باری کرنا شروع کی۔ آخر کو انگریز لوگ گھبرا کر باہر نکلے اور بڑی بہادری اور باقاعدہ صف بندی سے بندوقوں کی باڑھیں مارتے۔ جنرل اسمتھ کے لشکر سے جا ملے۔ اُدھر نواب حیدر علی خاں نے قلعہ ہسکوٹہ کا محاصرہ کیا۔ جس سے انگریزوں کو بڑی مدد ملتی تھی۔ اور وہ اُن کا پشت و پناہ بن رہا تھا۔ میجر ٹون نے اپنا باقاعدہ فوج سے سخت مقابلہ کیا۔ اور بُرجوں پر توپیں لگا دیں۔ جن سے نواب کے لشکر پر گولہ باری ہوتی تھی۔ اور دیوار کی جھانکیوں سے قلعہ نشین سپاہی بندوقیں مارتے تھے۔ با ایں ہمہ نواب نے اُن کو سخت تنگ کر رکھا تھا۔ جب جنرل اسمتھ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اپنی فوج کو سوادکولار سے اٹھا کر قلعہ ہسکوٹہ کی حفاظت اور قلعہ نشین لوگوں کی حمایت کو آگے بڑھا۔ نواب حیدر علی خاں نے جنرل اسمتھ کے آنے کی خبر پاکر ٹیپو سلطان اور میر علی رضا خاں کو مع فوج و توپخانہ کے آگے بڑھ کر جنرل اسمتھ کی راہ روکنے کو حکم دیا۔ اور قلعہ ہسکوٹہ کو جلد فتح کر لینے کے لئے اور مناسب تدبیریں ہونے لگیں۔ صبح سے کچھ پہلے محمد علی کمیدان نے قلعہ کے پیچھے ایک موقع پاکر سیڑھی لگا دی اور

کچھ فوج قلعہ میں اُتار دی اور توپوں تک جا پہنچا۔ قلعہ کے باہر چاؤں طرف نواب کی سپاہ کا لالہ زار نظر آیا۔ تب قلعہ والوں نے امان طلب کی اور محمد علی کمیدان نے قلعہ کے بُرج سے انگریزی نشان اُتار کر حیدری نشان قایم کر دیا۔ قلعہ والوں کی جان بخشی کی گئی۔ اور اُن سب کو بے ہتھیار کے قلعہ سے نکال کر حیدری بند و بست قایم کیا گیا۔ پھر نواب مع فوج جنرل اسمتھ کی فوج سے مقابلہ کرنے کو متوجہ ہوا۔ جنگ کے میدان میں توپخانہ قایم کر دیا۔ اور کچھ فوج مع چند توپوں کے دوسرے ایک نشیب میں پوشیدہ بٹھادی تاکہ جب جنرل اسمتھ کی فوج سامنے سے گزرے تو گولے اور گولیوں کی باڑہ سے اُسکی خبر لے۔ چنانچہ جب انگریزی فوج وہاں پہنچی۔ تو ایک بڑے دھاوے سے تھکی ہوئی تھی۔ سوا اس کے اُس کو اچانک جنگ ہو پڑنے کا خیال نہ تھا اس لئے حیدری فوج کی توپ و تفنگ سے بہت لوگ کام آئے۔ اس موقع پر جنرل اسمتھ نے بہت بڑی لیاقت اور دلیری ظاہر کی۔ اور ایک خاص طور کے قواعد جنگ سے کام لیا۔ یعنی اپنی فوج کے کچھ حصہ کو مختلف نشیبوں میں بٹھا دیا۔ اور سامنے کی فوج کو زمین پر لٹا دیا۔ اس سے جو گولے گولیاں پڑتیں وہ ادھر اوپر نکل جاتیں۔ تب وہ فوج اُٹھ کر نواب کی فوج پر باڑہ مارتی اور پھر لیٹ جاتی۔ اس طور پر کارآزما جنرل نے شام تک لڑائی جاری رکھی۔ شام کو دونو فوجیں علیحدہ ہو کر اپنے اپنے خیمہ گاہ میں واپس

آئیں۔ ابھی تک جنرل کو قلعۂ ہسکوٹہ کے فتح ہو جانے کی خبر نہ تھی۔ بدذات کو نواب نے قلعہ ہسکوٹہ کے کئی اسیروں کو چھوڑ دیا تاکہ وہ قلعہ مذکور کی فتح کامل سے جنرل اسمتھ کو مطلع کردیں۔ جب یہ لوگ جنرل اسمتھ کے پاس پہنچے اور سب سرگذشت بیان کی۔ تو جنرل اسمتھ کو بہت افسوس ہوا۔ کہ اُس کے پہنچنے سے پہلے قلعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اپنی فوج پھر کولار کو واپس لے گیا۔ اور نواب نے اس مقام سے اپنا کیمپ اُٹھا کر نرسی کے سواد میں قایم کیا۔ دو تین روز کے بعد نواب کو معلوم ہوا۔ کہ ایک ہزار سوار اور دو پلٹنوں کی حفاظت میں انگریزی رسد جنرل اسمتھ کے لشکر کو جا رہی ہے۔ نواب نے دو رسالے مع دو توپ کے ہمراہ لیکر ہرین ہلی کے گھاٹ پر اُسے جا لیا۔ اور اُس انگریزی بدرقہ کو قتل اور متفرق کرکے وہ سب سامان چھین لیا۔ اور اپنی خیمہ گاہ میں لے آیا۔ جنرل اسمتھ کو اس رسد کے نکل جانے اور نواب کی بار بار تاخت سے اپنی بدنامی محسوس ہوئی۔ اور انگریزی فوج کی تکلیف کا خیال کرکے چند روز کو جنگ موقوف کرنے کی تجویز کی۔ اُدھر جنرل اسمتھ نے چند روز لڑائی موقوف رکھ کر انتظامی حالتوں کو درست کرلینے کا ارادہ کیا۔ اُدھر نواب حیدر علیخاں نے خیال کیا کہ انگریزوں نے بالاگھاٹ کے علاقوں میں بہت کچھ پاؤں جمائے ہیں۔ اور روز بروز پاؤں بڑھانے کی نیت ہے۔ اسلئے ہم بھی علاقہ جات پائین گھاٹ پر یورش کرنے میں کمی نہ کریں۔ جو نواب محمد علیخاں اور انگریزوں کے پاس ہے۔ تمام

سرداران فوج اس خیال کی تائید پر مستعد ہو گئے۔ تب نواب حیدر علیخاں اپنی فوج سوار و پیادہ کے ساتھ اُس طرف متوجہ ہوا۔ اور علاقہ پائیں گھاٹ میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔ اور کرشن گری۔ قلعہ ترپا تور۔ وانم باڑی۔ انبور۔ سات گڑھ۔ اُپی ایلورا۔ دھونی گڑھ کے علاقوں میں لوٹ مار کرتا اور اُن پر اپنا قبضہ جماتا ترناملی میں جا پہنچا۔ اور وہاں اپنا فوجی کیمپ قایم کیا۔ پھر شاہزادہ ٹیپو سلطان کو مع فوج مناسب کے مدراس کو روانہ کیا۔ اور میر علی رضا خاں کو مع لشکر تنجاور اور تھنجور نگر پر روانہ کیا۔ اور غازی خاں کو چتور اور مہا میرزا کو نیلور کی جانب جانے کا حکم دیا۔ ہر ایک کے ساتھ جمعیت مناسب مع سامان جنگ روانہ کی گئی۔ ان سرداروں نے اُن اطراف کے علاقوں کو اپنی لوٹ مار سے بالکل تاراج کر دیا۔ تب نواب محمد علیخاں کی آنکھیں کھلیں۔ اور اُس نے جنرل اسمتھ سے کہا کہ نواب حیدر علی خاں کی رستخیز سے تمام علاقہ برباد ہو گیا اور ہو رہا ہے۔ بہتر ہے کہ اُس سے صلح کیجائے جنرل اسمتھ نے جواب دیا کہ میں صرف تمہاری وجہ سے اُس سے لڑتا ہوں ورنہ مجھ کو کوئی ضرورت نہیں اور نہ میرے خلاف اُس سے کوئی کام ظہور میں آیا ہے جس کا اُس سے بدلہ لیا جائے۔ جب جنرل اسمتھ نے یہ جواب دیا تو نواب محمد علیخاں نے حیدر علیخاں کے نام ایک محبت نامہ تیار کیا۔ اُس میں لکھا کہ آپ کی رستخیز سے خلق خدا پریشان ہے۔ اور علاقے بیچراغ ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں

چودہ لاکھ روپیہ مع چند تحایف دیگر کے ارسال کرتا ہوں۔ اب آپ اپنی تلوار کو میان میں کرلیں۔ یہ خط مع نقدی و تحایف نجیب خاں اور دانشمند خاں کے ہاتھ روانہ کیا گیا جو محمد علی خاں کے خاص معتمد تھے۔ جب یہ سفیر حیدر علی خاں کے پاس پہنچے اور خط دیا تو وہ پڑھکر بہت خوش ہوا اور وہ پیشکش منظور کرلیا۔ اور ان معتمدین کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور دونو کو خلعت دیکر رخصت کیا۔ اور اُس خط کا جواب لکھ کر علی زمان خاں اور مخدوم علی خاں کو اپنا سفیر بنایا اور محمد علی خاں کے پاس بھیجا اور صلح کی کارروائی ہونے لگی۔ نواب محمد علیخاں نے علاوہ علاقہ جات منضبطہ کے کڑوڑ کا علاقہ بھی نواب حیدر علیخاں کے حق میں چھوڑ دیا۔ اور جو لوگ نواب حیدر علی خاں کے نواب محمد علیخاں کے پاس قید تھے وہ سب چھوڑ دئے گئے۔ اور جو لوگ نواب محمد علی خاں کے زیر اثر رہنے پر راضی نہ تھے۔ اُن کو نواب حیدر علی خاں نے اپنے ساتھ لے لیا۔ اور اس نتیجہ کو امداد غیبی سمجھ کر مع فوج دریا موج ملک بالاگھاٹ میں آداخل ہوا۔ اور وہاں کی خوف زدہ رعایا کو ہر طرح پر تسلی دی ◆

لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور ۱۷۶۷ء سے ۱۷۶۹ء تک کے واقعات کی یوں توضیح فرماتے ہیں کہ حیدر علی کا رسوخ دیکھ کر نظام حیدرآباد نے انگریزوں کو چھوڑتا اور حیدرعلیخاں سے مل جانا چاہا۔ تاکہ پائیں گھاٹ کے ملکوں پر حملہ کرے۔ اس وقت

نظام، ور حیدر علی خاں کی متحدہ فوجوں میں ۴۲ ہزار سوار ۲۸ ہزار پیدل ۱۰۹ توپیں تھیں۔ اور انہوں نے نشیبی ملک میں اُتر کر نیفٹ کی فوج پر حملہ کیا۔ اور حیدر علی نے رسد پہنچنے کے راستے بند کر دئے مگر وہ نقصان کے ساتھ پسپا ہوا۔ اسی اثنا میں مدراس سے کرنل وڈ کو حکم پہنچا۔ کہ ترچناپلی سے ترتاملی کو چلا جائے۔ جہاں نواب محمد علی خاں رئیس ارکاٹ نے کافی رسد کا یقین دلایا ہے لیکن یہاں کچھ سامان نہ ملا۔ اور نہ یہ مقام محفوظ پایا گیا۔ تب کرنل اسمتھ حیدر علی سے پہلا مقابلہ کرنے کے بعد ترتاملی کو روانہ ہوا۔ تاکہ وہاں پہنچ کر سامان حرب فراہم کرے۔ اور وہ یہاں کرنل وڈ سے مل گیا۔ ان دونو کی متحدہ فوجوں میں سوار ۱۰۲۳۔ پیدل ۵۰۰۰ توپیں ۱۶ تھیں۔ اس حالت میں نظام اور حیدر علی انگریزی فوج پر حملہ کرنے کو آگے بڑھے اور ترتاملی سے چھ میل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوئے۔ یہاں حیدر علی نے ایک بڑا دمدمہ باندھا۔ ۲۶ ستمبر ۱۷۶۷ء کو نہایت ہی سنگین واقعہ کا آغاز ہوا۔ جس کے نتیجہ میں انگریزوں کو فتح کامل حاصل ہوئی۔ اور نظام اور حیدر علی کے بارہ سَو آدمی کام آئے۔ اور ۳۷ توپیں انگریزی فوج نے چھین لیں۔ لیکن انگریزوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔ زاں بعد حیدر علی نے ترّوپاتُر اور وانیم باڑی کو پھر فتح کر لیا۔ اور بارہ محال میں قلعۂ امبر کو مستحکم محاصرہ میں لایا۔ لیکن کپتان کال ورٹ نے بہادری سے اُسکی

حفاظت کی اور یہاں تک اُس کو بچا سے رکھا کہ اسمتھ کی ماتحتی میں ویلور سے مدد آ پہنچی۔ اور انگریزوں نے پرونیم بادی میں حیدرعلی پر حملہ کیا۔ حیدرعلی نے اُس کو خالی کردیا۔ اور نہایت دلیری سے ایک بڑی جماعت پر جا پڑا جو سامان حرب اور رسد لئے ہوئے انگریزی فوج کی شرکت کو آرہی تھی۔ یہ حملہ سنگارانیٹا میں واقع ہوا۔ اس میں حیدرعلی کے چند افسر کام آئے اور اُسکا گھوڑا اُسکی ران کے نیچے مارا گیا۔ لیکن وہ بال بال بچ گیا۔ اس سے متاثر ہو کر اُس نے زیادہ چھیڑ موقوف کردی۔ اور اُس کے رفیق نظام نے بھی اُسکی دوستی میں خطرہ دیکھ کر انگریزوں سے خط و کتابت شروع کردی۔ اور اُس کو چھوڑ کر شمال کیجانب چل دیا۔ تب حیدرعلی نے اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کو مع فوج و توپخانہ کے آگے بڑھایا۔ وہ کوہستان میں جا کر اپنے مقبوضات کی حفاظت کرتا رہا۔ اس عرصہ میں نیر (نایر) لوگوں نے ملیبار میں مفسدہ برپا کیا۔ اور بمبئی سے انگریزوں کی مدد حاصل کی جنہوں نے منگلور لینے کو ایک علحدہ فوج آور بھی روانہ کی تھی۔ اسوقت حیدرعلی نے منگلور اپنے وفادار نایب فضل اللہ خاں کی حفاظت میں چھوڑا اور خود تیز دھاوے کرتا ہوا ملیبار پہنچا اور اپنی فوج کے ساتھ منگلور کے سامنے نمودار ہوا اور اُسے بآسانی اپنے قبضہ میں کرلیا۔ قلعہ کی فوج نے بلا شرائط اپنے تئیں حیدرعلی

کے سپرد کر دیا اور اپنی توپیں خزانہ اور سامان کے ذخیرے سب فاتح کے حوالے کر دئے۔ اس کے بعد حیدر علی پھر اپنے مقام پر واپس آیا۔ اور راستہ میں بدنور کو دیکھتا آیا جس کے زمینداروں نے انگریزوں کو سامان رسد بھیجا تھا اُس کی پاداش میں اُن سے بہت بڑا جرمانہ وصول کیا۔

جب حیدر علی مشرقی سرحد سے ہٹ گیا تو مدراس کی گورنمنٹ نے اُن سب مقامات کو جو حیدر علی نے بارہ محال میں فتح کئے تھے۔ اور اُن کے علاوہ "ذندی گل" تک ملک فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے ایک فوج کرنل وُڈ کی ماتحتی میں روانہ کی۔ کرنل وُڈ کی فوج کے سامنے کسی قلعہ کی فوج نہ ٹھہری اور وہ اس مہم کا ایک جزو پورا کرکے کرنل اسمتھ کی فوج سے مل جانے کو روانہ ہوا۔ کرنل اسمتھ نے کرشنا گری کے قلعہ پر حملہ کرکے جس کی فوج نے کرنل کی اطاعت قبول کر لی میسور کے سطح مرتفع پر یورش کی۔ اسی اثناء میں کرنل اسمتھ کے نام حکم آیا کہ مفتوحہ اضلاع کی مالگذاری محمد علیخاں نواب ارکاٹ کی رضامندی سے وصول کی جائے۔ محمد علی اس موقع پر وہ تمام ملک جو حیدر علی سے چھینا گیا۔ اپنے قبضہ میں لانا چاہتا تھا۔

حیدر علی نے بڑی کوشش کی کہ کرنل وُڈ کی فوج کرنل اسمتھ کی فوج سے ملنے نہ پائے۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ ہوا اور جب دونو

کرنلوں کی فوجیں مل گئیں تو حیدر علی گرم کنڈا کو فرار ہوگیا اور
وہاں اپنے بہنوئی علی رضا خاں کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ
اپنی قواعد دان فوج کے ساتھ اُس کے جھنڈے کا شریک ہو جائے
اب اس طرح قوی ہو کر حیدر علی کولار کی جانب واپس آیا۔ لیکن
اب اس کو یہ خوف پیدا ہوا کہ انگریزی فوج بنگلور کا محاصرہ کریگی
اس خوف سے اُس نے صلح کا پیغام بھیجا۔ اور انگریزوں کو
بارہ محال اور دس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن اُس نے
محمد علی کو کوئی قطعہ ملک دینا نہ چاہا۔ کیونکہ محمد علی سے اُس کو بلا کی
نفرت ہوگئی تھی۔ حیدر علی کو دبتا ہوا دیکھ کر گورنمنٹ مدراس نے
بڑے بڑے دعاوی پیش کر دئے۔ ایک تو اپنے لئے اُس کے ملک
کا ایک بڑا حصہ طلب کیا۔ دوسرے نظام کو بھی خراج دلانا چاہا۔
اس لئے اس وقت کے نامہ و پیغام کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور از سر نو
جنگ کی تیاریاں شروع ہوئیں +

مول باگل مع مقامات دیگر کرنل اسمتھ کے قبضہ میں تھا۔ مگر
کرنل اس وقت غیر حاضر تھا۔ اس لئے مدراس کے دکلائے
صلح نے چاہا کہ اس مقام کی انگریزی فوج ہٹا کر محمد علی کی فوج
کا ایک حصہ یہاں متعین کر دیں۔ لیکن حیدر علی نے گرم کنڈا سے
واپس آکر یہاں کی فوج کے کمانیر کو توڑ لیا اور قلعہ پر قابض
ہوگیا۔ اُس کے چھیننے کو کرنل وُڈ فوراً روانہ ہوا۔ لیکن اُسکو یہ

خبر نہ تھی کہ حیدر علی کی فوج قریب ہی موجود ہے۔ دوسرے روز حیدر علی اُس پر آ ٹوٹا۔ حیدر علی کے عقب میں پیدل فوج بہت کثرت سے تھی۔ بڑی خونریز جنگ واقع ہوئی جس میں حیدر علی کی توپوں نے بڑی تاثیر کے ساتھ کام کیا۔ قریب تھا کہ انگریزی فوج کو شکست ہو جائے۔ لیکن اُسی وقت کپتان بروک جو حفاظت سامان کے متعلق چار کمپنیوں کا افسر تھا بڑی سخت محنت کر کے ایک مخفی راستہ سے دو توپیں ایک پہاڑی پر چڑھا لے گیا۔ اور حیدر علی کی فوج پر گولے برسانا شروع کیا۔ اور اسمتھ کا نام لے لے کر شور مچایا۔ حیدر علی کی فوج نے جانا کہ اسمتھ آگیا اور وہ تھوڑی دیر تک پیچھے ہٹتی رہی۔ اس مہلت میں کرنل وُڈ نے اپنی فوج کو ترتیب دے لیا۔ لیکن حیدر علی نے پھر حملہ کیا اور اپنے رسالوں سے بروک والی پہاڑی پر دھاوا کیا۔ لیکن بڑے نقصان سے پسپا ہونا پڑا۔ اور طرفین کا سخت نقصان ہوا۔ کرنل اسمتھ کے پاس بڑی تیزی سے سوار دوڑائے گئے کہ کمک کو پہنچے لیکن اسمتھ کے آنے تک حیدر علی اور اُس کی فوج غایب ہو گئی۔

انگریزی کمانڈروں کو معلوم ہو گیا کہ اُن کی فوجیں بنگلور فتح کرنے کے لئے بالکل ناکافی ہیں۔ اور حیدر علی باقاعدہ جنگ پر آمادہ نہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن مدراس کی گورنمنٹ نے جو محمد علی کی باتوں پر فضول بھروسہ رکھتی تھی۔ کرنل اسمتھ پر خفگی ظاہر کی کہ اُس نے

بنگلور کی فتح میں کیوں دیر لگائی۔ اور کرنل اسمتھ کو مدراس طلب کرکے اُس کی افواج کو کرنل وُڈ کی ماتحتی میں چھوڑ اگیا۔ اُدھر اسمتھ مدراس روانہ ہوا۔ اُدھر حیدرعلی نے فوراً ہوسور کا محاصرہ شروع کیا۔ تب کرنل وُڈ باگ لور کے راستہ سے ہوسور کی حفاظت کو نکلا۔ حیدرعلی نے خبر پاکر راستہ روکا اور کرنل وُڈ کی فوج کو زک پہنچا کر بھاری توپوں اور سامان پر قبضہ کرلیا اور پھر وہ سامان بنگلور کو بھیج دیا۔ اب پیچھے ہٹنے پر کرنل وُڈ کو معلوم ہوا کہ حیدرعلی کی فوج نے اُسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور بدقسمتی سے اس موقع پر فوج کو بہت ہی آفتناک بربادی میں مبتلا ہونا پڑا۔ آخر کو میجر فٹز جیرلڈ جو دین کا ناگری میں متعین تھا کرنل وُڈ کی مدد کو جھپٹا اور پیچھے سے آکر اُس کی فوج کو تمام و کمال برباد ہونے سے بچالیا۔ اس بدقسمت جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ کرنل وُڈ بھی واپس طلب کرلیا گیا۔ اور کرنل لینگ اُسکی جگہ بھیجا گیا۔

جس زمانہ میں بنگلور فتح کرنے کی بیکار کوششیں ہورہی تھیں۔ حیدرعلی نے اپنے نایب فضل اللہ خاں کو نئی فوجیں بھرتی کرنے کے لئے سرینگ پٹن کو بھیجا تھا۔ جب وہ تیاریاں پوری ہوچکیں۔ تو حیدرعلی نے نومبر ۱۷۶۸ء میں فضل اللہ کو ایک بڑی زبردست فوج اور توپخانہ کے ساتھ انگریزوں سے انتقام لینے کے لئے درۂ گجل ہٹی کی طرف آگے بڑھایا۔ جو اس وقت انگریزوں کے قبضہ میں تھا فضل اللہ

نے جاتے ہی اُس پر قبضہ کرلیا۔ اور اُس نے آسانی سے درہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے پیچھے خود حیدر علی خاں ایک فوج جرار اور توپخانہ لیکر روانہ ہوا۔ اور ضلع کوئمبٹور میں داخل ہوکر کرور پر قبضہ کرلیا۔ اور ایروڈ کی جانب بڑھا۔ اُدھر جاتے ہوئے کپتان نکسن سے مقابلہ ہوگیا اور اس کو فاش ہزیمت ہوئی۔ اس کی فوج میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو یا تو مارا نہ گیا ہو یا زخمی نہ ہوا ہو۔ آخر کو حیدر علی نے ایروڈ فتح کرلیا۔ انگریز افسر جو دینم باڈی کا کمانیر دوم تھا۔ اُس نے پچھلے سال حیدر علی سے یہ قول کرلیا تھا کہ اُس کے خلاف جنگ میں کام نہ کرے گا۔ لیکن اب جو کمانیر پایا گیا۔ تو حیدر علی نے دینم باڈی کی تمام فوج کو مع کاویری پورم کی فوج کے گرفتار کرکے سرنگاپٹم کے محبس میں گھُٹ گھُٹ کر مرنے کو روانہ کردیا۔ پھر حیدر علی نے گھاٹوں کے جنوب میں وہ تمام اضلاع فتح کرڈالے جو انگریزوں نے اُس سے چھین لئے تھے۔ اور اب وہ مشرق میں مدراس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس فوجکشی پر مدراس کی گورنمنٹ بہت سراسیمہ اور پریشان ہوئی اور کپتان بروک کو صلح کے کام پر مامور کرکے صلح کا پیام دینے کو بھیجا۔ اس ملاقات میں حیدر علی نے صلح پر رضامندی ظاہر کی لیکن اُس نے ارکاٹ کے دغاباز نواب (محمد علی) کو کسی قسم کی رعایت دینے سے انکار کیا۔ اس پر صلح ملتوی ہوگئی۔ لیکن نواب حیدر علی خاں نے

اپنے نڈر عزم و ہمت سے جس کے لئے وہ ممتاز تھا اب وہ تدابیر کیں کہ مدراس کی گورنمنٹ خوف سے کانپ جائے۔ یعنی اُسنے اپنی فوج کے اصلی حصّہ کو اہتور درہ سے ہوکر مغرب کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا اور چھ ہزار چیدہ سوار اور تھوڑے پیدل لیکر وہ خود روانہ ہوا اور ساڑھے تین دن میں ۱۳۰ میل کا دھاوا کرکے کوہ سینٹ طامس پر مدراس سے پانچ میل پر جا پہنچا۔

اب کیا تھا۔ نے الفو مسٹر ڈیوپھری اُس سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے متعین ہوا۔ حیدر علی نے پہلی یہ شرط چاہی کہ آیندہ فریقین ایک دوسرے کے مواقع جنگ دشمن پر مددگار رہوں۔ گورنمنٹ مدراس نے اس شرط کو منظور تو کر لیا۔ لیکن ضرورت کے وقت گورنمنٹ نے حیدر علی کی مدد نہ کی۔ ۲۹۔ مارچ سنہ ۱۷۶۹ء کو یہ جلسہ برخاست ہوا اور فریقین نے اپنے اپنے مقبوضہ مقامات جو دَوران جنگ میں انہوں نے فتح کئے تھے اور اپنے اپنے قیدی ایک دوسرے کو واپس کردئے ان مقامات میں ایک مقام کرور بھی تھا اور میسور کا اُس پر پرانا قبضہ تھا۔ اور یہ مقام اس وقت محمد علی کے قبضہ میں تھا۔ وہ بھی حیدر علی کو دیدیا گیا۔ کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ اپنی نقل و حرکت سے جو اس صلح سے قبل عمل میں آئی میسور کے سردار حیدر علی نے اپنی سلیقہ شعاری اور مادر زاد مدبر کی ذکاوت کے اعلےٰ صفات کا اظہار نہیں کیا۔ بر خلاف اس کے مدراس کی گورنمنٹ نے

کم فہمی اور اپنے بودے پن کا ثبوت دیا اور نادانی سے دغا باز محمد علی پر بھروسہ کیا۔ مگر حیدر علی نے ایسا نہ کیا بلکہ اُس نے محمد علی کی فریب دہی کا پورا اندازہ کر لیا تھا۔

کڑپہ۔ کرنول۔ بلاری پر لشکر کشی

وقایع ۱۱۸۵ ہجری[1]

جب نواب حیدر علی خاں انگریزوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے تو نواب عبد الحکیم خاں حاکم کڑپہ اور نواب منور خاں حاکم کرنول اور راجہ بلاری نے نواب کے علاقوں کو لوٹا اور رعایا کو تنگ کیا تھا۔ اُس کا انتقام لینا ضرور تھا۔ اس لئے جب انگریزوں سے مصالحت ہو گئی۔ تو نواب حیدر علی خاں چھ ہزار سوار و پیادہ مع توپخانہ کے لیکر شکار کھیلتے ہوئے سواد کڑپہ میں داخل ہوئے۔ اور سواروں کو دیہات کی لوٹ کا حکم دیا۔ حاکم کڑپہ نے یہ حال دیکھ کر ایک سفیر مع پانچ لاکھ روپیہ نقد اور دو ہاتھی اور چار گھوڑوں کے نواب کے حضور میں روانہ کیا اور عفو قصور کی درخواست کی۔ نواب نے پیشکش منظور کر کے قصور معاف کر دیا۔

[1] نشان حیدری میں ان واقعات کا ۱۱۸۶ہجری میں واقع ہونا لکھا ہے۔

پھر نواب نے پیکن ہلّی کی طرف کوچ فرمایا۔ یہاں میر غلام علی قلعدار نے نواب پر گولہ چلایا۔ اُس پر نواب کی فوج نے قلعہ کے آس پاس کے کئی دیہات کو تاراج کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر میر غلام علی نے ایک وکیل کے ذریعہ سے دو لاکھ ہون اور پچاس ہزار روپے بابت جرمانہ اُس حرکت بیجا کے نواب کے حضور میں ارسال کئے اور اپنے قصور پر ندامت کا اظہار کیا۔ اس پر نواب نے وہ جرمانہ قبول کر کے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور کرنول کو روانہ ہو گیا۔ وہاں کے حاکم نے بھی سب سے بہتر ذریعہ رستگاری کا پیشکش اور معذرت کو سمجھ کر دو لاکھ روپے حضور میں ارسال کئے۔ اور انتقام گذشتہ سے امان پائی۔ زاں بعد نواب حیدر علیخاں منافق مرار۔ راؤ کے علاقہ سے ہوتے ہوئے کرنول پہنچے۔ نواب کرنول پہلے اپنی فوج لے کر مقابلہ کو سامنے آیا۔ کیونکہ مسکین شاہ درویش نے اُس سے کہا تھا کہ ہم تیرے ساتھ ہیں تجھ کو شکست نہ ہو گی۔ لیکن جب مسکین شاہ نے نواب حیدر علی خاں کے جبروت و جلال کو دیکھا۔ تو نواب کرنول کو صلح کر لینے کی ہدایت کی۔ نواب منوّر خاں حاکم کرنول نے پچاس لاکھ روپے نقد مع نفایس گراں بہا نواب کے حضور میں روانہ کئے۔ نواب نے قبول فرما کر اُس کو انتقام سے معاف کیا۔ اور دوسرے روز وہاں سے کوچ کر کے بنی کنڈہ اور بنڈی کنڈہ کی راہ سے سواد بلاری میں، داخل ہوا اور فوج کو قلعہ بلاری پر گولے برسانے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ گولہ انداز

نے بڑے بڑے پتھر غباروں میں بھر کر غباروں کو قلعہ کی طرف چھوڑا۔ یہ پتھر باروت کے زور سے ہوا میں اُڑ کر قلعہ میں گرے جس سے حرہر آکے لوگ زخمی ہوئے اور عورتوں میں ایک کہرام پڑ گیا۔ اور سب عورتوں نے راجہ کو گھیر کر فریاد کی کہ جو کچھ تیرے پاس ہے نواب کو دیکر عفو قصور کی درخواست کر۔ اس پر راجہ نے مضطر ہو کر ایک وکیل مع قطعہ عریضہ اور دو لاکھ روپے نقد کے نواب کے حضور میں بھیج کر امان طلب کی۔ نواب نے اُس کی پیشکش کو قبول فرما کر انتقام سے درگذر کی +

یہیں نواب کو معلوم ہوا۔ کہ تانتیا مرہٹہ ناظم مرچ بہ سبب اغوا گوبند باؤ اور امرت راؤ کے نواح دھاڑواڑ اور بادامی میں جو دولت خداداد نواب سے متعلق ہیں۔ لوٹ مار کر رہا ہے۔ نواب فی الفور تنگ بھدرا ندی کو عبور کر کے یلغار کے طور پر قریب بنکاپور کے جا نکلا۔ سردار مرہٹہ وہ نواح چھوڑ کر اپنے مستقر کو چلا گیا۔ تب نواب نے سواد شانور میں قیام فرمایا۔ نواب عبد الحکیم خاں جو کئی بار زک پا چکا تھا۔ اس مرتبہ خاص نیاز مندی سے پیش آیا۔ اور ایک لاکھ ۳۵ ہزار روپیہ خرچ یکروزہ لشکر ظفر پیکر اندازہ کر کے حاضر کیا۔ جو نواب نے خوشی سے قبول فرمایا۔ پھر سر ہٹی۔ ڈامل۔ کپل کے راجوں سے پیشکش لیتا ہوا بیجانگر عرف اناگندی کے سواد میں خیمہ زن ہوا۔ اور راجہ تمراج کو جو وہاں کا حاکم تھا طلب فرمایا۔ یہ راجہ قوم سے چھتری تھا اور دستور کے موافق کسی کو سلام نہ کرتا تھا۔ اس لئے اپنے بیٹے کو ایک لاکھ ہون دیکر نواب کے حضور میں بھیجا اور اپنے حاضر

ہونے سے معافی کا خواستگار رہوا۔ نواب نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔ اناگندی کے سواد سے اٹھ کر بوکا پٹن کی راہ سے سواد ہاکل واڑی میں نزول اجلال فرمایا۔ یہاں کا راجہ سفاہت اور حماقت میں ضرب المثل ہو رہا تھا۔ اُس کو تفریح خاطر کے لئے حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ●

یہ راجا افیون کا غیر معمولی حریص و شایق تھا۔ اپنے ملک کے تمام محاصل کی افیون لے لیتا تھا۔ کوٹھے کے کوٹھے افیون سے بھرے ہوئے تھے۔ کبھی گھر سے باہر نہ نکلتا تھا۔ ہر دم افیون کا خواہاں اور اسکی پینک میں غرق رہتا تھا۔ اس کے محل کی پشت پر ایک تالاب وسیع اور تالاب کے اُس طرف ایک پہاڑ واقع تھا جب وہ بتقریب سیر اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھتا اور اُس تالاب اور پہاڑ کا نظارہ کرتا تو اپنے درباروالوں سے کہتا کہ کاش یہ پہاڑ افیون ہو جائے اور اس تالاب میں گھول کر کسونبا بنایا جائے اور لوگ چاروں طرف

سلہ ایام سابق میں تمامی ممالک کرناٹک اور ملیبار کنارہ رود کرشنا تک بیجانگر عرف اناگندی کے راجوں کے پاس تھے آخر کار سلاطین قطب شاہیہ اور عادل شاہیہ اور نظام شاہیہ کی لڑائیوں میں بہت ملک اُن کے قبضۂ تصرف سے نکل گیا۔ پھر اورنگ زیب کے عہد میں اور کمی ہوئی۔ نواب حیدر علیخاں کے وقت میں چند پرگنات پر قانع ہو کر ایام حیات بسر کرتے تھے۔ اب یہ ریاست نظام حیدر آباد کے ماتحت ہے ●

بیٹھ کر نوش کریں۔ اور جب اُس کی رانی محل میں بُلاتی۔ تو
لونڈیاں باندیاں گھنٹوں منّت سماجت کرتیں کہ مہاراج اُٹھیے
رانی صاحب یاد کر رہی ہیں۔ آخر میں ہاتھ پکڑ کر زبردستی اُٹھا
لیتیں اور گرتے پڑتے کھینچ لے جاتیں۔ تب رانی کے پاس
بیٹھ کر قدرے قلیل شیر برنج کھاتا اور اگر کبھی باغ کی سیر کو جی
چاہتا جو اُس کے محل سے ایک تیر کے پلّہ پر تھا تو صبح سے چلتا اُو
اُونگھتا ہوا دوپہر تک باغ میں پہنچتا۔ اور اگر آنکھ کھل جاتی تو
خادموں سے دریافت کرتا کہ ہم کو محل سے نکلے ہوئے کتنے روز
ہوئے ہیں۔ دیکھئے اب کب تک گھر پہنچنا ہو۔ لوگ کہتے کہ آپ جلد
قدم اُٹھائیں تو گھر پہنچنا چند قدم سے زیادہ نہیں۔ یہ سُن کر ہنستا اُو
کہتا کہ جلد چلنا جانوروں کا کام ہے۔

الغرض جب نواب کے سلام کو حاضر ہوا تو نواب نے اُس کی عجیب ہیئت دیکھ
اور دنیا سے گیا گذرا سمجھ کر اُس کی بڑی خاطر کی۔ اور پُوچھا کہ آپ کے
علاقہ کا کیا حال اور خزانہ کی کیا حقیقت ہے اور آپ مجھے کیا نذر دیںگے
کہنے لگا کہ آپ کے اقبال سے کئی سَو من افیون بھری پڑی ہے۔ اور
دودھ پینے کے لئے کئی سو گائیں موجود ہیں۔ اور میری رانی آپ کی
کنیز ہے۔ وہ ننگی نہیں۔ کچھ زیور بھی اس کے پاس ہے۔ جو حکم ہو
حاضر کیا جائے۔ نواب یہ باتیں سُنکر ہنس پڑا۔ اور اُس راجہ کے
افیون کے خرچ کو ۴ ایک گاؤں سیر حاصل علیحدہ کر کے باقی علاقہ پر

دیانت دار عملہ اور ناظم مقرر کر دیا۔ تاکہ وہ سب کا سب افیون کے نام سے برباد نہ ہو۔ اور اس کی رانی کو منتظم کر دیا۔ پھر پوری کامیابی سے بفتح و فیروزی خنداں خنداں سرینگ پٹن کو واپس آیا۔

شہزادہ ٹیپو سلطان کی شادی مع شادی ہائے دیگر

واقع ۱۱۸۵ھ ہجری

جب نواب حیدر علی خاں نے بعض لڑائیوں سے فرصت پاکر برائے چندے سرینگ پٹن میں آرام کرنا چاہا۔ تو انہیں دنوں میں شہزادہ والا تبار اور خاندان کی دوسری شادیوں سے فرصت پانا مناسب جانا۔ اور ٹیپو سلطان کے لئے امام صاحب بخشی نایطہ مرحوم کی لڑکی تجویز کی جس کے باپ کو اسی غرض کے لئے آرکاٹ سے لایا تھا لیکن خواتین محل نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ کیونکہ وہ خاندان کی لڑکی نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے رقیہ بانو صبیہ میاں لالہ شہید جیرکولی کو جو برہان الدین سپہ سالار کی ایک حقیقی بہن تھی واسطے مناکحت شہزادہ ٹیپو سلطان کے تجویز کیا۔ نواب کو اپنی رائے سے ہٹنا پسند نہ آیا۔

آخر کار یہ تجویز ٹھیری کہ ایک شب میں دونو لڑکیوں کے ساتھ ٹیپو سلطان کا نکاح پڑھایا جائے۔ چنانچہ نہایت شان وشوکت سے مجلس شادی ترتیب دی گئی۔ اور ایک مہینے تک تمام شہر اور لشکر میں نواب کی طرف سے سامان وعیش و دعوت مہیا کئے گئے۔ ارباب نشاط گلی کوچے رقص وسرود پر مامور ہوئے۔ تمام شہر آراستہ کیا گیا محتاجوں اور مسکینوں کو ایک مہینے تک کھانا تقسیم ہوتا رہا۔ غرض تکلفات شاہانہ اور اظہار فیاضی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا۔ پھر ایک شب کو تمام شہر کے گلی کوچوں میں چراغاں کیا گیا۔ اور ساعت سعید میں شہزادہ ٹیپو سلطان کو پہلے امام صاحب بخشی نایطہ مرحوم کے دروازہ پر لے گئے۔ وہاں ان کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح پڑھا گیا۔ پھر نوشہ کا ہاتھی لالہ میاں کے دروازہ پر آیا۔ یہاں اُن کی صاحبزادی کے ساتھ رسم نکاح خوانی ادا ہوئی۔ اور دونو طرف سے مبارک سلامت کی دھوم مچ گئی۔ پھر شہزادۂ والاتبار کی دونو بیگموں کو نہایت جاہ و احتشام سے رخصت کرا کر شہزادے کی حرم سرا میں پہنچایا گیا +

زاں بعد نواب نے شہباز صاحب مرحوم کی ایک لڑکی کو تربیت علیخاں نایطہ سے اور دوسری کو یٰسین صاحب بن یعقوب صاحب جمعدار سے بیاہ دیا۔ اور اپنی صاحبزادی کی شادی حافظ سید علی خلف شاہ صاحب دکھنی کے ساتھ کردی۔ اور چند ماہ میں ان سب شادیوں سے فارغ ہوگیا +

لشکر کشی کرنا تانتیا مرہٹہ ناظم مرچ کا باتفاق دیگر اور تسخیر کرنا نواب حیدر علی خاں کا ملک بلّاری کو

نواب حیدر علی خاں کی روز افزوں فتحمندیوں کو دیکھ کر نواب بصالت جنگ ناظم ادہونی۔ اور مرار راؤ نواب حیدر علی خاں کے خلاف طرح طرح کی کوششیں کیا کرتے تھے کہ کسی طرح اُس کو مات دے سکیں۔ آخر کار نواب بصالت جنگ نے اپنی کم عقلی سے ممالک مفتوحہ حیدری کے تسخیر کا ارادہ کیا اور نظام حیدرآباد کو اس مضمون کی عرضی بھی لکھ بھیجی کہ یہ کام آسانی سے انجام پذیر ہو جائیگا اور ابراہیم خاں کو جس کا دھونسا لقب تھا اور وہ اپنی بہادری کا بڑا گھمنڈ رکھتا اور خود کو سب سے بڑھ کر مرد میدان جانتا تھا۔ اس مہم پر روانہ کیا۔ اور جاسوسوں کی زبانی نواب کو معلوم ہوا کہ نواب بصالت جنگ نے صفدر جنگ کو سپہ سالار بنایا ہے۔ اور موسیو لالی فرانسیس کو جو رستم جنگ کے خطاب سے مخاطب تھا قلعہ بلّاری کی تسخیر

کا حکم ملا ہے۔ اور یہ دونو اس قلعہ کا محاصرہ کر رہے ہیں اور وہاں کا
راجہ توپوں سے جواب دے رہا ہے۔ اور اب ابراہیم خاں بھی انکا
شریک ہونے کو آ رہا ہے۔ نواب نے یہ خبر سن کر محمد علی کمیدان کو
پانچ ہزار سپاہی اور سات ہزار سوار۔ اور باجی راؤ خسہ پورہ ترکمر اؤ
کو (جو ایک مدت سے زمرۂ ملازمان میں داخل تھا) مع جمعیت مناسب
واسطے مقابلہ کے روانہ کیا۔ چنانچہ محمد علی کمیدان ایلغار کر پندرہ روز
میں دھاڑواڑ پہنچ گیا۔ اور اپنی کچھ فوج کو مع توپخانہ ایک نالہ میں
چھپادیا۔ باقی فوج کے ساتھ ایک میدان میں خیمہ گاہ قایم کی۔ اتفاق
سے وہ دن دسہرے کا دن تھا۔ جس روز مرہٹے اپنے گھوڑوں کو
رنگین اور زرین ساز و یراق سے آراستہ کرتے اور ان پر سوار
ہو کر وسیع میدان میں پھرتے اور ناچ رنگ کا تماشا دیکھتے ہیں۔ اور
اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے یا گاؤں لوٹنے کو فال نیک جانتے ہیں
ابھی محمد علی اپنے کیمپ کو اچھی طرح قایم بھی نہ کر پایا تھا۔ جو مرہٹوں
کا سردار تیس ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادے اور سولہ ضرب توپ
لئے مع اطفال و نسوان زیور پوش گھوڑیوں پر سوار خراماں خراماں
اُس میدان میں ظاہر ہوا۔ اور بایکدیگر جشن کھیلنے پھرنے لگے۔ محمد علی
نے کمینگاہ کے سپاہیوں سے کہلا بھیجا۔ کہ یہ شکار سلامت جانے نہ
پائے۔ پھر کیا تھا توپوں سے گولے اور بندوقوں سے گولیاں برسنا
شروع ہوئیں۔ اور دوسری طرف سے خود محمد علی اپنے سواروں کو

لیکر اُن میں گھس پڑا اور تلواروں پر دھر لیا۔ جس سے ہزاروں سرے خاک پر گر گئے۔ اور وہ مرغزار لالہ زار ہو گیا۔ اس ہنگامہ میں سب مرہٹوں کا سردار تانتیا بہادر بھی زخم کھا کر نیچے گرا اور محمد علی کے سواروں نے اُس کو مع بارہ اَور سرداروں کے گرفتار کر لیا۔ اور تمام لشکر کو لُوٹ لیا۔ کئی ہزار گھوڑے پکڑے گئے۔ بقیۃ السیف سوا بھاگ نکلے۔ بہت سی عورتیں بھی گرفتار ہو گئیں۔ آخر کو محمد علی نے فتح کا نقارہ بجوایا۔ اور اس اتفاقیہ موقع کی خداداد فتح پر خدا کا شکر بجا لایا۔ اور لوٹا ہوا سامان نصف فقیروں پر جو لشکر کے ساتھ رہتے تھے اور فوج والوں پر تقسیم کر دیا۔ اور دوسرا نصف جو اعلےٰ قسم کا تھا نواب حیدر علی خاں کے حضور میں مع عرضداشت روانہ کیا۔ نواب اس فتح سے بہت خوش ہوا اور محمد علی کو عطائے خلعت فاخرہ اور جواہر سے سرافراز کیا۔ اور لکھا کہ بصالت جنگ کی طرف سے دھونسا آ رہا ہے تم گھونسا بنکر جاؤ۔ اور دھونسا کے مُنہ کو توڑ دو میں بھی لشکر لے کر آتا ہوں۔ محمد علی نے بغور رو دشتقا ابراہیم خاں دھونسا کے لشکر پر تاخت کی۔ ادھر نواب اپنی فوج لیکر بطریق یلغار دو رات دن میں جنگل کی راہ طے کر کے تیسرے دن کی شب کو دفعۃً اچانک نواب بصالت جنگ کے لشکر پر جا پڑا۔ اور بندوقوں سے گولیاں اور تیر برسانا شروع کئے۔ گولوں کے بدلے بان مارے گئے۔ بصالت جنگ کے لشکر میں ہل چل پڑ گئی۔ اور سپاہ ہتیار اور گھوڑے سے

چھوڑ چھوڑ کر بحال پریشاں بھاگ نکلی۔ اور اُس لشکر کا سپہ سالار ننگے سر گرتے پڑتے موشیرلالی (فرانسیس) کے دستہ فوج میں پہنچ گیا۔ فرانسیسوں نے اُسے اپنے حافظہ میں لیکر محفوظ رکھا۔ اور نواب حیدر علیخاں نے فتح کا نقارہ بجوادیا۔ جب راجہ چنوہ نے ان واقعات کی خبر پائی تو وہ اس خیال سے کہ اب نواب حیدر علی کے ہاتھوں خدا جانے میرا کیا حال ہو۔ اپنا تھوڑا خزانہ لیکر مع عورات کے جنگل کو بھاگ گیا پھر اس راجہ کے جینے یا مرنے کی کچھ خبر نہیں ملی۔ جب نواب حیدر علیخاں کو معلوم ہوا کہ قلعہ خالی ہے تو اُس نے اپنے معتمد کو واسطے جمع کرنے سامان مغروقہ لشکر کے وہیں چھوڑا اور خود مع ایک دستہ فوج کے قلعہ میں داخل ہوا اور بے زحمت اموال و اسباب بشیمار جو راجگان گزشتہ نے قرنوں سے اُس قلعہ میں جمع کیا تھا نواب کے ہاتھ آیا۔ تب نواب نے اُس قلعہ پر اپنے قبضہ کا انتظام کر کے نواب بصالت جنگ کی خبر لینے کو کوچ کیا۔ اور سواد آدہونی میں پہنچ کر کیمپ قایم کر دیا اور اپنے ایک معتمد کے ذریعہ سے نواب بصالت جنگ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ سپاہ دو مہینے سے مصایب سفر برداشت کر رہی ہے۔ اور دار الامارہ سے خزانہ منگانا دقت کی بات ہے۔ اور ضروری مصارف کو روپیہ ہونا لازمی ہے۔ اس لئے تم بالفعل دس لاکھ روپیہ بھیج دو۔ نواب بصالت جنگ نے اس کو غنیمت جانا اور فی الفور روپیہ پیش کر دیا۔ تب نواب نے ابراہیم خاں دھونسا کو دھونس

دینے کے لئے اُس کی طرف کوچ کیا۔ اس موقع پر محمد علی کمیدان بھی مع اپنی جمعیت کے آملا۔ ابراہیم خاں نواب کی آمد کی خبر پاکر حیدرآباد کو چلتا ہوا۔ لیکن اُس کا لشکر پیچھے رہ گیا تھا۔ اسکو نواب کے سواروں نے جا دبایا۔ اور چالیس پچاس اونٹ محمولۂ اشیاء نفیس اور دس ضرب توپ اور تیس ہاتھی چھین لئے۔ جب نواب کرپہ اور راجہ چیتل درگ اور مراد راؤ نے جو بسالت جنگ اور ابراہیم خاں کو مردمیدان بننے پر اُبھارا کرتے تھے۔ نواب کے فتوح اور دبدبے و غنیمت کا یہ حال سُنا تو یہ تینوں اُن کو چھوڑ چھوڑ کر چپ چاپ اپنے اپنے علاقوں کو چلتے بنے۔ اور نواب حیدر علی خاں نے مع فوج ظفر موج بلّاری کی جانب کوچ فرمایا +

تسخیر قلعہ گتّی اور گرفتاری مراد راؤ

واقع ۱۷۷۶ء

مراد راو ایک بہت ہی منافق اور دغا باز شخص تھا۔ اسی نے نرسنگ راؤ کو نواب کے خلاف مشورہ دیا اور اُس کے ذریعہ سے فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل کیا تھا اسی نے نواب بسالت جنگ اور ابراہیم خاں وغیرہ کو نواب حیدر علی کا حریف بنایا تھا۔

لیکن جب وہ سب ناکام رہے اور مخالفوں سے میدان خالی ہوگیا تو نواب حیدر علی خاں نے مرار و راؤ کی گوشمالی کرنا ضروری سمجھا اور ایک فوج مع توپخانہ لیکر قلعہ گتی کا محاصرہ کیا۔ جس میں مرار و راؤ مع مستورات کے اقامت پذیر تھا۔ نواب کے گولندازوں نے قلعہ کی دیوار کو گولوں سے مشبک کردیا۔ اور قلعہ پر سے بھی گولے آتے رہے لیکن جب تشدد محاصرہ سے قلعہ میں رسد کا جانا بند ہوگیا اور قلعہ کے اندر تالاب کا پانی خشک ہوگیا تو مرار و راؤ قلعہ سے نکل کر نواب کے پاس حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ نواب نے ایک علیحدہ خیمے میں رہنے کو جگہ دی۔ پھر تمام قلعہ پر قبضہ کرکے اپنی فوج کا ایک دستہ وہاں متعین کیا۔ اس کے علاقہ جات ضبط کرلئے۔ اور مرار و راؤ کو مع اس کی عورتوں کے عزت کے ساتھ سرینگا پٹن کو روانہ کردیا۔ اور خود واسطے انتظام تعلقہ سوندر کے روانہ ہوئے۔ آگے بڑھ کر معلوم ہوا کہ مرار و راؤ کی کمک کو پونا سے چالیس ہزار سواروں کی کمک آرہی ہے لیکن جب وہ فوج کڑک کے قریب پہنچی اور افسر فوج کو قلعہ گتی کی فتح اور مرار و راؤ کے قید ہوجانے کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنی فوج کو پونا واپس لے گیا۔

اس عرصہ میں نواب حیدر علیخاں کو محمد علی کمیدان سے کچھ رنجش ہوگئی۔ نواب نے خیال کیا کہ اب محمد علی اپنی بہادری اور فتوح پر نازاں ہو کر دوسرا نواب بننا چاہتا ہے اور اکثر میری اجازت کے بغیر

اموال کثیر خرچ کر ڈالتا اور اسباب غنیمت تقسیم کر دیتا ہے۔ اس لئے اُس کو خدمت فوجی سے علیحدہ کر کے وظیفہ معقول مقرر کر دیا۔ اسی سے اس بات کا اندازہ کرنا بھی مقصود تھا کہ ایسی حالت میں وہ کتنا وفادار رہتا ہے۔ اور نیز دوسرے سرداروں کا ہوشیار کر دینا جو محمد علی کی نسبت نواب کا یہ برتاؤ دیکھ کر متنبہ ہو جائیں اور حد سے آگے بڑھنے کا قصد نہ کریں +

تسخیر قلعہ چیتل درگ اور گرفتاری راجہ

وقایع ۱۱۸۸ ہجری[1] لغایت ۱۱۹۱ ہجری

نواب حیدر علیخاں بہادر کو جب گرفتاری مرارو راؤ اور بندوبست گتی اور سوندور وغیرہ سے فرصت ہوئی تو پالیکار[2] چیتل درگ کیجانب توجہ کی جو نواب کے مخالفوں اور منافقوں میں سب کا پیشوا تھا۔ اسکا کچھ حال پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اب یہ اُس کے گزشتہ کردار کا نتیجہ ہے لکھا ہے۔ کہ اس کے پاس ایک کارباری تھا وہ اُس کے تمام ذخایر

---

[1] صاحب حملات حیدری نے اس واقعہ کا وقوع ۱۱۹۰ ہجری میں لکھا ہے وہ بروے ترتیب صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لیے یہ ۱۱۸۸ ہجری کتاب نشان حیدری سے لکھا گیا +

[2] لفظ پالیکار ایک خطابی لفظ ہے جیسے راجہ +

و اموال سے واقف تھا اور پوشیدہ خود پر نواب کو تسخیر چیتل درگ پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔ اُس پر نواب نے بخشی ہیبت جنگ کو مامور کیا تھا لیکن اُس وقت پوری فتح حاصل نہ ہوئی اور دوسرے کام پیش آگئے اور راجہ کا وہ کارپرداز نواب کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ راجہ چیتل درگ نے اپنے رازدار نواب کے پاس رہنا مناسب نہ جانا۔ اور نواب سے اُس کو بانواع تملق واپس طلب کیا۔ نواب نے اُس کو زمیندار اُنجی کے سپرد کیا کہ اُس کو راجہ چیتل درگ کے پاس پہنچا دے اور اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی صلاح دے۔ جب وہ کارپرداز شوم شنکر راجہ چیتل درگ کے پاس پہنچا تو راجہ نے اُسکو خلعت فاخرہ اور عطاے جواہر سے عزت دی اور اپنے تمامی امور کا مختارکل بنا دیا۔ لیکن وہ کم حوصلہ و بدطینت تھا۔ چند ہی روز میں اُس نے کتنے شریفوں کو بے عزت کیا۔ تب راجہ نے اس کو قتل کرا دیا۔ اور اپنی ایک انگل کاٹ لی۔ اور زمیندار اُنجی پر ظاہر کیا کہ اُس نمک حرام نے مجھ پر خنجر چلایا تھا۔ میں نے وار خالی دیا۔ اور میرے نوکروں نے فی الفور اُس کو قتل کر ڈالا۔ جب یہ خبر نواب کو پہنچی۔ نواب نے فیض اللہ خاں بہادر کو واسطے بازپرس کے راجہ چیتل درگ کے پاس بھیجا۔ فیض اللہ خاں نے اُس کی تہدید کی۔ اُس پر راجہ مذکور نے ایک ہزار اشرفی اور ستر ہزار روپے بطور جرمانہ گستاخی پیش کئے۔ اور فیض اللہ خاں نے نواب کو لکھا کہ اُس کا قصور معاف کر دیا جائے۔ نواب نے معاف

کر دیا۔ اور حکم دیا کہ راجہ ایک فوج اپنی طرف سے ہمارے پاس متعین رکھے۔ چنانچہ راجہ نے دو ہزار پیدل اور چھ سو سوار نواب کے زیر اثر رہنے کو روانہ کئے اور معاملہ رفت گزشت ہو گیا۔ بعد چند روز نواب نے راجہ چیتل درگ کو طلب فرمایا تاکہ اُس کے قیافہ اور باتوں سے اُس کے دل کا حال دریافت کرے۔ راجہ نے آنے میں عذر کر کے حیلہ حوالہ سے کام لیا۔ اور اپنی فوج کو آراستہ اور قلعہ میں ہر طرح کا سامان جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ اور آس پاس کے ہندو راجاؤں کو بصورت جنگ اپنی مدد کرنے پر متفق کیا۔ جب یہ خبریں نواب کو پہنچیں۔ نواب ایک لشکر جرّار اور توپخانہ آتش بار لیکر بعزم تسخیر قلعہ و علاقہ چیتل درگ روانہ ہو گیا۔ اور ایک سال کے اندر آس پاس کے سب دشمنوں کو تہ تیغ کر کے میدان صاف کر دیا۔ اور ہر مقام مناسب پر اپنا تھانہ قایم کر کے قلعہ چیتل درگ کے قریب جا اُترا۔ اور قلعہ کا محاصرہ کر کے ایک پہاڑی پر اپنا توپخانہ چڑھا دیا اور قلعہ پر گولہ باری ہونے لگی۔ اور اطراف قلعہ کا گنجان جنگل چھانٹا جانے لگا۔ قلعہ پر سے بھی گولے آتے اور نواب کے لشکر کو نقصان پہنچاتے لیکن نواب کے گولندانداز تمام دن کی گولہ باری میں دیوار قلعہ کو جتنا منہدم کرتے وہ رات کو قلعہ کے بیلدار پھر درست کر لیتے۔ اور درختوں کی گنجانی سے کچھ نظر نہ آتا۔ اس سے نواب نے دق ہو کر محمد علی کمیدان کو طلب کیا۔ جب وہ جاں نثار بہادر حاضر ہوا تو نواب نے

سب سرداروں کے سامنے یوں تقریر کی کہ محمد علی فقیروں کو ہاتھی گھوڑے
بانٹ دیتا ہے اب ہم غازیوں اور مجاہدین کو کیا دیں۔ محمد علی نے زمین
ادب کو بوسہ دیکر عرض کی کہ حضور کا غلام محمد علی فقیروں کو ہاتھی گھوڑے
بانٹتا ہے حضور مجاہدین اور غازیوں کو منصب اور جاگیریں عطا فرمائیں
نواب یہ جواب سُنکر متبسم ہوا۔ اور محمد علی کو بعطاے خلعت فاخرہ و جواہر
بیش بہا سرداری سپاہ سے سرافراز کیا اور اُس کی سپاہ کا نفر دو روپیہ
اضافہ کر دیا۔ جب محمد علی اپنے خیمہ میں آیا سب سپاہیوں اور فقیروں
کو جمع کرکے اُن کی ضیافت کی اور وہ سب اشیاء فقیروں کے سامنے
رکھکر اُن سے دعا کا طالب ہوا۔ درویشوں کی طرف سے اُسکی فتح کا
نعرہ بلند ہوا۔ اور آسمان پر اجابت کا دروازہ کھُل گیا۔ اور محمد علی
اُسی شب کو بعد اداے نماز عشاء اپنی فوج لیکر ایک نہایت سنگین
اور پختہ مکان پر قابض ہو گیا جو قلعہ کے پاس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا۔
اور وہاں سے ہر سمت کو مخفی راہیں گئی ہوئی تھیں اور تلوار سے اُسکے
محافظوں کو قتل کر ڈالا۔ اس مکان پر قبضہ ہوتے ہی قلعہ والوں کے
ہوش جاتے رہے۔ اور اکثر لوگ قلعہ سے نکل کر لشکر حیدری میں
آرہے۔ لیکن چھ ہزار پیادے جو راجہ کے خاص نمکخوار اور وفادار
تھے قلعہ کے بُرجوں سے توپیں مارتے اور جھانکیوں سے بندوقیں
چلاتے رہے۔ جب اُس کو زیادہ عرصہ گزرا تو نواب نے پانچ ہزار
پیادے کرناٹکی اور دو ہزار سپاہی اور ایکہزار سوار واسطے تاخت و

تاراج نواح قلعہ کے متعین کرکے خود وہاں سے کوچ کردیا۔ اور چار فرسنگ پر جاکر خیمے لگوادئے۔ تاکہ راجہ نواب کے ہٹ جانے سے باہر نکلے تو گرفتار کرلیا جائے۔ اس خیال کے بدلے ایک دوسرا خیال پردۂ غیب سے ظہور میں آیا یعنی راجہ چیتل درگ کے دو سالے پوجا کرنے کو قلعہ کے باہر ایک مندر میں گئے تھے۔ غمازوں نے راجہ سے کہدیا کہ تمہارے دونو سالے نواب حیدر علیخاں کے پاس گئے ہیں تاکہ اُس سے انعام حاصل کریں۔ راجہ نے فی الفور اپنے سسرے کو قتل کرکے اُس کا مکان لوٹ لیا۔ تب ایک شخص نے دوڑکر اُن دونو کو خبر کی۔ وہ بدحواس نواب کے لشکر میں پہنچے۔ اور اپنا حال ظاہر کیا۔ نواب نے اُن کو معرفت راجہ ہرپن ہلی کے سامنے بُلاکر دونو کو دو خلعت فاخرہ مع جواہر گراں بہا کے عنایت فرمائے اور آیندہ اُنکی جاگیر موروثی کے عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ اور اپنی خیمہ گاہ میں بڑے آرام سے رکھا۔ جب اُن کو اطمینان ہوا وہ فوج حیدری کو ایک تنگ راستہ سے ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھالے گئے۔ جہاں سے ٹھیک گولہ اور غبارہ قلعہ میں جاسکتا تھا۔ فوج حیدری نے وہاں سے سات شبانہ روز گولے اور غباروں میں پتھر بھر کر قلعہ کے اندر پہنچائے جس سے تمام قلعہ میں قیامت برپا ہوگئی۔ اور جو لوگ قلعہ سے نکل کر بھاگنے لگے اُن کو محافظان فوج حیدری نے قتل کرکے اُنکے ہتھیار چھین لئے۔

آخر کو جب راجہ نے دیکھا کہ اُس کے سب وفادار لوگ مر چکے ہیں۔ اور جو ہیں وہ بھاگنے پر تیار ہیں تو جوش جہالت سے مسلح ہو کر باہر نکلا۔ محمد علیؔ کمیدان کمینگاہ میں بیٹھا ہی ہوا تھا۔ اُس نے فی الفور راجہ کو گرفتار کر لیا اور قلعہ میں داخل ہو کر راجہ کے حرمسرا اور سب کارخانوں پر اپنے معتمد محافظ متعین کر کے قلعہ کے ایک ایک سپاہی کو باہر نکال دیا۔ اور راجہ کو ساتھ لیکر بارگاہ حیدری میں حاضر ہوا نواب حیدر علیخاں اُسکی اس کارگزاری سے بیحد راضی ہوئے۔ اور اپنے ہاتھ سے ایک مُرصّع تلوار عنایت کی اور مالائے مروارید منگا کر محمد علی کو پہنایا۔ اور راجہ کو مع اُس کے لواحق کے مضبوط بدرقہ کے ساتھ سرینگ پٹن کو روانہ کر دیا۔ نقارخانہ میں فتح کے شادیانے بجنے لگے۔ فقراء و مساکین کو روپیہ تقسیم ہونے لگا۔ غازیان اور مجاہدین کو جنہوں نے بڑی تکلیفیں اُٹھائیں اور رہان توڑ کر کوششیں کی تھیں۔ انعام معقول عنایت کیا گیا۔ اور اُس قلعہ اور ممالک متعلقہ و مفتوحہ نواح مذکور کا انتظام دولت خاں کو سپرد کیا۔ اور اُس کو اُس کا مختار کل بنایا۔ دولت خاں وہ لڑکا ہے جو نواب نے ستی منگل میں پایا تھا۔ جبکہ نندراج وزیر میسور وہاں ٹھیرا ہوا تھا اور اُسکے حُسن و صورت کو دیکھ کر اپنے فرزند کی طرح اُس کی پرورش کی۔ پھر وہ تعلیم و تربیت سے

لے نشانِ حیدری میں لکھا ہے کہ راجہ مذکور سنہ ۱۱۹۱ ہجری میں گرفتار ہو کر مع عیال و اطفال سرینگ پٹن کو بھیجا گیا۔

آراستہ ہو کر اس درجہ کو پہنچی کہ نواب نے اُس پر ایسی بھاری خدمت کا بھروسہ کیا +

لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور لکھتے ہیں کہ چیتل درگ کے پالیگار (راجہ) نے حیدر علی سے مخالفت اور منافقت کرکے مادھوراؤ کے ساتھ سازش کرلی تھی۔ جب حیدرعلی نے مرہٹوں سے فرصت پائی تو چیتل درگ کی طرف متوجہ ہوا۔ چیتل درگ ناہموار اور ویران کوہستان کے دامن میں کئی میل تک آباد تھا اور برجوں کی طولانی قطار سے گھرا ہوا تھا۔ حیدرعلی نے اس مقام کا محاصرہ کیا۔ اور تین مہینے تک محاصرہ کی کارروائیاں کرتا رہا۔ آخر کار ایک معقول نذرانہ پیش کیا گیا اور پالیگار چیتل درگ نے وعدہ کرلیا کہ وہ آیندہ حیدرعلی کے جھنڈے کا شریک رہے گا۔ اسی عرصہ میں حیدرعلی نے یہ خبر پائی کہ مرہٹوں کی ایک بڑی فوج اُس کی سرحد پر آ پہنچی ہے۔ وہ اُس طرف متوجہ ہوا۔ مرہٹہ افواج کا سردار ہتری پنتھ تھا اور اُس کے ساتھ ساٹھ ہزار سوار اور اسی نسبت سے پیدل سپاہ اور توپخانہ تھا لیکن حیدرعلی نے مختلف تدبیروں سے اُس کو پیچھے ہٹایا۔ اور دریائے کرشنا اور تنگ بھدرا مابین ملک پر قبضہ کرلیا۔ اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مقامات کو لیکر ایک طولانی محاصرہ کے بعد دھارواڑ کو بھی فتح کرلیا اور اس نواح کے سب سرداروں نے حیدرعلی کی اطاعت قبول

کرلی۔ لیکن چیتل درگ کا راجہ دور سے تماشا دیکھتا رہا۔ تب حیدر علی اس غرض سے لوٹا کہ چیتل درگ کے پالیکار کو گوشمالی دے کہ حال کی لشکر کشیوں میں اُس نے مدد کیوں نہیں دی۔ اس سردار نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ مگر اُسکی فوج میں تین ہزار مسلمان بھی تھے۔ اُن کو حیدر علی نے اپنی طرف ملا لیا۔ تب مدکیری نایک پالیکار در راجہ چیتل درگ نے مجبور ہو کر حیدر علی کے قدموں پر سر دھر دیا۔ حیدر علی نے اس مقام کو لوٹ کر راجہ چیتل درگ کو مع اسکے خاندان کے سرنگاپٹم کے محبس میں بھیج دیا۔ اور اُسکی قوم کے بیس ہزار باشندے گرفتار کر کے سرنگاپٹم کو لے گیا۔ اُن میں سے لڑکوں کو تربیت دیکر سپاہی بنایا۔ اور یہ سب جبر سے مسلمان کر لئے گئے۔ یہ گروہ ٹیپو سلطان کے زمانہ میں بہت ترقی کر گیا تھا۔ اور یہ فوج چیلوں کی فوج یا مریدوں کی فوج کہلاتی تھی۔

ہم کہتے ہیں کہ حیدر علی نے اُن کو ہرگز ہرگز جبر سے مسلمان نہیں کیا۔ نہ اسلام جبر سے مسلمان کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ نہ حیدر علی ایک متعصب شخص تھا جو ایسا جبر پسند کرتا ہو۔ چنانچہ خود صاحب موصوف اُسکی مجموعی تعریف کے موقع پر اُسکو بے تعصب تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں اُس نے کچھ رعائتیں خاص کر رکھی تھیں جو مسلمان ہونے کی صورت میں فایدہ پہنچاتی تھیں اسلئے اس وحشی گروہ نے اُس سے فایدہ اُٹھایا اور خود کو بُری حالت سے نکالکر اچھی حالت میں پہنچایا۔

تسخیر بلاد گڑپہ و گنجی کوٹہ وغیرہ

واقعہ ۱۱۹۱ ہجری

نواب حیدر علی خاں نے تسخیر قلعہ و ممالک متعلقہ و نواح چیتل درگ سے فرصت پاکر خود کو بیمار بنالیا۔ سب میں بیماری کی شہرت ہوگئی پھر تین چار روز کے بعد اپنے امیروں کو جلوت سے خلوت میں یاد کرکے سمجھایا کہ میں خلوت میں بیٹھتا ہوں تم میرے انتقال کی خبر شایع کردو۔ اور سب انتظام بطور خود قایم کر رکھو۔ اور ایک فرضی تابوت بناکر سرینگ پٹن کو روانہ کردو تا لوگ جانیں کہ نواب حیدر علیخاں کا جنازہ جارہا ہے۔ اور اس خیال کے موافق خود ایک خیمہ میں رُو پوش ہوگیا اور دفعۃً اُس کے انتقال کی خبر شایع ہوکر ماتم برپا ہوگیا۔ اور امیروں نے ایک نہایت آراستہ تابوت زرتار دوشالہ ڈالکر زرکار شامیانہ کے زیر سایہ سرینگ پٹن کو روانہ کیا تابوت کے سامنے عود و عنبر کی انگیٹھیاں سلگ رہی تھیں۔ اور آگے پیچھے حافظوں کا غول آیات قرآنی پڑھتا جاتا تھا۔ سوگوار سپاہیوں کا بدرقہ ساتھ تھا جو اپنے ایسے بہادر آقا کے لئے روتے چلے جاتے تھے۔ اور تمام لشکر اور اطراف میں ایک غیر معمولی پریشانی پھیلی ہوئی تھی۔ جو سُنتا تھا

افسوس کرتا تھا۔ اور امیروں نے مالی اور فوجی ہر قسم کے انتظامات بجے خود اُسی طرح قایم رکھے تھے۔ لیکن لشکر میں ایک تہلکہ اور تلاطم برپا تھا جب اس واقعہ کی خبر منتشر ہوئی تو جیسے دوستوں کو رنج پہنچا تھا ویسے ہی دشمنوں میں خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ ازانجملہ نواب حلیم خاں حاکم گڑپہ نے یہ خبر سنکر شیرینی تقسیم کی۔ اور مجلس عیش ترتیب دے کر شادیانے بجوائے۔ اور نواب کے پرچہ نویس کو شہر بدر کروادیا۔ نواب کو یہ حال معلوم ہو گیا۔ بعد چند روز خیمۂ تخلی سے نکلکر خیمہ دربار میں نشست فرمائی۔ اور محفل جشن مقرر فرماکر سب امرا و اہل لشکر کو شاد و مسرور کردیا۔ اور غربا و فقرا پر زرکثیر تقسیم کیا گیا۔ اور ایک دم سے تمام فوج میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ بعد چند روز نواب نے ایک زبردست فوج مع توپ خانہ لیکر جانب گڑپہ کوچ کیا۔ نواب گڑپہ نے اپنا ایک سفیر بھیجکر رخنہ بندی کرنا چاہی۔ لیکن نواب حیدرعلیخاں نے اُس سفیر کو بےنیل مرام واپس کیا۔ تب نواب عبدالحلیم خاں نے اپنے دو بھتیجوں کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی۔ گڑپہ سے چار فرسنگ میر علی رضا خاں کی فوج سے مقابلہ ہوا اور افغان غالب آئے۔ اس پر نواب حیدرعلیخاں نے رات کو تاخت کی۔ اس سے پٹھان منتشر ہوکر گڑپہ کی طرف بھاگے نواب نے تعاقب کیا۔ اور صبح ہوتے لڑائی ہونے لگی۔ اور دوپہر تک جنگ ہوتی رہی۔ افاغنہ بڑی مردانگی اور استقامت سے لڑے دوپہر تک نواب حیدرعلیخاں کے دو ہزار آدمی کام آئے اور افاغنہ

نے ایک خاص قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ نواب حیدر علی خاں نے گولندازوں کو دیوار میں گولے مارنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ کمزور دیوار گر گئی۔ بہت سے افاغنہ تلوار سے مارے گئے۔ اور تین سو افغان گرفتار کر لئے گئے۔ اور شہر کڑپہ مسخر ہو گیا۔ اور نواب حیدر علیخاں نے اپنے کارپردازوں کو حکم دیا کہ نواب عبدالحلیم خاں کے دو نو بھتیجوں کو علیحدہ خیمہ میں اور باقی افاغنہ کو دوسرے خیموں میں نظر بند رکھیں۔ دوسرے روز نواب نے ابو محمد کو برادرزادگان عبدالحلیم کے پاس بھیجا کہ وہ ہتیار دیدیں۔ اُس وقت نواب عبدالرزاق خاں دولت زئی کے چار بیٹے آور بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ابو محمد نے نواب کا پیغام اُن کو پہنچا دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ جب تک دم میں دم ہے۔ ہتیار نہیں دئے جا سکتے۔ اور فی الفور وہ چاروں تلواریں لے لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے کئی دربانوں کو قتل کر کے نواب حیدر علیخاں کے خیمہ پر آ پڑے۔ اُن میں تین شخص مارے گئے۔ اور چوتھا خیمہ کے اندر تک پہنچ گیا۔ تب نواب خنجر سے اپنا خیمہ کاٹ کر نکل گئے۔ اور وہ مار لیا گیا۔ زاں بعد سوائے سادات و شیوخ کے سب افاغنہ قتل کر دئے گئے۔ نواب عبدالحلیم خاں قلعہ سدھوت میں جا بیٹھا تھا۔ اب اس واقعہ کا حال سُنکر اُس نے شہر میں منادی کرا دی کہ سب ملازم اور رعایا خوش باش رات کے وقت اپنے مال اور ناموس لیکر قلعہ جتیل میں پہنچ جائیں اور رحیم خاں نے بھی اپنا زر اور جواہر شہر والوں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب یہ خبر

سواران یغما گر حیدری نے سنی نے الغفور گھوڑے دوڑا کر اس خولان تھا
پر پہنچ گئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ اور باقی ماندہ کو اسیر کرکے مع اموال منفردتہ
کے دوسرے روز نواب کے حضور میں حاضر لائے پھر قلعہ سدصوت کا
محاصرہ کیا گیا۔ اور میر علی رضا خاں نے اپنی فوج لے جاکر قلعہ کنجی کوٹہ کو
فتح کر لیا۔ اور یہ خبر سن کر حلیم خاں نے اپنے دیوان عبدالرسول کو محمد غیاث
کے ساتھ معافی مانگنے کیلئے نواب کے پاس بھیجا۔ نواب نے کہا۔ کہ اگر
تمہارا موکل سلامتی چاہتا ہے۔ تو اپنی باقی ماندہ سپاہ کو قلعہ
سے باہر نکال دے تاکہ ہماری فوج قلعہ میں جاکر فتح کا نشان اڑائے
آخر کار ایسا ہی ہوا۔ کہ نواب عبدالحلیم نے اپنے سپاہی
باہر نکالدئے۔ اور نواب حیدر علی کی فوج نے اندر جاکر قلعہ پر قبضہ
کر لیا۔ نواب عبدالحلیم خاں اپنے دیوان خاص میں مسند امارت پر
خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ ادب شناس افسروں نے سامنے جاکر پالکی
لگادی۔ جب وہ چپ چاپ ٹھنڈی سانس بھر کر سوار ہو لیا پھر
اس کی حرم سرا میں پالکیاں پہنچ گئیں۔ اور نواب کی خواتین عصمت
ان میں سوار ہوئیں۔ اور یہ معزز گروہ نواب کی خیمہ گاہ پر نواب کے
سامنے لایا گیا۔ نواب نے خان ذیشان کو مع اس کے اہل حرم کے
علیحدہ خیموں میں عزت کے ساتھ رکھا۔ اور میر علی رضا خاں کو واسطے
حفاظت اور انتظام شہر کڑپہ کے چھوڑ کر۔ سرنگ پٹن کو کوچ کیا۔
اور نواب عبدالحلیم خاں کو مع اس کے توابع اور لواحق کے شہر گنجام

میں عزت اور احترام سے رہنے اور اوس کے تمام مصارف حاطرخواہ ہونے کا بندوبست کردیا۔ لیکن بہت تھوڑے عرصہ میں خان موصوف نے رحلت کی۔ نزان بعدہ بدنصیب زن ومرد بھی یکے بعد دیگرے تھوڑے زمانہ میں انتقال کرگئے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

یوان۔بی۔بورنگ صاحب سی۔ایس۔آئی چیف کمشنر میسور الحاق کڈاپہ کے متعلق لکھتے ہیں۔کہ حیدر علی نے اپنے بہنوئی میر علی رضا خاں کو جو میر صاحب کہلاتا تھا عبد الحلیم خاں نواب کڈاپہ کے مطیع کرنے کے لئے روانہ کیا۔اس نواب نے جنگ مرہٹہ کے وقت حیدر علیؒ کا ساتھ چھوڑ کر نظام کے ساتھ اتفاق کیا تھا اس کا بدلا لینا منظور ہوا۔لیکن میر صاحب مضبوط اور جفاکش افغانوں کو مطیع نہ کر سکا۔ اور کڈاپہ کے افغانوں نے میر صاحب کا نہایت سخت مقابلہ کیا اس لئے جب حیدر علی کو چنبل درگ کے محاصرہ سے فرصت ہوئی۔تو وہ دھاوے کرتا ہوا میر صاحب کی مدد کو جا پہنچا۔اور کڈاپہ کے شمال " دصوڈ" پہنچ کر افغانوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ان کو حیدر علی کی فوج کثیر نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔اس لئے وہ اطاعت پر مجبور ہوئے۔اور حیدر علی نے بخوشی ان لوگوں کو اپنی ملازمت میں لے لیا۔جنہوں نے اپنی نمک حلالی کی ضمانت نہ دی۔لیکن ان میں اسّی سوار ایسے تھے۔جو ضمانت نہ دے سکے اور انہوں نے ہتھیار رکھ دیے

بھی انکار کیا۔ حیدر علیؒ نے بھی ان کی جوانمردی کا پاس کر کے اُن کو ہتھیار دینے پر مجبور نہ کیا۔ اور وہ ہتھیار سمیت شہر لے گئے مگر افغانوں کی دغا بازی تو مشہور ہے۔ وہ آدھی رات کو اُٹھے اور اپنے حفاظتی گارڈ کو مغلوب کر کے ہلاک کیا۔ اور حیدر علیؒ کے خیمے تک جا پہنچے۔ آہٹ پا کر حیدر علی چونک پڑا۔ اور اپنے بستر پر تکئے وغیرہ رکھ کر ان کو چادر اڑھا دی۔ گویا حیدر علیؒ بے خبر سو رہا ہے۔ اور خود ڈیرے کی قنات کاٹ کر نکل گیا۔ اتنے میں سب جاگ اٹھے۔ اور ان افغانوں کا قتل شروع ہو گیا۔ اور کچھ گرفتار کر کے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اور ہاتھی کے پاؤں سے بندھوا کر تمام کیمپ میں گھسیٹا گیا۔ کڈاپہ کا نواب سدھوت بھاگ گیا۔ جو کڈاپہ سے شرق کی طرف تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ لیکن چند روز کے بعد جب اس کی جان اور ناموس کی عزت کی ذمہ داری کر لی گئی۔ تو اُس نے اطاعت قبول کر لی۔ اور وہ مع جملہ خاندان کے سرنگا پٹم بھیجدیا گیا۔ وہاں جا کر اس کی حسین ہمشیرہ سے حیدر علی نے شادی کر لی۔ وہ بخشی بیگم کے نام سے سرفراز ہوئی۔

پھر اس رشتہ داری کے ذریعہ سے ساونور کے نواب عبدالحکیم خان کو اپنا جانبدار بنا لیا۔ یعنی اس کے بڑے فرزند سے حیدر علیؒ نے اپنی لڑکی کی شادی منظور کی۔ اور اپنے بیٹے کریم صاحب کی شادی نواب عبدالحکیم کی دختر سے کر دی اور اُس خراج میں

بلکہ اپ کا نواب ادا کیا کرتا تھا۔ نصف کی تخفیف کردی اور نواب مذکور نے دو ہزار سوار حیدر علی کی حسب خدمات کیلئے دینا منظور کئے۔ یہ جملہ کارروائیاں حیدر علی کے حسب دلخواہ عمل میں آئیں۔ اور ۱۷۷۸ء میں یہ شادیاں سرنگاپٹم میں دونوں سرداروں کی موجودگی میں بڑی دھوم دھام سے ہوئیں +

چھوٹے شاہزادہ کریم کی شادی

مع شادی دختر

۱۱۹۲ سنہ ہجری

نواب حیدر علی خاں نے ایک نکاح مہدی بیگ جمعدار کی لڑکی سے کرلیا تھا۔ اس کے بطن سے شاہزادہ کریم صاحب اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ نواب کو اچھی جگہ ان کی شادیوں کی فکر تھی۔ اور اکثر افاغنہ سانور کے ساتھ جنگ وجدل جاری رہتی تھی اس لئے نواب نے اس قرابت کے ذریعہ سے اس کو دور کرنا چاہا۔ اس غرض سے نواب حکیم خاں والئے سانور کے پاس اپنے معتمد روانہ کئے۔ انہوں نے نہایت حسن تدبیر سے خان ذی شان کو مصالحت باہمی پر راضی کرپایا۔ اور

آخر کار یہ بات ٹھیری کہ نواب حکیم خاں کی لڑکی شاہزادہ کریم کے ساتھ بیاہ دی جائے۔ اور شاہزادہ کریم صاحب کی بہن نواب حکیم خاں کے صاحبزادہ والا تبار عبدالخیر خاں عرف خیرامیاں سے بیاہی جائے چنانچہ یہ دونوں شادیاں نہایت دھوم دھام اور تزک و احتشام سے ۱۱۹۲ھ ہجری بمقام سرینگ پٹن انجام پذیر ہوئیں۔

نظام حیدر آباد اور پیشوائے پونا کا نواب حیدر علی خاں کو انگریزوں کے خلاف ابھارنا

وقائع ۱۱۹۴ھ

جب ممالک دکن پر انگریزوں کی یورش زیادہ ہوئی۔ اور ان کے مقابلہ میں حیدر علیخاں کی معرکہ آرائی کی خبریں شائع ہوئیں۔ تو نواب نظام علیخاں ناظم حیدر آباد اور کار پردازانِ ریاست پونا نے متفق ہوکر نواب حیدر علیخاں کے پاس اپنے اپنے معتمد مع تحائف روانہ

گئے ۔ اور نواب کے نام مخفی خطوط لکھ کر دیئے ۔ ان خطوط کا مضمون
یہ تھا کہ انگریزوں نے ممالک بنگالہ پر تو قبضہ کر ہی لیا ہے ۔ اب وہ
جنوبی ہندوستان کو بھی فتح کر لینا چاہتے ہیں ۔ آپ کے ممالک پر ان
کا خیال رجوع ہے ۔ اس کے ساتھ حیدر آباد اور پونا کو بھی ہضم کرنا
چاہتے ہیں ۔ اور روز بروز اپنے پاؤں کو بڑھاتے جاتے ہیں ۔ ہر چند
ہمارے اور آپ کے درمیان لڑائیاں رہتی ہیں ۔ لیکن یہ
گھر کی بات ہے ۔ کسی بیرونی قوم کی مداخلت نہ ہونا چاہئے ۔ ایسے
وقت میں لازمہ ہوشمندی یہ ہے ۔ کہ ہم اور آپ متفق ہو کر ان کو
اس ملک سے نکال دیں ۔ آپس میں ایک دوسرے کے معاون ہونے
سے یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے ۔ اور ہم ہر طور پر آپ کے شریک ہیں ۔
تب نواب حیدر علی خاں نے ان خطوط کا یہ جواب دیا ۔ کہ آپ نے
اپنی ریاستوں کا انتظام نادان لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے
جو مہمات مالی و ملکی کا انتظام بطور شائستہ نہیں کر سکتے آپ کی فوج
کا یہ حال ہے ۔ کہ لڑائی کے وقت آپ کے نام و ننگ کا لحاظ نہیں
کرتیں ۔ اور نہ وہ صعوبات جنگ کی متحمل ہو سکتی ہیں ۔ جہاں ذرا خوف
کا موقع آیا ۔ وہ فی الفور جان بچا کر بھاگ جانے کو غنیمت جانتی ہیں
اور آپ اپنے قول و فعل پر قائم نہیں رہتے ۔ برخلاف اس کے سب
انگریز ایک دل اور ایک زبان رکھتے ہیں ۔ لڑائی کے وقت جان
لڑاتے اور اپنے نشان کی عزت پر جان دیتے ہیں ۔ قواعد جنگ

میں سب سے زیادہ مشاق ہیں۔ اولوالعزمی ان کے رگ وپے میں سمائی ہوئی ہے۔ پس ایسی قوم سے لڑنا ہر شخص کا کام نہیں۔ اور اگر فی الحقیقت آپ اس ارادہ پر مستقل رہنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ اپنا اپنا خزانہ اور اپنی اپنی فوج مع توپخانہ لیکر پائیں گھاٹ میں آجائیے اس وقت یہ دوستدار بھی آپ کی شرکت سے دریغ نہ کریگا۔ اور اگر بطور سابق کے یہ ارادہ بھی نقش بر آب ہے۔ تو مخلص کو اس زحمت سے معاف کیجئے جب یہ صاف صاف جواب پہنچا۔ تو دونوں نے اپنے عزم پر مستقل رہنے کا حلفاً بر دے قسم اقرار کیا اور آخر کو یہ قرار پایا کہ:۔

(۱) نواب ناظم علیخاں ناظم حیدرآباد واسطے انتزاع و تسخیر راج بندری اور مچھلی پٹن کے فوج بڑھائیں۔ اور

(۲) پیشوا فرمانروائے پونا کا لشکر بندر بمبئی کی تسخیر کو روانہ ہو اور

(۳) نواب حیدر علیخاں ارکاٹ[1] کی تسخیر کو فوج لے جائیں۔

اس قرار داد پر نواب حیدر علیخاں نے اپنی فوج کے باقاعدہ جائزہ کا حکم دیا۔ تاکہ ہر سوار اور ہر سپاہی اور ہر قسم کے سامان کو اپنی آنکھ سے دیکھے اسوقت اس تفصیل سے جائزہ صحیح پایا گیا۔

سواران رسالہ خاص	سپاہیان بار	سواران لنگر	سواران سلحدار
۱۲۰۰۰ ہزار	۲۴۰۰۰ ہزار	۲۰۰۰۰ ہزار	۱۵۰۰۰ ہزار

[1] ارکاٹ اس وقت میں علاقہ پائین گھاٹ کا دار الامارۃ تھا۔

جملہ اکہتہزار سوار و پیادہ علاوہ افواج راجگاں مطیع کے اردوے حملے میں حاضر ہلئے۔ اور ساماں حرب بے انتہا و بے شمار بہم دیکھا تب ماہ رجب ۱۱۹۴ ہجری میں فوج مذکور مع ستر ضرب توپ اور کئی ہزار اونٹ محمولہ زنبورک و بان و باروت وغیرہ کے سرپرنگ پتن سے نکلکر نواح کلپاک میں خیمہ زن ہوا۔ تمام دشت لالہزار نظر آنے لگا۔ اور اپنے چھوٹے شاہزادہ کریم صاحب کو مع فوج وسواران یغماگر محمود بندر کو روانہ فرمایا۔ اور خود وہاں سے کوچ کر کو ہچہ ترنامل کو ناظم ارکاٹ کے قبضہ سے نکال لیا۔ اور اپنا قبضہ قایم کر کے آگے بڑھا اور قلعہ چیت پت قلعدار ارکاٹ کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس مقام سے اپنے بڑے شاہزادہ والاتبار ٹیپو سلطان کو مع فوج زبردست کے واسطے تسخیر مقامات ارنی اور ترمری کے ماتور فرمایا۔ اور خود مع ایک فوج ظفر موج اور توپخانہ آتشبار کے شہر ارکاٹ کی تسخیر پر متوجہ تھا اور قریب شہر پہنچ کر اپنی فوج کے بیلداروں کو مورچے اور دمدمے بنانے کا حکم دیا۔ اُدھر سے بیر بر قلعدار او نجیب خاں سالار جنگ پانچ ہزار سپاہی اور دو ہزار سوار اور چار سو شریف وجاں نثار ہمراہ لے کر مستعد پیکار رہتے۔ اور سکنائے شہر میں سے تین ہزار دیلے اپنے اہل وعیال کی حفاظت کا خیال کر کے قلعہ کی حفاظت اور حراست پر آمادہ ہوگئے۔ اور دونوں طرف سے گولہ باری شروع ہوئی؀

نتیجہ روانگی کریم صاحب و ٹیپو سلطان

اب ہم یہاں کا حال یہیں چھوڑ کر ان دو نوں شاہزادوں کی فتوح خداداد کا حال لکھتے ہیں جو درمیانی واقعات میں داخل ہے۔ یعنی شاہزادہ کریم صاحب نے حسب الارشاد پدر عالیقدر محمود بندر پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا یہاں سینکڑوں تاجر رہتے تھے اور اقسام پشمینہ اور جواہر اور اجناس تجارتی ان کے گھروں میں بھرے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ محمد مکرم یہاں کا ملک التجار تھا۔ اس کے تین جہازوں میں کروڑوں روپے کا مال آیا ہوا تھا۔ اور ۲۵۔ ہاتھی اور پیگو کے ساٹھ ٹانگن اس نے نوابوں اور امیروں کو تحفہ دینے کے لئے رکھے تھے۔ اب سب سامان پر شاہزادہ نے قبضہ کر لیا۔ اور محمد مکرم کو اسیر کر کے مع تمام سامان کے نواب حیدر علی خاں کے حضور میں حاضر ہوا اور محمود بندر کی روک تھام کو مزدوری سپاہ چھوڑ آیا۔

اور ٹیپو سلطان نے قلعہ ارنی کا محاصرہ کر کے گولہ باری شروع کر دی۔ اور بخشی بدر الزماں کو اس کام پر مامور کیا۔ جب گولہ باری ہونے لگی۔ تو حسین علیخاں قلعدار نے شاہزادہ والا تبار کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کی کہ خدا کے فضل سے قلعہ میں توپ بندوق۔ بارود۔

وغیرہ سب جمع ہے۔ اور فدوی کو جان نثاری میں عذر نہیں لیکن اس قلعہ میں اکثر سادات رہتے اور ان کی خواتین گولہ باری سے سخت خوف زدہ ہو رہی ہیں۔ پس فدوی نے مستورات سادات کے لحاظ سے بخشی بدر الزماں کی گولہ باری کا زیادہ سختی سے جواب نہیں دیا۔ اور حضور کے سامنے قلعہ کی کنجیاں حاضر لایا ہے شہزادہ قلعدار کی یہ باتیں سنکر ہنسا اور وہ کنجیاں لے کر اپنی طرف سے قلعہ کا انتظام قائم کر دیا۔ اور قلعہ دار کو اپنے ساتھ لے کر سیدی امام کو اپنی طرف سے قلعہ دار بنایا۔ پھر تری کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کے قلعدار نے بغیر جدال و قتال وہ قلعہ شہزادہ کے سپرد کر دیا۔ پھر شہزادہ موصوف نے قلعہ جات تردا تور۔ کلوہ۔ کا دیری کو مسخر کر کے نواب حیدر علیخاں کی طرف مراجعت کی۔ اور اس طور پر دونوں شہزادوں نے اپنے فرائض متعلقہ کو پوری کامیابی سے پورا کر لیا ؛

نظام اور پیشوا کی خاموشی

جب نواب حیدر علی خان نے خود کو اس اتفاق ثلاثہ کا مقدمۃ الجیش بنا کر اس کی تمہید شروع کر دی۔ اور یہانتک پہنچا لیا۔ تو نظام حیدر آباد اور پیشوائے پونا نے یہ خیال کر کے کہ اب ہمنے اپنے حریف نواب حیدر علیخاں کو ایک زبردست مخالف سے بھڑا دیا ہے اب جبکہ فی الحال

ہمارے علاقوں پر تاخت نہیں کر سکتا۔ اپنے اس عہد وپیمان کو بالائے طاق رکھ دیا یعنی نظام علیخاں اپنی علالت کا عذر کر کے باہر نہ نکلے۔ اور مرہٹوں نے اپنی انتظامی مصلحتوں سے فسخ عزم کر دیا یا یوں کہیئے کہ انگریزوں نے نواب محمد علیخاں کے ذریعہ سے سفارتی کارروائی کر کے ان دونوں کو اپنی اپنی جگہ خاموش رہنے کا بندوبست کر لیا۔ تاکہ صرف ایک حیدر علی سے مقابلہ باقی رہ جائے۔

جنرل منرو اور کرنل بیلی سے جنگ کے بعد قلعہ ارکاٹ کی تسخیر

وقائع ۱۱۹۴ھ ہجری

جب نواب حیدر علیخاں نے ملک پائیں گھاٹ کے بڑے بڑے قلعے فتح کر لئے۔ اور قلعہ آرکاٹ کا محاصرہ سختی سے ہو رہا تھا۔ تو نواب محمد علیخاں شہامت جنگ دارالامارہ سے دور ایک قلعہ میں پناہ گزین تھے ان کے پاس اتنی فوج تھی۔ جو نواب حیدر علیخان سے مقابلہ کر سکیں۔ اور جو تھی وہ بھی ممض نکمی۔ اس کے علاوہ حرب وضرب کا کوئی سامان درست نہ تھا۔ لاچار انہوں نے گورنمنٹ مدراس کو

لکھا کہ میں انگریزوں کی دوستی میں خراب ہو رہا ہوں۔ اور انگریزی فوج کی بہادری اور باقاعدگی کے لحاظ سے میں نے اپنا کوئی لشکر آراستہ بھی نہیں کیا۔ ایسی حالت میں گورنمنٹ کو میری مدد کرنا ضرور ہے۔ اُس وقت میں گورنمنٹ انگریزی نواب محمد علیخاں کو ایک ضروری اور بکار آمد دوست سمجھتی تھی۔ اور ان کے ذریعے سے وہ اپنے کئی کام بنا لیتی تھی۔ اس لئے ان کو مدد دینا ضروری سمجھا گیا۔ اور گورنمنٹ مدراس نے جنرل منرو کو چھ ہزار سپاہی اور پندرہ سو سوار اور دو پلٹن گورہ بیس ضرب توپ اور دیگر سامان حرب و ضرب کے ساتھ روانہ کیا۔ اور کرنل بیلی کو جو مع اپنی فوج کے سواد آدھونی علاقۂ نظام[1] میں مقیم تھے حکم پہنچا کہ وہ مع اپنی فوج کے جنرل منرو سے ملجائیں وہ وہاں سے مع تین ہزار جوان اور آٹھ ضرب توپ اور پانسو گورہ کے روانہ ہو کر نگول اور نیلور کے راستے سے ارکاٹ کو آتے تھے۔

جب یہ خبر نواب حیدر علیخاں کو معلوم ہوئی۔ نواب نے اپنے فرزند اقبالمند ٹیپو سلطان کو مع افواج ہر قسم اور چار ضرب توپ کے کرنل کا راستہ روکنے کو روانہ کیا۔ آگے بڑھ کر سواد شوریں میں کرنل بیلی کی فوج سے مقابلہ ہو گیا۔ اور جنگ شروع ہو کر رسد کا راستہ بند کر دیا گیا۔ تب کرنل نے قلعہ کنجی سے چھ کوس پر اپنا کیمپ قایم کیا۔ اور رسد کی نایابی کا

---

[1] نظام نے یہاں کو ٹور کا علاقہ دوستی اور حفاظت کے معاوضہ میں انگریزوں کو دیدیا تھا۔

حال جنرل منرو کو لکھا جنرل موصوف نے الفور ایک پلٹن اور چار کمپنی گورہ مع سامان رسد و بارود و گولہ و شراب وغیرہ روانہ کرکے خود بھی کرنل کی فوج سے ملجانے کا قصد کیا +

جب جاسوسوں نے یہ خبر نواب کو پہنچائی ۔نواب نے قلعہ ارکاٹ کا محاصرہ برخاست کردیا۔ اور پانچ ہزار سوار واسطے غارتگری علاقہ جات راجگاں نواح ارکاٹ کے چھوڑ کر باقی تمام فوج کیسا بطور یلغار کوچ کیا۔ اور صبح ہوتے ہی کنجی سے آگے پہنچ گیا۔ ادھر کرنل بیلی مع فوج کے قلعہ کنجی کو آرہا تھا۔ نواب نے حکم دیا۔ کہ کرنل کا راستہ رد کا جائے۔ یہ حکم ہوتے ہی فوج ٹوٹ پڑی اور لڑائی ہونے لگی +

کرنل بیلی نے اپنی فوج کو اس خوبی اور قاعدہ سے لڑایا کہ نواب حیدرعلیخاں اس کا تماشا دیکھنے کو ایک بلند مقام پر ٹھیر گئے ۔اور بار بار اپنے فوجی افسروں سے کہتے تھے ۔کہ دیکھو انکا اس چوٹ کے بچانے کو کیا قاعدہ ہے ۔اور اس زد سے محفوظ رہنے کو کیا پیشبندی کی ہے ۔سامنے کی گولیاں بچانے کو اپنی فوج کو بجائے اس طرح ═ کی صفوں کے اس طرح ||| کی صفوں میں کیونکر تقسیم کیا ہے ۔اور فوج گھونگھٹ کھا کر سانپ کی چال بل کہاتی ۔اور سامنے کی زد بچاتی کیونکر بڑھ رہی اور بڑھنے میں کیسا اپنا کام کر رہی ہے ۔اور فوج کی یہ خوبصورت اور باقاعدہ رفتار کتنی دلکش ہے ۔جو ایک سپاہی کے دل کو اپنی چال ڈھال پر فریفتہ کر سکتی ہے حیدرعلیخاں کے فوجی افسر

بھی غور سے دیکھ رہے ۔ اور دل ہی دل میں وہ سبق یاد کر رہے تھے ۔
یہاں تک کہ ڈھائی تین ہزار آدمی نواب کی فوج کے کام آئے ۔ کرنل کا
قصد تھا کہ لڑتے بھڑتے گرتے پڑتے قلعہ کنجی تک پہنچ جائے ۔ لیکن جب
نواب کو اپنی فوج کا زیادہ نقصان محسوس ہوا ۔ تو اس نے ایک سخت
حملہ کا حکم دیا ۔ اور محمد علی کیدان اور شیخ النصر اور موشیر جانی اور موشیر لالی
فرانسیس سابق ملازم نواب صلابت جنگ حال ملازم فوج نامدار
نے اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ تین طرف سے جاکر توپوں کے گراب
بندوقوں کی باڑھ سے کرنل کی فوج کو بوکھلا دیا ۔ اور صف برصف گرنے
لگی ۔ تب کرنل بیلی نے میدان سے ہٹ کر ایک باغ کی آڑ پکڑی ۔
اور اپنا میگزین وہیں محفوظ کر دیا ۔ اتفاق سے موشیر لالی فرانسیس
کی توپ کا گولہ اس میگزین پر جا پڑا ۔ اور چشم زدن میں ایک قیامت
برپا ہو گئی ۔ تمام باغ دھواں دھار ہو گیا ۔ کتنے درخت اکھڑ گئے ۔ زمین
جل گئی ۔ سینکڑوں سپاہی جل کر کباب ہو گئے ۔ اس پر بھی کرنل بیلی
نے بڑے استقلال و مردانگی سے اپنی باقیماندہ فوج کو پھر جمانا چاہا ۔
لیکن وہ سخت انتشار میں پڑ گئی تھی ۔ اس لئے اب اس کو پوری تندہی
سے کام کرنا دشوار تھا ۔ یہ حال دیکھ کر موشیر جانی اور موشیر لالی فرانسیسوں
نے آگے بڑھ کر اپنی فوجوں سے کرنیل بیلی کا محاصرہ کر لیا ۔ اور بدرجۂ
لاچاری کرنیل بیلی کو اسیر ہونا پڑا ۔ اور اس کی باقیماندہ فوج کے
ہتیار لیکر سب کو اسیر کر لیا گیا ۔ اور تمام ہتھیار اور سب سامان لشکر

حیدری میں لایا گیا۔ زاں بعد نواب حیدر علیخاں کنجی کا رُخ کیا۔ جہاں جنرل منرو مقیم تھے۔ جنرل منرو کرنل بیلی کی شکست اور گرفتاری کی خبر پاچکا تھا۔ اور تنہا اس کی طاقت نواب کی فوج کثیر سے لڑنے کے قابل نہ تھی۔ اس لئے اس نے اپنی فوج کو رات ہی میں جنگل کی طرف نکال دیا۔ اور لڑائی کو آئندہ وقت پر موقوف رکھا۔ نواب حیدر علیخاں نے بھی زیادہ دردسری کو فضول سمجھکر جنرل منرو کا تعاقب چھوڑ دیا۔ اور پھر شہر ارکاٹ کی تسخیر پر متوجہ ہوئے اور فوجی محاصرہ قایم کر کے بڑے بڑے دمدمے بنائے گئے۔ اور ان پر خارا شگاف توپیں چڑھا کر گولنداز قلعہ پر گولے برسانے لگے۔ قلعہ کے بروج اور فصیل کی توپوں سے بھی برابر کا جواب دیا گیا۔ اور قلعہ کے گولندازوں نے اپنا فرض ادا کرنے میں جان لڑادی۔ اور جو دو کمپنیاں انگریزی فوج کی یہاں تھیں انہوں نے بہت ہی قاعدہ اور مستعدی سے قلعہ کی حفاظت کا کام انجام دیا۔ اور نواب کے سپاہیوں کو بندوقوں کی باڑہ سے قلعہ کی فصیل تک پہنچنے نہ دیا۔ نواب حافظ علیخاں داماد نواب حیدر علیخاں بھی مع چند سرداران فوج حیدری کے کام آئے۔ شہر کے شرفاء جو قلعہ میں جا رہے تھے۔ وہ بھی بہ وقت باری باری چوکی پہرہ اور ہر طرح کی ہوشیاری پر آمادہ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اس محاصرہ اور گولہ باری کو تین مہینے گذر گئے۔ اس عرصہ میں قلعہ کی دیوار متواتر گولوں کے پڑنے سے مُشبّک ہو گئی تھی۔ اور قلعہ نشین

لوگ رسد کے نہ آنے اور نئی رسد نہ پہنچنے سے سراسیمہ ہو رہے تھے۔
اس حالت کو معلوم کر کے نواب نے اپنی فوج کو تسخیر قلعہ کی تاکید مزید
کی۔ یہ سن کر کئی تجربہ کار افسر مع جاں نثار بہادروں کے زینے لگا کر
حصار قلعہ پر چڑھ گئے۔ اس میں سے کتنوں نے دیوار پر سے بندوقیں
مارنا شروع کیں۔ اور کتنے حصار کے اندر اتر گئے۔ اور قلعہ والوں
کو تلواروں سے قتل کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں سب عاجزانہ
طور سے خاموش ہو گئے۔ تب افسران فوج حیدری نے اپنا پنڈت
سیند صیا قلعدار کو مع اس کے اہل و عیال کے اسیر کر لیا۔ اور اسد بیگ
خان بخشی سوار اور حسینی یار خان سردار بے اسپان اور سید حمید کیدل
و تنبو نایڑ رسالدار مردم یار وغیرہ گرفتار کئے گئے۔ اور نواب نے بڑے
جلوس کے ساتھ مع باجہ و فوج شہر ارکاٹ کا معائنہ فرمایا۔ اور منادی
کی گشتی۔ کہ سب رعایا اپنے کاروبار میں خاطر جمعی سے مشغول ہو۔ اب
کسی پر دست درازی نہ ہوگی۔ نجیب خاں مع دو گورے اور چار سو سپاہیوں
کے بعد تسخیر قلعہ مذکور قلعہ ارک میں چھپ رہا تھا۔ اُن سب کو اعلان
عام میں شمار کر کے عزت و اکرام سے رخصت فرمایا۔ اور اپنے
سواروں کے ہمراہ چینا پٹن تک پہنچا دیا۔ اور راجہ بیربر کو تمام
ملک کا ذمہ دار و نگراں کار بنایا۔ اور دوسرے سرداروں اور
شرفاء شہر کو فراخور درجہ مختلف عہدوں پر سرفراز فرما کر اکثروں کو
خلعت تقسیم کئے۔ اور معقول انعام دئے سید حمید کو ایک پالکی اور

خلعت خاصہ عنایت فرماکر چار ہزار تفنگچی کی سرداری مرحمت فرمائی اور میر محمد صادق کو جو منصبدار صوبۂ سرا کے ایک جاگیردار کا نواسہ تھا۔ کروڑگی شہر آرکاٹ پر مامور فرمایا۔

بعد فتح آرکاٹ تبرکات درگاہ ٹیپوستان کا پیش ہونا

جب نواب نے قلعہ آرکاٹ فتح کرکے شہر آرکاٹ پر خاطر خواہ قبضہ کرلیا اور مصروف جشن و جلوس ہوا تو شاہ کریم اللہ چشتی اور علی رضا خطیب اور نور علی شاہ جو روضۂ ٹیپوستان کے متولی تھے نواب کے سامنے آئے اور ایک تسبیح خاک پاک اور ایک جلد کلام مجید مع دیگر تبرکات درگاہ ہدیہ گزرانی۔ نواب نے ہر ایک کو زر و جواہر سے مالامال کردیا۔ اور ایک سو ایک اشرفی نذر اور شامیانہ زربفت مع چوبہائے طلائی واسطے درگاہ ٹیپوستان کے روانہ کیا۔

نصیر الدولہ عبدالوہاب[1] خاں بن نواب انور الدین خاں برادر خورد نواب والاجاہ محمد علی خاں ناظم آرکاٹ کی گرفتاری مع دیگر واقعات سال مذکور

نواب تسخیر آرکاٹ کے بعد مصروف عیش و نشاط تھا۔ اس میں بعض

لہ ہم نے جو شجرہ آرکاٹ کے نوابوں کا شروع کتاب میں دیا ہے وہ لیون بی بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور کی تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان سے لیا ہے اُس میں نواب محمد علی خاں کے بھائی محفوظ خاں کا نام لکھا ہے۔ عبدالوہاب کا نام درج نہیں۔ ہم نے اسی مقام سے اصل شجرہ میں اس نام کا اضافہ کیا ہے کیونکہ معتبر تاریخ نشان حیدری اور حملات حیدری دونوں میں یہ نام مع تصریح اس واقعہ کے موجود ہے ۔

اعیان نے ظاہر کیا کہ عبد الوہاب خاں برادر نواب محمد علی خاں قلعہ چتور کو دیون رائے بھوجنگ اور مولوی عبد القادر کی حراست میں چھوڑ کر چندرگیری میں ذخایر آلات حرب وضرب اور افواج سوار و پیادہ جمع کر رہا ہے تاکہ موقع پاکر آپ سے مقابلہ کرے۔ نواب نے اُس طرف کو کوچ کا ارادہ کیا۔ میر علی رضا خاں نے عرض کی کہ بیچارہ عبد الوہاب اپنے بھائی سے رنجیدہ ہوکر اور قلعہ چتور دوسرے کارپردازوں کو سپرد کرکے مع اہل وعیال کے چندرگیری میں جا پڑا ہے۔ اُسکی کیا مجال جو یہ خیال محال دل میں لائے۔ میں نے سُنا کہ وہ سخت بیمار ہے ورنہ خود حاضر ہوتا۔ اس پر نواب نے میر علی رضا خاں کے بھائی میر معین الدین بخشی کو واسطے حاضر لانے عبد الوہاب کے حکم دیا۔ اور میر علی رضا خاں کو مع فوج و توپخانہ ضروری واسطے گوشمالی راجگان نواح آرکاٹ اور انتظام ہر نوع کے روانہ کیا۔ اور شہزادہ ٹیپو سلطان کو مع پانچ ہزار سپاہیان بار اور دس ہزار پیادہ اور پانچ ہزار سوار و توپخانہ کے واسطے فتح کرنے قلعہ جات غربی ملک آرکاٹ اور قبضہ کرنے علاقہ جات متعلقہ کے رخصت فرمایا ✦

جب میر معین الدین بخشی چتور پہنچے اور قلعدار قلعہ چتور سے قلعہ خالی کر دینے کو کہا تو اُس نے نواب عبد الوہاب خاں کی عدم موجودی کا عذر پیش کیا۔ اُس پر میر صاحب نے قلعہ پر گولہ باری کرکے اُس کو فتح کر لیا۔ اور اُس کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کرکے اپنی طرف سے

ایک قلعدار مقرر کر دیا۔ اور چندرگیری کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر عبدالوہاب کو نواب حیدرعلیخاں کے حضور میں حاضر ہونے کا پیغام دیا عبدالوہاب بیمار۔ اور تسخیر قلعہ چتور اور ضبط اموال کی خبر سُنکر مجبور ولاچار تھا۔ اُس کے مشیر جان دینا کیسا نیک صلاح دینے میں بھی لب بہ سکوت تھے۔ اس لئے عبدالوہاب کی طرف سے جواب ملنے میں ایک دو روز کی دیر ہوئی۔ اس عرصہ میں ایک دوسرا ناگہانی واقعہ پیش آگیا یعنی میر معین الدین کی فوج کے کچھ سوار اور سپاہی گھانس لکڑی لینے کو دامن کوہ میں گئے تھے۔ جس کے اوپر قلعہ واقع تھا۔ سادہ لوح قلعدار نے اس خیال سے کہ یہ قلعہ کا سراغ لینے یا سرنگ وغیرہ کا انتظام کرنے کو آئے ہیں۔ توپ داغ دیا۔ وہ لوگ بھاگ کر اپنے لشکر میں آئے اور میر معین الدین خاں سے یہ واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے اُسکو نواب عبدالوہاب کی منافقت اور مخالفت پر محمول کر قلعہ کے محاصرہ اور توپیں مارنے کا حکم دیدیا۔ اور قلعہ والوں کی بیخبری میں اچانک گولہ باری ہونے لگی۔ دو گولے نواب عبدالوہاب کی حرمسرا اور مطبخ میں گرے جس سے تمام عورتیں گھبرا گئیں۔ یہ حال دیکھ کر عبدالوہاب کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے اور وہ بیہوش ہو گیا۔ تب اُس کی بیگم نے ایک خط میر معین الدین کے نام اس مضمون کا لکھوایا کہ ہمارے صاحب کو غش کی حالت ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ گولہ باری کیوں ہو رہی ہے۔ اگر آپ کو قلعہ کا لینا اور ہمارے ملک پر قبضہ کرنا مقصود ہے۔ تو وہ حاضر ہے۔ عورتوں

کو دق کرنے سے کیا فایدہ۔ جب یہ خط میر صاحب کے پاس پہنچا۔ تو گولہ باری موقوف کر کے جواب لکھا کہ آپ سب مع نواب عبدالوہاب میرے لشکر میں آجائیں۔ آپ کے رہنے کا علیحدہ انتظام کر دیا جائیگا۔ اور آپ کی عزت و عصمت میں ہرگز فرق نہ آئیگا۔ اس جواب کے پہنچنے پر بیگم صاحب اپنے خاوند کو پالکی پر ڈالکر اور خود پالکی پر سوار ہو کر مع خواص و خدام اور زن و مرد خاندان میر معین الدین خاں کی حفاظت میں آگئیں۔ اور میر معین الدین خاں نے قلعہ کے تمام نقد و جنس پر قبضہ کر کے اپنا قلعہ دار مقرر کر دیا اور کچھ فوج اُس کے پاس چھوڑ کر مع اس قافلہ کے مراجعت فرمائی۔ اور نواب کے حضور میں حاضر ہوئے۔ نواب حیدر علیخاں نے نواب عبدالوہاب کو مع خواتین و خدام اپنے بدرقہ فوج کے ساتھ سرینگ پٹن کو روانہ فرمایا۔ اور اُن کے مصارف کا معقول انتظام کر دیا۔ اور اُس کے لڑکے عبدالصمد خاں دلیر جنگ کو بمشاہرہ سہ صد روپیہ داروغگی سلحدار کچہری پر مامور فرمایا۔ اب شہزادہ ٹیپو سلطان کا حال سُنئے۔ کہ شہزادہ موصوف ایک مہینے میں قلعہ ماہی منڈل اور کیلاس گڑھ کو فتح کر کے بعد انتظام لازمی قلعہ ساتت گڑھ پر نمودار ہوا۔ اور ایک وسیع میدان میں اپنا کیمپ قایم کر کے اپنی فوج اور توپخانہ کا جاہ و احتشام وہاں کے لوگوں کو دکھایا۔ اور تدبیر تسخیر میں مصروف ہوا۔ قلعہ رفعت میں آسمان سے باتیں کرتا اور استحکام میں دوسرا ہمالیہ بن رہا تھا۔ اور ہر طرح کے سامان و اسلحہ سے معمور تھا۔ اور ولی محمد خاں

قلعدار اور سید مخدوم رسالدار اور محمد مولا معتمد نواب محمد علیخاں مع دو ہزار سپاہ اور اتواپ خار انگاف کے وہاں موجود تھے۔ لیکن شہزادہ کا جاہ وحشم دیکھ کر اور نواب حیدر علیخاں کے عزم وحزم کا اندازہ کر کے سب ہوش باختہ ہو گئے اور اُس قلعہ کی کنجیاں بغیر ایک توپ کے چھوڑنے اور ایک بندوق اور ایک تلوار چلانے کے شہزادۂ والاشان کے حضور میں پیش کر دیں۔ شہزادہ نے اُن سب کو وہاں سے نکالکر کل سامان ضبط کر لیا۔ اور اپنی طرف سے ایک قلعدار مقرر کر کچھ فوج اُس کے پاس چھوڑ دی۔ اور خود واسطے تسخیر قلعہ انبور گڑھ کے روانہ ہوا۔ جو وہاں سے تین کوس تھا۔ اس قلعہ پر ایک کپتان مع چند کمپنی کے نواب محمد علیخاں کی طرف سے رہا کرتا تھا۔ اور سامان جنگ بھی زیادہ نہ تھا۔ لیکن وہ قلعدار از راہ نمک حلالی اس فوج مختصر سے پندرہ روز تک لڑتا رہا جب شاہزادہ کے گولندازوں نے علے الاتصال گولے مار کر قلعہ کی دیوار کو ڈھا دیا۔ تب لاچاری سے اُس نے قلعہ کا سپرد کرنا گوارا کیا۔ اور شہزادہ نے بعد تسخیر قلعہ زین العابدین خاں نایط کو اُسکا قلعدار بنایا اور بعد انتظام لازمی وہاں سے کوچ کر کے اپنے والد بزرگوار کے پابوس سے شرف اندوز مفاخرت ہوا۔ نواب حیدر علیخاں نے اپنے بہادر اور اقبالمند اور صاحب رائے وتدبیر فرزند کو گلے لگایا اور زر وجواہر اُس پر نثار کیا اور اُسکی فوج کو معقول انعام دیا اور تھوڑا دم لینے کے بعد حکم دیا کہ محمد علی کمیدان کی کمک کو روانہ ہو۔ جو قلعہ

راستے ایلور کی تسخیر میں زور لگا رہا ہے۔ اُس وقت یہ قلعہ کرنل لانگ کے چارج میں تھا۔ جس کی باقاعدہ فوج اُس کو ناممکن التسخیر بنائے ہوئے تھی۔ آخرکار ٹیپو سلطان نے محمد علی کمیدان سے مل کر کئی حملے کئے لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اور اپنے باپ سے اور زیادہ فوج بھیجنے اور بڑی بڑی توپیں روانہ کرنے کی درخواست کی۔ نواب حیدر علیخاں نے ایسے محل خوف پر اپنے فرزند دلبند کا رکھنا مناسب نہ جانکر ٹیپو سلطان کو واپس طلب کر لیا۔ اور ایک سردار یغما گر کو مع تین سَو سوار اور ایک ہزار سپاہی کے اُس طرف مامور کیا تاکہ وہ مناسب مقام پر محفوظ رہ کر انگریزی رسد کی راہ روکتا اور اسباب رسد لوٹتا رہے۔ اور ممالک جنوبی آرکاٹ کی تسخیر کا لگا گیا۔ اور شہزادہ بلند ارادہ کو واسطے تسخیر کرناٹک گڑھ کے مامور فرمایا۔ اور رستم علی خاں فاروقی اور روشن خاں دستہ دار مع افواج سوار و پیادہ دوسرے قلاع و ممالک کی تسخیر پر مامور ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے کوہستان جینجی اور کوہ موکل اور کوہ کشن کنڈہ اور کوہ جینہ کنڈہ کے قلعہ جات کو مع ترنامل کے لڑ بھڑ کر فتح کر لیا۔ اور اُن کے علاقوں پر حیدری قبضہ قایم ہو گیا۔ اور ٹیپو سلطان نے ادھونی گڑھ اور علی آباد میں پہنچ کر قلعہ کرناٹک گڑھ کو فتح کرنے کے لئے پہاڑ پر قلعہ شکن توپیں چڑھوائیں۔ اور گولندازوں نے بڑی ہوشیاری سے حصار قلعہ پر گولے مارے لیکن وہاں گولوں نے کچھ کام نہ دیا۔ تب تین چار روز کی بے سود گولہ باری کے بعد ٹیپو سلطان

نے یہ حکمت عملی ظاہر کی کہ جو لوگ آرکاٹ کے اسیر تھے۔ اُن میں سے
چند کو چھوڑ دیا۔ اور اُن کو بصورت فتح ہو جانے اُس قلعہ کے انعام
اکرام کا متوقع کیا۔ اور کچھ باتیں اُن کو سمجھا دیں تاکہ وہ لوگ باہر
جا کر اُن کو ظاہر کریں۔ چنانچہ جب یہ لوگ قلعہ میں پہنچے تو انہوں نے
بیان کیا کہ نواب حیدر علی خاں نے قلعہ آرکاٹ کو فتح کر لیا۔ اور
تمام شہر پر قبضہ ہو گیا۔ اور ٹیپو سلطان نے کتنے قلعے فتح کر ڈالے
بڑے بڑے سورما عمدہ دار اُس کے پاس اسیر ہیں۔ نواب کا
بھائی عبد الوہاب بھی پکڑا گیا۔ ہاں جس نے اُس کی فرماں برداری و
اطاعت سے کام لیا وہ بچ گیا۔ نواب محمد علیخاں انگریزوں کے پاس
چھپ رہا ہے۔ اور اب کوئی بات اُس کے بنائے بن نہیں سکتی۔
جب ان لوگوں نے اس قسم کی باتیں کیں۔ تو قلعہ والوں نے اپنا
ایک معتمد بامید جان بخشی و اظہار اطاعت شہزادہ ٹیپو سلطان کے
حضور میں روانہ کیا۔ شہزادہ نے اُس کی التماس منظور کر لی۔ اور
وہ قلعہ مع تمام اشیاء و اسلحہ کے شاہزادہ کو سپرد کر کے سب اہل قلعہ
اُس قلعہ سے نکل گئے۔ شاہزادہ نے سب مال و اسباب قلعہ کا ضبط
کر اپنا قلعہ دار مع سپاہ ضروری متعین کر دیا اور بعد نظم و نسق مضاف
قلعہ دو روز میں کوہ رآوت اور نیلور کے سواد پر قابض ہوتا ہوا تیاگ
گڑھ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس قلعہ میں صاحبان انگریز کی طرف سے
ایک کپتان اور دو سو گورے رہتے تھے۔ اُن کے ساتھ کچھ اور سپاہ

تھی۔ شہزادہ نے ایک بلند مقام پر توپیں چڑھوا کر گولہ باری شروع کی۔ لیکن کار آزمودہ اور بہادر کپتان نے اُس تھوڑی جمعیت کے ساتھ اٹھائیس روز تک مقابلہ جاری رکھ کر قلعہ کو تسخیر سے بچایا۔ زاں بعد قلعہ کا تالاب خشک ہوگیا۔ اور سپاہی پیاس سے جان بلب ہونے لگے۔ تب بعالم مجبوری امان کی درخواست کی گئی۔ لیکن اس سے پہلے قلعہ کی سپاہ نے شاہزادہ سے ایک قول کرکے انحراف کیا تھا۔ اسلئے امان نامنظور ہوئی اور قتل عام کا حکم دیا گیا۔ اور کپتان کو عزت کے ساتھ حضور میں لایا گیا۔ بعد فتح شاہزادہ والاشان اس ملک کو منتظمان کارگزار اور قلعہ اران جاں نثار کے ہاتھوں میں چھوڑکر مع اسیران کارزار و نقود و اجناس بیشمار باپ کے حضور میں واپس آیا۔ اور دوسرے سرداروں نے اپنی خدمات متعلقہ ممالک آرکاٹ کو فتح و کامیابی سے پورا کیا۔ اور تمام اعلےٰ انتظام نواب حیدرعلیخاں کے حسب فرمان و ہدایت پورے کئے گئے۔

جنرل سرایری کوٹ کی لشکر کشی اور نواب حیدر علیخاں کی معرکہ آرائی جنگ محمود بندر میں میر علی رضا خاں کا مارا جانا

وقایع ۱۱۹۵ھ

اُس زمانہ کے انگریزی جنرلوں میں جنرل کوٹ نے مختلف جنگوں میں بڑی ناموری حاصل کی تھی۔ اور ولایت جاکر ممالک نو تسخیر بنگالہ کے نظم و نسق کو پھر واپس آیا تھا۔ وہ خدمات انتظامی بنگالہ کو چھوڑ کر نواب محمد علیخاں کی مدد کو مامور ہوا۔ اور سات سو گورے اور دو پلٹنیں لیکر بسواری جہاز مدراس پہنچا۔ اُس وقت سراج الدولہ نواب محمد علیخاں دار الامارۂ ترملکھیڑی (مدراس) کی سکونت چھوڑ کر میتال بیٹھ میں بحالت اضطرار و انتشار سکونت پذیر تھے۔ جنرل نے

پوچھا- آپ کی فوج کہاں ہے- نواب نے جواب دیا کہ میں نے انگریزی فوج کے یقین حمایت پر موقوف کردی- اور اس کے بدلے گورنمنٹ مدراس کو روپیہ دینے لگا- جنرل یہ سادہ جواب سنکر ہنسا اور کہنے لگا- کہ کسی رئیس اور بادشاہ کو بغیر شایستہ فوج کے رہنا اور ضرورت کے وقت دوسروں سے مدد مانگنا کاسۂ گدائی کے برابر ہے- نواب اس بات سے نادم ہوا- اور دو تین ہزار پیادہ اور پانسو سوار جو اُسوقت موجود تھے جنرل کے سامنے پیش کئے- اور باربرداری کے بیل وغیرہ کرایہ سے لیکر اور ادھر اُدھر سے پکڑ کر مع دو لاکھ ہون نقد جو خزانہ میں موجود تھے مصارف باربرداری کے لئے جنرل صاحب کے حوالہ کئے- جنرل موصوف نے تین مہینے میں کئی ہزار نئی فوج آراستہ کی اور زر کثیر خرچ کرکے بنگالہ سے براہ دریا سامان حرب وضرب منگاکر اور مچھلی پٹن اور نیلور وغیرہ سے سامان خوراک جو ایک فوج کے لئے بہت دنوں کو کافی ہو مع خیمہ وخرگاہ بطور ذخیرہ جمع کرلیا- پھر پوری تیاری سے ارکاٹ کی جانب مع فوج وخزانہ وتوپخانہ کے روانہ ہوا

اُدھر سے نواب حیدر علی خاں نے میدی ہلال اور غلام علی خاں بخشی کے ساتھ کچھ فوج روانہ کردی- اور خود مع لشکر جرار اُن کے عقب میں روانہ ہوا- جنرل کوٹ نے اس سے پہلے قلعہ کرنک بالہ کو فتح کرلیا تھا- اور حیدر علیخاں کا قلعدار مع سپاہ قلعہ کے قتل ہوچکا تھا- اور جنرل صاحب نے اسباب قلعہ کو اپنی فوج سے لٹوا کر اُسکو

تقسیم کردیا تھا۔ اور وہاں سے کوچ کرسواد اجرادا کم میں خیمہ زن تھے اس نواح میں حیدرعلیخاں کی طرف سے روشن خاں دستہ دار اور رستم علیخاں فاروقی مع اپنی اپنی جمیعت کے قلعہ برمو کل گڑہ کے محاصرہ میں مصروف تھے۔ جب اُن کو جنرل صاحب کے آمد کی خبر معلوم ہوئی تو وہ محاصرہ اٹھاکر حیدرعلیخاں کے لشکر سے جاملے۔ جنرل صاحب نے اُس قلعہ کے قلعدار کی تعریف کی اور جانب پھلجری کوچ فرماکر کوہ مور کے دامن میں قلعہ کے نیچے کیمپ قایم کیا۔ اور اپنی کارروائی سے گورنمنٹ مدراس کو اطلاع دی اور واسطے بھیجنے آذوقہ اور سامان جنگ کے تحریر بھیجی ✦

اس عرصہ میں نواب حیدرعلیخاں بھی مع فوج تہار اور لشکر بیشمار جنرل کے سر پر بطور یلغار کے پہنچ گیا۔ اور دو فرسنگ کے فاصلہ سے خیمہ زن ہوا۔ اُس کو معلوم ہوگیا تھا کہ جنرل کوٹ کو جب تک مدراس سے سامان مطلوبہ نہ پہنچیے۔ وہ لڑائی میں سبقت نہ کریگا۔ اس لئے اُس نے اطمینان سے میر علی رضاخاں کو مع اُسکی جمیعت کے اور سید ہلال کو مع پانچ ہزار سوار اور غازی خاں کو مع سواران یغماگر واسطے مقابلۂ جنرل موصوف کے چھوڑکر خود مع فوج و توپخانہ محمود بندر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور شہزادۂ ٹیپو سلطان کو سات ہزار سوار اور پانچ ہزار سپاہی اور پچیس ضرب توپ دیکر نواح تنجور نگر اور تنجاور کی غارتگری پر مامور فرمایا۔ شہزادہ ٹیپو سلطان نے پہلے علاقہ تنجاور کو

لوٹ کر صاف کر دیا۔ اور تمام اشیا مغروقہ حیدر علیخاں کے پاس بھیج دیں پھر تھ نگر پر تاخت کی اور مقامات مغروقہ پر اپنے تھانے بٹھاتا ہوا ستل سودکاویری اور کورنڈم کے ہندو معابدوں اور مندروں کو جو طلاء و جواہر سے مملو تھے لوٹ کر کلی کوٹ کی طرف جو قلعہ ترچناپلی سے چھ میل مشرق کی طرف واقع ہے۔ کوچ کیا۔ اور یہاں نواب حیدر علیخا سے مل گیا۔ نواب حیدر علیخاں نے سواران یغماگر کو واسطے تاخت و تاراج نواح ترچناپلی کے حکم دیا۔ حکم دینا تھا کہ وہ جابجا روانہ ہو گئے اس اثنا میں ایک افسر فوج انگریزی میجر ہال نام قلعہ سے باہر چھ سو سپاہیوں کو قواعد سکھا رہا تھا۔ وہ مع دو ضرب توپ ان سواروں کے تعاقب کو روانہ ہوا۔ لیکن اتفاق سے ایک کمینگاہ کے سامنے پڑ گیا جہاں حیدر علیخاں کے سپاہی مع توپوں کے چھپے بیٹھے تھے۔ جیسے ہی یہ اُن کے سامنے پہنچا اُنھوں نے بندوقوں کی باڑہ ماری اور دوسرے سواروں نے اُس کو گھیر لیا۔ نو آموز سپاہی اکثر مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ کچھ بھاگ نکلے۔ لیکن میجر ہال بڑی دلیری اور استقلال سے لڑتا بھڑتا گھوڑا بھگا کر قلعہ میں پہنچ گیا۔ اور نواب نے سوادچر کل باڑہ میں کیمپ قایم کر کے تیرداروں کو حکم دیا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر مورچے بنائے جائیں اور قلعہ میں میجر ہال اور کرنل لگسن اور شادی خاں تحصیلدار کچھ سپاہیوں اور شرفاء شہر کو جمع کر کے حفاظت قلعہ کے انتظام میں مصروف ہوئے ‌‌+

دو تین روز کے عرصہ میں مورچے تیار ہو کر کل کے روز گولہ باری ہونے کو تھی کہ آج میر علی رضا خاں کی عرضی اس مضمون سے پہنچی کہ جنرل کوٹ تلوسیل انبر پر پہنچے تھے۔ مگر مقابلہ سخت قلعدار حیدری سے ناکام ہو کر محمود بندر پر بڑھ رہے ہیں۔ اُس پر نواب نے اُس ارادہ کو ملتوی چھوڑ کر مع فوج و توپخانہ محمود بندر کیجانب کُوچ کیا۔ آگے بڑھ کر معلوم ہوا کہ سیدی بلال جو مقدمۃ الجیش تھا مع تین سَو جوانوں کے سواد باکور میں بمقابلہ فوج انگریزی کام آیا اور جنرل کوٹ آگے بڑھ رہے ہیں۔ نواب نہایت عجلت سے اپنی فوج مع توپخانہ کے آگے بڑھا کر بیچ میں حایل ہو گیا اور ساحل دریا پر ریگ کے تودوں پر تو پیں چڑھوا دیں۔ اور خود ایک درخت کی آڑ میں کرسی بچھا کر افسران فوج کو تدبیرات جنگ بتانے میں مصروف ہوا۔ میر علی رضا خاں کو حکم دیا کہ سپاہ انگریزی کی پُشت پر جاکر میدان محاصرہ کو تنگ کرے اور شہزادہ ٹیپو سلطان کو ارشاد ہوا کہ فوج سواران کو بافسری موشیر لالی فرانسیس اور سید حمید۔ اور شیخ انصار اور شیخ عمر اور شیخ شجاع الدین کے ہمراہ لیکر جنرل کوٹ سے مقابلہ کرے۔ اور گولہ اندازوں کو شلک کا حکم دیا گیا۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کیسا موقع ہے۔ اور حیدر علی نے کس دل سے اپنے نوجوان فرزند کو جنرل کے سامنے آنے کا حکم دیا ہے۔ اور خود کس استقلال سے کرسی پر بیٹھا ہوا بہادروں کی معرکہ آرائی کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ الحاصل اُس طرف سے جنرل کوٹ

کی توپوں نے آگ برسانا شروع کی۔ اور جنرل کی باقاعدہ فوج صف بستہ روانہ ہوکر باڑہ پر باڑہ مارتی ہوئی روانہ ہوئی۔ اور اُدھر سے نواب کے فرزند اور افسران فوج نے اپنی فوج کو آگے بڑھایا۔ اور توپوں کی شلک اور بندوقوں کی باڑہ سے زمین لرزنے لگی۔ یہانتک کہ دونو فوجیں اصول جنگ کے موافق مصروف کارزار ہوکر صبح سے دوپہر تک لڑتی رہی۔ اور وہ ریگستان دونو طرف کے مجروحوں اور مقتولوں سے بھر گیا۔ اسی ہنگامۂ محشر آشوب میں جنرل کوٹ نے سُنا۔ کہ نواب حیدرعلیخاں ایک درخت کے نیچے کُرسی بچھائے بیٹھا اپنے افسروں کو جنگ کی تدبیریں بتا رہا ہے۔ یہ سُنکر مع اپنی فوج کے اُس طرف چڑھ دوڑا اور دو جہاز جو مدراس سے آکر دریا میں لنگر ڈالے ہوئے تھے اُن کے کمانیروں کو کہلا بھیجا کہ فوج حیدری پر گولوں کا مینہ برساویں۔ نواب نے یہ صورت مشاہدہ کرکے اپنی فوج مع توپخانہ کو گولہ باری کی زد سے بچا کر علیحدہ ہٹا دیا۔ اور خود دوسری جگہ ہٹ گئے اور جنرل کو حصار پر قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اس عرصہ میں میر علی رضا خاں بہادر نے دریا کے کنارے سے گھوڑا بڑھایا کہ اپنی فوج سے دوسری طرف سے فوج انگریزی پر جا پڑے۔ اس میں جہاز سے ایک گولہ آکر اُس کے بازو پر بیٹھا اور وہ زمین پر آرہا۔ اُس کے رفیق فی الفور پالکی پر ڈالکر نواب کے سامنے لے گئے۔ نواب اس حادثہ سے بہت غمگین ہوا۔ لیکن اپنا دل مضبوط کئے رہا۔ پھر چند روز کو

طرفین سے جنگ موقوف ہو کر مقتولوں کی تدفین اور مجروحوں کی مرہم پٹی کا سامان ہونے لگا ۔

میر علی رضاخاں کی لاش بنہایت احترام سے سرینگ پٹن کو روانہ کی گئی۔ اور چونکہ شہزادہ ٹیپو سلطان اُس کا حقیقی بھانجا (بہن کا لڑکا) تھا۔ اس لئے اسکی فوج اور اُسکا سامان از قسم زیور و جواہرات و خزانہ شہزادہ کو دیدیا گیا۔ اور اُس کے نوجوان فرزند نواب قمرالدین خاں کو نواب نے ماتمی خلعت دیکر ہاتھی مع عماری اور نوبت و نقارہ وغیرہ سامان جلوس امارت دیکر باپ کا منصب بحال رکھا اور اعلےٰ تربیت کے لئے شاہزادہ کے سپرد کیا۔ اور جنرل کوٹ کامیاب ہو کر چھلپری اور برموکل گڑہ ہوتا ہوا افرنگی کوہ میں داخل ہو کر اُس طرف کے پرگنات اور محالات کے انتظام میں مشغول ہوا اور نواب حیدر علیخاں کئی روز قولح نیکنا پیٹھ میں مقیم رہ کر تر وادی کی راہ سے منزلیں طے کرتا ہوا سوا دنندی ولم میں خیمہ زن ہوگیا۔ اور قلعۂ برموکل گڑہ کو مع پہاڑ کے گولہ باری سے فتح کرلیا۔ بعد چندے ہرکاروں نے خبر دی کہ جنرل کوٹ کی کچھ سپاہ قلعہ ڈنڈاوسی کو روانہ ہوئی ہے۔ اس خبر کو سُنتے ہی نواب بہادر ڈنڈاوسی[1] کو روانہ ہوا۔ اور تین چار روز تک قلعہ کشائی کی تدبیریں کیں مگر کوئی راست نہ آئی۔ تب بندوبست شہر و قلعہ آرکاٹ کا اس سے زیادہ مقدم جانکر مع فوج آرکاٹ کو روانہ ہوگیا۔ اور موشیر لالی فرانسیس

لـه نشانِ حیدری میں اس قلعہ کا نام ونڈاوسی لکھا ہے ۔

اور شیخ انصر اور شیخ حمید کو مع فوج کے یہاں چھوڑ گیا۔ تاکہ محاصرہ وغیرہ سے اس قلعہ کو فتح کریں۔ موشیر لالی نے محاصرہ میں بڑی تندہی اور جانفشانی ظاہر کی۔ لیکن اُس سے کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوا تب ایک حکمت عملی کی یہ تدبیر نکالی کہ اپنی فوج کو انگریزی وردی پہنادی اور ایک روز پہلے سوار مع چیٹھی انگریزی قلعدار کے پاس روانہ کیا کہ ہماری فوج مدد اس سے تمہاری مدد کو آئی ہے۔ کل قلعہ میں داخل ہوگی تم مطمئن رہو۔ لیکن قلعدار کو بعض وجوہ سے شک پڑ گیا اور اُس نے معلوم کرلیا کہ یہ انگریزی فوج نہیں ہے۔ تب اُس نے اس فریبی فوج کی دعوت کو پہلے سے توپوں میں گراب بھروادیا۔ جب صبح کو یہ فوج قریب قلعہ پہنچی تو اس گراب سے اُسکی تواضع کی۔ اس سے اُس کو بہت نقصان پہنچا۔ اکثر سوار اور سپاہی وہیں گر گئے۔ باقی بھاگ نکلے۔ بدقسمت موشیر لالی نے مع ایک گروہ سواران کے بھاگ کر جان بچائی۔ اور پھر سب اپنے کیمپ میں جمع ہو کر اس مغالطہ پر افسوس کرنے لگے۔ اور قلعدار نے مقتولوں کے گھوڑے اور اُن کے ہتیار قلعہ میں رکھ لئے۔ جب نواب حیدرعلیخاں کو اس واقعہ کی خبر پہنچی وہ موشیر لالی پر سخت برافروختہ ہوئے اور اُسکو واپس طلب کر کے دوسرا سردار مع فوج واسطے تسخیر قلعہ مذکور کے روانہ کیا۔

کرنل گال اور جنرل کوٹ کے ساتھ نواب حیدر علیخاں کے دوسرے محاربات

واقع ۱۱۹۶ھ ہجری

جب جنرل کوٹ نے جنگ محمود بندر وغیرہ کے بعد مدراس کو معاودت کی۔ تو نواب حیدر علیخاں تسخیر و انتظام قلعہ جات متعلقہ صوبہ ارکاٹ میں مصروف تھے۔ اس میں کرنل گال مع پانچ ہزار فوج گورہ اور خزانہ کثیر اور ۳۰ کشتی محمول سامان جنگ و آذوقہ کے بنگال سے وارد مدراس ہوا۔ اُس کے آنے سے جنرل کوٹ کی طاقت بڑھ گئی۔ اور وہ دو مہینے میں ایک لشکر جرار آراستہ کر کے مع سازو سامان کافی و ذخیرہ وافی از راہ ترو الور قلعہ راے ویلور کی طرف کوچ کیا سیف الملوک بہادر فرزند نواب محمد علیخاں کو بھی ساتھ لے لیا جب یہ خبر نواب حیدر علیخاں کو پہنچی۔ جو بلاد تیسور و وال پنڈل میں خیمہ زن

تھا۔ تو فی الفور مع فوج و توپخانہ کاویری پاک کے راستہ سے اُسطرف کو روانہ ہوا۔ جنرل کوٹ نے اُس مقام پر ڈیرہ کیا۔ جہاں کرنل بیلی کا واقعہ پیش آیا تھا۔ تیسرے روز نواب کی فوجیں داخل ہوئیں۔ اور صبح ہوتے ہی جنرل کی فوجیں ایک بڑے میدان میں صف آرا ہوگئیں۔ اُدھر سے نواب کی فوجوں نے برابر کی صف بندی قایم کی اور دونو طرف سے بندوقوں کی باڑھیں چلنا شروع ہوئیں۔ اور نواب نے اپنی ذات سے توپخانہ ایک مناسب مقام پر قایم کیا۔ تاکہ جب اُس کے سامنے سے انگریزی فوج نکلے۔ تو آگ برسائی جائے اور ٹیپو سلطان سواروں کی فوج لیکر انگریزی فوج کی پُشت پر آپڑا۔ اور پچھلے حصہ فوج سامان و آذوقہ وغیرہ لوٹ لیا۔ تمام دن لڑائی جاری رہی۔ اثناء جنگ میں ایک گولے کا ٹکڑا کرنل اسٹوارٹ کے پاؤں میں لگا۔ وہ بیکار ہوگیا۔ اسی طرح سیف الملک بھی گولی کے لگنے سے زمین پر گر پڑا۔ شام کو دونو لشکر علیحدہ ہوئے۔ صبح کو جنرل کوٹ نے سیف الملک کو پالکی پر سوار کراکر اُس کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ اور خود واسطے انتظام دوسری مہمتوں کے مدراس کی طرف کوچ کر گیا۔ اور نواب نے وہاں سے مراجعت کرکے حدود دکنچی میں خیمہ گاہ قایم کی۔ اس عرصہ میں جاسوس خبر لائے کہ فرانسیسوں کے چند جہاز موقع پر ہوئی کی سواری میں واسطے ملازمت سرکار حیدری کے آگئے ہیں۔ اور صاحبان کونسل مدراس نے ولندیزوں کے سرداسے مواخذہ کیا ہے کہ تمنے اسباب

جنگ نواب حیدر علی خاں کے ہاتھ کیوں فروخت کیا۔ اس مواخذہ میں کرنل منرو و لندیزوں کے پاس سے ناگ پٹن کا قلعہ فتح کرکے مدراس کو واپس گیا تھا۔ اور اب وہاں سے مراجعت کر مع چار پلٹن سپاہی اور سات ضرب توپ اور سواروں کے سواد کاری گال میں خیمہ زن ہے۔
ان خبروں کو سُنکر نواب حیدر علیخاں نے ٹیپو سلطان کو واسطے ملاقات سپہ سالار فرانس کے رخصت کیا اور یہ حکم دیا کہ اگر راستہ میں کرنل منرو کی فوج سے مڈبھیڑ ہو جائے تو اُس سے مقابلہ کرنا۔ آگے بڑھ کر شہزادہ کو معلوم ہوا کہ کرنل منرو ساحل روڈ کورڈم پر فرانسیسوں کے راستے روک رہا ہے۔ تب رات کو اُس نے باغ بکوٹہ میں اُس کا محاصرہ کیا۔ صبح کے وقت کرنل منرو نے اپنے آپ کو مع فوج محاصرہ میں پایا تب جنگ کو آمادہ ہوا۔ اور لڑائی ہونے لگی۔ اس لڑائی میں انگریزی سواروں کا سردار میجر ساٹس اور سید غفار صوبہ دار اسیر ہو گئے۔ اور چونکہ شہزادہ کو سپہ سالار فرانس کی ملاقات ضروری تھی۔ اس لئے وہ وہاں سے کوچ کر قریب قلعۂ گوڈیور کے خیمہ زن ہوا۔ سپہ سالار فرانس نے انگریزی سردار قلعہ کو لکھا کہ قلعہ مذکور خالی کر دیا جائے۔ اُس نے لڑنا مناسب نہ جانکر قلعہ خالی کر دیا۔ اور خود مع جمعیت ناگ پٹن کو چلا گیا۔ تب سپہ سالار فرانسیس نے مع پانچہزار سپاہی فرانسیس کے جہاز سے اُتر کر نزدیک قلعہ کے خیمہ نصب کیا۔ دوسرے روز شہزادہ کی ملاقات کو آیا۔ اور نواب کے ساتھ بنائے اتحاد کو از

سرتو مستحکم کیا۔ اور شہزادہ واپس گیا۔ تب نواب عازم آرکاٹ ہوا اور منتظمان و محافظان نواحی ویلور کے نام حکم ہو چکا تھا کہ چاروں طرف سے رسد پہنچنا بند کردیں اور بہت سخت نگرانی رکھیں کہ باہر سے کوئی چیز وہاں نہ جانے پائے۔ اس سے وہاں ایک آفت برپا ہوگئی۔ اور وہاں کے لوگوں نے اپنی مشکل کشائی کے لئے مدراس کو لکھا۔ ہنوز نواب آرکاٹ سے چند میل نہ گیا تھا جو خبر آئی کہ جنرل کوٹ مع فوج صحرائے ناکلاپور سے گزر کر آئے ویلور کا عازم ہے۔ نواب نے یہ خبر سُنکر سید حمید اور شیخ انصر اور موشیر لالی کو مع افواج شایستہ واسطے حفاظت شہر و قلعہ آرکاٹ کے مامور فرمایا۔ اور چھوٹے شاہزادہ کریم شاہ کو مع چار ہزار سوار خاصہ اور دو ہزار سپاہی اور چند توپ کے نواح مدراس میں جاکر انگریزوں کی رسد لوٹنے اور راستے روکنے کا حکم دیا۔ اور شہزادہ کلاں ٹیپو سلطان کو ارشاد ہوا کہ نواح ارنی میں جاکر تسخیر قلعہ اور استحکام انتظام مقبوضات پر مستعد رہے۔ اور خود مع فوج و توپخانہ میدان دھولی گڑھ میں خیمہ زن ہوا۔ اس عرصہ میں جنرل کوٹ راہ ویلور میں پہنچا۔ اور ایک مہینے تک افواج حیدری سے معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ کبھی نواب کی فوج جنرل کوٹ کی فوج کو نقصان پہنچاتی اور رسد وغیرہ لوٹ لاتی۔ کبھی جنرل کوٹ کی فوج نواب کی فوج کو ہزیمت دیتی اور جو پاتی لوٹ لیجاتی۔ ایک مہینے کے بعد جنرل کوٹ نے اپنے لشکر کو اور آگے بڑھایا۔ اور قریب دھولی گڑھ

کے کیمپ بنایا- یہاں بہت سخت لڑائی ہوئی- اور جنرل کوٹ کی فوجوں
نے بڑی دلیری اور بیباکی سے نواب کی فوج کو منتشر کیا- اور نواب
کو وہاں سے کیمپ اُٹھاکر آرنی کے میدان تک ہٹ جانا پڑا- اور
جنرل کوٹ نے دوسرے روز وہاں سے بڑھ کر علی آباد میں خیمہ کیا-
نواب نے اس سے پہلے محمد علی کمیدان کو رسالداری سے موقوف
کر دیا تھا- لیکن وہ نمک حلال بہادر سایہ کی طرح اپنے آقا کے ساتھ
رہتا تھا- اس مقام پر اُس کو پھر سرداری رسالہ کا خلعت مع نقارہ
نشان عنایت کیا گیا- جب نواب کو معلوم ہوا کہ جنرل نے علی آباد میں
قیام کیا ہے- تو اس خیال سے کہ اب وہ بارآمحال یا ترچناپلی کا قصد
رکھتا ہے سوا د آرنی سے خیمہ اُٹھا باگ مار پیٹھ کے متصل کیمپ قایم
کیا- اور سواران یغماگر کو واسطے تاخت و تاراج اُس نواح کے
حکم دیا- اور جنرل کوٹ نے رات کو نواب کی فوج پر شبخون مارا پھر
نہایت عجلت سے آرنی کے قلعہ کا محاصرہ کیا- لیکن نواب حیدعلیخاں
کے قلعدار سیدی امام نے بڑی جوانمروی سے اُس کی حفاظت قایم
رکھی- اب جنرل کوٹ نے خیال کیا کہ اس موقع پر زیادہ ٹھیرنا مناسب
نہیں- شاید نواب پاشنہ کوب آکر ہماری فوج کو مبتلاے آفت کردے
اس لئے وہاں سے روانہ ہو کر ڈنڈوسی میں قیام کیا- یہاں سپاہیوں
کو وعدہ آرام پہنچاکر مدراس کو روانہ ہو گیا ●

بعد چند روز ہرکاروں کی زبانی معلوم ہوا کہ تعلقہ دار اور فوجدار

تنجاور اور ترچناپلی انگریزی فوج کی حمایت سے دہات کوئمبا تور اور دیگر
محالات پردست تعدی دراز کر رہے ہیں۔ اور رعایا کی لوٹ مار ہو رہی
ہے۔ تب نواب نے ٹیپو سلطان کو واسطے تنبیہ اُس جماعت متمرد کے
مامور فرمایا۔ اور چار ہزار سوار کو بسرکردگی چھیلا رام مع رسالہ سلطان سنگھ
واسطے جمع کرنے اور مواشی رسد کے قدغن بلیغ فرمائی۔ اور مہا مرزا خاں
بخشی اور نواب نور الاجبار خاں کو حکم دیا کہ وہ مع چھ ہزار سوار کے
روانہ ہوکر حدود کالستری اور رنیگٹ گری اور نزاج کے ضبط و انتظام
میں مشغول ہوں۔ اور میر مخدوم علیخاں کے نام پروانہ لکھا جو واسطے
خبرداری ملک جنوبی پٹن کے مامور تھے۔ کہ وہ گوشمالی اور تنبیہ
نایروں میں قصور نہ کریں جو ہمیشہ رعایا کو ستاتے رہتے ہیں +

مطابق اس کے شاہزادہ ٹیپو سلطان نے روانہ ہوکر راستہ میں
خبر پائی کہ ایک فوج ترچناپلی اور تنجاور سے جمع ہوکر تسخیر قلعہ ترکاٹ پلی
اور شاکوٹہ کا ارادہ رکھتی ہے۔ مگر قبل اُس سے کہ شاہزادہ پہنچے یہاں
عجیب اتفاق ہوا کہ قلعہ ترکاٹ پلی کی تسخیر کو دو فوجیں انگریزی دو
طرف سے بڑھیں اور رات میں دھاوا کیا۔ اور ایک نے دوسرے
کو اپنا حریف سمجھ کر آپس میں جنگ جاری رکھی جس سے دونو طرف
کے سات سو بہادر تلف ہوئے۔ آخر میں جب ایک سردار نے
انگریزی بولی میں کوئی اصطلاحی بات کہی اور دوسرا سردار سمجھ گیا۔ تو
وہ چلا اُٹھا کہ ہم تم دونو ایک ہیں۔ اور آخر کو دونو اپنی اپنی حماقت

پر نادم ہوئے۔ اور جو اسباب قلعہ میں پایا۔ اُسکو لیکر شاکوڑہ کو چلے گئے جب شاہزادہ آیا تو یہ حال سُنکر بہت ہنسا اور اُس قلعہ کو خالی چھوڑ دیا۔ اُدھر انگریزی پلٹن شاکوڑہ کا محاصرہ کئے تھی۔ اُس کو شاہزادہ نے ہزیمت دی اور شیخ حمید قلعہ دار کو جس نے حفاظت قلعہ میں بڑی دلیری اور مردانگی ظاہر کی تھی خلعت فاخرہ مع ایک جوڑی کڑہ طلائی مرصع کے عنایت کیا۔ اور قلعہ کے سب سپاہیوں کو ایک ایک جوڑی کڑہ نقرہ کی عنایت ہوئی۔ پھر اُن لوگوں نے قلعہ کاٹ مینا کا محاصرہ کیا۔ اور سیڑھیاں لگا کر قلعہ پر چڑھنے لگے۔ یہاں پہلے سے قلعہ دار نے اُن کی ضیافت کا سامان کر رکھا تھا۔ یعنی بیس سپاہی جو اندر تھے اُن کو باڑہ مارنے کے لئے جھانکیوں پر متعین کر دیا تھا۔ اور حصار قلعہ پر بڑے بڑے پتھر چنوا دئے تھے۔ اور قلعہ اور زیر قلعہ کے رہنے والی عورتوں نے مٹی کے بڑے بڑے ظروف میں نہایت گرم پانی ڈالکر گوبر گھول دیا تھا۔ جب وہ لوگ دیوار قلعہ کے سامنے آئے تو پہلے باڑہ ماری گئی۔ اور جب کچھ لوگ زینہ لگا کر چڑھنے لگے اور دیوار کے نیچے کھڑے ہوئے تو اوپر سے پتھر لنڈھکائے گئے۔ اور گرم گرم گھلا ہوا گوبر اُن کے اوپر ڈالا گیا جس سے وہ پریشان اور تنگ ہو کر واپس گئے۔ شہزادہ نے یہ حال سُنکر اُن سب عورتوں کو طلائی کڑے اور ایکہزار روپے نقد انعام دئے۔ اور آگے کو کوچ فرمایا اب میر مخدوم علیخاں کا حال سُنئے۔ میر صاحب نے بعد ورود پرونہ

انتظام ملک جنوبی دارالامارہ سرنگ پٹن میں حتے الامکان زور لگایا مگر وہاں کے مفسد لوگ ایک فوج جمع کرکے اور انگریزی فوج متیم دہرا کے ساتھ ملکر لڑنے پر تیار ہوئے۔ پہلے میر مخدوم علیخاں نے ایک قلعہ میں پناہ لی۔ پھر مع دو سو جوانوں کے باہر نکل کر جماعت کثیر سے مقابلہ کیا۔ وہ سب جوان وہیں مارے گئے اور آخر کو میر صاحب بھی وہیں شہید ہوئے۔

کرنل پریس صاحب بہادر سے نواب حیدر علیخاں کی معرکہ آرائی

جنرل سر ایرکوٹ صاحب بہادر انگریزی فوجوں کو جا بجا اس حساب سے پھیلا گئے تھے کہ وہ نواب حیدر علیخاں سے مختلف مقامون پر لڑتی بھڑتی رہتی تھیں۔ لیکن حیدر علی کو زیر نہ کرسکتی تھیں۔ آخرکار کونسل کلکتہ سے یہ رائے قرار پائی کہ ایک تجربہ کار اور جنگجو افسر یہاں مقرر کیا جائے۔ اس تجویز کے موافق کرنل پریس صاحب بہادر مامور ہو کر مع ایک زبردست فوج کے کلکتہ سے چینا پٹن میں پہنچے۔ اور چونکہ نظام حیدرآباد کو حیدر علی کی فتح آرکاٹ سے بیحد شک ہوا تھا اس لئے نظام نے اپنے ملازم موشیر فلیز فرانسیس کی معرفت کرنل پریس سے سفا[رش]

پیام سلام کے بعد اپنے اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدہ قرار دیا کہ دونو ملکر نواب حیدرعلیخاں کو زیر کریں اور اعتبار الدولہ کو پانچہزار روپیہ ماہوار مقرر کرکے دو ہزار سوار اُسکے ساتھ دئیے اور کئی ہزار سوار اُس نے نوکر رکھے۔ اور کرنل صاحب کے پاس جا پہنچا۔ کرنل پریس نے مع توپخانہ اور اپنی فوج اور فوج نظام کے چیناپٹن سے کوچ کیا اور بارہ روز میں سواد آرکاٹ میں داخل ہوکر خیمہ زن ہوئے۔ اور نواب حیدرعلیخاں نے شہر آرکاٹ سے نکل کر چار میل پر اپنا کیمپ قایم کیا اور چار ہزار سواروں کو رسالہ خاص سے منتخب کرکے حکم دیا کہ لشکر انگریزی کے آس پاس بندوقوں کی باڑہ مارتے اور انگریزی فوج سے جو لوگ لکڑی گھانس وغیرہ لانے کو نکلیں اُن کو مارتے اور گرفتار کرتے رہیں جب دو تین روز اس طرح پر گزرے ایک شب کو کپتان ویس نے نواب کے لشکر پر شبخون مارا اور چار سو آدمی مر گئے۔ صبح کو نواب نے چار ہزار سواروں کو انگریزی فوج پر تاخت کا حکم دیا۔ ان سواروں نے انگریزی فوج میں ہل چل ڈالدی۔ کرنل پریس نے پھر فوج پیادہ سے رات کو شبخون مارا اور بہت آدمی ضایع ہوئے۔ تب نواب شہر میں اُٹھ گئے اور جا بجا مورچے بندھوا پیادوں۔ تیراندازوں۔ بان برداروں گولندازوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی باری سے علے الاتصال فوج انگریزی کے ساتھ لڑائی جاری رکھیں اور گولے گولیاں اور تیر برساتے اور بان مارتے رہیں۔ اس طرز عمل نے کرنل فوج کو بڑی آفت میں

ڈالدیا۔ پھر رسد پہنچنے کے راستے سختی سے روکے گئے۔ گھاس لکڑی پہنچنا دشوار ہو گیا۔ سوا اس کے تالاب کا پانی کاٹ کر تالاب خشک کر دیا گیا۔ اور طرفین نے ان مشکلات میں ایک سال پورا کیا ٭

جنرل سرایری کوٹ کا آنا اور صلح کا قرار پانا

جب اس جنگ کو ایک سال ہو گیا۔ اور کرنل پریس کی فوج کئی طرح کی تکلیفیں اٹھانے لگی تو کرنل موصوف نے گورنمنٹ مدراس کو لکھا اور گورنمنٹ مدراس نے پھر جنرل کوٹ کی طرف خیال رجوع کیا۔ اور اُس کو پورے اختیارات جنگ و صلح کے دیکر مع فوج شایستہ کرنل پریس کی مدد کو روانہ کیا۔ اور جنرل کوٹ کرنل پریس کے پاس پہنچ گیا۔ اور دونو فوجوں نے اکٹھا ہو کر نہایت تیز حملے کئے۔ اور کوئی دقیقہ نواب کی ہزیمت میں اُٹھا نہ رکھا۔ لیکن نواب کی فوج زیادہ اور ہر قسم کا لشکر جان بازی پر آمادہ تھا اور تمام سردار اپنے کاموں پر دن رات مستعد اور کمر بستہ رہتے تھے اس لئے انگریزی فوجیں نواب کو مغلوب نہ کر سکیں اور نہ اُن کے رعب نے نواب کی فوج کے دل پر کچھ اثر ڈالا۔ تب جنرل کوٹ نے لاچار ہو کر چینا پٹن کی راہ لی۔ نواب نے شہر و قلعہ

آرکاٹ کی حفاظت اور انتظام کو اپنے خاص سردار مع لشکر جرار چھوڑ کر جنرل صاحب کی فوج کا تعاقب کیا۔ اور قتل و غارت کا لگا لگا دیا جنرل تیز روی سے چینا پٹن پہنچ کر داخل قلعہ ہو گیا۔ نواب نے سواد تکم پار میں اپنی خیمہ گاہ قایم کی اور تاخت روزانہ کا مشغلہ جاری کر کے تسخیر قلعہ کی فکر میں ہوا۔ لیکن قلعہ مذکور نہایت مضبوط اور سربلند اور ناممکن تسخیر پایا گیا۔ تب نواب نے شہر چینا پٹن کے فتح کرنے کا منصوبہ باندھا اور حصار شہر کی طرف مورچے بندھوائے۔ جنرل نے اس ارادہ کی خبر پا کر کئی جہازوں کو قلعہ کے نیچے حصار کے سامنے ٹھہرا رہنے کا حکم دیا۔ جب نواب کے سوار و سپاہی حصار کی جانب بڑھنے کا ارادہ کرتے تو جہازوں کی گولہ باری سے لاچار ہوتے۔ اس حالت میں پندرہ روز بسر ہوئے۔ اور آخر کار۔ دونو فوجوں کے سرداروں میں یہ چرچے ہونے لگے۔ کہ ایک سال سے یہ جنگ قایم ہے اور تین برس سے فوجیں ادھر اُدھر ماری پھرتی ہیں۔ اور بندگان خدا کی خونریزی اور رعایا کی بربادی کا کچھ حساب نہیں۔ اس لئے اب تو صلح ہو جانا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ زبانِ خلق نقارۂ خدا۔ صلح کی تدبیریں ہونے لگیں۔ لیکن نواب نے اپنی طرف سے جنرل صاحب کو پیغام دینا قبول نہ کیا۔ اور جنرل صاحب بھی اس کو اپنی کسر شان جانتے تھے۔ لیکن نواب حیدر علیخاں کے خیرخواہ دیوان پُرنیا (وزیر مال) اور سداشیو برہمن ہوا خواہ دیوان مذکور اور سنواس راؤ معتمد جنرل

کوٹ صاحب کے ذریعہ سے یہ معاملہ یکسو ہو کر جنرل صاحب نے اپنی طرف سے سنو اس راؤ کا جانا منظور کر لیا۔ دوسرے روز سنو اس راؤ مع ایک پلٹن سپاہ کے مصالحت دوستانہ کی غرض سے روانہ ہوا جب یہ خبر نواب کو پہنچی۔ نواب نے کشن راؤ پیشکار دیوانی اور یار علی بیگ داروغہ کو واسطے استقبال سنو اس راؤ کے بھیجا اور ایک پرتکلف خیمہ واسطے ٹھیرنے سنو اس راؤ کے نصب کیا گیا۔ جب سنو اس راؤ لشکر گاہ حیدری میں داخل ہو کر دیوان کے خیمہ پر پہنچا۔ تو دیوان نے اُس کا استقبال کر کے دوپہر تک اُس سے تخلیہ کیا۔ پھر نواب کے حضور میں لے گیا۔ نواب نے جنرل صاحب کی خیریت پوچھی اور اُسکے آنے کا سبب دریافت کیا۔ سنو اس راؤ نے مناسب وقت شیریں بیانی سے عرض کیا کہ حضور بادشاہ ہیں اور جنرل صاحب بھی ایک بڑی فوج کے مالک ہیں۔ لیکن اس کشاکشی میں یہ ملک برباد ہو رہا ہے۔ اور بندگانِ خدا ضایع ہو رہے ہیں۔ اور تین سال سے فوجوں کو دم لینے کی مناسب مہلت نہیں ملی۔ اب دونو طرف سے خلقِ خدا پر رحم ہونا چاہیئے۔ اور حضور کو اپنی تلوار میان میں کر لینا خلقِ خدا کی عام دُعا کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لئے جنرل صاحب نے فدوی کو واسطے اظہار پیام دوستی کے روانہ کیا ہے۔ اور جنرل صاحب جنگ سے زیادہ صلح کو پسند کرتے ہیں۔ نواب کو یہ تقریر پسند آئی اور جواب دیا کہ خیر مضایقہ نہیں لیکن بارہ لاکھ ہوں واسطے اخراجات

لابدی لشکر کے ہم کو مطلوب ہیں وہ جنرل صاحب بھیج دیں تو ہم کو یہاں سے کوچ کر جانے میں عذر نہ ہوگا۔ اور اگر زر نقد نہ ہو سکے تو بارا محال کے وہ تعلقے جو ہمارے ملک کے متصل ہوں اور خراج اُن کا اس روپے کے مساوی ہو جس پر صلح قرار پائے۔ ادائے زر مذکور تک رہن کے طور پر ہماری سرکار میں مکفول رہیں۔ یہ سُن کر سنواس راؤ نہایت ادب سے آداب بجا لا کر رخصت ہوا اور جنرل صاحب کے پاس پہنچ کر یہ روئیداد بیان کی۔ جنرل صاحب خوش ہوگئے۔ اور عہد نامۂ صلح مع سند واگزاشت تعلقات لکھ کر سنواس راؤ کو دی اور فرمایا کہ نواب صاحب سے جا کر عرض کرو کہ تمام ملک کرناٹک تین سال سے آپ کے پاس ہے۔ اُس کا ایک دام سرکار کمپنی میں داخل نہیں ہوا۔ اور بہ سبب اخراجات اس مہم کے لاکھوں روپے کی زیر باری ہو گئی ہے۔ اس لئے سرانجام زر نقد ناممکن ہے۔ آپ زر نقد کے عوض میں تعلقات مذکورہ کو اپنے پاس رکھیں اور شہر آرکاٹ کو مع قلعہ جات ملک پائیں گھاٹ کے چھوڑ دیں (جس سے نواب محمد علیخاں کی ہٹ پوری کی جائے) چنانچہ سنواس راؤ وہ کاغذ مُہری و دستخطی لے کر نواب حیدر علیخاں کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور جنرل صاحب کا سلام دوستانہ عرض کر کے وہ کاغذات پیش کر دئیے۔ نواب نے اُس کی تقریر شکر ادر وہ کاغذات منتسبان بارگاہ کو دکھا کر حضار مجلس کے سامنے خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس نے نواب کی خاطر خواہ

بات رکھ لی اور صلح کی نیت پر فاتحہ پڑھ کر اپنی ہاتھ سے اپنی تلوار خدمتگار کو دی کہ غلاف کرکے سلح خانہ میں رکھی جائے اور اُسی وقت تمام لشکر میں اشتہار دیا گیا کہ اب درمیان قوم انگریز اور سرکار حیدری کے صلح ہو گئی ہے۔ اب کوئی شخص خلاف دوستی کوئی کام نہ کرے اور اپنی طرف سے بھی ایک عہد نامہ لکھوا کر اور مُہر خاص سے مزین کر اپنے معتمد کے ہاتھ روانہ کیا اور چند خلعت ہائے فاخرہ اور جواہرات نادرہ اور دو راس اسپ عربی بازین مرصع اور تحایف نفیسہ جنرل صاحب اور دوسرے سرداروں کے لئے روانہ کئے اور سنواس راؤ کو خلعت خاص جواہر گراں بہا اور ایک راس اسپ بازین مطلا اور ایک ہاتھی مع عماری نقرہ سے سرافراز کیا۔ پھر دوسرے روز راؤ مذکور نے جنرل صاحب کی طرف سے ایک مکتوب محبت اسلوب مع تحایف لایقہ قیمتی پچاس ہزار روپیہ حضور میں نواب حیدر علیخاں کے پیش کیا۔ زاں بعد طرفین سے راہ و رسم محبت جاری ہو گئی۔ اور نواب کے معتمدوں نے قلعہ آرکاٹ خالی کرکے جنرل کوٹ کو سپرد کر دیا۔ اسی طرح تعلقات پائیں گھاٹ سے اپنے تھانے اُٹھوا کر اُن کا انتظام سربراہ کاران انگریزی کے سپرد کر دیا گیا اور نواب آرکات سے نواح بارہ محال کی طرف روانہ ہوا اور تعلقہ جات مندرجہ بالا میں دخل کر تربیت علی کو واسطے انتظام تعلقات کے مامور فرمایا۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت

نواب حیدر علی خاں کا فرانسیسوں کی اعانت کرنا اور آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی سے بگاڑ ہونا

اُدھر جنرل کوٹ اور نواب حیدر علیخاں کے فیما بین مصالحت کا عہدنامہ ہوا۔ اُدھر گورنمنٹ بنگال نے ملک پر تسلط پاکر فرانسیسوں کو نکال دینا چاہا۔ اور حسب ایماء ولایت فرانسیسوں کی سب کوٹھیاں جو ملک بنگال میں تھیں ایک ہی روز میں ضبط کرا کر مکانوں کو ڈھا دیا۔ اور موسٹیر شانور گورنر فرانس کو قید کر لیا۔ اُسی طرح گورنر مدراس نے فرانسیسوں کی کوٹھی پہلچری کو مسمار کر کے اُسکی توپیں اور تمام سامان حرب ضبط کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر گورنر پہلچری نے وہاں سے بھاگ کر کوڑیال بندر علاقہ نواب حیدر علیخاں میں پناہ لی۔ اور فرانسیسوں کے ساتھ انگریزوں کے برتاؤ اور تشدد ناروا کا حال نواب کو لکھا۔ نواب نے ازراہ شرافت اپنے اہلکاران کوڑیال بندر کو لکھا کر فرنچ گورنر کی پوری عزت کی جائے اور اُس کو ہر طرح کا

آرام دیا جائے۔ اور ایک خط گورنر مدراس کو لکھا کہ پھلچری میں فرانسیسوں
کی کوٹھی آپ کے ورود سے پہلے کی ہے۔ اور آپ دونو ایک ولایت
کے رہنے والے اور ایک مذہب رکھنے والے ہیں۔ آپ کو اس طور
پر ان کا ستانا آپ کے جبروت و عظمت کے شایاں نہیں + اور یہ
ایک اتفاق کی بات ہے کہ گورنر فرانسیس نے میرے ملک میں آکر
پناہ لی ہے اور مجھ سے اور آپ سے صلح ہوگئی ہے۔ میں نہیں چاہتا
کہ اس صلح میں خلل واقع ہو۔ اس لئے میں اُمید رکھتا ہوں۔ کہ
آپ کوٹھی پھلچری مع اسباب گورنر فرانسیس کو واپس دیدیں اور
اپنی برتری اور اپنی ہمسایہ قوم کی عزت اور میری سفارش کا لحاظ
فرمائیں۔ گورنر مدراس نے اس کے جواب میں لکھا کہ انگریزوں اور
فرانسیسوں کا معاملہ ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم کو جو حکم ملا اُسکی
تعمیل کی اور آیندہ جو حکم ملے گا اُس کی تعمیل کریں گے۔ آپ کو
اس بات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اور میں وہ کوٹھی واپس
نہیں دے سکتا۔ اس جواب کے آنے پر حیدر علیخاں کو ایک شریفانہ
جوش پیدا ہوا۔ اور وہ دفعتاً فرانسیسوں کی اس ہزیمت اور قوم
انگریزی کے اس برتاؤ سے سخت متاثر ہوا۔ اور اس نے فی الفور
سرداران فوج کے نام جو کوریال بندر پر متعین تھے پروانے لکھوائے
کہ تم سب ملکر گورنر فرانسیس کے ساتھ پھلچری پر تاخت کرو۔ اور
اپنے معزز مہمان کی عزت کا ساتھ دو۔ ہم ملک مدراس پر بڑھتے

نواب حیدر علی خاں کا فرانسیسوں کی اعانت کرنا اور آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی سے بگاڑ ہونا

اُدھر جنرل کوٹ اور نواب حیدر علیخاں کے فیما بین مصالحت کا عہدنامہ ہوا۔ اُدھر گورنمنٹ بنگال نے ملک پر تسلط پاکر فرانسیسوں کو نکال دینا چاہا۔ اور حسب ایماء ولایت فرانسیسوں کی سب کوٹھیاں جو ملک بنگال میں تھیں ایک ہی روز میں ضبط کراکر مکانوں کو ڈھا دیا۔ اور موشیر شانو۔ گورنر فرانس کو قید کر لیا۔ اُسی طرح گورنر مدراس نے فرانسیسوں کی کوٹھی پہلچہری کو مسمار کرکے اُسکی توپیں اور تمام سامان حرب ضبط کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر گورنر پہلچہری نے وہاں سے بھاگ کر کوڑیال بندر علاقہ نواب حیدر علیخاں میں پناہ لی۔ اور فرانسیسوں کے ساتھ انگریزوں کے برتاؤ اور تشدد ناروا کا حال نواب کو لکھا۔ نواب نے ازراہ شرافت اپنے اہلکاران کوڑیال بندر کو لکھا کہ فریچ گورنر کی پوری عزت کی جائے اور اُس کو ہر طرح کا

آرام دیا جائے۔ اور ایک خط گورنر مدراس کو لکھا کہ پھلچری میں فرانسیوں کی کوٹھی آپ کے ورود سے پہلے کی ہے۔ اور آپ دونو ایک ولایت کے رہنے والے اور ایک مذہب رکھنے والے ہیں۔ آپ کو اس طور پر اُن کا ستانا آپ کے جبروت وعظمت کے شایاں نہیں + اور یہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ گورنر فرانسیس نے میرے ملک میں آکر پناہ لی ہے اور مجھ سے اور آپ سے صلح ہو گئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس صلح میں خلل واقع ہو۔ اس لئے میں اُمید رکھتا ہوں۔ کہ آپ کوٹھی پھلچری مع اسباب گورنر فرانسیس کو واپس دیدیں اور اپنی برتری اور اپنی ہمسایہ قوم کی عزت اور میری سفارش کا لحاظ فرمائیں۔ گورنر مدراس نے اس کے جواب میں لکھا کہ انگریزوں اور فرانسیسوں کا معاملہ ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم کو جو حکم ملا اُسکی تعمیل کی اور آئندہ جو حکم ملے گا اُس کی تعمیل کریں گے۔ آپ کو اس بات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اور میں وہ کوٹھی واپس نہیں دے سکتا۔ اس جواب کے آنے پر حیدر علیخاں کو ایک شریفانہ جوش پیدا ہوا۔ اور وہ دفعتاً فرانسیسوں کی اس ہزیمت اور قوم انگریزی کے اس برتاؤ سے سخت متاثر ہوا۔ اور اس نے فی الفور سرداران فوج کے نام جو کوریال بندر پر متعین تھے پروانے لکھوائے کہ تم سب ملکر گورنر فرانسیس کے ساتھ پھلچری پر تاخت کرو۔ اور اپنے معزز مہمان کی عزت کا ساتھ دو۔ ہم ملک مدراس پر بڑھتے

ہیں۔ چنانچہ غرہ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ ہجری کو نواب نے مع لشکر جرار و توپ خانہ آتشبار کے بعزم مدراس کوچ فرمایا۔ اور گورنر مدراس نے تونجکشی نواب کی سنکر کرشن گری کی طرف کے سب راستوں پر نہایت سخت سد آہنی قایم کردی۔ اس لئے نواب کوچی کی طرف پھرا۔ جب متصل بالاگھاٹ چری کے پہنچا۔ فوج کوڑیال بندر کی بھی مع گورنر پھلچری کے وہاں آپہنچی۔ اور دوسرے روز نواب نے چھ ہزار سوار کو حکم دیا کہ اس جوار کے جو راجہ اور زمیندار سرکار انگریزی سے واسطہ رکھتے ہیں ان کو لوٹ ڈالیں اور گورنر فرانسیس اور موشیہ لالی فرانسیس کو جو مع دو ہزار گورہ اور چھ ہزار سپاہ کے مدت سے سرکار حیدری کا نوکر تھا حکم ہوا کہ جسقدر جہاز بہم پہنچیں کرایہ کرکے اور سلاح جنگ واذوقہ سے بھر کر پھلچری پر پہنچیں۔ چنانچہ انہوں نے سات جہاز کلاں اور چھ جہاز خورد کرایہ کر اور اسباب جنگ واذوقہ سے بھر قلعہ پھلچری کے سامنے لنگر ڈال دیا اور قلعہ پر گولہ باری کرنے لگے اور خشکی کے راستہ سے نواب بطور ایلغار وہاں جا پہنچا۔ اور چاروں طرف مورچے اور دمدمے بند ھوا کر گولوں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ جب قلعہ والوں نے جان بچتی نہ دیکھی تو برج قلعہ پر فرانسیسی نشان قایم کردیا جو صلح کی نمایاں علامت تھی۔ اس نشان کو دیکھ کر گولہ باری موقوف کی گئی۔ اور گورنر فرانسیس کو مع چند ہمراہیوں کے ایک کشتی پر

بٹھا کر قلعہ کو روانہ کیا۔ صاحبان انگریز بہادر دروازہ تک استقبال
کو تشریف لائے اور گورنر فرانسیس کو بڑے احترام سے قلعہ میں
لے گئے اور تمام مال و اسباب مطابق تعلیقہ کے کارپردازان
فرانسیس کو سپرد کر دیا۔ دوسرے روز صاحبان انگریز بہادر مع
فوج انگریزی قلعہ سے نکلکر مدراس کو روانہ ہوگئے۔ اور نواب
حیدر علیخاں نے اس مہم کو نہایت کامیابی سے پورا کرکے اپنے
مستقر حکومت کو معاودت فرمائی +

اور ٹیپو سلطان کو واسطے تنبیہ راجہ کورگ کے متعین فرمایا +

شمایل جسمانی و عادات زندگانی

نواب حیدر علیخاں بہادر

نواب کی عمر چھپن برس کی تھی۔ قد تنآور چھ فٹ انگریزی۔
قوی۔ چست چالاک۔ جفاکش۔ محنتی آدمی تھا۔ پیدل چلتا تو کوسوں
چلا جاتا۔ ضرورت کے وقت رات دن گھوڑے پر سوار رہتا۔ اس پر
بھی ماندگی کے آثار ظاہر نہ ہوتے۔ بشرہ گندم گوں۔ چہرہ درشت۔
داڑھی۔ موچھ اور ابروؤں کا صفایا رکھتا۔ پوشاک ہندوستانی منیم
ململ یا تنزیب کی پہنتا۔ اور اسی کی پگڑی سر پر ہوتی۔ قبا دامن فراخ

آستین تنگ وچست - لیکن سپاہیانہ پوشاک اُس کی قسم خاص کی تھی جو اُس نے اپنے اور اپنی سپاہ کے لئے ایجاد کی تھی +

سفید اطلس کی قبا جس میں سُنہری گُل ٹکے ہوتے - ویسے ہی اطلس کا پاجامہ - مخمل زرد کے موزے - سفید ابریشمی کمربند - سُرخ شفقی رنگ کی دستار - جب پیادہ چلتا - اکثر بید کی چھڑی ہاتھ میں ہوتی جس کی مُوٹھ پر جواہر جڑے ہوتے - اور جب گھوڑے پر سوار ہوتا تو ایک شمشیر گلے میں پڑی ہوتی اور پرتلے کے پرزوں پر الماس جگمگاتے ہوتے - ہر باب میں سہولت اور آسانی سے کام کرتا - اور ہر شخص کی بات سُنتا اور جواب دیتا - ایک وقت میں کئی کئی کام کرتا - یعنی دل ہی دل میں مہمات ملکداری میں غور کرتا مقدمات میں حکم دیتا - حاضرین مجلس سے سوال کرتا - اور بعض کو جواب دیتا جاتا - ایک منشی سے کاغذ سنتا - دوسرے منشی کو حکم بتاتا سامنے کوئی تماشا ہوتا تو اُس کو دیکھتا جاتا - اجنبی لوگوں سے ملاقات کرتا - صدہا چوبدار حاضر رہتے جو ہر قسم کے امیدواروں کی اطلاع کرتے - وہ اُن کو بُلاتا - اُن کی عرض معروض پر التفات اور اُن سے ہر طرح کے حالات دریافت کرتا - لیکن فقیروں کو اپنے سامنے نہ آنے دیتا - اُن کے لئے اُس نے علیحدہ ایک میر صدقات مقرر کر رکھا تھا - اُس کے پاس بھیج دیتا - وہ بقدر مناسب حاجت روائی کرتا قبل طلوع آفتاب بیدار ہوتا - تب نقیب اور سپہ سالار جو گزشتہ رات

اور دن کی چوکی پر مامور رہے۔ اور وہ لوگ جو اُن کی بدلی پر آج کے دن اور رات کے لئے آئے ہیں سامنے آکر آداب بجا لاتے۔ اور گزشتہ دن رات کے انبار ضروری عرض کرتے۔ اور آج کے لئے نئے احکام حاصل کرتے۔ اور سپہ سالار فوج اور کارگزاران دیوانی کو پہنچاتے۔ ذمہ دار افسروں کو اجازت تھی کہ وہ ضرورت کے وقت بام خانہ میں حاضر ہوکر خود عرض حال کیا کریں۔ آٹھ بجے دیوان خانہ میں داخل ہوتا۔ جہاں سب منشی اور کارپرداز ہر صیغہ اور ہر کارخانہ کے کاغذات اور خطوط لئے ہوئے موجود ہوتے۔ اُن سب کو احکام بتاتا اور ضروری جواب لکھواتا۔ یہیں امراء و اعزہ حاضر ہوتے۔ اس بعد ناشتہ کرکے آئینہ محل میں بیٹھتا۔ یہاں سائیس اور فیلبان گھوڑے اور ہاتھی سامنے سے نکالتے۔ اُن کے متعلق جو ہدایت منظور ہوتی صادر کرتا۔ پھر شکاری چیتے سبز باناتی کی پوشش میں زری کی ٹوپیاں لگائے سامنے سے نکلے جاتے۔ یہ ٹوپیاں اس حکمت سے بنائی گئی تھیں جو چیتے کی ذرا سی حرکت میں نیچے گر کر اسکی آنکھوں پر اندھیری ڈال دیتی تھیں۔ نواب بہادر اپنے ہاتھ سے بعض خوب صورت چیتوں کو لقمہ دیتا اور اُن کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا وہ اس کو اپنا مالک جانکر دُم ہلاتے اور خوش فعلیاں کرتے۔ یہاں سے دس بجے کا کھانا کھاکر ساڑھے دس بجے دیوانخانہ یا بارگاہ دربار عام میں تشریف لے جاتے۔ یہاں ایک چھوٹا شامیانہ زردوزی کا تنا ہوتا۔ اور اس کی چوبیں طلائی مرصع کار ہوتیں۔ اس

شامیانہ کے نیچے کُرسی طلائی پر جلوس فرماتے۔ سب ارکان و اعیان دولت پایہ بپایہ حاضر ہوتے۔ جو لوگ دادخواہ ہوتے اُن کی عرضیاں نقیبوں کے ذریعہ سے پیش ہوتیں یا وہ خود طلب کئے جاتے۔ وہیں انکی عرضیوں پر احکام لکھے جاتے یا کوئی حکم زبانی صادر ہوتا۔ سواری میں عرضی دینے کا دستور نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ کوئی خاص معاملہ فوری اطلاع و تدارک کے قابل ہو جو شاذ و نادر ہوتا تھا +

۱۷۶۷ء میں ایک روز نواب کوئنباتور میں شام کی ہواخوری کو نکلے۔ ایک بڑھیا نے فریاد کی کہ میں بیوہ ہوں۔ میرے ایک لڑکی تھی اُس کو نقیبوں کے سرگروہ آغا محمد نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ یہ عرضی عرض بیگیوں کے سردار حیدر شاہ کے ہاتھ میں دی گئی۔ حیدر شاہ نے اس قسم کی باتیں بنائیں کہ یہ عورت اور اس کی لڑکی پردہ نشین خاتونوں کی طرح نہیں بلکہ خانگیوں کی طرح رہتی تھیں۔ اس لئے آغا محمد نے اُس کو گھر میں ڈال لیا ہے۔ نواب نے اس واقعہ کا حال دریافت کر کے حکم دیا کہ حیدر شاہ کے دو سَو کوڑے لگائے جائیں جو رعایا کی فریاد کو دوسرے پیرایہ میں ظاہر کرتا ہے۔ اور جلاد کو حکم دیا کہ اس ظلم پر کہ آغا محمد اُس کو بزور چھین کر لے گیا اور اپنے گھر میں قید کر رکھا آغا محمد کا سر قلم کیا جاوے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ لڑکی بڑھیا کو دلائی گئی +

دربار حیدری میں چالیس پچاس منشی دست چپ کی طرف

دیوانخانے میں حاضر رہتے۔ اور جو ایلچی یا قاصد دوسرے ملکوں سے آتے وہ یہاں بُلائے جاتے۔ وہ اپنے تحایف اور خطوط سرمُہر پیش کرتے۔ یہ خطوط نواب کے سامنے کھولے جاتے۔ اور نواب ہر ایک کو سُنکر اُس کا جواب لکھواتا۔ پھر وہ مکتوب دفتر وزارت میں بھیجے جاتے۔ یہیں نواب کی طرف پروانے اور فرمان تحریر ہوتے۔ ان میں جو کاغذ دفتر وزارت سے جاری ہوتے اُن پر دیوان عام کی بڑی مُہر ثبت ہوتی۔ اور جو فرمان اور پروانہ دستخط خاص سے مزین ہوتا اُسپر ایک چھوٹی مُہر بادشاہی ثبت کی جاتی۔ یہ مُہر شاہی میر منشی کے پاس رہتی تھی۔ اور جب کوئی خاص حکم جیسے کسی مہم کی نسبت صادر ہوتا تو اس پر نواب کی دستی مُہر لگائی جاتی تھی جو زیب انگشت کوچک ہوتی تھی۔ قاصدوں کو معزز خرایطِ ضابطہ کی پوری پابندی سے دیئے جاتے تھے۔ یہیں گھوڑے اور ہاتھی بکاؤ اور نئی توپیں جو اعلےٰ کاریگر نذر دینے کو لاتے جلوخانے میں حاضر رہتے۔ اور نواب صاحب بنفس نفیس اُن کو ملاحظہ فرماتے۔ اس موقع پر جلیل القدر امیر اور سفیر و سپہ سالار بہت کم حاضر ہوتے۔ راجگان ماتحت اور امرا کے وکیل دربار میں حاضر رہتے اور مقاصد ضروری عرض کرتے۔ جب کوئی سفیر یا ذی عزت شخص پیش ہوتا تو نقیبوں کا افسر آواز بلند سے پکارتا

ے خرایط کمخواب یا زربفت کی تھیلیوں سے مراد ہے جس میں بادشاہوں یا والیان ملک کے خاص خطوط لفافوں میں بند ہو کر رکھے جاتے اور سربمہر کیئے جاتے ہیں +

جہاں پناہ سلامت - فلاں خاں یا بیگ وظیفۂ خدمت بجا
لاتا ہے -

روز مرّہ کے حاضر رہنے والے لوگ اس قاعدہ سے مستثنے تھے۔ وہ بطور خود حاضر ہوتے رہتے تھے +

نواب بعض کو خصوصیت سے بیٹھنے کا اشارہ کرتا - اور اُس سے اُس کے خصوصیات وطن دریافت کرتا - اگر کوئی تاجر ہوتا تو اُسکے مال دیکھنے کے لئے کوئی خاص روز مقرر کرتا اور اُس کو پان دیکر رخصت کیا جاتا - یہ دربار شام کے تین بجے تک قایم رہتا - پھر نواب صاحب حجرۂ خاص میں واسطے استراحت کے تشریف لے جاتے اور قریب ساڑھے پانچ بجے کے ایوان بارعام میں تشریف لاتے - وہاں بیٹھ کر قواعد سپاہیوں اور صف بندی سواروں کی ملاحظہ فرماتے - اور اصلاح مناسب کے احکام صادر کرتے - بعض اقرباء و مصاحبین بھی حاضر ہوتے - یہاں یہی منشی لوگ اپنے اپنے کام لئے ہوئے حاضر رہتے جو وہیں طے ہوتے جاتے - قریب شام گھوڑے پر ہوا خوری کو تشریف لے جاتے - وہاں سے واپس آکر ایک نہایت مکلّف مکان میں رونق افروز ہوتے جو طرح طرح کے جھاڑ فانوس اور انواع و اقسام شیشۂ آلات سے جگمگاتا اور عود عنبر اور اقسام عطریات کی خوشبو سے مہکتا ہوتا - یہاں کی خوشبوؤں سے دور دور تک کی ہوا معطر اور معنبر ہو جاتی تھی - یہاں خوش گلو قوال اور شیریں حرکات بھانڈ

اور نہایت حسین اور تعلیم یافتہ طوائفیں حاضر ہوتی تھیں۔ جو تفریح طبع کا سامان تھا۔ اکثر امراء اور مصاحب اور امیر زادے قاعدہ و ادب سے تفریح میں شریک رہتے۔ گیارہ بجے تک یہ صحبت رہتی۔ امیر زادوں میں سے چار امیر زادے کمر بستہ مع شمشیر بر شب کو وہیں حاضر رہتے۔ شرکاء مجلس میں سے جو شخص کچھ کھانا چاہتا۔ وہ نعمتخانہ میں جاکر کھا لیتا۔ گیارہ بجے کے بعد نواب صاحب خلوت خاص میں تشریف لے جاتے اور حسب معمول آفتاب نکلنے سے پہلے پھر برآمد ہو جاتے ❖

جب کسی بڑی مہم کی فتح پر کوئی جشن و دربار ہوتا تو شاعر قصیدے پڑھتے۔ جن میں نواب کی شجاعت اور سخاوت اور ہر قسم کی تعریف ہوتی۔ حاضرین دربار ہمہ تن گوش ہو کر سنتے۔ اور نواب صاحب صلۂ معقول عنایت فرماتے۔ اور جب سفر میں ہوتے تو اکثر ہفتے میں دو بار گینڈے۔ ہرن۔ شیر۔ تیندوے۔ چیتے کا شکار کھیلتے۔ بعض اوقات شیر کو نیزہ یا تلوار سے مار لیتے ❖

نواب حیدر علیخاں کی سواری کا شاہانہ تزک و احتشام

جب نواب حیدر علیخاں مملکت کنڑہ اور ملیبار کو فتح کر کے سرنگ پٹن کو واپس ہوئے اور کوئمبا تور سے کوچ فرمایا۔ اُس روز کا جلوس

قابل یادگار ہے۔ یہ جلوس پچاس ہزار سوار جرّار اور اسی ہزار پیادہ اور چار ہزار بندوقچی سینگرہ وار پر مشتمل تھا۔ علاوہ اس کے توپخانہ انگریزی اور ہندوستانی اور باندار اور تمبر بردار وغیرہ کی تعداد علیحدہ تھی۔ جلوس کی ترکیب یوں قایم ہوتی :-

(۱) سب سے آگے سواران فرنگستان کا خوبصورت رسالہ ہوتا۔ جن کی خوشنما وردیاں اور اونچی اونچی تابناک ٹوپیاں عجیب بہار دکھاتیں اور اُن کے زرق برق اسلحہ اور تنومند گھوڑوں سے عجیب جاہ و احتشام ظاہر ہوتا +

(۲) اُن کے پیچھے تین سَو شتر سوار نامہ برساز و سامان سے آراستہ دوکوہان والے اُونٹوں پر چمکدار بجالے لئے نظر آتے +

(۳) اُن کے بعد دو ہاتھی نہایت سربلند ہوتے۔ نشان بردار ہوتے یہ نشان نیلے رنگ کے ریشمی اور زرکار پھریروں سے آراستہ ہوتے۔ اور ایک نشان پر آفتاب کی صورت اور دوسرے پر چاند اور ستاروں کی صورت زریں کام سے بنی ہوئی ہوتی +

(۴) ان کے بعد ایک سب سے اونچی ہاتھی پر ایک جوڑی نقارہ کی رکھی ہوتی۔ اور نقارہ نواز بجاتے چلتے۔ ان نقاروں کی آواز چھ میل انگریزی تک جاتی تھی +

(۵) پھر قرنا بجانے والے سواروں کا ایک غول ہوتا تھا۔ اس قرنا کے ذریعہ سے جوشیلے راگ گونج کوٹنے جاتے تھے۔ اور

سپہ سالاروں کے احکام بھی انہیں کے ذریعہ سے تعلیم یافتہ فوج کو پہنچائے جاتے تھے +

(۵) ان کے بعد چار ہاتھی اَور ہوتے۔ اُن پر چوبیس ارباب نشاط بیٹھتے اور موسیقی کے ساز بجاتے چلتے +

(۷) زاں بعد پانچ ہاتھی اَور ہوتے جن پر طلائی مرصع کار عماریاں رکھی ہوتیں۔ یہ ہاتھی اس لئے ساتھ ہوتے کہ لڑائی کے وقت نواب مع سرداروں کے سوار ہو۔ لیکن نواب نے سوائے گھوڑے کے کبھی ان ہاتھیوں پر بیٹھنا پسند نہیں کیا +

(۸) ان کے بعد چار ہاتھی اَور ہوتے اُن پر زریں ہشت پہلو ہودے کسے ہوتے۔ ان ہودوں پر چھ چھ جوان زرہ خود چار آئینہ جوشن بکتر پہنے ہوئے سوار ہوتے۔ اور بھری ہوئی قرابینیں اُن کے ہاتھوں میں ہوتیں۔ جو ادنے اشارہ سے گراب مارنے پر تیار ہوتے +

(۹) زاں بعد دو رسالے حبشیوں کے آتے۔ ان کے ہتیار نہایت چمکدار ہوتے۔ جن کی چمچاہٹ سے آنکھیں خیرہ ہوتیں۔ ان کے خودوں کے اوپر سُرخ و سیاہ پر نہایت لطف دیتے۔ ان کے ہاتھوں پر چمکدار نیزے رہتے۔ اور گھوڑوں کے ابریشمین زینوں میں خوب صورت آویزے عجیب بہار دکھاتے +

(۱۰) ان کے پیچھے کالوں کا ایک عجیب فشون ہوتا۔ یہ ایک چادر

اوڑھے اور گھٹنوں کے اوپر تک جانگئے پہنے اور کمر میں بجتا ہوا گھنٹہ باندھے سر پر شتر مرغ کے پر لگائے مستانہ چال چلتے ہوتے ہاتھوں میں لمبے نیزے ہوتے +

(۱۱) ان کے بعد ایک لمبی قطار جھنڈی برداروں کی ہوتی۔ ان کی جھنڈیوں میں سُرخ اطلس کے پھریرے ہوتے۔ اور جھنڈیوں کے اوپر فولاد کی تیز پھال لگی ہوتی +

(۱۲) زاں بعد دولت حیدری کے شاہزادے اور سپہدار اور دوسرے افسر اور جاں نثار ہوتے جو سر سے پاؤں تک غرق فولاد نظر آتے۔ عربی گھوڑوں پر سوار شمشیر زریں نیام کمر سے لگی۔ لباس نہایت خوشرنگ و زرکار۔ خودوں پر جڑاؤ کلغیاں لگی ہوئی بعض شوقین زرہ میناکار پہنے رواں ہوتے۔ گھوڑے کے سرو پر جڑاؤ کلغیاں اور موتیوں کی جھالر لٹکے ہوئے زین عجب بہار دیتے۔ اس جماعت خاص میں کم و بیش چھ سو آدمی ہوتے +

(۱۳) اس جماعت کے بعد اسی سوار شکاری آتے جو اسباب میں یکتا ہوتے۔ ان کے گھوڑے بھی نہایت اعلےٰ درجہ کے عربی اور خوبصورت سامان سے آراستہ ہوتے +

(۱۴) زاں بعد بارہ گھوڑے سواری خاصہ کے چھل بل دکھاتے کوتل چلتے۔ یہ گھوڑے بہت ہی قیمتی اور شایستہ ہوتے۔ اور اُن کے زریں اور مرصع زین و لگام بھی لاکھوں روپے کی قیمت کے ہوتے +

(۱۵) ان گھوڑوں کے پیچھے ایک فوج پیادوں کی ہوتی جو سُنہری مُوٹھ کا ایک لمبا سیاہ رنگ عصا لئے ہوتی +

(۱۶) زاں بعد بارہ نقیب ترکی گھوڑوں پر سوار سونے کی عصائے مرصّع ہاتھوں میں لئے ہوتے +

(۱۷) ان کے بعد سب منصبدار خانگی جیسے خانساماں سرگروہ نقیباں اور سلحدار حیدری وغیرہ کے ہوتے۔ ان کے گلوں میں طوق زریں اُن کی شناخت کا پڑا رہتا +

(۱۸) زاں بعد میر صدقات کا ہاتھی ہوتا جو پیرزادہ سیّد مشہور تھا

(۱۹) اتنے سلسلۂ مواکب کے بعد نواب حیدر علیخاں بہادر کا سفید ہاتھی جھوم جھوم کر خراماں ہوتا۔ اس خوش نصیب ہاتھی کے اگلے پاؤں میں چاندی کے حلقے اور گلے میں سونے کی زنجیریں پڑی رہتی تھیں۔ سب ہاتھیوں سے زیادہ بلند اور تنومند تھا۔ اُس کی عماری جس میں نواب بیٹھتے سوائے چار کلس طلائی کے اور کوئی زینت خاص نہ رکھتی تھی۔ اور دو تیر سونے کی زنجیروں سے بندھے عماری کے دونو طرف لٹکتے رہتے تھے۔ یہ دونو تیر راجہ زمورین حاکم ملیبار کی عماری میں رہتے تھے + جب نواب نے اُس پر فتح پائی تو وہ تیر نواب کی عماری میں لٹکائے جانے لگے۔ اس ہاتھی کی مستک پر ایک زریں سپر لگی رہتی تھی۔ اور خواصی میں دو چنور بردار

بیٹھے مورچھل جھلتے رہتے تھے۔ اس مورچھل سے نہایت عمدہ خوشبو نکلتی اور دور دور تک کی ہوا کو خوشبودار کر دیتی تھی +

(۲۰) نواب کے ہاتھی کے بعد دو سَو ہاتھیوں کی قطار ہوتی تھی جو دو دو ہاتھی برابر رکھ کر قایم کی جاتی تھی۔ ان پر طرح طرح کے نقرہ اور طلائی اور مرصع ہودے اور عماریاں کسی ہوتی تھیں۔ ہر ہودہ پر ایک سردار بیٹھتا اور اُس کی خواصی میں اُس کا خدمتگار ہوتا۔ ہاتھیوں کی پوشش اور جھولیں زربفت و زرکار کی ہوتی تھیں۔ اور جن ہودوں یا عماریوں میں شاہزادے مغرق یا اکابر دولت سوار ہوتے وہ جواہر بیش قیمت سے مرصع ہوتیں۔ جھولوں میں سچے موتیوں کی جھالریں نظر آتیں +

(۲۱) اس قطار کے بعد پانچ سربلند ہاتھی اَور ہوتے۔ ان میں ایک ہاتھی پر طلائی مسجد رکھی ہوتی۔ دوسرے ہاتھی پر تین مچھلیاں جن کے فلوس جواہر سے بنائے گئے تھے۔ اور بعض جگہ میناکاری کی ہوئی تھی کھڑی ہوئی معلوم ہوتیں۔ تیسرے ہاتھی پر ایک بہت بڑی اور موٹی بتی کافور کی شمعدان زرین میں لگی ہوئی چوتھے ہاتھی پر دو دیگچیاں سونے کی دو سنہری چوبوں پر رکھی ہوتیں۔ پانچویں ہاتھی پر ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ایک چوکی رکھی ہوتی +

(۲۲) زاں بعد دو رسالے حبشیوں کے اُسی ساز و سامان سے پھر

نکلتے جیسے پہلے نکل چکے +

(۲۳) ان کے بعد حبشیوں کی پلٹن آتی۔ ان کا لباس قرمزی رنگ کا ہوتا۔ گلے میں چاندی کے طوق پڑے ہوتے۔ ہاتھوں میں بھالے لئے ہوئے نیزے لئے ہوئے ہوتے +

(۲۴) پھر اور ایک چالاک و جانباز سپاہیوں کا غول ہوتا۔ جو دو دو ملکر چلتے۔ ان کا لباس ریشمی ہوتا۔ اور اُن کے ہاتھوں میں ایک ایک نیزہ چودہ چودہ ہاتھ کا لانبا سیاہ وارنش سے چمکتا ہوا نظر آتا۔ قصہ مختصر نواب حیدر علیخاں کا یہ جلوس جہاں سے گزرتا۔ دشت و صحرا کو لالہ زار بناتا۔ اور تماشائیوں کو باجاہ و جلال بہار دکھاتا جاتا۔ جس کا ذکر مہینوں ہوتا رہتا۔ اور درمیان میں جو راجے اور نواب پڑتے وہ بڑے شوق سے اُس کے استقبال اور اُس کے فوجی احتشام کو دیکھنے آتے۔ قصہ مختصر جب نواب کا یہ جلوس سرینگ پٹن کے قریب پہنچا۔ تو میر مخدوم علی خاں نے بہت بڑی دھوم دھام سے مع اُمراءِ سرداران دارالامارۃ شہر سے چند میل باہر استقبال کیا۔ اور تمام اُمراء اور سردار اور سب اہل فوج شاداں شاداں اپنے گھروں میں داخل ہوئے +

میرزا علیخاں خسر پورہ نواب حیدر علیخاں کا مادھو راؤ پیشوا سے ملجانا اور مادھو راؤ کا باتفاق نظام حیدرآباد و صاحبان انگریز کے سرینگ پٹن پر چڑھنا۔ مع معرکہ آرائی نواب موصوف

نواب حیدر علی خاں نے اپنے نوجوان بھتیجے میرزا علی خاں کو صوبہ دار سرا مقرر کر دیا تھا۔ اور بمقتضائے حزم و احتیاط ایک مدبر برہمن کو اُس کا نایب مقرر کیا تھا۔ میرزا علیخاں صوبہ داری پر پہنچ کر عیش و نشاط میں پڑ گیا۔ اور جوانی کی اُمنگ اور حکومت کی ترنگ میں لاکھوں روپے خرچ کرنے لگا ستے کہ قرضداری پر نوبت پہنچی۔ اور برہمن مذکور اُس کو اَور بھی حوصلہ دلاتا۔ اور اُسکی

فیاضی کی تعریف کرتا۔ آخر میں جب نواب نے حساب پوچھا تو میرزا
علیخاں کو فکر ہوئی۔ تب برہمن مذکور نے اُس کو خوف دلایا کہ اب نواب
آپکو اور مجھ کو دونو کو خراب کریگا۔ اس لئے سواے اس کے کوئی
تدبیر نہیں کہ آپ پیشواے پُونا کو اپنا سرپرست بنالیں۔ اور یہ صوبہ
جو نواب نے مرہٹوں سے چھینا ہے تھوڑے خراج پر اُنہیں پھیر دینے
کی تدبیر کریں تو البتہ آپ کی حکومت بطور خود قایم رہ سکتی ہے۔
میرزا علیخاں اُس کے کہنے میں آگیا اور اُس کو اپنا سفیر بناکر دربار
پُونا میں روانہ کیا۔ جب برہمن مذکور دربار پونا میں پہنچا اور میرزا
علیخاں کی تحریر پیش کی تو سفیر انگریزی بھی وہاں موجود تھا۔ اُس
نے بھی پیشوا کو اس موقع سے فایدہ اُٹھانے کی ترغیب دی۔ اور
نظام حیدرآباد کو بھی لکھا۔ اور انگریزوں کی طرف سے بھی شرکت کا
وعدہ کیا۔ اور وہاں اس کے موافق تیاری ہونے لگی ✦

ادھر نواب کو اُس نمک حرام اور فتنہ پرداز برہمن کی چالاکی اور
پونا میں اس مشورۂ متفقہ کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنا گھر اپنے گھر
کے چراغ سے جلتا دیکھ کر سخت مغموم و متردد ہوا۔ تاہم اُس نے
اپنی دلیری اور استقلال اور اپنی راے صایب کو رہنما بناکر یہ
تدبیر کی کہ اپنی سب فوج کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کرکے
دارالملک کے چاروں طرف متعین کردیا۔ اور سپہداروں کو حکم دیا
کہ شہر و قصبات اور دیہات اور قلعہ جات کے رہنے والوں کو بذعد

اور ازراہ حکمت عملی اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر سرپرنگ پٹن میں آ رہیں اور سوائے بڑے بڑے درختوں کے گھانس تک کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو مرہٹوں کی فوج سے تکلیف اُٹھائیں گے۔ اور پھر بھاگنے کا موقع بھی نہ پائیں گے۔ اور لشکر کے تمام اہل حرفہ اور بھیر بنگاہ کو حکم دیدیا کہ چاروں طرف جا کر لوٹ لیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں سرنگپٹن کے آس پاس تیس تیس میل تک تباہ و برباد ہو گیا۔ اور ہر قسم کا غلہ اور سامان سرپرنگ پٹن میں آ کر بھر گیا۔ جو رعایا اپنا اسباب و غلہ سرپرنگ پٹن میں لاتی وہ سب سرکار حیدری میں معقول نرخ و قیمت پر خرید کر لیا جاتا۔ اس سے غلہ ذخیرہ کے انبار لگ گئے۔ اور جو لوگ یہاں اُٹھ آئے تھے اُن کے ساتھ نہایت نرمی اور دلجوئی کا برتاؤ کیا گیا۔ جس سے ہر شخص نواب کی مصلحت کا شریک بن گیا۔ اور نواب کی بہتری میں اپنی بہتری سمجھنے لگا۔ جب اس انتظام سے فرصت ہوئی۔ تو سب فوجوں کو جمع کر کے ایک عظیم الشان لشکرگاہ قایم کی جس سے تمام شہر اور قلعہ گھر گیا۔ اور نہر کاویری پر پورا پورا قبضہ رکھا گیا۔ بڑی بڑی توپیں حصار قلعہ پر لگائی گئیں۔ اور چونکہ اس قلعہ کے متعلق تھوڑے فاصلہ پر سات قلعے اور تھے اُن پر اٹھارہ اٹھارہ توپیں چڑھوا دیں اور پانسو گولہ انداز اُن پر متعین ہوئے۔ اور منوں کی مقدار میں آہنی گوکھرو بنوائے گئے تاکہ

حملۂ مخالف کے وقت میدان پیشرو میں پھیلا دیئے جائیں۔ ایک سو
ضرب توپ سرینگپٹن کے حصار قلعہ پر اور پچاس ضرب توپ ایک
معبد سنگین پر جو رود کاویری کے سامنے ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ اور
تین سو ضرب توپ اُس لشکرگاہ کے آس پاس لگائی گئیں۔ اور
سواروں کی فوج کو میر مخدوم علیخاں کی سرکردگی میں واسطے مدافعہ
نواب نظام علیخاں کے حدود بنگلور پر بھیج دیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ
آس پاس کے دہات کو تباہ کرنا شروع کیا۔ باقی سوار اور پیادوں
کو مع ایک بہیر کے نواب میر فیض اللہ خاں کے سپرد کیا۔ کہ وہ دیار
بسنگر میں جاکر اُن کوہستانی راستوں کو روکے جو اُس ملک کو کنڑے
سے جدا کرتے ہیں۔ اور جو فوج وہاں متعین ہے اُس سے ملکر مرہٹہ
فوج کی یورش کو روکے۔ اور انگریزی سپاہ ایک قلعۂ درمیانی پر
مامور کی گئی۔ اُدھر مادھوراؤ پیشوا ڈیڑھ لاکھ سواروں کی جمعیت
سے مع توپخانہ وغیرہ نواح سرا میں نمودار ہوا۔ اس موقع پر جب
لوگوں کو معلوم ہوا کہ میرزا علیخاں مرہٹوں سے مل گیا ہے تو قلعدار اُن
حصار مارٹ سرا اور گھیری نے مادھوراؤ کے مقابلہ میں ایسے جوہر
مردانگی دکھلائے کہ اُس نے باوصف فتح کر لینے قلعوں کے نشان
اور سلاح دونو چھوڑ دئے۔ اور سولہ گولہ انداز فرنگی جو قلعہ سرا میں
تھے۔ میرزا علیخاں پر نفرین کرتے ہوئے نواب حیدرعلیخاں کے
پاس چلے آئے۔ نواب نے اُن کو بڑی عزت سے لیا اور ایک ایک

جوڑی کنگن طلائی کی افسروں کو اور زر نقد سپاہیوں کو انعام دیا۔ اور جو اسباب اُن کا قلعہ میں چھوٹ گیا تھا اُسکی قیمت اُن کے کہنے کے موافق اُن کو دی گئی۔ جس سے وہ نہایت خوش ہوکر نواب کی حمایت پر آمادہ ہوئے۔ اور دوسرے مقامات پر متعین کر دئے گئے۔ اور چونکہ انگلش سفیر کی تحریک اور رشوہ دینے سے نظام حیدر آباد بھی مع فوج و توپخانہ کے چل پڑے تھے۔ اس لئے وہ اور مادھوراؤ دونو سیناپٹن کے سنسان میدانوں میں ایک ساتھ پہنچے جو سرینگ پٹن سے سات فرسنگ پر واقع ہے۔ اور آپس میں سرینگ پٹن کی تسخیر اور خزاین کی لوٹ اور ضبطی کے بڑے بڑے منصوبے کرنے لگے۔ لیکن جب اُن کو معلوم ہوا کہ یہاں تیس تیس میل تک ملک برباد کردیا گیا ہے۔ اور اس دور میں گھانس کا تنکا تک نہیں ملتا اور نہ کوئی آدمی موجود ہے تو اُن کو ضروریات لازمی افواج کے لئے نہایت پریشانی ہوئی۔ اُن کی فوج سے جو کوئی لکڑی گھانس کو جاتا اُس کو کہیں تنکا تک نظر نہ آتا۔ نہ کوئی آدمی ملتا جس سے کچھ پتہ لگائے یا جبر و تشدد سے کوئی چیز حاصل کرسکے۔ اور اُس حد سے باہر نواب کی متعینہ فوجیں راستوں پر غنیم کی ضیافت کو بیٹھی ہوئی تھیں جس سے سو دو سو ہزار دو ہزار کی جمعیت کو لوٹ لیتیں اور خوب دق کرتیں۔ دوسرے روز افواج مرہٹہ اور نظام کے کئی رسالے حوالی سرینگ پٹن کی دیکھ بھال کو آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ نواب حیدر علیخاں کا

لشکر اس حساب سے پھیلا ہوا ہے۔ اور سینکڑوں توپوں کی تیغچی اس حساب سے لگی ہوئی ہے کہ وہاں پہنچ کر ایک لشکر "نہ جائے ماندن و پائے رفتن" میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اور بڑا لطف یہ ہے کہ حیدر علیخاں کے لشکر والوں نے ان کی دیکھ بھال میں کچھ مزاحمت نہ کی بلکہ اخلاق سے باتیں کر کے اُن کو اور زیادہ دیکھ بھال کا موقع دیدیا۔ دوسرے روز دوسرے رسالوں نے دوسرے افسروں کے ساتھ آکر دیکھ بھال کی۔ تیسرے روز نواب نظام علیخاں اور مادھو راؤ مع اپنے اپنے امیروں اور سرداروں کے جو ہاتھیوں پر سوار تھے ایک مرتبہ میدان میں نمودار ہوئے۔ پھر دیکھتے دیکھتے وہ میدان فوجوں سے بھر گیا۔ اس انبوہ کثیر میں دو لاکھ سوار و پیادہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ اور امیروں اور سرداروں کے عماری دار ہاتھی دو سو سے زاید تھے۔ جنرل اسمتھ اپنے رسالۂ ترک سواران کے ساتھ واسطے دریافت بعض حالات کے آگے بڑھے اور اُس حد تک جا پہنچے جس سے آگے جانا ممکن نہ تھا۔ اور جیسے آگے بڑھنے کا حوصلہ کیا۔ اُن سات قلعوں میں سے ایک قلعہ سے جس پر خود نواب حیدر علیخاں حکمراں تھا اور دُوربین سے اُن فوجوں کی کثرت کو دیکھ رہا تھا ایک بلند پرچم کے ذریعہ سے اشارہ کیا گیا۔ اشارہ ہوتے ہی سب قلعوں سے گولے اولوں کی طرح برسنا شروع ہوئے اور مشاق گولنہ اندازوں نے ایسے تیز فیر داغے کہ غنیم کی فوجوں میں پہنچتے ہی سے بوکھلاہٹ

شروع ہوگیا۔ پھر پہاڑی پر سے آگ برسنا شروع ہوئی۔ اس سے بہت تھوڑی دیر میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آدمی پر آدمی اور سوار پر سوار گرنے لگا۔ گرے ہوے سواروں کے گھوڑوں نے بھاگ بھاگ کر کشتوں کو کچل ڈالا اور صف بندی کو درہم و برہم کر دیا۔ توپوں کی آواز سے اہل فوج کو اپنے افسروں کی آواز کا سُننا دشوار ہوگیا اس موقع پر سب سے پہلے نظام علیخاں کو اپنی جان کی فکر ہوئی اور اسکی آرام طلب فوج بھی ہیبت زدہ ہو کر بھاگنے کے لئے ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اور جنرل اسمتھ پر ثابت ہو گیا کہ ان فوجوں سے حیدرعلی کی فوج کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ نہ ان سرداروں میں حیدرعلی خاں جیسا دم خم ہے اس لئے جنرل نے نظام کو واپسی کا مشورہ دیا اور باقیماندہ فوجیں مع سرداروں کے اپنی اپنی خیمہ گاہ پر واپس پہنچیں۔ دوسرے روز مجلس مشورہ منعقد ہوئی۔ اور دونو لشکروں کے سردار اور سپہ سالار وہاں جمع ہوئے۔ جنرل اسمتھ نے راے دی کہ دونو سردار مل کر نواب حیدرعلیخاں کو قلعہ سے باہر آ کر میدان میں جنگ کرنے پر آمادہ کریں۔ اس پر ان کا اتفاق نہ ہوا۔ اس ناکامی کے علاوہ افواج نظام اور مرہٹہ کو آٹے دال گھانس لکڑی وغیرہ ہر ہر چیز کی تکلیف ہونے لگی۔ اور ہاتھی اور گھوڑے بھوکوں مرنے لگے۔ جو سامان باہر سے آتا وہ کئی منزل پہلے ہی لوٹ لیا جاتا۔ اور نواب کی فوجوں میں کسی بات کی کمی نہ تھی جس کا انتظام پہلے سے

کرلیا تھا۔ لاچار مادھوراؤ نے سیپاپٹن سے اپنی خیمہ گاہ اُٹھا کر رود کاویری کے کنارے سرینگ پٹن سے پانچ میل دوسری جانب ڈیرا کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے روز فیمابین نواب اور مرہٹہ کے کوئی خفیہ بات ٹھہر گئی تھی جس سے اُس مقام پر ڈیرہ کرتے ہی صلح موفق قرار پاگئی۔ اور وہ تیسرے روز صوبہ سرا کارپردازان حیدری کو سپرد کرکے پونا کو روانہ ہوگیا۔ یہ حال دیکھ کر نظام علیخاں کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑگئے۔ نواب حیدرعلیخاں کو معلوم تھا کہ نظام علیخاں زیادہ دلیر نہیں۔ اور وہ خوف کے وقت استقلال کو قایم نہیں رکھ سکتا۔ اور نیز پرچہ نویسوں کی تحریر سے نظام کی پریشانی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے جنرل اسمتھ کی بات کو تازہ کرنے کے لئے قلعہ سے نکلکر اپنی خیمہ گاہ سیناپٹن کے میدان میں قایم کردی جہاں تین روز پہلے مرہٹے پڑے ہوئے تھے۔ اس حرکت سے نظام علیخاں پر اور زیادہ وحشت غالب ہوئی۔ اور اس نے اپنے امیروں سے صلاح کی۔ آخرکار نواب رکن الدولہ دیوان نظام نے اس کام کو اپنے ذمہ لیکر نظام سے عرض کی کہ فدوی کے نزدیک بعد چلے جانے مرہٹہ کے صلح و آشتی بہتر ہے۔ اور جنرل اسمتھ کو دوسری باتوں میں لگایا لیکن عقلمند جنرل تاڑ گیا کہ ان باتوں میں ایک منافقانہ خیال پوشیدہ ہے۔ ممکن ہے کہ نظام علیخاں مجھ کو نواب حیدرعلیخاں کے سپرد کرکے چلتا ہو۔ اس لئے وہ مدراس کو روانہ ہوگیا۔ اور یہ سب

حال گورنمنٹ مدراس کو تحریر کیا۔ اور آخر میں لکھا کہ نظام انگریزوں کو تنہا رکھنا چاہتا ہے جس کے نتائج نہایت نقصان رساں پیدا ہونا ممکن ہیں۔ اُدھر رُکن الدولہ نے اپنے برادر نسبتی نواب محمد علیخاں (ناظم ارکاٹ) کو لکھ بھیجا کہ جب تک نواب حیدر علیخاں نواح بنگلور اور مالیم نواب نظام علیخاں کو نہ دیں صلح نہ ہوگی۔ اور نواب محمد علی خاں نے یہ خیال گورنمنٹ مدراس پر ظاہر کیا۔ مدراس کی کونسل نے جنرل اسمتھ کے خیال کو صحیح نہ جانکر جنرل کو لکھا کہ تم ہر حال میں نظام علیخاں کے ساتھ شریک رہو۔ نظام بھی بے صلح کے جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں تو یہ حال ہوا اُدھر رُکن الدولہ نے حیدر علیخاں کو لکھا کہ میں آپ کی حسب مرضی سب کام ہونے کی غرض سے آپ کے حضور میں آنا چاہتا ہوں۔ اور یہ کارروائی نواب محفوظ خاں کی معرفت کی گئی۔ چنانچہ اُس کو حاضر ہونے کا حکم ہو۔۔ اور جنگی تیاریاں ملتوی ہوگئیں۔ رُکن الدولہ نے نواب حیدر علیخاں کے سامنے جاکر طرح طرح کی باتیں بنائیں۔ اور حتے الامکان اپنے مالک کا کام بنانا چاہا۔ امور صلح میں یہ قرار پایا:۔

(۱) نواب محفوظ خاں (برادر کلاں نواب محمد علیخاں ناظم آرکاٹ) اپنی بیٹی کی ٹیپو سلطان سے شادی کر دیں۔

(۲) نواب محفوظ خاں جو نواب انورالدین خاں کے بڑے بیٹے مالک اور وارث ممالک ارکاٹ کے ہیں اپنے تمام حقوق نوابی

ٹیپو سلطان کے حق میں چھوڑ دیں گے +

(۳) نواب حیدرعلیخاں اور نظام علیخاں اپنی افواج متفقہ سے نواب محمد علیخاں کو مقہور کریں گے جو نواب محفوظ خاں کے جیتے ہوئے مالک نہیں ہوسکتے +

(۴) قلعہ جات مفتوحہ پر قلعدار وغیرہ مامور کرنے کا اختیار نواب حیدعلیخاں کو ہوگا +

(۵) میر مخدوم علیخاں کو اُن قلعہ جات وممالک کی قلعداری تفویض ہوگی تا وہ اپنے بھانجے ٹیپو سلطان کے تمام کاموں کو بطور نائب اُس صوبہ کے انجام دیتے رہیں +

(۶) نواب رضا علی خاں خلف نواب چندا صاحب مرحوم نے بھی اپنے تمام حقوق نوابی آرکاٹ وترچناپلی و ماڈورا کو بنام شاہزادہ ٹیپو سلطان واگزاشت کیا ہے +

(۷) نواب حیدرعلیخاں اور ٹیپو سلطان تمام مملکت تنجاور بعد معزول کرنے راجہ تنجاور کے نواب میر رضا علیخاں کو سربہا میں نواب چندا صاحب مقتول پدر نواب رضا علیخاں مذکور کے دیویں +

(۸) نواب حیدرعلیخاں اور نظام علیخاں ایک دوسرے سے نفاق ومخالفت روانہ رکھ کر ایک دوسرے کے دوست و مددگار رہیں گے +

قبل توثیق اس عہد نامہ کے ٹیپو سلطان کا نظام علیخاں کے پاس

جانا قرار پایا جواب وہاں بطور ایک جلیل الشان دوست کے مقیم تھے۔ ٹیپو سلطان بڑے شکوہ واحتشام سے نظام علیخاں کی خیمگاہ میں گیا۔ دس ہزار فوج مع توپخانہ اور چھ سو فوج گورہ نہایت زرق برق لباس میں ساتھ تھی۔ نظام علیخاں کے سرداروں اور انگریزی افسروں نے اس فوج اور توپخانہ کو بہت ہی پسند کیا۔ اور نواب حیدرعلیخاں اور ٹیپو سلطان کی بہادری اور آراستگی فوج کی داد دی۔ ٹیپو سلطان کے داخل ہوتے ہی سلامی کی توپیں چھوٹنے لگیں اور بہت بڑے احترام سے لیا گیا۔ دوسرے روز نواب بصالت جنگ برادر نظام علیخاں سلطان موصوف کی ملاقات کو آئے۔ رکن الدولہ اور دوسرے ارکان دولت نظامیہ بھی ساتھ تھے۔ تیسرے روز نواب حیدرعلیخاں اور نظام علیخاں سے ملاقات ہوئی۔ پھر نظام حیدرآباد نے باقی فوج انگریزی کو بھی رخصت کر دیا جو جنرل اسمتھ کے بعد رہ گئی تھی۔ اور کونسل مدراس کو اس صلح و اتفاق کی اطلاع دیدی اور نواب حیدرعلیخاں نے اپنے وکیل سیناجی پنڈت حاضرباش کونسل مدراس کے ذریعہ سے ایک مراسلہ گورنمنٹ مدراس کے پاس بھیجا۔ اُس کا مضمون یہ تھا کہ نواب محمد علیخاں کی منافقت اور چالبازی سے تمام ملک پریشان اور مضطرب ہو رہا ہے۔ وہ محض اپنی چالبازی سے آرکاٹ کا مالک بن بیٹھا ہے۔ حالانکہ وہ نواب محفوظ خاں کے ہوتے ہوئے ملک کا وارث اور مالک نہیں ہو سکتا۔ اُسی نے

انگریزوں کو طرح طرح کے لالچ دیکر جنگ پر آمادہ کیا۔ اور ایک کو دوسرے سے لڑا دینے کو اپنی عیاری سمجھا۔ اب ہم دونو نے اُس کو ملک سے بیدخل کر دیا ہے۔ آیندہ آپ اُس کی باتوں میں نہ آئیں اور اپنی فوجوں سے اُس کو مدد نہ دیں اور جو فوجیں قلعہ جات ممالک آرکاٹ میں اُسکی کمک۔ کے نام سے آپ نے متعین کر رکھی ہیں۔ وہ اُٹھائی جائیں۔ اور جو ملک اور قلعہ جات نواب محمد علیخاں نے آپ کے پاس رہن کر دئے ہیں اُن کا روپیہ سرکار حیدری سے ادا کر دیا جائیگا +

تفصیل ممالک نواب حیدر علی خاں و تقابل افواج انگریزی چشم دید نامہ نگار فرانسیسی

سنہ ۱۷۶۷ء سے سنہ ۱۷۶۹ء تک جو لڑائیاں نواب حیدر علیخاں اور انگریزوں سے واقع ہوئیں۔ اُن کے متعلق ایک نامہ نگار فرانسیسی اپنے چشم دید حالات یوں بیان کرتا ہے کہ سنہ ۱۷۶۷ء میں ممالک متصرفہ حیدری اس تفصیل سے تھے :-

مملکت میسور۔ صوبہ بنگلور و منگلور۔ ساوندرگ۔ چیتل درگ۔ نندی درگ۔ گنگن گڑھ۔ رائے درگ۔ کرناٹک جو تمام وادی جبال پر انبور اور ترچنا پلی سے مادورا اور ٹراونکور اور سواحل ملیبار تک پھیلا ہوا ہے۔ صوبۂ سرا۔ شانور۔ کڑپہ۔ کنول۔ بالاپور۔ کوچک۔ کولا۔ گرم کنڈہ۔ مرزبوم۔ بالاپور کلاں۔ ریاست کوچک (کوچین) بنگر۔ کشن گیری۔ گنتی۔ بلاری۔ حیدرنگر۔ مدگیری۔ رنجن گڑھ وغیرہ۔ مملکت کنڑہ جو راس رامہ سے شمال کی طرف سرحد بیجاپور تک چلی گئی ہے سواحل ملیبار۔ جزایر مالدیوہ ٭

اور نواب حیدرعلیخاں کے ممالک مقبوضہ میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ سب ایک دوسرے سے ملے ہوئے واقع ہوئے ہیں اور جو سرحد علاقۂ انگریزی سے ملتی ہے وہ قدرتی پہاڑوں اور تنگ دروں سے محفوظ ہے +

اگر روایت عام پر اعتبار کیا جائے تو ممالک حیدری میں چھوٹے بڑے ایک ہزار قلعوں سے زیادہ ہیں۔ اور جو قلعے نامہ نگار نے دیکھے وہ بھی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ہر قلعہ میں اُسکی حیثیت اور ضرورت کے موافق سپاہ رہتی ہے۔ اور جب کوئی بڑی ضرورت پیش آئے تو پہاڑوں کی جنگلی رعایا جو تیراندازی میں نہایت مشاق ہوتی ہے ان قلعوں کی کمک کو آجاتی ہے۔ اور ایسی جاں فشانی ظاہر کرتی ہے کہ غنیم بغیر محاصرہ شدید کسی ایک قلعہ پر قبضہ نہیں کرسکتا

ہر قلعہ میں تمام غلہ جات اور اشیاء ضروری کا ذخیرہ موجود رہتا ہے اس ملک میں ہر قسم کے جانور پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن حیدر علیخاں اپنے سلیقۂ خداداد سے اونٹ۔ گھوڑے۔ ہاتھی بطور خود پرورش کرتا ہے علاوہ اُن گھوڑوں اور ہاتھیوں کے جو سواروں اور سرداروں کے پاس ہیں بیس ہزار گھوڑوں کا ایک گلّہ اور چھ سَو ہاتھیوں کا ایک حلقہ کوہ و صحرا کی بہتر سے بہتر چراگاہوں میں انتظام خاص کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ ضرورت کے وقت طلب کر لئے جاتے ہیں۔ جو کم ہوتے ہیں وہ خرید کر داخل کئے جاتے ہیں۔ اُن کے علاوہ ہاتھی گھوڑوں کی خرید برابر جاری رہتی ہے۔ سوداگر لوگ دور دور سے اُس کے لئے ہاتھی گھوڑے لاتے اور اسکی قدر دانی اور فیاضی سے فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ نواب اپنی فوج کے لئے ہر مقام پر عام ضرورتوں کا سامان کثیر فراہم رکھتا۔ کسی چیز کی کمی نہ ہوتی۔ اور سامان حرب و ضرب کے بھی تودے اور انبار لگے رہتے۔ ۱۷۶۷ء میں نواب حیدر علیخاں کے پاس ایک لاکھ اسی ہزار سوار و پیادہ تھے۔ اُن میں سے نواب نے انگریزوں کے مقابلہ کے لئے جو سوار و پیادے چھانٹ لئے تھے اُن کی تفصیل یہ ہے:۔

سواران چیدہ	سواران غارتگر از قوم مرہٹہ دیسندارہ	
۱۸ ہزار	۲۸ ہزار	
سواران حبشی ۲ رسالہ	سپاہی قواعددان	۲۰ ہزار +

اور سپاہیان فرنگ ملازم حیدری اس تفصیل سے تھے :-
سواران فرنگی ۲۰۰ سالہ - گولنداز ۲۵۰ - اور اکثر منصبدار اور تومندار اور جمعدار اور حوالدار قشون گرانڈیلوں اور دوسری پلٹنوں میں تقسیم کئے گئے تھے - دوسرا لشکر اُس وقت کے سلاح فرنگ کے موافق مرتب تھا اور ایک جیش دو ہزار زنبورچیوں کا تھا (دو دو زنبورچی ایک اُونٹ پر بیٹھتے اور ایک ایک شتر نال ہر اُونٹ پر لگی ہوتی)-
ایک فوج بندوقچیان قدر انداز دیسی کی تھی جو سواروں کے پیچھے رہتی اور کمینگاہ میں چھپ کر کام کرتی ٭

پانچ ہزار بان بردار تھے (بان ایک آہنی چونگلا ہوتا ہے اُس میں باروت بھرتے ہیں اور سہ پائے پر رکھ کر فلیتے میں آگ دیتے ہیں وہ دو دو ہزار گز تک اُڑتا جاتا ہے - درمیان میں جو آپڑتا ہے اُس کو نیست نابود کر دیتا ہے - یہ ہندوستان کا قدیم آلۂ حرب ہے)
ایک جماعت عربوں کی تھی - جو تیر و کمان کے نہایت مشاق تھے وہ اپنے تیر کے سامنے گولی کی کچھ حقیقت نہ جانتے تھے - اُن کے تیر و کمان نہایت خوب صورت رنگین اور مرتب تھے ٭

نواب نظام علیخاں صوبہ دار دکن بھی حیدر علیخاں کے ساتھ تھا - نظام کے ساتھ گنتی گنانے کو ایک لاکھ سوار و پیادوں کی جمعیت تھی - لیکن اُن میں شاید دو ہزار بھی اچھے بندوقچی اور جان باز نہ ہونگے - نظام کے ماتحت سرداروں میں ایک رام چندر مرہٹہ اور

تین نواب شانور وکڑپہ وکانور بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ بھیڑ بنگاہ کا حساب نہیں۔ ہرچند اس فوج سے حیدرعلیخاں کو کچھ مدد نہ ملی۔ لیکن حیدرآباد کے اکثر امراء و سردار اُس کے دوست بنگئے حیدرعلیخاں نواب نظام علیخاں اور اُس کے نایب رکن الدولہ سے ہمیشہ بدگمان رہتا تھا۔ کیونکہ وہ طوطاچشمی سے بہت جلد آنکھ پھیر لیتے اور گرماگرمی کے بعد دفعتہً سردمہری ظاہر کرنے لگتے اُن کی باتوں میں وعدۂ معشوق سے زیادہ بے اعتباری کے وجوہ پیدا ہوتے تھے +

نظام کے لشکر میں ایک سو دس توپیں تھیں اور نواب حیدرعلیخاں کا توپخانہ بھی خوب آراستہ تھا۔ توپچی اُس کے سب فرنگستانی تھے +

نواب بہادر کے حلقہ جہازات کو نامہ نگار فرانسیسی نے افواج حیدری کے شمار میں داخل نہیں کیا +

اس حلقہ میں ایک جہاز قوم ڈانس سے خرید کیا گیا تھا اُس پر ساٹھ توپیں چڑھی تھیں اور تیس جہاز ۲۴ یا ۳۲ توپ والے تھے اور آٹھ جہاز چھوٹے تھے۔ جن کو پام کہتے تھے۔ اُن میں بعض پر بارہ اور بعض پر چودہ توپیں تھیں۔ اور بیس سفینے ایسے تھے کہ اُن میں اسّی نفر سپاہی اور دو توپیں تھیں۔ انگریزوں کے ساتھ آغاز جنگ میں نواب کی بحری فوج اسی قدر تھی جو ظاہر

کی گئی۔ اب انگریزی فوج کا حال سنیئے کہ اُس زمانے میں انگریزوں کے پاس نوّے ہزار سے زیادہ فوج تھی جو بنگالہ اور بمبئی اور مدراس میں بٹی ہوئی تھی ✦

جنرل اسمتھ کے ساتھ پانچ ہزار فوج گورہ اور ڈھائی ہزار دیسی اور ڈھائی ہزار سوار تھے۔ اس کے علاوہ نواب محمد علیخاں اور مرار راؤ مرہٹہ اور بعض دوسرے راجاؤں کی فوج پچاس ہزار شمار کی گئی ہے جو جنرل اسمتھ کی حکم بردار تھی لیکن بہ سبب نہ جاننے قواعد جنگ اور ناشایستگی گھوڑوں کے حیدر علیخاں کی فوج سے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتی تھی ✦

جنرل اسمتھ اس سبب سے اپنے حریف نواب حیدر علیخاں پر برتری رکھتا تھا کہ اُس کی سپاہ آداب اور قواعد جنگ سے بخوبی ماہر تھی۔ اور اُس کا اکثر حصہ گورہ فوج پر مشتمل تھا۔ سوائے اسکے جنرل کے کرنیل اور انجنیر بڑے تجربہ کار اور لایق تھے۔ اور وہ خود بھی ان کاموں میں دستگاہ رکھتا تھا۔ لیکن وہ میدانی جنگ کا طلبگار تھا۔ حیدر علیخاں کی تاخت اور شبخون اور جنگل پہاڑ کی پوشیدہ کمینگاہوں میں چھپ کر تاخت کرنے اور افواج کثیر حیدری پر غالب آنے کی قدرت نہ رکھتا تھا۔ سوائے اس کے اُس کو ایک مشکل یہ تھی کہ گورنر مدراس یا مدراس کی کونسل اُس کو اپنے دوسرے فواید پر نظر کر کے ایسے حکم دیتے جن سے وہ اپنے خیالات کو

پورا کر سکتا تھا اور چونکہ انگریزوں کو ہر کام میں روپیہ کمانا ہی مقصود ہوتا تھا اسلئے ضرور تھی یہ تجویز کی کہ انگریزی فوج کو دیسی شراب کی جگہ رم خوب دی جائے تاکہ اس کا منافع انکی جیب میں جائے دوسرے جنگی کاموں کے لئے بیل اس کثرت سے پکڑے گئے اور ملکوں کو تنہا کر دیا کہ ملک مدراس مواشی سے خالی ہو گیا اور بیلوں کا کام آدمیوں سے لیا جانے لگا۔

جنرل اسمتھ سے مقابلہ

جنرل اسمتھ نے قلعہ ترپانور۔ وانمباڑی۔ سنگومن۔ کبیری پٹن کو مسخر کر لیا۔ جبکہ قلاع مذکورہ میں حفاظت اور مدافعت کا سامان کافی موجود نہ تھا اور قلعہ کشن گیری کا محاصرہ کیا تو حیدر علیخاں اُس طرف کو روانہ ہوا۔ حیدر علیخاں کی آمد کی خبر پاکر جنرل اسمتھ نے وہ محاصرہ اُٹھالیا اور وہاں سے کوچ کر کے ایک مقام پر جہاں سے براہ ویلور حیدر علیخاں کے بڑھنے کو روک سکتا تھا اپنا کیمپ قائم کیا۔ یہ تدبیر خوب سُوجھی۔ کیونکہ وہاں سے توپخانہ بڑھانے کو وہی ایک صحیح راستہ تھا۔ یہ صورت معلوم ہونے پر نواب حیدر علیخاں نے رکن الدولہ دیوان نظام علیخاں اور دوسرے سرداروں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ آخر الامر یہ تجویز ہوئی کہ ویلور کا راستہ سپاہ انگریزی نے روک رکھا ہے اور کشن گیری کا راستہ توپخانہ نکلنے کے لائق نہیں۔ اس لئے تیسری راہ ینگٹ گیری کی اختیار کرنا چاہیئے۔ اس موقع پر نواب حیدر علیخاں نے فوجوں کو

اس طریق پر علیحدہ علیحدہ روانہ کیا کہ جنرل اسمتھ ایک طرف کا خیال کرکے دوسری طرف سے غافل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی جنرل نے بینگٹ گیری کو فوج بڑھائی اور ویلور کا راستہ خالی ہو گیا۔ تب نواب کے رسالے مع گولندازوں اور بندوقچیوں کے بسرعت تمام اُس راہ سے نکل گئے اور نہایت تیزروی سے چار فرسنگ راہ طے کی تو سپہدار سپاہ فرنگ ملازم سرکار حیدری نے حکم دیا کہ ۹ توپیں اس طور پر کہ پہلے تین توپیں سر کی جائیں پھر تھوڑی دیر سے تین تین توپیں اور چھوڑی جائیں یہ درمیان اُس سپہدار اور نواب بہادر کے ایک اشارہ تھا اس معنی پر کہ راستہ دشمنوں سے پاک ہے۔ نواب نے اس اشارہ کے پاتے ہی حکم دیا کہ تمام لشکر ویلور کی راہ سے کوچ کرے اور خود بدولت نے مع اپنے سواران خاصہ کے اُس مقام پر پہنچ کر دیکھا کہ رسالے تو نکل گئے۔ اب توپخانہ حیدری سپاہ بندوقچیوں کی حمایت میں جا رہا ہے ٭

جب جنرل اسمتھ نے یہ خبر پائی کہ افواج حیدری تو پھر کر ویلور کے راستہ سے آگے گئی تو وہ اپنا مغالطہ محسوس کرکے بسرعت تمام کبیر پٹن کی طرف روانہ ہوا اور ایک دستہ فوج کا کبیر پٹن کی حفاظت کو چھوڑ کر ترپانور کو روانہ ہوا تا اُس کی مدد کے لئے قریب میں موجود رہے۔ اس وقت جنرل اسمتھ اُس فوج سے جسکے آنے کی مدراس سے اُمید تھی اور نیز جنرل اُوڈ کی آٹھ ہزار فوج سے جو محاصرۂ قلعہ آمبور میں مشغول تھی مل جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ

پندرہ روز کے محاصرہ میں وہ قلعہ مفتوح ہوا۔ اور نواب حیدر علیخاں کی سب فوج مع توپخانہ ایک ہی روز میں اُس راہ سے گزر گئیں اور نواب بہادر نے اپنے سواروں سمیت کوہستان سے عبور کر میر مخدوم علیخاں کو مع چار ہزار سوار جرّار اور توپخانہ آتشبار کے روانہ کیا تاکہ افواج انگریزی کا تعاقب کرکے کبیر پٹن کو محاصرہ میں لائے ٭

کبیر پٹن کا محاصرہ۔ راستو کی مُسدُودی

نواب حیدر علیخاں کے ارشاد کے موافق میر مخدوم علیخاں آگے بڑھے۔ اور تمام کبیر پٹن کا محاصرہ قایم کرکے پہلا انتظام یہ کیا کہ جنرل اسمتھ کو جو خبریں کبیر پٹن سے پہنچتی تھیں۔ وہ نہ پہنچنے پائیں اس انتظام میں کئی خط ایسے بھی پکڑے گئے جن سے جنرل اسمتھ اور بعض سرداران فوج نظام کی پوشیدہ خط و کتابت کا پتہ لگا۔ میر مخدوم علیخاں پھر اس محاصرہ کی نگہداشت ایک دوسرے سردار معتمد کے سپرد کر ترپاتور کو روانہ ہو گئے۔ اور رات کو ایک پہاڑی کے پیچھے جو ترپاتور سے ایک فرسنگ ہے قیام کیا +

جنرل اسمتھ نے جب شام تک کوئی خبر کبیر پٹن کی نہ پائی۔ تو خیال کیا کہ حیدر علیخاں آرام کرنا چاہتا ہے۔ اور فوج والوں کو

لکھ دیا کہ کل علی الصباح بیل لیکر اذوقہ کی تلاش میں نکلیں اور تمام
اذوقہ فراہم کرکے لائیں۔ صبح ہوتے ہی یہ جویاے رزق آگے بڑھے
جب اُس پہاڑی کے قریب پہنچے جو میر مخدوم علی کی کمینگاہ تھی میر
مخدوم علیخاں نے اپنے سواران غارتگر کو اشارہ کردیا۔ انہوں نے
دیکھتے دیکھتے ان کا اسباب چھین لیا اور ان کو متفرق کردیا۔ اسپر
ایک ہزار سوار کا رسالہ واسطے سرکوبی غارتگروں کے روانہ کیا گیا۔
غارتگران حیدری نے جیسے ہی اُن کو آتے دیکھا اُن کے سامنے پڑکر
بھاگنا شروع کیا۔ انگریزی سوار اُن کے پیچھے ہوئے۔ جب میر صاحب
کی کمینگاہ کے سامنے پہنچے۔ میر صاحب کے سواران یغماگر نے اُنپر
باڑھ ماری اور شیر گرسنہ کی طرح شکار پر آپڑے۔ آخرکار اُن میں
بھاگڑ پڑگئی۔ ایک جمعیت اپنے لشکر کی طرف اور دوسری شہر کی
جانب بھاگی۔ میر مخدوم علیخاں کے سوار اس جمعیت کے پیچھے ہوئے
اور لڑتے بھڑتے شہر پر قبضہ کرلیا۔ اُدھر جنرل اسمتھ نے اس یلغار
کا حال سُنکر اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ لیکن جب غور کیا۔ کہ
حیدر علیخاں اصول جنگ سے واقف ہے۔ ایسا نہ ہو جو میں دونو
طرف سے اُسکی فوجوں میں گھر جاؤں۔ اس لئے اب مصلحت یہ ہے
کہ جھٹ پٹ اس خوفناک اندیشہ کی حد سے باہر نکل جاؤں اور باہر
سے آذوقہ وغیرہ فراہم کر لاؤں۔ انہیں وجوہ سے جنرل موصوف
مع فوج و توپخانہ قلعہ ترپاتور سے نکل کر سنگومن کی طرف (جو سلسلہ

کوہستان کوچک کے سرے پر واقع ہے) روانہ ہوا۔ درمیان میں میر مخدوم علیخاں نے بہت سے بیل لدے ہوئے مع دو سو سواروں اور چھ انگریزوں کے گرفتار کر لئے مگر جنرل اسمتھ صحیح و سالم منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نواب حیدر علیخاں نے جا بجا جنرل اسمتھ کو اصول جنگ کے کیسے کیسے سبق دئیے۔ راستہ کا بھلاوا دیا۔ خبریں بند کیں۔ راستہ روکا۔ آذوقہ پکڑا۔ سوار و انگریز گرفتار کئے۔ جنرل اسمتھ قلعہ تریا تور چھوڑنے پر مجبور ہوا +

قصہ مختصر جنرل اسمتھ قلعہ سنگومن میں مقیم ہو کر کرنل اوڈ کے آنے کا انتظار کرنے لگا +

کبیرپٹن پر حیدر علیخاں کا پہنچنا اور قلعہ کا فتح ہونا

نواب حیدر علیخاں نے اسی روز شام کے وقت دیلو سے گزر کر کبیرپٹن سے دو ڈھائی میل پر خیمہ گاہ قایم کی۔ اور پہاڑی پر چڑھ کر دیکھا کہ سپاہ حیدری نے شہر میں آگ لگا دی ہے۔ گھر جل رہے ہیں۔ اس میں خبر آئی کہ شہر کے خوش باش اور انگریز لوگ قلعہ میں جا رہنے کا انتظام کر رہے ہیں۔ نواب نے افسر توپخانہ کو حکم دیا۔ کہ

مناسب وقت کام کرنے کے لئے فی الفور تیار ہو۔ اور کرناٹکی فوج حصار شہر پر چڑھ جائے۔ انگریز لوگ اپنا اسباب قلعہ میں بھیجنے نہ پائیں افسر توپخانہ نے بہ حکم پاکر تیس ضرب توپوں میں سے (جو پہاڑ کے پیچھے لگا رکھی تھیں) آٹھ توپیں باہر نکالیں اور بیلوں وغیرہ کی آڑ میں لیجا کر حصار کے خندق پر قایم کر دیں۔ قلعہ کا کرنیل اس کارروائی سے ایسا بے خبر تھا کہ فصیل قلعہ پر ایک خیمہ میں میز بچھائے اور کرسیاں لگائے دوسرے افسروں کے ساتھ لطف مے نوشی حاصل کر رہا تھا۔ کبھی آنکھ اُٹھا کر حیدر علیخاں کے سواروں کا نظارہ کر لیتا تھا۔ اس میں گولنداز حیدری نے اُن آٹھ توپوں میں سے ایک توپ کا رُخ اُس طرف کر کے سب سے پہلے اُس خیمہ کو نشانہ بنایا۔ پھر سب توپوں سے آگ برسانا شروع کیا۔ چشم زدن میں نشہ دور ہو کر وہ صحبت درہم و برہم ہو گئی +

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

پھر شہر پر گولہ باری ہونے لگی اور سہ پہر کے وقت تک سرداران افواج حیدری نے اپنی اپنی جمیعت کے لوگوں کو کام بتا کر اور موقعے دکھا کر بیس ہزار سوار و پیادہ سے ایک دم حملہ کر دیا۔ یہ سب حملہ کے وقت شور و غل کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اُن کے شور و غل سے عجیب ہیبت ناک حالت پیدا ہوئی۔ اُن میں سے ایک جماعت ندی کے پار اُترنے لگی۔ ایک جماعت بانس کے زینے لگا کر خندق

میں اُتر گئی۔ ایک جماعت نے فصیل پر چڑھنے کا اہتمام کیا۔ تبردار لوگ شہر پناہ کے دروازے توڑنے لگے۔ غرض ایکدم سے عجیب نزغہ کی حالت پیدا ہو گئی۔ انگریزوں نے اس حالت کو مشاہدہ کر کے مقابلہ مناسب نہ جانا اور قلعہ کی راہ لی۔ اُن میں سے پچاس سپاہی ہندوستانی اور ایک کپتان اور ایک لفٹنٹ راہ میں مارے گئے۔ لیکن اس شہر کے متمول لوگ انگریزی محاصرہ سے پہلے دوسرے شہروں کو چلے گئے تھے ۔

رات کے وقت نواب نے بیس ضرب توپ چڑھانے کے لئے دمدمہ تیار کرایا۔ اور صبح ہوتے ہی وہ توپیں چلنے لگیں۔ قلعہ کے بروج و فصیل سے انگریز لشکر حیدری پر گولے مارتے تھے۔ اور چونکہ قلعہ کی زد ٹھیک پڑتی تھی۔ اس لئے لشکر حیدری کا نقصان زیادہ ہوتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر سپہدار حیدری نے دوسو قرابین والوں کو حکم دیا کہ وہ دیوار کے آسرے میں رہ کر قلعہ کی سپاہ اور توپچی کو مارتے رہیں۔ یہ اس غضب کے قادر انداز تھے کہ اُنکی اوّل ہی شلک نے کتنے سپاہی اور دس بارہ توپچیوں کو نیچے گرا دیا۔ کم سے کم جو گولنداز توپ چلانے کو کھڑا ہوا وہ ان کی شلک سے نہ بچا۔ یہ تدبیر ایسی کارگر ہوئی کہ توپ کا کام کرنے والے لوگ باقی نہ رہے یا زخمی ہو کر بیکار ہو گئے۔ اس سے قلعہ میں بہت ہی گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ اور دس بجے قلعہ سے توپ چلنا موقوف

ہوکر امان کا سپید نشان اُڑایا گیا۔ نواب حیدر علیخاں اس خبر کو سُنکر متعجب ہوا۔ اس میں سپہدار سربراہ کار یورش مع ایک افسر فوج قلعہ کے نواب کے سامنے حاضر ہوئے۔ نواب نے حکم دیا۔ کہ صاحبان انگریز کی عزت اور اُن کی بہادری کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ اور کپتان م نے اجازت پائی کہ بلا فوج قلعہ سے اُس حرمت کے ساتھ جو بہادروں کے لئے مخصوص ہے قلعہ سے چلا جائے۔ اور انگریزی فوج قلعہ سے نکلکر تر پاتور اور ویلور آرکاٹ کے راستہ سے مدراس کو روانہ ہو اور ہندوستانی سپاہ کو اُس کے اختیار پر چھوڑا جائے۔ وہ جہاں چاہے جائے۔ اور اگر سرکار حیدری کی نوکری منظور ہو تو اُس کو یہاں نوکری دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ سب سوار اور پیادے سرکار حیدری میں ملازم ہوگئے۔ اور حکم دیا گیا کہ سب افسر و سپاہی اپنا اپنا سامان نکال لیں۔ لیکن وہ ہتیار اور سامان جنگ جو سرکار کمپنی یا نواب محمد علیخاں سے تعلق رکھتا ہے معتمدان سرکار حیدری کو تفویض کیا جائے۔ اسپر کپتان م نے عرض کی کہ اذوقہ لشکری جو قلعہ میں فراہم ہے یہ میں نے اپنے روپے سے خرید کیا ہے۔ مجھے اُمید نہیں کہ گورنر مدراس وہ روپے مجھ کو دے۔ تب نواب نے اُسکی قیمت اپنے پاس سے دیدی۔ اس میں نواب کی یہ ہوشیاری تھی کہ آئندہ دوسرے قلعوں کے کپتان یا انگریز افسر سُنیں تو میری مہربانی پر وثوق کریں۔ اور

مجھ کو اُن کی رعایت سے دوسرے کام آسان ہوں +

سنگومن کی طرف ایلغار اور جنرل اسمتھ سے مقابلہ

جب نواب حیدر علیخاں نے شہر کبیرپٹن اور اُس کے قلعہ کو انگریزوں کے پاس سے نکال لیا تو اُس کو اپنے معتمدین کے انتظام میں چھوڑ کر دوسرے ہی دن صبح کو وہاں سے کوچ کر دیا۔ دوپہر کو پالرندی پر ٹھیرا۔ یہاں اپنی جمیعت بیقاعدہ چھوڑ کر فوج باقاعدہ کو ساتھ لیا اور شام کو ندی سے عبور کر ہراول اور چنداول کے دو حصے کئے۔ پہلے حصہ ہراول میں سوار اور گرانڈیل روانہ ہوئے دوسرا حصہ توپخانہ اور سپاہ پیدل کا چنداول میں رہا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر دو گھنٹے آرام کیا۔ ورنہ تمام رات چلتے رہے۔ جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا سواروں کا پیشرو حصہ میر مخدوم علیخاں کی فوج سے جو جنگل میں پریشان و متفرق ہو رہی تھی مل گیا۔ اور ایک نے دوسرے کے ملنے سے تقویت پائی اور مسرت حاصل کی میر صاحب کی فوج ستره روز سے بغیر خیمہ و خرگاہ اور بغیر سامان لازمی کے اُس جنگل میں نہایت تکلیف سے رات دن بسر کرتی تھی

اور میر صاحب بھی ہر تکلیف میں اپنی فوج کے شریک حال تھے اُدھر جنرل اسمتھ سمجھ رہا تھا کہ میں سنگومن میں چند روز غنیم سے محفوظ ہو کر رہ سکوں گا۔ کیونکہ ابھی نواب محاصرہ کبیر پٹن میں مصروف ہے یہاں نہ آئے گا اور کبیر پٹن کا فیصلہ ہونے تک جنرل اوڈ اپنی فوج لیکر مجھ سے آملے گا۔ لیکن نواب کبیر پٹن کا غیر متوقع فیصلہ کرکے بہ عجلت تمام اُس کے قریب جا پہنچا۔ میر مخدوم علیخاں نے اپنے سوار اور پیادوں کو جنگل کی کمینگاہوں میں پوشیدہ اور اُن سب راستوں پر قابض کر رکھا تھا جو لشکر انگریزی کے کام آسکتے تھے۔ اس عرصہ میں دفعۃً نواب رکن الدولہ نے نواب حیدر علیخاں کے خلاف توقع ایک نقارہ کے ذریعہ سے جنرل اسمتھ کو آگاہ کیا کہ غنیم آپہنچا ہشیار رہو۔ چنانچہ فی الفور جنرل اسمتھ نے اپنے خیمے اُکھڑوا کر وہاں سے کوچ کیا۔ ندی کے قریب جا رہا تھا۔ تاکہ قریب کی پہاڑی پر پہنچ جائے جاسوسوں نے یہ خبر نواب کو پہنچائی۔ نواب نے فی الفور اپنے سواروں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ پیچھے فوج پیادہ آرہی تھی۔ وہ تھکی ہوئی تھی۔ لیکن اُس کو بھی بغیر لیئے آرام کے اُن کے بعد روانہ کر دیا۔ نواب کی یہ مستعدی اور فوج کی یہ ماندگی اور شتاب روی کا حال دیکھ کر انگریز حیران ہوگئے۔ اور خود کو گرتے پڑتے اُس پہاڑی پر پہنچالیا۔ اُس وقت لشکر انگریزی میں تین ہزار فرنگی۔ دس ہزار ہندوستانی۔ دو ہزار سوار موجود تھے اور ۳۴ ضرب توپ

قلب وجناح فوج میں لگائی گئی تھی۔ اور ہر قشون کے ساتھ ایک توپ میدانی مع اسباب و آلات سواروں کے بدرقہ میں تھی۔ وہ پہاڑ گنجان درختوں کے جھنڈ سے چھپا ہوا تھا۔ بااین ہمہ فوج حیدری بڑھتی گئی اور برستی ہوئی گولیوں اور گولوں میں نہایت بہادری سے انگریزی فوج کی دو توپیں چھین لیں۔ لیکن انگریزی فوج کی ایک ٹکڑی نے جو واسطے کمک میسرہ کے متعین ہوئی تھی دونو توپیں واپس لیں۔ اس میں شام ہوگئی اور طرفین سے لڑائی موقوف ہوئی۔ مگر انگریزوں کو فوج حیدری کی دلیری اور جفاکشی اور جانبازی کا چشمدید ثبوت مل گیا اور انہوں نے مقابلہ آسان نہ سمجھ کر گیارہ بجے رات کو چپ چاپ چلدینے کا منصوبہ کیا۔ اور اپنے زخمیوں کو ڈولی میں ڈال کر روانہ ہوگئی۔ نواب نے فی الفور خبر پائی لیکن اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب سب کھانے پکاؤ اور کھاؤ اور رات بھر آرام کرو۔ اور گھوڑوں کو مل دل کر آرام دو۔ صبح کو دیکھا جائیگا۔ اس حکم سے تمام سپاہی خوش ہوگئے۔ اور ہزاروں چولہے روشن ہوگئے۔ رات بھر فوج نے دم لیا۔ صبح سے پہلے سب سوار و سپاہی کمربستہ ہو کر مع ساز و یراق تیار ہوگئے۔ نواب نے بیدار ہوتے ہی سب کو تیار پایا۔ اُن میں سے سواروں کو تاخت اور تعاقب کا حکم دیا۔ اور ایک دستہ کو انگریزی خیمہ گاہ پر بھیجا۔ اُس نے وہاں جاکر جنرل کے باورچیخانہ کا سامان اور میجر جنرل پیجو

کے دو صندوق محمولہ ملبوسات وغیرہ پائے۔ اُن کو اُٹھا لایا اور معلوم کیا کہ جنرل اسمتھ نے بہت سا سامان جنگی اور اذوقے کا ذخیرہ ندی میں ڈلوادیا ہے تا کہ اُن کی گاڑیاں زخمیوں کے کام آئیں۔ انگریز اپنی طرف کی بہت سی لاشوں کو ایک جگہ گڑھے میں جمع کرکے اُسپر مٹی ڈال گئے تھے۔ چنانچہ اُس ندی سے بہت سے گولے اور چاولوں کے بورے نکالے گئے۔ اور جنرل اسمتھ تیز روی سے راستہ قطع کرکے قریب ترنا ملی کے پہنچ گیا۔ وہاں سواروں نے اُس کو دبایا۔ لیکن اب موقع باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے وہ فوج کی نہایت باقاعدہ صف بندی سے قلعہ ترنا ملی میں داخل ہو گیا۔ ہاں اُس سے دو توپیں چھٹ گئی تھیں وہ سواران حیدری اپنے ساتھ لے آئے۔ یہ صورت دیکھ کر نواب حیدر علیخاں نے ترنا ملی سے تین میل ایک پہاڑ کے دامن میں اپنا کیمپ قایم کیا۔ اس کے اور ترنا ملی کے درمیان میں ایک بڑا وسیع دہموار میدان تھا اُس پر بھی نواب نے فوجی قبضہ کر لیا۔ لیکن نواب سے یہ غلطی ہوئی کہ فی الفور اُس نے جنگ جاری نہ کی اور جنرل اسمتھ عمداً خاموش اور جنرل اوڈ کے آنے کا منتظر تھا۔ چنانچہ اُس کی قسمت سے جنرل اوڈ مع اپنے لشکر کے اُس سے آملا۔ اور اب لشکر انگریزی کی تعداد پچیس ہزار سپاہ تک کی ہوگئی۔ جس میں ساڑھے چار ہزار فرنگی تھے۔ جنرل اسمتھ سب کو وہیں چھوڑ کر مع اپنی خاص فوج کے قلعہ ترنا ملی سے چار پانچ میل

علیحدہ نہایت پُرفضا اور گھنے ہوئے میدان میں جاکر خیمہ زن ہوا۔ نواب حیدر علیخاں اپنے سرداروں سے تاخت یا فوجکشی کا مشورہ کر رہا تھا۔ اس میں میر مخدوم علیخاں بھی مع اپنے لشکر ہراول کے حیدر علیخاں سے آملا۔ نواب نے اُسی رات کو سپیدۂ سحر کے نمایاں ہونے سے پہلے چار ضرب پیادہ اور چالیس ضرب توپ کے ساتھ ترنامل پر تاخت کی اور شہر کو مفتوح پایا۔ تب نواب نے قریب لشکر نظام علیخاں کے جو پیشتر سے اُس پُرفزا مرغزار میں خیمہ زن تھا اپنی خیمہ گاہ قایم کردی اور میدان وسیع میں دور دور تک لالہ و گل کی بہار لوٹنے لگا۔ اور اپنی کثیر فوج کو جابجا متعین کرکے چاروں طرف سے انگریزی فوج کے لئے رسد اور سامان ضروری پہنچنے کے راستے روک دئیے اور چاروں طرف سے ایک محاصرہ کی صورت پیدا کردی اس سے بعد چندے فوج انگریزی نہایت تکلیف پانے لگی۔ خصوصاً شراب کے نہ پہنچنے سے گورہ فوج کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور جنرل اسمتھ کی بعض کارروائیوں کو کونسل مدراس نے پسند نہ کیا۔ اور جنرل اسمتھ کونسل کے احکام سے بددل ہوا۔ آخرکار فوج انگریزی نے اس خوفناک حالت سے نکلنے کے لئے دس بجے رات کو چپ چاپ فوج نظام کی طرف کوچ کیا۔ جو وہاں سے چھ فرسنگ اور نواب حیدر علیخاں کے لشکر سے ڈیڑھ فرسنگ تھی۔ نواب حیدر علیخاں نے اس راز سے مطلع ہوکر اندیشہ کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ کیا انگریزوں

نے نظام کو ملا لیا ہے جو اُس طرف فوج لے چلے یا اُس پر شبخون مارنے کا قصد ہے اور آخر کو یہ تجویز قرار دی کہ فوج انگریزی کو لشکر نظام تک پہنچنے سے پہلے راستہ میں روکا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی فوج حیدری نے پاشتہ کوب جاکر اُس کو روکا اور لڑائی ہونے لگی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ تب انگریزوں نے دست چپ کی طرف کوچ کیا اور ترنامل کے نزدیک دوسرے مقام پر ایک بڑے چشمے کے کنارے اپنا کیمپ قایم کیا۔ اس کے سامنے پہاڑ اور نہایت گھنا جنگل تھا۔ جہاں سوار نہ جا سکتے تھے۔ یہ حال سُنکر نواب حیدر علیخاں نے اپنا کیمپ بھی وہاں سے اُٹھوا کر ایک دوسرے مقام پر جو انگریزی کیمپ سے دو فرسنگ تھا قایم کیا۔ اور اس طور سے انگریزی کیمپ اور لشکرگاہ نظام کے بیچ میں حایل ہو گیا۔ تاکہ دونو طرف کی خبریں نے سکے ؛

ٹیپو سلطان کو تخریب قرب وجوار مدراس پر مامور کرنا

نواب حیدر علیخاں نے جنرل اسمتھ کو یہاں روک رکھا اور پانچ ہزار سوار جرار اور توپخانہ آتشبار شہزادہ ٹیپو سلطان کو دیکر

واسطے تخریب علاقہ جات مدراس کے روانہ کیا۔ شاہزادہ نے اس سرعت اور خاموشی کے ساتھ مدراس پر تاخت کی کہ گورنر مدراس کو مطلق خبر نہ ہوئی اور یہ مدراس جا پہنچا۔ لکھا ہے کہ جب شاہزادہ مع فوج کے مدراس جا پہنچا تو گورنر مع مصاحبین اور نواب محمد علیخاں کے کمپنی باغ میں ایک خیمے کے اندر تھے۔ قریب تھا کہ گرفتار ہو جائیں۔ لیکن ایک فرانسیسی جاسوس نے انگریزوں کو خبر کر دی کہ شاہزادہ آپہنچا۔ اس سے وہ سب کے سب گھبرا کر فی الفور جہاز پر چلے گئے جو باغ کے سامنے ساحل پر لنگر انداز رہتا تھا۔ اس گھبراہٹ میں گورنر کی ٹوپی اور تلوار وہیں چھوٹ گئی۔ اُسکو سواران حیدری نے اُٹھا لیا۔ اور پیچھے سے دھاوا کر کے اُن کا راستہ مدراس کو واپس آنے کا روک دیا۔ اور نواب محمد علیخاں اپنے نہایت عمدہ گھوڑے کی بدولت انگریزوں سے پہلے بھاگ کر اپنے ایوان میں پہنچ گیا ❊

اور شہزادہ ٹیپو سلطان نے شہر مدراس کی لوٹ کا حکم دیا۔ اور لوٹ جاری ہو گئی۔ اُدھر نواب حیدر علیخاں نے جنرل اسمتھ کی فوج پر گولہ باری شروع کی۔ ان خبروں سے نظام علیخاں کا دل بھی کچھ بڑھ گیا۔ اور نظام نے مع فوج و سوار و پیادہ انگریزی فوج کا محاصرہ کیا۔ تب انگریز ایک گھبراہٹ میں پڑ گئے۔ لیکن چار بجے تک لڑتے بھڑتے رہے۔ پھر اپنا توپخانہ بجائے ہراول

کے آگے بڑھایا۔ اور سوار و پیادہ کو پیچھے رکھا۔ اور صف باندھ کر توپیں مارتے نکلے۔ انگریزی توپخانہ سے نظام علیخاں کی فوج پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اُس کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ حیدر علیخاں کے لشکر میں ہوکر گرتی پڑتی بھاگی۔ اُس کا انتشار دیکھ کر حیدر علیخاں کے لشکر میں بھی بدنظمی پھیل گئی۔ اور حیدر علیخاں کو سخت انتشار ہوا کہ اب دیکھئے نظام علیخاں کی بُزدلی اور تلون مزاجی اور اُسکی فوجی بدسلیقگی سے کیا نتیجہ ظہور پذیر ہو۔ اور از سرِ نو اُس نے اپنے سرداروں کی معرفت فوجی سلسلہ درست کر کے آمادگی قایم رکھی۔ اور شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ انگریزی توپخانہ نے نہایت عمدہ کام دیا اور انگریزی قوم کی بات رکھ لی۔ شام کو لڑائی موقوف ہوئی۔ دونو فوجیں اپنے اپنے مقام پر گئیں۔ اور نظام علیخاں ہزیمت کے بعد اپنی خیمہ گاہ علیحدہ قایم کی۔ آٹھ ضرب توپ بھی یہیں چھوڑ گئے۔ جن کے لے جانے کا بروقت انتظام نہ ہو سکا۔ اور اس ہلڑ اور بدنظمی میں بہت سی ٹوٹی گاڑیاں اور چاندی کے باسن اور قیمتی چیزیں بھی پڑی رہ گئیں جو بعد میں نواب حیدر علیخاں نے جمع کرا کر نظام علیخاں کے پاس بھیج دیں۔ اور جب صبح ہوئی۔ تو نواب حیدر علیخاں اپنی فوج لیکر نواب نظام علیخاں کی جگہ آ موجود ہوا۔ لیکن خیال ہوا تھا کہ جنرل اسمتھ نے کل کی فتح کو بڑی رنگ آمیزی سے گورنر مدراس پر ظاہر کیا ہوگا۔ دیکھئے وہاں کیا

نتیجہ پیش آئے۔ وہاں یہ صورت پیش آئی کہ ٹیپو سلطان کو اُس کے اتالیق اور مشیروں نے قلعہ سینٹ جارج کی مداخلت سے باز رکھا تاکہ خدانخواستہ کوئی نقصان شہزادہ کو نہ پہنچے۔ اور شاہزادہ سے عرض کی کہ نواب حیدر علیخاں کا حکم مدراس سے باہر باہر لوٹ مار کرنے کا ہے۔ اندر شہر یا قلعہ کے متعلق معرکہ آرائی کا حکم نہیں۔ اس سے شاہزادہ رُک گیا اور گورنر اور ارباب کونسل جہاز سے اُتر کر اپنے ایوان میں واپس آئے۔

اس عرصہ میں جنرل اسمتھ کا سانڈنی سوار مدراس پہنچا۔ اور ایک فتحنامہ گورنر کو دیا۔ گورنر نے اس فتح کی خوشی میں قلعہ سنٹ جارج سے ایک سو ایک توپ چھوٹنے کا حکم دیا تاکہ شہر والے انگریزوں میں ایسی خوشی کے ہونے سے مطمئن ہو جائیں۔ دوسرے معززین شہر کے ذریعہ سے اس خبر کو اَور زیادہ مبالغہ سے شہر میں مشہور کر دیا۔ جس سے حیدر علیخاں پر انگریزی فوج کا غلبہ ظاہر ہو۔ اور پھر حیدری سواروں کا سا لباس پہن کر شاہزادہ کے لشکر میں داخل ہوا۔ اور وہاں یہ خبر مشہور کر دی کہ ترنامل کی لڑائی بوجہ بزدلی و ابتری فوج نظام کے ہاتھ سے جا چکی اس لئے نواب نے شاہزادہ کو واپس طلب کیا ہے۔ اس خبر نے غیر معمولی انتشار پیدا کیا اور شاہزادہ کو اُس کے مشیروں نے واپس چلنے کی صلاح دی۔ تب شہزادہ مع فوج واپس ہوا۔ اور چونکہ نواب حیدر علی خاں نے کہہ دیا تھا کہ لوٹتے وقت

مدد اس سے ایک بڑے لایق انگریز کو ساتھ لاتا جو انگریزی فوج کا واقف حال ہو۔ شاہزادہ کو ایسا شخص تو نہ ملا لیکن اُس نے چار پادری اپنے ساتھ لے لیئے۔ اور اُن کو خرچ معقول دے کر عزت سے ساتھ لے چلا۔ ترنامل کی لڑائی کے بعد سنکرمن سے بالڑ ندی کو عبور کر کیمپ بٹن سے پانچ اور وانمباڑی سے چھ فرسنگ پر ایک وسیع میدان میں کیمپ قایم کیا۔ یہیں شاہزادہ ٹیپو سلطان آ ملا۔ اس موقع پر نظام علیخاں سند دوستی کو قایم رکھکر نواب حیدر علیخاں سے علیحدہ ہونے کا منصوبہ گانٹھا۔ اور ٹیپو سلطان کے مدد اس سے بخیریت مع سامان غنیمت واپس آنے پر ایک بزم شاہانہ آراستہ ہوکر نواب حیدر علیخاں بہادر کی مع اُس کے تمام ارکین کے دعوت کی۔ اور اُس کی نشست کے لیئے ایک تخت نما نشستگاہ پر زردوزی کی مسند تکیہ لگایا۔ اور طلائی چوبوں پر زربفت کا شامیانہ کھڑا کیا گیا۔ نواب حیدر علیخاں نے آکر اُس پر نشست کی۔ اور چلتے وقت وہ سامان مع کشتی ہائے خلعت وجواہر گراں بہا بطور ہدیہ اُس کے ہمراہ کردیا گیا ۔

کئی روز بعد نواب حیدر علیخاں بہادر نے نواب نظام علیخاں کو مدعو کیا۔ اور روپوں اور اشرفیوں سے بھرے ہوئے توڑوں کا ایک چبوترا بنوایا۔ اُس پر عمدہ زربفت کا غالیچہ بچھواکر اور زردوزی کا مسند تکیہ لگواکر بزم عیش کو آراستہ کر رکھا۔ نظام علیخاں تشریف لائے

اور وقت رخصت یہ سب سامان مع خوانہائے جواہر و مروارید و تحفہائے عمدہ بطریق پیشکش اُن کے ساتھ کر دیا گیا۔ اس ملاقات میں دونو نواب اس بات پر متفق ہوئے کہ اب دونو لشکر ایک دوسرے سے جُدا ہوں اور نظام الدولہ اپنے دار الملک کو مراجعت فرمائیں ◆

نواب حیدر علیخاں کی والدہ کا تشریف لانا

جنرل اسمتھ کی اس فتح نے دور دور طرح طرح کی افواہیں پھیلا دیں۔ ان خبروں کو سُنکر نواب حیدر علیخاں کی والدہ کا اپنے بہادر بیٹے کے دیکھنے کو دل بیقرار ہوا۔ ہرچند برسات کا زمانہ اور چار سَو میل کا فاصلہ تھا۔ لیکن وہ چلنے پر آمادہ ہو گئیں۔ اور حیدر نگر سے چلکر یہاں تشریف لائیں۔ داخلہ سے قبل نواب مع فوج بیدار ہوا۔ اور تین میل پر فوج کو صف بستہ کرکے خود مع شاہزادہ ٹیپو سلطان اور کریم شاہ کے گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھا۔ والدہ بیگم صاحبہ بیٹے اور پوتوں کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں اور یہ تینوں اُن کے محافہ کے دہنے بائیں ساتھ ہو لئے۔ جب محافہ فوج کے سامنے پہنچا۔ فوج نہایت آداب و ادب سے تسلیم اور مجرا بجالائی۔ بیگم صاحبہ کے جلو میں دو سَو اردابیگنیاں برقعے پہنے ہوئے عربی گھوڑوں اور گجراتی بیلوں پر سوار تھیں۔ اور محافہ کے پیچھے

آٹھ رتھ زر دوزی سقرلات کی پوششوں کے تھے۔ اُن کو ناگوری بیل اُڑا ے لیئے جاتے تھے۔ زنانی سواری کے آگے فرنگستانی سوار اور چھ سو بھالے بردار اور سواری کے پیچھے چار سو ہندوستانی سوار تھے۔

والدہ بیگم صاحبہ ایک عالیشان خیمہ میں اُتاری گئیں۔ مگر لڑائی بھڑائی کے خیال سے صرف دو روز قیام فرمایا۔ پھر واپس تشریف لے گئیں۔ اور نواب حیدر علیخاں مع فرزندان اُسی مقام تک ہمرکاب گئے۔ جہاں تک پہلے استقبال کو گئے تھے۔

قلعہ وانمباڑی سے انگریزوں کو نکال دینا مع اقرار نامہ

والدہ بیگم کو رخصت کرنے کے بعد وانمباڑی کی جانب کوچ ہوا اور ایک ایسے مقام پر جو جنگل جھاڑی کے نزدیک اور اونچے ٹیلے اور چشمے کے قریب واقع تھا فروکش ہو کر اُسی رات کو ایک ایسا دمدمہ بنا لیا جس پر بارہ توپیں چڑھ سکیں۔ اور ایک پلٹن مع چار ضرب توپ ویلور کا راستہ روکنے کو بھیجی گئی جو میل پر واقع تھا۔ اس رات کو فرنگستانی فوج کا افسر بیمار تھا۔ مورچہ بندی کی تعلیم نہ

کر سکتا تھا۔ اس لیئے نواب نے اُس کو رات بھر آرام کرنے کا حکم دیا اور خود سادہ طور پر وہیں بیٹھ کر مورچہ بندی کی تعلیم کرتا رہا۔ قلعہ پر سے تمام رات گولہ باری کی گئی کہ یہاں مورچہ نہ بننے پائے۔ لیکن نواب اپنے عزم سے باز نہ آیا اور خدا کے فضل پر بھروسہ کرکے خود ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہر شخص کو لطیف باتوں سے رات بھر ہنساتا جگاتا رہا۔ اوپر کے گولے اکثر رایگاں گئے۔ دمدمہ والوں کو کام سے نہ روک سکے۔ جب صبح کو وہ افسر آگیا تو نواب نے اپنے خیمے میں جاکر آرام کیا۔ نو بجے توپوں سے گولہ باری شروع ہوئی کپتان ٹر قلعہ کا حاکم تھا۔ وہ معمولی طور سے جواب دیتا اور گولے مارتا رہا۔ لیکن کوئی خاص چستی ظاہر نہ ہوئی۔ بلکہ بعد چند گھنٹے کے قلعہ کے برج سے ایک سفید جھنڈا اُڑایا گیا جو امان مانگنے کے لئے اُڑایا جاتا ہے۔ تب اُس طرف سے گولہ باری موقوف ہوئی۔ اور حاکم قلعہ نے ایک لفٹنٹ کو ایلچی بنا کر نواب کے سپہدار انگریزی کے پاس روانہ کیا۔ آخر میں نواب نے یہ ارشاد کیا کہ صلح اس شرط پر منظور ہے کہ وہاں کا حاکم اور سارے انگریز سردار اور سپاہی انگریزوں کی طرف سے برس دن تک نواب کے ساتھ نہ لڑیں اور نہ اُس پر ہتیار اٹھائیں آخر کار انگریزوں میں مشورہ ہو کر یہ بات منظور کی گئی اور ایک اقرار نامہ نواب حیدر علیخاں کو لکھ دیا کہ آیندہ ایک سال تک ایسا نہ ہوگا اور دوسرا اقرار نامہ سال بھر تک کے ایفاے عہد کا نواب کیطرف سے لکھا گیا

اور اس وقت بڑی فوج موجود نہ تھی۔ اس لئے نواب کی دستی ٹھہر گئی۔ اور انگریزوں نے قلعہ خالی کر دیا +

بیان کیا گیا ہے کہ اس قلعہ کے حاکم نے اچھا مقابلہ نہ کیا۔ ورنہ ایک ہزار سپاہی ہندوستانی اور تیس انگریز اور چودہ توپیں موجود تھیں اور کسی قسم کے اذوقہ کی کمی نہ تھی۔ الغرض نواب نے ایک پلٹن اس قلعہ کے انتظام کو چھوڑ کر قلعہ آنبور کا قصد کیا +

قلعۂ آنبور پر جنرل اسمتھ اور نواب کی فوجوں سے مقابلہ اور راز سازش انگریزی کا افشاء

یہ قلعہ تین علیحدہ علیحدہ قلعوں پر مشتمل ہے۔ ایک بالائے کوہ دوسرا اس سے اتر کر۔ تیسرا شہر کے اندر۔ پہلے قلعہ کی دیکھ بھال میں نواب کے قریب یک گولہ آ پڑا۔ مگر نواب نے مع سواروں کے دیکھ بھال موقوف نہ کی۔ اور ندی کے پار پہاڑوں کے سلسلہ میں جو میدان نو میل لانبا اور قریب نصف کے چوڑا ہے کیمپ قایم کیا

اور بانس کی سیڑھیاں بنانے کو حکم دیا +

چنانچہ سیڑھیاں بنکر تیار ہوئیں۔ اور گرانڈیل سپاہی بیڑ صبح کو لیکر چپ چاپ اپنے موقع سے آگے رہے اور شام کے بعد توپیں بھی گھسیٹ لے گئے اور ندی کے سامنے خالی گڑھوں میں رکھدیں جو کنجان درختوں کے سامنے تھے۔ انگریز رات بھر ان گڑھوں پر گولے برساتے رہے۔ لیکن صرف ایک آدمی ضایع ہوا۔ ان کو اس انتظام کی خبر نہ تھی۔ صبح ہوتے ہی جب وہ حوائج ضروری میں مصروف ہوئے۔ بہادران حیدری نہایت چالاکی سے سیڑھیاں لیکر حصار قلعہ تک پہنچ گئے اور حصار پر چڑھکر جھنڈیاں اڑانے لگے۔ ہر چند قلعہ سے گولہ باری جاری تھی۔ لیکن یہ اپنے کام سے باز نہ آئے۔ اس کے ساتھ ہی نواب کے سواروں نے شہر آبنور کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اس حالت کو مشاہدہ کرکے قلعہ سے توپ چلنا بند ہوا۔ یہ قلعہ شہر کے اندر واقع تھا۔ دن بھر لوٹ مار ہوتی رہی۔ شام کو ایک انگریزی گولنداز جو قلعہ چھوڑ کر بھاگتا تھا۔ خبر لایا کہ آج ہی رات کو اس قلعہ کی فوج اور قلعہ اور دوسرے قلعہ میں چلے جائیں گے۔ بالفعل وہ اس فکر میں ہیں کہ عمدہ اور قیمتی چیزوں کو نکال لے جائیں اور باقی جلادیں +

۲۵۔ اس پر سیڑھیوں کے ذریعہ سے زبردست حملہ کیا گیا۔ سپاہی ایک ہندوستانی عہدہ دار اور چھ انگریز جن میں دو زخمی

تھے۔ اسیر ہوئے۔ اور اٹھارہ ضرب توپ برنجی تین ہزار بندوقیں اور بیشمار گولے گولیاں ہاتھ آئے +

اب حیدر علیخاں نے اُس قلعہ کی نسبت خیال دوڑایا جو پہاڑ پر واقع تھا۔ لیکن اُس کا لے لینا مشکل تھا۔ کیونکہ اسوقت اسکے پاس بڑے بڑے آلات موجود نہ تھے۔ تاہم نواب نے شہر کی ایک خندق پر دمدمہ بندھوا کر توپیں چڑھوا دیں۔ اگرچہ اس کام کے پورا ہونے تک کئی توپچی قلعے کی توپ سے اُڑ گئے مگر کام پورا کیا گیا۔ لیکن سترہ روز کی گولہ باری پر بھی کوئی نتیجہ محسوس نہ ہوا اس میں خبر آئی کہ انگریزی فوجیں ویلور میں جمع ہو کر یہاں یلغار مارنا چاہتی ہیں۔ اس خبر کو سُنتے ہی نواب اُس سے کنارہ کش ہو کر وانمباڑی کو آگیا۔ اُس کو خیال تھا کہ انگریز پیچھا نہ کرینگے اسلئے سواروں کو پیچھے چھوڑ آیا +

ادھر جنرل اسمتھ چھبیس ہزار فوج کے جماؤ سے آپہنچا جس میں گورہ سپاہی پانچ ہزار تھے۔ نواب کو توپ کے دو فیروں سے اطلاع دی گئی کہ غنیم آپہنچا +

نواب کو خیال تھا کہ مدراس میں صلح کی منظوری ہو گئی ہو گی اور جنرل اسمتھ بھی صلح کو مفید جانتا تھا لیکن کونسل مدراس نے اُسکو منظور نہ کیا۔ اور آخر کار جنرل اسمتھ اور نواب حیدر علیخاں کی فوجوں میں مقابلہ ہو گیا۔ اور فرنگستانی سوار ملازم حیدری نہایت

چالاکی سے پیشقدمی کو آگے بڑھے۔ معرکۂ جنگ میں اُن کا افسر گھوڑے سے گر گیا جس کو انگریزی فوج نے گھیر لیا اور اپنی خیمہ گاہ میں پہنچا دیا۔ لیکن اس کے ساتھ والے انگریزی سواروں نے اُس کے گر جانے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ یہ افسر فرانسیس تھا۔ جنرل اسمتھ نے اُس فرنچ افسر کی بڑی عزت کی اور اپنے خاص خیمہ میں رکھ کر اُس سے کہا کہ اس کوچ سے غرض ہماری یہ تھی کہ نواب کے لشکر سے فرنگستانی لوگوں کو بھاگ کر ہمارے لشکر میں آجانے کا موقع ملے جس کے لئے بہت دنوں سے سازش ہو رہی تھی اور وہاں سے کوچ کر اُس راہ پر جو آنبور کو گئی ہے ندی سے ڈیڑھ میل آگے کیمپ قایم کیا گیا ؛

اور ایک کمینہ۔ احسان فراموش۔ دغاباز۔ مکار انگریز نے جو جراحی اور ڈاکٹری کا پیشہ کرتا تھا ایک فرنچ افسر اور کئی پادریوں کو مدراس اور پانڈیچری سے لامذہبی مواخلت سے نواب حیدر علیخاں کی فرنگستانی سپاہ میں منافقت اور برگشتگی کا مادہ پیدا کر دیا۔ اور اُن کو چپکے چپکے انگریزوں سے ملجانے پر آمادہ کر لیا۔ نواب کو بھی یہ راز معلوم ہو گیا۔ مگر وقت زیادہ تنبیہ کا نہ تھا۔ اس لئے خموشی سے کام لیا اور ان دونو مکاروں کو اپنی فوج سے دور کیا ؛

نظام علیخاں کا تعلق انگریزوں کے ساتھ

جب نظام علیخاں (حسب صراحت بالا) نواب حیدر علیخاں سے رخصت ہوئے تو کڑپہ کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے نواب رکن الدولہ (مختار کل) نے اپنے رشتہ دار نواب محمد علیخاں کو لکھا کہ میں نے بڑی کوشش سے نواب نظام علیخاں بہادر کو حیدر علیخاں سے علیحدہ کرپایا ہے۔ اب اگر آپ کہیں اور انگریز چاہیں تو میں بطور سفیر مطلق کے مدراس آؤں۔ اس پیام مسرت انجام کے سنتے ہی محمد علی خاں نے جواب دیا ؎

ز بر سرو چشم من بیائی

در چشم کشم کہ توتیائی

اور صاحبان کونسل کی طرف سے اشتیاق نامہ لکھا گیا۔ اس پر رکن الدولہ مع رام چند سردار مرہٹہ کے جو نظام علیخاں کے رفقائے خاص میں تھا مدراس جا پہنچے۔ انگریزوں کی طرف سے بڑی آؤ بھگت ظاہر کی گئی۔ تب ان دونو وکیلوں نے نواب نظام علیخاں بہادر کی طرف سے اُس جگہ کی مالکی اور آرکاٹ کی نوابی نواب محمد علیخاں کے نام لکھکر اُس سند پر اپنے دستخط کر دئے۔ اور نظام کی جانب سے مچھلی پٹن کی شمالی چار سرکاریں مع شہر انگریزوں کے نام بعوض حسن خدمات

لکھ دیں ۔

پھر مدراس سے دورکن کونسل حیدر آباد گئے وہاں نظام علیخاں نے اُن کی خاطر خواہ تعظیم کی اور چلتے وقت بیش قیمت چیزیں اور قیمتی تحفے اُن کو اور گورنر مدراس کو عنایت کئے۔ وہ مدراس آگئے۔ اور مرارو راؤ سردار مرہٹہ جو سرا کے اُس طرف ایک چھوٹی ریاست کا مالک تھا ڈھائی ہزار سوار اور تین ہزار پیادہ لیکر انگریزی لشکر میں آد خل ہوا کیونکہ ان دنوں انگریزوں نے جا بجا سے کمک طلب کی تھی ۔

جنرل اسمتھ کا صلح میں کوشش کرنا اور ناکام رہنا اور کرنل اوڈ کا شریک کیا جانا

جنرل اسمتھ نے پچھلی لڑائیوں اور نواب حیدر علیخاں کی کثرت فوج اور معرکہ آرائیوں کی مفصل رپورٹ کونسل مدراس کو لکھکر رائے دی کہ نواب سے صلح ہو جانا بہتر ہے۔ لیکن کونسل نے منظور نہ کی اور جنرل اسمتھ کو یہ حکم دیا کہ تم اپنی فوج کے دو حصے کرکے نصف

حصہ کرنل اوڈ کے سپرد کرو تاکہ وہ گھاٹیوں کے مسلسل قلعوں کی فتح و تسخیر کا کام جاری رکھے۔ اور تم نصف فوج سے نواب حیدر علیخاں کا مقابلہ کرتے رہو +

جنرل اسمتھ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ یعنی نصف فوج کرنل اوڈ کو سپرد کر دی۔ کرنل اوڈ نے اکثر مقامات کو جہاں ایسی فوج کے مقابلہ کا سامان اور ایسی باقاعدہ فوج نہ تھی جلد جلد فتح کر لیا +

مدراس میں ان فتحوں سے خوشی کے باجے بجنے لگے۔ اس میں سُنا گیا کہ بمبئی سے آٹھ ہزار جہازیوں نے جا کر منگلور فتح کر لیا اور تین سَو ضرب توپ بھی اُن کے ہاتھ آگئیں۔ پھر تو انگریزان مدراس کی خوشی کی حد نہ رہی فوراً قلعہ سینٹ جارج سے ایک سَو ایک فیر خوشی کے داغے گئے +

حیدر علی خاں کی آمادگی۔ اور انگریزوں کا عزم تسخیر بنگلور

جب منگلور میں انگریزی لشکر کے اُترنے کی خبر نواب حیدر علیخاں کو پہنچی وہ باوصف نہایت پریشانی کے مستقل مزاج رہا۔ اور بنگلور اور سرا اور سرینگ پٹن کی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ فی الفور کنڑے کی

طرف روانہ ہوں۔ اور ٹیپو سلطان تین ہزار سوار جرار لیکر روانہ ہوگیا اور خود نواب تین ہزار گرانڈیل سپاہی اور کثی ضرب توپ اور بارہ ہزار سوار لیکر اُس طرف کا عازم ہوا باقی افواج کی سپہ سالاری میر مخدوم علیخاں کو سپرد کرکے ارشاد کیا کہ تم جنرل اسمتھ اور کرنل اوڈ سے سمجھتے رہو +

اُدھر مدراس کی کونسل نے کرنل گال۔ نواب محمد علیخاں ۔مسٹر ماکس کو منگلور کی مہم پر مامور کیا اور سولہ غبارے اور ۳۵ توپ کلاں اور پچاس توپ خورد مع سامان ضروری اُن کے ساتھ کردیں۔ لیکن مدراس سے منگلور تک اسی فرسنگ کا فاصلہ ہے اس لئے ان کو باربرداری وغیرہ کی کمیابی سے کئی جگہ توقف کرنا پڑا +

جنرل اسمتھ اور میر مخدوم علیخاں کی معرکہ آرائی

جنرل اسمتھ جو منگلور کے محاصرہ کا عزم کررہا تھا اُس نے خیال کیا کہ اُس سے پہلے ان قلعوں کو فتح کرلینا ضرور ہے جو درمیان میں حایل ہیں تاکہ منگلور تک رسد وغیرہ پہنچنے کے لئے راستہ صاف ہوجائے اس خیال سے اُس نے پہلے قلعہ کو اس چالاکی سے حاصل کیا

کہ میر مخدوم علیخاں کے ایک قاصد کو گرفتار کرلیا جو قلعدار کے نام اس مضمون کا خط لئے جاتا تھا کہ آج ہی پانسو آدمیوں کی کمک پہنچے گی مطلع رہو۔ اور وہ خط اپنے سوار کو حیدری فوج کی وردی پہنا کر اُس قلعدار کے پاس بھیج دیا اور کہہ دیا کہ یہ کمک پچھلی رات کو آئیگی۔ چنانچہ پچھلی رات کو انگریزی فوج گئی۔ قلعدار نے دروازہ کھول دیا۔ اُس فوج نے اندر جاکر قبضہ کرلیا۔ لیکن میر مخدوم علیخاں نے چندروز بعد اس فریب کا یوں بدلہ لیا کہ اپنے ہندوستانی سواروں کو جو انگریزی نوکری چھوڑکر حیدری فوج میں ملازم ہوگئے تھے۔ انگریزی سواروں کی نیلی وردی پہنا کر حکم دیا کہ قلعہ کے میدان میں نمایاں ہوں اور ایک شخص کو جو انگریزی زبان سے خوب واقف تھا ایک چھوٹا افسر بنا کر اُس قلعہ کے قلعدار کے پاس بھیجا تاوہ بیان کرے کہ حیدری سواروں کے ایک بڑے غول نے ہمارا پیچھا کیا ہم بہزار خرابی وہاں سے بھاگ نکلے اب ہمارا رسالہ دار مع ساتھیوں کے اس نواح میں آیا اور مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ شفقت کی راہ سے ہم کو اپنے قلعہ میں لے لیں۔ وہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ پہلے وہی نیلی وردی والے سوار قلعہ میں داخل ہوگئے۔ اُن کے بعد دوسرے سواروں نے حملہ کردیا اور قلعہ واپس لیا جنرل سمتھ نے پچھلی رات کو وہ کارروائی کی تھی۔ میر مخدوم علیخاں نے پچھلے دن کو یہ کارروائی کی۔

ادھر کرنل اوڈ نے کئی قلعوں کا محاصرہ کر رکھا تھا لیکن کمی افواج سے کامیاب نہ ہوتا تھا اس لئے اُس نے مدراس سے اور کمک طلب کی تھی۔ اسی عرصہ میں وہ دار ماپوری کے قلعہ کا محاصرہ کر کے گولے مارتا تھا اور پائندہ خاں قلعدار نہایت مردانگی سے اُس کو روک رہا تھا۔ اُس میں گولوں سے قلعہ کی دیوار گر گئی تب اُس نے امان کا سفید نشان کھڑا کیا۔ لیکن کرنل اوڈ کی فوج نے قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام کر ڈالا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا +

کچھ دنوں بعد میر مخدوم علیخاں نے دار ماپوری کے مظلوموں کا یوں بدلا لیا کہ ویلور کے میدان میں انگریزی سپاہیوں کی پوری پلٹن کا قتل عام کروا دیا۔ قصہ مختصر بعد تسخیر قلعہ دار ماپوری کے کرنل اوڈ کی فوج حسب الحکم کونسل مدراس جنرل اسمتھ کی فوج سے جا ملی تب جنرل اسمتھ نے بنگلور کی طرف کوچ کیا اور اُسکے قریب کے کئی قلعوں کو مثل کولار۔ ہلکوٹہ وغیرہ کے لے لیا اور بہت کچھ خاص طور پر ذخیرہ گا

دیونہلی کے باشندوں پر جنرل اسمتھ کی مہربانیاں

نواب حیدر علی خاں کا خوش ہونا

جب جنرل اسمتھ ہلکوٹہ میں پہنچا۔ تو باشندگان دیونہلی نے اپنے

دو وکیل مع زرِ پیشکش اُسکی خدمت میں بھیجے۔ وکیلوں نے عرض کی کہ یہ قلعہ اور قصبہ نواب حیدر علیخاں کا جائے ولادت ہے اس سے وہ سب قلعوں پر برتری رکھتا ہے۔ جنرل اسمتھ نے شریفانہ جواب دیا کہ میں ان مراتب کا لحاظ رکھوں گا بلکہ میں ایک ایسی سند دیتا ہوں جس سے تمام انگریزی عہدہ دار اس کا لحاظ رکھیں یہ کہہ کر اُس نے ایک کاغذ میں لکھ دیا کہ یہ شہر اور قلعہ اور اس کے آس پاس کی بستیاں انگریزی تاخت تاراج سے محفوظ رہیں۔ اور وہ روپے واپس کر دئے اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ خبردار ان مقامات میں کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے +

جنرل اسمتھ کی اس شریفانہ انسانیت نے نواب کے دل میں جنرل کی سچی عزّت کو بہت زیادہ بڑھا دیا۔ اور نواب نے دو راس اسپ بیش جڑاؤ زین سمیت جنرل اسمتھ کو بطور شکریہ روانہ کئے +

تسخیر منگلور کے بعد حیدر نگر کا عزم

افواج بمبئی کے سپہدار نے منگلور کو مسخر کر لینے کے بعد حیدر نگر کو لینے کا عزم کیا۔ اور اس عزم سے کونسل بمبئی کو اطلاع دی اور روانہ ہوگیا۔ اب اُن ا۔ا توپوں کا چھوٹنا صحیح ہوا ہے

ٹیپو سلطان کا منگلور پر آپڑنا اور انگریزوں کو ہزیمت دینا

شاہزادہ ٹیپو سلطان انگریزی فوج کی یورش اور باپ کی مشکلات کو معلوم کرکے شباب کے جوش اور بہادری کے خروش میں بنگلور چھوڑ ایلغار کرتا ہوا کرناٹک کی سرحد میں آپہنچا۔ خوفزدہ دنیا کی ڈھارس بندھ گئی۔ شاہزادہ نے اُن کی تشفی کی اور ساری فوجوں کو جو مختلف صوبوں سے اُس جگہ اکٹھا ہوئی تھیں اپنی فوج کا شریک کرکے منگلور کی جانب کوچ کیا۔ اور نہایت پرجوش و خروش جنگی باجے بجواتا اور ہزاروں پرچمیں اُڑاتا منگلور پر جا پڑا اور جاتے ہی فوج انگریزی میں ہل چل ڈال دی۔ سینکڑوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ انگریز خیموں سے نکل نکل قلعہ میں چھپے گئے۔ فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔ بھاگنے والوں نے شہر کو خالی کیا۔ شاہزادہ نے اُن کا تعاقب کرکے بہتوں کو قتل کیا۔ پھر انگریزی چھاؤنی کا تمام اسباب لوٹ لیا گیا۔ شہر میں بھی لوٹ جاری ہوئی۔ ٹیپو شاہزادہ نے انگریزوں کا سامنا کرنے میں جو جوہر دکھایا اور اُن کی جو شہرت ہوئی تھی اس سے وہ قابل رعایت سمجھے گئے۔

اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں نے ایسی شکست کھائی کہ ان کے بہت ہی تھوڑے آدمی بچ کر جہاز پر پہنچ سکے۔ مگر وہاں بھی نہ بچ سکے۔ اور تین جہاز جو رسد لانے پر مقرر تھے گرفتار ہو گئے اس گرفتاری میں ایک جنرل چوالیس[۴۴] عہدہ دار اور چھ سو تین[۶۰۳] انگریزی۔ دار اور چھ ہزار ہندوستانی سپاہی مع اسلحہ و اسباب گرفتاری میں آئے +

یہ بڑی فتح منگلور کے نکل جانے سے آٹھ روز بعد ظہور پذیر ہوئی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ انگریزی جنرل فتح منگلور کے منصوبہ میں رہ کر چاروں طرف کا راستہ بند کرنے سے غافل رہا جس سے ٹیپو سلطان اور حیدر علیخاں کی فوجوں کو بے روک ٹوک وہاں پہنچنے اور اس آفت برپا کرنے کا موقع مل گیا +

بہرحال ٹیپو سلطان نے یہ ایسی نمایاں فتح حاصل کی جس نے بہت بڑی بات رکھ لی +

حیدر علیخاں نے سُنا کہ بہادر فرزند منگلور کی طرف گیا ہے تو وہ بھی اپنا کام چھوڑ کر یلغار مارتا ہوا آیا۔ یہاں اُس دن شام کو پہنچا جب لڑائی فتح ہو چکی تھی۔ بہادر فرزند کے ڈیرہ میں گیا بہادر فرزند نے قیصر جولیس کی طرح ان تین باتوں میں میں آیا موقع دیکھا۔ میدان مار لیا۔ ساری روئداد بیان کر دی۔ یہ سُنکر الوالعزم باپ نے بہادر بیٹے کو گلے سے لگایا اور دیر تک لگائے رہا۔ کہتے ہیں

کہ حیدر علیخاں نے جب فرزند کو دفورِ محبت سے آغوش میں دبایا تو جوشِ مسرت سے اُس کے آنسو نکل پڑے تھے اور اُس کا چہرہ فرزند کی بہادری پر ایک فخر کا اظہار کر رہا تھا۔ پھر اُس نے فرزند پر زر و جواہر نثار کئے۔ مسکینوں کو کھانا کھلایا۔ فوج کو شاباش دی اور سب کو کیمپ، نعام دیکر تمام فوج کی دعوت کی اور جشن منانے کا حکم دیا اور خود اُنکے ساتھ شریک جشن ہوا +

منگلور کے پرتگیز سوداگروں سے حیدر علیخاں کی مزاحمت

پرتگیز سوداگر مدت سے منگلور میں بستے اور حیدر علیخاں کی حمایت میں رہتے تھے مگر جب انہوں نے انگریزوں کا غلبہ دیکھا تو وہ اس طرف کو ڈھل گئے۔ اور انگریزوں کو مدد دینے لگے۔ حیدر علیخاں نے یہ معلوم کر کے تین پادریوں کو طلب کیا جو منگلور میں رہتے تھے اور ان سے سوال کیا کہ جو لوگ اپنے آقا و حاکم کے ساتھ دغا اور عہد شکنی کریں اُنکی کیا سزا ہے۔ پادریوں نے جواب دیا کہ ایسے لوگ قتل کے لائق ہیں۔ تب اُس نے کہا کہ مذہب اسلام اتنی سختی پسند نہیں کرتا۔ لیکن لوگ اپنے کو انگریز کہتے ہیں تو اُن کا مال و اسباب انگریزوں کو

دیا جائے گا اور یہ قید رہیں گے۔ یہ حکم دیکر اور منگلور کا انتظام کر کے بنگلور جانے کی تیاری کی ❖

جنرل اسمتھ کی سرگذشت

جن دنوں میں نواب منگلور سے دور تھا تو جنرل اسمتھ نے فرصت پاکر سب لوازمہ درست کیا۔ اور مدراس سے نواب محمد علیخاں اور دو رکن کونسل اور مرہٹہ راؤ بھی آگئے۔ لیکن گیہوں چاول وغیرہ سامان اذوقہ کی کمی تھی جو مدت محاصرہ قلعہ بنگلور تک کے لئے ناکافی تھی۔ مرارراؤ سردار مرہٹہ نے صاحبان کونسل کو یہ صلاح بتائی کہ پہلے قلعہ کوچک بالاپور کا محاصرہ کیا جائے۔ جب وہ ہاتھ میں آجائے گا تو دو طرف سے رسد کا موقع مل جائے گا۔ یہ صلاح کونسل والوں نے پسند کی اور اب جنرل اسمتھ تھوڑی سی فوج واسطے نگہبانی قلعہ اور اسباب شوراسنے ہکوٹہ میں چھوڑ بالاپور کی طرف روانہ ہوا۔ وہ تو اُس طرف کو گیا۔ اُدھر نواب حیدر علیخاں نے خبر پاکر ہکوٹہ کا عزم کیا اور صبح سے پہلے وہاں پہنچ کر انگریزوں کے بنائے ہوئے پشتوں اور خندقوں کو جو قلعہ کے گرد بنائے تھے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور انگریزی فوج کے فرنگستانی اور ہندوستانی سپاہی جو وہاں بیمار پڑے تھے اُن پر بھی اپنا پہرہ لگا دیا۔ اور چونکہ وہ نواب

محمد علیخاں کو ایک بزدلا آدمی جانتا تھا اس لیئے اُس نے اُسکے گھبرا دینے کو محاصرہ قلعہ کی تیاری شروع کردی- اور اُس کے نوکروں کو نواب محمد علیخاں کے گرفتار کرا دینے کا لالچ دیا- اور اسکے کے اکثر لوگوں کو اشرفیاں انعام میں دیکر آیندہ کو بعد فتح انعام مزید کا متوقع کیا- نواب محمد علیخاں کو بھی اس کارروائی کی اطلاع ہوئی وہ گھبرا گیا- اور اس نے کرنل گال کی مرضی کے خلاف جنرل اسمتھ کو یہ فرمان بھیجا کہ تم باپور کے محاصرہ سے دست بردار ہوکر یہاں آجاؤ- چنانچہ جنرل اسمتھ اپنی فوج سمیت واپس آگیا- اور اب نواب محمد علیخاں نے مدراس جانے پر زور دیا- لیکن نواب محمد علیخاں کا بغیر فوج کثیر مدراس پہنچنا ممکن نہ تھا- لاچار جنرل اسمتھ نے اپنا سب سامان قلعہ ... میں جمع کردیا- اور نواب محمد علیخاں اور کرنل گال کو اپنی فوج کے ساتھ لے نکلا- اور وہ خیریت سے مدراس پہنچ گیا یہ سُنکر نواب حیدر علیخاں نے جنرل اسمتھ کے تعاقب کا سامان کیا

مرزا علیخاں کا نادم ہوکر پھر آملنا

ناظرین اوپر پڑھ چکے ہونگے کہ نواب حیدر علیخاں کے سالے میرزا علیخاں سوبہ سرا نے مرہٹوں سے ملکر کیسی بیوفائی کی تھی۔ جو اُس کے ہوش درست ہوئے اور اُس نے سُنا کہ میرا سرپرست

بھائی ایک بڑی پریشانی میں مبتلا ہے۔ بیس ہزار جوان ساتھ لے حیدر علیخاں کے لشکر سے دو فرسنگ پر آموجود ہوا۔ جہاں میر مخدوم علیخاں ٹھیرے ہوئے تھے۔ وہاں میر مخدوم علیخاں کے خیمہ میں جاکر اپنے گذشتہ قصور پر اظہار ندامت اور خجالت کر کے درخواست کی کہ مجھ کو نواب تک لے چلیں۔ اب مجھ کو جدائی کی تاب نہیں چنانچہ میر صاحب اپنے ساتھ لے گئے۔ اور نواب کے حضور میں پیش کیا۔ میرزا علیخاں جاتے ہی پاؤں پر گر گیا۔ نواب نے اُس کا سر اُٹھا کر چھاتی سے لگایا۔ اور معذرت قبول کی۔ اس طور سے نواب کو ایک زبردست بازو اور مل گیا +

اور نواب نے ویلور تک جنرل اسمتھ کا پیچھا کر کے اپنی جنگی کا طور بدل دیا یعنی سواروں کے تین حصے کر کے ایک کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لی۔ دوسرے کی سرداری میر مخدوم علیخاں کو دی۔ تیسرا حصہ میرزا علیخاں کے سپرد ہوا +

ایسے ہی مدراس کے کونسلیوں نے بھی انگریزی فوج کی تین ٹکڑیاں بنائیں۔ اُن میں ایک ٹکڑی چار ہزار سپاہ کی کرنل فرچن کو دی گئی اس میں چھ سو جوان فرنگستانی تھے۔ اس سے پہلے وہ کبھی حیدر علیخاں سے معرکہ آرا نہ ہوا تھا۔ ساتھ والوں نے کہا کہ آپ کو اپنی فوج جنگل میں رکھنی چاہیے مگر وہ نہ مانا۔ اور کہا کہ دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ اور فوج کو صف لبتہ لے چلا اُدھر سے

حیدری سواروں نے بڑھ کر باڑہ مارنا شروع کی پھر نیزہ اور تلواروں پر دھر لیا۔ تھوڑی دیر میں صف بندی ٹوٹ گئی۔ اور سپاہی بھاگنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر کرنل مذکور بھی اپنا گھوڑا دوڑا کر نکل گیا۔ پچاس سے زیادہ عہدہ دار قتل ہوئے یا گرفتار کر لئے گئے کپتان ... بھی پکڑا گیا جس نے قلعہ وانمباڑی میں قول دیا تھا کہ برس روز تک ہتھیار نہ اٹھاؤنگا اور فوج حیدری کا مقابلہ نہ کرونگا اُس کو میر مخدوم علیخاں کے حکم سے پھانسی دیدی گئی ✦

اور نواب حیدر علیخاں کرنل اوڈ کی پشت پر آ پہنچے جو آٹھ ... سپاہی لیکر پیاگڑہ کے نزدیک آپہنچا تھا اور اُس کو ایسا تنگ کیا۔ کہ وہ جنگل میں پناہ لینے پر مجبور ہوا اور کرنل مذکور کے ... ملوانیسور کی افسری ایک متوالی شرابی کپتان کے ہاتھ میں چھوڑ دی

شرابی کپتان کی حکایت

کرنل اوڈ جس نے اس شرابی کپتان کو قلعہ ملوانیسور کی افسری سپرد کی تھی روز شراب میں پیتا اور چین کرتا۔ اتفاق سے نواب حیدر علیخاں بھی مع رسالۂ سواران و توپخانہ کے آگیا شرابی کپتان نے اُس کو خیمہ زن دیکھ کر اپنا گھوڑا اٹھایا اور خیمہ گاہ میں در آیا۔ اور نواب کے سامنے پہنچ کر عرض کی کہ آپ بادشاہ اود

میں اس قلعہ کا ٹوان میجر ہوں۔ اور ہر طرح سے حراست و حفاظت قلعہ پر جانفشانی کرتا ہوں۔ لیکن قلعہ میں شراب نہیں مل رہی ہے۔ اگر حضور کی نوازش سے شراب مل جائے تو یہ بے لطفی دور ہو۔ نواب نے اُس کو ایک متوالا انگریز سمجھ کر حکم دیا کہ اس کو علیحدہ خیمہ میں لے جاؤ اور طرح طرح کی شرابیں پلاؤ۔ چنانچہ جب وہ اُس نشہ میں غرقاب ہو گیا۔ تو اُس سے کہا گیا کہ اب تم یا تو قلعہ ہمارے سپرد کردو یا اپنی پھانسی پر راضی ہو۔ اُس نے کہا کہ اچھا میرے نایب کو بلاؤ۔ چنانچہ نایب بلایا گیا۔ جب وہ آگیا تو اُس سے قلعہ حوالہ کردینے کو حکم دیا۔ اور سپردگی قلعہ کی باقاعدہ چٹھی لکھ دی۔ اُس نے سواران حیدری کو قلعہ سپرد کر دیا اور حیدری قبضہ ہو گیا +

اُدھر ٹیپو سلطان اور میرزا علیخاں نے سب قلعے جو انگریزوں کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ فوجکشی سے واپس لئے۔ صرف ایک بکوٹہ باقی رہ گیا۔ جس کو جنرل اسمتھ نے بہت زیادہ مضبوط کر دیا تھا اور وہاں فوج کی کافی تعداد مع اتواپ کثیر کے موجود تھی +

اب اس قلعہ کو نواب نے مصالحت سے حاصل کرنا مناسب جانا۔ تاکہ بیفایدہ طرفین کا زیادہ نقصان اور کشت و خون نہ ہو +

ولایت سے مسٹر ڈپری سابق رکن کونسل مدراس کا گورنر ہو کر آنا اور نواب حیدر علی خاں کے ساتھ مصالحت کا فرمان لانا

اس حالت میں کہ نواب حیدر علیخاں اور ٹیپو سلطان اور میر مخدوم علیخاں اور میرزا علیخاں انگریزی فوجوں کو جابجا تنگ کر رہے اور اپنا بدلا لے رہے تھے۔ انگلستان سے ایک جہاز آیا جس پر مسٹر ڈ۔پی مدراس کا سابق کونسل بھی آیا جو بڑا صاحب فراست مشہور تھا۔ تاکہ ۱۷۸۰ء کا بندوبست اپنی رائے سے کرے اور بادشاہ کا ایک فرمان اپنے ساتھ لایا۔ اُس کا مضمون یہ تھا۔ کہ مدراس کے گورنر اور کونسلیوں کو واجب اور لازم ہے کہ نواب حیدر علیخاں کے ساتھ دوستی اور آشتی کی بنا قایم کریں اور اُسکی شرایط صلح مان لی جائیں کیونکہ مدراس سے جو تحریریں جاتی تھیں

اُن میں یہی لکھا جاتا تھا کہ اب ہم فتح کرتے ہیں یا اب یہ فواید حاصل ہونے والے ہیں مگر کوئی مفید نتیجہ ظاہر نہ ہوتا تھا اس لئے عقلائے انگلستان نے جو کمپنی کے دانا سرپرست تھے حیدر علی کے ساتھ صلح کر لینے کو بہتر جانا۔ چنانچہ مسٹر ڈیری نے مدراس سے ایک وکیل پیغام صلح دیکر نواب حیدر علیخاں کے پاس روانہ کیا۔ نواب نے جواب دیا کہ میں وہیں (مدراس) آتا ہوں وہیں صلح نامہ لکھا جائے گا۔ اس جواب سے یہاں بڑی ہل چل پڑ گئی اور گورنر نے حکم دیا کہ جنرل اسمتھ اور کرنل اوڈ کی فوجیں اطراف مدراس میں آجائیں اُدھر نواب بہادر پانڈیچری۔ گوڈ لور کے قریب سے کولنٹر کے نواح میں جا پہنچا جو مدراس سے سات فرسنگ ہے۔ پھر وہاں سے سیدھا راستہ چھوڑ دوسری طرف سے گھوم کر دفعتاً مع فوج و توپخانہ کے مدراس کے دروازہ پر پالیکیٹ کی طرف آپہنچا۔ اور اپنے ایک معتمد کی معرفت کونسل مدراس کو اپنے سلام شوق کے ساتھ کہلا بھیجا کہ اب جو شرطیں طے کرنا ہوں وہ کر لی جائیں۔ صاحبان کونسل نے مسٹر ڈیری کو جو نیا گورنر مقرر ہوا تھا اور گورنر سابق کے بھائی بوشیر کو وکیل بنا کر بھیجا۔ نواب حیدر علیخاں نے نہایت احترام سے اِن کو لیا اور کمال اخلاق و محبت سے پیش آیا

دل را بدل رہیست دریں گنبد سپہر
از سوے کینہ کینہ و ز سوے مہر مہر۔

آخر کو بعد کلام شوق یہ بات ٹھہری کہ آیندہ سرحد مدراس میں جنگ و جدال واقع نہ ہو۔ اور حیدر علیخاں نے لفٹیننٹ طامس کے بیٹا کو اپنی چھاؤنی متقرر کرنے کا وعدہ فرمایا زاں بعد ۱۵۔ اپریل ۱۷۶۹ء کو دو عہد نامے لکھے گئے۔

پہلا عہد نامہ

بادشاہ کیواں بارگاہ انگلینڈ اور نواب گردوں جناب حیدر علیخاں کی رعایا ایک دوسرے سے ملی جلی رہیں گی۔ طرفین کے قیدی چھوڑ دئے جائیں گے۔ سوداگری اور بیوپار کے کاروبار بطور امن کے جاری رہیں گے اُن پر دست درازی اور روک ٹوک نہ ہوگی۔

دوسرا عہد نامہ

نواب محمد علیخاں قلعہ کھوٹہ کو جلد چھوڑ دیں گے۔ اور توپخانہ اور ہتیار اور جو سامان قلعہ میں ہے جوں کا توں کارپردازان حیدری کو سپرد کر دیا جائیگا اور شہر کو موجودہ حالت پر برقرار چھوڑا جائے گا۔ قلعہ دار کھوٹہ وہاں سے جلد کرناٹک کو روانہ ہو جائے۔ اور نواب محمد علیخاں چھ لاکھ روپیہ سال بہ سال نعلبندی کا ادا کرتے رہیں اور

پہلے سال کا روپیہ ابھی دیدیں۔ اور جتنے رئیس ساکن آرکاٹ اسیر کئے گئے ہیں اُن کو رہائی دی جائے کہ وہ جہاں چاہیں سکونت اختیار کریں +

کمپنی بہادر نے ان کاموں کے انجام پذیر ہونے کی کوشش میں ایک جہاز توپ والا نواب کو دیا اور وعدہ کیا کہ آپ جب چاہیں گے بارہ سو گورے آپ کو دئے جائیں گے +

مدراس کے صاحب کونسل نے اس مصالحت کی خوشی میں عمدہ تحایف نواب کے حضور میں پیش کئے۔ اور نواب کی طرف سے اُن کو نہایت قیمتی سامان اور بیش قیمت جواہرات عنایت ہوئے۔ اور انگلستان تک اس مصالحت کا اعلان ہو گیا +

اور نواب حیدر علیخاں مدراس سے روانہ ہو کر بکوٹہ پہنچے۔ وہاں احکام پہنچائے گئے تھے۔ قلعدار نے فوراً وہ قلعہ مع اتواپ و اسلحہ و سازو سامان کارپردازان نواب کے سپرد کر دیا۔ نواب نے ہر چیز کا ملاحظہ فرما کر اپنا انتظام قایم کیا۔ پھر شہر کا انتظام ضروری کر کے فوجوں کی تنخواہ بر آیندہ تقسیم کی اور ہر ایک کو مناسب انعام دے کر رخصت کیا تا وہ سب اپنے اپنے گھروں پر جا کر ایک مہینہ آرام کریں۔ پھر تازہ دم ہو کر اگلی لڑائی کے لئے جو مرہٹوں سے چوتھ کی بابت ہونے والی تھے آمادہ ہوں +

یہاں موسیر مذلت نامہ نگار فرانسیس کی روایتیں تمام ہوئیں +

مدافعت فوج مرہٹہ جو گوپال راؤ ہرّا اور بابو رام پھڑ نویس کی سپہ سالاری میں تھی

شروع ۱۷۸۰ء میں پونا کی ایک بڑی فوج گوپال راؤ ہرّا اور بابو رام پھڑنویس کی سپہداری میں نواب حیدر علیخاں کے ممالک میں آن پھیلی۔ اور رعایا کو لوٹنے اور ملک کو تاراج کرنے لگی۔ نواب نے مدد کے لئے انگریزوں کو لکھا لیکن یہاں ایسی بات کو کون سُنتا تھا۔ نواب نے سرینگ پٹن سے ایک لشکر جرّار فیض اللہ خاں کی سپہ سالاری میں روانہ کیا۔ اس لشکر میں گولہ انداز فرانسیس تھے۔ فیض اللہ خاں نے فوج مرہٹہ کے سر پر پہنچ کر حیدری توپخانہ سے آگ برسانا شروع کی۔ فرانسیسی گولنداز وں نے ایسا کام کیا کہ مرہٹہ فوج کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور ادھر اُدھر سے حیدری سواروں اور فوج پیادہ نے پیہم حملوں سے ایسا مرعوب و پریشان کیا کہ گوپال راؤ ہرّا اور بابو رام پھڑنویس

اپنی پگڑیوں کی خیر منانے لگے۔ ہر وقت سواران حیدری کی تاخت یا شبخون کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ اُن کو آرام سے کھانا اور چین سے سونا مشکل ہو گیا اس لئے چند روز میں وہ دونو اپنی فوج واپس لے گئے ؞

لیکن اس سے مرہٹوں کا عزم نہ ٹوٹا اور دوسرے سال فوج مرہٹہ کا ایک ٹیڑھی دل مادھو راؤ پیشوا کی سپہ سالاری میں ملک میسور میں آپڑا جس کے آپڑنے سے وہ سرزمین ایک آفت میں مبتلا ہو گئی ؞

لیکن نواب حیدر علیخاں کی اقبالمندی سے کئی سبب آڑے آگئے۔ یعنی مادھو راؤ پیشوا مخلوق خدا کو بے سبب پامال کرنے کی پاداش میں ایک عارضۂ سخت میں مبتلا ہو کر پونا کو چلتا ہوا۔ اور اس کی فوج کے سرداروں میں ایسی پھوٹ پڑی کہ وہ آپس میں لڑنے کو تیار ہوئے کہ ایک دوسرے کی نگرانی کرنے لگا۔ ادھر برسات کا موسم آگیا۔ پہلے ہی پانی برسنے میں ندیاں چڑھ گئیں اور فوج کے رہنے کو ٹھکانا نہ ملا۔ اس پر دوسری آفت یہ کہ فوج میں مرگی اور وبا کی بیماری پھیل گئی۔ جب مرہٹوں نے یہ آفتیں دیکھیں تو صلح پر راضی ہوئے۔ اس شرط پر کہ نواب انہیں کچھ قدرے قلیل نقد۔ اور کچھ پرگنے دیدے۔ نواب نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور مرہٹہ فوجیں جولائی سنہ ۱۷۶۲ء کو واپس گئیں۔ اور ملک میسور فوج مرہٹہ سے بالکل خالی

ہوگیا۔ لیکن رگھوناتھ راؤ جو پہلے سپہ سالار کا قایم مقام ہو کر آیا تھا وہ ایک مضبوط فوج اُن خطوں کی پاسبانی اور نگہبانی کو چھوڑ گیا جو انہیں دے گئے تھے +

اس درمیان میں نواب حیدر علیخاں کو خیال ہوا کہ انگریزوں نے نام کو مدد کا وعدہ کر لیا ہے اور نظام علیخاں اپنے مطلب سے غرضی ہیں اب اپنے پرانے دوست فرانسیسوں کو پھر شریکِ حال کرنا چاہیئے۔ اس خیال سے اُس نے فرانسیسوں کی طرف پھر توجہ کی +

فرانسیسوں سے مکرر دوستی پیدا کرنا

نواب حیدر علیخاں نے نظام حیدرآباد اور انگریزوں کی دوستی کو اپنی اپنی اغراض اور مصلحت وقت کے متعلق دیکھ کر ایسی منافقانہ دوستی سے فرانسیسوں کی سچی دوستی کو اچھا جانا۔ اس لئے اُس نے پھر فرانسیسی سرداروں سے قدیم دوستی کی تحریک کی۔ قوم فرانسیس نے حیدر علی کی دوستی کو اپنی ہر طرح بہتری کا ذریعہ خیال کر کے اُس کی شرکت پر آمادگی ظاہر کی۔ اور گورنر فرانسیس نے اپنے عہدہ داروں کو حکم دیا کہ نواب حیدر علیخاں کی فوج میں داخل ہو کر اُسکی فوج کو از سرِ نو آراستہ اور انگریزوں کا سا توپخانہ تیار کریں۔ چنانچہ فرانسیسی

عہدہ داروں نے نہایت سرگرمی سے اُس کی فوجوں کو آراستہ کیا۔ اور ہر طرح کے آلات جنگ خود حیدر علیخاں کے کارخانہ میں بنتے تھے اُس سے نواب کو وہ قدرت حاصل ہوئی کہ مرہٹوں کی بیشمار فوجوں کو اُس نے بھیڑ بکری کی ریوڑ خیال کیا۔ اُس کے ایک ہزار سوار دس دس ہزار سوار مرہٹہ کو بھگانے لگے۔ اُس کی فوج پیادہ سے کسی سردار کی فوج لگّا نہ کھاتی تھی۔ اور اس کا تمام توپخانہ اور سلحخانہ انگریزوں کی طرح آراستہ و مرتّب ہو گیا تھا اور فی الحقیقت ہندوستان میں فرانسیسوں کا برتاؤ عموماً سچا اور شریفانہ پایا گیا۔ اُن کی تجارت اور اخلاق میں خود غرضی۔ دھوکا دہی۔ مکر و زور۔ منافقانہ برتاؤ کا نام و نشان نہ تھا ؀

سرحد ملیبار پر یورش ۔ راسمی ۔ ریاست زمورین وغیرہ پر قابض ہونا

سنہ ۱۷۶۳ء میں سرداران نایڑ اور کوڑک کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا۔ کوڑک کی راج گدی پر دو حریف لڑنے لگے۔ دودا آپا نام کے مخالف نے دوسرے فریق کو نکال دیا۔ وہ نواب سے دادخواہ ہوا۔ نواب نے ایک بڑی جنگ کے بعد اُس کو مغلوب کیا۔

اور ہالری راجہ کو گدی پر بٹھایا۔ دوا پنا راجہ کوٹیٹوٹ میں پناہ گزین ہوا اس شکریہ میں ہالری راجہ نے سرزمین برسا اور راسمی کا آدھا ملک جس کا نصف ۱۷۶۱ء میں حاصل ہو چکا تھا) نواب کے حوالہ کیا۔ اور سالانہ خراج علیحدہ رہا۔ اس فتح کے بعد فوج حیدری ملیبار کے ملکوں میں داخل ہوئی اور ۱۷۶۶ء تک ریاست ہائے زموریں۔ کلیکوٹ۔ کوٹیٹیوٹ۔ کارٹیناد۔ کانینور قبضۂ حیدری میں آگئیں۔ اور کوچین کے راجہ نے بھی یہی سالانہ خراج دینا منظور کیا +

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جب پونا میں رگھوناتھ راؤ کی شقاوت سے اُس کا بھتیجا نراین راؤ مارا گیا تو نانا پھڑنویس نے رگھوناتھ راؤ کو چین سے حکومت کرنے نہ دی۔ اس سے پُونا کے اکثر علاقے خودسر ہو گئے یا دوسروں نے دبا لئے چنانچہ نواب حیدرعلیخاں نے بھی پونا کی اس دوعملی اور بدنظمی سے فایدہ اُٹھانا چاہا۔ اور راؤ جو خطّے اور پرگنے ۱۷۶۲ء کے عہد و پیمان میں مرہٹوں کو دیئے گئے تھے وہ سب ان سے پھیر لئے اور ۱۷۷۴ء میں مرہٹوں کی قوم کو ان خطّوں سے نکلوا دیا +

قلعہ بلہاری اور گُنتی پر قابض ہونا

قلعہ بلہاری واقعہ خطّہ ادھونی کے زمیندار نے جو نواب بصالت جنگ

کو خراج دیا کرتا تھا۔ نواب بصالت جنگ سے انحراف کرکے نواب حیدر علیخاں سے مدد مانگی۔ نواب نے جو نظام علیخاں کی علیحدگی سے ناراض ہو رہا تھا نواب بصالت جنگ کی فوج کو جو بلہاری کا محاصرہ کئے ہوئے تھی مار کر ہٹا دیا۔ اور قلعہ میں اپنا دخل کر لیا اور زمیندار بیچارے کو اس قصور میں کہ اس نے نواب بصالت جنگ سے انحراف کیا قید کرکے سرینگ پٹن کو بھیج دیا +

۱۷۷۶ء میں نواب حیدر علیخاں جنوبی ملکوں کو مسخر کرنے کے قصد سے گُتّی کو روانہ ہوا۔ یہ زمین ۱۷۵۸ء میں مرہٹوں کو اجارہ میں دی گئی تھی۔ کئی بڑے بڑے زرخیز قطعے اور مستحکم قلعے اس میں داخل ہیں از انجملہ کنبی کوٹ۔ گرم گنڈہ۔ بینی گنڈہ اور گتّی زیادہ مشہور ہیں۔ اُن دنوں ان قطعات کا حکمران مرارو راؤ مرہٹہ تھا جو کئی مرتبہ نواب کے مقابلہ میں آکر آخر کو گتّی کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ یہاں سے نواب نے اُس کو بعد جنگ گرفتار کرکے سرینگ پٹن بھیج دیا۔ اور اس کے سب علاقوں پر قبضہ کرکے سرینگ پٹن کو واپس گیا +

اس دخل و تصرّف کو جو نواب حیدر علیخاں نے نظام علیخاں کے بھائی نواب بصالت جنگ کے علاقہ میں کیا دیکھ کر نظام علیخاں نے میر ظفر الدولہ کو جو فنون حرب و ضرب میں کامل مانا جاتا تھا بیس ہزار سوار اور توپخانہ کا سردار بنا کر روانہ کیا اور پونا کے سرداروں نے تیس ہزار سوار اپنی طرف سے روانہ کئے تا دونو لشکر مل کر نواب

حیدر علیخاں سے چھینا ہوا ملک واپس لیں۔ نواب حیدر علیخاں نے قبل اس سے کہ وہ دونوں مل کر کچھ کارروائی کریں مرہٹہ سرداروں میں نااتفاقی پیدا کر دی اور اُن کے دلوں کو میر ظفرالدولہ کی طرف سے ایسا پھیر دیا کہ وہ کسی طرح ظفرالدولہ کی کامیابی پر راضی نہ ہوئے اور بیس لاکھ روپیہ رشوت دیکر اُن کو جانب پُونا واپس کیا۔ اب صرف ظفرالدولہ باقی رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مرہٹہ فوجیں اپنے حریف کی زبردست طاقت سے متاثر ہو کر واپس گئیں تو اب مجھ کو تنہا معرکہ آرا ہونا مناسب وقت نہیں سوائے اس کے بارش آگئی ہے۔ اگر بارش نے زیادتی کی تو پھر یہاں بڑی آفت پیدا ہوگی اُن خیالات سے وہ چند روز کنجی کوٹہ کے سواد میں خیمہ زن رہ کر پاکتور کی راہ سے گلکنڈے (حیدر آباد) کو واپس گیا۔

نواب حیدر علیخاں کا تمام ممالک پُونا واقع جانب جنوب دریائے کرشنا پر قابض ہو جانا

۱۷۷۸ء تک نواب حیدر علیخاں نے قلعہ دھاڑواڑ کے سوا

ملک پونا کے سب صوبے اور علاقے جو دریاے کرشنا کے جنوب میں واقع ہیں لے لئے تھے۔ بلکہ دریاے کرشنا کو عبور کرکے پرسرام بھاؤ کی حکومت شہر مرتیہ پر بھی قابض ہوگیا تھا اور ۱۷۷۸ء کی جنگوں میں نواب عبد الحلیم خاں افغان حاکم شانور کو اسیر کرلیا اور اُس کی بیٹی سے اپنے فرزند نواب صفدر علیخاں عرف کریم شاہ کی شادی کر دی۔ انہیں دنوں اناگندی کے راجہ کو جس کی ریاست میں بیجانگر کا شہر قدیم واقع ہے اپنا خراج گزار بنایا اور ۱۷۷۸ء میں نواب حلیم خاں حاکم کڑپہ کے ملک پہ تاخت کی اور اُس پر قبضہ کرکے اُس کو مع لواحق کے اسیر کرکے سرینگ پٹن کو روانہ کیا +

اس تسلط اور تحکم کے سبب نواب حیدر علیخاں کا تمام ممالک کرناٹک اور بالاگھاٹ پر رُعب چھا گیا۔ اس ملک کی تحصیل ۴۷ لاکھ روپے کی ہے +

۱۷۷۹ء میں نواب بصالت جنگ نے انگریزوں کو صوبہ کنتور دیکر اُن کی زیر حمایت رہنے کا اقرار کیا تھا اس سے نواب حیدر علیخاں نہایت ناخوش تھا اسلئے اس نے اُس جوش غضب میں قصبہ ادھونی کو لٹوا دیا جس سے مبالغ کثیر حاصل ہوئے اور نواب بصالت جنگ وہاں سے بھاگ کر امتیاز گڑھ میں قلعہ بند ہو بیٹھے +

اسی عرصہ میں موسیٰ لالی فرانسیس فرنگی سپاہیوں کی کئی پلٹنیں جنکو انگریزوں نے بصالت جنگ کے پاس سے موقوف کرا دیا تھا نواب

حیدر علیخاں کے پاس لے آیا نواب نے اُن سب کو نوکر رکھ لیا اسکے سوائے قوم فرانسیس کے کتنے آدمی جو ۱۷۶۱ء میں وقت محاصرہ پانڈیچری کے جان بچاکر بھاگے تھے اُس سے آملے جن کو نواب محمد علیخاں نے برطرف کر دیا تھا اُن کے آملنے سے نواب حیدر علیخاں کی باقاعدہ فوج میں قابل قدر اضافہ ہوگیا۔ اور سیکھی سکھائی فوج اُس کو مل گئی +

قلعہ ماہی پر انگریزوں کے حملہ کرنے سے نواب حیدر علیخاں کا جوش انتقام

جب نواب حیدر علیخاں نے عہد نامہ کے موافق جنگ مرہٹہ کے وقت انگریزوں سے مدد مانگی اور اُنہوں نے سکوت اختیار کیا اور نواب محمد علیخاں نے بھی آنکھ چُرائی تو نواب حیدر علیخاں کو اُس سے ایک قسم کی غیرت پیدا ہوگئی تھی۔ نیز اس بات کا بھی رنج تھا کہ انگریزوں نے فرانسیسوں سے قلعہ پانڈیچری حاصل کر لیا ہے اس پر طرہ یہ کہ قلعہ ماہی پر دانت لگایا ہے جس سے نواب حیدر علیخاں کے تمام تعلقات جنگ وحفظ آلات و آذوقہ وابستہ ہیں۔ اس کے علاوہ کرنل ہربر کو نواب بصالت جنگ کی حمایت پر بھیجا گیا ہے۔ ان باتوں سے وہ سخت غضبناک ہو رہا تھا۔ اس کا عوض لینے کے لئے اُس نے ایک

بڑی وسیع سازش کا سامان کیا۔ یعنی پونا کے مادھوجی بھونسلا اور حیدرآباد کے نظام علیخاں کو جو بصالت جنگ کو انگریزوں کی مدد دینے اور بطور خود علیحدہ معاہدہ کر لینے سے ناراض ہو رہے تھے اور نواب نجف خاں کو جو نواح دہلی میں لشکر جرار رکھتا تھا انگریزوں کی مخالفت اور اُن کو ہندوستان سے نکال کر اپنے اپنے حصے بانٹ لینے پر آمادہ کیا۔ اور وہ آمادہ ہو گئے۔ لیکن ہندوستان میں ایسا اتفاق مشکل ہے اس لئے اس تحریک کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور پیشوا اور نظام اپنی اپنی جگہ چپ ہو کر اپنے دوسرے خیالات ملکداری میں لگ گئے اور انگریزوں نے اُن کو وہ باتیں سمجھا دیں کہ اگر وہ اُس کے خلاف کریں گے تو اُن کو سخت آفت میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ جس سے اُنکو آگے بڑھنے میں خطرات نظر آنے لگے۔ اس طور پر انگریزوں نے نظام کو مرہٹوں سے اور مرہٹوں کو نظام سے ہوشیار رہنے اور حیدر علیخاں کی صلاح میں دونو کا نقصان دوسرے سرداروں کے ذریعہ سے اُن کے دلوں میں جاگزین کرا اپنی ایک سفارت تیار کی تاکہ وہ نواب حیدر علیخاں کا غصہ ٹھنڈا اور اُس کے شکوہ و شکایت کی تلخی دور کرنے کی تدبیر کرے۔ اس مقصد کے پورا ہونے کو گورنر مدراس نے نواب کے پاس ایک ایلچی بھیجنا چاہا۔ اور نواب سے اجازت طلب کی۔ نواب نے اس شرط پر اجازت دی کہ انگریزی ایلچی سرنگ پٹن سے چار میل پرے اترے اور اُس کی طرف سے کوئی شہر میں نہ آئے۔ جس چیز کی حاجت ہو۔

کارپردازان حیدری سے کہا جاوے وہ فی الفور حاضر کریں گے۔
قصہ مختصر وہ ایلچی آیا۔ نواب نے بعد سلام و کلام شوق یہ جواب دیا کہ
پہلے مجھ کو گمان تھا کہ قوم انگریزی صدق و صفا سے موصوف
ہے لیکن آزمایش سے معلوم ہوا کہ ان میں یہ وصف نہیں بلکہ
اس کے برعکس پایا گیا چنانچہ ۱۷۶۹ء میں جب وقت جنگ مرہٹہ
حسب معاہدہ تم سے مدد مانگی گئی تو تمہاری طرف سے اتنی دیر
ہوئی کہ وہ وقت ٹل گیا۔ اور تم باتیں بناتے رہے۔ پھر تم نے یہ
بھی خلاف معاہدہ کیا جو قلعہ ماہی لے لیا۔ اس کے سوا تمہاری
بات کا کوئی ٹھیک نہیں۔ جب کوئی بڑی بات پیش آتی ہے
تو کونسل کے مشورہ یا دوسرے عذر پر ٹال دی جاتی ہے۔ کسی
بات کا مدتوں جواب ہی نہیں ملتا۔ بخلاف اس کے میں فی الفور
جواب دیتا اور کارروائی پر آمادہ ہوتا ہوں۔ سوا اس کے تم
نواب محمد علیخاں کے ہاتھ میں ہو۔ تمہارے اور اس کے مشورے
کبھی درست نہیں ہوتے اور اگر سب نے ایک بات قرار بھی دی تو
بڑی مشکل سے تمہارا ڈیرہ ڈنڈا شہر سے باہر نکلتا ہے۔ پھر
تمہارے کوچ کا یہ حال ہے کہ ایک دن کوچ دو دن مقام اس طور
سے جب تمہاری فوج ہماری کمک کو آتی ہے اس وقت تک
مرہٹہ وغیرہ ہمارے ملک کو تاراج بھی کر ڈالتے ہیں پس ایک تو
تمہارے قول و فعل کا اعتبار نہیں دوسرے یہ تمہارا طرز عمل

وقت پر کام آنے والا نہیں پھر مجھ کو تم سے کیا فایدہ - میری فوج
خدا کے فضل سے ہر روز ساٹھ میل چلنے کی مشق رکھتی ہے اور ہر
قسم کے آلات جنگ اور غلہ وغیرہ کے ذخیرے جا بجا تیار رکھتا
ہوں جو مہینوں کی جنگ کو کافی ہوں پس ایسی متضاد حالتوں
میں موافقت کیونکر ممکن ہے +

نواب حیدر علی خاں نے اُس ایلچی کو اس قسم کے جواب دیکر
واپس کیا اور ماہ رجب ۱۱۹۴ھ ہجری یا ماہ جولائی ۱۷۸۰ء بہت
سی ندیاں نالے پار کرتا ہوا کرناٹک میں جا داخل ہوا - اس موقع
پر اُس کا ہمراہی لشکر تیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادہ کا تھا
اس کے علاوہ ایک زبردست توپخانہ بھی ساتھ تھا جس میں فرنگستانی
گولہ انداز اور مشیر لالی اور دوسرے فرانسیس عہدہ دار سرغنہ تھے -
اس لڑائی میں قلب لشکر کا خود سپہ سالار بنا اور میسرہ کی سرلشکری
ٹیپو سلطان کو سپرد کی اور جا بجا لوٹ مار شروع ہوگئی - پہلے چیتور گڑھ
کا نہایت مضبوط و استوار قلعہ فتح کیا - یہ قلعہ نواب محمد علی خاں کے
بھائی ناصر الدولہ نواب عبدالوہاب خاں کے دخل میں تھا - یہاں سے
کا قلعدار گرفتار کر لیا گیا - قلعہ کی تمام اشیاء و اجناس پر حیدری
قبضہ ہوگیا اور تمام نفایس و اموال سرینگ پٹن کو روانہ کر دئے
گئے - اُن میں ایک کتبخانہ نہایت قیمتی تھا جس کی کتابیں نواب
انور الدین خاں نے جمع کی تھیں اور اُن کے بعد وقتاً فوقتاً اضافہ

ہوتا رہا۔ اسی طرح اکثر کتابیں دوسرے شہر اور قلعہ جات سے حیدر علیخاں کو ہاتھ لگیں جو بعد کو ٹیپو سلطان کے پاس رہیں اور ٹیپو سلطان سے انگریزوں کے پاس پہنچیں۔ اور اُنھوں نے ولایت بھیج دیں +

چتور گڑھ اور اس کے گردونواح کے قلعہ جات اور علاقہ جات کو مسخر کرکے ۱۰۔ اگست کو اطراف مدراس میں پہنچ کر ہلڑ مچا دیا کہ وہاں کے انگریز اور میمیں خوفزدہ اور پریشان ہوکر قلعہ میں پناہ گزین ہوئے +

۲۱۔ اگست کو افواج حیدری نے ملک کرناٹک کا دارالامارہ شہر آرکاٹ لوٹ لیا۔ مگر انگریزی فوجیں جنرل سر ہکٹر منرو۔ اور کرنل بیلی کی سپہ سالاری میں بروقت پہنچ گئیں اس لئے نواب نے آرکاٹ کا محاصرہ چھوڑ دیا +

ترجمہ بعض مقامات رسالہ ملیٹری بیاگرفی مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ء

جنگ کوہستانی کنچی کوٹہ وغیرہ

انگریزوں کو نواب حیدر علیخاں کے ساتھ دوستی اور اتفاق رکھنا مناسب تھا لیکن اُنھوں نے ایسا نہ کیا اور ۱۷۶۶ء میں انگریزوں نے نواب کے ساتھ جنگ و جدل کی بنیاد ڈالی مگر نواب ہی اس لڑائی میں فتحیاب رہا۔ اور مقام کرناٹک سے عین مدراس کے دروازہ تک جا پہنچا۔ یہاں بھی اس کی رستخیز سے حکّام ہار مان کر مغلوبانہ صلح پر راضی ہوئے۔ چنانچہ آپس میں یہ قول قرار ہوا کہ ضرورت کے وقت طرفین ایک دوسرے کی رعایت اور حمایت سے پہلوتہی نہ کریں گے۔ ابھی اس شرط کو دیر نہ ہوئی تھی کہ نواب کو مرہٹوں کے ساتھ ایک جنگ کا سامنا ہوا تب نواب نے گورنر مدراس سے کُمک طلب کی وہ بھی پانسو سپاہ کی۔ گورنر موصوف نے پہلے ہی بسم اللہ

غلط کی یعنی اُس کو ٹال دیا۔ بعد اس کے ۱۷۶۸ء میں نواب نے پھر عہد و پیمان کو یاد دلا کر مدد کا سوال کیا لیکن اب کی مرتبہ بھی وہی بے پروائی کا برتاؤ برتا گیا۔ تیسری مرتبہ پھر مرہٹوں کی رستخیز پر مدد چاہی مگر اب بھی اُس کو مدد نہ دی گئی۔ اور نواب نے ۱۷۷۲ء میں اُن سے مصالحت کر کے اپنا کام آپ بنایا۔ اور آخر میں موقع پا کر مرہٹوں کو خود زیر کیا اور جو محالات اُن کے پاس نکل گئے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے اُن سے پھیر لئے اور اپنے ملک کو خاطر خواہ وسعت دی اور جب نواب نے انگریزوں کے قول و فعل میں اعتبار نہ دیکھا تو اُس نے فرانسیسوں کو اپنا دوست بنایا۔ اور اُن کے ذریعہ سے اپنی فوج اور توپخانہ کو خوب آراستہ کیا۔ پھر پونا کے پیشوا اور نظام حیدر آباد کو متفق کر کے یہ تجویز ٹھیرائی کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دینا چاہیئے۔ یہاں تک کہ ۲۰ جولائی ۱۷۸۰ء کو نواب نے بڑے زور شور کے ساتھ کرناٹک کو لوٹ لیا۔ اس تاخت میں نواب کی فوج اسّی ہزار سے زیادہ تھی۔ اور اُس میں موشیر لالی اور اکثر عہدہ دار فرانسیس ملازم تھے۔ اور فوج انگریزی جس کا سرلشکر جنرل ہکٹر منرو تھا اُس کی تعداد صرف چھ ہزار تھی جو مدراس کی سرحد میں کوہستان پر مقام رکھتی تھی۔ جس وقت تہتروان رجمنٹ ولایت کے جہاز سے اُترا اور انگریزی لشکر سے جا ملا تو نواب شہر آرکاٹ کے سامنے خیمہ زن تھا اور کرنل بیلی شمالی صوبوں کے بندوبست کو ایک بڑی

فوج لئے پڑا تھا۔ اور چونکہ وہ فوج حیدری جو آرکاٹ کے محاصرہ کرنے پر تعینات تھی۔ دونوں افواج انگریزی کے بیچ میں حایل تھی اسلئے گورنر مدراس نے کرنل بیلی کو ہدایت لی کہ وہ جلد جنرل منرو سے جا ملے۔ لیکن نواب نے چالاکی سے اُس کا راستہ روک لیا اور لڑائی پر نوبت پہنچی اور کرنل بیلی کی فوج بھوکوں مرنے لگی تب اُس نے سر ہکٹر منرو کو اپنی تکالیف کا حال لکھا اور تحریر کیا کہ بسبب منسرت اور رسوائی کے جو اس لڑائی میں ہم لوگوں کو پیش آ رہی ہے نہ یہاں سے نکلنے کی قدرت ہے اور نہ بغیر خوراک کے فوج کام دے سکتی ہے۔ اس پر کرنل فلچر۔ کپتان بیرڈ اور کتنے اور سردار مع ایک بڑی جمعیت کے رسد لیکر ۹ بجے رات کو روانہ ہوئے جب نواب کو اس کمک کی خبر پہنچی تو نواب نے راہ روکنے کے لئے سوار روانہ کئے۔ لیکن وہ بچ بچا کر نکل گئے اور کرنل بیلی کو تھوڑی مقدار میں مدد پہنچائی مگر نواب نے فی الفور انگریزی فوج کی گزرگاہوں پر توپ کے مورچے تیار کروا دئے اور نواب کا توپخانہ قایم ہو گیا۔ اور اپنی تجربہ کار سپاہ کو پوشیدہ طور سے کمینگاہ میں بٹھا دیا۔ اور خود اپنی ہزار فوج کا سپہ سالار بنکر مناسب مقام پر جم گیا اور انگریزی فوجونکا انتظار کرنے لگا۔ دسویں ستمبر کو انگریزی پلٹنوں کا کوچ ٹھیر گیا اور یہ صف بستہ جا رہی تھی کہ ایک مورچے کے گھات والے سپاہیوں نے ایکدم بارہ توپوں کی باڑہ ماری۔ اور ہنوز وہ آگے بڑھنے نہ پائے تھے کہ پیچھے

سے دوسرے مورچے کی توپیں دغنے لگیں یہاں تک کہ آدھ گھنٹہ میں ستاون ضرب توپ کی تعداد پہنچ گئی۔ اور نواب کی بیشمار فوج انگریزی سپاہ پر آن ٹوٹی۔ کپتان بیرڈ اور گرانڈیل جوانوں نے اس مہم میں وہ بہادری ظاہر کی جس پر فرانسیسی عہدہ دار دنگ تھے۔ انگریزوں کی فوج میں صرف دس توپیں میدانی تھیں لیکن وہ ایسی تیزی اور صفائی سے چل رہی تھیں کہ نواب کے لشکر میں تہلکہ برپا تھا۔ صبح سے ۹ بجے تک اس سپاہ نے دادِ مردانگی دی۔ اس میں اتفاق سے ایک اَور ہی واقعہ پیش آگیا۔ یعنی نواب کی طرف کا ایک گولہ انگریزی بارود وغیرہ کے ذخیرہ میں آپڑا۔ اُس نے ایک آفت برپا کر دی اسی حالت میں ٹیپو سلطان ایسی فرصت کو غنیمت جانکر اپنے سواروں کو لیکر بجلی کی طرح انگریزی فوج پر آپڑا آخر انگریزی عہدہ داروں نے کچھ فرنگستانی اور دوسرے آوارہ اور متفرق سپاہیوں کو جمع کر کے ایک اُونچے ٹیلے پر باوصف گولہ باری کے اُن کو کھڑا کیا۔ لیکن اب گولہ باروت کہاں تھا۔ لاچار تلواروں اور سنگینوں پر نوبت پہنچی۔ چونکہ فوج حیدری کثرت سے تھی اس لئے انگریز بیچارے لاچار و بے بس ہو کر اکثر کُشتہ اور خستہ اور بعض گرفتار و اسیر ہو گئے سیکڑوں گھوڑوں کے سُموں اور ہاتھیوں کے پانوؤں کے نیچے کچل گئے۔ انگریزوں کے مقتولوں کی تعداد ساڑھے چار ہزار سے بھی زیادہ ہے اس میں ہندوستانی سپاہی چار ہزار تھے اور فرنگستانی

چھ سو کے۔ کرنل فلیچر کشتوں کی لاشوں کے درمیان ملا۔ کرنل بیلی۔
اور کپتان بیرڈ چار زخم کاری کھا کے دو سو فرنگستانی سمیت اسیر
ہوئے۔ اب انگریزی مضمون نگار کی لکھاوٹ دیکھئے۔ لکھتا ہے کہ
جب ان کو نواب حیدر علیخاں کے سامنے لے گئے تو نواب نے
اپنی فتح کی ترنگ میں ان پر حقارت سے نظر کی اور کہا۔ الا لا لا
اُس وقت کرنل بیلی نے جواب دیا کہ نواب صاحب ٹیپو سلطان
سے اس لڑائی کا حال سُنیئے۔ کہ اس فتح کا باعث دوسری بلاے
ناگہانی واقع ہوئی۔ جس نے ہمیں تباہ کیا۔ کچھ آپ کی فوجوں سے
ہم نے شکست نہیں کھائی۔ اس بات کو سُن کر نواب نے جھنجھلا کر
کہا کہ ان سب کو قید کرو۔ چنانچہ وہ قید کئے گئے۔ کپتان بیرڈ ساڑھے
تین برس زندان تیرہ و تاریک کے درمیان ایک ہی زنجیر میں اور
قیدیوں کے ساتھ بندھتا رہا۔ آخر نجات پا کر ولایت چلا گیا وہاں سے
جنرلی عہدہ پر بحال ہو کر پھر ہندوستان میں آیا اور جب ۱۷۹۹ء
میں سرینگ پٹن پر چڑھائی کے لئے ویلور کے درمیان فوجیں جمع
تھیں اُس میں جا ملا اور اُس نے اُسی سال ۴۔ مئی کو شہر کے
باہر انگریزی نشان جا اُڑایا۔ لیکن باوصف اس کے اُسکے جوانمرد
میں ذرا بھی کینہ اور انتقام کا خیال نہ آیا[۱]+

[۱] اس سے زیادہ اَور کیا انتقام ہو سکتا تھا+

نظم از کتاب جارج نامہ ملّا فیروز

ز ماه نهم روز نہ رفتہ بود | بہ بیلی زمانہ بر آشفتہ بود
خود و لشکر از شهر پرم بکام | سوئے منڈرو تیز برداشت گام
فزون پنجصد بود بر تیغ هزار | ز ہندو و یورپ مردم کارزار
چو بسپردہ رہ چار یک از گروہ | ز حیدر رسیدند لختے گروہ
میانِ دو بدخواہ پرخاش خاست | ز تیر دو رویہ فشافاش خاست
روان گشت بیلی ازان جایگاہ | یکے درۂ تنگش آمد براہ
دران درّہ بیلی بیامد فرود | کرنل را ز آرام بہرہ درود
بناگاہ از دشمن کینہ خواہ | بہ پیکار آمد دگر رہ سپاہ
دران درّۂ تنگ آشوب خاست | چو تندر خروشیدن توپ خاست
زمانے بہ بیلی ببارید تیر | چو باران کہ از ابر آید بزیر
غراوان رہا کردہ توپ و تفنگ | کشیدند از جنگ پیکار چنگ
ازان پیش کاید برون آفتاب | بگیرد جہاں گونۂ زرّ ناب
روان گشت بیلی ازان جایگاہ | بریدہ ازان درّہ یک میل راہ
بناگاہ تیپو بدانجا رسید | سر آتشِ جنگ بالا کشید
ستیزہ بپیوست از دو گروہ | چو آنگہ بریزد درمیانِ دو کوہ
بجائے گذر رہ براو تنگ بود | ز میدانِ آویزشِ جنگ بود

نیارست آراست آوردگاه   ز صف میتوانست بستن سپاه
نبد دست چپ هیچ پیدا ز راست   ندانست کس تلب ساقه کجاست
ز بار و بنه کس نه آگاه بود   گشاده نه بر مرد کین راه بود
دران راه دشوار تاریک و تنگ   نه بر رسم پیکار و آئین جنگ
توانست کوشش نمودن سپاه   گسسته ره و رفت بایست راه
به بیچارگی جنگ بایست کرد   برانگیخت ناچار گرد نبرد
ز ٹیپو نه بدخسته بیلی هنوز   نگه کرد برخاست شد تیره روز
ز حیدر بیامد سپاه دگر   بیکدست تیغ و بدیگر سپر
به ٹیپو شده یار در کارزار   ز سم ستوران زمین شد نزار
بشد آتش کین و پیکار تیز   دل توپ افروخته انگریز
بسوی دشمنان گوله انداخت چند   شدش کار وارون بخت نژند
که صندوق باروت او بر فروخت   ز بایسته سامان فراوان بسوخت
بسی چیز شایسته اندر نبرد   که شاید بمردان گه دار و برد
نگه کرد و دانست ٹیپو ز دور   که ز آتش به بدخواه افتاده شور
خمیده شد از راستی پشت او   ز سامان بود باد در مشت او
برانگیخت از جا تگاور سوار   بکف خنجر و تیغ زهرآبدار
فراوان ز دشمن بکشت و بخست   بسی تن بیفگند بر خاک پست
برید و درید و شکست و ببست   یلان را سر و سینه و پای و دست
چو بیلی چنان دید برگاشت روی   ز انگریز بد انچه همراه اوی

بجا مانده بود اندراں کارزار | اگر تندرست و دگر زخمدار
گرفت و تلی دید بالا بلند | بدانجا رواں شد زبیم گزند
نه در تن توان و نه در روے رنگ | تهی دستش از آنچه آید بجنگ
سپه خسته و کوفته از نبرد | براں پشته شد پر ز تیمار و درد
نه سرب و نه باروت و توپ و تفنگ | پس پشت او دشمنِ تیز چنگ
دمادم همے حملہ ے برد سخت | براں بینوا لشکرے گشته بخت
بهر حمله مردانِ خاکِ فرنگ | زده دشمناں را بمشت و بسنگ
نموده ز نزدیکئے خویش دور | چه تاب آورد زور با بخت شور
چو شد سیزده حمله زینگونه رد | فزوں بود دشمن ز دام و ز دد
سواران آسوده از کارزار | ز لشکر بروں تاخته بیشمار
چو کوهے که گردد روانه بجنگ | بآهن نهاں تیغ و شد پیں بچنگ
سر نیزه افراشته بآسماں | چو ارغنده شیر و پلنگ دماں
فزاواں به شمشیر و باران تیر | بگشتند و افتاد بیلی اسیر
شش و سی ز نام آوراں سپاه | تبه گشته افتاده بر خاک راه
هماں نیز پنجاه از مهتراں | پر از زخم بسته به بند گراں
فرومایه لشکر براں تلِ خاک | ازاں هر که وارسته بد از هلاک
بیفتاد در دست دشمن به بند | گر از تیغ بد خسته گر بے گزند
یکے تن نگشته رها از سپاه | کسے خسته کس بسته کس شد تباه
چنین است پایانِ رزم و نبرد | سرے زیر تاج و سرے زیر گرد

نواب حیدر علیخاں کو اس لڑائی کی نمایاں فتح سے بڑی خوشی ہوئی اور وہ اپنی فوج کو آرام دینے کے بعد آرکاٹ کے محاصرہ کو روانہ ہوا جو اس صوبہ کا دار الامارہ تھا۔ اس زمانہ میں قلعہ آرکاٹ کا قلعدار بیر بر تھا۔ ہر چند یہاں انگریزوں کی دو ہزار اور نواب محمد علیخاں کی سات ہزار فوج تھی۔ لیکن وہ نواب حیدر علیخاں کی فوج سے مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھی۔ اسی لئے نواب نے اکتوبر کے مہینے میں حملہ کر کے قلعہ مذکور لے لیا اور نومبر کے مہینے میں شہر آرکاٹ پر قبضہ ہو گیا۔ اس عرصہ میں راجہ بیر بر نے بڑی نمک حلالی اور خیر خواہی سے داد مردانگی دی۔ لیکن نواب کی کثرت فوج سے عاجز آگیا۔ بیر بر کی یہ نمک حلالی نواب کو بہت پسند آئی اس لئے اُس کے ساتھ باعزاز اکرام پیش آیا۔ اور جو انگریز اور نواب محمد علیخاں کے لواحق آرکاٹ میں باقی رہ گئے تھے اُن میں بعض قید ہو گئے اور بعض سرینگ پٹن کو بھیج دئے گئے۔ شہر کی رعایا سے نواب نے رحمدلی اور سلوک کا برتاؤ کیا۔

اس فتح کے بعد نواب نے سرینگ پٹن۔ پونا۔ حیدر آباد کو فتحنامے روانہ کئے اور سرکار آرکاٹ کے باجگزار زمینداروں کے نام تہدید کے فرمان جاری ہوئے تا وہ اپنی فوجوں کو وقت کے لئے تیار رکھیں۔ اور افواج حیدری کی رسد کا سامان روانہ کرتے رہیں۔ نواب حیدر علیخاں کے غارتگر سواروں نے اطراف آرکاٹ

میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ کوئی مارا کوئی لوٹا کوئی پکڑا گیا ہزاروں ہندو بچے جو اسیر ہوئے مسلمان کر کے فوج میں بھرتی کر لئے گئے۔ انگریز اسیروں کو یہ حکم ہوا کہ ان نومسلموں کو انگلستانی قواعد سکھائیں کتنی لڑکیاں مسلمان سپاہیوں کے عقد میں آگئیں اور کتنی امیرزادوں کی کنیزی میں دی گئیں +

بعد اس کامیابی کے نواب حیدر علیخاں ویلور۔ وانڈیواش۔ پرمکائیل چنگل پیٹ کے محاصرہ پر متوجہ ہوا۔ لیکن ان دنوں میں سر آیری کوٹ بنگالہ سے مع خزانہ وافر وافواج جدید و رسد بیشمار کے آپہنچا تھا۔ ۱۷۔ جنوری ۱۷۸۱ء کو مدراس سے کوچ کر کے وانڈیواش کی طرف روانہ ہوا اس لئے نواب نے اُس کے آنے کی خبر پاکر اپنا محاصرہ اُٹھا دیا اور وہاں سے دور چلا گیا۔ چند ماہ بغیر جنگ وجدال کے خیریت سے گذرے۔ زاں بعد جنرل سر آرڈ دارڈ ہیوس نے کالیکٹ اور منگلور پر تاخت کی اور تمام سامان حیدری برباد اور خراب کر ڈالا۔ نواب نے دیکھا کہ انگریزی فوج میرے تعاقب کو آرہی ہے اس لئے اُس نے جون کے مہینے میں اپنی تمام فوج ایک مقام پر جمع کر کے زبردست مورچے قائم کئے اور اُن پر بڑی بڑی توپیں چڑھوا کر انگریزی فوج کے آنے کا منتظر ہوا۔ ماہ جولائی میں سر آیری کوٹ نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے نواب کی فوج کو شکست دی۔ اس لڑائی میں نواب کے خسر پورہ میر علی رضا بہادر کے زخم کاری لگا اور تین ہزار آدمی کھیت

رہے۔ لیکن اُس کے بَیل قوی تھے وہ اُس کی تمام توپیں کھینچ لے گئے اس شکست کے بعد نواب نے اپنا لشکر گرد نواح آرکاٹ کے جمع کیا اور اُس کا فرزند ٹیپو سلطان بھی ویلور کا محاصرہ چھوڑ کر اس سے آملا۔ اگست کے مہینے میں بنگالہ سے آئی ہوئی چھ ہندوستانی پلٹنیں اور انگریزی گولندازوں کی ایک جماعت جس میں کرنل پیارس افسر تھا پالی گھاٹ میں سر ایری کوٹ سے آملی۔ تب جنرل موصوف نے واسطے محاصرہ قلعہ پیارسو کے کوچ کیا اور اُسی روز یہ قلعہ نواب کے قبضہ سے نکل کر جنرل کے قبضہ میں آگیا۔ یہ حال سُن کر نواب نے پھر اُس مقام پر فوج جمع کی جہاں کرنل بیلی نے شکست پائی تھی۔ یہاں نواب نے بہت بڑی تیاری سے مورچہ قایم کیا لیکن ۲۷۔ اگست کو تمام دن کی جنگ کے بعد یہاں بھی نواب کی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ اس پر نواب نے یہ انتظام کیا کہ انگریزی رسد کے راستے چاروں طرف سے روک دئے۔ اور نہایت سختی سے چوکی پہرہ کا انتظام کیا اور اپنی فوج کثیر سے قلعہ ویلور کا محاصرہ کر لیا +

اس عرصہ میں ایک مقام پر انگریزی فوج سے مقابلہ ہو پڑا اور انگریزی فوج نے نواب کی فوج کو شکست دیکر محصورین ویلور کی مخلصی کا ارادہ کیا۔ اور جنرل سر ایری کوٹ نے وہاں سے کوچ کر باشندگان ویلور کو سپاہ حیدری کے مضبوط جنگل سے نجات دی اور قلعہ چیتور کو لے لیا جو ایک نامی قلعہ تھا لیکن جنرل کوٹ

کے پاس اتنی فوج نہ تھی جو راستوں کی حفاظت اور رسد کی ہمراہی اور قلعہ جات پر قبضہ رکھنے کو کافی ہو اس لئے جنرل موصوف اپنی فوج لیکر رسد وغیرہ لانے مدراس روانہ ہو گیا۔ اس پر فی الفور نواب نے ویلور کا محاصرہ قایم کر دیا جو دسویں جنوری ۱۷۸۲ء کو جنرل سرایری کوٹ نے مدراس سے واپس آکر اُٹھایا۔ لیکن اس پر بھی نواب حیدر علی خاں کے عزم و ہمت میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ وہ برابر ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ مقابلہ کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جنرل سرایری کوٹ کو اُس نے اچھی طرح سے دق کر دیا تھا اور جنرل کی فوجیں اس کے نام سے پناہ مانگتی تھیں +

اس درمیان میں ایک واقعہ اور پیش آگیا یعنی انگریزوں نے ماہی نام قلعہ جو ساحلی مقامات کے وسط میں واقع تھا لے لیا۔ یہ قلعہ جنوری ۱۷۸۲ء میں بمبئی کی فوج نے بہ سرغنائی میجر اینگڈر فتح کر لیا۔ یہ قلعہ فرانسیسوں کا تھا۔ اس سے نواب کے تمام مقاصد جنگی وابستہ رہتے تھے۔ یہاں سو ہاتھی اور توپخانہ اور ذخیرۂ اسباب جنگ انگریزوں کے ہاتھ آیا اور ڈیڑھ ہزار آدمی گرفتار ہو گئے۔ اس کے علاوہ تلیچری کا عمال حیدری محال کے قبضہ و تصرف سے نکل گیا +

اس سے نواب نہایت غضبناک ہو گیا۔ مدراس کی گورنمنٹ اس کی تاخت سے غافل نہ تھی۔ اس لئے اُس نے دو ہزار پیدل

ڈھائی ہزار سوار اور تیس توپیں میدانی توپیں کرنل بریتھویٹ کو دیکر اُس کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا +

نواب نے یہ حال معلوم کرکے فی الفور ٹیپو سلطان کو بارہ ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیدل اور چار سو جوان فرانسیسی اور تیس ضرب توپ دیکر حکم دیا کہ بڑے بڑے کوچ کرکے وہاں پہنچے اور دفعتہً کرنل بریتھوٹ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ وہ یلغار کرکے وہاں پہنچا اور کئی روز تک سخت جنگ ہوتی رہی لیکن آخر میں یہاں بھی کرنل بیلی کی سی شکست کا موقع آپڑا اور ٹیپو سلطان اور موشیر لالی کی فوجوں نے انگریزی فوج کو شکست دی۔ اور شہزادہ نے قتل عام کا حکم دیا۔ لیکن موشیر لالی نے جان بخشی میں کوشش کرکے کتنے انگریزوں کو جان سے بچا لیا۔ لیکن اتنا مقدور نہ تھا جو اُن کو رہا کرا سکتا۔ اس لئے وہ سب کے سب سلطان کے حکم سے بیڑیاں پہنا کر سرینگ پٹن کو روانہ کردئے گئے۔ بعد چند روز کے اَور بھی بہت سے انگریز جو مشیر ڈی سفرین (جنرل فرانسیس) نے جنگی جہازوں سے گرفتار کرکے نواب کے سپرد کئے تھے سرینگ پٹن کو بھیجے گئے (ان انگریزوں کی تعداد پانسو بتائی گئی ہے) +

اس فتح کے ہونے سے نواب کمال محظوظ ہوا۔ اور نواب نے اپنی میسوری اور فرانسیسی فوجوں کو جلد تر قلعہ کوڈلور کو مسخر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ ۸۔ اپریل کو وہ قلعہ افواج حیدری کے ہاتھ

آگیا۔ پھر اُس فوج نے قلعۂ پرماکویل کو بھی لے لیا۔ ایک مہینہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ وہ فوج بڑے جوش سے وانڈیواش کے محاصرہ میں مصروف ہوئی۔ سرآیری کوٹ نے حیدری افواج کی ان متواتر فتحمندیوں کا حال سُنکر ایک جرار فوج کے ساتھ اُس طرف کا کُوچ کیا۔ نواب نے جنرل سرایری کوٹ کے آنے کی خبر سُن کر اُس میدانی جنگ کے موقع کو چھوڑ دیا۔ اور لال پہاڑی پر جو سرسری حملہ سے محفوظ مقام تھا چلا گیا۔ تب جنرل کوٹ نے اس کی رسد روکنے اور سامان لُوٹنے کی نیت سے آرنی کی طرف کوچ کرکے قلعہ آرنی سے پانچ کوس پر قیام کیا یہ حال دیکھکر نواب نے آرنی کی طرف کوچ کیا۔ اور ابھی انگریزی فوج وہاں پہنچ کر دم لینے نہ پائی تھی کہ نواب کی فوجوں نے آدبایا اور لڑائی شروع ہوگئی سو دن دوپہر کو فوج حیدری نے شکست کھائی لیکن نواب کو شکست محسوس بھی نہ ہوئی اور ایک ہفتہ نہ گزرا تھا جو اُس نے ایک خاص مقام پر کمینگاہ قائم کی اور کتنے بیل اور اونٹ غلہ و سامان سے لدوا کر انگریزی فوج کے سامنے سے نکلوا گئے تا فوج اُن کی لوٹ میں مصروف ہوکر آگے بڑھے اور اُس کے سوار کمینگاہ سے آگ برسانے لگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی انگریزی فوج کا ایک دستہ اُس شکار کے لینے کو آگے بڑھا وہ حیدر علیخاں کی فوج سے نہ بچا۔ یعنی کچھ لوگ مارے گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔

یہ لڑائی پچھلی صف آرائی تھی جس میں دو نامی اور گرامی تجربہ کار ودلاور یعنی نواب حیدر علیخاں اور جنرل سرایری کوٹ صاحب بہادر

سپہ سالار افواج انگریزی بذات خود سرگرم کارزار ہوکر اپنی بہادری اور ہوشیاری اور دانائی کا کمال ارباب سیف کو دکھا گئے اس جنگ کے بعد چند ماہ کے اندر یہ دونو بہادر دنیا سے کوچ کر گئے۔ یہیں نواب کو مرہٹوں اور انگریزوں کی مصالحت کی جو ماہ مئی ۱۷۸۲ء میں واقع ہوئی خبر پہنچی اور ساحل ملیبار کے محالوں اور بندروں پر انگریزی افواج کے بعض حملوں کا حال سنا تو سنے الفور کرناٹک سے اپنے فرزند ارجمند ٹیپو سلطان کو ایک بڑی فوج ہمراہ دے ممالک محروسہ کی حفاظت و حمایت کے لئے روانہ کیا۔ اور خود پھلچری اور قلعہ جات مفتوحہ کے انتظام میں معروف رہا۔

لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب بہادر سی ایس آئی چیف کمشنر میسور کی تاریخ حصہ اول متعلق حیدر علے کے پندرھویں باب کا اقتباس دربارۂ جنگ

نواب با انگریزاں

دربار پونا۔ اور نظام حیدرآباد کے حلفیہ قول و قرار کے موافق

نواب حیدرعلیخاں اور انگریزوں کی معرکہ آرائی کا حال تاریخ نشان حیدری اور حملات حیدری کے موافق اوپر لکھا گیا۔ لیکن جو ناظرین انگریزی تحریر و تنقید کے دلدادہ ہیں اُن کی ضیافت طبع کے لئے لیون بی بورنگ صاحب بہادر چیف کمشنر میسور کی تاریخ کے حصّہ اول متعلق حیدرعلیخاں کے باب پانزدہم کا اقتباس درج ذیل کیا جاتاہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ مدراس نے اپنی غلطی اور نواب محمد علیخاں کی غداری اور مکاری کا لحاظ نہ کرکے اُسکی پاسداری اور حمایت اور دوسرے مصالح سے قطع نظر کرکے دربار پونا اور نظام حیدرآباد کو بیحد ناراض کردیا تھا۔ اور حیدرعلی کے ساتھ بھی سچائی کا برتاؤ نہ ہوا اور ساحل مالابار پر اُس کا قلعہ ماہی چھین لیا تھا۔ اس لئے یہ تینوں انگریزوں کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ اور حیدرعلی نے مرہٹہ وکیل گنیش راؤ کے پیش کردہ شرایط پر جنگ کا عزم بالجزم کرلیا ان شرایط کا مدعا یہ تھا کہ حیدرعلی اور نظام حیدرآباد اور مرہٹے تینوں ملکر انگریزوں کے مقابلہ میں کارروائی کریں +

حیدرعلی کو دریاے تنگ بھدرا کے شمال تمام ملک پر قبضہ دیدیا جائے اور مقدار خراج میں جو حیدرعلی ادا کرتا تھا صرف گیارہ لاکھ روپے لئے جایا کریں اس متفقہ کارروائی کے پورا کرنے کو یہ تجویز قرار دی گئی کہ مرہٹے توبرار اور وسطی اور شمالی ہندپر حملہ آور ہوں نظام صوبہ سرکار کو مطیع کرے اور حیدرعلی مدراس اور جنوبی ہند کو

سمجھ لے۔ یہ جتھہ واقعی بہت قوی تھا۔

اب حیدر علی نے اپنا فرض ادا کرنے کو میسور کے خاص خاص مقامات کی حفاظت کا انتظام کر کے بنگلور پر ۸۳ ہزار فوج جمع کی اتنی فوج جنوبی ہند میں کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔

اس فوج کی تفصیل ولکس صاحب نے یہ لکھی ہے :-

سواران خاصہ	سواران سلحدار	سانوانور کنٹنجنٹ	قواعد دان پیدل
۱۴۰۰۰	۱۲۰۰۰	۲۰۰۰	۱۵۰۰۰
کار آزمودہ پیدل	مقامی محکموں سے انتخاب کی ہوئی سپاہ		
۱۲۰۰۰	۱۸۰۰۰		
پالیکار پلٹنیں	میزان		
۱۰۰۰	۸۳۰۰۰		

حیدر علی کا انتظام خبر رسانی نہایت مکمل تھا۔ اور کمسٹریٹ کا انتظام پورنیا کے سپرد تھا جس کی نہایت عمدہ حالت تھی۔ درۂ کوہ پر اپنی فوج جمع کر کے اور مختلف کالموں کے جنرلوں کو مناسب ہدایتیں دیکر حیدر علی ۱۷۸۰ء میں دریائے ذخّار کی مانند بربادی پھیلاتا ہوا میدانوں میں ظاہر ہوا۔ محمد علی نے اس آنے والے حملہ سے مدراس گورنمنٹ کو آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن اُس نے زبانی جمع و خرچ کے علاوہ نہ تو کوئی فوج ہی روانہ کی اور نہ روپے سے مدد دی۔ فوج تو یوں نہ بھیج سکا کہ اس کو بہت دنوں سے تنخواہ تقسیم نہ ہوئی تھی۔ وہ خود

آمادہ فساد ہو رہی تھی۔ اور روپیہ لالچ کی وجہ سے نہ دے سکا۔ انگریزوں کے پاس خبر رسی کا کوئی عمدہ انتظام نہ تھا۔ انگریزوں کو حیدر علی کی آمد کا حال اس وقت تک معلوم نہ ہوا جب تک کہ مدراس سے نو میل کے فاصلہ پر کوہ سینٹ طامس کے قریب گاؤں جلنا شروع نہ ہو گئے۔ اور اب انگریزوں نے اپنی حفاظت کی تیاریاں شروع کیں +

حیدر علی نے یہ تجویز کی تھی کہ پالی کھٹ جھیل سے لیکر پانڈیچری تک تمام ملک کو اُجاڑ کر فورٹ سینٹ جارج (قلعہ مدراس) کو تنہا کر دے تاکہ شمال مغرب سے کسی قسم کی مدد نہ آسکے۔ اس کے علاوہ اس کو یہ بھی اُمید تھی کہ ساحل پر فرانسیسی اُس سے مل کر سب انتظام کریں گے +

اب اس خطرہ سے پریشان ہو کر گورنمنٹ مدراس نے کرنل ہاربر کو گنتوڑ کی فوج کا کمانیر مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ فوراً جنوب کی طرف روانہ ہو۔ کرنل بیرتھ ویٹ کو حکم ہوا کہ جنگل پیٹ کے راستہ سے ہو کر پانڈیچری سے مدراس کی طرف بڑھے + اور ایک فوج کو ترچناپلی سے روانہ ہونے اور غنیم اور بارہ محال کے درمیان راستہ روک دینے کی ہدایت کی گئی۔ اور چونکہ محمد علی کی فوج کا کوئی اعتبار نہ تھا اس لئے ودیار پالیام۔ چنجی۔ کرناٹک گڈہ اور وانڈی واش پر قبضہ قایم رکھنے کو فوجیں روانہ کر دی گئیں۔ ان قلعوں میں

محمد علی کی فوج بھی تھی +

ان فوجوں میں سے پہلی فوج کو کچھ عرصہ تک کامیابی ہوئی اور لفٹنٹ فلنٹ نے بڑی بہادری سے وانڈی واش پر قبضہ قایم رکھا اور چھ مہینے تک دشمن کا کوئی قابو چلنے نہ دیا لیکن دوسری فوجیں بیکار رہو گئیں +

حیدر علی نے بارہ محال اور چنگاما کے درہ سے اُتر کر ایک فوج کو اپنے چھوٹے بیٹے کریم[1] کی ماتحتی میں علیحدہ کیا کہ وہ پورٹو نووڈ پر حملہ کرے جو پانڈیچری کے جنوب میں واقع ہے اور خود آرکاٹ کے محاصرہ کو بڑھا۔ لیکن یہ خبر سنکر کہ ایک انگریزی فوج سر ہکٹر منرو کی ماتحتی میں آرہی ہے۔ اُس نے محاصرہ کی کارروائی کو موقوف رکھا ۲۹۔ اگست سنہ ۱۷۸۰ء کو سپہ سالار مدراس کا نجی ورم جا پہنچا۔ اور یہاں گنٹور کی فوج کا انتظار کرنے لگا جس کا کمانیر کرنل بیلی تھا۔ کرنل بیلی ۲۵۔ اگست کو دریاے کورٹلار پر پہنچا اور غلطی سے بجاے داہنے کنارہ کے بائیں کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ اتفاق سے ایسی شدید بارش ہوئی کہ وہ چوتھی ستمبر تک دریا کو عبور نہ کرسکا۔ ۶ ستمبر کو حیدر علی نے ٹیپو[2] کے ہمراہ اپنی فوج کا نہایت ہی عمدہ حصہ بھیجا کہ

---

[1] بورنگ صاحب حیدر علی سے اتنے خفا ہیں کہ اُس کے چھوٹے شاہزادہ کے نام میں صاحب یا خان کا معمولی لفظ بھی لکھنا پسند نہیں کرتے صرف کریم ہی لکھتے ہیں +

[2] یہاں بھی صرف ٹیپو لکھا ہے سلطان وغیرہ کچھ نہیں +

اس فوج کو پیرم باکم جانے سے روک دے اور خود کانجی ورم میں سر ہکٹر منرو کو دیکھتا رہا لیکن ٹیپو کو بیلی کی مٹھی بھر فوج نے پسپا کر دیا اور ۹- ستمبر کو کرنل فلیچر کی ماتحتی میں ایک ہزار سپاہیوں کی فوج کرنل بیلی کی فوج سے آ کر مل گئی - اس سپاہ کو سر ہکٹر منرو نے اصل فوج سے علیحدہ کر دیا تھا- اُسی شب کو کرنل بیلی- کانجی ورم جانے کے لئے پیرم باکم سے روانہ ہوا- وہ بہت دور نہ گیا تھا- کہ پیچھے سے دشمن کی نو پونڈ تُرسے آ لیا- کرنل بیلی نے ان توپوں کو چھین لینے کی کوشش کی لیکن پُرخلاب زمین میں اُس کا بس نہ چلا- اس پر بھی انگریزی فوج غنیم پر غالب آئی- اور غنیم کی توپیں بند ہو گئیں- کرنل فلیچر کی رائے تھی کہ بیلی کی فوج منرو سے مل جانے کے لئے برابر کوچ کرتی رہے یہاں نہ ٹھیرے- لیکن کرنل بیلی نے اُس کا کہنا نہ مانا اور بقیہ شب اُسی مقام پر قیام کیا- سر ہکٹر منرو اس مقام سے نو میل تھا- اتنی مہلت میں ٹیپو نے ایک ایسے مضبوط اور ضروری مقام پر اپنا توپخانہ جما دیا جہاں سے انگریزی فوج کو نکلنا تھا ٭

۱۰- ستمبر کو انگریزوں کی تین ہزار سات سَو انگریزی فوج نے کوچ شروع کیا- ابھی دو میل بھی نہ گئی تھی کہ عقب سے چھ توپوں کے گراب پڑنے لگے- اسی کے ساتھ ایک بازو پر حیدر علی کے مشاق رسالے نمودار ہوئے- کپتان رَنے لِے اور گاڈونی کے ساتھ گرانڈیلوں کی دس کمپنیوں نے بڑی بہادری سے حملہ کر کے چار

توپیں چھین لیں۔ لیکن فوراً ہی بہت سے رسالے آ ٹوٹے اور یہ دسوں کمپنیاں دوسری انگریزی فوج سے ملنے نہ پائیں۔ اور اب اُن میں بڑی ابتری پھیل گئی۔ اس میں حیدر علی نے اپنی توپوں سے آگ برسانا شروع کی۔ لیکن اس ہوشیاری اور بہادری سے مقابلہ کیا گیا کہ انگریزی فوج پر بہت بڑا اثر نہ ہوا۔ حیدر علی بیدل ہو کر ہٹ جانا چاہتا تھا لیکن مانشیور لالی فرانسیس نے اس پر زور دیا کہ اب ہٹنا مناسب نہیں۔ حیدر علی اور ٹیپو کی توپیں ملکر تعداد میں پچاس سے زیادہ تھیں۔ بد قسمتی سے دو انگریزی گاڑیاں جو کارتوسوں سے بھری ہوئی تھیں اُڑ گئیں اور انگریزی فوج کے پاس سامان حرب کم رہ گیا۔ اب کرنل بیلی گراب سے جواب نہ دے سکتا تھا۔ جس وقت یہ نازک حالت ہو رہی تھی حیدر علی نے اپنے خاص رسالوں سے دھاوا کیا اور پیدلوں نے گولیاں برسائیں جن کا پورا اثر محسوس ہوا۔ اور کرنل بیلی کے کاری زخم آیا لیکن باوصف اس کے اُس نے اپنی منتشر فوج کو جمع کر کے ایک بلند مقام پر مربع باندھ لیا۔ اس مقام سے اُس نے دشمن کے تیرہ حملے روکے۔ لیکن علے التواتر تازہ دم سواروں کے رسالے حملہ آور ہوتے رہے جس سے یہ مربع ٹوٹ گیا گورے سپاہیوں نے تو اپنی شجاعت پر دھبہ نہ آنے دیا۔ لیکن کالے سپاہی بدحواس ہو گئے۔ اور کرنل بیلی پناہ مانگنے پر مجبور ہوا۔ لیکن دیسی سپاہی اب بھی فیر کر رہے تھے۔ جب انگریزی سپاہ سے ہتیار

رکھ دینے کو کہا گیا تو غنیم فوج میں گھس آیا اور جو سامنے پڑا قتل کیا گیا۔ اگر مانشیور لالی اور ایک دوسرا فرانسیسی افسر یموورن رحمدلی کا مشورہ نہ دیتے تو غالباً انگریزی فوج کا ایک متنفس بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ لیکن باوصف اس کے بھی سات سو یورپین اس لڑائی میں مارے گئے۔ لیکن فرانسیسی مورخ کا بیان ہے کہ کرنل بیلی مع دو ہزار انگریزوں کے قید ہو گئے اور پانچ ہزار سپاہی مع اُن سات سو یورپین کے مارے گئے۔ ان قیدیوں میں مسٹر بیرڈ بھی تھا جو بعد کو سرڈیوڈ بیرڈ مشہور ہوا ۔

بڑی خوش قسمتی کی بات تھی کہ اس وقت ہندوستان میں وارن ہیسٹنگز کا زمانہ تھا جس نے انگریزوں کی بگڑی ہوئی قسمتوں کو سنبھال لیا اور اپنی ژرف نگاہی سے دریافت کر لیا کہ اب برٹش گورنمنٹ کے اثر کو قایم رکھنے کے لئے بڑی زبردست کارروائی کی اشد ضرورت ہے اور سر آیر کوٹ جو ایک نامور اور کارآزمودہ جنرل تھا مدراس کو روانہ کیا۔ جنگ کی کارروائیوں کے متعلق اُس کو پورے اختیارات دئے گئے۔ شروع نومبر میں وہ مدراس پہنچ گیا۔ اس زمانہ میں کرنل بیلی کو شکست دینے کے بعد حیدر علی نے آرکاٹ کا محاصرہ

لہ کاش بورنگ صاحب اس فقرہ کو نہ لکھتے۔ ابھی انہوں نے اوپر گوروں کی بہادری دکھلائی ہے اور ابھی وہ ایسی حالت میں دیسی سپاہیوں کے فیر کرنے کو لکھتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوروں سے زیادہ دیسیوں نے بہادری سے کام لیا

کرکے بہت بڑی خونریز جنگ کے بعد قلعہ آرکاٹ کو چھین لیا تھا اس ہلہ میں ٹیپو کی فوج کو نہایت نقصان پہنچا۔ لیکن انگریزوں کے پاس سے دوسرے قلعوں کے چھین لینے میں حیدر علی کامیاب نہ ہوا۔ اور آمبر کے قلعہ کے سوائے حیدر علی کا کسی ایک قلعہ پر قبضہ نہ ہوسکا۔ ایر کوٹ نے مع فوج و توپخانہ مدراس سے چلکر پہلے تو قلعہ خیگل پٹ کو مدد پہنچائی اُس کے بعد قلعہ کرن گولی پر قبضہ کرلیا۔ پھر کرنل فلنٹ کو مدد دینے کی تیاری کی جو اب تک قلعۂ ونڈی واش میں بیٹھ کر دشمن کا مقابلہ کئے جاتا تھا۔ ایر کوٹ کی مناسب وقت مدد نے فلنٹ کی بات رکھ لی اور اس مدد کے پہنچنے پر حیدر علی نے محاصرہ چھوڑ دیا +

اب سمندر میں (حیدر علی کے دوست) فرانسیسوں کا بیڑہ آپہنچا اور سمندر کی طرف سے آیرکوٹ کو مدد پہنچانا یا شمال کی طرف بڑھنا غیر ممکن ہوگیا اس لئے پرماکوتل کو غنیم کے ہاتھوں سے نجات دیکر وہ پانڈیچری کی جانب بڑھا تاکہ فرانسیسوں کو ساحل پر سامان نہ اُتارنے دے لیکن آیرکوٹ کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اب آیرکوٹ نے گڈالور پر بڑھنے کا عزم کیا لیکن اس مقام پر حیدر علی کی فوج نے اُسکو سخت نقصان پہنچایا اور چاروں طرف سے آیرکوٹ کو گھیر لیا۔ آیرکوٹ چار مہینے بیکار رہا کیونکہ اُس کو سامان بہم نہ پہنچا۔ پھر آیرکوٹ چدمبرم کے مستحکم مندر پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ یہ مندر پورٹو نووو کے قریب

واقع تھا لیکن حیدر علی کی فوج نے جو توقع سے زیادہ وہاں موجود تھی۔ آیرکوٹ کو پسپا کر دیا +

چند روز بعد انگریزوں کا ایک بیڑہ سر ایڈورڈ ہوجیز کے ہمراہ مدراس آپہنچا۔ اور اس بیڑہ کی فوج نے آیرکوٹ کی فوج سے ملکر چھدام برم پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ لیکن حیدر علی جو اپنے جاسوسوں سے اس محاصرہ کا حال سن لیا تھا تو ڈھائی دن میں یلغار کرکے سو میل کی مسافت طے کی۔ اور اپنی سب فوج کے ساتھ آندھی بنکر آپہنچا اور انگریزی افواج اور گودالور کے درمیان مستحکم مقام پر مورچہ بند ہوگیا +

یکم جولائی کو ایرکوٹ نے محاصرہ چھوڑ دیا۔ اور سامان حرب جہازوں میں بار کرکے دشمن کے مقابلہ کو بڑھا اور اُمید کی کہ غنیم اُس کے مورچوں سے ہٹا کر میدانی جنگ پر مجبور کرے گا اور اپنی فوج کو باقاعدہ ترتیب دیکر اور سامان کی حفاظت کرنے والی فوج کو اپنے داہنے بازو اور سمندر کے درمیان رکھ کر بسرعت کوچ کیا۔ اور اُن پہاڑیوں کے مشرقی پہلو سے روانہ ہوا جو اُس کے اور حیدر علی کے بیچ میں حایل تھیں۔ اُس کی اگلی فوجیں اس پہاڑیوں کے ایک درہ میں در آئیں اور اس درہ کی حفاظت کرنے والی فوج کو صاف کرکے مغرب کی جانب مڑیں اُس وقت غنیم کی جانب سے سخت گولہ باری ہورہی تھی تاہم آیرکوٹ نے پچھلی صفوں کے آنے

کا انتظار کیا اور رسیفیں بڑے استقلال سے آگے بڑھتی چلی گئیں اور درہ کے قریب ایک بلند مقام پر مورچہ بند ہوئیں۔ حیدرعلی نے ان پر بہت سخت حملہ کیا۔ لیکن یہ حملہ بہادری سے روکا گیا۔ اور گراب سے حیدرعلی کو ایسا سخت نقصان پہنچا یا کہ وہ پیچھے ہٹ جانے پر مایل ہوگیا اور اُس نے اپنے توپخانہ اور فوج کو ہٹا لیا۔ پھر آیرکوٹ کی اگلی اور پچھلی سینیں ملکر آگے بڑھیں اور پورٹو نوود کے قریب موتی پایم پر مورچہ بندیاں کیں۔ اس موقع کو دیکھکر حیدرعلی نے جنگ سے کنارہ کشی کی۔ قریب تھا کہ وہ گرفتار کرلیا جاتا لیکن بچ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس معرکہ میں اس کے دس ہزار آدمی کام آئے اور زخمی ہوئے اور انگریزی فوج کا بہت خفیف نقصان ہوا حیدرعلی کی فوج میں اس وقت ۶۲۰ یورپین اور گیارہ سو یورپین اور ہندوستانی مخلوط النسل چالیس ہزار سوار اور اٹھارہ ہزار چار سو پیدل تھے۔ ۴۷ توپیں تھیں۔ اس کے علاوہ بیقاعدہ فوج بیشمار تھی اور ماتحت ریاستوں سے آئی ہوئی فوج اُس کے سوا تھی۔

اس کامیابی سے آیرکوٹ اس قابل ہوگیا کہ بنگال سے آنے والی فوج سے مل جائے جو پلی کھٹ جھیل کے راستے سے آرہی تھی۔ اُس کے آگے بڑھنے سے ٹیپو واندی واش کا محاصرہ چھوڑ دینے پر مجبور ہوا۔ جس کو اُس نے محصور کر رکھا تھا۔ یہاں سے آیرکوٹ حیدرعلی کا مقابلہ اُس مقام پر کرنے کو روانہ ہوا جہاں کرنل بیلی کو

شکست ہوئی تھی۔ ۲۷۔ اگست کو آیرکاٹ کا ہراول اُس مقام پہنچ گیا اور غنیم کو جنگ کے لئے تیار پایا +

وہاں انگریزی فوج ایک باغ میں اُتری جس کے گرد نالہ بہتا تھا حیدر علی نے گولہ باری کی۔ اس نالہ اور جنگل نے فوج کو باقاعدہ جنگ کا موقع نہ دیا۔ تب ایرکوٹ نے ایک پہاڑی پر فوج چڑھادی اور گولے برسانے لگا۔ لیکن اُس سے غنیم کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا تب آیرکوٹ نے مایوس ہوکر مدراس کو اس مدعا سے کُوچ کیا کہ وہاں جاکر استعفا دیدے لیکن لارڈ میکارٹنی نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ پھر فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے اور ویلور کو جسے حیدر علی کی فوج گھیرے ہوئے ہے خلاصی دے۔ حیدر علی اُس وقت شولنگرہ میں مقیم تھا۔ ایرکوٹ پھر آکر انگریزی فوج میں شامل ہوا۔ اور راستہ میں پولور کو لیکر ویلور کی حالت نہایت نازک ہورہی تھی۔ حیدر علی کے محاصرے نے ضروریات زندگی کو بند کر رکھا تھا۔ اس مقام پر حیدر علی سے کئی خونریزیاں ہوئیں۔ اور حیدر علی کی فوج نے بھی نہایت تیز و تُند حملے کئے۔ لیکن آخر میں وہ اس جنگ سے دست بردار ہوگیا۔ اور ویلور کی ناتوں سے مرتی ہوئی قلعہ بند فوج کو آیرکوٹ نے بمشکل تمام ادھر اُدھر سے چھ ہفتہ کے خرچ کا سامان بہم پہنچایا اور خود ترد پاسور کو لوٹ آیا۔ اگرچہ حیدر علی نے اُس کے روک لینے کی بڑی کوشش کی۔ تاہم اس جنگ کو بھی جنگ نہیں کہا جا سکتا۔

اگرچہ حیدرعلی کی جانب پانچ ہزار جانوں کا نقصان ہوا +

اس جنگ کے متعلق حیدرعلی اور انگریزوں کے باہم ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ لارڈ میکارٹنی گورنر مدراس کے نام انگلستان سے ایک حکم پہنچا کہ ڈچ لوگوں کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جائے۔ اورحیدرعلی نے ڈچوں کو اپنا شریک بنا کر ینگاپٹم کے ڈچ گورنر سے ایک عہدنامہ کرلیا جس کی رُو سے فریقین ایک دوسرے کے معاون ہوگئے۔ اور ڈچ گورنر نے حیدرعلی کی مدد کے معاوضہ میں ناگوڑ کا انگریزی ضلع اُس کو دے دینے کا معاہدہ کرلیا۔ اس تجویز کو کرنل برتھ ویٹ نے جو اُس وقت تنجور کی فوجوں کا کمانیر تھا پورا نہ ہونے دیا اور حیدرعلی کی فوج کو ناگوڑ سے نکال کر ینگاپٹم کو بھی لے لیا۔ جب ینگاپٹم انگریزی قبضہ میں آگیا تو حیدرعلی نے تنجور سے بھی اپنی فوج ہٹالی اور ان چھوٹے چھوٹے مقامات کو بھی خالی کردیا جن پر گھاٹوں کے دامن میں اُس کا قبضہ تھا۔ مگر اس کامیابی کا اثر بہت دنوں تک قایم نہ رہا۔ کیونکہ ۱۱۔ فروری ۱۷۸۲ء کو حیدرعلی کی ایک بڑی فوج نے کرنل برتھ ویٹ کو شکست فاش دی اور اس کو قید کرلیا۔ یہ جنگ تین روز تک جاری رہی +

حیدرعلی کو اُمید تھی کہ نظام اس طرف اپنے معاہدہ کو پورا کریگا اور موسلی پٹم اور راج مندری اور مشرقی ساحل کے دوسرے اضلاع کو مطیع کریگا لیکن نظام علی خاں نے تمام صدمات کا نشانہ صرف

حیدر علیخاں کو بنا دیا۔ اپنا ایک سپاہی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلایا۔ نظام کو یہ بھی خدشہ تھا کہ شاہنشاہ دہلی نے حیدر علیخاں کو دکن کا صوبہ دار بنا دینے کے لئے خفیہ وعدہ کیا ہے۔ اور مرہٹوں کو دوسرے وجوہ نے حیدر علی کی موافقت سے علیحدہ کر دیا۔ اور اب وہ اکیلا انگریزوں کے مقابلہ میں رہ گیا۔ تاہم حیدر علیخاں ایسا شخص نہ تھا جو ہمت ہار جاتا۔ حیدر علیخاں نے مالابار۔ کورگ اور اُس کے ملحق ضلع بالم (منجر آباد) پر اپنی حکومت قایم کرنے کو فوج روانہ کی اور خود بھی نشیبی ملک سے کوچ کرنے والا تھا۔ اس میں اس نے پورٹو نوود میں فرانسیسی فوج کے ساحل پر اُترنے کی خبر سُنی جس کا وہ بہت عرصہ سے منتظر تھا۔ لیکن فرانسیسوں کا وہ بیڑہ جو کمک لا رہا تھا راستہ میں دو جگہ پکڑا گیا۔ اس لئے ساحل پر بہت تھوڑے سپاہی اُتر سکے۔ ان کی تعداد بارہ سو سپاہیوں سے زیادہ نہ تھی۔ فرانسیسی فوج نے ساحل پر اُتر کر گدالور اور پرماکویل پر قبضہ کر لیا۔ جب ایرکوٹ کو یہ معلوم ہوا کہ فرانسیسوں نے پرماکویل پر قبضہ کر لیا تو وہ وانڈی واش کی طرف بڑھا جہاں سے دشمن (حیدر علیخاں) پانڈیچری کی طرف چلا گیا تھا۔ جب ایرکوٹ نے وہاں جنگی آمادگی نہ پائی تو اُس نے آرنی جانے کا ارادہ کیا جو وسط میں واقع اور حیدر علیخاں کی خاص چھاؤنی کا مقام تھا جہاں حیدر علیخاں نے رسد اور سامان حرب پہنچنے کے لئے گھاٹوں کے نیچے اس مقام پر

مضبوط قبضہ کر رکھا تھا۔ لیکن ایرکوٹ نے یہ سُنکر حیدر علی نے ایک بڑی فوج ٹیپو کی ماتحتی میں آرنی کی حفاظت کو روانہ کی اور دوسرے روز خود بھی روانہ ہوگیا لڑائی ۲ جون ۱۷۸۲ء کو قلعہ کے نزدیک کیمپ قائم کیا۔ ٹیپو اور مانشیور لالی نے انہیں پر حملہ کیا۔ اس جنگ میں لالی کے ہاتھ سے ایک توپ چھین لی گئی لیکن آیرکوٹ کو آرنی پر چھاپہ مارنے میں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ حیدر علی انگریزی فوج کو دھوکا دیکر ایسے مقام پر لے گیا جہاں میسور کی ایک بڑی فوج نے اُس پر حملہ کردیا اور اُس کو نقصان شدید پہنچایا۔

اگست ۱۷۸۲ء میں بمبئی گورنمنٹ نے مالابار پر حملہ کرنے کو ایک فوج روانہ کی کرنل ہمبرسٹن نے جو فوج کا افسر تھا کالیکٹ کو لے لیا اور پال گھاٹ چیری پر یورش کی۔ اور راہ میں چند چھوٹے چھوٹے قلعوں پر بھی قبضہ کرلیا۔ اسی اثنا میں حیدر علی نے ٹیپو کو حکم دیا کہ انگریزوں کے مقابلہ میں جاوے۔ ٹیپو مشرقی صوبہ سے دھاوے مارتا ہوا اکتوبر میں ملیبار پہنچا اور ساحل سے انگریزوں کا تعلق قطع کردینے کی کوشش کی۔ انگریزی فوج پنیانی کو ہٹ گئی جو کالیکٹ سے چالیس میل تھی۔ اور دمدمے باندھکر دو جنگی جہازوں کی آڑ پکڑی چند روز تک ٹیپو دور سے گولے مارتا رہا۔ پھر اپنی فوج کے چار کالم بناکر شدت سے حملہ آور ہوا لیکن بعد میں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا۔

آرنی کی جنگ کے بعد برسات شروع ہوگئی اس لئے کارومنڈل

ساحل پر فریقین نے جنگ موقوف کر دی۔ اور حیدر علی آرکاٹ سے سو میل شمال لشکر زن ہوا۔ اس کی پشت میں سرطان نکلا تھا اُس صدمہ سے ۷۔ دسمبر ۱۷۸۲ء مطابق ۱۱۹۵ھ ہجری میں اُس نے چتور کے قریب اپنے لشکر کے درمیان نرسنگ رائنا پیٹ میں رحلت کی۔

ٹیپو اپنے باپ کے انتقال کی وحشتناک خبر سُنکر جنگ مذکور کو چھوڑ کر واپس آگیا۔

نواب حیدر علیخان بہادر کی رحلت

سرائے دنیا ہے خوف کی جا ہر ایک کو کوچ دمبدم ہے
رہا فریدوں یہاں نہ دارا نہ ہے سکندر یہاں نہ جم ہے
مسافرانہ ٹکے ہو اُٹھو مقام فردوس ہے ارم ہے
نسیم ہے گو کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستہ کہ رات کم ہے
سونے ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے

ناظرین۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک بچہ جو اپنے باپ کے مطالبہ اٹھارہ ہزار روپے میں ظالم حاکم کی شقاوت سے ایک مدت تک نقارد میں بند رہا۔ اُس نے وہاں سے رہائی پا کر کیونکہ اپنے شفیق چچا کے پاس پرورش پاکر فنون سپہگری حاصل کئے۔ اور تیغ زنی کمند افگنی نیزہ بازی۔ اسپ تازی میں یکتا ہو کر خود کو لاثانی سپاہی بنایا جس

بڑے بڑے سپاہیوں اور بہادروں کی نگاہیں پڑنے لگیں۔ اور وہ سپاہیانہ اوصاف سے وزیر میسور کے دربار میں رہتے رہتے جمعدار اور جمعدار سے نایک (سپہدار) اور نایک سے سپہ سالار بنا۔ اور اسی عرصہ میں کن تدبیرات سے اُس نے اپنا ملک بجائے خود علیحدہ پیدا کیا۔ پھر میسور کا فرمانروا ہو کر کتنے ممالک کا حکمران بن گیا جو بادشاہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اُس نے پیشوایان پُونا اور نظام حیدر آباد اور افواج انگریزی کے مقابلہ میں کیسی حیرتناک فتحیں حاصل کیں جس کی دوسری نظیر نہیں ملتی۔ لیکن آج وہی سپاہی۔ وہی سپہ سالار۔ وہی بہادر۔ وہی شہریارِ شاہنشاہ حقیقی کی بارگاہ میں جانے کے لئے سریر کامرانی پر تھوڑی دیر کا مہمان نظر آتا ہے۔ اُس کی محفل میں سناٹا نظر آتا ہے۔ اُس کے خیمہ و خرگاہ پر اُداسی چھائی ہوئی ہے۔ اُس کی فوجی چھاؤنی شہر خموشاں بن رہی ہے +

اُس کی پیٹھ کے پھوڑے (سرطان) نے اُس کی تمام پیٹھ کو بھڑ کے چھتے کی طرح مشبک کر ڈالا ہے۔ جراح۔ طبیب۔ ڈاکٹر اُس کے علاج سے مایوس ہو چکے ہیں۔ امیر۔ وزیر۔ ندیم۔ حکیم۔ مشیر۔ دبیر۔ اور فوجی عہدہ دار طرح طرح کے انتظام اور تدبیرات مصلحتی میں مصروف ہیں۔ اخیر نومبر میں نواب نے لشکرگاہ کے شور و غل سے علیحدہ رہنے کو شہر آرکاٹ میں سکونت اختیار فرمائی۔ اور بڑی پیش بینی اور ہوشیاری سے ملکی اور مالی کاموں کے بندوبست کے لئے جابجا فرمان

روانہ کئے تا ناظموں اور عالموں کو علالت کا حال معلوم نہ ہو اور نہ اشرار و سرکش اُس کی بیماری کی خبر پاکر فتنہ و فساد کا حوصلہ کریں اس میں ایک جاسوس خبر لایا کہ جنرل ایری کوٹ نے انتقال کیا۔ نواب حیدر علیخاں نے جنرل سرایری کوٹ کے انتقال کی خبر سُنکر اُس کی دلیری اور ہوشیاری اور لڑائی کے وقت اُس کی سُوجھ بوجھ اور مصاف آرائی کی تعریف کی۔ اور کہا کہ اس صفت کا کوئی جنرل یا کرنل دیکھنے میں نہیں آیا۔ زاں بعد مقربان حضوری نے عرض کیا کہ حضور کو شب و روز امورات جلیلہ میں فکر کرنا زیادتی مرض کا باعث ہوگا اس لئے صلاح دولت یہ ہے کہ شاہزادۂ والاشان کو طلب فرماکر تا صحت انتظامی کام سپرد کر دئے جائیں اور خود بدولت تفریح و آسایش کے سوائے کوئی کام قبول نہ فرمائیں۔ اس التماس کو نواب نے قبول اور پسند فرماکر ایک شقہ اس مضمون سے شاہزادہ کو لکھوایا

نورچشم راحت جان پدر۔ درصورتے کہ تم کو اس نواح کے متمردوں کی تنبیہ و تادیب سے قرار واقعی جمعیت خاطر اور اطمینان کُلی حاصل ہوا ہو تو چشم پدر کو اپنے دیدار راحت آثار سے جلد روشن اور منور کرو اور اگر کچھ کمک اور فوج کی احتیاج ہو تو اُس کا حال گذارش کرو۔ فقط

دوسری صبح کو خود بدولت نے تمام ملازموں کو ایک ایک مہینے کی تنخواہ خزانۂ عامرہ سے دئے جانے کا حکم فرمایا۔ فقیروں۔ غریبوں۔

مسکینوں۔ محتاجوں کو کثرت سے زر نقد اور کھانا تقسیم ہونا شروع ہوا ٭ سلخ ذوالحجہ ۱۱۹۶ہجری کو قریب شام نواب نے دریافت فرمایا کہ آج کونسی تاریخ ہے۔ جواب میں عرض کیا گیا کہ آج محرم کی چاند رات ہے۔ اس پر نواب نے فرمایا کہ مجھ کو غسل کرا دو۔ چنانچہ غسل کرایا گیا۔ غسل کے بعد بستر بدلا گیا اور دوسری پوشاک پہنی۔ پھر کلمہ اور درود شریف کا ورد فرمایا۔ اور کچھ پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور اسی وقت دس ہزار سوار جرار شمالی آرکاٹ کے راجاؤں کی تنبیہ کے واسطے اور پانچ ہزار سوار نواح مدراس کی محافظت کو روانہ فرمائے۔ پھر چند ساعت کے بعد ۶ دسمبر ۱۷۸۲ء کو اسی شب میں رحلت فرمائی۔ نواب کی عمر سرسٹھ سال اور دوسرے قول کے موافق ستاسی سال بتائی گئی ہے ٭

کارپردازان سلطنت نے بعد رحلت کے اس واقعہ کا اظہار خلاف مصلحت سمجھ کر نوحہ و ماتم برپا نہیں کیا بلکہ کئی روز تک بڑی ہوشیاری سے اس خبر کو پوشیدہ رکھا اور نواب مرحوم کے جنازہ کو بڑی احتیاط سے خفیہ سرینگ پٹن پہنچایا وہاں بڑی عظمت اور احترام سے لال باغ میں دفن کر کے عالی شان مقبرہ بنایا گیا[2] ٭

---

[1] یہ سن غلط لکھا گیا ہے غالباً ۱۱۹۷ ہجری ہوگا محرم کی چاند رات پر نظر کر کے ۱۱۹۶ ہجری لکھا گیا ٭

[2] بیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور (دیکھو صفحہ ۳۹۵)

لکھتے ہیں کہ پی رنی کی جنگ کے بعد برسات شروع ہوگئی اور کارومنڈل ساحل پر فریقین نے جنگ موقوف کردی۔ انگریزی فوج مدراس کو لوٹ آئی۔ اور حیدر علی آرکاٹ سے سولہ میل شمال لشکر زن ہوا۔ حیدر علی کی پشت میں عرصہ سے سرطان نکلا ہوا تھا اور اسکو بیشمار لڑائیوں اور اُن کی وجہ سے ماندگیوں نے مرض میں اور اشتداد بڑھا دیا تھا۔ اُس کے معالجوں کی تدابیر سے کوئی نفع نہ ہوا اور ۷ دسمبر ۱۷۸۲ء مطابق ۱۱۹۵ھ ہجری اُس نے چتور کے قریب اپنے لشکر کے درمیان نرسنگ رایتا پیٹ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ حیدر علیخاں کی تاریخ وفات

حیدر علی خاں بہادر

سے نکلتی ہے۔ اس طرح پر

ح	ی	د	ر	ع	ل	ی
۸	۱۰	۴	۲۰۰	۷۰	۳۰	۱۰

خ	ا	ن	ب	ہ	ا	د	ر	
۶۰۰	۱	۵۰	۲	۵	۱	۴	۲۰۰	۱۱۹۵ھ

اور ذیل کا قطعہ اُس کی قبر کی لوح پر کندہ ہے:-

کہ ایں شاہ آسودہ را نام چیست   چہ تاریخ رحلت نمود است او
یکے زاں میاں گفت تاریخ و نام   کہ حیدر علی خاں بہادر بگو

نواب حیدر علیخاں بہادر کے

عادات و خصایل مع خصوصیات چند

سب مورخین کا اتفاق ہے کہ نواب حیدر علیخاں بہادر سے اکثر غیر معمولی کام اس طور پر وقوع میں آئے جو صفحات تاریخ پر ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ نواب بہادر کبھی ایک دم بیکار و جنگ اور مشغلہ تیر و تفنگ سے بیکار نہ رہتا تھا۔ اُس کا قول تھا کہ بہادر آدمی تن بے سر کا اچھلنا کودنا دیکھ کر رقص بسمل کا لطف حاصل کرتا ہے۔ اور اُس کو توپ و تفنگ کی آواز آہنگ سرود سے زیادہ مزا دیتی ہے۔ مردوں کی عمدہ نشستگاہ خانۂ زین ہے اور بہادر آدمی کو ایک لڑائی کے فتح کر لینے میں جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ کسی جشن سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اکثر فرماتے تھے کہ اگر میں اپنا جیسا ایک آدھ شخص پاؤں تو خدا کی تائید سے ہفت اقلیم کو فتح کر ڈالوں اور حضرت عمر کی فتوحات کا نقشہ دکھادوں۔ مجھ کو بعض لوگ اُمّی کہتے ہیں مجھ کو اسکی پروا نہیں۔ میرا پیغمبر بھی اُمّی تھا۔ یہ بھی خدا کی قدرت کا ایک نمونہ ہے جو اُس نے مجھ جیسے جاہل سے ایسے کارنمایاں ظہور پذیر کئے جو ہزاروں عالموں سے وقوع میں نہ آئے۔ کئی مورخ لکھتے ہیں کہ نواب

حیدر علیخاں کے عزم بلند کا پلہ کسی طرح تیمور و نادر سے گھٹ کر نہیں پایا جاتا +

نواب حیدر علیخاں نے سپاہی ہو کر ملک گیری اور ملکداری کے داؤں گھاٹ کو ایسا اخذ کیا تھا جو ایک بڑے عقلمند بادشاہ کے سزاوار ہو سکتا ہے۔ عدل و انصاف کو نہایت پسند کرتا اور احکام شریعت پر سر جھکاتا تھا۔ ارباب زراعت اور تجارت کو مدد دینے میں دل سے کوشش کرتا۔ رعایا کے ساتھ نرمی اور ملائمت سے پیش آتا۔ مگر سپاہیوں پر لشکری قانون کے موافق نہایت سخت تاکید رکھتا کہ ہر وقت اپنے کام پر آمادہ رہیں۔ اور اپنے فرایض کو خوب سمجھ کر پورا کریں +

مفسدوں اور سرکشوں کی تنبیہ و سیاست میں حد سے زیادہ تندمزاجی ظاہر کرتا۔ دشمنوں کے ساتھ انتقام لینے اور سزا دینے میں نہایت جبّار و قہّار تھا +

بات کا پکا۔ قول و قرار کا سچا۔ جس سے جو قول کرے اُس کو پورا کر کے مانے اپنے ہر دوست کا شریک رہے اور اُس کا جو دوست اُس کے ساتھ دوستی کا اقرار کر کے پھر جائے اُس سے سخت متنفر ہو اور اُس کو بُزدلا کمینہ مکّار دغاباز کہہ کر یاد کرے۔

بعض لوگ اس پر تہمت لگاتے تھے کہ وہ نجومیوں کے قول پر چلتا ہے اس لئے کہ نوروز کے روز اور دسہرے کے دن آئینہ

محل میں جشن شاہانہ ترتیب دیا اور بزم ملوکانہ آراستہ کی جاتی تھی۔
آتشبازی کا تماشا۔ اور بھینسوں اور پاڑھوں کی لڑائیاں اور زور آزمائیاں۔ ہاتھیوں کی باہم ٹکریں۔ پہلوانوں کی کشتیاں دیکھتا۔ اور اپنی فوج کے بہادر سپاہیوں کو زرہ بکتر پہنوا کر چیتوں اور شیروں سے لڑواتا اگر اُس پر سپاہی غالب آجاتا تو اُس کی تنخواہ میں اضافہ کرتا اور خلعت معقول مع زر نقد عنایت فرماتا اور جو وہ جانور اُس پر غالب آنے والا معلوم ہوتا تو فوراً اُس کی پیشانی پر گولی مارتا وہ وہیں گر پڑتا اور سپاہی بچ جاتا[1]۔ نواب نے اپنی تمام قلمرو میں ٹھگ۔ چور۔ ڈاکو۔ اُچکوں کا نام و نشان باقی نہ رکھا تھا شجاعت کو اس پہ فخر تھا نہ اُس کو شجاعت پر۔ بڑی سی بڑی لڑائی میں بیم و ہراس اُس کے پاس نہ آتے تھے۔ وہ اپنی مستقل مزاجی کو ہاتھ سے نہ دیتا۔ چینا پٹن اور مدراس کی نواح میں اُسکا خوف اس درجہ پیدا ہو گیا تھا کہ اُس سے چھوٹے بڑے خوف کرتے تھے اور انگریز ہر وقت اُس کے ٹوٹ پڑنے سے خایف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ولایت کے انگریز اپنے بچوں کو اُس کا نام لیکر ڈراتے تھے کہ تم چپ رہو حیدر آتا ہے وہ پکڑ لے جائے گا۔ فوج کی ساخت اور پرداخت میں وہ لاثانی فیاضی اور حسن تدبیر ظاہر کرتا رہتا تھا جس کی نظیر مشرقی بادشاہوں میں کم ہو گی)۔ بندوق

---

[1] ایسے تماشے روما میں بھی ہوا کرتے تھے۔

لگانے کے فن میں ایسا مشتاق تھا کہ باریک سے باریک نشانہ خطا نہ کرتا تھا۔ تیر چلانے میں لاثانی قادر انداز تھا۔ اُس کی بے پناہ تلوار ہر وار میں چورنگ کاٹ جاتی تھی۔ اور ہر قسم کے فنون سپہگری کی مشق ہر روز بلا ناغہ کرتا رہتا تھا۔ اُس کا ذہن اور حافظہ اتنا قوی تھا کہ خوردسالی کی باتیں اُس کو یاد تھیں اور جو کچھ خواب میں دیکھتا کبھی نہ بھولتا۔ سوداگروں کی نہایت خاطر کرتا اور وہ جو کچھ لاتے خرید کر لیتا اور قیمت کے علاوہ معقول انعام دیکر اُن کو پھر آنے کا حوصلہ دلاتا۔ اُس کے سپاہیوں میں سے اگر کوئی سپاہی ذرا سا کام بھی دلاوری کا کرتا تو اُس کو انعام دیتا۔ اور فوج کی تنخواہ ماہوار اور جنگ کے وقت مہینے میں دوبار تقسیم کرتا اور لشکریوں کے تمام ضروریات کی خبر رکھتا۔ اُن کے آرام کے ساتھ اپنے آرام کو اور اُن کی تکلیف کے ساتھ اپنی تکلیف کو وابستہ جانتا۔ اسی سبب سے اُس کے تمام لشکری اُس کے جاں نثار رہتے۔ اُسکے پسینے پر خون گرانا چاہتے۔ شجیع و بہادر ایسا کہ لاکھوں آدمیوں میں گھُس جانے سے خوف نہ کھاتا۔ جفاکش اور متوکل ایسا کہ پہاڑوں اور جنگلوں میں کئی کئی روز نہایت قلیل قوت لایموت پر گزر کی اور پتھروں پر زین بچھا کر لیٹا اور اپنے عزم و ثبات کو قائم رکھا۔ ادب شناس ایسا کہ دخل کیا جو اُس کی محفل میں خلاف ادب کوئی بات ہو جائے۔ صاحب رعب ایسا کہ معمولی محفل میں بھی کسی کو

حد ادب سے بڑھ کر بات کرنے کی مجال نہ ہوتی +

رحیم وکریم ایسا کہ راتوں کو پوشیدہ نکل جاتا اور غریبوں مسکینوں اور عاجزوں اور بیواؤں کو روپے اشرفی دے آتا +

اپنے رفقا اور ملازمین خاص کو علاوہ ماہوار و مناصب کے وقتاً فوقتاً انعام اور خلعتیں تقسیم کرتا رہتا +

صولت وسطوت کا یہ حال تھا کہ شریر و مفسد اُس کے نام سے ڈرتے تھے اور جہاں کوئی سر اُٹھاتا فی الفور برق خاطف کی طرح اُس کے سر پر جا کر اُس کے سامان فساد و نخوت کو جلا کر خاک کر دیتا +

فراست اور قیافہ شناسی میں وہ ملکہ رکھتا تھا کہ انسان کو دیکھ کر اُسکے ظرف و کمظرفی اور اُس کی پست نظری اور بلند خیالی - اور شجاعت - اور بُزدلی کو پہچان جاتا تھا +

ذہن و حافظہ کی جودت سے ایک مرتبہ کسی کو دیکھ کر پھر نہ بھُولتا تھا اور اپنے ہر سپاہی کو پہچانتا تھا +

اُس کی رائے ایسی صحیح و سلیم تھی جو ملک کے بڑے بڑے پیچیدہ مسایل کو نہایت عمدگی سے حل کر لیتی تھی - اور اُس کا خیال اندرونی اور بیرونی تعلقات مخاصمت کی تمام باتوں کو تاڑ کر وہی تدبیر اختیار کرتا تھا - جس سے بہتر کوئی تدبیر نہ ہو سکتی تھی +

اسی طرح وہ مختلف سمتوں کی لڑائی میں اپنی رائے و استقلال سے وہ کام لیتا تھا کہ سب حریف اُس سے مات کھا جاتے تھے +

کہتے ہیں کہ حیدر علیخاں کسی کو پکارتا تو لونڈی بچہ کہہ کر پکارتا۔ اس پر ایک ندیم نے موقع پاکر عرض کی کہ یہ الفاظ حضرت کی زبان کے لائق نہیں تو ہنس کر فرمایا کہ ارے بھائی ہم تو سب لونڈی بچے ہیں۔ بی بی بچے تو جناب حسنین ہیں۔ اور وہی ایک بی بی ہے باقی سب اُس کی لونڈیاں یہ سُن کر سب کو خاموش ہونا پڑا۔ نواب کے ملک میں ہر قوم اور ہر مذہب کے آدمی موجود تھے لیکن اُنکو کسی مذہب سے کوئی تعرض نہ ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا۔ عیسے بدین خود موسے بدین خود۔ ذہن و حافظ کا یہ حال تھا کہ اُس کے دربار میں کئی کئی منشی ایک ہی وقت میں عرضیاں سُناتے اور احکام لکھتے اور باہر سے آئے ہوئے مراسلات پیش کرتے اور اُن کے جواب تحریر کرنے پر حاضر رہتے۔ اور وہ سب کو اُن کے احکام اور جواب بتاتا جاتا اور دستخط کرتا جاتا۔ اور اُسی حالت میں دوسروں کے معروضات سُنتا اور زبانی جواب دیتا۔ اسکے ساتھ تماشے بھی دیکھتا جاتا +

خاص خاص جرموں کی سزا دینے کو دو سو نسقچی کوڑے لئے حاضر رہتے جو اس کے اشارہ پر ارشاد کے موافق لوگوں کو کوڑے لگاتے اس میں امیر غریب سپاہی و افسر سب برابر ہوتے چنانچہ ایک مرتبہ خود ٹیپو سلطان کو اپنے ہاتھ سے کوڑے لگائے تھے +

اُس کی تمام قلمرو میں یہ طریقہ جاری تھا کہ جو لڑکے یتیم ہوتے اُنکی پرورش سرکار سے ہو کر اُن کو فنون جنگ کی تعلیم ہوتی اور وہ فوج میں بھرتی

کر لئے جاتے +

اُس کی رحلت کے وقت اُس کے ملک کی وسعت سوا ے ممالک مقبوضہ ملک کرناٹک کے اسّی ہزار میل مربع تھی +

اُس کے ممالک محروسہ میں ہزار قلعے تھے۔ اور جس قلعہ کو فتح کرتا اُسکی تاسیس و ترمیم میں از سرِ نو لاکھوں روپے خرچ کرتا +

ممالک محروسہ کے باج و خراج سے تین کروڑ روپیہ سالانہ بعد منہا کرنے ملکی اور فوجی اور خانگی اخراجات کے داخل خزانۂ عامرہ ہوتے +

سپاہ کی جمعیت تین لاکھ چوالیس ہزار تھی اس میں شاگرد پیشہ داخل نہیں۔ ثقہ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ نواب حیدر علیخاں اتنا خزانہ رکھتا تھا کہ سونے چاندی کی اینٹیں اور قیمتی جواہرات منوں اور پنسیریوں کی تول سے تولے جاتے تھے +

نواب حیدر علیخاں کو اپنے فرزند اقبالمند شاہزادۂ ٹیپو سلطان کے ساتھ خاص محبت تھی۔ اور اُس نے اُسکی تعلیم و تادیب۔ اور فنون سپہگری کی مشق اور ملک گیری اور ملکداری کے عملی سبق دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا۔ اور ٹیپو سلطان نے خود کو اپنی دلیری اور بہادری سے ایک ہونہار شہزادہ ثابت کیا تھا۔ لیکن نواب حیدر علیخاں اُس کے حرکات و سکنات اور اُس کے قیافہ و انداز اور اُس کے احکام میں غصہ اور غضب کے آثار دیکھ کر از روے قیافہ اُس پر ملکداری کا پورا بھروسہ نہ کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شاہزادۂ ٹیپو سلطان نے

کئی انگریزی سپاہیوں کو پکڑ کر جبراً اپنے سامنے اُن کے ختنہ کرنے کا حکم دیا۔ اور اُس کی تعمیل کی گئی۔ جب نواب نے یہ حال سُنا تو اُس کو سخت ملال ہوا اور وہ کہہ بیٹھا کہ افسوس یہ سفاک مجھے سلطنت پانے کے بعد اُس کو ہاتھ سے کھو بیٹھے گا۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ وہ بے موقع جبر کو ہرگز پسند نہ کرتا تھا +

فقرات القاب نواب حیدر علیخاں بہادر

سپہ سالار ظفر پیروزمند۔ دلاور صف شکن میدان جنگ۔ طالب ناموس و ننگ قانون پیکار و حرب میں مشاق۔ فنون طعن و ضرب میں یگانۂ آفاق۔ سزاوار القاب سترگ۔ امیر بزرگ۔ حاکم باشکوہ و شان۔ عظمت و حشمت نشان۔ زیب مسند حکومت و شجاعت۔ حامی شریعت و سلطنت۔ صوبہ دار شہر سرا کا۔ بادشاہ مرزبوم۔ کورگ و کنڑا کا +

سلطان حکمران ممالک چرکولی و کلیکوٹ کا جس میں کوچین تراونکور وغیرہ کئی ریاستیں شامل ہیں +

نواب بنگلور۔ بالاپور۔ باساپٹن یا بسنگر کا +

مرزبان فرماندہ فرازستان و نشیبستان یعنی پہاڑوں اور اُس کی ترایوں کا۔ بہادر ان بہادر۔ فرماں فرما جزایر مالدیوہ کا جو گنتی میں حساب و شمار سے باہر ہیں +

سجع نواب نامدار حیدر علی خاں بہادر کا

شعر

بہ تسخیر جہاں شد فتح حیدر آشکار   لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

سکۂ حیدری یہ تھا

نایب دین محمد
حیدر آخر زمان
سنہ ۱۱۵۵ ہجری

ثانی
سلطان سکندر قاتل
کل کافران

نواب حیدر علیخاں کی بیرحمی انگریزوںکی زبانی

کپتان اسکری اپنی کتاب اسکریس کیپٹیوٹی میں لکھتا ہے کہ ہم لوگوں نے ایک مدت تک فرانسیسوں کی قید میں طرح طرح کی اذیتیں پائیں۔ آخر اُن سنگدلوں نے ہماری قوم کے اسیروں کو جو تعداد میں پانسو تھے کئی جہازوں پر چڑھا دیا۔ چھ مہینے کے بعد ہم سب کے سب قلعہ گڈہ لور میں پہنچے جب یہاں کچھ دن کٹے تو ہم کو چیلمبرم میں جو نواب کے قلعہ جات میں خاص استحکام رکھتا ہے لے گئے۔ وہاں اُس قلعہ کے درمیان ہم کیا

دیکھتے ہیں کہ جا بجا سیکڑوں آدمی بحال تباہ پڑے ہوئے مردہ معلوم ہوتے ہیں کتنوں کی مارے بھوک کے ایسی بُری حالت تھی کہ اگر گندے مقام کی ایک سڑی ہڈی کہیں پڑی دیکھتے تو اُسکی طرف بھی ہاتھ بڑھا دیتے خوراک ہم لوگونکی یہاں یہ تھی کہ فقط گائے کا گوشت اور موٹے چاول کھانے کو ملتے - اسی غذا اور شورزمین کا باعث تھا جو ہمارے ساتھ کے اکثر آدمی رو رو کر مر گئے - اور اکثر تن و توش والوں کو ہم نے دیکھا کہ گھڑی بھر کے تشنج میں اُن کے اعضا اکڑ گئے - خدا جانے فرانسیسوں کو انگریزوں سے ایسی کیا عداوت تھی جو ہم سب کو ایسے ظالم کے حوالہ کر دیا کپتان اسکری کہتا ہے کہ جب ہم قریب دو مہینے کے اس مقام میں رہے تو ہم میں سے ۱۹ آدمیوں نے لفٹنٹ ولسن کے ہمراہ بھاگنے کا قصد کیا اور ایک رات میں ہم کئی کملوں کی رسّی بنا کر اُسکے سہارے سے دیوار حصار کے باہر نکل گئے ہم کو کچھ معلوم نہیں کہ ہم رات بھر بھاگ کر کہاں پہنچے لیکن صبح ہوتے ہی ہم سب گرفتار کر کے واپس لائے گئے - ایک شخص ندی میں ڈوب مرا باقی ۱۹ پھر وہیں آ گئے لفٹنٹ ولسن کو ننگا کر کے املی کی ایک ڈالی سے سخت سیاست کی گئی باقی لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں ہتکڑیاں اور بیڑیاں پہنائی گئیں - بعد دو دن کے ہم کو اور ایک مستحکم زندان میں لے گئے جہاں ہماری پنڈلیاں چھید کر آہنی بیڑیاں پہنا دی گئیں اور ہمارے پاسبانوں کی تعداد دوچند کر دی گئی دو مہینے کے بعد حیدر علی نے حکم بھیجا تا ہمیں بنگلور لیجائیں تب ہمارے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ کر دو دو آدمیوں کے ہاتھ ایک زنجیر میں باندھ دئے گئے اس حیثیت سے ہم اکیس روز بعد بنگلور پہنچے یہاں تین دن بعد اُس قلعہ کے سرداروں میں سے کئی مسلمان اور برہمن ہمارے پاس آئے اور ہم لوگونکو تین فریق کیا وہ فریق جسکے درمیان میں تھا موضع بہرام پور کو روانہ کیا گیا جو بنگلور سے تین منزل ہے یہاں

ہمارے ہاتھ کھولے گئے مگر اُنکے بدلے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی گئیں۔ غذا بدلی گئی۔ لیکن وہ بھی ہمارے موافق نہ تھی تین مہینے کے بعد ہم میں سے پندرہ جوان آدمی جن میں ایک میں بھی تھا بنگلور جانے کو چھانٹے گئے اور ہم سے کہا گیا کہ وہاں تمہاری خاطرداری زیادہ ہوگی۔ الغرض ہم پھر بنگلور کے قید خانہ میں داخل ہوئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ دوسرے مقامات کے انگریز قیدی اور بھی آئے ہیں۔ اب ہم شمار میں باون ہو گئے۔ اور ایکدوسرے کی ملاقات سے خوش ہوئے تین دن کے بعد وہاں کے قلعدار نے ہمکو کچھ پھل دئے اور ہم پر کچھ زیادہ شفقت ظاہر کی اور ہم سے کہا کہ تم خوش رہو نہیں نواب تمکو اپنے لڑکوں کی طرح رکھنا چاہتا ہے۔ ازاں بعد ہم کو سرنگ پٹن کو روانہ کیا گیا۔ اس سفر میں زادراہ ہمارے ساتھ بہت تھا اور چونکہ ہم بے قید و بند تھے اس لئے راہ چلنا دشوار نہ تھا نو دن کے بعد جب سرنگ پٹن کے قلعہ میں پہنچے تو یہاں ہمارے ساتھ تواضع اور مہربانیاں ظاہر کی گئیں۔ ایک مہینہ اس حال میں رہے ازاں بعد ایک بڑی مونچھوں والا فرنگی جو نواب کا ملازم تھا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم اپنے بال کٹوا کر مسلمانوں کے سے بال رکھیں یا سر منڈوانے پر راضی ہوں چنانچہ حجام نے خواہ مخواہ ہمارے بال مونڈے پھر ایک ہفتہ بعد سہ پہر دن چڑھے دس بارہ مشتنڈے اُسی فرنگستانی مونڈوا کے ساتھ ہمارے سامنے آئے اور اُس موذی فرنگستانی نے ہمیں بتایا کہ اب نواب نے تمہارے ختنہ کرنے اور مسلمان بنانے کا حکم دیا ہے چنانچہ ہمکو چاریں بندھوا کر دو قطاروں میں لٹایا گیا۔ اور نشہ والی معجونیں کھلائیں اور اُن نافرمان حجاموں نے ہمارے ختنے کر ڈالے۔ اس حال میں بعض مختون اس معجون کے نشے میں ہنستے اور بعض روتے تھے۔ رات کیوقت کتنے پاسبان ہم پر تعینات ہوئے تا جنگلی چوہوں کے ظلم سے جو اس ملک میں بہت ہیں ہم کو بچائیں قصہ کوتاہ دو مہینے کے بعد ہم سب چنگے ہوگئے تب اُن لوگوں نے ہمیں مبارک سلامت کی بشارت دی جس کا مطلب یہ کہ

تم خوش رہو اب تم پیغمبر اسلام کی اُمت اور نواب عالیجاہ کے تقرب میں داخل ہوئے۔ اسی طرح انگریزوں نے اُس کی بے رحمی کے اور حالات لکھے ہیں ؛

نواب حیدر علیخاں کی سختی اور لوٹ مار پر ریمارک

ناظرین کو قبل اس سے کہ وہ حیدر علیخاں کی نسبت کوئی رائے قایم کریں اُسوقت کی تاریخ پر نگاہ ڈالنی ضرور ہے کہ وہ زمانہ کیسا تھا ؛

اُس زمانہ کی تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ بنگال سے لیکر پنجاب تک مرہٹوں کی لوٹ مار جاری تھی وسط ہند کو پنڈارے لوٹ رہے تھے جنوبی ہندوستان مرہٹوں کی لوٹ مار کا جولانگاہ بن رہا تھا۔ اُسی طرح مرہٹوں کے ملک میں نظام حیدرآباد کی فوجیں لوٹ مار سے بدلا لیتی تھیں اور اس طرز عمل کو دیکھکر ایک معمولی سپاہی بھی جو ہتیار باندھکر گھر سے نکلتا اُسکا منشاء یہ ہوتا تھا کہ وہ کسی کو لوٹکر گزران کا سامان پیدا کرے پس اُس زمانہ میں لوٹ مار ایک معمولی بات تھی اور سرکش قوموں کو زیر کرنے کا لازمۂ سیاست سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ انگریزی فوجوں نے بھی اُسوقت اکثر لوٹ مار سے اظہار سیاست کیا ہے اور اب بھی سرحدی جرگوں کی سیاست کو لوٹ مار جائز کردیجاتی ہے پس نواب حیدر علیخاں کا فعل اُس زمانہ کی ضرورتیا سیاست میں داخل سمجھنا چاہیئے۔ حیدر علیخاں دو وقت لوٹ مار کا حکم دیتا تھا ایک اُسوقت جبکہ غنیم اُسپر فوجکشی کرنے والا ہو تو وہ خود اپنے علاقوں کو لوٹ مار سے تاراج کرڈالتا تھا تاکہ غنیم کو اسباب زندگی کی کوئی چیز ہاتھ نہ لگے دوسرے جب سرکش قومیں اُسکی اطاعت سے باربار انحراف کرتی تھیں تو وہ لوٹ مار سے بدلا لیتا تھا جیسے اُس نے اقوام نایر و موپلا کو لوٹ

سے تاراج کیا۔ یا غنیم کی رسد لٹوا دیا کرتا تھا تاکہ غنیم کو اُسکے مقابلہ میں لاچاری ہو اسی طرح اُسکی سختیاں زیادہ تر انحراف و نافرمانی اور بغاوت اور اُسکے خلاف سازش کے جرم سے تعلق ہوتی تھیں۔ جب وہ جان لیتا تھا کہ میرے خلاف سازش اور بغاوت کا سامان ہو رہا ہے یا کوئی مجھ سے ملکر دوسرے کے ساتھ سازش کرکے مجھ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو پھر وہ ذرا بھی رحم و رعایت نہ کرتا تھا اور باغی اور منافق اور سرکش اور متمرد کی تعزیر و تخریب کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتا تھا۔ اور یہ سب باتیں اُسوقت کی سیاست اور ایک بہادر شخص سے سزاوار ہو سکتی ہیں +

بعض مواقع پر انگریزوں کے ساتھ اُسکا سلوک زیادہ سخت اور بیرحمی کے درجہ میں پایا جاتا ہے لیکن جب غور کیا جائے کہ اُسوقت میں انگریز غیر ملک سے آکر اس ملک میں کس قسم کے جال پھیلا رہے تھے اور وہ کبھی مرہٹوں سے ملکر اور کبھی نظام حیدر آباد کے ساتھ ہوکر اور کبھی نواب محمد علیخاں کی آڑ میں نواب حیدر علیخاں کی بنیاد اُکھاڑ ڈالنے اور اُسکے ساتھ ظاہر میں دوستی کا عہدنامہ کرکے باطن میں کیسی چالیں چلتے اور اُس کی بربادی کی فکر میں رہتے تھے تو اُس کا غصہ حق بجانب معلوم ہوگا اور ایسی حالت میں اُسکی سختی کچھ انگریزوں کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی بلکہ سرکش اور منافق مسلمانوں کے ساتھ وہ اس سے زیادہ سختی اور بیرحمی کا برتاؤ کرتا تھا جس کا حال جنگہاے افغان شانور۔ کڑپہ۔ کانور وغیرہ سے ظاہر ہو چکا ہے +

تمام شد